5

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝٣ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

16

سلسلة خدمة الحديث النبوي

احادیث مبارکہ کا عظیم ترین مجموعہ

شَرحُ السُّنَّة

تالیف:

أبو محمد الحسين بن مسعود البغوي

٤٣٣ — ٥١٦ ھ

ترجمہ: ابو ثمامہ محمد عبد اللہ سلیم حفظہ اللہ تحقیق وتخریج: ابو القاسم محمد محفوظ اعوان حفظہ اللہ

نظر ثانی: عبد اللہ یوسف ذہبی حفظہ اللہ تقریظ: شیخ الحدیث عبد اللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور

فہرست مضامین

(25)...... كتابُ الأَيمان

1...... بَابُ الْيَمِيْنِ بِاللّٰهِ أَوْ بِصِفَةٍ مِنْ صِفَاتِهٖ
2...... بَابُ وَعِيْدِ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ الْإِسْلَامِ
3...... بَابُ لَغْوِ الْيَمِيْنِ
4...... بَابُ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا يَتَحَلَّلُ وَيُكَفِّرُ
5...... بَابُ التَّكْفِيْرِ قَبْلَ الْحَنْثِ
6...... بَابُ الْأَسْتِثْنَاءِ فِي الْيَمِيْنِ
7...... بَابُ النَّذْرِ وَلُزُوْمِ الْوَفَاءِ بِهٖ إِذَا كَانَ فِيْ طَاعَةٍ
8...... بَابُ كَرَاهِيَةِ النَّذْرِ
9...... بَابُ مَنْ نَذَرَ قُرْبَةً وَغَيْرَ قُرْبَةٍ تَرَكَ مَالَا قُرْبَةَ فِيْهِ
10...... بَابُ مَنْ نَذَرَ شَيْئًا فَعَجَزَ عَنْهُ
11...... بَابُ لَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةٍ وَلَا فِيْ مَالَا يَمْلِكُ
12...... بَابُ نَذْرِ اللَّجَاجِ وَالْغَضَبِ
13...... بَابُ قَضَاءِ النَّذْرِ عَنِ الْمَيْتِ

(26)...... كِتَابُ الْأَمَارَةِ وَالْقَضَاءِ

1...... بَابُ وُجُوْبِ طَاعَةِ الْوَالِي
2...... بَابُ الطَّاعَةِ فِي الْمَعْرُوْفِ
3...... بَابُ الصَّبْرِ عَلٰى مَا يَكْرَهُ مِنَ الْأَمِيْرِ وَلُزُوْمِ الْجَمَاعَةِ
4...... بَابُ مَنْ يَخْرُجُ عَلَى الْإِمَامِ وَالْوَفَاءِ بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ
5...... بَابُ كَرَاهِيَةِ طَلَبِ الْإِمَارَةِ وَالْعَمَلِ بِهٖ
6...... بَابُ الرَّاعِيْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ

قسم کے متعلق احکام ومسائل

اللہ تعالیٰ یا اس کی کسی صفت کی قسم کھانا 13
اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی قسم کھانے کی وعید 17
لغو قسم کا بیان 19
جو شخص ایک چیز پر قسم کھائے پھر وہ کوئی اور چیز بہتر سمجھے تو وہ قسم توڑ دے اور کفارہ ادا کرے 21
کفارہ قسم توڑنے سے پہلے بھی دیا جاسکتا ہے 24
قسم کھاتے وقت ان شاء اللہ کہنا 26
نذر کا بیان اور یہ کہ اطاعت ونیکی کی نذر کو پورا کرنا واجب ہے 28
نذر ماننا ناپسندیدہ ہے 28
جو شخص نیکی اور گناہ کی ملی جلی نذر مان لے تو اسے چاہیے کہنا فرمانی والی نذر پوری نہ کرے 30
جس شخص نے کوئی نذر مانی، پھر وہ اسے پورا کرنے سے عاجز آگیا.. 32
گناہ کے کام کی کوئی نذر نہیں اور نہ غیر مملوکہ چیز میں نذر ہے 37
جھگڑے اور غصے میں مانی گئی نذر (کا حکم) 40
میت کی طرف سے نذر پوری کرنا 41

امارت اور قضا کے احکام ومسائل

والی (حکمران) کی اطاعت واجب ہے 43
نیکی میں اطاعت کرنے کا بیان 44
امیر کے ناپسندیدہ امور پر صبر کرنے، جماعت کو لازم پکڑنے کا بیان 47
امام کی بغاوت کرنے والے پر سخت وعید اور پہلے خلیفہ کی بیعت کو پورا کرنے کا بیان 55
امارت اور مسئولیت کو طلب کرنے کی کراہت کا بیان 56
حاکم اپنی رعایا کے بارے میں مسئول ہوگا 59

7......بَابُ ثَوَابِ مَنْ عَدَلَ مِنَ الرُّعَاةِ	عدل وانصاف کرنے والے حاکم کے ثواب کا بیان	60
8......بَابُ ثَوَابِ مَنْ تَكَلَّمَ بِحَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ	ظالم بادشاہ کے پاس حق بات کہہ دینے والے کے ثواب کا بیان ..	62
9......بَـابُ مَـا عَلَى الْوُلَاةِ مِنَ التَّيْسِيرِ وَوَعِيْدِ مَنْ غَشَّ الرَّعِيَّةَ	حکمرانوں کا آسانی پیدا کرنے اور اپنی رعیت سے دھوکہ کرنے والے کی وعید کا بیان	63
10......بَابُ وَعِيْدِ الْغَدْرِ	دھوکہ کرنے کی وعید کا بیان	67
11......بَابُ الْوَزِيْرِ الصَّالِحِ	نیک وزیر کا بیان	69
12......بَابُ صَاحِبِ الشُّرَطِ لِلْأَمِيْرِ	امیر کے لیے کوتوال کا بیان	70
13......بَابُ كَرَاهِيَةِ تَوْلِيَةِ النِّسَاءِ	عورتوں کی حکمرانی کی کراہت کا بیان.....................	71
14...... بَابُ عَقْدِ الْبَيْعَةِ وَالْأِسْتِخْلَافِ	بیعت اور خلیفہ بنانے کے عقد کا بیان.....................	72
15......بَابُ رِزْقِ الْوُلَاةِ وَالْقُضَاةِ	حکمرانوں اور قاضیوں کی روزی کا بیان	79
16......بَابُ الرِّشْوَةِ وَالْهَدِيَّةِ لِلْقُضَاةِ وَالْعُمَّالِ	قاضیوں اور عاملوں کے لیے رشوت اور تحفے کا بیان.........	81
17......بَابُ الْخَوْفِ مِنَ الْقَضَاءِ	فیصلے کرنے سے خوف کا بیان	84
18......بَابُ الْقَاضِيْ لَا يَقْضِيْ وَهُوَ غَضْبَانٌ	قاضی اس حال میں فیصلہ نہ کرے کہ وہ غصے میں ہو	87
19......بَابُ كَرَاهِيَةِ اللَّدَدِ فِي الْخُصُوْمَةِ	جھگڑے میں زبردست جھگڑالوپن اختیار کرنے کی کراہت کا بیان ..	89
20......بَابُ الْبَيِّنَةِ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِيْنُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ	اس چیز کا بیان کہ دلیل مدعی پر ہوگی، قسم انکار کرنے والے پر.	89
21......بَابُ الْقَضَاءِ بِالشَّاهِدِ وَالْيَمِيْنِ	ایک گواہ اور ایک قسم کی روشنی میں فیصلہ کرنا	93
22......بَابُ الْمُتَدَاعِيَيْنِ إِذَا أَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ بَيِّنَةً	جب دو دعویٰ کرنے والوں میں سے ہر کوئی دلیل پیش کردے	96
23......بَـابُ إِذَا تَـوَجَّهَ الْيَمِيْنُ عَلَى جَمَاعَةٍ يُقْرَعُ بَيْنَهُمْ	جب قسم پوری جماعت پر پڑ جائے تو ان کے درمیان قرعہ کیا جائے گا..	99
24......بَابُ قَضَاءِ الْقَاضِي لَا يَنْفُذُ إِلَّا ظَاهِرًا	قاضی کا فیصلہ صرف ظاہری طور پر نافذ ہوتا ہے	99
25......بَابُ إِجْتِهَادِ الْحَاكِمِ	حاکم کا اجتہاد کرنے کا بیان	103
26......بَابُ شَرَائِطِ قَبُوْلِ الشَّهَادَةِ	شہادت قبول کرنے کی شرطوں کا بیان	109
27...... بَابُ مَنْ شَهِدَ قَبْلَ السُّؤَالِ	مطالبے سے پہلے گواہی دینے والے کا بیان	120
28......بَابُ الْيَمِيْنِ عَلَى نِيَّةِ الْمُسْتَحْلِفِ	قسم اٹھوانے کی نیت پر قسم کا اعتبار کیا جائے گا	122
29......بَابُ تَغْلِيْظِ الْيَمِيْنِ	قسم کے بارے میں سختی کا بیان............................	123
(27)...... كِتَابُ الْقِصَاصِ	**قصاص کی کتاب**	
1......بَابُ تَحْرِيْمِ الْقَتْلِ	قتل کی حرمت کا بیان	126

2......بَابُ إِثْمِ مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا	ذمی کو قتل کرنے والے کا گناہ	130
3......بَابُ وَعِيْدِ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ	خودکشی کرنے والے کی وعید کا بیان	131
4......بَابُ الْقِصَاصِ	قصاص کا بیان	134
5......بَابُ وُجُوْبِ الْقِصَاصِ عَلَى مَنْ قَتَلَ بِالْحَجَرِ	پتھر کے ساتھ قتل کرنے والے پر قصاص کے واجب ہونے کا بیان	139
6......بَابُ الْقِصَاصِ فِي الْأَطْرَافِ	اعضاء میں قصاص کا بیان	141
7......بَابُ لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ	اس چیز کا بیان کہ کافر کے بدلے مومن کو قتل نہیں کیا جائے گا	144
8......بَابُ الْحُرِّ يُقْتَلُ بِالْعَبْدِ	آزاد کو غلام کے بدلے قتل کیا جائے گا	149
9......بَابُ قَتْلِ الْجَمَاعَةِ بِالْوَاحِدِ	ایک آدمی کے بدلے جماعت کو قتل کرنا	154
10......بَابُ الدِّيَةِ	دیت کے احکام ومسائل	157
11......بَابُ دِيَّةِ الْأَعْضَاءِ	اعضائے جسم کی دیت کا بیان	162
12......بَابُ دِيَّةِ أَهْلِ الْكِتَابِ	اہل کتاب کی دیت کا بیان	169
13......بَابُ دِيَّةِ الْجَنِيْنِ	جنین (پیٹ کے بچے) کی دیت	172
14......بَابُ الْقَسَامَةِ	قسامہ کا بیان	177

(28)...... كِتَابُ قِتَالِ أَهْلِ الْبَغْيِ

باغیوں سے قتال کے احکام ومسائل

1......بَابُ قِتَالِ الْخَوَارِجِ وَالْمُلْحِدِيْنَ	خارجیوں اور بے دینوں سے لڑائی کا بیان	187
2......بَابُ قَتْلِ الْمُرْتَدِّ	مرتد کو قتل کرنے کا بیان	198
3......بَابُ تَحْرِيْمِ قَتْلِهِ إِذَا أَسْلَمَ عَلَى أَيِّ دِيْنٍ كَانَ	کسی دین کا پیروکار جب مسلمان ہو جائے تو اس کا قتل کرنا حرام ہے	201
4......بَابُ مَنْ قَصَدَ مَالَ رَجُلٍ أَوْ حَرِيْمَهُ فَدَفَعَهُ	جو کسی کا مال ہتھیانے یا حرمت پامال کرنے کا قصد کرتا ہو، اسے روکنا (کیسا ہے؟)	207
5......بَابُ مَنْ نَظَرَ فِي بَيْتِ إِنْسَانٍ فَرَمَاهُ فَأَصَابَ عَيْنَهُ	جس نے کسی کے گھر میں دیکھا اور اس نے اسے کوئی چیز دے ماری جس سے اس کی آنکھ پھوٹ گئی (تو اس پر دیت واجب نہیں)	211
6......بَابُ عُقُوْبَةِ الْمُحَارِبِيْنَ وَقُطَّاعِ الطَّرِيْقِ	باغیوں اور راہزنوں کی سزا کا بیان	213
7......بَابُ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُرَوِّعَ مُسْلِمًا	مسلمان کیلئے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو خوف زدہ کرے	219
8......بَابُ النَّهْيِ عَنْ أَنْ يُشِيْرَ إِلَى أَحَدٍ بِالسَّلَاحِ	دوسرے شخص کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرنے کی ممانعت	220
9......بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْخَذْفِ	ہاتھ سے چھوٹے چھوٹے سنگریزے پھینکنے کی ممانعت	221
10......بَابُ إِذَا مَرَّ وَمَعَهُ سِهَامٌ يُمْسِكُ بِنِصَالِهَا	جب گزرنے والے کے پاس ننگا تیر ہو تو اس کے پھل کو تھام لے	223

11......بَابُ وَعِيدِ مَنْ يُعَذِّبُ النَّاسَ	لوگوں کو (بلاوجہ) عذاب دینے والے کی وعید	223
(29)...... كِتَابُ الْحُدُوْدِ	**حدود وتعزیرات کا بیان**	
1......بَابُ حَدِّ الزِّنَا	زنا کی حد کا بیان	226
2......بَابُ رَجْمِ الذِّمِّيِّ إِذَا زَنَى وَأَحْصَانِهِ	ذمی اگر زنا کرے تو اسے رجم کرنا اور اسکے شادی شدہ ہونے کا بیان	234
3......بَابُ الْإِقْرَارِ بِالزِّنَا	زنا کا اقرار کرنا	238
4...... بَابُ الْمَوْلَى يُقِيمُ الْحَدَّ عَلَى مَمْلُوْكِهِ	آقا اپنے غلام کو حد لگائے	246
5......بَابُ حَدِّ الْمَرِيْضِ	مریض کی سزا	250
6......بَابُ مَنْ نَكَحَ امْرَأَةً مِنْ مَحَارِمِهِ	جو شخص اپنی کسی محرم عورت سے نکاح کرے..............	252
7......بَابُ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ	قوم لوط والا جرم کرنے والے کی سزا....................	255
8......بَابُ الْحُدُوْدِ كَفَّارَاتٌ	شرعی سزائیں گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہیں.............	257
9......بَابُ قَطْعِ يَدِ السَّارِقِ وَمَا يُقْطَعُ فِيْهِ يَدُهُ	چور کا ہاتھ کاٹنے اور قطع ید (چوری) کے نصاب کا بیان	258
10......بَابُ مَالَا قَطْعَ فِيْهِ	جن اشیاء کے چرانے پر ہاتھ نہیں کٹتا (ان کا بیان).......	262
11......بَابُ السَّارِقِ يَسْرِقُ بَعْدَ قَطْعِ يَدِهِ الْيُمْنَى وَرِجْلِهِ الْيُسْرَى	ایک چور اگر دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹے جانے کے بعد پھر چوری کرلے تو......؟	268
12......بَابُ قَطْعِ يَدِ الشَّرِيْفِ وَالْمَرْأَةِ وَالشَّفَاعَةِ فِي الْحَدِّ	بلند مرتبہ شخص اور عورت کا ہاتھ کاٹنا نیز حد شرعی میں سفارش کرنا	270
13......بَابُ حَدِّ شَارِبِ الْخَمْرِ	شراب نوش کی حد	272
14......بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ لَعْنِ الشَّارِبِ	شراب پینے والے پر لعنت کرنا ناپسندیدہ ہے	275
15...... بَابُ مَنْ مَاتَ فِي الْحَدِّ	حد لگنے کے دوران فوت ہو جانے والے شخص کا حکم	276
16......بَابُ التَّعْزِيْرِ	تعزیر کا بیان	281
(30)...... كِتَابُ السِّيَرِ وَالْجِهَادِ	**سیّر اور جہاد کی کتاب**	
1......بَابُ فَضْلِ الْجِهَادِ	جہاد کی فضیلت کا بیان	283
2...... بَابُ ثَوَابِ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا أَوْ أَنْفَقَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ	مجاہد کا سامان تیار کرنے والے یا راہ خدا میں خرچ کرنے والے کا اجر وثواب	292
3......بَابُ النِّيَّةِ فِي الْجِهَادِ	جہاد کرنے میں نیت (نیک ہونی چاہیے)	294
4......بَابُ ثَوَابِ الشَّهَادَةِ	شہادت کا اجر وثواب	295

5	باب	باب:	298
6	بَابُ مَنْ طَلَبَ الشَّهَادَةَ وَالْغَازِي يَمُوْتُ	شہادت کی آرزو کرنا اور مجاہد فی سبیل اللہ کا بغیر شہادت کے فوت ہوجانے کا ثواب	300
7	بَابُ فَرْضِ الْجِهَادِ	جہاد کی فرضیت	301
8	بَابُ مَنْ أَقْعَدَهُ الْعُذْرُ عَنِ الْغَزْوِ	جو شخص کسی شرعی عذر کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہو سکے	304
9	بَابُ لَا يُجَاهِدُ إِلَّا بِإِذْنِ الْأَبَوَيْنِ	کوئی شخص ماں باپ کی اجازت کے بغیر جہاد نہ کرے	305
10	بَابُ إِعْدَادِ آلَةِ الْقِتَالِ	قتال کے لیے ہتھیار تیار کرنا	308
11	بَابُ اتِّخَاذِ الْخَيْلِ لِلْجِهَادِ	جہاد کے لیے گھوڑے پالنا	311
12	بَابُ مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ	اللہ تعالیٰ کے راستے میں (یعنی جہاد کے لیے) گھوڑا پالنا	314
13	بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْخَيْلِ وَمَا يُسْتَحَبُّ مِنْهَا	کونسے گھوڑے ناپسندیدہ اور کونسے پسندیدہ ہیں	314
14	بَابُ الْمُسَابَقَةِ عَلَى الْخَيْلِ	گھوڑ دوڑ کروانا	315
15	بَابُ أَخْذِ الْمَالِ عَلَى الْمُسَابَقَةِ وَالْمُنَاضَلَةِ	گھوڑ دوڑ اور تیر اندازی کے مقابلے پر انعام وصول کرنا	318
16	بَابُ السَّيْفِ وَحِلْيَتِهِ	تلوار رکھنا اور اس کو (چاندی سے) مزین کرنا	321
17	بَابُ الدِّرْعِ وَالْمِغْفَرِ	زرہ اور خود (پہننا)	323
18	بَابُ التُّرْسِ	ڈھال کا استعمال	324
19	بَابُ الرَّايَاتِ وَالْأَلْوِيَةِ	(جہاد میں) بڑے پرچم اور چھوٹے جھنڈوں کا بیان	325
20	بَابُ التَّأْمِيْرِ فِي الْحَرْبِ وَالسَّفَرِ وَوَصِيَّةِ الْإِمَامِ الْجَيْش	جنگ او رسفر میں امیر بنانے اور امیر المؤمنین کا لشکر کو وصیت کرنے کا بیان	327
21	بَابُ الْغَزْوِ بِالنِّسَاءِ	خواتین سے مل کر جہاد کرنا	335
22	بَابُ أَخْذِ الْجُعْلِ	جہاد میں مادی بدلہ لے لینا (جائز ہے)	336
23	بَابُ مَتَى يَخْرُجُ إِلَى السَّفَرِ	آدمی سفر کے لیے کب نکلے؟	341
24	بَابُ الْإِبْتِكَارِ	صبح سویرے (کی برکت)	342
25	بَابُ كَرَاهِيَةِ السَّفَرِ وَحْدَهُ	تنہا سفر کرنا مکروہ ہے	342
26	بَابُ الْخِدْمَةِ فِي السَّفَرِ	دوران سفر کسی سے خدمت لینا	344
27	بَابُ كَرَاهِيَةِ الْجَرَسِ فِي السَّفَرِ	سفر میں جانوروں کو گھنٹی باندھنے کی کراہت	346
28	بَابُ قَطْعِ الْقَلَائِدِ وَالْأَوْتَارِ	جانوروں کے گلے سے مطلق قلادہ یا تندی کا قلادہ کاٹ دینا	347

29......بَابُ الْإِرْدَافِ عَلَى الدَّابَةِ	جانور پر دو افراد کا سوار ہونا............ 348
30...... بَابُ إِرْدَافِ الْمَرْأَةِ	جانور پر پیچھے خاتون کو بٹھانا............ 349
31......بَابُ كَرَاهِيَةِ الْوُقُوْفِ عَلَى الدَّابَّةِ	سواری کی پشت پر (بلاضرورت) ٹھہرنا مکروہ ہے......... 350
32......بَابُ يُعْطِي الْإِبِلَ حَقَّهَا	دوران سفر میں اونٹوں کو ان کا حق دیا جائے 351
33......بَابُ بَذْلِ الزَّادِ فِي السَّفَرِ	اثنائے سفر میں ضرورت سے زائد توشہ خرچ کر دینا 352
34......بَابُ الْعُقْبَةِ	باری باری جانور پر سوار ہونا............ 353
35......بَابُ مَشَقَّةِ السَّفَرِ	سفر کی مشقت 353
36......بَابُ الصَّبْرِ عِنْدَ لِقَاءِ الْعَدُوِّ وَالدُّعَاءُ	دشمن سے دو بدو ہوتے وقت صبر وثبات سے کام لینا اور دعا میں مشغول رہنا............ 355
37......بَابُ الْمَكْرِ فِي الْحَرْبِ وَالْكَذِبِ وَالْخَدِيْعَةِ	جنگ میں مکر (چال) جھوٹ اور دھوکے کا بیان 357
38......بَابُ النَّهْيِ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ	خواتین اور بچوں کو قتل کرنے کی ممانعت 362
39......بَابُ الْبَيَاتِ	شب خون مارنا 364
40......بَابُ الشِّعَارِ فِي الْحَرْبِ	جنگ میں شعار (کوڈ) کا استعمال............ 366
41......بَابُ تَحْرِيْقِ أَمْوَالِ أَهْلِ الشِّرْكِ	مشرکین وکفار کے اموال جلانا 368
42......بَابُ الْكَفِّ عَنِ الْقِتَالِ إِذَا رَأَى شِعَارَ الْإِسْلَامِ	اسلام کی علامت (شعار) دیکھ کر جنگ سے رک جانا 371
43......بَابُ الصَّفِّ فِى الْقِتَالِ وَالتَّعْبِئَة	جنگ میں صف بندی کرنا اور نشست مقرر کرنا............ 374
44...... بَابُ الْمُبَارَزَةِ	جنگ میں مقابلے کے لیے للکارنا............ 379
45......بَابُ الْفِرَارِ مِنَ الزَّحْفِ	میدان جہاد سے بھاگ جانے کا مسئلہ 381
46......بَابُ حُكْمِ الْجَاسُوْسِ	جاسوس کا حکم 383
47......بَابُ الْأَسِيْرِ يُقَيَّدُ وَالْحُكْم فِيهِ	قیدی کو بیڑیاں ڈالنے اور اسکے متعلق فیصلہ صادر کرنے کا بیان. 387
48......بَابُ الْمَنِّ وَالْفِدَاء	احسان کرتے ہوئے یا فدیہ لے کر قیدی کو رہا کرنا 391
49......بَابُ الْكَافِرِ إِذَا جَاءَ مُسْلِمًا بَعْدَ مَا غُنِمَ مَالُهُ لَا يَجِبُ الرَّدُّ عَلَيْهِ	جب کافر شخص کا مال بطور غنیمت تقسیم ہو جائے تو اس کی واپسی ضروری نہیں 398
50......بَابُ الْأَمَانِ	امان دینے کا مسئلہ 400
51......بَابُ النُّزُوْلِ عَلَى الْحُكْمِ	کسی کا فیصلہ مان کر (قلعے سے) اتر آنا............ 403
52......بَابُ حِلِّ الْغَنِيْمَةِ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ	امت محمدیہ کے لیے مال غنیمت حلال ہے 405

53......بَابُ الْغَنِيْمَةِ لِمَنْ شَهِدَ الْوَقْعَةَ	غنیمت اسے ہی ملے گی جو شریک جنگ ہوا ہو	408
54......بَابُ قِسْمَةِ الْغَنَائِمِ	مال غنیمت کی تقسیم (کیسے کی جائے؟)	412
55......بَابُ مَا يَسْتَحِقُّ الرَّضْخَ مِنَ الْغَنِيْمَةِ	مال غنیمت میں سے عطیہ کا مستحق کون ہے؟	414
56......بَابُ السَّلْبِ لِلْقَاتِلِ	سلب قاتل کے لیے ہے	416
57......بَابُ التَّنْفِيْلِ	(غنیمت کے علاوہ) اضافی انعام دینا	422
58......بَابُ الْغُلُوْلِ	مال غنیمت میں سے خیانت اور چوری کرنا	425
59......بَابُ إِبَاحَةِ مَا يُصَابُ مِنَ الطَّعَامِ بِقَدْرِ الْحَاجَةِ	اگر مال غنیمت میں خورد ونوش کی چیزیں ہاتھ لگیں تو بقدر ضرورت ان میں سے کھانا جائز ہے	429
60......بَابُ مَا يُصِيْبُ الْكُفَّارُ مِنْ مَالِ الْمُسْلِمِيْنَ	کفار کسی مسلمان کا مال لے اڑیں (پھر اس کا مالک مال غنیمت میں اپنا مال پالے تو اس کا کیا حکم ہے؟)	432
61......بَابُ إِخْرَاجِ الْخُمُسِ مِنَ الْغَنِيْمَةِ وَبَيَانِ سَهْمِ ذَوِي الْقُرْبٰى	مال غنیمت میں سے خمس نکالنے اور قرابت داروں کے حصے کا بیان	433
62......بَابُ حُكْمِ الْفَيْءِ	مال فے کا حکم	438
63......بَابُ الدِّيْوَانِ	رجسٹر بنانا (غنیمت اور فے لینے والوں کے نام ضبط تحریر میں لانا)	453
64......بَابُ فَتْحِ مَكَّةَ وَحُكْمِ رِبَاعِهَا	فتح مکہ کا بیان اور مکہ کے گھروں کا حکم	455
65......بَابُ الْمُهَادَنَةِ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ	مشرکوں سے صلح کرنا	462
66......بَابُ أَخْذِ الْجِزْيَةِ مِنَ الْمَجُوْسِ	مجوسیوں سے جزیہ وصول کرنا	473
67......بَابُ قَدْرِ الْجِزْيَةِ	جزیہ کی مقدار کتنی ہو؟	477
68......بَابُ سُقُوْطِ الْجِزْيَةِ عَنِ الذِّمِّيِّ إِذَا أَسْلَمَ	کافر (ذمی) جب مسلمان ہو جائے تو اس پر جزیہ کی ادائیگی نہیں	479
69......بَابُ إِخْرَاجِ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ	یہود ونصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال باہر کرنا	483
70......بَابُ اِسْتِقْبَالِ الْقَادِمِ وَرُكُوْبِ ثَلَاثَةٍ الدَّابَّةَ	مہمان کا استقبال کرنا اور ایک سواری پر تین افراد کا سوار ہونا	487
71......بَابُ إِذَا قَدِمَ لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ لَيْلًا	جب آدمی واپس آئے تو رات کو اپنی اہل کے پاس نہ پہنچے	489
72......بَابُ مَنْ قَدِمَ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلَّى فِيْهِ	سفر سے آنے والا پہلے مسجد میں آ کر نفل نماز پڑھے	490
(31)...... كِتَابُ الصَّيْدِ وَالذَّبَائِحِ	**شکار اور ذبح شدہ جانوروں کی کتاب**	
1......بَابُ مَايَجُوْزُ الصَّيْدُ بِهِ	ان چیزوں کا بیان، جن کے ذریعے سے شکار کرنا جائز ہے	492

2......بَابُ ذَبِيْحَةِ أَهْلِ الشِّرْكِ وَأَهْلِ الْكِتَابِ	اہل شرک اور اہل کتاب کے ذبح شدہ جانور کا بیان	504
3......بَابُ إِتِّخَاذِ الْكَلْبِ لِلصَّيْدِ	شکار کے لیے کتا پالنا	507
4......بَابُ قَتْلِ الْكِلَابِ	کتوں کو قتل کرنے کا بیان	508
5......بَابُ الْبَعِيْرِ إِذَا نَدَّ	بدک جانے والے اونٹ کا بیان	510
6......بَابُ الْإِحْسَانِ فِي الْقَتْلِ وَتَحْدِيْدِ الشَّفْرَةِ	قتل کرنے میں احسان کرنے اور چھری کو تیز کرنے کا بیان	515
7......بَابُ النَّهْيِ عَنْ أَنْ يُصْبَرَ الْحَيَوَانُ	حیوان کو باندھ کر مارنے سے ممانعت کا بیان	516
8......بَابُ كَرَاهِيَةِ ذَبْحِ الْحَيَوَانِ لِغَيْرِ الْأَكْلِ	کھانے کے علاوہ جانور کو ذبح کرنے کی کراہت کا بیان	518
9......بَابُ زَكَاةِ الْجَنِيْنِ	جنین کے ذبح کا بیان	520
10......بَابُ وَسْمِ الدَّوَابِّ	جانوروں کو علامت لگانے کا بیان	521
11......بَابُ النَّهْيِ عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِيْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ	کچلی والے درندوں کو کھانے سے ممانعت کا بیان	523
12......بَابُ أَكْلِ الضَّبِّ	سانڈے کو کھانے کا بیان	525
13......بَابُ أَكْلِ الْأَرْنَبِ	خرگوش کو کھانے کا بیان	530
14......بَابُ أَكْلِ الْجَرَادِ	ٹڈی کو کھانے کا بیان	530
15......بَابُ حَيَوَانَاتِ الْبَحْرِ	سمندری جانوروں کا بیان	532
16......بَابُ أَكْلِ الدَّجَاجِ وَالْحُبَارَى	مرغی اور سرخاب کو کھانے کا بیان	536
17......بَابُ أَكْلِ الْجَلَالَةِ	جلّالہ کو کھانے کا بیان	537
18......بَابُ إِبَاحَةِ لَحْمِ الْخَيْلِ وَتَحْرِيْمِ لَحْمِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ	گھوڑے کے گوشت کی حلت اور گھریلو گدھے کے گوشت کی حرمت کا بیان	538
19......بَابُ الْفَأْرَةِ تَمُوْتُ فِي السَّمْنِ	چوہیا کا گھی میں مر جانا	541
20......بَابُ الذُّبَابِ يَقَعُ فِي الشَّرَابِ	مکھی کا مشروب میں گر جانا	542
21......بَابُ الْعَقِيْقَةِ	عقیقہ کا بیان	545
22......بَابُ التَّحْنِيْكِ	گڑتی دینے کا بیان	552
23......بَابُ الْأَذَانِ فِي أَذَانِ الْمَوْلُوْدِ	نومولود کے کان میں اذان دینے کا بیان	553
(32)......كِتَابُ الْأَطْعِمَةِ	**کھانوں کی کتاب**	
1......بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى الْأَكْلِ وَالْحَمْدِ فِي آخِرِهِ	کھانے کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنا اور اس کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرنا	556

2......بَابُ وُضُوْءِ عِنْدَ الطَّعَامِ	کھانے سے پہلے وضو کرنے کا بیان	561
3......بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْأَكْلِ بِالشِّمَالِ	بائیں ہاتھ سے کھانے کی ممانعت کا بیان	562
4......بَابُ الْأَكْلِ عَلَى السُّفَرِ	دستر خوان پر کھانے کا بیان	563
5......بَابُ كَرَاهِيَةِ الْأَكْلِ مُتَّكِئًا	ٹیک لگا کر کھانے کی کراہت کا بیان	564
6......بَابُ الْأَكْلِ مُقْعِيًا	اِقعاء کی حالت میں بیٹھ کر کھانا کھانے کا بیان	566
7......بَابُ لَا يَعِيْبُ الطَّعَامَ	کھانے کا عیب نہ نکالنے کا بیان	567
8......بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْكُلُهُ	ان کھانوں کا بیان جو نبیٔ کریم ﷺ تناول فرماتے تھے	567
9......بَابُ أَكْلِ الشِّوَاءِ	بھونا ہوا گوشت کھانا	568
10......بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ مِنَ اللَّحْمِ	گوشت کی اس قسم کا بیان جو نبیٔ کریم ﷺ کو پسند تھی...	571
11......بَابُ الثَّرِيْدِ وَالتَّلْبِيْنَةِ	ثرید اور تلبینہ کا بیان	573
12......بَابُ الْمَرَقِ وَالدُّبَّاءِ	شوربا اور کدو کھانے کا بیان	575
13......بَابُ السِّلْقِ وَالشَّعِيْرِ	سِلق اور جو کا بیان	578
14......بَابُ الْحَلْوَاءِ وَالْعَسَلِ	میٹھی چیز اور شہد کا بیان	580
15......بَابُ الْخَلِّ	سرکہ کا بیان	580
16......بَابُ أَكْلِ الزَّيْتِ	زیتون کا تیل کھانا	582
17......بَابُ كَرَاهِيَةِ الْأَكْلِ مِنْ وَسَطِ الْقَصْعَةِ	پلیٹ کے درمیان سے کھانے کی کراہت کا بیان	583
18......بَابُ لَعْقِ الْأَصَابِعِ	انگلیوں کو چاٹنے کا بیان	583
19......بَابُ كَرَاهِيَةِ الْبَيْتُوْتَةِ وَفِي يَدِهِ غَمَرٌ	اس حال میں رات گزارنے کی کراہت کا بیان کہ ہاتھ میں چکناہٹ لگی ہوئی ہو	585
20......بَابُ الْمُؤْمِنِ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ	مومن ایک آنت میں کھاتا ہے	586
21......بَابُ طَعَامِ الْإِثْنَيْنِ يَكْفِي الثَّلَاثَةَ	دو افراد کا کھانا تین کو کفایت کرتا ہے	587
22......بَابُ التَّمْرِ	کھجور	588
23......بَابُ مَا فِي التَّمْرِ مِنَ الشِّفَاءِ	اس چیز کا بیان کہ کھجور میں شفا ہے	591
24......بَابُ النَّهْيِ عَنْ أَنْ يَقْرِنَ بَيْنَ تَمْرَتَيْنِ	دو دو کھجوریں ملا کر کھانے کی کراہت کا بیان	592
25......بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ فِي الْأَكْلِ	کھانے میں دو مختلف چیزوں کو جمع کرنا	594
26......بَابُ الْكَمْأَةِ	کھمبی کا بیان	595

27……بَابُ الْكَبَاثِ وَهُوَ ثَمَرُ الْأَرَاكِ	پیلو کے پھل کباث کا بیان	597
28……بَابُ كَيْلِ الطَّعَامِ	کھانے کو ماپنے کا بیان	598
29……بَابُ إِكْرَامِ الضَّيْفِ	مہمان کا اکرام کرنے کا بیان	598
30……بَابُ حَقِّ الضَّيْفِ	مہمان کے حق کا بیان	601
31……بَابُ دُعَاءِ الضَّيْفِ لِصَاحِبِ الطَّعَامِ	مہمان کا کھانا پیش کرنے والے میزبان کے لیے دعا کرنا	603
32……بَابُ الْمُضْطَرِّ إِلَى الْمَيْتَةِ	مردار کھانے پر مجبور آدمی کا بیان	604
(33)……كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ	**مشروبات کی کتاب**	
1……بَابُ تَحْرِيمِ الْخَمْرِ	شراب کی حرمت کا بیان	609
2……بَابُ وَعِيدِ شَارِبِ الْخَمْرِ	شراب پینے والے کی وعید کا بیان	613
3……بَابُ الْخَلِيطَيْنِ	دو پھلوں کی مشترکہ نبیذ کا بیان	616
4……بَابُ إِبَاحَةِ مَا لَا يُسْكِرُ مِنَ الْأَنْبِذَةِ	نشہ نہ دینے والی نبیذ کی اباحت کا بیان	617
5……بَابُ أَحَبِّ الشَّرَابِ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ	رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ پسند مشروب کا بیان	620
6……بَابُ الْأَوْعِيَةِ	برتنوں کا بیان	621
7……بَابُ تَحْرِيمِ الشُّرْبِ مِنْ آنِيَةِ الْفِضَّةِ	چاندی کے برتنوں میں پینے کی حرمت کا بیان	623
8……بَابُ كَرَاهِيَةِ التَّنَفُّسِ فِي الْإِنَاءِ وَالنَّفْخِ فِي الشَّرَابِ	برتن میں سانس لینے اور مشروب میں پھونک مارنے کی کراہت کا بیان	624
9……بَابُ التَّنَفُّسِ فِي الشُّرْبِ ثَلَاثًا	پینے کے دوران تین سانس لینے کا بیان	626
10……بَابُ النَّهْيِ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ فَمِ السِّقَاءِ وَعَنِ اخْتِنَاثِ الْأَسْقِيَةِ	مشکیزے کے منہ سے اور مشکیزوں کے منہ کو اوپر کی طرف موڑ کر ان سے پانی پینے کی ممانعت کا بیان	628
11……بَابُ الرُّخْصَةِ فِيهِ	اس میں رخصت کا بیان	629
12……بَابُ النَّهْيِ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا	کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کا بیان	631
13……بَابُ الرُّخْصَةِ فِيهِ	اس میں رخصت کا بیان	631
14……بَابُ اسْتِعْذَابِ الْمَاءِ	میٹھا پانی طلب کرنے کا بیان	636
15……بَابُ الْبُدَاءَةِ بِالْأَيْمَنِ وَشُرْبِ اللَّبَنِ	دائیں طرف سے شروع کرنے اور دودھ پینے کا بیان	636
16……بَابُ إِيكَاءِ الْأَسْقِيَةِ وَتَخْمِيرِ الْآنِيَةِ	مشکیزوں کے منہ باندھنے اور برتنوں کو ڈھانپنے کا بیان	640

(25)...... كِتَابُ الْأَيْمَانِ
قسم کے متعلق احکام ومسائل

1...... بَابُ الْيَمِينِ بِاللّٰهِ أَوْ بِصِفَةٍ مِنْ صِفَاتِهِ
اللہ تعالیٰ یا اس کی کسی صفت کی قسم کھانا

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یَمِیْنُ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ قسم کو یمین کہا جاتا ہے اور اس کا لغوی معنی ''دایاں ہاتھ'' ہے۔ عرب لوگ بات کو اور سودے یا عہد کو پکا کرنے کے لیے اپنا دایاں ہاتھ فریق ثانی کے ہاتھ پر رکھتے تھے۔ (چونکہ قسم بھی بات کو پختہ کرنے کے لیے ہوتی ہے اس لیے بھی قسم پر بھی اپنا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ پر رکھتے تھے، اس مناسبت سے قسم کو بھی یَمِیْنٌ کہا جاتا ہے، (ع،س)۔ قسم کھاتے وقت وَأَيْمُنُ اللّٰه کہا کرتے تھے اور بعض نون کو حذف کر دیتے تھے اور وَأَيْمُ اللّٰه کہا کرتے تھے۔

(٢٤٣١)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَخْبَرَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْرَكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، وَهُوَ يَسِيرُ فِي رَكْبٍ، وَهُوَ يَحْلِفُ بِأَبِيهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، فَمَنْ كَانَ حَالِفًا، فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ، أَوْ لِيَصْمُتْ.))

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پیچھے سے آملے جب کہ وہ ایک قافلے میں جا رہے تھے۔ (آپ ﷺ نے ان کو سنا) کہ وہ اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:...... ''اللہ تعالیٰ تمہیں منع فرماتا ہے کہ اپنے آباء واجداد کی قسمیں کھاؤ، جسے قسم کھانی ہو وہ اللہ کی قسم کھائے، یا پھر خاموش رہے۔''

شرح جناب سالم نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور اس میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے یہ زائد الفاظ بھی منقول ہیں کہ اللہ کی قسم! جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایسی قسم کی ممانعت سنی تو اس کے بعد میں نے کبھی

(٢٤٣١) أخرجه البخاري: ٦٦٤٦، ومسلم: ١٦٤٦

ایسی قسم نہیں کھائی، نہ اپنے طور پر، نہ کسی کی نقل کرتے ہوئے۔ (صحیح مسلم: ١٦٤٦)

((ذَاكِرًا)) ''اپنے طور پر۔'' یعنی خود قصداً قسم کھائی ہو اور ایسے ہی الفاظ اپنے منہ سے نکالے ہوں۔

((وَلَا آثِرًا)) ''یعنی فلاں نے یہ قسم کھائی۔'' مطلب ہے کہ کسی کے الفاظ کو حکایتاً بھی بیان نہیں کیا۔ (آثَرْتُ الْحَدِيْثَ) یہ جملہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ کسی کی بات کو نقل کریں اور آگے بیان کریں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ کا مطلب ہے کہ پھر میں نے ان الفاظ کے ساتھ قسم، نہ عمداً اور نہ حکایتاً کھائی۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: لفظِ جلالہ (اللہ) کے ساتھ یا اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کسی نام کے ساتھ یا اللہ عزوجل کی صفات کے ساتھ قسم کھانے سے قسم منعقد ہو جائے گی۔ اور لفظِ جلالہ کے ساتھ قسم کھانا اس طرح ہوگا کہ قسم کھانے والا کہے: (وَالَّذِيْ لَا إِلٰـهَ غَيْرُهُ) ''اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔'' یا کہے: (وَالَّذِيْ أَعْبُدُهُ) ''اس ذات کی قسم جس کا میں عبادت گزار ہوں۔''

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان الفاظ کے ساتھ قسم کھایا کرتے تھے: ((وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ)) ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں جانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔'' (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

اور اللہ رب العزت کے اسماء کے ساتھ قسم کھانا یوں ہوگا کہ کہنے والا کہے: (وَاللّٰهِ) ''اللہ کی قسم!، (وَالرَّحْمٰنِ) ''رحمٰن کی قسم!، (وَالرَّحِيْمِ) ''رحیم کی قسم!، (وَالْخَالِقِ) ''تخلیق کرنے والے کی قسم!، (وَالرَّبِّ) ''سب کو پالنے والے کی قسم!، (وَالسَّمِيْعِ) ''سب کچھ سننے والے کی قسم!، (وَالْبَصِيْرِ) ''سب کچھ دیکھنے والے کی قسم!، (وَبَاسِطِ الرِّزْقِ) ''اور رزق میں کشائش کرنے والے کی قسم!، (وَفَالِقِ الْأَصْبَاحِ) ''صبح نکالنے والے کی قسم!

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر قسمیں اس طرح کی ہوتی تھیں: ((لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوْبِ)) ''نہیں، قسم ہے اس ذات کی جو دلوں کو پھیرنے والا ہے!'' (صحیح بخاری: ٦٦٢٨) یہ سب الفاظ قسم پر دلالت کرتے ہیں، خواہ بولتے وقت قسم کا ارادہ ہو یا نہ ہو، یا قسم کے علاوہ کچھ اور مقصود ہو۔

عربی زبان میں قسم اُٹھانے کے لیے تین الفاظ مستعمل ہیں۔ با، تا اور واؤ مثلاً یوں کہا جائے گا: بِاللّٰهِ، تَاللّٰهِ، وَاللّٰهِ، اور ان تینوں الفاظ کا مفہوم ایک ہی ہے۔

ابوقتادہ نے کہا: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس: لَاهَا اللّٰهِ إِذًا کے الفاظ کے ساتھ قسم کھائی۔

(صحیح بخاری: ٣١٤١)

اللہ عزوجل کی صفات کے ساتھ قسم کھانا یوں ہوگا کہ قسم اُٹھانے والا کہے گا: وَعَظَمَةِ اللّٰهِ۔ ''اللہ کی عظمت کی قسم! وَجَلَالِ اللّٰهِ۔ ''اللہ کی بزرگی کی قسم!، وَعِزَّةِ اللّٰهِ۔ ''اللہ کی عزت کی قسم! وَقُدْرَةِ اللّٰهِ۔ ''اللہ کی قدرت کی قسم! وَكِبْرِيَاءِ اللّٰهِ ''اللہ کی کبریائی کی قسم!، وَعِلْمِ اللّٰهِ ''اللہ کے علم کی قسم!، وَكَلَامِ اللّٰهِ۔ ''اللہ تعالیٰ کے کلام کی قسم!۔''

یہ اور اس طرح کے دیگر تمام الفاظ قسم شمار ہوں گے، بولنے والے کا ارادہ قسم کا ہو یا عمومی گفتگو ہو۔ نبی ﷺ نے سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا: ((وَأَیْمُ اللّٰهِ اِنْ كَانَ لَخَلِيْقًا لِلْأَمَارَةِ)) ''اللہ کی قسم! زید امیر بنائے جانے کے لیے بالکل موزوں تھے۔'' (صحیح بخاری، ٦٦٢٧) اگر یہ الفاظ بولنے کا ارادہ قسم کا نہ ہو تو قسم واقع نہیں ہوگی۔ اور یہی اصول اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کے متعلق یاد رکھنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص (عَلَيَّ عَهْدُ اللّٰهِ وَمِيْثَاقُهٗ) ''میرے ذمے اللہ کا عہد اور پختہ وعدہ ہے۔'' کہے تو قسم نہیں پڑے گی اِلّا یہ کہ الفاظ کہنے والے کا ارادہ قسم کھانے کا ہی ہو۔ اسی طرح اگر کوئی شخص (شَهِدْتُّ بِاللّٰهِ) یا (أَشْهَدُ بِاللّٰهِ) یا (عَزَمْتُ بِاللّٰهِ) یا (أَعْزِمُ بِاللّٰهِ) کے الفاظ کہے تو یہ بغیر قسم کے ارادے کے قسم متصور نہ ہوں گے۔

اگر کوئی شخص (أَقْسَمْتُ بِاللّٰهِ) یا (حَلَفْتُ بِاللّٰهِ) یا (أُقْسِمُ بِاللّٰهِ) اور (أَحْلِفُ بِاللّٰهِ) کے الفاظ بولتا ہے تو اس کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔ اگر پہلے دو کلمات سے متکلم کا مقصود زمانہ ماضی میں کھائی ہوئی قسم کا اظہار ہے، اسی طرح اگر اگلے دونوں لفظوں سے مقصود زمانہ آئندہ میں اُٹھائی جانے والی قسم کے ارادے کا اظہار ہے تو ان دونوں صورتوں میں یہ الفاظ قسم نہیں ہوں گے اور اگر آخری دونوں الفاظ سے زمانہ حال میں قسم کھائی گئی ہو تو پھر یہ الفاظ یقیناً قسم ہوں گے، ارادہ قسم کے بغیر ان الفاظ کو مطلقاً بولنے کی صورت میں علمائے کرام کے دو قول ہیں (قسم ہونے کا بھی اور نہ ہونے کا بھی) اگر کوئی شخص لفظ (اَللّٰهُ) یا (شَهِدْتُّ) یا (أَشْهَدُ) اسی طرح (عَزَمْتُ) یا (أَعْزِمُ) اور (أَقْسَمْتُ) یا (أُقْسِمُ) کے الفاظ بولے تو یہ قسم نہ ہوں گے۔ بولنے والے کا ارادہ قسم کا ہو خواہ نہ ہو۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ سب الفاظ قسم پر دلالت کرتے ہیں۔

جناب ابراہیم نے کہا: بچپن میں ہمارے بزرگ اور اکابر ہمیں شہادت اور عہد کی قسم کھانے سے روکا کرتے تھے۔

اگر کوئی شخص وَخَلْقِ اللّٰهِ اور وَرِزْقِ اللّٰهِ کے الفاظ بولے تو یہ قسم شمار نہیں ہوں گے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: غیر اللہ کی قسم کھانا مکروہ ہے بلکہ مجھے تو اندیشہ ہے کہ کہیں معصیت ہی نہ ہو کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: ((أَلَا اِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ)) ''خبردار! بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں آباء واجداد کی قسمیں کھانے سے روکتا ہے۔''

فائدہ: اگرچہ ہر غیر اللہ کی قسم کھانا منع ہے مگر بتوں یا معروف معبودوں کی قسم کھانا تو شرک ہے، اس لیے کہ یہ مشرکین سے مشابہت ہے۔ (ع،س)

اگر کوئی شخص غیر اللہ کی قسم کھانے پر بطور جواز یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی تو قرآن مجید میں بہت مخلوقات کی قسمیں کھائی ہیں مثلاً ﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ﴾ ..... ''برجوں والے آسمان کی قسم۔'' (سورۂ بروج: ۱) مزید ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا﴾..... ''سورج کی قسم اور اس کی دھوپ۔'' (سورۂ شمس: ۱) ارشاد باری ہے: ﴿وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾..... ''اور قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی۔'' (سورۂ فجر: ۱) تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ ان قسموں

میں لفظ (رب) پوشیدہ ہے اصل عبارت یوں ہے: وَرَبِّ السَّمَآءِ .... ''برجوں والے آسمان کے رب کی قسم!'' اسی طرح وَرَبِّ الشَّمْسِ.... ''اور سورج کے رب کی قسم!'' جیسا کہ قرآن مجید ہی میں ایک دوسرے مقام پر اس کی صراحت موجود ہے، چنانچہ ارشادی باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَا اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ﴾.... ''پس مجھے قسم ہے مشرقوں اور مغربوں کے رب کی۔'' (سورۂ معارج: ۴۰) نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ﴾.... ''آسمان وزمین کے پروردگار کی قسم! بالکل برحق ہے۔'' (سورۂ ذٰریات: ۲۳)

اگر کوئی شخص بطور دلیل یہ کہے کہ نبی ﷺ نے ایک اعرابی شخص کے جواب میں جس نے آپ علیہ السلام سے سلام کے بارے میں پوچھا تھا اور جب آپ علیہ السلام نے وضاحت کر دی تو اس نے اپنے عزم وارادہ کو بایں الفاظ ظاہر کیا: ''میں اس سے زیادہ کروں گا نہ کم۔'' تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أَفْلَحَ وَأَبِيهِ اِنْ صَدَقَ۔)) ''کامیاب ہوا، قسم اس کے باپ کی، اگر سچا ہوا۔'' (صحیح بخاری: ۴۶، ۱۸۹۱، صحیح مسلم: ۱۱) کہ اس جملہ میں نبی ﷺ نے بھی غیر اللہ کی قسم کھائی ہے؟ تو جواباً عرض کیا جائے گا کہ اس کی حیثیت یمین لغو (بغیر قصد کے عادت کے طور پر قسم کھانے) کی ہے۔ (جو قرآن مجید کی آیت ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ﴾.... (سورۂ بقرہ: ۲۲۵) ''اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری لغو قسموں پر مواخذہ نہیں کرے گا'' کی رو سے معاف ہے۔ آپ ﷺ نے یہ قسم قصداً نہیں کھائی۔ (ع، س)

اہل عرب روزمرہ کی گفتگو میں اپنی بات کو مؤکد اور مدلل کرنے کے لیے اس قسم کی قسمیں اکثر کھایا کرتے تھے بلکہ یونہی عادتاً کھاتے تھے اور ایسی قسموں سے ممانعت اور نہی کا تعلق تب ہے جب یہ بطور تعظیم اُٹھائی جائیں جس طرح اللہ تعالیٰ کی قسم اُٹھانے والے کے پیش نظر تعظیم کا پہلو ہوتا ہے اور حقیقۃً معظم اللہ تعالیٰ ہی کی ذات اقدس ہے لہٰذا قسم اسی کی ہونی چاہیے۔ اس جملے پر غور فرمائیں کہ آپ ﷺ نے اعرابی کے باپ کی قسم کھائی ہے اور کسی کے باپ کی قسم بطور عظمت نہیں کھائی جاتی، اس لیے اس قسم کو بغیر قصد وارادہ کے اُٹھائی ہوئی قسم پر محمول کرنا چاہیے یا یہ کلام عامۃ الناس کے اسلوب پر ہے اس میں قسم کا معنی مراد نہیں ہے۔

اس اعتراض کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ لفظ (اَبِيْهِ) سے پہلے (رِبِّ) کا لفظ پوشیدہ ہے جیسا کہ چند سطور قبل آیات قرآنیہ کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔ تو پھر انہیں روکنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ عادت اچھی نہیں اس لیے اس سے اجتناب ضروری ہے اور یہ کہ اہل عرب اپنے اعتقاد کے مطابق (وَرَبِّ) کا لفظ پوشیدہ نہیں جانتے تھے بلکہ وہ اپنے آباء واجداد کی قسم بطور تعظیم کے اُٹھاتے تھے۔

فائدہ: آباء واجداد اگرچہ قابل تعظیم ہیں مگر وہ حقیقتاً صاحب عظمت نہیں لہٰذا ان کے نام کی قسم کھانا جائز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی کسی بھی مخلوق حتی کہ انبیاء، ملائکہ اور کعبہ وغیرہ کی قسم بھی ممنوع ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بھی عبادت جائز نہیں۔ گویا قسم بھی عبادت ہے۔ علمائے کرام نے اس کی بابت یہ بھی کہا ہے کہ یہ واقعہ ممانعت سے پہلے

کا ہے، نیز شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت میں ((وَأَبِيْهِ))...... ''قسم ہے اس کے باپ کی۔'' کے الفاظ کو شاذ قرار دیا ہے۔(ع،س)

جناب سعد بن عبیدہ نے بیان کیا ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو لَا وَالْكَعْبَةِ۔ ''کعبہ کی قسم!'' کہتے ہوئے سنا تو کہا: غیر اللہ کی قسم نہ کھاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: ''جس نے اللہ کے علاوہ کسی اور چیز کی قسم کھائی، اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔'' (صحیح، ابوداود: ۳۲۵۱، ترمذی: ۱۵۳۵)

مندرجہ صدر حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں وارد الفاظ تغلیظ پر مبنی ہیں جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ریاکاری کے بارے میں مروی ہے: ((اَلرِّيَاءُ شِرْكٌ)) ''ریاکاری شرک ہے۔'' (ضعیف، ابن ماجہ: ۳۹۸۹، ترمذی: ۱۵۳۵ تعلیقا) اسی طرح بعض اہل علم نے آیت کریمہ: ﴿فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾.... ''سو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔'' (سورۂ کہف: ۱۱۰) کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ اس سے مراد دکھلاوا نہ کرنا ہے۔ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے امانت کی قسم کھائی، وہ ہم میں سے نہیں۔'' (صحیح، ابوداود: ۳۲۵۳)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: یہ بھی بطور وعید ہے اور یہ وعید اس لیے ہے کہ یہ بھی غیر اللہ ہی کی قسم کھانا ہے (ایمان یا امانت اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کردہ امور ہیں، تاہم ان کی قسم کھانے کے کوئی معنی نہیں لہٰذا ناجائز ہے۔ (ع،س) بقول امام شافعی رحمہ اللہ اس میں کوئی کفارہ نہیں۔ اہل رائے کا موقف ہے کہ وَالْأَمَانَةِ اللّٰهِ کہنا قسم ہے اور پورا نہ کرنے کی صورت میں کفارہ واجب ہے۔

(2)...... بَابُ وَعِيْدِ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ الْإِسْلَامِ

اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی قسم کھانے کی وعید

(٢٤٣٢)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بِشْرَانَ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّفَّارُ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ الرَّمَادِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ......

عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَا نَذْرَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ، وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ فِي

سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ......''جو چیز ملکیت میں نہیں اس میں نذر نہیں مانی جاسکتی اور کسی مومن شخص پر لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کے

(٢٤٣٢) أخرجه البخاري: ٦٠٤٧، ومسلم: ١١٠

الـدُّنْيَـا عُذِّبَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَمَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْـرِ الإِسْلامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ ، وَمَنْ قَالَ لِمُؤْمِنٍ: يَا كَافِرُ فَهُوَ كَقَتْلِهِ۔))

مترادف ہے، جس شخص نے دنیا میں خودکشی کی قیامت والے دن اسے عذاب دیا جائے گا اور جس شخص نے جھوٹا ہونے کے باوجود کسی اور دین کی قسم کھائی تو وہ اسی طرح ہے جس طرح اس نے کہا، اور جس نے کسی مومن کو ''اے کافر!'' کہہ کر پکارا تو گویا اس کو قتل کرنا ہے۔'' بعض راویوں نے یہ الفاظ بھی بیان کیے ہیں: ''اور جس شخص نے دنیا میں کسی چیز سے خودکشی کر لی تو قیامت کے روز اسے اسی چیز سے عذاب دیا جائے گا۔''

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی قسم کھانے کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کہے: اگر میں نے فلاں کام کیا تو یہودی یا عیسائی وغیرہ ہو جاؤں۔

فائدہ: حالانکہ اس نے وہ کام کیا ہے اور اسے یاد بھی ہے۔ یا وہ کہے: اگر میں یہ کام کروں تو میں یہودی یا عیسائی ہو جاؤں، جبکہ اس کی نیت وہ کام کرنے کی ہے۔ صرف دھوکا دہی کے لیے قسم کھاتا ہے۔ ظاہر ہے اس شخص نے یہودی یا عیسائی ہونے کو پسند کیا گویا وہ یہودی یا عیسائی ہی ہے۔ العیاذ باللہ۔ (ع،س)

یا کسی شخص نے اسلام سے بری ہونے کی قسم کھائی تو اس کی بابت اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ ایسے شخص پر قسم کا کفارہ لازم ہے۔ امام نخعی، اوزاعی، ثوری، اہل الرائے، امام احمد اور امام اسحاق رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے جبکہ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اس قسم کی قسم اُٹھانا قبیح اور سخت گناہ ہے لیکن اس پر کفارہ نہیں، اہل مدینہ کا یہی قول ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام ابوعبید رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں اور ان کے موقف کی دلیل درج ذیل حدیث مبارکہ ہے۔

(٢٤٣٣)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَخْبَرَنَا مُـحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ......

عَـنْ أَبِـي هُـرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّـمَ قَـالَ: ((مَنْ حَلَفَ ، فَقَالَ فِي حَلِفِهِ: بِـالـلَّاتِ وَالْـعُزَّى ، فَلْيَقُلْ: لَا إِلَهَ إِلا اللّٰهُ ،

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ......''جو شخص قسم کھاتے وقت یہ کہہ دے: قسم ہے لات اور عُزیٰ کی، اسے چاہیے کہ فوراً (لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ)

(٢٤٣٣) أخرجه البخاري: ٦٦٥٠ ، ومسلم: ١٦٤٧

وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ: تَعَالَ أُقَامِرْكَ، فَلْيَتَصَدَّقْ۔)) کہہ لے۔ اور جو شخص اپنے ساتھی سے کہے کہ آؤ میں تم سے جوا کھیلوں تو اسے صدقہ کرنا چاہیے۔''

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام کے علاوہ کسی اور چیز کی قسم کھانے سے کفارہ نہیں پڑتا البتہ اس سے بندہ گنہگار ضرور ہوتا ہے اور توبہ کرنا اس کے لیے لازم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ایسی قسم کھانے سے دین اور ایمان میں کمی ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ یہ انتہائی قبیح الفاظ ہیں۔ البتہ مالی طور پر کوئی کفارہ واجب نہ ہوگا اور ایسی قسم کھانے والے کو کلمۂ توحید لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ کہنے کا حکم دیا گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ لات وعزیٰ کی قسم کھانا کفر ہے اور اس کے کفر میں کسی کو اختلاف نہیں، لہٰذا ایسی قسم کھانا کفار سے مشابہت ہے۔ قسم تو معبودِ حقیقی کی اُٹھائی جاتی ہے کسی اور چیز کی نہیں کیونکہ قسم کھانا بھی عبادت ہے، جو شخص جان بوجھ کر تعظیماً کسی اور چیز کی قسم کھاتا ہے وہ خارج از اسلام ہوگا اور اسے تجدیدِ اسلام کے لیے کلمے کا دوبارہ اقرار کرنا ہوگا۔

((فَلْيَتَصَدَّقْ)) ''اسے صدقہ کرنا چاہیے۔'' جوا قبیح چیز ہے کہ یہ انسان کو مادہ پرست، کنجوس، خودغرض اور پتھر دل بناتا ہے۔ لہٰذا اس قبیح لفظ کا علاج صدقہ بتلایا گیا ہے جو انسان کو خدا پرست، سخی، ہمدرد اور نرم دل بناتا ہے۔

صدقہ کتنا ہو؟ بعض کے نزدیک وہ رقم صدقہ کرے جس میں جوا کھیلنا چاہتا تھا وہ رقم خواہ کم ہو یا زیادہ، یہ امام اوزاعی رحمہ اللہ کا قول بتایا جاتا ہے، جبکہ کے بعض کے نزدیک جو میسر ہو وہ صدقہ کر دے۔ اپنے زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کے کفارہ کے طور پر۔

سیدنا عبداللہ بن بُریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے قسم اُٹھاتے ہوئے کہا کہ میں اسلام سے بری ہوں، تو اگر وہ جھوٹا ہوا تو وہ وہی ہوا جو اس نے کہا اور اگر سچا بھی ہوا تو اسلام کی طرف صحیح سالم نہیں لوٹے گا۔'' (صحیح، ابوداود: ۳۲۵۸، ابن ماجہ: ۲۱۰۰)

فائدہ: یعنی وہ الفاظ کہنے کی بنا پر گنہگار ہوگا اور اس کے ایمان میں کمی واقع ہوگی کیونکہ یہ انتہائی قبیح الفاظ ہیں گویا اس نے اسلام کو معمولی چیز خیال کیا ہے۔ اسلام اللہ تعالیٰ کا دین اور بندوں کے لیے عظیم ترین نعمت ہے چنانچہ سچے جھوٹے کسی طرح بھی اس سے بری ہونے کے الفاظ زبان پر لانا ناجائز اور حرام ہے۔ اگر کسی نے سچے ہوتے ہوئے اس طرح کہہ دیا تو بہت بڑے گناہ کا مرتکب ہوگا، سچا ہو تب بھی۔ ایسے لااُبالی پن کی کوئی گنجائش نہیں۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایسی قسم کا مالی کفارہ نہیں۔ اس کا عتاب اس کے دین کا نقصان قرار دیا گیا ہے۔ (ع س)

(3)...... بَابُ لَغْوِ الْيَمِيْنِ

لغو قسم کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ أَيْمَانِكُمْ﴾.... ''اللہ تمہیں تمہاری ان لغو قسموں پر نہ

پکڑے گا۔'' (سورۂ بقرہ: ۲۲۵)

(٢٤٣٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح، وَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالَا: أَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَنَا الرَّبِيعُ، أَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: لَغْوُ الْيَمِينِ قَوْلُ الإِنْسَانِ لَا وَاللّٰهِ، وَبَلَى وَاللّٰهِ۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لغو قسم سے مراد آدمی کا وَاللّٰهِ ''اللہ کی قسم!'' بَلٰی، وَاللّٰهِ۔ ''ہاں اللہ کی قسم!'' وغیرہ بولنا ہے۔''

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ باسند صحیح ثابت ہیں اور بعض راویوں نے ان الفاظ کو مرفوعا بھی بیان کیا ہے۔ بعض اہل علم کا بھی یہی موقف ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ عربی زبان میں لغو قسم وہ ہوتی ہے جو سوچ سمجھ کر اور سنجیدگی سے نہ کھائی جائے بلکہ غیر شعوری طور پر قسم کے الفاظ بول دیے جائیں اور یَمِیْنِ مُعَقَّدْ وہ ہوتی ہے جو حقیقی اور سچی قسم ہوتی ہے جو بالعزم اُٹھائی جاتی ہے۔ اور جو شخص زمانہ ماضی میں ہو جانے والے واقعہ پر جانتے بوجھتے ہوئے جھوٹی قسم اُٹھا لیتا ہے تو اسے یَمِیْنِ غَمُوْس کہتے ہیں یعنی گناہ، عتاب اور ہلاکت میں ڈبو دینے والی قسم۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ایسی قسم پر کفارہ ہے۔ باقی اہل علم کا موقف ہے کہ یہ اکبر الکبائر ہے اور اس کا معاملہ باقی تمام کبیرہ گناہوں کی طرح ہی ہے جو کہ توبہ کے متقاضی ہیں، کفارہ نہیں ہے۔ امام نخعی رحمہ اللہ اور اہل رائے کا یہی قول ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: ایسی قسم کا گناہ اور سنگینی ادائیگی کفارہ سے بڑھ کر ہے۔

اہل رائے کا کہنا ہے کہ لغو قسم یہ ہے کہ کوئی شخص زمانہ گزشتہ میں ہو چکنے والے معاملے کے بارے میں عدم علم کی بنا پر جھوٹی قسم کھا لے نیز ان کا کہنا ہے کہ ایسی قسم پر کوئی کفارہ نہیں۔ جناب حماد بن ابی سلیمان کا بھی یہی قول ہے جبکہ بعض اہل علم لغو قسم پر کفارہ ادا کرنے کے قائل ہیں، یہ امام حاکم رحمہ اللہ کا قول ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ سے بھی ایک قول اسی قسم کا مروی ہے۔

فائدہ: لغو قسم معاف ہے اور اس کا کوئی کفارہ نہیں تاہم آدمی کو اس سے پرہیز کرتے ہوئے اپنی عادت بدلنی

(٢٤٣٤) صحیح ......أخرجه ابوداود مرفوعا: ٣٢٥٤ بلفظ: هُوَ كَلَامُ الرَّجُلِ فِي بَيْتِهِ، كَلَّا وَاللَّهِ، وَبَلَى وَاللَّهِ۔ وأخرجه البخاري: ٤٦١٣ موقوفا بلفظ: أُنْزِلَتْ هَذِهِ الآيَةُ ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ﴾ (البقرة: ٢٢٥) فِي قَوْلِ الرَّجُلِ: لَا وَاللَّهِ وَبَلَى وَاللَّهِ۔

چاہیے۔اس کی دلیل قرآن مجید کی آیت کریمہ ہے:﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ أَيْمَانِكُمْ﴾.... ''اللہ تمہیں تمہاری ان لغو قسموں پر نہ پکڑے گا۔'' (سورۂ بقرہ: ۲۲۵)

(4)...... بَابُ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَأٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا يَتَحَلَّلُ وَيُكَفِّرُ

جو شخص ایک چیز پر قسم کھائے پھر وہ کوئی اور چیز بہتر سمجھے تو وہ قسم توڑ دے اور کفارہ ادا کرے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان:﴿وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّأَيْمَانِكُمْ أَنْ تَبَرُّوْا﴾.... ''اور اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کا اس طرح نشانہ نہ بناؤ کہ بھلائی چھوڑ بیٹھو۔'' (سورۂ بقرہ:۲۲۴)

زہری رحمہ اللہ نے کہا:﴿عُرْضَةً لِّأَيْمَانِكُمْ﴾.... ''اپنی قسموں کو نشانہ نہ بناؤ'' کا مطلب ہے کہ ان کو نیکی کرنے کے لیے آڑ اور رکاوٹ نہ بناؤ یعنی غصے میں اس طرح قسم مت کھاؤ کہ میں فلاں کے ساتھ نیکی نہیں کروں گا، فلاں سے نہیں بولوں گا، فلاں کے درمیان صلح نہیں کراؤں گا۔لفظ عُرْضَةً اعتراض سے ہے، جس کے معنی رکاوٹ کے ہیں جو چیز بھی آپ کے ارادوں کی تکمیل میں سدّ راہ بنے اس کے لیے عربی زبان میں (اِعْتَرَضَ) اور (تَعَرَّضَ) کا لفظ بولا جاتا ہے۔اصل میں اس لفظ کا محل یہ ہے کہ ایک چالو راستے میں کوئی رکاوٹ درپیش آجائے جس سے گزرنے والوں کے لیے مشکل بن جائے تو ایسے موقع پر یہ لفظ بولا جاتا ہے۔بعض کے نزدیک لفظ عُرْضَةً خیر اور شر دونوں کے راستے روکنے کے لیے بولا جاتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ قسم کھا کر بھلائی اور پرہیز گاری کے کاموں سے کنارہ کشی اختیار نہ کرو کہ جب نیکی کرنے کا موقع آئے تو کہو کہ میں نیکی نہیں کرسکتا، اس لیے کہ میں نے نیکی نہ کرنے کی قسم اُٹھا رکھی ہے اور اس طرح ہر موقع پر جان چھڑالو۔

(٢٤٣٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنِ الْحَسَنِ......

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بنِ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ سَمُرَةَ لَا تَسْأَلِ الإِمَارَةَ، فَإِنَّكَ إِنْ أُوتِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ، وُكِلْتَ إِلَيْهَا، وَإِنْ أُوتِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا، وَإِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ، فَرَأَيْتَ خَيْرًا مِنْهَا فَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ،

سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عبدالرحمٰن بن سمرہ! حکومت طلب مت کرنا کیونکہ اگر تمہیں مانگنے کے بعد امارت ملی تو اس کے سپرد کر دیئے جاؤ گے اور اگر تمہیں مانگے بغیر ملی تو اس میں تمہاری مدد کی جائے گی اور اگر تم کسی بات پر قسم کھالو اور پھر اس کے سوا دوسری چیز میں بھلائی دیکھو تو اپنی

(٢٤٣٥) أخرجه البخاري: ٧١٤٦، ومسلم: ١٦٥٢

وَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ۔)) قسم کا کفارہ ادا کر دو اور بہتر کام کر لو۔'' ایک روایت میں: ''بہتر کام کرلو۔'' کے الفاظ ہیں اور ''کفارہ ادا کردو۔'' کے الفاظ بعد میں ہیں۔

شرح **فـــائـدہ:** دنیاوی کاموں پر اگر کسی غیر بہتر چیز پر قسم کھائی گئی لیکن اس امر کے خلاف میں شرعی اور اخلاقی مصلحت ہو تو اسے چھوڑ کر بہتر کام کر لینا چاہیے اور قسم کا کفارہ دے دیا جائے اور اس میں وسعت ہے کہ پہلے کفارہ دے یا بعد میں، باقی رہے دینی کام تو وہ سب کے سب بہتر ہیں۔ (ع،س)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: قسمیں کھانے کی عادت کچھ قابل تعریف نہیں، البتہ کسی معاملے پر جو اللہ کی اطاعت پر مبنی ہو قسم کھالی گئی ہو تو پھر اسے پورا کرنا ضروری ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّأَيْمَانِكُمْ أَنْ تَبَرُّوْا﴾.... ''اور اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کا اس طرح نشانہ نہ بناؤ کہ بھلائی چھوڑ بیٹھو۔'' (سورۂ بقرہ: ۲۲۴) یعنی قسموں کو نیکی کرنے سے رک رہنے کے لیے بطور آڑ استعمال نہ کرو۔ ہاں جو شخص ایک چیز پر قسم کھالے، پھر وہ کوئی اور چیز بہتر سمجھے تو قسم توڑ دینی چاہیے اور وہ کام کر گزرنا چاہیے۔ مثلاً کسی شخص نے ایک مندوب اور مباح کام کے نہ کرنے کی قسم کھا لی ہو یا کسی مکروہ کام کے کرنے کی قسم کھالی ہو تو ظاہر ہے افضلیت ان قسموں کی مخالفت میں ہے۔ ایسی صورت میں اپنے آپ کو جھٹلا دیا جائے اور قسم کا کفارہ دے دیا جائے۔ اگر ایسی کیفیت نہ ہو تو قسم کی پاسداری اور حفاظت ہی اولیٰ اور افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاحْفَظُوْا أَيْمَانَكُمْ﴾.... ''اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔'' (سورۂ مائدہ: ۸۹) یعنی قسمیں کھانے کے بعد انہیں توڑنے سے بچو۔ بعض کے نزدیک ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ قسمیں کھاؤ ہی نہ (احتیاط برتو کہ توڑنے کی نوبت ہی نہ آئے) زیادہ اہل علم کا یہی کہنا ہے، نیز انہوں نے کہا: اگر کوئی شخص قسم توڑ دیتا ہے تو اس پر کفارہ ادا کرنا لازم ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی معصیت اور کسی خلاف شرع کام پر قسم کھالیتا ہے تو اس کے لیے قسم توڑ دینا واجب ہے کیونکہ نافرمانی ہر حال میں بہت بری ہے اور ایسے شخص پر کوئی کفارہ نہیں۔ جناب سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے یونہی مروی ہے۔

(٢٤٣٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى......

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں کچھ اشعری افراد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

(٢٤٣٦) أخرجه البخاري: ٦٧١٨، ومسلم: ١٠٠٩

مِـنَ الأَشْعَرِيِّينَ أَسْتَحْمِلُهُ، فَقَالَ: ((وَاللّٰهِ لا أَحْـمِلُكُمْ، مَا عِنْدِي مَا أَحْمِلُكُمْ۔)) ثُمَّ لَبِثْنَا مَـا شَـاءَ الـلّٰـهُ، فأُتِي بِشَائِلٍ فَأَمَرَ لَنَا بِثَلاثِ ذَوْدٍ، فَـلَـمَّا انْطَلَقْنَا، قَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ: لا يُبَـارِكُ الـلّٰـهُ لَـنَـا أَتَيْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَـلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَحْمِلُهُ، فَحَلفَ لا يَحْمِلُنَا، فَحَمَلَنَا، فَقَالَ أَبُو مُوسَى: فَأَتَينَا النَّبِيَّ صَلَّى الـلّٰـهُ عَـلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْنَا ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ: ((مَـا أَنَـا حَـمَلْتُكُمْ، بَلِ اللّٰهُ حَمَلَكُمْ، إِنِّي وَالـلّٰـهِ إِنْ شَـاءَ الـلّٰـهُ لا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ، فَـأَرَى غَيْـرَهَـا خَيْـرًا مِـنْهَـا إِلا كَـفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي، وَأَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ۔))

خدمت میں حاضر ہوا۔ میں آپ ﷺ سے جہاد کے سلسلے میں سواریاں مانگنے آیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں تمہیں سواریاں نہیں دوں گا اور نہ میرے پاس سواریاں ہیں۔'' پھر ہم ٹھہرے رہے جتنی دیر اللہ نے چاہا۔ بعد میں آپ ﷺ کے پاس کچھ اونٹ لائے گئے۔ آپ ﷺ نے ہمیں تین اونٹ دینے کا حکم دیا۔ جب ہم اونٹ لے کر چل پڑے تو ہم نے ایک دوسرے سے کہا: اللہ تعالیٰ ہمارے لیے ان اونٹوں میں برکت نہیں فرمائے گا کیونکہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سواریاں مانگنے آئے تھے تو آپ ﷺ نے قسم کھائی تھی کہ میں تمہیں سواریاں نہیں دوں گا اور اب آپ نے ہمیں سواریاں دے دیں ہیں۔(اب شاید آپ علیہ السلام قسم بھول گئے ہیں) ہم دوبارہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے ساری بات ذکر کی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''میں نے تمہیں سواریاں نہیں دیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے دی ہیں، اللہ کی قسم! ان شاء اللہ، اگر میں کسی چیز پر قسم کھا لوں، پھر میں اس کی بجائے کوئی اور چیز بہتر سمجھوں تو میں قسم کا کفارہ دے دیتا ہوں اور بہتر کام کر لیتا ہوں۔''

شرح ((اَلشَّـائِل)) ''اونٹ۔'' اس کی جمع (اَلشَّوْل) ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد اونٹ نہیں بلکہ ایسی اونٹنی ہے جس کا دودھ کم ہو گیا ہو اور آپ علیہ السلام کے فرمان: ''میں نے تمہیں سواریاں نہیں دیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے دی ہیں۔'' میں نعمت کی اضافت اور نسبت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف بطور ادب کے ہے۔ یعنی اب اللہ تعالیٰ نے اونٹ بھیج دیے جو میں نے تم کو دے دیے۔ ایسا پیرایہ کلام حسن ادب کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر اونٹوں کے سلسلہ میں نبی ﷺ کا کچھ کردار نہ ہوتا تو پھر مندرجہ ذیل الفاظ کہنے کا کوئی محل نہیں بنتا کہ ''اگر میں کسی چیز پر قسم کھا لوں، پھر میں اس کی بجائے کوئی اور چیز بہتر سمجھوں تو میں بہتر کام کر لیتا ہوں۔'' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ علیہ السلام کو قسم یاد ہی نہ رہی ہو اور بھول جانے والے شخص کا معاملہ مضطر اور مجبور شخص کی طرح ہے۔ تو اس صورت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف فعل کی

نسبت ایسے ہی ہے جیسے نبی ﷺ نے بھول کر کھانے والے روزہ دار کے کھانے کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف کی ہے جیسا کہ فرمان نبوی ہے: ''جس نے بھول کر کھالیا تو وہ اپنا روزہ پورا کرے بلاشبہ اسے اللہ نے کھلایا ہے۔''

ان الفاظ کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اونٹ بھیج دیے اور دست غیب سے عین موقع پر ان کا بندوبست فرما دیا تو اب ان کو روک رکھنا میرے لیے ممکن نہیں۔ گویا یہ اونٹ میں نے نہیں دیے بلکہ اللہ تعالیٰ نے دیے ہیں کیونکہ میرے پاس مسافروں (مجاہدوں) کو دینے کے لیے کچھ نہیں تھا۔

(٢٤٣٧)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ حَسَّانُ بْنُ سَعِيدٍ الْمَنِيعِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو طَاهِرٍ الزِّيَادِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْقَطَّانُ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ السُّلَمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ......

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((وَاللّٰهِ لأَنْ يَلِجَّ أَحَدُكُمْ بِيَمِينِهِ فِي أَهْلِهِ آثَمُ لَهُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ أَنْ يُعْطِيَ كَفَّارَتَهُ الَّتِي فَرَضَ اللّٰهُ۔))

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! (بسا اوقات) اپنے گھر والوں کے معاملے میں تمہارا اپنی قسموں پر اصرار کرتے رہنا، اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ گناہ کی بات ہوتی ہے کہ قسم توڑ کر اس کا کفارہ ادا کر دیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے۔''

شرح ((يَلِجَّ)) کا لفظ (لِجَاجْ) سے ماخوذ ہے کہ جس کے معنی اصرار کرنا، کسی غلط بات پر اڑ جانا کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس کا اپنی قسم کی پاسداری کرتے ہوئے اڑے رہنا اور کفارہ دے کر اس سے نہ نکلنا زیادہ گناہ والی بات ہوتی ہے بہ نسبت قسم کو پورا کرنے کے بلکہ اسے توڑ کر اس کا کفارہ ادا کر دینا ہی بہتر ہے۔ گویا اس حدیث مبارکہ میں اس قسم کو توڑ دینے کا حکم دیا جا رہا ہے اگر قسم توڑنے میں خیر ہو۔

(5)......بَابُ التَّكْفِيرِ قَبْلَ الْحِنْثِ

کفارہ قسم توڑنے سے پہلے بھی دیا جاسکتا ہے

(٢٤٣٨)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَخْبَرَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

(٢٤٣٧) أخرجه البخاري: ٦٦٢٥، ومسلم: ١٦٥٥

(٢٤٣٨) أخرجه مسلم: ١٦٥٠

حَلَفَ بِیَمِینٍ، فَرَأَی خَیْرًا مِنْهَا، فَلْیُکَفِّرْ عَنْ یَمِینِهِ، وَلْیَفْعَلِ الَّذِی هُوَ خَیْرٌ۔)) فرمایا: ''جوشخص کسی چیز پر قسم کھائے، پھر اس کی بجائے کوئی اور چیز بہتر سمجھے تو اپنی قسم کا کفارہ دے دے اور بہتر کام کرلے۔''

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اہل علم نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ آیا قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے اکثر اہل علم اس کے قائل ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث میں مذکور ہے۔ یہی موقف سیدنا ابن عمر، سیدنا ابن عباس اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے اور اسی کے قائل جناب حسن بصری ابن سیرین، امام مالک، اوزاعی، شافعی، احمد اور اسحاق علیہم السلام ہیں۔ البتہ امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ وضاحت کی ہے کہ اگر قسم توڑنے والا شخص قسم توڑنے سے پہلے کفارہ روزے رکھنے کی صورت میں دینا چاہتا ہے تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ کفارہ پہلے ادا کرنے کی صورت میں صرف گردن آزاد کرنا، کھانا کھلانا یا کپڑے پہنانا جائز ہے، جیسے سال گزرنے سے قبل زکاۃ دی جاسکتی لیکن رمضان کی آمد سے قبل رمضان المبارک کی نیت سے روزے رکھنا جائز نہیں۔

اہل علم کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دینا جائز نہیں۔ اس کے قائلین اہل رائے (احناف) ہیں۔ یہ حضرات سال گزرنے سے پہلے زکاۃ ادا کردینے کے قائل ہیں۔ ادھر امام مالک رحمہ اللہ زکاۃ قبل از وقت ادا کرنے کے قائل تو نہیں البتہ کفارہ قسم توڑنے سے پہلے دے دینے کے قائل ہیں۔

امام ثوری رحمہ اللہ نے کہا: اگر قسم توڑنے کے بعد کفارہ دیا جائے تو یہ چیز مجھے زیادہ پسند ہے، البتہ قسم توڑنے سے پہلے بھی کفارہ ادا کردینا کفایت کر جائے گا۔

فائدہ: جمہور علما قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دینے کے قائل ہیں البتہ احناف اسے درست نہیں سمجھتے کہ جب کفارے کا سبب ہی واقع نہیں ہوا تو کفارہ کیسے ہوسکتا ہے؟ حالانکہ جب نیت قسم توڑنے کی ہوگئی تو بہتر ہے کہ کفارہ پہلے دے دیا جائے تاکہ کفارہ لازم ہی نہ آئے۔ پھر اس کفارے کا تذکرہ صحیح حدیث میں مذکور ہے جس سے ایک مسلمان سرتابی نہیں کرسکتا اور احادیث صحیحہ پر عمل کرنا قیاسات پر عمل کرنے سے کہیں بہتر ہے۔ یاد رہے کہ کفارہ بعد میں ادا کرنا بھی درست ہے۔ (ع،س)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اسی پر قیاس کرتے ہوئے یوں کہا جائے گا کہ جس مالی حق کا تعلق دو اسباب سے ہو تو اسے دو میں سے ایک سبب پائے جانے کی صورت میں مقدم کرنا جائز ہے، مثلاً ظہار کے بعد رجوع سے پہلے ظہار کا کفارہ دے دینا۔ عذر کی موجودگی میں سر منڈوانے سے پہلے تکلیف کا فدیہ ادا کردینا، شکار کو زخمی کرنے کے بعد اس کے مرنے سے پہلے پہلے شکار کا فدیہ ادا کرنا، شدید زخمی ہونے کی صورت میں روح پرواز کرنے سے پہلے پہلے قتل کا کفارہ ادا کردینا وغیرہ البتہ روزے یا احرام کی صورت میں جماع کرنے سے پہلے جماع کا کفارہ ادا کرنا جائز نہیں کیونکہ روزہ اور احرام

کفارے کے واجب ہونے کا سبب نہیں بلکہ یہ جماع کی حرمت کا سبب ہیں کیونکہ جو چیز کسی عمل کو حرام قرار دیتی ہے وہ اس چیز کے وجوب کا سبب نہیں بنتی جو حرام کردہ چیز کے ارتکاب سے لازم آتی ہے۔ بخلاف قسم کے کیونکہ یہ کفارے کے وجوب کے اسباب میں سے ایک سبب ہے، اس گناہ کو حرام نہیں کرتی جس کے ساتھ کفارے کا وجوب متعلق ہے مثلاً زکاۃ کے مسئلہ میں نصاب اور سال کا گزرنا اس کے وجوب کا سبب ہیں اور کفارہ قسم میں آدمی کو اختیار ہے کہ وہ دس مسکینوں کو کھانا کھلا دے یا انہیں لباس پہنا دے یا ایک غلام آزاد کر دے۔ اگر کچھ بھی ممکن نہ ہو تو پھر تین دن کے روزے رکھ لے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اگر قسم بطور تاکید ہے تو پھر اس کے ذمے غلام آزاد کرنا، یا دس مسکینوں کو لباس پہنانا ہے اور اگر بلا تاکید ہے تو پھر دس مسکینوں کھانا کھلانا ہے اور کھانا کھلانے کی صورت میں اس پر یہ واجب ہے کہ وہ ہر مسکین کو ایک مُد غلہ دے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اسی کے قائل ہیں اور امام مالک و شافعی رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ اور لباس پہنانے کی صورت میں اس پر لازم ہے کہ ہر مسکین کو ایک کپڑا دے۔ قمیص یا شلوار یا چادر دے جو کسی بڑے یا چھوٹے کو پوری آسکتی ہو۔ یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہر مسکین کو اتنا لباس دینا ضروری ہے جس میں وہ نماز ادا کر سکتا ہو چنانچہ مرد کو ایک ایک کپڑا اور عورتوں کو دو دو کپڑے یعنی اوڑھنی اور قمیص دینی چاہیے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا قدیم موقف بھی یہی ہے۔

(6)......بَابُ الْأُسْتِثْنَاءِ فِي الْيَمِيْنِ

قسم کھاتے وقت ان شاء اللہ کہنا

(٢٤٣٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَخْبَرَنَا الْمَسْعُودِيُّ وَهُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَسْعُودِيُّ، عَنِ الْقَاسِمِ......

قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ، فَقَالَ: إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقَدِ اسْتَثْنَى۔

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے کسی بات پر قسم کھائی اور ان شاء اللہ کہا تو گویا اس نے قسم میں استثناء کر لی۔

شرح امام صاحب رحمہ اللہ نے کہا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی بات پر قسم کھائی اور ان شاء اللہ کہہ دیا تو (قسم کو پورا نہ کرنے کی صورت میں) اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔''

جمہور اہل علم اسی کے قائل ہیں کہ اگر کوئی شخص قسم کھاتے وقت ساتھ ہی ان شاء اللہ کہہ لے تو کام نہ کر سکنے کی

(٢٤٣٩) صحیح ......أخرجه ابوداود: ٣٢٦١، والترمذي: ١٥٣١، وابن ماجه: ٢١٠٥، والنسائي: ٧/ ١٢.

صورت میں وہ شخص گنہگار نہیں ہوگا، وہ قسم اللہ تعالیٰ کے نام کی ہو یا بیوی کو طلاق پڑ جانے کی ہو یا غلام آزاد ہو جانے کی، اکثر اہل علم اسی کے قائل ہیں۔ امام مالک اور امام اوزاعی کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص طلاق یا آزادی کی قسم کھائے اور ان شاء اللہ کہے تو یہ استثناء اس کے حق میں کچھ فائدہ مند نہیں ہوگا بلکہ طلاق اور آزادی واقع ہو جائے گی۔ امام مالک رحمہ اللہ کے شاگردوں نے کہا کہ ان شاء اللہ کہنا اس قسم میں مفید ہوتا ہے جس میں عدم تکمیل کی صورت میں کفارہ لازم آتا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا کہنا ہے: اگر کوئی شخص بیت اللہ پیدل چل کر جانے کی قسم کھائے اور ان شاء اللہ پڑھ لے تو اس کے ان شاء اللہ کہنے کا کچھ اعتبار نہیں اور وہ اس طرح کی قسم اُٹھانے میں گنہگار رہوگا۔

اگر کوئی شخص قسم کھانے کے بعد توقف سے ان شاء اللہ کہے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ اس بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ اکثر اہل علم کا خیال ہے کہ ایسے ان شاء اللہ کا کوئی فائدہ نہیں اِلّا یہ کہ قسم کھانے اور ان شاء اللہ کہنے کے درمیان فاصلہ انتہائی کم ہو مثلاً کسی کا غور وفکر کے لیے ہلکا سا رکنا، یا بات کرتے ہوئے زبان کے لڑکھڑا جانے سے گفتگو کا تسلسل ٹوٹ جانا یا سانس لینے کے لیے لمحہ بھر رُک جانا وغیرہ۔

اگر قسم کھانے اور ان شاء اللہ کہنے کے مابین فاصلہ زیادہ ہو جاتا ہے یا درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر کسی اور بات میں مشغول ہو جانے کے بعد پھر ان شاء اللہ کہتا ہے تو ایسا ان شاء اللہ کہنا درست نہ ہوگا۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ گفتگو والی مجلس میں تاخیر سے ان شاء اللہ کہنا بھی جائز ہے۔ ایسا موقف جناب طاؤس اور حسن بصری رحمہما اللہ کا ہے۔ جناب قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر قسم کھانے والا، قسم کھانے کے بعد کوئی گفتگو نہ کرے یا اپنی جگہ سے کھڑا نہ ہو تو اس کا ان شاء اللہ کہنا صحیح اور درست ہوگا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: جب تک وہ شخص اسی معاملے اور گفتگو میں مشغول ہے تو اسے استثناء کا حق حاصل ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک مدت مدید کے بعد بھی ان شاء اللہ کہا جا سکتا ہے۔ امام مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: کئی برسوں کے بعد ان شاء اللہ کہا جا سکتا ہے۔ جناب سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: چار ماہ کے بعد ان شاء اللہ کہا جا سکتا ہے۔

فائدہ: قسم کھانے کے بعد قدرے توقف سے ان شاء اللہ کہا جائے تب بھی جائز ہے البتہ زیادہ وقت گزر جانے کے بعد ان شاء اللہ کہنے والی بات ناقابل فہم ہے۔ مستقبل کے امور میں ان شاء اللہ کہنا بہت ضروری ہے۔ ان شاء اللہ کے معنی ہیں: ''اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا'' ان لفظوں سے صاف ظاہر ہے کہ قسم کھانے والے نے حتمی قسم نہیں کھائی۔ گویا اگر یہ کام کر سکا تو کرے گا ورنہ سمجھا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے نہیں چاہا لہٰذا یہ کام نہیں ہو سکا۔ ظاہر ہے اس پر گناہ کیونکر آئے گا؟ البتہ وعدہ وغیرہ میں ان شاء اللہ کو وعدہ خلافی کے لیے بہانہ نہیں بنایا جا سکتا بلکہ صرف تبرکاً ہی پڑھنا چاہیے ورنہ وعدے کی کوئی حیثیت نہیں رہے گی۔ ان شاء اللہ کے الفاظ کا ظاہراً کہنا مقصود ہے۔ اگر کوئی نیت میں ''ان شاء اللہ'' کہے گا تو اس کا اعتبار نہیں کیونکہ قسم کا انعقاد ظاہری الفاظ سے ہوتا ہے نیت سے نہیں۔ (ع س)

(7)......بَابُ النَّذْرِ وَلُزُوْمِ الْوَفَاءِ بِهِ إِذَا كَانَ فِيْ طَاعَةٍ

نذر کا بیان اور یہ کہ اطاعت ونیکی کی نذر کو پورا کرنا واجب ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ﴾...... ''وہ نذر کو پورا کرتے ہیں۔'' (سورۂ دہر: ۷)

(۲۴۴۰)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَخْبَرَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ الأَيْلِيِّ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ......

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَ اللّٰهَ فَلا يَعْصِهِ۔))

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جوشخص اللہ تعالیٰ کی کسی اطاعت کی نذر مانے تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور جوشخص اللہ تعالیٰ کی کسی نافرمانی کی نذر مانے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے۔''

شرح: حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اطاعت اور نیکی کی نذر کو ہر ممکن طور پر پورا کرنا چاہیے اگرچہ وہ کسی شرط سے مشروط ہو۔ نیکی چونکہ مطلوب ہے لہٰذا وہ جس طرح پر بھی ممکن ہو کرنی چاہیے اور نافرمانی کی نذر کو پورا نہیں کرنا چاہیے یعنی جوشخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر مانے تو وہ ہرگز نافرمانی نہ کرے کہ نافرمانی ہر حال میں بہت بری ہے اور نذر مان کر نافرمانی کرنا مزید قبیح ہے۔ یاد رہے کہ نذر ماننے سے کوئی برائی نیکی نہیں بن سکتی اور ایسی نذر ماننے پر کوئی کفارہ نہیں، اگر نافرمانی کی نذر پوری نہ کرنے پر کفارہ ہوتا تو نبی کریم ﷺ ضرور اس امر کی وضاحت فرما دیتے۔ جمہور اہل علم کا یہی قول ہے۔

(8)...... بَابُ كَرَاهِيَةِ النَّذْرِ

نذر ماننا ناپسندیدہ ہے

فائدہ: انسان کا کسی مشروع عبادت نماز، روزہ، حج، عمرہ یا صدقہ وغیرہ کو اپنے اوپر از خود لازم کر لینا، جو اس پر لازم نہ ہو، نذر کہلاتا ہے۔ ایک باعمل اور سخی انسان کو اس کی ضرورت ہی نہیں، جائز نذر ماننا گناہ اور معصیت نہیں مگر مستحسن چیز بھی نہیں کیونکہ اس میں صدقے اور نیکی کو مشروط کیا جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ اگر میں صحت یاب ہو گیا تو پھر نیکی یا صدقہ کروں گا۔ ظاہر ہے اللہ تعالیٰ سے شرطیں لگانا اچھی بات نہیں لیکن نفل یا نیکی یا صدقے کے لیے شرط لگانا منع نہیں لہٰذا اسے مستحسن قرار نہیں دیا گیا۔ (ع،س)

(۲۴۴۰) أخرجه البخاري: ٦٦٩٦

(٢٤٤١)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الْخَرَقِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الطَّيْسَفُونِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا عَمْرٌو هُوَ ابْنُ أَبِي عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الأَعْرَجِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِنَّ النَّذْرَ لا يُقَرِّبُ مِنَ ابْنِ آدَمَ شَيْئًا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ قَدَّرَهُ لَهُ، وَلَكِنَّ النَّذْرَ يُوَافِقُ الْقَدَرَ، فَيُخْرَجُ بِذَلِكَ مِنَ الْبَخِيلِ مَا لَمْ يَكُنِ الْبَخِيلُ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَهُ۔))

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلا شبہ نذر انسان کے قریب کوئی ایسی چیز نہیں لاتی جو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں نہ کی ہو۔ نذر تقدیر کے موافق پڑتی ہے۔ البتہ اس کے ذریعے سے بخیل شخص سے کچھ مال نکالا جاتا ہے، جس کے نکالنے کا بخیل شخص کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا۔''

(٢٤٤٢)۔ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْجُلُودِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ الْحَجَّاجِ، حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ، عَنِ الْعَلاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لا تَنْذِرُوا فَإِنَّ النَّذْرَ لا يُغْنِي مِنَ الْقَدَرِ شَيْئًا، وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ۔))

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نذر نہ مانا کرو کیونکہ نذر تقدیر کو رد نہیں کر سکتی، اس کے ساتھ تو بخیل سے کچھ مال نکالا جاتا ہے۔''

شرح: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا یہی موقف ہے نیز بعد کے علماء کا بھی یہی خیال ہے کہ نذر ماننا کوئی مستحسن عمل نہیں، یہ سب حضرات نذر ماننا ناپسند کرتے ہیں۔ اگرچہ اطاعت اور نیکی والی نذر کو پورا کرنا باعث اجر وثواب ہے۔

امام ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ نے کہا: نذر ماننے سے اس لیے روکا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے بعد میں پوری نہ ہو سکے، گویا دراصل یہ نذر پوری کرنے کی تاکید ہے اور نذر مان کر اس کے معاملے میں سستی اور غفلت برتنے سے ڈرایا اور چونکایا گیا ہے۔ اگر مندرجہ صدر حدیث مبارکہ کا یہ مطلب اخذ کیا جائے کہ نذر بالکل مانی ہی نہ جائے تو پھر نذر کے احکامات بیان

(٢٤٤١) أخرجه البخاري: ٦٦٩٤، ومسلم: ١٦٤٠

(٢٤٤٢) أخرجه البخاري: ٦٦٠٨، ومسلم: ١٦٤٠

کرنے کا کوئی مطلب باقی نہیں رہتا اور نہ اس حکم کی کوئی وجہ ہی سمجھ آتی ہے کہ معصیت والی نذر پوری نہ کی جائے کیونکہ اگر نذر ماننا ہی سرے سے جائز نہ ہو تو پھر معصیت اور غیر معصیت کی تقسیم تو بے معنی قرار پاتی ہے۔

دراصل اس حدیث مبارکہ کا مطلب یہ ہے، ویسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے، کہ نذر ماننے سے نہ تو کوئی دنیاوی مصیبت ٹلتی ہے اور نہ کچھ فائدہ ہی حاصل ہوتا ہے اور نہ یہ چیز تقدیر ہی کو ٹال سکتی ہے۔ نبی ﷺ کے فرمان کہ نذر اس ذہن سے نہ مانو کہ جو چیز تمہارے مقدر میں نہیں وہ تمہیں نذر کے ذریعے سے مل جائے گی یا تقدیراً جس مصیبت کے آنے کا فیصلہ تم پر ہو چکا ہے وہ تم سے ٹل جائے گی (جیسا کہ عام لوگوں کا ذہن ہے کہ نذر ماننے سے شاید تقدیر یا مصیبت ٹل جاتی ہے حالانکہ نذر سے کچھ بھی نہیں ہوتا، نہ یہ شرعاً مستحسن ہے جیسا کہ باب ہذا سے واضح ہے، (ع،س) ہاں اگر کوئی نذر مان لے تو اس کی بجا آوری ضروری ہے اور تکمیل لازم ہو جاتی ہے، حدیث کا مفہوم بھی یہی ہے۔

تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص اطاعت اور نیکی والی نذر مان لے تو اس کا پورا کرنا لازم ہوتا ہے اور اس بات کی مزید تاکید آپ علیہ السلام کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے: ((إِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ)) ''اس کے ساتھ تو بخیل سے کچھ مال نکالا جاتا ہے۔'' ان الفاظ سے ثابت ہوا کہ نذر ماننے سے اس کو اپنے مال سے کچھ نکالنا واجب ہو جاتا ہے جسے وہ لازماً نکالے گا۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ ''بلاشبہ نذر انسان کے قریب کوئی ایسی چیز نہیں لاتی جو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں نہ کی ہو۔'' سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو اس موقف کے قائل ہیں کہ نذر کی تکمیل اس وقت ضروری قرار پاتی ہے جب وہ کسی چیز سے **معلق** اور مشروط ہو، مثلاً کہنے والا کہے: اگر اللہ تعالیٰ نے میرے مریض کو شفایاب کیا تو میں ایک غلام ضرور آزاد کروں گا یا اگر میرا پردیس گیا ہوا شخص بحفاظت وطن واپس آ گیا یا میرا مال صحیح سلامت واپس آ گیا تو میں اللہ کی راہ میں اتنا اتنا صدقہ کروں گا۔ بعض اہل علم کا یہی موقف ہے۔ یہاں تک کہ کچھ ماہرین لغت کا کہنا ہے کہ نذر ایک مشروط وعدہ ہی تو ہوتا ہے ہر نذر ماننے والا شخص وعدہ کرنے والا ہوتا ہے لیکن ہر وعدہ کرنے والا نذر ماننے والا نہیں ہوتا۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ نذر کو پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے اگرچہ وہ کسی شے سے **معلق** نہ ہو یہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا اظہر قول بھی یہی ہے۔ اگر کوئی شخص کہے: میں بیت اللہ پیدل چل کر جاؤں گا، اور یہ جملہ وہ بطور نذر کے نہ کہے تب بھی اس پر پیدل چل کر جانا واجب ہے۔ جناب سعید بن مسیّب رحمہ اللہ نے بھی یہی فتویٰ دیا تھا۔

(9)......بَابُ مَنْ نَذَرَ قُرْبَةً وَغَيْرَ قُرْبَةٍ تَرَكَ مَالَا قُرْبَةَ فِيْهِ

جو شخص نیکی اور گناہ کی ملی جلی نذر مان لے تو اسے چاہیے کہ نافرمانی والی نذر پوری نہ کرے

(٢٤٤٣)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا

(٢٤٤٣) أخرجه البخاري: ٦٧٠٤

مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ، فَسَأَلَ عَنْهُ، فَقَالُوا: أَبُو إِسْرَائِيلَ نَذَرَ أَنْ يَقُومَ وَلَا يَقْعُدَ، وَلَا يَسْتَظِلَّ، وَلَا يَتَكَلَّمَ وَيَصُومَ فَقَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ((مُرْهُ فَلْيَتَكَلَّمْ، وَلْيَسْتَظِلَّ، وَلْيَقْعُدْ، وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ.))

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک آدمی کھڑا ہے۔ آپ نے اس کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے کہا: یہ ابواسرائیل ہے، اس نے نذر مانی ہے کہ کھڑا ہی رہے گا، بیٹھے گا نہیں، نہ سایہ حاصل کرے گا اور نہ بات چیت کرے گا اور روزہ رکھے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے کہو کہ بات چیت کرے، سائے میں بیٹھے اور اپنا روزہ پورا کرے۔''

شرح مذکورہ شخص کی نذر بعض نیکی کے اُمور اور بعض نافرمانی کے امور پر مشتمل ہے۔ جب نذر اس قسم کی ہو کہ اس میں بعض کام جائز ہوں اور بعض ناجائز تو اسے چاہیے کہ ناجائز کام چھوڑ دے اور جائز کام کی نذر پوری کرے۔ روزہ شرعی عبادت ہے لہٰذا اسے پورا کرنے کا حکم دیا گیا۔ دھوپ میں کھڑا رہنا اور بات چیت نہ کرنا اطاعت الٰہی نہیں بلکہ ان میں اپنے آپ کو مشقت اور اذیت میں ڈالنا ہے جن کو نبھانا دشوار ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر سے طوق اور اغلال کو اتار پھینکا ہے، یعنی ایسے امور جنہیں پورا کرنے میں انتہائی مشقت ہو۔ باقی رہا بیت اللہ کی جانب پیدل چل کر جانا، تو یہ چیز نذر ماننے کی وجہ سے لازم ٹھہری اور یہ چیز ایک قوی اور طاقتور آدمی کے بس میں ہے اور لوگ عرصہ دراز سے بیت اللہ کا حج پیدل چل کر کرنے کی نذر مانا کرتے تھے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے: ﴿يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ﴾.... ''لوگ تیرے پاس پاپیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی۔'' (سورۂ حج: ۲۷)

اگر پیدل چلنے والی نذر میں ننگے پاؤں چلنے کا اضافہ کر لیا جائے تو پھر یہ نذر معصیت والی نذر قرار پائے گی کیونکہ اس میں مشقت اور دشواری پائی جاتی ہے اس لیے ایسی نذر کا پورا کرنا واجب نہیں (بلکہ نذر توڑ کر کفارہ دے دیا جائے) جیسا کہ مروی ہے کہ جناب عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے نذر مان رکھی ہے کہ میں آپ کے سر کے پاس دف بجاؤں گی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اپنی نذر پوری کر لے۔'' (حسن صحیح، ابوداود: ۳۳۱۲)

امام ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ نے کہا: دُف بجانا کچھ نیکی اور طاعات کے امور میں سے نہیں کہ جس کی نذر مانی جائے، زیادہ سے زیادہ اس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ دُف ایسی چیز ہے جسے اسلام میں خوشی کے موقع پر بجانا مباح ہے اور

اس کی اجازت ہے۔ البتہ چونکہ یہ دف بجانا رسول اللہ ﷺ کی جہاد سے خیر وسلامی کے ساتھ تشریف آوری سے مشروط تھی جو کہ سب خوشیوں سے بڑھ کر خوشی تھی نیز اس میں کفار اور منافقین کے لیے ذلت، رسوائی اور ناگواری کا سامان تھا اس لیے اس کی بجا آوری نیکی اور تقرب الٰہی کے امور سے مشابہت اور موافقت رکھتی ہے اور اسی لیے شادی میں دف بجانے کی اجازت ہے کہ اس میں نکاح کا اعلان اور تشہیر ہے اور یہی چیز نکاح کو بدکاری (سفاح) سے ممتاز قرار دیتی ہے جس میں حد درجہ رازداری اور پوشیدگی ملحوظ رکھی جاتی ہے۔ آپ علیہ السلام نے مشرکین کی ہجو کے جواب میں ہجویہ اشعار کہنے کی جو اجازت مرحمت فرمائی، اس میں بھی مشرکین کو نفسیاتی طور پر ٹارچر کرنے کا فلسفہ کارفرما ہے۔ ارشادی نبوی ہے: ''قریش کی ہجو کرو! بلاشبہ یہ چیز ان کے لیے تیروں کی بوچھاڑ کرنے سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔''

(صحیح مسلم: ٢٤٩٠)

(10)......بَابُ مَنْ نَذَرَ شَيْئًا فَعَجِزَ عَنْهُ

جس شخص نے کوئی نذر مانی لیکن پھر وہ اسے پورا کرنے سے عاجز آ گیا

(٢٤٤٤)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا حَاجِبُ بْنُ أَحْمَدَ الطُّوسِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُنِيبٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلا يُهَادَى بَيْنَ اثْنَيْنِ، فَقَالَ: مَا هٰذَا، قَالُوا: نَذَرَ أَنْ يَمْشِيَ إِلَى الْبَيْتِ فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَغَنِيٌّ عَنْ تَعْذِيبِ هٰذَا نَفْسَهُ، ثُمَّ أَمَرَهُ فَرَكِبَ۔))

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جسے دو شخصوں کے سہارے چلایا جا رہا تھا، آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ایسے کیوں؟'' لوگوں نے کہا: اس نے نذر مانی ہے کہ بیت اللہ تک چل کر جائے گا۔ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت کہ یہ شخص اپنے آپ کو عذاب میں ڈالے؟'' پھر آپ علیہ السلام نے اسے سوار ہونے کا حکم فرمایا۔

شرح: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے نذر مانی کہ بیت اللہ کا حج پیدل ہی کرے گا۔ اس بارے میں نبی ﷺ سے پوچھا گیا اور کہا گیا کہ وہ چل بھی نہیں سکتی، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ سوار ہو اور ایک اونٹ کی قربانی کرے۔'' (صحیح، ابوداود: ٣٣٠٣، ترمذی: ١٥٣٦) بعض روایات میں ہے: ''وہ قربانی کرے۔'' کے الفاظ مروی ہیں۔ (صحیح، ابوداود: ٣٢٩٦)

(٢٤٤٤) أخرجه البخاري: ١٨٦٥، ومسلم: ١٦٤٢

(٢٤٤٥)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو طَاهِرٍ مُحَمَّدُ بْنُ بُوَيْهِ الزَّرَّادُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْخُزَاعِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ أَحْمَدَ الْعَسْقَلَانِيُّ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زَحْرٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الرُّعَيْنِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ......

عَنْ عُقْبَةَ بنِ عَامِرٍ الجُهَنِيِّ، أَنَّ أُخْتَهُ نَذَرَتْ أَنْ تَمْشِيَ إِلَى الْبَيْتِ حَافِيَةً غَيْرَ مُخْتَمِرَةٍ، فَذَكَرَ ذَلِكَ عُقْبَةُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مُرْ أُخْتَكَ، فَلْتَرْكَبْ وَلْتَخْتَمِرْ، وَلْتَصُمْ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ۔))

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کی بہن نے نذر مانی تھی کہ وہ ننگے پاؤں اور ننگے سر بیت اللہ چل کر جائے گی۔ اس بات کا تذکرہ سیدنا عقبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا تو آپ نے فرمایا: ''اپنی بہن کو حکم دے دو کہ وہ سواری پر سوار ہو، سر پر کپڑا لے اور تین دن کے روزے رکھے۔''

شرح ؒمیں نے کہا: اس خاتون کی ڈوپٹہ نہ اوڑھنے والی نذر معصیت پر مبنی تھی کیونکہ عورت کے لیے سر چھپانا واجب ہے لہٰذا ایسی نذر منعقد نہیں ہوتی۔ ننگے پاؤں چلنے کا معاملہ بھی اسی طرح ہے۔ اگر کوئی شخص ننگے پاؤں چل کر حج کرنے کی نذر مان لے تو اس کے لیے ننگے پاؤں چلنا ضروری نہیں۔ کیونکہ اس میں خوامخواہ کی مشقت اور تکلیف ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص پیدل چل کر حج کی نذر مان لے تو اسے پیدل چلنا چاہیے، عاجز آجائے تو سوار ہو جائے۔ (اور کفارہ دے) ایسی نذر کی صورت میں کہاں سے پیدل چلے؟ بعض فقہاء کے نزدیک گھر ہی سے پیدل چلے اور بعض کے نزدیک میقات سے احرام باندھنے کے بعد (پہلے معنی متبادر ہیں مگر بسا اوقات یہ ممکن نہیں ہوتا مثلاً پاکستان والوں کے لیے۔ ع،س) اگر پیدل چل کر حج کرنے کی نذر ماننے والا شخص تھک ہار کر سوار ہو جائے تو کیا اس پر کوئی کفارہ لازم آتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں بھی اہل علم کے مابین اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ اکثر اہل علم کا خیال ہے کہ ایسے شخص پر بکری ذبح کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ یہ امام مالک رحمہ اللہ کا قول تھا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا اظہر اور اصح قول بھی یہی ہے جبکہ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ ایسے شخص پر کچھ واجب نہیں، البتہ از راہِ احتیاط اسے کچھ نہ کچھ کفارہ ضرور دے دینا چاہیے کیونکہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آپ علیہ السلام نے ایک عاجز شخص کو مطلقاً سوار ہونے کا حکم دیا اور فدیہ کی ادائیگی کا حکم نہیں فرمایا، اور جہاں کفارے کا حکم دیا گیا ہے وہ استحباب پر محمول ہوگا، مثلاً ایک روایت میں ہے: ((وَلْتَهْدِ بَدْنَةً)) ''اور چاہیے کہ وہ ایک اونٹنی قربانی دے۔'' تو یہاں اونٹنی ذبح کرنے کا حکم بطور وجوب نہیں ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ایسے شخص پر اونٹنی ذبح کرنا لازم ہے۔

(٢٤٤٥) ضعيف ......أخرجه ابوداود: ٣٢٩٣، والترمذي: ١٥٤٤، والنسائي: ٧/ ٢٠، وابن ماجه: ٢١٣٤

فائدہ: حج سے متعلق اس قسم کی نذر میں بعض علماء قربانی کرنے کے قائل ہیں اور بعض استحباب کے، خواہ قسم کھانے والا ضعیف اور عاجز ہی ہو۔ (ع،س)

((وَلْتَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ)) ''اور تین دن روزے رکھ لے۔'' مطلب یہ ہے کہ قربانی ذبح نہ کر سکے تو بطور کفارہ روزے رکھے۔ بعض کے نزدیک ایسے شخص کو روزے رکھنے اور قربانی ذبح کرنے کے مابین اختیار حاصل ہے جیسا کہ سر زمین حرم میں شکار کرنے والے شخص کے فدیہ کا معاملہ ہے۔ چاہے تو شکار کردہ جانور کی مثل کوئی جانور ذبح کر دے۔ اس جانور کی قیمت لگا کر اتنی قیمت کا کھانا (غلہ وغیرہ) خرید کر صدقہ کر دے یا ہر مُد کے بدلے ایک ایک روزہ رکھ لے، اسے ہر طرح سے اختیار ہے۔

جس شخص نے پیدل چل کر حج کرنے کی نذر مانی ہو لیکن وہ بغیر کسی عاجزی اور لاچاری کے سوار ہو کر حج کر لے تو ایک قول کے مطابق اس پر قضا واجب ہے اور یہ کہ جتنی مسافت اس نے کسی چیز پر سوار ہو کر سفر کیا تھا اتنا پیدل چلے اور جتنا پیدل چلا تھا اسی قدر سوار ہو لے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ اس آدمی پر کوئی قضا نہیں اور یہی بات صحیح ہے۔ اس کا معاملہ ویسا ہی ہے، جیسے کوئی چلنے سے عاجز آ جائے اور سوار ہو جائے، جناب ابراہیم اور جناب حماد نے کہا: ایسی نذر ماننے والا شخص جتنا چل سکے چلے، عاجز آئے تو سوار ہو جائے اور آئندہ سال حج کرے، پہلے حج میں جتنا سوار ہوا تھا، اتنا چلے اور جتنا پیدل چلا تھا، اتنا سوار ہو جائے۔

اگر کسی نے بیت اللہ پیدل چل کر آنے کی نذر مانی ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ حج یا عمرہ کی نیت سے پیادہ چل کر آئے، جیسے اگر کسی نے واضح اور صریح الفاظ کے ساتھ حج یا عمرہ کرنے کی نذر مانی ہو تو اس پر پیادہ چل کر آنا ضروری ہے، وہ حج کی ادائیگی کرتے ہوئے پیدل چلتا رہے گا، تا آنکہ اس کے حق میں عورتوں سے نکاح اور جماع کرنا دونوں جائز ہو جائیں اور ایسا تحلل ثانی کے بعد ہی ہوتا ہے اور عمرہ کرنے کی صورت میں بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کرنے اور سر منڈانے تک پیدل چلنا ہوگا۔

اسی طرح اگر کسی نے بیت اللہ آنے کی نذر مانی ہو تو ایسے شخص پر حج یا عمرہ کی ادائیگی واجب ہو جاتی ہے، البتہ ان الفاظ سے پیادہ چلنا لازم نہیں آتا، یہی حکم اس شخص کا بھی ہے جو حدود حرم میں کسی معین جگہ آنے کی نذر مانے، بعض علماء کے نزدیک حدودِ حرم میں کسی خاص مقام میں آنے کی نذر ماننے والے شخص کہ جس کے الفاظ میں حج وعمرہ کی صراحت موجود نہ ہو، پر حج وعمرہ کی ادائیگی لازم نہیں، ہاں اگر وہ حرم پاک آ جائے اور حج وعمرہ کی ادائیگی سے سعادت مند ہو یا مسجدِ حرام میں اعتکاف کر لے یا دو رکعت نماز نفل ادا کر لے تو اس کی نذر پوری ہو جائے گی اور وہ گناہ گار نہ ہوگا۔

اگر کوئی شخص مسجدِ نبوی یا مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) جانے کی نذر مان لے تو صحیح قول کی رو سے اس پر وہاں جانا لازم ٹھہرے گا، جیسے مسجد حرام جانے کی نذر ماننے والے پر وہاں جانا لازم ہو جاتا ہے، اسے چاہیے کہ وہاں پہنچ کر

اعتکاف کرے یا نماز پڑھے یا جب مسجد نبوی جائے تو نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر حاضری دے۔

اس مسئلہ کی بابت ایک اور قول بھی ہے اور وہ یہ کہ مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ جانے کی نذر ماننے والے پر وہاں جانا لازم نہیں ٹھہرتا، جیسے ان تین مساجد (مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ) کے علاوہ کسی اور مسجد میں جانے کی نذر ماننے والے پر وہاں جانا لازم نہیں ٹھہرتا، کیونکہ یہ نذر منعقد ہی نہیں ہوتی، کسی اور مسجد کی جانب جانے کی نذر ماننے والے پر واقعی جانا لازم نہیں ٹھہرتا اور اس مسئلہ میں کوئی دوسری رائے نہیں، ما سوائے مسجد حرام کے کہ اسے دنیا کی ساری مساجد میں یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس کی طرف جانا تقرّبِ الٰہی اور عبادت ہے اور ایسا اصول شریعت سے ثابت ہے، حج و عمرہ کی ادائیگی کا تعلق اسی مسجد ہی سے تو ہے، لیکن پہلا قول صحیح ہے کہ مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ جانے کی نذر ماننے والے پر وہاں جانا لازم ٹھہرے گا اور اس کی دلیل کہ خود نبی اکرم ﷺ نے اپنے فرمان عالیشان میں ان تین مساجد کو مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے خصوصیت عطا فرمائی ہے، چنانچہ ارشادِ نبوی ہے: ((وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الأَقْصَى، وَمَسْجِدِي هَذَا۔)) ......''پالان نہ کسے جائیں (یعنی سفر نہ کئے جائیں) مگر تین مساجد کی طرف: مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد (مسجد نبوی)۔''

(صحیح بخاری: ۱۹۹۵)

اس حدیث مبارکہ کی بنا پر اگر کوئی شخص ان تین مساجد میں سے کسی ایک مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مان لیتا ہے تو وہ اپنی نذر سے اس وقت تک نہیں نکل سکتا جب تک نذر کردہ مسجد میں نماز نہ پڑھ لے اور اسے اپنی یہ نظر پوری کرنا واجب ہے۔

فائدہ: کسی عام مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانی ہو تو اسے اختیار ہے کہ چاہے تو اس نذر کردہ مسجد میں نماز پڑھے یا کسی اور میں پڑھ لے، سبھی برابر ہیں۔ (ع،س)

اگر کسی نے مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی نذر مانی ہو تو وہ مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے اپنی نذر سے عہدہ برآ ہو جائے گا، لیکن مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھ کر اپنی نذر سے نہیں نکل سکے گا، یہ بات نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کی بنا پر ہے: ((صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ، إِلَّا المَسْجِدَ الحَرَامَ۔)) ......''میری اس مسجد (مسجد نبوی) میں نماز پڑھنا دیگر مساجد میں ایک ہزار نمازیں پڑھنے سے افضل ہے، ما سوائے مسجدِ حرام کے۔''

(صحیح بخاری: ۱۱۹۰، صحیح مسلم: ۱۳۹٤)

اسی طرح اگر کسی نے مسجد حرام میں نماز پڑھنے کی نذر مان رکھی ہو تو وہ کسی اور مسجد میں نماز پڑھنے سے اپنی نذر سے نہیں نکل سکے گا۔

اگر کسی نے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کی نذر مانی ہو اور پھر مسجد حرام یا مسجد نبوی میں نماز ادا کر لے تو وہ اپنی نذر

سے عہد برآ ہو جائے گا، اس موقف پر دلیل سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ ہے: أَنَّ رَجُلًا ، قَامَ يَوْمَ الْفَتْحِ ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، إِنِّي نَذَرْتُ لِلّٰهِ إِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَكَّةَ ، أَنْ أُصَلِّيَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ رَكْعَتَيْنِ ، قَالَ: ((صَلِّ هَاهُنَا۔)) ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ ، فَقَالَ: ((صَلِّ هَاهُنَا۔)) ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ ، فَقَالَ: ((شَأْنُكَ إِذَنْ)) ......ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر اللہ نے آپ کو مکہ فتح کرا دیا تو میں بیت المقدس میں دو رکعت نماز پڑھوں گا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہیں (بیت اللہ میں) میں پڑھ لو۔'' اس نے اپنی بات دوہرائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں کہہ رہا ہوں کہ یہیں بیت اللہ میں ادا کرلو۔'' لیکن جب اس نے اپنی بات تیسری بار دوہرائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تب تیری مرضی ہے۔'' (صحیح، ابوداود: ۳۳۰۵)

فائدہ: اگر کسی خاص جگہ عبادت کی نذر مانی ہو تو جائز ہے کہ اس سے افضل جگہ میں اپنی نذر پورے کرلے، سب سے افضل مسجد بیت اللہ الحرام ہے، بعد ازاں مسجد نبوی اور پھر بیت المقدس ہے۔ (ع،س)

اگر کوئی شخص بیت اللہ پیدل چل کر جانے کی یا صرف ''البیت'' کہہ کر پیادہ چل کر جانے کی نذر مانے اور نیت میں ہو کہ سب مساجد اللہ ہی کے گھر ہیں تو پھر وہ کسی بھی مسجد میں حاضری دے کر اپنی نذر پوری کرسکتا ہے، جیسے اگر وہ کسی مسجد کا نام بالوضاحت لیتا تو وہیں جا کر اپنی نذر کو پورا کر لیتا، اگر وہ کسی چیز کی نیت نہیں کرتا تو اس پر کچھ بھی لازم نہیں۔

اگر کوئی شخص کسی مخصوص شہر کے نادار افراد پر خرچ کرنے کی نذر مانتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ صرف انہیں پر خرچ کرے، کسی اور شہر کے فقراء پر خرچ کر دینا درست نہ ہوگا، امام شافعی رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر میرے ہاں لڑکے کی ولادت ہوئی تو میں بوانہ (گھاٹی) کے سرے پر کئی بکریاں ذبح کروں گا، رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا: ''کیا وہاں ان بتوں میں سے کوئی بت تھا؟'' اس نے کہا: جی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر جو تو نے اللہ کے لیے نذر مانی ہے، اسے پورا کر۔''

(صحیح، ابوداود: ۳۳۱۴، ابن ماجہ: ۲۱۳۱)

بوانہ کا مقام زیریں مکہ کی طرف یلملم سے پہلے ہے، اور نبی کریم ﷺ سے پوچھنے والے اس شخص کا نام کردم بن سفیان ثقفی تھا۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ ایسی نذر کی صورت میں کسی بھی علاقے کے فقراء پر خرچ کر دینا جائز ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے عمرو بن عبید انصاری سے بیان کیا کہ انھوں نے جناب سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے بُدنہ (اونٹنی) کے ذبح کے متعلق پوچھا، جس کے ذبح کرنے کی نذر ان کی بیوی نے مان رکھی تھی، جناب سعید بن مسیّب نے کہا: بُدنہ کا لفظ اونٹ پر بولا جاتا ہے اور (قرآن مجید میں) بُدنہ کے ذبح کا محل بیت العتیق (یعنی بیت اللہ الحرام) کو بتایا گیا ہے، الا یہ کہ تیری بیوی نے کسی متعین مقام کے ذبح کی نذر مانی ہو تو پھر تجھے وہیں ذبح کرنا چاہیے۔ اگر تجھے بُدنہ (اونٹ) میسر نہ ہو تو

گائے ذبح لے اور اگر گائے بھی دستیاب نہ ہو تو دس بکریاں ذبح کرلے۔ پھر میں یہی سوال لے کر جناب سالم بن عبد اللہ رحمہ اللہ کے پاس گیا تو انھوں نے بھی وہی جواب دیا جو سعید بن مسیّب رحمہ اللہ نے دیا تھا، صرف انہوں نے اتنی ترمیم کی کہ گائے نہ ملنے کی صورت میں سات بکریاں ذبح کی جائیں۔ پھر میں یہی استفسار لے کر جناب خارجہ بن زید رحمہ اللہ کے پاس گیا تو ان کا جواب بھی جناب سالم کے جواب سے مماثل تھا، پھر میں جناب عبداللہ بن محمد بن علی بن ابو طالب رحمہ اللہ کے پاس گیا، تو ان کا جواب بھی جناب سالم کے جواب کی طرح تھا۔

امام مالک نے امام نافع سے اور انھوں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ جو شخص بُدنہ ذبح کرنے کی نذر مانے تو اسے چاہیے کہ اپنے جانور کو دو جوتیوں کا قلادہ پہنائے اور اشعار کرے، پھر اسے لے چلے اور بیت اللہ میں لے جا کر قربان کر دے یا دس ذی الحجہ (یعنی یوم النحر) کو مقام منیٰ میں ذبح کر دے، کیونکہ بُدنہ کے ذبح کا محل منیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں، البتہ جس نے عام اونٹ یا گائے کے ذبح کی نذر مانی ہو تو وہ جہاں چاہے ذبح کر دے (منیٰ میں ذبح کرنے کا پابند نہیں)۔

(11)......بَابُ لَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةٍ وَلَا فِيْ مَالَا يَمْلِكُ

گناہ کے کام کی کوئی نذر نہیں اور نہ غیر مملوکہ چیز میں نذر ہے

(٢٤٤٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الوهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الكِسَائِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وأنا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أنا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ، أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ، عَنْ أَيُّوبَ السِّخْتِيَانِيِّ، عَنْ أَبِي قِلابَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ......

عَنْ عِمْرَانَ بنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ قَوْمًا أَغَارُوا، فَأَصَابُوا امْرَأَةً مِنَ الأَنْصَارِ، وَنَاقَةً لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ وَالنَّاقَةُ عِنْدَهُمْ، ثُمَّ انْفَلَتَتِ الْمَرْأَةُ، فَرَكِبَتِ النَّاقَةَ فَأَتَتِ الْمَدِينَةَ، فَعُرِفَتْ نَاقَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: إِنِّي نَذَرْتُ لَئِنْ أَنْجَانِيَ اللّٰهُ عَلَيْهَا لأَنْحَرَنَّهَا، فَمَنَعُوا أَنْ تَنْحَرَهَا

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک قوم نے (مدینہ پر) لوٹ ڈالی اور انصار کی ایک خاتون اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو پکڑ کر لے گئے (ایک عرصہ تک) وہ عورت اور اونٹنی ان کے پاس رہی، پھر عورت اونٹنی پر سوار ہو کر نکل بھاگی اور مدینہ منورہ آ پہنچی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو پہچان لیا گیا۔ عورت نے کہا: میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اس اونٹنی پر سوار ہو کر میں بچ نکلی تو اسے ضرور ذبح

(٢٤٤٦) أخرجه مسلم: ١٦٤١

حَتَّى يَذْكُرُوا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ((بِئْسَ مَا جَزَيْتِهَا أَنْ نَجَّاكِ اللّٰهُ عَلَيْهَا أَنْ تَنْحَرِيهَا، لا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ، وَلا فِيمَا لا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ۔)) وَقَالا مَعًا أَوْ أَحَدُهُمَا فِي الْحَدِيثِ: وَأَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَتَهُ۔

کر ڈالوں گی۔ لوگوں نے اسے اونٹنی ذبح کرنے سے منع کیا تا آنکہ وہ اس مسئلہ کو نبی اکرم ﷺ کے گوش گذار کردیں چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے اسے بہت بڑا بدلہ دیا کہ اگر اللہ نے اس پر سوار ہو کر تجھے نجات دے دی تو اسے ذبح کرڈالے گی، اللہ کی نافرمانی کے کام کی کوئی نذر نہیں اور جس چیز کا انسان مالک نہیں اس کی کوئی نذر نہیں، دونوں محدثین (احمد بن عبداللہ صالحی اور محمد بن احمد العارف) نے یا ان میں سے ایک نے اپنی بیان کردہ روایت میں کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی اونٹنی لے لی۔

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ معصیت والی نذر پڑتی ہی نہیں اور نہ ایسی نذر ماننے سے کوئی کفارہ ہی لازم آتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص عید کے دن کا روزہ رکھنے کی نذر مان لے تو اس پر کچھ بھی واجب نہ ہوگا، نہ روزہ رکھنا اور نہ کفارہ۔ اگر کوئی شخص اپنے بچے کو ذبح کرنے کی نذر مان لیتا ہے تو ایسی نذر باطل قرار پائے گی۔ نبی ﷺ کے صحابہ میں سے ایک جماعت کا یہی موقف ہے، مثلاً ابن عمر رضی اللہ عنہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

جبکہ اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ نافرمانی کی نذر ماننے والے پر کفارے کی ادائیگی لازم ہے جو کہ قسم کا کفارہ ہے (البتہ نذر پوری نہ کی جائے) امام ثوری، امام احمد، امام اسحاق اور اہل رائے کا یہی موقف ہے۔

مروی ہے کہ ایک خاتون نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آکر مسئلہ دریافت کیا کہ میں نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر مانی ہے (کیا میں اسے ذبح کردوں؟) انہوں نے کہا: اپنے بیٹے کو ذبح مت کر اور اپنی نذر کا کفارہ دے دے۔ (مؤطا امام مالک: ۱۰۳۰)

جناب عکرمہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر مانتا ہے اسے ایک مینڈھا قربان کرنا چاہیے۔

اہل رائے نے کہا: جب کوئی شخص عید کے دن کے روزے کی نذر مان لے تو اس پر واجب ہے کہ وہ عید کے علاوہ کسی اور دن کا روزہ رکھے اور اگر کوئی اپنی اولاد کے ذبح کی نذر مان لے تو اس پر ایک بکری ذبح کرنا لازم ہے۔ جمہور کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اپنے بیٹے کو ذبح یا قتل کرنے کی نذر ماننے والے پر بکری قربان کرنا ضروری نہیں۔ جو حضرات نافرمانی کی نذر میں قسم کا کفارہ واجب ہونے کے قائل ہیں ان کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ ہے۔

(٢٤٤٧)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الشِّيرَزِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ الْقُهُسْتَانِيُّ الْمَعْرُوفُ بِأَبِي تُرَابٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي دَاوُدَ الْبُرُلُّسِيُّ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ الأَعْشَى، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، وَابْنِ أَبِي عَتِيقٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَرْقَمَ، أَنَّ يَحْيَى بْنَ أَبِي كَثِيرٍ الَّذِي كَانَ يَسْكُنُ الْيَمَامَةَ حَدَّثَهُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ......

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ، وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ۔))

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! نافرمانی کے کام کی کوئی نذر نہیں اوراس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔''

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اگر کوئی شخص غیر معین نذر مانتا ہے اوراس کا تعین نہیں کرتا، مثلاً یوں کہتا ہے کہ میرے ذمے اللہ کے لیے نذر ہے۔ اس پر قسم والا کفارہ واجب ہے کیونکہ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایسی نذر جو غیر معین ہو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔'' (صحیح مسلم: ١٦٤٥)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: جس نے نذر مانی اوراس کا نام نہ لیا، اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر مانی تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے اور جس نے ایسی نذر مانی جسے پورا کرنے کی وہ طاقت نہیں رکھتا، اس کا کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہے، بعض راویوں نے اس کو مرفوعاً بیان کیا ہے۔

(ابو داود: ٣٣٢٢، ابن ماجه: ٢١٢٨، لكنه ضعيف مرفوعا)

فائدہ: بعض حضرات معصیت، غیر مملوکہ اور طاقت نہ رکھنے والی نذر کے بارے میں یہ موقف رکھتے ہیں کہ ان چیزوں میں نذر اور قسم نہیں ماننی چاہیے، یہ منع ہے اور اگر کوئی ان چیزوں کے بارے میں قسم کھالے یا نذر مان لے تو وہ پوری نہیں کرنی چاہیے کیونکہ نذر یا قسم کے ساتھ ممنوع کام جائز نہیں ہوسکتا البتہ ایسی قسم کے کفارے کے بارے میں اختلاف ہے۔ راجح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ کفارہ ادا کرنا ہوگا کیونکہ یہ سزا ہے اس بات کی کہ اس نے اللہ تعالیٰ کا معظم اور مقدس نام ایسی چیز میں استعمال کیا جو شرعاً ممنوع ہے۔ گویا اس نے اللہ کے نام کی توہین کی ہے، لہٰذا ان چیزوں میں نذر اور قسم کے معتبر نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نذر اور قسم کے باوجود وہ کام جائز نہیں ہوگا بلکہ ایسی قسم یا نذر کو توڑنا واجب ہے اوراس غلطی کا وہ کفارہ دے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ ایسی نذر یا قسم منعقد ہی نہیں ہوتی، لہٰذا کفارے کی ضرورت نہیں مگر یہ بات کمزور معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

(٢٤٤٧) صحيح ......أخرجه ابوداود: ٣٢٩٠، والترمذی: ١٥٢٤، والنسائی: ٣٨٤٣، والنسائی: ٣٨٤٥

(12)......بَابُ نَذْرِ اللَّجَاجِ وَالغَضَبِ
جھگڑے اور غصے میں مانی گئی نذر (کا حکم)

(٢٤٤٨)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحَجَبِيِّ، عَنْ أُمِّهِ......

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: مَنْ قَالَ: مَالِي فِي رِتَاجِ الْكَعْبَةِ، فَإِنَّمَا كَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جس شخص نے یوں کہا: میرا سب مال کعبہ کے لیے وقف ہے تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔

شرح الرتاج کا لفظی معنی تو دروازہ ہے لیکن جس نے یہ لفظ بول کر خاص دروازہ نہیں بلکہ عموم مراد لیا کہ میرا مال کعبۃ اللہ کی اصلاح اور تعمیر کے لیے وقف ہے تو اس شخص کا مال اس کی نیت کے مطابق خرچ ہوگا۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اگر کوئی شخص ایسی نذر حالت غضب میں مانتا ہے تو اسے قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا جیسا کہ جناب سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انصاریوں میں دو بھائیوں میں وراثت کا معاملہ تھا۔ ایک نے دوسرے سے تقسیم کا مطالبہ کیا تو اس نے کہا! اگر تو نے مجھ سے دوبارہ تقسیم کی بات کی تو میرا سب مال کعبہ کے لیے وقف ہوا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: کعبہ تیرے مال کا محتاج نہیں، اپنی قسم کا کفارہ ادا کر اور اپنے بھائی سے بات کر۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے: ''رب تعالیٰ کی نافرمانی میں تیری کوئی قسم ہے، نہ نذر اور نہ قطع رحمی میں نذر ہے اور نہ اس چیز میں جس کا تو مالک نہیں۔'' (ضعیف الاسناد، ابوداود: ٣٢٧٢)

امام رحمہ اللہ نے کہا: اہل علم کا ایسی نذر کے بارے میں اختلاف ہے جو قسم کے انداز میں مانی گئی ہو، مثلاً کہنے والے نے یوں کہا ہو: اگر میں فلاں سے بات کروں تو میرے ذمے اللہ کے لیے ایک گردن آزاد کرنا ہے یا اگر میں گھر میں داخل ہوا تو میرے ذمے اللہ کے لیے روزے رکھنا یا نماز پڑھنا ہے۔ تو نذر ماننے کا یہ انداز قسم کا اسلوب لیے ہوئے ہے، قائل ان الفاظ سے اپنے آپ کو ایک کام کرنے سے روکتا ہے جس طرح قسم کھانے والا اپنے اوپر کسی کام کے کرنے کی پابندی لگا لیتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے ادوار کے اکثر اہل علم کا یہ موقف ہے کہ قسمیہ انداز میں نذر ماننے والا شخص اگر مذکورہ کام کر گزرتا ہے تو اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے جس طرح قسم کھا کر توڑ دینے والے آدمی کا معاملہ ہے۔ سیدنا ابن عمر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما اسی کے قائل ہیں۔ جناب حسن بصری رحمہ اللہ اور طاؤس کا یہی موقف ہے، صحیح قول کے مطابق امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق رحمہم اللہ بھی اسی طرف گئے ہیں۔ ایک قوم کا خیال ہے کہ ایسے آدمی کو اپنے الفاظ کو پورا کرنا چاہیے، اہل رائے کا مشہور موقف یہی ہے، امام مالک رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

(٢٤٤٨) سنده صحيح ...... أخرجه الامام مالك فى المؤطأ: ١٠٤٠

اگر کوئی شخص اپنے جمیع مال کو صدقہ کر دینے کی قسم کھا لیتا ہے یا یوں کہتا ہے کہ میرا سارا مال اللہ کے راستے میں وقف ہے تو ایسے الفاظ کے بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس پر قسم کا کفارہ ہے۔ امام شعبی، حکم اور حماد اس کے قائل ہیں کہ اس پر کچھ لازم نہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: ایسا شخص اپنے مال میں سے ایک تہائی اللہ کی راہ میں صدقہ کرے گا۔ اہل رائے کا موقف ہے کہ ایسے الفاظ کہنے والے کو اپنا وہ مال راہ خدا میں صدقہ کرنا ہوگا جس پر زکاۃ پڑتی ہے ماسوائے زمینوں اور جانوروں کے۔

امام مالک رحمہ اللہ ایسی صورت میں ایک تہائی مال صدقہ کر دینے کے قائل ہیں۔ انہوں نے اپنے موقف پر دلیل مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ سے اخذ کی ہے کہ سیدنا ابولبابہ (رفاعہ بن عبدالمنذر) نے جب اللہ کی طرف توبہ کی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میں اپنا آبائی گھر جس میں مجھ سے یہ گناہ ہوا، چھوڑ دوں اور آپ کے پڑوس میں آبسوں اور صدقہ کر کے اپنے سب مال سے دست بردار ہو جاؤں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تیسرا حصہ کافی ہے۔''

(صحيح بخاری: ٦٦٩٠)

جناب شعبہ رحمہ اللہ نے کہا: میں نے حکم اور حماد سے اس آدمی کے متعلق پوچھا جو یہ کہتا ہے کہ اگر میں قرض خواہ سے چھوٹ جاؤں تو اس بنا پر مجھ پر مسکینوں پر کتنا صدقہ لازم ہے تو ان دونوں نے کہا: کچھ بھی نہیں ہے، حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا: قسم کا کفارہ دینا پڑے گا۔

(13)......بَابُ قَضَاءِ النَّذْرِ عَنِ الْمَيِّتِ

میت کی طرف سے نذر پوری کرنا

(٢٤٤٩)- أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَخْبَرَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عبَّاسٍ، أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ اسْتَفْتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ، وَعَلَيْهَا نَذْرٌ لَمْ تَقْضِهِ؟ فَقَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((اقْضِهِ عَنْهَا۔))

سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اور کہا کہ میری والدہ فوت ہوگئی ہے اور اس کے ذمے نذر تھی جو وہ پوری نہیں کر سکی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اس کی طرف سے پوری کردو۔''

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث مبارکہ میں دلیل ہے کہ اگر میت کے ذمے زکاۃ کی ادائیگی یا کوئی کفارہ یا نذر رہتی ہو تو اس کے مال سے سب سے قبل ان حقوق کی ادائیگی واجب ہے، بعدازاں میت کی طرف سے

(٢٤٤٩) أخرجه البخاري: ٢٧٥٦، ومسلم: ١٦٣٨

کی گئی وصیتیں پوری کی جائیں اور پھر وراثت کی تقسیم کا مرحلہ حل کیا جائے، جیسے بندوں کے قرض کی ادائیگی تجہیز و تکفین کے بعد فوراً عمل میں لائی جائے گی۔ میت کی طرف سے ان کی وصیت کی گئی ہو یا نہ (اللہ تعالیٰ کے قرض کا معاملہ بھی اسی طرح بلکہ اللہ تعالیٰ کا حق اس بات کا زیادہ متقاضی ہے کہ اس کی ادائیگی کی جائے)

امام عطاء، طاؤس اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم اسی بات کے قائل ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ اگر مرنے والا اپنے قرض کے متعلق وصیت نہ کر گیا ہو تو ادائیگی نہ کی جائے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا بھی موقف یہی ہے۔ انہوں نے مزید کہا ہے کہ وصیت کر جانے کی صورت میں ایک تہائی جائداد سے ادائیگی کی جائے گی اور دیگر تمام وصیتوں سے پہلے اس کی ادائیگی کو یقینی بنایا جائے گا۔

مروی ہے کہ ایک عورت نے یہ نذر مانی کہ میرے ذمے مسجد قبا پیدل چل کر جانا ہے لیکن ادائیگی کا مرحلہ آنے سے قبل وہ فوت ہوگئی۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے بیٹے سے کہا کہ وہ اپنی والدہ کی طرف سے پیدل چل کر نذر پوری کرے۔ (مؤطا امام مالك: ١٠٢٥)

(26)......كِتَابُ الْأُمَارَةِ وَالْقَضَاء
امارت اور قضا کے احکام ومسائل

(۱)......بَابُ وُجُوبِ طَاعَةِ الوَالي
والی (حکمران) کی اطاعت واجب ہے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ﴾......
''فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول اللہ ﷺ کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔'' (سورۂ نساء: ۵۹)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اولوالامر سے مراد امراء وحکام ہیں اور مجاهد رحمہ اللہ نے کہا: اس سے مراد علماء وفقہاء ہیں۔

(٢٤٥٠)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، أَخْبَرَنَا أَبُو طَاهِرٍ الزِّيَادِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ حَفْصٍ التَّاجِرُ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ الْكُوفِيُّ، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ، وَمَنْ أَطَاعَ الإِمَامَ فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ، وَمَنْ عَصَى الإِمَامَ فَقَدْ عَصَانِي۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے میری اطاعت کی درحقیقت اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس شخص نے امام وقت کی اطاعت کی درحقیقت اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی درحقیقت اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امام (حکمران) کی نافرمانی کی تو گویا اس نے میری نافرمانی کی۔''

(٢٤٥١)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ حَسَّانُ بْنُ سَعِيدٍ الْمَنِيعِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو طَاهِرٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَحْمِشٍ الزِّيَادِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْقَطَّانُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ بْنُ

(٢٤٥٠) أخرجه البخاري: ٢٩٥٧، ٧١٣٧

(٢٤٥١) انظر الحديث السابق

يُوسُفَ السُّلَمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ......

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ، وَمَنْ يَعْصِنِي فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ، وَمَنْ يُطِعِ الأَمِيرَ، فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ يَعْصِ الأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس آدمی نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔''

(۲۴۵۲)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَحْمَدَ الْقَفَّالُ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مَنْصُورٍ أَحْمَدُ بْنُ الْفَضْلِ الْبَرْوَنْجِرْدِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ بَكْرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَمْدَانَ الصَّيْرَفِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ الْكُدَيْمِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ......

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لأَبِي ذَرٍّ: ((اسْمَعْ وَأَطِعْ وَلَوْ لِعَبْدٍ حَبَشِيٍّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ۔))

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''(امیر کی) بات سن اور اس کا کہا مان خواہ امیر حبشی غلام ہو اور اس کا سر (بوجہ چھوٹے ہونے کے) منقے جیسا ہو۔''

شرح: صحیح مسلم میں ہے کہ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: مجھے میرے خلیل ﷺ نے وصیت کی کہ میں (امیر کی) بات سنوں اور اس کی اطاعت کروں اگرچہ وہ امیر ناک (یا) کان کٹا ہی کیوں نہ ہو۔ ام الحصین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو حجۃ الوداع کا خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''اگر تم پر غلام امیر بنا دیا جائے جو تمہیں اللہ کی کتاب کے مطابق لے چلے تو تم اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔'' (صحيح مسلم: ۱۸۳۸)

(2)......بَابُ الطَّاعَةِ فِي الْمَعْرُوفِ

نیکی میں اطاعت کرنے کا بیان

(۲۴۵۳)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ،

(۲۴۵۲) أخرجه البخاري: ۶۹۳، ۶۹۶، ومسلم: ۱۸۳۷

(۲۴۵۳) أخرجه البخاري: ۷۱۴۴، ومسلم: ۱۸۳۹

عَنْ عُبيدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنِی نَافِعٌ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَلا سَمْعَ وَلا طَاعَةَ.))

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''مسلمان شخص کے لیے سننا اور اطاعت کرنا لازم ہے خواہ وہ اسے پسند کرتا ہو یا ناپسند کرتا ہو جب تک اسے نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے پس جب اسے نافرمانی کا حکم دیا جائے تو کوئی سننا اور اطاعت کرنا نہیں۔''

شرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے باسند صحیح مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نافرمانی میں (امیر کی) اطاعت نہیں کی جائے گی بلکہ اطاعت تو صرف معروف (شریعت مطہرہ کے عین مطابق) کاموں میں ہے۔''

(صحیح بخاری: ٤٣٤٠، ٧١٤٥، صحیح مسلم: ١٨٤٠)

(٢٤٥٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّاوُدِیُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسَى بْنِ الصَّلْتِ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْهَاشِمِیُّ ح وأنا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِیُّ، أَخْبَرَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِیُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: كُنَّا إِذَا بَايَعْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ يَقُولُ لَنَا: ((فِيمَا اسْتَطَعْتُمْ.))

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب ہم رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرتے کہ سنیں گے اور اطاعت کریں گے تو آپ ہمیں فرماتے: ''استطاعت کے مطابق اطاعت ہوگی۔''

(٢٤٥٥)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِیُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الصَّيْرَفِیُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصفَّارُ، حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ غَالِبٍ تَمْتَامٌ الضَّبِّیُّ، حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ الدَّارِمِیُّ، حَدَّثَنَا مَسْلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِی هِنْدٍ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنِ الزِّبْرِقَانِ......

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِی مَعْصِيَةِ الخَالِقِ.))

سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خالق کی نافرمانی کی صورت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔''

(٢٤٥٤) أخرجه البخاری: ٧٢٠٢، ومسلم: ١٨٦٧

(٢٤٥٥) حديث صحيح ......أخرجه الامام احمد فی المسند: ٢٠٦٧٨ من حديث الحكم بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہ .

شرح: حکام وقت اپنے مخالفین کے بارے میں سزا اور عقوبت کا جو حکم جاری کریں، کیا ان کے کارندوں کو ویسے کر گزرنا چاہیے؟ اس بارے میں علماء کے مابین خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ امراء اور حکام کسی کے متعلق جو حکم احکام جاری کریں ان کے ماتحتوں کو مجال انکار نہیں ہونا چاہیے، انہیں ویسا کر گزرنا چاہیے۔

امام محمد بن حسن رحمہ اللہ نے کہا: مامورین کو صرف وہی حکم روبہ عمل لانا چاہیے جو عدل وانصاف اور حق وصواب پر مبنی ہو اور اس کے صحیح اور درست ہونے پر کوئی اور عادل شخص بھی گواہ ہو اور زنا کے معاملے میں اس کے علاوہ مزید تین گواہوں کا ہونا ضروری اور لازمی ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب عمر بن ہبیرہ عراق پر گورنر تھا تو اس نے بہت سارے فقہاء اور علماء سے یہ مسئلہ دریافت کیا جن میں حسن بصری اور شعبی رحمہما اللہ بھی تھے کہ امیر المؤمنین مجھے بعض ایسے امور کے متعلق لکھ بھیجتے ہیں جو غیر شرعی ہوتے ہیں تو آپ ان کی بابت کیا مشورہ دیتے ہیں مجھے وہ کرنے چاہئیں یا نہیں؟ امام شعبی رحمہ اللہ نے کہا: آپ مامور اور حکم کے پابند ہیں۔ آپ انہیں بجالائیں، ان کا ثواب وعقاب حکم دینے والے پر ہے۔

پھر عمر بن ہبیرہ نے حسن بصری رحمہ اللہ سے کہا آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: شعبی رحمہ اللہ نے جواب تو دے ہی دیا ہے، اس نے کہا: آپ اپنی رائے دیں، تو جناب حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا، اے عمر! اللہ سے ڈر، تیرے پاس ایک فرشتہ آنے والا ہے جو تجھے شاہی سے اتار کر اور محل کی کشادگیوں اور وسعتوں سے نکال کر قبر کی تنگی اور گھٹن میں لے جائے گا تو اس کیفیت سے بچ کہ گناہ آلود ہو کر اللہ تعالیٰ سے ملے بلاشبہ خالق کی نافرمانی کی صورت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

وَرُوِيَ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ أَنَّهُ مَرَّ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَهُوَ يَتَغَيَّظُ عَلَى رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، وَقِيلَ: إِنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَسُبُّ أَبَا بَكْرٍ، فَقَالَ أَبُو بَرْزَةَ: قُلْتُ: يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللّٰهِ! مَنْ هٰذَا الَّذِي تَتَغَيَّظُ عَلَيْهِ؟ قَالَ: فَلِمَ تَسْأَلُ عَنْهُ؟ قُلْتُ: لأَضْرِبَ عُنُقَهُ۔ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ لأَبِي بَرْزَةَ: لَوْ قُلْتُ لَكَ ذٰلِكَ أَكُنْتَ تَفْعَلُهُ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ فَقَالَ: مَا كَانَ ذٰلِكَ لأَحَدٍ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ...... سیدنا ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کا گزر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا وہ اپنے ساتھیوں میں سے ایک پر سخت برہم ہو رہے تھے، کسی نے بتایا کہ یہ شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا ہے۔ سیدنا ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول کے نائب! یہ کون ہے؟ جس پر آپ اس درجہ غیظ وغضب کا اظہار کر رہے ہیں؟ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ کے پوچھنے کا مطلب؟ میں نے کہا: تاکہ اس کی گردن تن سے جدا کر دوں، ایک روایت میں ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اگر میں تجھے اسے قتل کا حکم دیتا تو تو کر گزرتا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس

کے علاوہ یہ کسی کا حق نہیں (کہ اس کے گستاخ کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے)۔

(صحیح، رواه المروزی فی مسند ابی بکر: ٦٦)

یہ واقعہ ہمارے موقف کی تائید کرتا ہے کہ کسی کے حکم سے کسی مسلمان کو قتل کرنا واجب نہیں ہو جاتا الا یہ کہ اس کا قتل کرنا بتقاضائے شریعت درست اور صحیح ہو۔

کسی کا حکم اگر بغیر چوں چراں اور حیل وحجت کے مانا جاسکتا ہے تو وہ صرف اللہ کے رسول ﷺ کی ہستی مبارک ہے کہ ان کا ہر حکم حق وصواب اور عدل وانصاف پر مبنی ہے۔ اس واقعے سے یہ مطلب بھی اخذ کیا گیا ہے کہ صرف نبی اکرم ﷺ کی گستاخی اور بے ادبی موجب قتل ہے کسی اور کی نہیں۔ شاتم رسول کی سزا قتل ہے کسی اور کے شاتم کی نہیں۔

(3)......بَابُ الصَّبْرِ عَلٰی مَا یَکْرَہُ مِنَ الْاَمِیْرِ وَلُزُوْمِ الْجَمَاعَةِ

امیر کے ناپسندیدہ امور پر صبر کرنے اور جماعت کو لازم پکڑنے کا بیان

(٢٤٥٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّاوُدِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسَى بْنِ الصَّلْتِ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْهَاشِمِيُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَخْبَرَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَادَةُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ عُبَادَةَ، أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ......

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: بَايَعْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، فِي الْيُسْرِ وَالْعُسْرِ، وَالْمَنْشَطِ، وَالْمَكْرَهِ، وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ، وَأَنْ نَقُومَ أَوْ نَقُولَ بِالْحَقِّ حَيْثُمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ۔

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی کہ ہم ہر تنگی وآسانی اور خوشی وناخوشی میں آپ کی بات سنیں گے اور اطاعت کریں گے اور ہم حاکموں سے ان کی حکومت نہیں چھینیں گے اور ہم جہاں بھی ہوں حق پر قائم رہیں گے یا حق بات ڈنکے کی چوٹ کہیں گے، ہم اللہ تعالیٰ (کی اطاعت) کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

(٢٤٥٦) أخرجه البخاري: ٧١٩٩، ومسلم: ١٧٠٩

(٢٤٥٧)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ......

عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَهُوَ مَرِيضٌ، قَالَ: دَعَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْنَا، فَقَالَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا أَنْ بَايَعْنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي مَنْشَطِنَا، وَمَكْرَهِنَا، وَعُسْرِنَا، وَيُسْرِنَا، وَأَثَرَةٍ عَلَيْنَا، وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللّٰهِ فِيهِ بُرْهَانٌ۔

جناب جنادہ بن امیہ کہتے ہیں: ہم سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے۔ وہ مریض تھے انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا، ہم نے آپ کی بیعت کی، آپ نے ہم سے جو عہد و پیمان لیا اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ ہم نے بیعت کی کہ ہم اپنی ہر تنگی و آسانی اور خوشی و ناخوشی میں آپ کی بات سنیں گے اور اطاعت کریں گے، خواہ دوسروں کو ہم پر ترجیح دی جائے۔ اور ہم حاکموں سے ان کی حکومت نہیں چھینیں گے البتہ جب ان میں کھلم کھلا کفر دیکھیں گے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے دلیل موجود ہو گی۔

شرح (وَأَثَرَةٍ عَلَيْنَا) ''اگرچہ دوسروں کو ہم پر ترجیح دی جائے'' یعنی ہمارے اہل ہونے کے باوجود خواہ امیر ہم پر کسی اور کو ترجیح دے دے اور ہم سے ہمارے مرتبے کے مطابق سلوک نہ کرے اور کسی اور کو فضیلت دے دے ہم تب بھی اس کی بغاوت اور نافرمانی نہیں کریں گے تاکہ مسلمانوں کا شیرازہ نہ بکھرے۔

(بَوَاحاً) ''ظاہر کفر'' جب کوئی راز اور بھید کو افشاں کر دے تو کہا جاتا ہے: بَاحَ بِالسِّر۔ ''اس نے بھید آشکار کر دیا۔''

(عِنْدَكُمْ مِنَ اللّٰهِ فِيهِ بُرْهَانٌ) ''تمہارے پاس اس مسئلے کے متعلق اللہ کی طرف سے دلیل ہو۔''

یعنی تمہارے موقف کی تایید میں کوئی آیت یا حدیث ہو جس کی کوئی تاویل نہ ہو سکے اور وہ اپنے مدعا اور منطوق پر دوٹوک دلالت کرتی ہو۔

(٢٤٥٨)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ،

(٢٤٥٧) أخرجه البخاري: ٧٠٥٥، ومسلم: ١٧٠٩

(٢٤٥٨) أخرجه البخاري: ٧١٤٣، ومسلم: ١٨٤٩

عَنِ الْجَعْدِ، عَنْ أَبِی رَجَاءٍ......

عَـنِ ابنِ عبَّاسٍ يَرْوِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَـلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا يَكْرَهُهُ، فَلْيَصْبِرْ، فَإِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ يُفَارِقُ الْـجَـمَـاعَةَ شِبْـرًا، فَيَمُوتُ إِلا مَـاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً۔))

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنے امیر میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو صبر کرے اس لیے کہ جو ایک بالشت جماعت سے الگ ہوا اور اسے موت آ گئی تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔''

(٢٤٥٩)۔ حَـدَّثَـنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِیُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِیُّ، حَـدَّثَـنَـا أَبُـو الْـعَبَّـاسِ الأَصَمُّ، حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ سَهْلٍ الدِّمْيَاطِیُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ ضَبَّةَ بْنِ مِحْصَنٍ......

عَـنْ أُمِّ سِلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰـهُ عَـلَيْـهِ وَسَـلَّـمَ: ((يَكُونُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ تَـعْـرِفُـونَ وَتُـنْكِرُونَ، فَمَنْ أَنْكَرَ فَقَدْ بَرِءَ، وَمَـنْ كَـرِهَ فَـقَـدْ سَلِـمَ، وَلَـكِنْ مَنْ رَضِیَ وَتَـابَـعَ)) قَـالُـوا: أَفَلا نَقْتُلُهُمْ ؟ قَالَ: ((لَا مَا صَلُّوا، لا مَا صَلُّوا۔))

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر کچھ امیر مقرر ہوں گے جن (کی کچھ باتوں) کو تم اچھا سمجھو گے اور (کچھ) کو برا سمجھو گے۔ جس شخص نے (ان کی بری باتوں کا) انکار کیا وہ بری ہے اور جس نے ان کو برا جانا وہ محفوظ رہا البتہ جس نے ان کو پسند کیا اور ان کی مرضی کے مطابق چلا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا؟ کیا ہم ان سے لڑائی کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! جب تک وہ نماز کے نظام کو قائم رکھیں۔ نہیں جب تک وہ نماز کے نظام کو قائم رکھیں۔

شرح اور اس حدیث مبارکہ کے الفاظ یوں بھی مروی ہیں (فَـمَنْ أَنْكَرَ بِلِسَانِهِ، فَقَدْ بَرِیَ، وَمَنْ كَـرِهَ بِقَلْبِهِ، فَقَدْ سَلِمَ))...... ''جس نے ان کی بری باتوں کا انکار اپنی زبان سے کیا وہ بری ہے اور جس نے ان کو دل سے برا جانا پس وہ محفوظ ہے۔''

سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَـنْ وُلِّـیَ عَلَيْـهِ وَالٍ، فَـرَآهُ يَـأْتِی شَيْئًا مِنْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ، فَلْيَكْرَهْ مَا يَأْتِی مِنْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ، وَلا يَنْزِعَنَّ يَدًا مِـنْ طَاعَةٍ۔)) ......''جس پر والی اور حکمران بنایا گیا اور اس نے اس کو دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا

(٢٤٥٩) أخرجه مسلم: ١٨٥٤

ارتکاب کر رہا تھا تو وہ اللہ تعالیٰ کی اس نافرمانی کو ناپسند ضرور کرے، لیکن اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے۔''
(صحیح مسلم: ۱۸۵۵)

(٢٤٦٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، حَدَّثَنِي أَبُو الْعَبَّاسِ عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ اللّٰـهِ بْنِ اللَّيْثِ الْوَاعِظُ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ قُرَيْشِ بْنِ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدٍ الْقَاسِمُ بْنُ سَلامٍ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ سَلامٍ، عَنْ جَدِّهِ......

عَنِ الْحَارِثِ الْاَشْعَرِيِّ ﷺ، اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَمَرَ يَحْيَ بْنَ ذَكَرِيَّا، بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ يَعْمَلُ بِهِنَّ وَاَنْ يَاْمُرَ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ يَعْمَلُوْا بِهِنَّ، فَكَادَ اَنْ يُبْطِيءَ، فَقَالَ لَهُ عِيْسٰى: اِنَّكَ قَدْ اُمِرْتَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ اَنْ تَعْمَلَ بِهِنَّ وَاَنْ تَاْمُرَ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَنْ يَعْمَلُوْا بِهِنَّ، فَاِمَّا اَنْ تُبَلِّغَهُنَّ وَاِمَّا اُبَلِّغَهُنَّ، فَقَالَ لَهُ: يَا اَخِيْ! اِنِّيْ اَخْشٰى اَنْ سَبَقْتَنِيْ اَنْ اُعَذَّبَ، اَوْ يُخْسَفَ بِيْ، قَالَ: فَجَمَعَ يَحْيٰ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ حَتّٰى اِمْتَلَاَ الْمَسْجِدُ، وَقُعِدَ عَلَى الشُّرَفِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَمَرَنِيْ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ اَنْ اَعْمَلَ بِهِنَّ وَآمُرَكُمْ اَنْ تَعْمَلُوْا بِهِنَّ، اَوَّلُهُنَّ اَنْ تَعْبُدُوْا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، فَاِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ مَثَلُ رَجُلٍ اشْتَرٰى عَبْدًا مِنْ خَالِصِ مَالِهٖ بِوَرِقٍ، اَوْ ذَهَبٍ، فَجَعَلَ يَعْمَلُ وَيُؤَدِّيْ عَمَلَهُ اِلٰى غَيْرِ سَيِّدِهٖ، فَاَيُّكُمْ يَسُرُّهُ اَنْ يَكُوْنَ

سیدنا حارث اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو پانچ کلمات کا حکم دیا کہ وہ خود ان پر عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی ان پر عمل کرنے کا حکم دیں، انھوں نے لوگوں کو بتانے میں دیر کی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: آپ کو پانچ کلمات کے بارے میں حکم دیا گیا تھا کہ خود بھی ان پر عمل کریں اور بنو اسرائیل کو بھی ان پر عمل کرنے کا حکم دیں، اب آپ ان کو بتلائیں یا میں بتلا دیتا ہوں، انھوں نے کہا: اے میرے بھائی! اگر آپ مجھ سے پہلے بتلا دیں تو مجھے یہ ڈر ہوگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے عذاب دیا جائے یا مجھے دھنسا دیا جائے۔ پس حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بنو اسرائیل کو بیت المقدس میں جمع کیا، یہاں تک کہ مسجد بھر گئی، پھر ان کو اونچی جگہ پر بٹھا دیا گیا، پس انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور پھر کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ کلمات کا حکم دیا ہے کہ خود بھی ان پر عمل کروں اور تم کو بھی ان پر عمل کرنے کا حکم دوں، پہلا حکم یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ، پس بے شک مشرک

(٢٤٦٠) حديث صحيح ......أخرجه الترمذي: ٢٨٦٣، ٢٨٦٤ (انظر: ١٧١٧٠)

عَبْدُهُ كَذٰلِكَ ، وَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ خَلَقَكُمْ
وَرَزَقَكُمْ فَاعْبُدُوْهُ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا
وَآمُرُكُم بِالصَّلَاةِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَنْصِبُ
وَجْهَهُ لِوَجْهِ عَبْدِهٖ مَالَمْ يَلْتَفِتْ ، فَاِذَا صَلَّيْتُمْ
فَلَا تَلْتَفِتُوْا ، وَآمُرُكُمْ بِالصِّيَامِ فَاِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ
كَمَثَلِ رَجُلٍ مَعَهُ صُرَّةٌ مِنْ مِسْكٍ فِيْ عِصَابَةٍ
كُلُّهُمْ يَجِدُ رِيْحَ الْمِسْكِ ، وَاِنَّ خُلُوْفَ فَمِ
الصَّائِمِ عِنْدَ اللّٰهِ اَطْيَبُ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ ،
وَآمُرُكُمْ بِالصَّدَقَةِ فَاِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ
اَسَرَهُ الْعَدُوُّ فَشَدُّوْا يَدَيْهِ اِلٰى عُنُقِهٖ وَقَرَّبُوْهُ
لِيَضْرِبُوْا عُنُقَهُ فَقَالَ: هَلْ لَكُمْ اَنْ اَفْتَدِيَ
نَفْسِيْ مِنْكُمْ ؟ فَجَعَلَ يَفْتَدِيْ نَفْسَهُ مِنْهُمْ
بِالْقَلِيْلِ وَ الْكَثِيْرِ حَتّٰى فَكَّ نَفْسَهُ ۔ وَ آمُرُكُمْ
بِذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ كَثِيْرًا ، وَاِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ
كَمَثَلِ رَجُلٍ طَلَبَهُ الْعَدُوُّ سِرَاعًا فِيْ اَثَرِهٖ فَاَتٰى
حِصْنًا حَصِيْنًا فَتَحَصَّنَ فِيْهِ وَاِنَّ الْعَبْدَ اَحْصَنُ
مَا يَكُوْنُ مِنَ الشَّيْطَانِ اِذَا كَانَ فِيْ ذِكْرِ اللّٰهِ
عَزَّوَجَلَّ ، قَالَ: وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَنَا
آمُرُكُمْ بِخَمْسٍ ، اَللّٰهُ اَمَرَنِيْ بِهِنَّ بِالْجَمَاعَةِ ،
وَبِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ ، وَالْهِجْرَةِ ، وَالْجِهَادِ فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ ، فَاِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ الْجَمَاعَةِ قِيْدَ
شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ ، اِلٰى
اَنْ يَرْجِعَ ، وَمَنْ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ
مِنْ جُثَاءِ جَهَنَّمَ ۔)) قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَاِنْ
صَامَ وَصَلّٰى؟ قَالَ: ((وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰى

کی مثال اس آدمی کی طرح ہے، جس نے اپنے خالص مال چاندی یا سونے کے عوض غلام خریدا، لیکن ہوا یوں کہ وہ غلام اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کے لیے کام کرنے لگا، اب تم میں سے کس کو یہ بات خوش کرے گی کہ اس کا غلام اس قسم کا ہو، اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا ہے اور تم کو رزق دیا ہے، پس تم اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور میں تم کو نماز کا حکم دیتا ہوں، پس بیشک اللہ تعالیٰ اپنا چہرہ بندے کے چہرے کی خاطر اس وقت تک متوجہ کیے رکھتے ہیں، جب تک وہ ادھر اُدھر متوجہ نہ ہو، اس لیے جب نماز پڑھو تو اِدھر اُدھر متوجہ نہ ہوا کرو، اور میں تمہیں روزوں کا حکم دیتا ہوں، ان کی مثال اس آدمی کی طرح ہے، جس کے پاس کستوری کی تھیلی ہو اور سارے لوگ کستوری کی خوشبو محسوس رہے ہوں، روزے دار کے منہ کی بدلی ہوئی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہوتی ہے، اور میں تمہیں صدقہ کرنے کا حکم دیتا ہوں، اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے، جس کو اس کے دشمن نے قید کر کے اس کے ہاتھوں گردن کے ساتھ باندھ دیا ہو اور اس کی گردن کاٹنے کے لیے اس کو قریب کریں اور وہ آگے سے کہا: اگر میں اپنے نفس کے عوض اتنا فدیہ دے دوں تو کیا تم مجھے چھوڑ دو گے؟ پھر اس نے کم مقدار اور زیادہ مقدار فدیہ دینا شروع کر دیا، یہاں تک کہ اپنے آپ کو بچا لیا، اور میں تم کو کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا حکم دیتا ہوں، اس کی مثال اس آدمی کی سی ہے، جس کا دشمن جلدی کرتے ہوئے اس کا تعاقب کر رہا ہو، لیکن وہ مضبوط قلعے میں پہنچ کر قلعہ بند ہو گیا، اور بیشک بندہ شیطان سے سب سے زیادہ

وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ، فَادْعُوا الْمُسْلِمِيْنَ بِمَا سَمَّاهُمُ اللّٰهُ الْمُسْلِمِيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ عِبَادَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔)) (مسند احمد: ۱۷۳۰۲)

حفاظت میں اس وقت ہوتا ہے، جب وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف ہوتا ہے۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں بھی تم کو پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کا حکم دیا ہے، (وہ پانچ چیزیں یہ ہیں:) جماعت، امیر کی بات سننا اور اطاعت کرنا، ہجرت کرنا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا، پس جو آدمی ایک بالشت کے بقدر جماعت سے نکل گیا، اس نے واپس پلٹنے تک اپنی گردن سے اسلام کا معاہدہ اتار پھینکا اور جس نے جاہلیت کی پکار پکاری، وہ جہنم کی جماعت میں سے ہوگا۔'' لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگرچہ وہ روزے بھی رکھے اور نماز بھی پڑھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگرچہ وہ روزہ بھی رکھے اور نماز بھی پڑھے اور یہ گمان بھی کرے کہ وہ مسلمان ہے، پس مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے رکھے ہوئے نام سے پکارو، یعنی مسلمان، مؤمن، اللہ تعالیٰ کے بندے۔''

شرح (رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ) گلے میں ڈالنے والے دھاگے اور ڈوری کو الربق کہتے ہیں جس کا واحد ربقۃ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص سنت مطہرہ کو ترک کر کے عقد اسلام سے نکل جائے اور بدعات کی دلدل میں بری طرح پھنس جائے۔ (مِنْ جُثَى جَهَنَّمَ) اس لفظ کا واحد جثوہ ہے، جیم کے اوپر پیش ہے، یعنی جہنم کی ٹولیاں اور جماعتیں الجثوۃ کے لغوی معنی ڈھیر اور کسی چیز کے مجموعے کے ہیں۔

(۲٤٦۱)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ الطَّاهِرِيُّ، أَخْبَرَنَا جَدِّي أَبُو سَهْلٍ عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْبَزَّازُ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ زَكَرِيَّا الْعُذَافِرِيُّ، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبَّادٍ الدَّبَرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ رَبَاحٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: ((مَنْ فَارَقَ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص جماعت (کے

(۲٤٦۱) أخرجه مسلم: ۱۸٤۸

الْجَمَاعَةَ ، وَخَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ ، فَمَاتَ فَمِيتَةٌ جَاهِلِيَّةٌ ، وَمَنْ خَرَجَ عَلَى أُمَّتِي بِسَيْفِهِ يَضْرِبُ بَرَّهَا وَفَاجِرَهَا لا يُحَاشِي مُؤْمِنًا لإِيمَانِهِ ، وَلا يَفِي لِذِي عَهْدٍ بِعَهْدِهِ ، فَلَيْسَ مِنْ أُمَّتِي ، وَمَنْ قُتِلَ تَحْتَ رَايَةٍ عُمِّيَّةٍ يَغْضَبُ لِلْعَصَبَةِ ، أَوْ يُقَاتِلُ لِلْعَصَبَةِ ، أَوْ يَدْعُو إِلَى الْعَصَبَةِ ، فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ۔))

نظم) سے علیحدہ ہوا اور (امیر کی) اطاعت سے الگ ہوا اور وہ (اسی حالت میں) فوت ہو گیا تو جاہلیت کی موت مرا۔ اور جس شخص نے میری امت کے خلاف تلوار نکالی، نیک و بد سب کو تہہ تیغ کرتا ہے اور کسی مومن شخص کے ایمان کی اسے کوئی پروا نہیں اور نہ اسے کسی عہد والے کے عہد کا کچھ پاس ولحاظ ہے تو اس کا میری امت سے کوئی تعلق نہیں اور جو شخص اندھا دھند یعنی نامعلوم جھنڈے کے نیچے لڑتے ہوئے قتل ہو گیا، عصبیت کے پیش نظر غصے میں آیا، یا عصبیت کی بنا پر لڑتا رہا یا عصبیت کی دعوت دیتا رہا تو اس کا قتل ہونا جاہلیت کے انداز کا ہے۔''

شرح (تَحْتَ رَايَةٍ عُمِّيَّةٍ) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا: اس سے مراد غیر واضح اور اندھا دھند معاملہ ہے جس طرح عصبیت اور دھڑے بندی کا معاملہ ہوتا ہے جس میں بغیر سوچے سمجھے اور انجام سے بے خبر ہو کر اپنے دھڑے کی حمایت کی جاتی ہے خواہ معاملہ کتنا ہی خطرناک رخ کیوں نہ اختیار کر لے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد دو گروہوں کا باہم متصادم اور دست دراز ہو کر ایک دوسرے کو قتل کرنا ہے اس لفظ کا اصلی مادہ التعمیہ ہے، یعنی معاملے کا ملتبس اور خلط ملط ہونا ہے۔

(٢٤٦٢)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَخْبَرَنَا أَحْمَد بْن عَبْدِ اللهِ النُّعَيمِيُّ ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ، حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ......

قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ ، قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً وَأُمُورًا تُنْكِرُونَهَا)) قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا يَا رَسُولُ اللهِ؟ قَالَ: ((أَدُّوا إِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ ، وَسَلُوا اللهَ حَقَّكُمْ۔))

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ جلد ہی تم میرے بعد ترجیحات کو محسوس کرو گے اور ایسے امور دیکھو گے جنہیں تم اچھا نہیں سمجھو گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم ان کے حقوق ادا کرو اور اپنے حق کے بارے میں اللہ سے دعا کرو۔''

(٢٤٦٢) أخرجه البخاري: ٧٠٥٢، ومسلم: ١٨٤٣

شرح جناب علقمہ بن وائل حضرمی اپنے والد محترم سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ سیدنا سلمہ بن یزید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے ہوئے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر امراء ہم پر مقرر ہوں جو ہم سے اپنے حقوق کا مطالبہ تو کریں (لیکن) ہمارے حقوق نہ دیں تو آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان کی بات سنو اور اطاعت کرو اس لیے کہ ان پر وہ ذمہ داریاں ہیں جو ان پر ڈال دی گئی ہیں اور تم پر وہ ذمہ داریاں ہیں جو تم پر ڈال دی گئی ہیں۔'' (صحیح مسلم: ۱۸٤۸)

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ أَهَانَ سُلْطَانَ اللّٰهِ فِی الأَرْضِ أَهَانَهُ اللّٰهُ۔))...... ''جو زمین میں اللہ تعالیٰ کے سلطان کو رسوا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو رسوا کرے گا۔''

(صحیح، ترمذی: ۲۲۲٤)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے: جو لوگ زمین میں اللہ کے بادشاہ (مقرر اور منتخب شدہ) کو ذلیل ورسوا کرنے کے لیے تگ ودو کرتے ہیں ایسے افراد کو مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ ضرور ذلت ورسوائی سے دوچار کرتے ہیں۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: (امیر کی) اطاعت کو لازم پکڑو اور جماعت (کے نظم) سے وابستہ رہو۔ بلاشبہ یہ دونوں چیزیں اللہ کی رسی ہیں جنہیں تھامنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ جماعت اور شیرازہ بندی میں تمہیں جو چیز ناگوار لگتی ہے وہ غیر جماعتی اور تفرقے والی زندگی سے کہیں بہتر ہے جسے تم پسند کرتے ہو۔

جناب سفیان ثوری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا: بادشاہ وقت کو امر بالمعروف صرف وہی شخص کرے جو عالم دین ہو، امر ونہی کے تقاضوں اور حکمتوں سے واقف ہو، جس چیز کا حکم دے رہا ہے خود اس پر عامل اور جس سے منع کر رہا ہے اس سے مجتنب ہو، اخلاق وکردار کے لحاظ سے عادل اور بلند مرتبہ پر فائز ہو۔

جناب شعبی رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ کوفہ کے کچھ لوگ مقام جبّانہ میں جا کر عبادت وریاضت، اور وظائف اور زھد وتقشّف میں مشغول ہوگئے، وہاں انہوں نے ایک مسجد تعمیر کر لی اور کچھ ضروری تعمیرات کر لیں۔ ان کے پاس سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہوں نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن خوش آمدید ہو، ہمیں آپ کا تشریف آوری سے بے حد خوشی ہوئی ہے۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمہاری ملاقات کی غرض سے نہیں آیا اور میں تمہیں اس حال میں ہرگز نہیں رہنے دوں گا حتی کہ انہوں نے جبّانہ میں ان کی تعمیر کردہ مسجد کو مسمار کر دیا اور سرزنش کرتے ہوئے کہا تم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہدایت یافتہ بننے کی کوشش کرتے ہو؟ مجھے بتاؤ: اگر سارے لوگ تمہاری ڈگر اور روش پر چل نکلیں تو اعدائے اسلام سے جہاد کا فریضہ کون سرانجام دے گا؟ امر بالمعروف کون کرے گا؟ برائی سے کون روکے گا؟ اور حدود اللہ کا قیام کون کرے گا؟ جاؤ شہروں اور آبادیوں میں واپس لوٹ جاؤ اور اپنے سے بڑے عالم سے علم دین سیکھو اور اپنے سے کم تر علم والے کو سکھاؤ۔

انہوں نے ان لوگوں کو وہاں سے واپس کر دیا اور ان کے واپس لوٹ جانے اور تعمیرات کے انہدام تک وہیں موجود رہے اور ذرا ادھر ادھر نہ ہوئے۔

(4)......بَابُ مَنْ يَخْرُجُ عَلَى الْإِمَامِ وَالْوَفَاءِ بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ

امام کی بغاوت کرنے والے پر سخت وعید اور پہلے خلیفہ کی بیعت کو پورا کرنے کا بیان

(٢٤٦٣)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ الطَّاهِرِيُّ، أَخْبَرَنَا جَدِّي أَبُو سَهْلٍ عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْبَزَّازُ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ زَكَرِيَّا الْعُذَافِرِيُّ، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبَّادٍ الدَّبَرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ......

عَنْ عَرْفَجَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ خَرَجَ عَلَى أُمَّتِي وَهُمْ مُجْتَمِعُونَ يُرِيدُ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَهُمْ، فَاقْتُلُوهُ كَائِنًا مَنْ كَانَ۔))

سیدنا عرفجہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے: ''جو شخص میری امت کے خلاف خروج کرے اور وہ مجتمع اور متحد ہوں وہ ان میں پھوٹ اور جدائی ڈالنا چاہے تو اس کو قتل کر دو وہ جو کوئی بھی ہو۔''

شرح سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو ان میں سے جس کی بیعت بعد میں ہوئی ہو اس کو قتل کر ڈالو (اس لیے کہ اس کی خلافت پہلے خلیفہ کی موجودگی میں باطل ہے)۔'' (صحيح مسلم: ١٨٥٣)

(٢٤٦٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ......

قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ، قَالَ: قَاعَدْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ خَمْسَ سِنِينَ، فَسَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((كَانَ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لا نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ)) قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ:

جناب ابوحازم رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں پانچ سال تک بیٹھا ہوں۔ میں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بنو اسرائیل کے انبیاء ان کی سیاسی رہنمائی بھی کیا کرتے تھے، جب بھی ان کا کوئی نبی ہلاک ہو جاتا تو دوسرے ان کی جگہ لے لیتے لیکن آگاہ رہو

(٢٤٦٣) أخرجه مسلم: ١٨٥٢

(٢٤٦٤) أخرجه البخاري: ٣٤٥٠، ومسلم: ١٨٤٢

((فُوا بِبَيْعَةِ الأَوَّلِ فَالأَوَّلِ، أَعْطُوهُمْ حَقَّهُمْ، فَإِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ۔))

میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ البتہ میرے نائب اور جانشین ہوں گے اور بہت ہوں گے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: آپ ان کے متعلق کیا حکم فرماتے ہیں ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے پہلے جس سے بیعت کر لو بس اسی کی وفاداری پر قائم رہو اور ان کا جو حق ہے اس کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن ان کی رعایا کے بارے میں سوال کرے گا۔''

(5)......بَابُ كَرَاهِيَةِ طَلَبِ الْإِمَارَةِ وَالْعَمَلِ بِهٖ
امارت اور مسئولیت کو طلب کرنے کی کراہت کا بیان

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ لا تَسْأَلِ الإِمَارَةَ، فَإِنَّكَ إِنْ أُوتِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ، وُكِلْتَ إِلَيْهَا۔)) ......''اے عبدالرحمٰن! تو امارت کا سوال نہ کرنا، کیونکہ اگر تجھے یہ امارت سوال کی بنا پر مل گئی تو تجھے اس کے سپرد کر دیا جائے گا۔'' (صحيح مسلم: ١٦٥٢)

(٢٤٦٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُونَ عَلَى الإِمَارَةِ وَسَتَكُونُ نَدَامَةً يَوْمَ القِيَامَةِ، فَنِعْمَ الْمُرْضِعَةُ، وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ۔))

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''عن قریب تم لوگ امارت (اقتدار) کی حرص کرو گے اور بلاشبہ یہ (قیامت کے دن) ندامت وشرمندگی ہوگی۔ یہ دودھ پلاتے اچھی لگتی ہے مگر دودھ چھڑاتے ہوئے بری محسوس ہوتی ہے۔'' (اس کی ابتدا اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن انجام برا ہوگا)

شرح: (نِعْمَ الْمُرْضِعَةُ) ''یہ دودھ پلاتے اچھی لگتی ہے'' یہ ایک مثال ہے جو آپ نے اقتدار اور سرداری کے لیے بیان کی ہے کہ جب بندہ اقتدار کے نشے میں مدہوش ہوتا ہے تو کسی دوسری دنیا کا ہی ہوتا ہے وہ دنیوی لذتوں میں پوری طرح منہمک اور سرتاپا غرق ہوتا ہے۔ اس کا مقصد حیات صرف دنیاوی زندگی بن کر رہ جاتی ہے اور لفظ

(٢٤٦٥) أخرجه البخاري: ٧١٤٨

(اَلْـفَاطِمَةُ) سے مراد اقتدار کا چھن جانا ہے جس سے فوراً وہ لذت وراحت کافور ہو جاتی ہے، پروٹوکول چھن جاتا ہے، دوست واحباب سب ہرن ہو جاتے ہیں، تکلیف اور رنج والم شروع ہو جاتا ہے، اقتدار کے سنگھاسن میں بیٹھنے کے مزے بری طرح بے کل کرتے ہیں اور سب منفعتیں ختم ہو جاتی ہیں۔

فــائـدہ: حدیث میں مذکورہ اس مثال میں امارت کو ماں سے تشبیہ دی گئی ہے اور حریص امارت کو بچے سے۔ ماں جب تک دودھ پلاتی ہے۔ بچہ ماں سے خوب خوش رہتا ہے اور جب وہ دودھ چھڑا دیتی ہے تو کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔ اقتدار کا بھی یہی حال ہے (ع،س)

(٢٤٦٦)۔ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ ، حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ الحَجَّاجِ ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ......

عَنْ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَرَجُلَانِ مِن بَنِي عَمِّي ، فَقَالَ أَحَدُ الرَّجُلَيْنِ: أَمِّرْنَا عَلَى بَعْضِ مَا وَلَاكَ اللّٰهُ ، وَقَالَ الآخَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ ، فَقَالَ: ((إِنَّا وَاللّٰهِ! لا نُوَلِّي عَلَى هٰذَا الْعَمَلِ أَحَدًا سَأَلَهُ ، وَلا أَحَدًا حَرِصَ عَلَيْهِ۔))

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے چچا کی اولاد میں سے دو آدمیوں کو لے کر حاضر ہوا، ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمیں کہیں کا حاکم بنا دیجیے اور دوسرے نے بھی یہی خواہش ظاہر کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! ہم ایسے شخص کو یہ ذمہ داری نہیں سونپتے جو اسے طلب کرے اور نہ اسے دیتے ہیں جو اس کا حریص ہو۔''

شرح: جناب سفیان ثوری رحمہ اللہ نے کہا: جب آپ کسی شخص کو عہدہ واقتدار کی حرص وحوس میں مبتلا دیکھیں تو اسے پیچھے کر دیں۔

(٢٤٦٧)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي ، أَخْبَرَنَا أَبُو طَاهِرٍ الزِّيَادِيُّ ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُسَيْنِ الْقَطَّانُ ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ الدَّارَابَجِرْدِيُّ ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ ، عَنِ ابنِ عَجْلَانَ ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَا مِنْ أَمِيرِ عَشَرَةٍ إِلا

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص دس انسانوں پر امیر ہے اسے قیامت

(٢٤٦٦) أخرجه البخاري: ٧١٤٩ ، ومسلم: ١٨٢٤

(٢٤٦٧) صحيح ......أخرجه الامام احمد فى المسند: ٩٥٧٣

يُؤْتَى بِهِ يَوْمَ القِيَامَةِ مَغْلُولا حتَّى يَفُكَّ عَنْهُ العَدْلُ، أَوْ يُوبِقَهُ الْجَورُ۔))

والے دن گلے میں طوق ڈال کر لایا جائے گا یہاں تک کہ اس کا عدل اسے نجات دلا دے گا یا اس کا ظلم اسے تباہ وبرباد کردے گا۔''

(۲٤٦٨)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْحَنِيفِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وأنا أَبُو مَنْصُورٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْمُظَفَّرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ الأَصَمُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي طَالِبٍ، حَدَّثَنا عَبْدُ الوهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ هُوَ الدَّسْتُوَائِيُّ، عَنْ عبَّادِ بْنِ أَبِي عَلِيٍّ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: ((وَيْلٌ لِلأُمَرَاءِ، وَيْلٌ لِلْعُرَفَاءِ، وَيْلٌ لِلأُمَنَاءِ، لَيَتَمَنَّيَنَّ أَقْوَامٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَّ نَوَاصِيَهُمْ مُعَلَّقَةٌ بِالثُّرَيَّا يَتَجَلْجَلُونَ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ وَأَنَّهُمْ لَمْ يَلُوا عَمَلا۔))

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''امراء کے لیے تباہی ہے اور (قبائل کے) ذمہ دار لوگوں کے لیے تباہی ہے، خزانچیوں کے لیے تباہی وبربادی ہے۔ قیامت کے دن کچھ لوگ اس بات کی آرزو کریں گے کہ ان کی پیشانیوں کے بال ثریا ستارے کے ساتھ لٹکا دیئے جاتے۔ وہ آسمان اور زمین کے درمیان حرکت کرتے رہتے لیکن انہیں اقتدار نہ ملتا۔''

شرح مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ قبیلوں کے لیے ذمہ دار مقرر کرنا ضروری ہیں، قبیلوں کے چوھدریوں کے بغیر گزارہ ممکن نہیں لیکن قبائل کے ذمہ دار دوزخ میں جائیں گے۔'' (ضعیف، ابوداود: ۲۹۳٤)

(اَلْعَرِيْفُ) قبیلے اور محلے کے امور کے ذمہ دار، نگران اور سردار کو کہتے ہیں۔ وہ اپنے علاقے اور قوم کے احوال سے پوری طرح باخبر ہوتا ہے، نیک و بد اور امیر وغریب سب اس کی نگاہ میں ہوتے ہیں۔ لوگوں کی خیرخواہی اور مصالح کے لیے ان کا وجود ضروری ہے۔

(اَلْعُرَفَاءُ فِي النَّارِ) ''چوھدری لوگ جہنم میں ہوں گے'' اس جملے میں اقتدار وسرداری کی حرص سے ڈرایا گیا ہے، کیونکہ اس میں گوناگوں مفاسد اور فتنے ہیں اور اگر کوئی شخص مانگ کر امارت لے اور پھر اس کے حقوق ادا نہ کر سکے اور امانت کی ادائیگی نہ ہو سکے تو وہ سخت گنہگار ہو گا اور اخروی عقوبت اور نار جہنم کا مستحق قرار پائے گا۔ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چونگی اور بھتہ لینے والا جنت میں نہیں جائے گا۔'' (ضعیف، ابوداود: ۲۹۳۷)

(۲٤٦٨) اسناده حسن ......أخرجه الامام احمد فی المسند: ۸٦۲۷

حدیث میں مذکور بھتہ خور سے مراد وہ ظالم اور جگا شخص ہے جو اپنے علاقے سے گزرنے والے تاجروں سے دس فیصد وصول کرتا ہے اور ایسا کرنا حرام، ظلم اور کبیرہ گناہ ہے۔ رہا وہ صدقہ و زکاۃ وصول کرنے والا عامل جو لوگوں سے زکاۃ وصول کرتا ہے اور ذمیوں سے صلح کے بعد دسواں حصہ وصول کرتا ہے وہ اس وعید میں شامل نہیں۔ وہ تو محتسب ہے جب تک زیادتی اور ظلم و ناانصافی کا مرتکب نہ ہو ورنہ گنہگار اور ظالم قرار پائے گا۔ واللہ اعلم

(6)...... بَابُ الرَّاعِي مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ

حاکم اپنی رعایا کے بارے میں مسئول ہوگا

(٢٤٦٩)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الْخَرَقِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الطَّيْسَفُونِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ......

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((كُلُّكُمْ رَاعٍ، وكُلُّكُم مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ عَلَيْهِمْ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عنهُمْ، والرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ، وَامْرَأَةُ الرَّجُلِ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهَا، وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ، وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ، أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ۔))

جناب عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم سب ذمہ دار ہو اور تم سب سے اپنے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا پس لوگوں کا امیر ذمہ دار ہے ان پر اور اس سے ان کی بابت سوال کیا جائے گا، گھر کا فرد اعلیٰ اپنے گھر والوں کی جانب سے جواب دہ ہے اور اس سے ان کے متعلق پوچھا جائے گا، آدمی کی بیوی اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد کی نگران ہے اس سے ان کے بارے میں سوال ہوگا، آدمی کا غلام اپنے آقا کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔ خبردار! تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے بارے میں سوال ہوگا۔“

شرح حدیث مبارکہ میں مذکور لفظ الراعی کا معنیٰ ہے: نگران، حاکم، محافظ اور اردگرد کے امور کا ذمہ دار۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلقین کے ساتھ حسن سلوک، خیر خواہی اور اچھا سلوک کرنے کی نصیحت فرمائی اور ان کے حقوق غصب کرنے، ان سے سستی اور غفلت کرنے سے چوکایا اور ڈرایا ہے اس لیے کہ ہر ذمہ دار سے اس کی رعیت اور

(٢٤٦٩) أخرجه البخاري: ٨٩٣، ٢٥٥٨، ومسلم: ١٨٢٩

ماتحتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔ رعایت کا معنی ہے کسی چیز کی مکمل حفاظت اور دیکھ بھال کرنا۔ حدیث میں مذکور تمام افراد کو ایک ہی لفظ راعی سے موسوم کیا گیا ہے مگر ہر ایک کا مفہوم الگ الگ ہے۔

حاکم وقت کی رعایت اور نگرانی کا مطلب ہے، عوام کے امور کی نگہداشت کرنا، ان کے نفع ونقصان پر دھیان دینا، حدود اللہ کا نفاذ کرنا، ان کو انصاف فراہم کرنا، ان سے دشمن کو دور کرنا اور ان کو وسائل رزق مہیا کرنا۔

گھر کی ذمہ داری کا مفہوم ہے کہ امور خانہ کو با حسن طریق چلانا، ان کے اخراجات کا بندوبست کرنا، ان کے ساتھ خندہ پیشانی اور حسن سلوک کا برتاؤ کرنا اور کسی خاتون کا اپنے خاوند کے گھر کا ذمہ دار ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ گھر کے معاملات کو بخیر وخوبی چلائے، خاوند اور اس کے مہمانوں اور ملاقاتیوں کی خدمت اور آؤ بھگت کرے۔

خادم کے نگران اور محافظ ہونے کا مفہوم ہے اپنے آقا کے مال اور کاروبار کا خیال رکھنا اور اسے ضائع ہونے سے بچانا اور اس کے معاملات اچھی نیت کے ساتھ بہتر سمت لیے جانا۔ واللہ اعلم

(7)......بَابُ ثَوَابِ مَنْ عَدَلَ مِنَ الرُّعَاةِ

عدل وانصاف کرنے والے حاکم کے ثواب کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ﴾ ...... ''کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کردے، عدل کیا کرو جو پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔'' (سورۂ مائدہ: ۸)

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ﴾ .... کا معنی ہے تمہیں برانگیختہ نہ کرے اور نہ ابھارے'

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ .... ''بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔'' (سورۂ مائدہ: ۴۲)

المقسط سے مراد عدل وانصاف کرنے والا اور القسط سے مراد عدل وانصاف ہے۔

اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ﴾ .... ''آپ کہہ دیجیے کہ میرے رب نے حکم دیا ہے انصاف کا۔'' (سورۂ اعراف: ۲۹)

یعنی عدل کا حکم دیا ہے، جب یہ لفظ باب افعال سے ہو یعنی اقسط تو معنیٰ ہوتا ہے اس نے عدل کیا اور اگر مجرد کے طور پر استعمال ہو یعنی قسط تو معنیٰ ہوگا اس نے ظلم وجور کیا اور القاسط کا معنیٰ ہے ظلم وستم کرنے والا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا﴾ .... ''اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بن گئے۔'' (سورۂ جن: ۱۵)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''سات قسم کے آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں جگہ دے گا: ان میں سے ایک عادل حکمران ہے۔'' (صحيح بخاری: ٦٦٠، ١٤٢٣، صحيح مسلم: ١٠٣١)

(۲٤٧٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مَنْصُورٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَمْعَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ الرَّيَّانِيُّ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّادٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ......

عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ، سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((الْمُقْسِطُونَ عِنْدَ اللّٰهِ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ عَلَى يَمِينِ الرَّحْمَنِ وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ، هُمُ الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا۔))

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انصاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے ہاں نور کے منبروں پر رحمٰن کی دائیں جانب ہوں گے اور رحمٰن کے دونوں ہاتھ ہی دائیں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو عدل کرتے ہیں اپنے فیصلوں میں اور اپنے گھر والوں کے ساتھ اور اپنی رعایا کے ساتھ۔''

شرح امام ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث مبارکہ میں لفظ (یَدَیْنٌ) ''دونوں ہاتھ'' استعمال ہوا ہے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ داہنے ہی ہیں یعنی ان میں کوئی نقص اور کمی نہیں جبکہ انسان کا بایاں ہاتھ دائیں سے ناقص ہوتا ہے اور ذات باری تعالیٰ نقص سے پاک ہے۔ (کِلْتَا یَدَیْهِ یَمِیْنٌ) ''اللہ کے دونوں ہاتھ داہنے ہی ہیں'' معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی شان میں یہ لفظ استعمال ہوسکتا ہے، اس سے تشبیہ و تجسیم لازم نہیں آئے گی۔ اگر ان الفاظ کے استعمال سے کوئی خرابی لازم آتی ہوتی یا یہ باری تعالیٰ کے شایان شان نہ ہوتے تو قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے یہ الفاظ استعمال نہ ہوتے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ان الفاظ کا استعمال کریں گے جیسا کہ قرآن مجید اور سنت مطہرہ میں وارد ہوا ہے اور کیفیت کے پیچھے نہیں پڑیں گے، یعنی ان الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی ذات میں وہ مفہوم مراد نہیں لے سکتے جو انسانوں وغیرہ میں لیے جاتے ہیں۔ ہمارا کام صرف یہ ہے کہ ہم انھیں تسلیم کریں، استعمال کریں اور حقیقت کی بحث نہ کریں اور وہاں رک جائیں جہاں کتاب وسنت کے ادلہ ہمیں روک دیتے ہیں۔ درحقیقت یہی عقل مندی ہے اور یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہے۔

(۲٤٧١)۔ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْجُلُودِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ......

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شِمَاسَةَ، قَالَ: أَتَيْتُ عَائِشَةَ أَسْأَلُهَا عَنْ شَيْءٍ، فَقَالَتْ سَمِعْتُ مِنْ

عبدالرحمان بن شماسہ کہتے ہیں کہ میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں کچھ پوچھنے کی غرض سے حاضر

(۲٤٧٠) أخرجه مسلم: ١٨٢٧ (۲٤٧١) أخرجه مسلم: ١٨٢٨

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي بَيْتِي هٰذَا: ((مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا، فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ، وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا، فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهِ.))

ہوا تو انہوں نے کہا میں نے اپنے اس گھر میں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص میری امت کی کسی ذمہ داری پر متعین ہوا، پھر اس نے میری امت کو مشقت میں ڈالا تو اے اللہ! تو اس کو مشقت میں ڈال اور جو شخص میری امت کے کسی کام پر سرفراز ہوا اور اس نے میری امت سے نرمی کا برتاؤ کیا پس تو اس پر نرمی کر۔''

(٢٤٧٢)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَخْبَرَنَا فُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ......

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَقْرَبَهُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا إِمَامٌ عَادِلٌ، وَإِنَّ أَبْغَضَ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَشَدَّهُمْ عَذَابًا إِمَامٌ جَائِرٌ.))

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ قریبی ایسا امام ہوگا جو عدل وانصاف کرتا رہا اور قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ برا اور انتہائی شدید عذاب میں مبتلا وہ امام ہوگا جو لوگوں پر ظلم کرتا رہا۔''

(8)......بَابُ ثَوَابِ مَنْ تَكَلَّمَ بِحَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ

ظالم بادشاہ کے پاس حق بات کہہ دینے والے کے ثواب کا بیان

(٢٤٧٣)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَخْبَرَنِي حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي غَالِبٍ......

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَيُّ الْجِهَادِ أَفْضَلُ؟ وَرَسُولُ اللّٰهِ يَرْمِي الْجَمْرَةَ

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! کون سا جہاد افضل ہے؟

(٢٤٧٢) ضعيف ......أخرجه الترمذي: ١٣٢٩

(٢٤٧٣) صحيح ......أخرجه ابوداود: ٤٣٤٤، والترمذي ٢١٧٤، والنسائي: ٤٢٢٠، وابن ماجه: ٤٠١١

الأُولَى، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ قَالَ لَهُ عِنْدَ الْجَمْرَةِ الوُسْطَى، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَلَمَّا رَمَى جَمْرَةَ العَقَبَةِ، وَوَضَعَ رِجْلَهُ فِي الْغَرْزِ قَالَ: ((أَيْنَ السَّائِلُ؟)) قَالَ: أَنَا ذَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: ((أَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ قَالَ كَلِمَةَ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ۔))

رسول اللہ ﷺ اس وقت جمرہ اولیٰ کو رمی کر رہے تھے، آپ نے اس شخص سے اعراض کیا، پھر اس شخص نے آپ سے پوچھا آپ اس وقت درمیانی جمرہ کے پاس تھے، آپ نے اس سے پہلوتہی کی۔ اس کے بعد جب آپ نے جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماریں اور اپنا پاؤں مبارک رکاب میں رکھا تو فرمایا: سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اس شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے افضل جہاد اس شخص کا ہے جس نے ظالم حکمران اور امیر کے سامنے حق کا کلمہ کہا۔''

شرح امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: ظالم حکمران کے سامنے جرأت وثابت قدمی کے ساتھ انصاف اور حق وصداقت پہ مبنی کلمہ کہنا اس لیے افضل ہے کہ کہنے والا مقہور اور مجبور ہوتا ہے، اس پر بادشاہ کا قاہرانہ حکم چل سکتا ہے، اس کی گردن تن سے جدا ہوسکتی ہے، وہ سلطان ظالم کو خدالگتی بات کہنے سے پس دیوار زنداں جا سکتا ہے، اسے پھانسی کے پھندے اور سولی کے تختے پر لٹکنا پڑ سکتا ہے، جبکہ دشمن کے خلاف جہاد کرنے میں دونوں پہلو ممکن ہیں غالب آنے کا اور مغلوب ہونے کا۔ یہاں ایک جملے کی بھاری قیمت چکانی پڑ سکتی ہے اس لیے ظالم امیر کے سامنے انصاف کا کلمہ کہنا افضل جہاد ہے کہ اس میں خوف وہراس بہت زیادہ ہے۔

(9)......بَابُ مَا عَلَى الْوُلَاةِ مِنَ التَّيْسِيرِ وَوَعِيدِ مَنْ غَشَّ الرَّعِيَّةَ

حکمرانوں کا آسانی پیدا کرنے اور اپنی رعیت سے دھوکہ کرنے والے کی وعید کا بیان

(٢٤٧٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُمَرَ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((يَسِّرُوا، وَسَكِّنُوا، وَلَا تُنَفِّرُوا۔))

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''آسانی پیدا کرو، لوگوں کو تسلی اور تشفی دو اور نفرت نہ دلاؤ۔''

(٢٤٧٤) أخرجه البخاري: ٦٩، ٦١٢٥، ومسلم: ١٧٣٤

(٢٤٧٥)۔ أَخْبَرَنَـا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَـى الْـجُـلُودِيُّ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ......

عَـنْ أَبِـي مُـوسَـى هُوَ الأَشْعَرِيُّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا بَـعَثَ أَحدًا مِنَ أَصْحَابِهِ فِـي بَعْضِ أَمْرِهِ، قَالَ: ((بَشِّرُوا وَلا تُنَفِّرُوا، وَيَسِّرُوا وَلا تُعَسِّرُوا۔))

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے ساتھیوں میں سے کسی شخص کو کسی مہم کے لیے بھیجتے تو آپ اسے فرماتے: ”خوشخبری دینا، نفرت نہ دلانا، آسانی کرنا اور سختی نہ کرنا۔“

(٢٤٧٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، عَنْ شُعْبَةَ......

حَـدَّثَـنَـا سَعِيدُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: بَـعَـثَ الـنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَدَّهُ أَبَا مُـوسَـى وَمُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ: ((يَسِّرَا، وَلا تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا، وَلا تُنَفِّرَا، وَتَطَاوَعَا)) قَـالَ أَبُـو مُـوسَـى: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! إِنَّ أَرْضَنَا بِهَا شَـرَابٌ مِـنَ الشَّـعِيرِ الْـمِزْرُ، وَشَرَابٌ مِنَ الْـعَسَـلِ الْبِتْعُ، فَقَالَ: ((كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ)) فَانْطَلَقَا، فَقَالَ مُعَاذٌ لأَبِي مُوسَى: كَيْفَ تَقْرَأُ الْـقُـرَآنَ؟ قَـالَ: قَـائِـمًـا، وَقَـاعِدًا، وَعَلَى رَاحِـلَتِـي، وَأَتَـفَـوَّقُـهُ تَـفَـوُّقًا قَالَ: ((أَمَّا أَنَا فَـأَنَـامُ، وَأَقُـومُ، وَأَحْتَسِـبُ نَوْمَتِـي كَمَـا أَحْتَسِــبُ قَـوْمَتِـي)) وَضَـرَبَ فُسْطَـاطًـا، فَجَعَلا يَتَزَاوَرَانِ، فَزَارَ مُعَاذٌ أَبَا مُوسَى، فَإِذَا رَجُـلٌ مُـوثَـقٌ، فَـقَــالَ: مَــا هَـذَا؟ فَقَـالَ:

جناب سعید بن ابی بردہ اپنے والد محترم سے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کے دادا سیدنا ابو موسیٰ اشعری اور سیدنا معاذ رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا: (لوگوں کے لیے) آسانیاں پیدا کرنا، تنگی میں نہ ڈالنا، انہیں خوشخبری سنانا، دین سے نفرت نہ دلانا اور تم دونوں آپس میں اتفاق سے کام کرنا۔“ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم ایسی سرزمین میں جارہے ہیں جہاں جو کی شراب مزر اور شہد کی شراب بتع بنائی جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر نشہ آور مشروب حرام ہے۔“ چنانچہ وہ دونوں چلے گئے۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا: آپ قرآن کیسے پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: کھڑے، بیٹھے اور سواری پر اور میں وقفے وقفے سے قرآن پڑھتا ہوں، انہوں نے کہا: میرا معمول تو یہ ہے کہ میں سوتا بھی ہوں اور قیام بھی کرتا ہوں اور میں

(٢٤٧٥) أخرجه مسلم: ١٧٣٢

(٢٤٧٦) أخرجه البخاري: ٤٣٤٤، ومسلم: ١٧٣٣

أَبُو مُوسَى: يَهُودِيٌّ أَسْلَمَ، ثُمَّ ارْتَدَّ، فَقَالَ مُعَاذٌ: لأَضْرِبَنَّ عُنُقَهُ۔

جیسے اپنے قیام سے ثواب کا آرزمند ہوتا ہوں اسی طرح اپنے سونے سے بھی ثواب کا امیدوار ہوتا ہوں اور انہوں نے ایک خیمہ نصب کرایا اور دونوں اس میں آ کر ملاقات کرتے۔ ایک دن سیدنا معاذ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما سے ملنے آئے تو دیکھا کہ ایک شخص بندھا پڑا ہے۔ پوچھا اس کا کیا معاملہ ہے: سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ یہودی تھا، پھر اس نے اسلام قبول کرلیا بعد ازاں مرتد ہو گیا تو سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ضرور اس کی گردن ماروں گا۔ جناب شعبہ نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آپس میں دونوں اتفاق واتحاد سے رہنا اور اختلاف نہ کرنا۔''

شرح (وأَتَفَوَّقُهُ تَفَوُّقاً) یعنی میں اپنی تلاوت کا حصہ ایک مرتبہ نہیں پڑھتا بلکہ وقفے وقفے سے مختلف اوقات میں پڑھتا ہوں۔ یہ لفظ فُوَاقَ النَّاقَةِ ''اونٹنی کے ایک مرتبہ دودھ دوہنے کے درمیانی وقفہ سے ماخوذ ہے۔ اونٹنی کا دودھ ایک مرتبہ دوہنے کے بعد کچھ دیر وقفہ کیا جاتا ہے تا کہ دودھ تھن میں اکٹھا ہو جائے، پھر دودھ آنے کے بعد دوبارہ دوہا جاتا ہے۔

(٢٤٧٧)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ، أَنَّ الأَعْرَجَ حَدَّثَهُ......

أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((نَحْنُ الآخِرُونَ السَّابِقُونَ))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ فرما رہے تھے: ''ہم (امت محمدیہ) آنے کے اعتبار سے آخر میں ہیں اور جنت میں داخلے کے لحاظ سے (سب سے) سبقت لے جانے والے ہیں۔''

شرح اسی سند سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس شخص نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس شخص نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی بلاشبہ (امامت کبریٰ پر فائز) امام ڈھال ہے

(٢٤٧٧) أخرجه البخاري: ٨٧٦، ٨٩٦، ومسلم: ٨٥٥

اس کے حکم سے جہاد کیا جاتا ہے اور اس کے ذریعے خطرات سے تحفظ حاصل کیا جاتا ہے۔ اگر وہ اللہ سے ڈرنے کا حکم دے اور عدل کرے تو اس کے لیے اس کے سبب سے ثواب ہوگا اور اگر اس کے برعکس وہ ظلم کا حکم دے تو اس سبب سے اس پر (وبال) ہوگا۔'' (صحیح بخاری: ۲۹۵۷، ۷۱۳۷، صحیح مسلم: ۱۸۳۵)

حدیث (اِنَّمَا الْأَمَامُ جُنَّةٌ) زهير عن شبابه عن ورقاء عن ابی الزناد کی سند سے مروی ہے۔

(أَلْأَمَـامُ جُنَّةٌ) ''امام ڈھال ہے'' امام کے ڈھال ہونے کا ایک مطلب تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ شدید جنگ اور گھمسان کی لڑائی کے موقع پر امام وقت کی آڑلی جاتی ہے اور اس کی اوٹ میں رہ کر لڑا جاتا ہے جس طرح مجاہد ڈھال کے ذریعے سے دشمن کے وار کو روکتا ہے اسی طرح امیر کی شجاعت وبسالت اور بے جگری سے باقی فوجی تحفظ اور بچاؤ حاصل کرتے ہیں۔

دوسرا مطلب اس جملے کا یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان حاکم اپنی عوام کے ایمان وتقویٰ کی فکر کرتا ہے اور انہیں ایسے امور سے مجتنب رکھتا ہے جو دخول نار کا سبب ہوں بالکل اسی طرح جس طرح ڈھال فوجی کو دشمن کی تلوار کی زد سے بچاتی ہے۔

بعض حضرات نے ان الفاظ سے اس بات پر دلیل پکڑی ہے کہ امام وقت اگر کسی شخص کو مارے پیٹے یا قتل کرنے کا حکم صادر کردے اور مامور کو اس حکم کے مبنی بر ظلم ہونے کا علم نہ ہو تو اسے وہ حکم بجا لانا چاہیے۔ سارا وبال حکم دینے والے پر ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ بھی یہی موقف رکھتے ہیں جبکہ اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ مامور کو وضاحت کرنے اور حقیقت حال تک رسائی پانے کے بغیر حکم پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔ اس کو یہ جان لینا از حد ضروری ہے کہ یہ حکم حق وانصاف پر مبنی ہے یا ظلم وجور پر۔ اس بات کے قائل امام حسن بصری رحمہ اللہ ہیں۔

(وَاِنْ قَالَ بِغَيْرِهِ) یعنی اگر وہ ظلم وستم پر مبنی حکم صادر کرے تو اس کا وبال اسی کے اوپر ہے۔ بعض کے نزدیک لفظ قَـالَ لفظ أَلْـقَيْلُ سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ مطلق العنان حکمران کے ہیں یعنی جو حکمران اپنا حکم بزور قوت منواتا ہے اور اپنی رعیت کے ساتھ دھونس کا معاملہ کرتا ہے اور مشقت کا باعث بنتا ہے۔

(۲۴۷۸)۔ أَخْبَـرَنَـا عَبْـدُ الْـوَاحِـدِ بْـنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِى شُرَيْحٍ ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْبَغَوِيُّ ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ ، أَخْبَرَنِى أَبُو الأَشْهَبِ......

عَـنِ الْـحَسَـنِ ، قَـالَ: عَادَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ مَـعْـقِلا فِى مَرَضِهِ الَّذِى قُبِضَ فِيهِ ، فَقَالَ لَهُ

جناب حسن بیان کرتے ہیں کہ عبیداللہ بن زیاد سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے اس مرض میں آئے جس

(۲۴۷۸) أخرجه البخاری: ۷۱۵۰، ومسلم: ۱۴۲

مَعْقِلُ: إِنِّی مُحَدِّثُكَ بِحَدِيثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَتْ فِيَّ حَيَاةٌ مَا حَدَّثْتُكَ بِهَا، سَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ غَاشًّا لِرَعِيَّتِهِ إِلا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ۔))

میں ان کا انتقال ہوا۔ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ اگر مجھے اپنے زندہ رہنے کی امید ہوتی تو تجھے وہ حدیث نہ بیان کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ”جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو کسی رعیت کا حاکم بناتا ہے اور جب وہ مرتا ہے تو اپنی رعیت کے ساتھ دھوکہ اور خیانت کرنے والا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دیتا ہے۔“

شرح مروی ہے کہ سیدنا ابو مریم عمرو بن مرّہ جہنی رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ”اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو مسلمانوں کے کسی معاملے کا والی اور ذمہ دار بنا دیا ہو، پھر وہ ان کی ضروریات، حاجت مندی اور فقیری میں ان سے ملنے سے گریز کرے (حجاب میں رہے) تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے حجاب فرمائے گا جب کہ وہ ضرورت، محتاج اور فقیر ہوگا۔“ (صحیح، ابوداود: ۲۹۴۸)

راوی نے کہا: چنانچہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی مقرر کر دیا جو لوگوں کی ضروریات اور حاجات ان تک پہنچاتا تھا۔

جناب یحییٰ بن یعمر نے ایک شخص کی ضرورت راستے ہی میں پوری کر دی اور جناب شعبی نے ایک آدمی کی حاجت کو گھر کی دہلیز پر پورا کیا۔

(10)......بَابُ وَعِيدِ الْغَدْرِ

دھوکہ کرنے کی وعید کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ۝﴾ .... ”اور ہماری آیتوں کا انکار صرف وہی کرتے ہیں جو بدعہد اور ناشکرے ہوں۔“ (لقمان: ۳۲)

الختر سے مراد دھوکہ ہے۔ بعض کے نزدیک الختر سے مراد وہ فتنہ و فساد اور جنگ و جدال کی کیفیت ہے جو بغاوت اور غدر کے موقع پر بن جاتی ہے اور ہر طرف اندھیر نگری مچی ہوتی ہے۔

(۲۴۷۹)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو حَامِدٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ دُحَيْمٍ الشَّيْبَانِيُّ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَازِمِ بْنِ أَبِي غَرْزَةَ، قَالَ: أنا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ......

(۲۴۷۹) أخرجه البخاري: ۳۱۸۸، ۶۱۷۷، ومسلم: ۱۷۳۵

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لِكُلِّ غَادِرٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِوَاءٌ يُعْرَفُ بِهِ۔))

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر وہ شخص جو وعدہ خلافی کرنے والا ہے قیامت کے دن اس کی پہچان کراتے ہوئے اس پر جھنڈا لگا دیا جائے گا۔''

(۲٤۸۰)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الْخَرَقِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الطَّيْسَفُونِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ......

أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهُ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُقَالُ: أَلَا إِنَّ هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ۔))

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عہد شکنی کرنے والے کے لیے قیامت کے دن جھنڈا نصب کیا جائے گا اور اعلان کیا جائے گا کہ فلاں شخص کو اس کی عہد شکنی کی سزا ہے۔''

(۲٤۸۱)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُزَنِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَفِيدُ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْفَضْلِ الْبَجَلِيُّ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ ثَابِتٍ......

عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعْرَفُ بِهِ۔))

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر دھوکے باز اور عہد شکن کو قیامت والے دن ایک جھنڈا دیا جائے گا جو اس کی پہچان ہو گا۔''

(۲٤۸۲)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي تَوْبَةَ الْكُشْمِيهَنِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو طَاهِرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الْحَارِثِ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ الْكِسَائِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَحْمُودٍ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخَلَّالُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

(۲٤۸۰) انظر الحديث السابق

(۲٤۸۱) أخرجه البخاري: ۳۱۸۷، ومسلم: ۱۷۳۷

(۲٤۸۲) أخرجه مسلم: ۱۷۳۵

((إِنَّ الْغَادِرَ يُرْفَعُ لَهُ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِذَا اجْتَمَعَ النَّاسُ مِنَ الأَوَّلِينَ وَالآخِرِينَ، فَيُقَالُ: هَذِهِ غَدْرَةُ فُلانِ بْنِ فُلانٍ۔))

فرمایا: ''یقیناً قیامت والے دن جب پہلے اور بعد والے سب لوگ جمع ہوں گے عہد شکن شخص کا جھنڈا نمایاں ہوگا اور اعلان کیا جائے گا: یہ فلاں بن فلاں انسان کو اس کی عہد شکنی کی سزا ہے۔''

شرح وَعَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ عِنْدَ أَسْتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ ...... سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر عہد شکن انسان کی مقعد کے نزدیک قیامت کے دن جھنڈا ہوگا۔'' (صحیح مسلم: ۱۷۳۸)

وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى عَنْهُ: لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرْفَعُ لَهُ بِقَدْرِ غَدْرَتِهِ، أَلَا وَلَا غَادِرَ أَعْظَمُ مِنْ أَمِيرِ عَامَّةٍ۔ ......اور ایک روایت میں ہے: ''ہر عہد شکن کے لیے اس کی عہد شکنی کی بقدر بطور علامت جھنڈا نمایاں ہوگا۔ خبردار! سربراہ مملکت سے بڑھ کر کسی عہد شکن کی عہد شکنی نہیں ہے۔'' (صحیح مسلم: ۱۷۳۸)

(11)......بَابُ الْوَزِيرِ الصَّالِحِ

نیک وزیر کا بیان

(۲٤۸۳)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ يُوسُفَ الْجُوَيْنِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ شَرِيكٍ الشَّافِعِيُّ الْخَدَاشَاهِيُّ، بِإِسْفِرَايِنَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ الْجُورَبَذِيُّ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى الصَّدَفِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ......

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَبِيٍّ وَلا اسْتَخْلَفَ مِنْ خَلِيفَةٍ إِلا كَانَتْ لَهُ بِطَانَتَانِ: بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالْخَيْرِ، وَتَحُضُّهُ عَلَيْهِ، وَبِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالشَّرِّ، وَتَحُضُّهُ عَلَيْهِ، فَالْمَعْصُومُ مَنْ عَصَمَ اللّٰهَ۔))

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی بھیجا اور جسے بھی خلیفہ مقرر فرمایا اس کے دو قسم کے مشیر ہوتے ہیں، ایک مشیر اسے نیکی کا حکم دیتا تھا اور دوسرے مشیر اسے برائی کا مشورہ دیتا تھا اور برائی کی ترغیب دلاتا تھا اور محفوظ وہی رہتا ہے جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔''

شرح بطانہ سے مراد دلی دوست، مشیر اور راز دان ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ﴾..... ''تم اپنا دلی دوست ایمان والوں کے سوا اور کسی کو نہ بناؤ۔'' (آل عمران: ۱۱۸)

(۲٤۸۳) أخرجه البخاري: ۷۱۹۸

یعنی مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم، کافر اور مشرک لوگوں کو اپنی محبتوں کا محور و مرکز اور جگری دوست نہ بناؤ، اس لیے کہ وہ تمہیں دھوکہ دیں گے، مفاسد اور نقصانات کی دلدل میں دھکیل دیں گے اور کبھی تمہاری خیر خواہی نہیں کریں گے۔ لفظ بطانہ مصدر ہے لیکن یہاں بطور اسم کے مستعمل ہے۔ واحد، تثنیہ، جمع اور مذکر و مونث کے لیے یہی لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس کے معنی مشیر اور گہرے دوست کے ہیں۔

(٢٤٨٤)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الصَّيْرَفِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْحَكَمِ، أَخْبَرَنَا أَبِي، وَشُعَيْبٌ، عَنِ اللَّيْثِ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ سَلِيمٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ......

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((مَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَبِيٍّ، وَلَا كَانَ بَعْدَهُ خَلِيفَةٌ إِلَّا لَهُ بِطَانَتَانِ: بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالْمَعْرُوفِ، وَتَنْهَاهُ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَبِطَانَةٌ لَا تَأْلُوهُ خَبَالًا، فَمَنْ وُقِيَ بِطَانَةَ السُّوءِ، فَقَدْ وُقِيَ۔))

سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو بھی نبی مبعوث ہوئے یا جو ان کے بعد خلیفہ بنے، ان کے مشیر دو قسم کے ہوئے ہیں۔ ایک مشیر تو ان کو نیکی کا حکم دیتا تھا اور برائی سے روکتا تھا اور دوسرا ان کو خراب کرنے کی پوری کوشش کرتا تھا۔ جو شخص برے مشیر سے بچ گیا وہ حقیقتاً بچ گیا۔''

شرح ﴿لَا تَأْلُوهُ خَبَالًا﴾ .... ''وہ ان کو خراب کرنے کی پوری کوشش کرتا تھا'' یعنی وہ تمہیں نقصان اور گزند پہنچانے میں کوئی کوتاہی اور کمی نہیں کریں گے۔

﴿لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا﴾ .... ''دوسرے لوگ تمہاری تباہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔'' (آل عمران: ١١٨)

خبالاً کے معنی فساد اور ہلاکت کے ہیں، کبھی فساد کا یہ عمل معاملات میں ہوتا ہے، کبھی جسموں میں اور کبھی عقل و شعور میں۔ اسی لیے جنات کو **الخبل** کہتے ہیں کیونکہ وہ ذہنی توازن کے بگاڑ کا سبب بنتے ہیں۔ **خبله الجن** کا معنی ہے: اسے جنات سے خبطی کر دیا ہے۔

(12)......بَابُ صَاحِبِ الشُّرَطِ لِلْأَمِيرِ
امیر کے لیے کوتوال کا بیان

(٢٤٨٥)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ

(٢٤٨٤) صحيح ......أخرجه النسائي: ٤٢١٤، والترمذي: ٢٣٧٠

(٢٤٨٥) أخرجه البخاري: ٧١٥٥

يُوسُفَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ بَامَوَيْهِ الأَصْبَهَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَحْيَى الزُّهْرِيُّ الْقَاضِي، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خُزَيْمَةَ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الأَنْصَارِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ ثُمَامَةَ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ قَيْسُ بْنُ سَعْدٍ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْزِلَةِ صَاحِبِ الشُّرَطِ مِنَ الأَمِيرِ، يَعْنِي يَنْظُرُ فِي أُمُورِهِ۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا قیس بن سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح رہتے تھے جیسے امیر کے ساتھ کوتوال رہتا ہے۔ یعنی وہ آپ کے معاملات کا خیال رکھتے تھے۔

(13)......بَابُ كَرَاهِيَةِ تَوْلِيَةِ النِّسَاءِ

عورتوں کی حکمرانی کی کراہت کا بیان

(٢٤٨٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ، حَدَّثَنَا عَوْفٌ، عَنِ الْحَسَنِ......

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: لَمَّا بَلَغَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَهْلَ فَارِسَ قَدْ مَلَّكُوا عَلَيْهِمْ بِنْتَ كِسْرَى قَالَ: ((لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً۔))

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی لڑکی کو وارث تخت وتاج بنایا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ قوم کبھی فلاح نہیں پاسکتی جس نے اپنا حکمران کسی عورت کو بنایا ہو۔''

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ عورت حکمران اور قاضی بننے کے لیے موزوں نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام اور امیر کو عساکر اسلام کی دیکھ بھال، جہادی امور کی نگہداشت، مسلمانوں کے معاملات اور احوال کی اصلاح کیلئے سفر کرنا پڑتا ہے اور قاضی کو بھی جھگڑے نمٹانے، معاملات کا فیصلہ کرنے، جرائم کی تہہ تک پہنچنے اور تحقیق کرنے کے لیے اسفار درپیش رہتے ہیں اور خاتون پردہ نشین ہوتی ہے وہ ان معاملات کے لیے کسی طور ٹھیک نہیں اور اپنی فطری کمزوری اور ناتوانی کی بنا پر وہ ان امور کی انجام دہی سے عاجز رہتی ہے اور اس لیے بھی کہ عورت ناقص العقل ہے اور امامت وقضاء کے معاملات اوپر درجے کے ہیں جن لیے کمال درجے کی عقل وبصیرت اور گہرے شعور وادراک کی ضرورت ہے اور اس کے لیے مرد حضرات ہی موزوں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے یہ کمال ودیعت کر رکھا ہے۔ ان دونوں مناصب کے لیے نابینا شخص بھی مناسب نہیں کیونکہ وہ مجرموں کی حرکات وسکنات ملاحظہ نہیں کر سکے گا

(٢٤٨٦) أخرجه البخاري: ٤٤٢٥، ٧٠٩٩

اور اس طرح ان کے مابین فرق کرنے اور معاملات کی گہرائی تک پہنچنے سے قاصر رہے گا کیونکہ بہت سارے امور کا تعلق مجرم کی نفسیاتی کیفیت اور چہرہ شناسی سے ہوتا ہے۔

اور یہ جو مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے دو مرتبہ سیدنا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا تو واضح رہے کہ آپ کی یہ جانشینی نماز کی امامت کے طور پر تھی، امور قضا سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔

(14)...... بَابُ عَقْدِ الْبَيْعَةِ وَالْاِسْتِخْلَافِ

بیعت اور خلیفہ بنانے کے عقد کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً﴾ .... ''میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔''
(سورۂ بقرہ: ۳۰)

نیز اللہ جل ذکرہ کا فرمان ہے: ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ﴾ .... ''تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کیے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا۔'' (النور: ۵۵)

(٢٤٨٧)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، ......

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَأَبُو بَكْرٍ بِالسُّنْحِ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ، فَكَشَفَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَبَّلَهُ قَالَ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، طِبْتَ حَيًّا وَمَيِّتًا، ثُمَّ خَرَجَ فَحَمِدَ اللّٰهَ، وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَقَالَ: أَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا، فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ، فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ، وَقَالَ: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ (الزمر: ٣٠)،

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اس وقت سنح کے مقام میں تھے۔ (اطلاع ملنے پر) سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اندر جا کر آپ کی میت مبارک سے کپڑا اٹھایا اور بوسہ دیا اور کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! آپ زندگی میں بھی پاکیزہ تھے اور وفات کے بعد بھی۔ اس کے بعد آپ باہر آئے اور پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی، پھر کہا: لوگو! دیکھو اگر کوئی محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ جناب محمد ﷺ کی وفات ہو چکی ہے اور جو

(٢٤٨٧) أخرجه البخاري: ١٢٤١، ٣٦٦٧

وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ إِلَى قَوْلِهِ الشَّاكِرِينَ﴾ (آل عمران: ١٤٤) قَالَ: فَنَشَجَ النَّاسُ يَبْكُونَ، قَالَ: وَاجْتَمَعَتِ الأَنْصَارُ إِلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ، فَقَالُوا: مِنَّا أَمِيرٌ، وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ، فَذَهَبَ إِلَيْهِمْ أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ، فَذَهَبَ عُمَرُ يَتَكَلَّمُ، فَأَسْكَتَهُ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَتَكَلَّمَ أَبْلَغَ النَّاسِ، فَقَالَ فِي كَلامِهِ: نَحْنُ الأُمَرَاءُ وَأَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ، فَبَايِعُوا عُمَرَ وَأَبَا عُبَيْدَةَ، فَقَالَ عُمَرُ: بَلْ نُبَايِعُكَ أَنْتَ، فَأَنْتَ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا وَأَحَبُّنَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذَ عُمَرُ بِيَدِهِ، فَبَايَعَهُ، وَبَايَعَهُ النَّاسُ۔

شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ ہمیشہ زندہ ہے اسے موت کبھی نہیں آئے گی اور پھر یہ آیت تلاوت کی ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ﴾.... ''اے میرے پیغمبر! تو بھی مرنے والا ہے اور وہ بھی مریں گے۔'' (سورۂ زمر: ۳۰) نیز اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ﴾.... ''(حضرت) محمد ﷺ صرف رسول ہی ہیں، ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے ہیں، کیا اگر ان کا انتقال ہو جائے یا یہ شہید ہو جائیں، تو تم اسلام سے اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی پھر جائے اپنی ایڑیوں پر تو ہرگز اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑے گا، عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو نیک بدلہ دے گا۔'' (آل عمران: ۱۴۴) راوی نے بیان کیا کہ یہ سن کر لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، راوی نے کہا کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں جمع ہوگئے اور کہنے لگے کہ ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم (مہاجرین) میں سے ہوگا (دونوں مل کر حکومت کریں گے) پھر سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر بن خطاب اور سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم ان کی مجلس میں پہنچے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کرنا چاہی لیکن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں خاموش رہنے کے لیے کہا، پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انتہائی بلاغت کے ساتھ بات شروع کی، انہوں نے اپنی گفتگو میں فرمایا کہ ہم (قریش) امراء ہیں اور تم (جماعت انصار) وزراء ہو۔ تم کو اختیار ہے، تم

عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلو یا ابوعبیدہ بن جراح کی، اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں ہم آپ ہی سے بیعت کریں گے۔ آپ ہمارے سردار ہیں، ہم میں سب سے بہتر ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آپ ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں، (یہ کہہ کر) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی، پھر سب لوگوں نے بیعت کی۔

(٢٤٨٨)۔ أَخْبَـرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَنَا مُحَمَّدُ بْـنُ يُـوسُفَ ، نَـا مُـحَـمَّـدُ بْـنُ إِسْمَاعِيلَ ، نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى ، أَنَا هِشَامٌ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ......

أَخْبَـرَنِـي أَنَـسُ بْـنُ مَـالِكٍ ، أَنَّهُ سَمِعَ خُطْبَةَ عُـمَرَ الآخِـرَةَ حِيـنَ جَـلَـسَ عَـلَى الْمِنْبَرِ ، وَذَلِكَ الْـغَـدُ مِـنْ يَوْمِ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَـلَيْـهِ وَسَلَّمَ ، فَتَشَهَّدَ ، وأَبُو بَكْرٍ صَامِتٌ لَا يَتَـكَـلَّـمُ ، قَالَ: كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَعِيشَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى يَدْبُرَنَا ، يُرِيدُ بِذَلِكَ أَنْ يَكُونَ آخِرَهُمْ ، فَإِنْ يَكُنْ مُحَمَّدٌ قَدْ مَاتَ ، فَإِنَّ اللّٰهَ قَـدْ جَـعَـلَ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ نُورًا تَهْتَدُونَ بِهِ بِمَا هَـدَى الـلّٰـهُ مُـحَـمَّدًا ، وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ صَاحِبُ رَسُـولِ الـلّٰـهِ صَـلَّـى الـلهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَانِيَ اثْـنَـيْـنِ ، وَإِنَّـهُ أَوْلَـى الْـمُسْلِمِينَ بِأُمُورِهِمْ ، فَـقُـومُـوا فَبَـايِعُوهُ ، وَكَانَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ قَدْ بَـايَـعُـوهُ قَبْـلَ ذَلِكَ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ ، وَكَانَتْ بَيْعَةُ الْعَامَّةِ عَلَى الْمِنْبَرِ۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرا خطبہ سنا جب آپ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے، یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دوسرے دن کا ہے۔ انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش تھے اور کچھ نہیں بول رہے تھے، پھر کہا: مجھے امید تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہیں گے اور ہمارے کاموں کی تدبیر وانتظام کرتے رہیں گے۔ ان کا منشا یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب لوگوں کے بعد تک زندہ رہیں گے تو اگر آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے نور (قرآن) کو باقی رکھا ہے جس کے ذریعے سے تم ہدایت حاصل کرتے رہوگے اور اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے ہدایت کی اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی (جو غار ثور میں) دو میں سے دوسرے ہیں، بلاشک وہ تمہارے امور خلافت کے لیے تمام مسلمانوں میں سب

(٢٤٨٨) أخرجه البخاري: ٧٢١٩

سے بہتر ہیں۔ اٹھو اور ان سے بیعت کرو۔ اور ایک جماعت ان سے پہلے ہی سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت کر چکی تھی، پھر عام لوگوں نے منبر پر بیعت کی۔

شرح امام زہری رحمہ اللہ کی سند سے مروی ہے: ''یہ کتاب جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے رسول ﷺ کو ہدایت سے نوازا، اسے مضبوطی سے تھام لو، ہدایت پا جاؤ گے۔'' (صحیح بخاری: ۷۲۶۹)

(يَدْبُرُنَا) یعنی آپ کے صحابہ پہلے فوت ہو جائیں گے اور آپ ان کے بعد تک زندہ رہیں گے۔ جب کوئی شخص کسی کے نشانات قدم کی پیروی کرتے ہوئے چلے تو دبر، یدبر کے باب اور الفاظ کے ساتھ اس کیفیت کو بیان کیا جاتا ہے۔

(۲۴۸۹)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قِيلَ لِعُمَرَ: أَلَا تَسْتَخْلِفُ؟ قَالَ: إِنْ أَسْتَخْلِفَ فَقَدِ اسْتَخْلَفَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي، أَبُو بَكْرٍ، وَإِنْ أَتْرُكْ فَقَدْ تَرَكَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي، رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَثْنَوْا عَلَيْهِ، فَقَالَ: رَاغِبٌ وَرَاهِبٌ، وَدِدْتُ أَنِّي نَجَوْتُ مِنْهَا كَفَافًا لَا لِيَ وَلَا عَلَيَّ، لَا أَتَحَمَّلُهَا حَيًّا وَمَيِّتًا۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ (جب زخمی ہوئے تو ان) سے کہا گیا آپ کسی کو اپنا خلیفہ کیوں نہیں منتخب کر دیتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں کسی کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں (تو اس کی بھی مثال ہے کہ) اس شخص نے اپنا خلیفہ منتخب کیا تھا جو مجھ سے بہتر تھے۔ یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اگر میں اسے مسلمانوں کی رائے پر چھوڑتا ہوں تو (اس کی بھی مثال موجود ہے) اس بزرگ نے (خلیفہ کا انتخاب مسلمانوں کے لیے) چھوڑ دیا تھا جو مجھ سے بہتر تھے یعنی رسول کریم ﷺ پھر لوگوں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تعریف کی تو انہوں نے کہا: کوئی دل سے میری تعریف کرتا ہے کوئی ڈر کر۔ اب میں تو یہی غنیمت سمجھتا ہوں کہ خلافت کی ذمہ داریوں میں اللہ کے ہاں برابر برابر ہی چھوٹ جاؤں، نہ مجھے کچھ ثواب ملے اور نہ کوئی عذاب، میں نے خلافت کا بوجھ اپنی زندگی بھر اٹھایا، اب مرنے پر میں اس بار کو نہیں اٹھاؤں گا۔

(۲۴۸۹) أخرجه البخاري: ۷۲۱۸، ومسلم: ۱۸۲۳

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: امام (شرعی حکمران) اگر فوت ہونے سے پہلے کسی نیک اور صالح شخص کو مسلم امہ کی سیادت وقیادت کے لیے منتخب کر جائے تو اسے ولی عہد کہتے ہیں اور اس کے اس منصب کو ولایت کہا جاتا ہے، اس سے لڑائی جھگڑا، قتل وغارت اور چھینا جھپٹی جائز نہیں جیسا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کر کے کہا۔ اور اگر امام بغیر کسی کو جانشین مقرر کیے فوت ہو جائے تو ارباب حل وعقد کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ کسی صالح اور جہاں دیدہ شخص کو مسلمانوں کا امیر مقرر کریں جو ان کے معاملات کو احسن طریقے سے سرانجام دے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور انہیں خلیفہ نامزد کیا اور انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز وتدفین کے معاملات کو مؤخر کر کے بیعت کو پہلے حل کیا تا کہ امت کا شیرازہ نہ بکھرے اور امت کی وحدت پارہ پارہ نہ ہو جائے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا: ((مَنْ نَزَعَ يَدًا مِنْ طَاعةٍ، لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لا حُجَّةَ لَهُ، وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً۔)) ...... ''جس شخص نے (اپنا) ہاتھ امیر کی اطاعت سے کھینچ لیا وہ قیامت کے دن اللہ سے ملاقات کرے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہو گی اور جو شخص فوت ہوا اور اس کی گردن میں امیر کی بیعت نہیں، وہ جاہلیت کی موت مرا۔'' (صحيح مسلم: ١٨٥١)

اگر امام وقت خلافت کے معاملے کو مجلس شوریٰ کے سپرد کر دے، پھر مجلس شوریٰ کسی مرد کو مسلمانوں کا امیر اور خلیفہ نامزد کرنے کا اعلان کر دے تو وہ شخص امور سلطنت کا ذمہ دار قرار پائے گا، اس کی اطاعت واجب ہو گی اور اس کی مخالفت ناجائز اور حرام ٹھہر ہو گی جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کیا۔

(٢٤٩٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ......

قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَبْلَ أَنْ يُصَابَ بِأَيَّامٍ بِالْمَدِينَةِ، قَالَ: لَئِنْ سَلَّمَنِي اللّٰهُ، لَأَدَعَنَّ أَرَامِلَ الْعِرَاقِ لا يَحْتَجْنَ إِلَى رَجُلٍ بَعْدِي أَبَدًا، قَالَ: فَمَا أَتَتْ عَلَيْهِ إِلا رَابِعَةٌ حَتَّى أُصِيبَ، فَقَالُوا: أَوْصِ

جناب عمرو بن میمون رحمہ اللہ نے کہا: میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو زخمی ہونے سے چند دن پہلے مدینہ میں دیکھا، انہوں نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے زندہ رکھا تو میں عراق کی بیوہ عورتوں کے لیے اتنا کر دوں گا کہ وہ میرے بعد کسی کا محتاج نہیں رہیں گی۔ عمرو بن میمون نے بیان کیا

(٢٤٩٠) أخرجه البخاري: ٣٧٠٠

يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، اسْتَخْلِفْ، قَالَ: مَا أَحَدٌ أَحَقَّ بِهٰذَا الأَمْرِ مِنْ هٰؤُلاءِ النَّفَرِ، أَوِ الرَّهْطِ الَّذِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ، فَسَمَّى عَلِيًّا، وَعُثْمَانَ، وَالزُّبَيْرَ، وَطَلْحَةَ، وَسَعْدًا، وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ، وَقَالَ: يَشْهَدُكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، وَلَيْسَ لَهُ مِنَ الأَمْرِ شَيْءٌ، كَهَيْئَةِ التَّعْزِيَةِ لَهُ، فَإِنْ أَصَابَتِ الإِمْرَةُ سَعْدًا، وَإِلا فَلْيَسْتَعِنْ بِهِ أَيُّكُمْ مَا أُمِّرَ، فَإِنِّي لَمْ أَعْزِلْهُ مِنْ عَجْزٍ وَلا خِيَانَةٍ، وَقَالَ: أُوصِي الْخَلِيفَةَ مِنْ بَعْدِي بِالْمُهَاجِرِينَ الأَوَّلِينَ أَنْ يَعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ، وَأَنْ يَحْفَظَ لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ، وَأُوصِيهِ بِالأَنْصَارِ خَيْرًا، الَّذِينَ تَبَوَّئُوا الدَّارَ وَالإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ، أَنْ يُقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ، وَأَنْ يُعْفَى عَنْ مُسِيئِهِمْ، وَأُوصِيهِ بِأَهْلِ الأَمْصَارِ خَيْرًا، فَإِنَّهُمْ رِدْءُ الإِسْلامِ، وَجُبَاةُ الْمَالِ، وَغَيْظُ الْعَدُوِّ، وَأَنْ لَا يُؤْخَذَ مِنْهُمْ إِلا فَضْلُهُمْ عَنْ رِضَاهُمْ، وَأُوصِيهِ بِالأَعْرَابِ خَيْرًا، فَإِنَّهُمْ أَصْلُ الْعَرَبِ، وَمَادَّةُ الإِسْلامِ: أَنْ يُؤْخَذَ مِنْ حَوَاشِي أَمْوَالِهِمْ، وَيُرَدَّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، وَأُوصِيهِ بِذِمَّةِ اللّٰهِ وَذِمَّةِ رَسُولِهِ أَنْ يُوفِيَ لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ، وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ، وَلا يُكَلَّفُوا إِلا طَاقَتَهُمْ۔

کہ ابھی اس گفتگو پر چوتھا دن ہی آیا تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا گیا۔ لوگوں نے عرض کیا: امیر المؤمنین! خلافت کے لیے کوئی وصیت کر دیجیے؟ انہوں نے کہا کہ خلافت کا میں ان حضرات سے زیادہ اور کسی کو مستحق نہیں پاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک جن سے راضی اور خوش تھے پھر انہوں نے علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد اور عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہم کا نام لیا اور یہ بھی فرمایا کہ عبداللہ بن عمر کو بھی صرف مشورہ کی حد تک شریک رکھنا لیکن خلافت سے انہیں کوئی سروکار نہیں رہے گا، جیسے آپ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تسکین کے لیے یہ فرمایا ہو۔ پھر اگر خلافت سعد کو مل جائے تو وہ اس کے اہل ہیں اور اگر وہ نہ ہو سکیں تو جو شخص بھی خلیفہ ہو وہ اپنے زمانۂ، خلافت میں ان کا تعاون حاصل کرتا رہے، کیونکہ میں نے ان کو (کوفہ کی گورنری سے) نااہلی یا کسی خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا ہے اور عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو مہاجرین اولین کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان کے حقوق پہچانے اور ان کے احترام کو ملحوظ رکھے اور میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ انصار کے ساتھ بہتر معاملہ کرے جو دار الہجرت اور دارالایمان (مدینہ منورہ) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے (پہلے سے) مقیم ہیں۔ (خلیفہ کو چاہیے) کہ وہ ان کے نیکوں کو نوازے اور ان کے بروں کو معاف کر دیا کرے اور میں ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ شہری آبادی کے ساتھ بھی اچھا معاملہ رکھے کہ یہ لوگ اسلام کی مدد، مال جمع کرنے کا ذریعہ اور (اسلام کے) دشمنوں کے لیے ایک

مصیبت ہیں اور یہ کہ ان سے وہی وصول کیا جائے جو ان
کے پاس فاضل ہو اور ان کی خوشی سے لیا جائے اور میں
ہونے والے خلیفہ کو بدویوں کے ساتھ بھی اچھا معاملہ کرنے
کی وصیت کرتا ہوں کہ وہ اصل عرب ہیں اور اسلام کی
جڑ ہیں اور یہ کہ ان سے ان کا بچا کھچا مال وصول کیا جائے
اور انہیں کے محتاجوں میں تقسیم کردیا جائے اور میں ہونے
والے خلیفہ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عہد کی
نگہداشت کی (جو اسلامی حکومت کے تحت غیر مسلموں سے
کیا ہے) وصیت کرتا ہوں کہ ان سے کئے گئے عہد کو پورا کیا
جائے، ان کی حفاظت کے لیے جنگ کی جائے اور ان کی
حیثیت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالا جائے۔

شرح: پھر نبی کریم ﷺ کے تمام صحابہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے پر متفق ہو گئے اور ان کے لیے عقد بیعت کیا اور سیدنا عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے کہا: میں آپ (عثمان رضی اللہ عنہ) سے اللہ کے دین اور اس کے رسول کی سنت اور آپ کے دو خلفاء کے طریق کے مطابق بیعت کرتا ہوں۔ چنانچہ پہلے ان سے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیعت کی، پھر سب لوگوں نے اور مہاجرین، انصار اور فوجوں کے سرداروں اور تمام مسلمانوں نے بیعت کی۔ (صحیح بخاری: ۷۲۰۷)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: تمام اہل السنۃ والجماعۃ یعنی امت محمدیہ اس بات پر متفق ہے کہ خلیفہ کا تقرر سنت ہے اور خلیفہ (شرعی حکمران) کی اطاعت واجب اور فرض ہے، ماسوائے فرقہ خوارج کے جو دین سے نکل گئے ہیں، جنہوں نے اپنے گلے سے اسلام کا کڑا اتار پھینکا ہے، دین کی اطاعت سے نکل گئے ہیں اور جنہوں نے اسلام کی وحدت کو پارہ پارہ کردیا ہے۔

جناب عبداللہ بن دینار نے کہا کہ جب لوگوں نے خلیفہ عبدالملک کی بیعت کی تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کی خدمت میں ایک مکتوب تحریر کیا جس کا مضمون یہ تھا...... اللہ کے بندے عبدالملک بن مروان امیر المؤمنین کی طرف ...... میں اللہ کے بندے عبدالملک امیر المؤمنین کے لیے سننے اور اطاعت کرنے کا اقرار کرتا ہوں، اللہ کے دین اور اس کے رسول کی سنت پر جہاں تک میرا بس ہے، اور میرے بیٹے بھی اس عہد کے اقراری ہیں۔

(15)......بَابُ رِزْقِ الْوُلَاةِ وَالْقُضَاةِ

حکمرانوں اور قاضیوں کی روزی کا بیان

(٢٤٩١)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ......

أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا اسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِي أَنَّ حِرْفَتِي لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَئُونَةِ أَهْلِي، وَشُغِلْتُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ، فَسَيَأْكُلُ آلُ أَبِي بَكْرٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ، وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے کہا: میری قوم جانتی ہے کہ میرا (تجارتی) کاروبار میرے گھر والوں کی گزران کے لیے کافی رہا ہے۔ لیکن اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا ہوں، اس لیے اب ابوبکر کے گھر والے بیت المال میں سے کھائیں گے اور ابوبکر مسلمانوں کا مال تجارت بڑھاتا رہے گا۔

شرح أَلْحَرْفَة کا معنی ہے: کسب معاش کرنا اور کمائی کے لیے دوڑ دھوپ میں لگے رہنا۔ حدیث کے الفاظ ویحترف کا مطلب ہے کہ میں جو بیت المال سے اپنا اور اپنے گھر والوں کا خرچہ لوں گا تو اس کے بدلے بیت المال کے روپے پیسے میں تجارت اور سوداگری کر کے اس کو ترقی دوں گا اور مسلمانوں کا فائدہ کراؤں گا۔

(٢٤٩٢)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ الطَّاهِرِيُّ، أَخْبَرَنَا جَدِّي عَبْدُ الصَّمَدِ الْبَزَّازُ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَكَرِيَّا الْعُذَافِرِيُّ، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ الدَّبَرِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ......

عَنِ الأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ بَابِ عُمَرَ فَخَرَجَتْ عَلَيْنَا جَارِيَةٌ، فَقُلْتُ: هٰذِهِ سُرِّيَّةُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، فَقَالَتْ: وَاللّٰهِ! مَا أَنَا بِسُرِّيَّةٍ، وَمَا أَحِلُّ لَهُ، وَإِنِّي لَمِنْ مَالِ اللّٰهِ، ثُمَّ دَخَلَتْ فَخَرَجَ عَلَيْنَا عُمَرُ، فَقَالَ:

جناب احنف بن قیس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دروازے کے پاس موجود تھے کہ ایک لونڈی باہر نکلی، میں نے کہا: یہ امیر المؤمنین کی لونڈی ہے تو اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں لونڈی نہیں ہوں اور نہ امیر المؤمنین کے لیے حلال ہی ہوں، بلاشبہ میں اللہ کے مال

(٢٤٩١) أخرجه البخاري: ٢٠٧٠

(٢٤٩٢) سنده صحيح ......أخرجه البيهقي في "السنن الكبرى": ٦/ ٣٥٣، وعبد الرزاق في المصنف: ٢٠٠٤٦

مَا تَرَوْنَهُ يَحِلُّ لِي مِنْ مَالِ اللهِ، أَوْ قَالَ: مِنْ هَذَا الْمَالِ؟ قَالَ: قُلْنَا: أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ أَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنَّا، فَقَالَ: إِنْ شِئْتُمْ أَخْبَرْتُكُمْ مَا أَسْتَحِلُّ مِنْهُ، مَا أَحُجُّ وَأَعْتَمِرُ عَلَيْهِ مِنَ الظَّهْرِ وَحُلَّتِي فِي الشِّتَاءِ، وَحُلَّتِي فِي الصَّيْفِ، وَقُوتَ عِيَالِي وَشِبَعِي وَسَهْمِي فِي الْمُسْلِمِينَ، فَإِنَّمَا أَنَا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَالَ مُعْمَرٌ: وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي يَحُجُّ عَلَيْهِ وَيَعْتَمِرُ بَعِيرًا وَاحِدًا۔

سے ہوں، اتنا کہہ کر وہ گھر چلی گئی، پھر ہمارے پاس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور کہا: تمہارا کیا خیال ہے اللہ کے مال سے میرے لیے کیا حلال ہے؟ یا کہا: اس مال سے؟ ہم نے کہا: امیر المؤمنین! اس مسئلہ کی بابت آپ ہم سے زیادہ جانتے ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں بتادوں کہ اس مال سے میرے لیے کیا کچھ جائز ہے، حج وعمرہ کی ادائیگی کے لیے سواری لے لینا، ایک جوڑا موسم سرما میں اور ایک موسم گرما میں، اپنے بال بچوں کا خرچہ اور پیٹ بھر کر کھانا اور میرا حصہ ایک مسلمان فرد کی طرح ہے کیونکہ میں بھی مسلم معاشرے کا ایک فرد ہوں۔ جناب معمر نے کہا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حج وعمرہ کے لیے ایک ہی اونٹ استعمال کرتے تھے۔

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حاکم وقت کے لیے جائز ہے کہ وہ بیت المال سے اپنے گھریلو اخراجات، اپنے اور بال بچوں کے کپڑے، رہائش اور خادم حاصل کر سکتا ہے (یہ چیزیں عمال حکومت کے لازمی بنیادی حقوق میں سے ہیں) سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو ہمارا عامل ہو وہ بیوی حاصل کر لے، اگر اس کے پاس خادم نہ ہو تو خادم لے لے اور اگر اس کے پاس رہائش نہ ہو تو وہ رہائش حاصل کر لے۔'' ایک روایت میں ہے: ''جو کوئی اس کے علاوہ لے تو وہ خائن یا چور ہے۔'' (صحیح، ابوداود: ۲۹۴۵)

علامہ ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث مبارکہ کے اس جملے کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ عامل کے لیے خادم اور رہائش کا حصول جائز ہے اور یہ چیزیں معاوضہ کے اندر شامل ہیں البتہ اس سے زائد سہولیات کا حصول جائز نہیں اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ عامل کے لیے رہائش اور خادم کا ہونا از بس ضروری ہے۔ اگر یہ چیزیں اسے میسر ہیں تو ٹھیک ہے وگرنہ حکومت کے ذمے ہے کہ اسے خادم میسر کرے اور اس کی تنخواہ کا بندوبست کرے اسی طرح اسے ملازمت کی مدت میں رہائش دی جائے۔ جناب قاضی شریح قضا پر اجرت وصول کیا کرتے تھے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: قاضی کو تنخواہ اور مشاہرے کے ساتھ ساتھ دفتر میں استعمال ہونے والا سٹیشنری کا خرچہ بھی ملنا چاہیے۔ امام مسروق نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ وہ مسلمانوں کے قاضی کے لیے تنخواہ اور اجرت وصول کرنا ناپسند جانتے تھے۔ واللہ اعلم

(16)......بَابُ الرِّشْوَةِ وَالْهَدِيَّةِ لِلْقُضَاةِ وَالْعُمَّالِ
قاضیوں اور عاملوں کے لیے رشوت اور تحفے کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَـٰطِلِ وَتُدْلُوا۟ بِهَآ إِلَى ٱلْحُكَّامِ﴾ ..... ’’اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو، نہ حاکموں کو رشوت پہنچایا کرو۔‘‘ (سورۂ بقرہ: ۱۸۸)

یعنی کسی دوسرے کا حق مارنے کے لیے کسی حاکم، قاضی یا اہلکار کو کچھ دینا رشوت اور حرام ہے تاکہ فیصلے میں اپنی مرضی کی تبدیلی کی جائے۔ یہ لفظ ادلیت الدلو ’’میں نے ڈول ڈالا‘‘ سے ماخوذ ہے۔ جب کوئی شخص اپنی حجت اور دلیل کو پوری طرح وضاحت کے ساتھ بیان کرلے تو کہا جاتا ہے: أدلٰی بِحُجَّتِهِ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَـٰذَا ٱلْأَدْنَىٰ﴾ ..... ’’وہ اس دنیائے فانی کا مال متاع لے لیتے ہیں۔‘‘ (سورۂ اعراف: ۱۶۹)

یعنی فیصلوں میں من مرضی کی تبدیلی کے لیے رشوت دیتے ہیں۔

(۲۴۹۳)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ......

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي۔))

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت ہو۔‘‘

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: رشوت اس رقم یا مالی فائدے کو کہا جاتا ہے جو کسی حاکم، قاضی یا اوروں کو کسی کا حق غصب کرنے یا غیرحق کو اپنا حق قرار دینے کے لیے دیا جائے۔ رشوت دینے والے کی غرض یہ ہوتی ہے کہ جس چیز کا وہ حقدار نہیں اسے اپنے لیے ہموار کیا جائے اور جس حق کی ادائیگی اس کے ذمے لازم ہو اس سے جان چھڑائی جائے لیکن اگر کوئی اہلکار ظالم ہو اور حق داروں کے حقوق بھی اس کے پاس محفوظ نہ رہتے ہوں اور وہ لوگوں سے طلب کرتا ہو یا اسے دینا پڑتا ہو، اسی طرح کوئی افسر حد درجہ ظالم اور منہ زور ہو اور کسی شریف آدمی کو بے جا کسی مقدمے میں پھنسا دے اور رشوت دیے بغیر جان نہ چھوٹتی ہو اور اس ظالم سے چھٹکارے کی کوئی سبیل نہ ہو تو بادل نخواستہ رشوت دی جاسکتی ہے ان شاء اللہ اس پر کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا۔

(۲۴۹۳) صحیح ...... أخرجه ابوداود: ۳۵۸۰، والترمذی: ۱۳۳۶، وابن ماجه: ۲۳۱۳

فائدہ: ایسی صورت میں اصل عزیمت تو یہی ہے کہ اسے کچھ نہ دیا جائے اور معاملہ اللہ پر چھوڑتے ہوئے صبر کیا جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو اور صرف اپنے جائز حق کے لیے شدید مجبوری کی صورت میں کبھی کچھ دینا پڑ جائے تو اس پر کثرت سے استغفار کرے، لینے والے کے حق میں یہ یقیناً رشوت اور حرام ہے، بلکہ صاحب حق کو مجبور کرنے کی سزا کا بھی مستحق ہے۔ واللہ اعلم (ع،س)

مروی ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ پکڑے گئے، تو انہوں نے دو دینار ادا کیے تب جا کر جان چھوٹی۔

جناب حسن بصری، شعبی، جابر بن زید اور عطاء رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: جب کسی شخص کو اپنے جان و مال کے متعلق شدید خطرہ لاحق ہو اور کسی ظالم کے ظلم وستم کا اندیشہ ہو تو گلو خلاصی کے لیے رشوت دی جاسکتی ہے۔ امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: صاحب حق اور ظالم افسر کے درمیان خلوص نیت سے دوڑ دھوپ کرنے والا شخص اگر اخراجات وغیرہ کیلئے رشوت وصول کرلے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ امام ابن سیرین کا کہنا ہے کہ ہمارے زمانے میں کہا جاتا تھا کہ سحت اور حرام وہ رشوت ہے جو فیصلوں کو تبدیل کرانے کے لیے ہو باقی رہی وہ رشوت جو فصلوں، غلوں اور پھلوں کے اندازے (خرص) میں نرمی کے لیے دی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس زمانے کے لوگ دیتے تھے۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجا۔ جب میں روانہ ہوا تو آپ نے میرے تعاقب میں ایک شخص کو بھیجا، میں واپس آیا تو آپ نے دریافت کیا: ''تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہارے پیچھے کس لیے ایک شخص کو بھیجا؟ میں نے اس لیے تجھے بلایا تھا کہ تو میری اجازت کے بغیر (کسی سے) کچھ نہ لینا کیونکہ اس طرح مال لینا خیانت ہے اور جو شخص خیانت کرے گا قیامت کے دن خیانت کے ساتھ آئے گا، اب تو اپنے کام پر روانہ ہو جا۔'' (ضعیف الاسناد، ترمذی: ۱۳۳۵)

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کو ہم کوئی ذمہ داری سونپیں اور اس کا وظیفہ مقرر کردیں تو اس (وظیفے) کے علاوہ جو مال وہ لے گا وہ خیانت ہوگی۔'' (صحیح، ابوداود: ۲۹۴۳)

ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ ''امیروں اور والیوں کا تحائف لینا خیانت ہے۔'' (صحیح، مسند احمد: ۲۳٦٦۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مروی ہے کہ آپ تحائف قبول کرلیا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۲۵۸۵)

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ تحائف کی وصولی صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جائز تھی، آپ کے خلفاء کے لیے جائز نہیں۔ اس کی دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ''عہدیداروں اور اہلکاروں کا تحائف وصول کرنا خیانت کے زمرے میں آتا ہے۔''

مروی ہے کہ جناب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کہا: تحائف کی وصولی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہدیہ کا حکم رکھتی تھی اور آپ کے بعد امراء کے لیے رشوت ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ ملنے والے تحائف کو بیت المال میں جمع کروایا کرتے تھے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا: جو تحائف حربی کفار کی طرف سے ملیں وہ حاکم وقت کے ہیں انہیں بیت المال میں جمع کرانے کی ضرورت نہیں۔

(٢٤٩٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الْخَرَقِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الطَّيْسَفُونِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ......

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِيَّاكُمْ وَالْقُسَامَةَ)) قَالُوا: وَمَا الْقُسَامَةُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((الرَّجُلُ يَكُونُ عَلَى الْفِئَامِ مِنَ النَّاسِ، فَيَأْخُذُ مِنْ حَظِّ هَذَا وَمِنْ حَظِّ هَذَا۔))

جناب عطاء بن یسار رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قسامہ سے بچو۔'' صحابہ نے عرض کیا: ''قُسَامه'' سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی شخص لوگوں پر امیر ہو تو (تقسیم کرتے ہوئے) کچھ اس کے حصے میں سے لے لے اور کچھ دوسرے کے حصے میں سے۔''

شرح: لفظ ''قسامہ'' قاف کے اوپر ضمہ کے ساتھ ہے۔ اس سے مراد لوگوں کے حقوق تقسیم کرتے ہوئے تقسیم کنندہ کا اپنے لیے کوئی چیز رکھ لینا ہے۔ جیسے آری کے ساتھ کاٹتے ہوئے گرنے والے برادہ کو النشارۃ کہتے ہیں اور العجالۃ اس ضیافت کو کہا جاتا ہے جو مہمان کی آمد پر فوراً پیش کر دی جائے یعنی ماحضر اور حدیث میں وارد لفظ الفِئَام کا معنی جماعتیں اور ٹولیاں ہیں۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ مسئلہ ہرگز نہیں نکلتا کہ تقسیم کنندہ کے لیے اپنے کام کی اجرت اور حق الخدمت لینا جائز نہیں، بالخصوص جب مالکان کی طرف سے اجازت بھی ہو۔ دراصل اس حدیث مبارکہ کا تعلق اس امیر اور رئیس کے ساتھ ہے جو اپنی قوم کا سیاسی اور معاشرتی نمائندہ ہے۔ اس کے لیے کسی طرح جائز نہیں کہ لوگوں کے حقوق تقسیم کرتے ہوئے ان سے کوئی چیز وصول کرے اور اپنے لیے خصوصی حصہ بچا کر رکھ لے، ایسا کرنا اس کے لیے حرام ہے (البتہ کسی اور کو جو اس عمل کا ذمہ دار نہ ہو اگر اس سے اس کام کے لیے کہا جائے تو اسے حق حاصل ہے کہ کوئی مقدار معین کر کے لے لے۔)

اسی طرح دلالوں کا مبہم اور مجہول رقم وصول کرنا درست نہیں۔ ان کا حق الخدمت بھی واضح اور مقرر ہونا چاہیے۔ یاد رہے کہ اگر مشترکہ مال کے مالک تقسیم کنندہ کی تنخواہ مقرر کر دیں اور اس کے روز ینے کا تعین کر دیں تو اس کے لیے مزدوری لینا جائز اور حلال ہوگا۔ اسی طرح اگر امام تقسیم کرنے والے کی اجرت طے کر دے تو اس کے لیے بیت المال

(٢٤٩٤) مرسل ضعيف ......أخرجه ابوداود: ٢٧٨٤

سے اس کا حصول جائز ہوگا اس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ ہے۔

(٢٤٩٥)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِيرْبَنْدُ كُشَائِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سِرَاجِ الطَّحَّانُ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ قُرَيْشِ بْنِ سُلَيْمَانَ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْمَكِّيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عُبَيْدٍ الْقَاسِمُ بْنُ سَلَامٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجُمَحِيُّ، عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: أَرْسَلَ إِلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَجْمَعْ عَلَيْكَ سِلَاحَكَ وَثِيَابَكَ، ثُمَّ أْتِنِي قَالَ: فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ، فَقَالَ: ((يَا عَمْرُو! إِنِّي أَرْسَلْتُ إِلَيْكَ لِأَبْعَثَكَ فِي وَجْهٍ يُسَلِّمُكَ اللّٰهُ، وَيُغْنِمُكَ، وَأَزْعَبُ لَكَ زَعْبَةً مِنَ الْمَالِ)) فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَا كَانَتْ هِجْرَتِي لِلْمَالِ، وَمَا كَانَتْ إِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ، قَالَ: فَقَالَ: ((نِعِمَّا بِالْمَالِ الصَّالِحِ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ۔))

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری جانب پیغام بھیجا کہ اپنے ہتھیار اور لباس لے کر میرے پاس آئیں۔ انہوں نے بیان کیا، چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ وضو فرمارہے تھے، آپ نے فرمایا: ''اے عمرو! میں نے تیری جانب پیغام بھیجا، تاکہ تجھے کسی کام کے لیے بھیجوں، اللہ تعالیٰ تجھے سلامت رکھے گا اور غنیمت سے نوازے گا اور میں تجھے خاصا مال دوں گا۔'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے مال کے لیے ہجرت نہیں کی، ہجرت صرف اللہ اور اس کے رسول (کی رضا) کے لیے کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صالح انسان کے لیے حلال مال بہتر ہے۔''

شرح امام اصمعی رحمہ اللہ نے کہا: (أَزْعَبُ لَكَ زَعْبَةً مِنَ الْمَالِ) کا معنی ہے: میں تجھے یکبارگی بہت سارا مال دوں گا، الزعب کا معنی ہے: پورے زور سے کسی چیز کا آنا، جَائَنَا سَيْلٌ يَزْعَبُ زَعْباً کا معنی ہے: ٹھاٹھیں مارتا ہوا سیلاب آیا۔

(17)......بَابُ الْخَوْفِ مِنَ الْقَضَاءِ
فیصلے کرنے سے خوف کا بیان

(٢٤٩٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ يَعْقُوبُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ يُعْرَفُ بِالصَّيْرَفِيِّ، أَخْبَرَنَا

(٢٤٩٥) صحيح ......أخرجه الامام احمد فى المسند: ١٧٧٦٣

(٢٤٩٦) صحيح ......أخرجه ابوداود: ٣٥٧١، ٣٥٧٢، والترمذى: ١٣٢٥، وابن ماجه: ٢٣٠٨

أَبُو مُحَمَّدٍ الْحَسَنُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْمَخْلَدِيُّ ، أَخْبَرَنَا الْمُؤَمَّلُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عِيسَى الْمَاسَرْجَسِيُّ ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ ، حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ بَكَّارٍ ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ سَعِيدٍ ، أَوْ أَبِي سَعِيدٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ جُعِلَ قَاضِيًا ، فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّينٍ.))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جسے لوگوں کا قاضی بنا دیا گیا اسے چھری کے بغیر ہی ذبح کر دیا گیا۔''

شرح امام ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث مبارکہ میں منصب قضا کی نزاکت اور آزمائش سے ڈرایا گیا ہے کہ اس کو ہرگز طلب نہ کیا جائے۔ یہ عہدہ نہیں بلکہ ایک بھاری ذمہ داری ہے۔

حدیث مبارکہ کے الفاظ (بِغَيْرِ سِكِّينٍ) ''گویا بغیر چھری کے ذبح کیا گیا'' کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جانوروں کو چھری کے ساتھ ذبح کرنا مشہور و معروف ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مثال کے ساتھ منصب قضا کی سنگینی، انتہائی ذمہ داری اور آزمائش کو واضح فرمایا کہ قاضی بننے والے شخص کا معاملہ ایسے ہے گویا بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا، اور یہ منصب اس کے دین اور آخرت کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے اور جہنم میں جھونکے جانے کا سبب بن سکتا ہے بجائے بدن اور جسم کو مضرت پہنچانے کے۔ اس جملے کا دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جانوروں کو ذبح کرنا تو وحی کا حکم ہے اس طرح ان کی رگوں کا خون جلد نچڑ جاتا ہے اور ان کو تکلیف سے جلد نجات مل جاتی ہے اور اگر کسی جانور کو چھری کے بغیر ذبح کیا جائے تو یہ عمل اس کے لیے بہت اذیت ناک اور سخت تکلیف دہ ہوگا، اس کا گلا گھٹ جائے گا اور اسے عذاب کے ایک جاں گزار مرحلے سے گزرنا پڑے گا یہی حال عہدۂ قضا سنبھالنے والے شخص کا ہے، اس عہدے کی نازک ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا اور حق و انصاف پر ثابت قدم رہنا، پل صراط عبور کرنے کے مترادف ہے نیز اپنے آپ کو مال، فوائد اور جاہ و منصب کے کر و فر سے بچائے رکھنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ آپ نے اس مثال سے بڑے بلیغ انداز کے ساتھ اس عہدے سے بچنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے قاضی کا عہدہ طلب کیا اس شخص کو اس کے سپرد کر دیا جائے گا اور جس شخص کو قضا کے منصب پر مجبور کیا گیا تو اللہ تعالیٰ (اسکی معاونت کے لیے) اس کے ساتھ ایک فرشتہ لگا دیتے ہیں جو اسے سیدھی راہ سمجھاتا رہتا ہے۔'' (ضعیف، ابوداود: ٣٥٧٨، ترمذی: ١٣٢٣، ابن ماجہ: ٢٣٠٩)

(٢٤٩٧)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْبَغَوِيُّ ، نَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ ، أَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ ، سَمِعْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ ، قَالَ......

(٢٤٩٧) صحيح ...... أخرجه ابن عبد البر في "جامع بيان العلم وفضله": ١٦٥٩

قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عنهُ: الْقُضَاةُ ثَلاثَةٌ: قَاضِيَانِ فِي النَّارِ، وَقَاضٍ فِي الْجَنَّةِ، فَأَمَّا اللَّذَانِ فِي النَّارِ، فَرَجُلٌ جَارَ مُتَعَمِّدًا، فَهُوَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ اجْتَهَدَ فَأَخْطَأَ، فَهُوَ فِي النَّارِ، وَأَمَّا الَّذِي فِي الْجَنَّةِ، فَرَجُلٌ اجْتَهَدَ فَأَصَابَ الْحَقَّ، فَهُوَ فِي الْجَنَّةِ۔ قَالَ قَتَادَةُ: فَقُلْتُ لأَبِي الْعَالِيَةِ: مَا ذَنْبُ هٰذَا الَّذِي اجْتَهَدَ فَأَخْطَأَ؟ قَالَ: ذَنْبُهُ أَنْ لا يَكُونَ قَاضِيًا إِذْ لَمْ يَعْلَمْ۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں۔ دو قاضی جہنم میں ہیں اور ایک جنت میں ہے۔ جہنم میں جانے والے دو میں سے ایک تو وہ ہے جس نے جانتے بوجھتے ہوئے ظلم کیا وہ دوزخ میں ہے اور دوسرا وہ قاضی جس نے اجتہاد کیا اور غلطی کر گیا وہ آگ میں ہے، جنت میں جانے والا وہ ہے جس نے خوب سوچ بچار اور اجتہاد سے کام لیا اور درست نتیجے تک پہنچا وہ جنت میں ہے۔ جناب قتادہ نے کہا: میں نے ابوالعالیہ سے پوچھا، اس قاضی کا کیا قصور ہے جس نے اجتہاد کیا اور اس سے خطا ہوگئی؟ انہوں نے کہا: اس کا قصور یہ ہے کہ وہ بغیر علم اور اجتہادی بصیرت کے قاضی بنا۔

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: (اجْتَهَدَ فَأَخْطَأَ، فَهُوَ فِي النَّارِ) ''جس نے اجتہاد کیا اور خطا ہوگئی وہ آگ میں ہے'' اس سے مراد وہ قاضی ہے جو جاہل اور قضا کے آداب سے ناواقف ہے اور بغیر علم وبصیرت کے اجتہاد کرتا ہے۔ رہا وہ قاضی جو اجتہاد اور مسائل کی گہرائی تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتا ہو اگر وہ پیش آمدہ نت نئے مسائل میں اجتہاد کرے اور اس سے خطا ہو جائے تو ایسے با صلاحیت اور دین وتقویٰ سے مزین قاضی کی خطا معاف ہے۔ اس کی دلیل وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں جاہل ہوتے ہوئے لوگوں میں فیصلے کرنے والے قاضی کی مذمت بیان کی گئی ہے، جناب عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((الْقُضَاةُ ثَلاثَةٌ: وَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ، وَاثْنَانِ فِي النَّارِ، فَأَمَّا الَّذِي فِي الْجَنَّةِ، فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضَى بِهِ، وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ، فَجَارَ فِي الْحُكْمِ، فَهُوَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ قَضَى لِلنَّاسِ عَلَى جَهْلٍ، فَهُوَ فِي النَّارِ۔)) ...... ''قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں: ایک جنت میں ہے اور دو آگ میں۔ جنت میں جانے والا وہ ہے جس نے پہچانا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا، اور جس نے حق پہچانا اور پھر فیصلے میں ظلم کیا تو وہ آگ میں ہے اور جس نے جاہل ہوتے ہوئے لوگوں کے فیصلے کیے وہ بھی آگ میں ہے۔''

(صحیح، ابوداود: ۳۵۷۳، ترمذی: ۱۳۲۲، ابن ماجہ: ۲۳۱۵)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ لوگوں کے مابین فیصلے صرف اور صرف امیر (شرعی حکمران) کرے بلاشبہ امیر کا فیصلے کرنا ظالم اور جھوٹے گواہ کے لیے ڈراوے کا باعث ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ لوگوں میں فیصلے کرتے ہیں جبکہ آپ امیر نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کی گرمی کا اسے والی بنا جو اس کی ٹھنڈک کا مالک بنا۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۵۲۹۳)

فائدہ: یعنی جو منصب امارت کے جاہ وحشمت کے مزے لوٹتا ہے اسے قضا کی نازک ذمہ داریوں کو نبھانے دے، امارت کی سج دھج کو ٹھنڈک سے تعبیر کیا ہے جبکہ عہدہ قضا کی آزمائشوں کو گرمی سے۔

(18)......بَابُ الْقَاضِي لَا يَقْضِي وَهُوَ غَضْبَانٌ

قاضی اس حال میں فیصلہ نہ کرے کہ وہ غصے میں ہو

(۲٤۹۸)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الوهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الكِسَائِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وأنا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أنا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ، أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ......

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لا يَحْكُمُ الْحَاكِمُ، أَوْ لا يَقْضِي الْقَاضِي بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ۔))

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: ''حاکم فیصلہ نہ کرے، یا کہا: قاضی غصہ کی حالت میں دو انسانوں کے درمیان فیصلہ نہ کرے۔''

شرح: امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے فرمان: کہ حاکم غصے کی حالت میں دو آدمیوں کے مابین فیصلہ نہ کرے''میں علم و معرفت کا ایک جہاں پنہاں ہے اور آپ کا یہ فرمان عین عقل ودانش کے مطابق ہے کہ فیصلہ کرتے وقت قاضی کی طبیعت انتہائی پرسکون ہو، پوری طرح خوشگوار موڈ میں ہو، اس کے مزاج میں عجلت اور افراتفری نہ ہو، اخلاقی لحاظ سے ٹھہراؤ اور طمانیت میں ہو اور عقل وشعور اپنے نقطہ کمال میں ہو اور اس کیفیت کو سب سے زیادہ قاضی خود جانتا ہے۔ اسے اپنے مزاج کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے۔ جونہی مزاج میں بگاڑ، تغیر اور تکدر پیدا ہو اور وہ یہ محسوس کرے کہ اب میری بصیرت پوری طرح کام نہیں کر رہی اور میں اخلاقی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوں تو اسے فیصلے کرنے سے رک جانا چاہیے تا آنکہ وہ حالت جاتی رہے اور جب مزاج میں سکون، روانی، شگفتگی اور شادابی ہو نیز فہم وادراک پورے جوبن پر ہوں تو اسے فیصلے کرنے کے لیے بیٹھنا چاہیے۔

طبیعت میں کسی وجہ سے بھی انقباض کی کیفیت ہو مثلاً سر درد ہو، بخار ہو، غم واندوہ لاحق ہو، بھوک یا پیاس محسوس ہو

(۲٤۹۸) أخرجه البخاري: ۷۱۵۸، ومسلم: ۱۷۱۷

رہی ہو، اونگھ اور نیند ستا رہی ہو، اکتاہٹ ہو یا بے پایاں خوشی اور فرحت و انبساط کی وجہ سے مزاج حد اعتدال سے نکل گیا ہو تو فیصلے کرنے سے باز رہنا چاہیے۔ قاضی کو یکسوئی سے فیصلہ کرنا چاہیے طیش، غم، تفکرات یا ایسی کیفیت میں فیصلہ نہیں کرنا چاہیے جس میں کامل یکسوئی نہ ہو۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی جانب تحریر فرمایا: فیصلہ کرتے وقت تنگ دلی، قلق، اضطراب اور بے چینی کی کیفیت سے بچو اور مقدمات فیصل کرتے وقت لوگوں کے لیے تکلیف اور اذیت کا موجب نہ بنو۔ جب تیرے پاس فریقین بیٹھے ہوں اور ان میں سے ایک ظالمانہ روش رکھتا ہو، اپنی دھونس جمانے کی کوشش کرتا ہو تو اس کے سر کو اچھی طرح ٹھونک (کہ اسکی عقل ٹھکانے آ جائے)۔ (سنن دارقطنی: ٤/ ٢٠٦)

فیصلہ کرنے کے آداب کے متعلق سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب مقدمے کے دو فریق تمہارے سامنے بیٹھیں تو اس وقت تک ہرگز فیصلہ نہ کرو جب تک دوسرے سے سن نہ لو جیسے کہ پہلے سے سنا ہو۔ بلاشبہ یہی چیز زیادہ لائق ہے کہ فیصلہ تمہارے لیے واضح ہو جائے۔''

(حسن، ابوداود: ٣٥٨٢، ترمذی: ١٣٣١، ابن ماجہ: ٢٣١٠)

حدیث ہذا سے وہ حضرات دلیل پکڑتے ہیں جو غیر حاضر شخص کے بارے میں فیصلہ کرنے کے قائل نہیں۔ جناب شریح اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں۔ اہل رائے کا بھی یہی موقف ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک فیصلہ کرنے سے منع فرمایا جب تک دوسرے فریق کی بات سن نہ لی جائے اور جو لوگ اس موقف کے قائل ہیں کہ کسی فریق کی عدم موجودگی میں فیصلہ سنایا جا سکتا ہے وہ کہتے ہیں اس فرمان نبوی کا تعلق عدالت کے کٹہرے میں موجود فریقین کے ساتھ ہے جن کا موقف سننا ممکن ہے۔ ایسی صورت میں قاضی کے لیے جائز نہیں کہ وہ ایک فریق کا موقف تو سن لے لیکن دوسرے فریق کی بات سننے سے عمداً گریز برتے۔ اسے فریق ثانی کی بات کو ضرور سننا چاہیے۔ عین ممکن ہے کہ بات کا کوئی دوسرا رخ سامنے آ جائے اور مدعی جھوٹا قرار پائے اور اس کے کذب و افتراء کا بھانڈا پھوٹ جائے، یہ بات بجائے خود درست اور عین حق و صواب ہے البتہ اگر کوئی فریق طلب کرنے پر بھی حاضر نہ ہو اور اس کے پاس کوئی عذر بھی نہ ہو اور واضح ہو جائے کہ وہ قاضی اور عدالت کا سامنا کرنے سے عمداً گریز کر رہا ہے تو قاضی انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اس کی غیر حاضری میں فیصلہ سنا سکتا ہے، تاکہ کسی کا حق غصب نہ ہو اور حقوق پامال ہونے سے بچ جائیں البتہ قاضی کو فیصلہ تحریر کرتے وقت صاف صاف لکھ دینا چاہیے کہ یہ فیصلہ فلاں کو بار بار طلب کرنے کے باوجود نہ آنے پر صادر کیا جا رہا ہے، اس کے حاضر ہونے اور اپنے موقف کو پیش کرنے پر اس فیصلہ پر نظر ثانی کی جا سکتی ہے۔

شریعت میں اس کی نظیر موجود ہے کہ میت اور اس بچے کے متعلق فیصلہ کیا جا سکتا ہے جو بولنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، یہی حکم غائب شخص کا ہے۔

(19)......بَابُ كَرَاهِيَةِ اللَّدَدِ فِي الْخُصُومَةِ
جھگڑے میں زبردست جھگڑالو پن اختیار کرنے کی کراہت کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ﴾ .... ''حالانکہ وہ زبردست جھگڑالو ہے۔''
(سورۂ بقرہ: ۲۰۴)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''چار باتیں جس کے اندر پائی جائیں وہ منافق ہے (ان میں سے ایک یہ ہے کہ) جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ کرے۔'' (صحیح بخاری: ۳۴، صحیح مسلم: ۵۸)

(۲٤۹۹)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَبْغَضَ الرِّجَالِ إِلَى اللّٰهِ الأَلَدُّ الْخَصِمُ۔))

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ آدمی وہ ہے جو سخت جھگڑالو ہو۔''

شرح: أَلاَلِد کا معنی ہے: شدید جھگڑالو، اللدد، دشمنی اور ناحق شدید جھگڑنے کو کہتے ہیں۔ حد درجہ فسادی آدمی کو رجل الد اور بہت زیادہ جھگڑنے والی عورت کو امراۃ لداء کہتے ہیں۔ جن لوگوں کی فطرت میں ذرا ذرا سی باتوں پر جھگڑنا اور فساد ڈالنا ہوتا ہے ان کو قوم لد کہتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا﴾ .... ''اور جھگڑالو لوگوں کو ڈرا دے۔'' (مریم: ۹۷)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ﴾.... ''بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو۔'' (الزخرف: ۵۸)

جب آپ کسی کے ساتھ جھگڑا کریں اور اس پر غالب آجائیں تو کہا جاتا ہے: لددته الُدّہ، منہ کے دونوں گوشوں اور وادی کے دونوں کے کناروں کو اللدیدان کہتے ہیں۔ لڑائی کے فریق کو الد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ لڑائی میں ایک فریق ایک کنارے پر ہوتا ہے اور دوسرا فریق دوسرے کنارے پر یعنی دونوں فریق دلائل کے الگ الگ کناروں پر ہوتے ہیں۔ بعض کے نزدیک فریقین کو الد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جھگڑنے میں باہم متعارض ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی مخالفت پر کمربستہ رہتے ہیں۔

(20)......بَابُ الْبَيِّنَةِ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ
اس چیز کا بیان کہ دلیل مدّعی پر ہوگی اور قسم انکار کرنے والے پر

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ...... ''یہ صرف

(۲٤۹۹) أخرجه البخاري: ۲٤٥۷، ٤٥۲۳، ومسلم: ۲٦٦۸

ان کی آرزوئیں ہیں، ان سے کہو کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی دلیل پیش کرو۔'' (سورۂ بقرہ: ۱۱۱)

مدعی کا معنی ہے: تمنا کرنے والا۔ یعنی محض آرزوئیں جو دلیل کی محتاج ہیں۔

اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ﴾ .... ''اور بھی جو کچھ وہ طلب کریں۔'' (یٰس: ۵۷)

یعنی وہ جو بھی آرزو کریں گے ان کی وہ آرزو پوری کی جائے گی، اہل عرب کہتے ہیں: اِدَّعِ عَلَیَّ مَاشِئْتَ ''تو جو مجھ سے فرمائش کر سکتا ہے کر لے۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان جو سیدنا داود علیہ السلام کے متعلق ہے: ﴿وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ﴾ .... ''اور ہم نے اسے حکمت دی تھی اور بات کا فیصلہ کرنا۔'' (ص: ۲۰)

اس کی بابت کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہے کہ دلیل دینا مدعی کے ذمے لازم ہے اور قسم کھانا مدعی علیہ پر ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد مقدمات کے فیصلے کرنے کی صورت حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنے کی بصیرت، تفقہ استدلال اور بیان کی قوت ہے۔

(۲۵۰۰)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينِ صَبْرٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِءٍ مُسْلِمٍ، لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيقَ ذٰلِكَ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ إِلَى آخِرِ الآيَةِ فَدَخَلَ الأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ، فَقَالَ: مَا حَدَّثَكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ فَقَالُوا: كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ: فِيَّ أُنْزِلَتْ، كَانَتْ لِي بِئْرٌ فِي أَرْضِ ابْنِ عَمٍّ لِي، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ((بَيِّنَتُكَ أَوْ يَمِينُهُ)) قُلْتُ: إِذًا يَحْلِفُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ!

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: ''جو شخص کوئی ایسی عمداً جھوٹی قسم کھائے جس کے ذریعے سے وہ کسی مسلمان کے مال پر ناحق قبضہ کر لے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر بہت زیادہ غضب ناک ہوگا۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تائید کے لیے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلاً....﴾ ''جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے ذریعے سے دنیا کی تھوڑی دولت خریدتے ہیں۔'' (آل عمران: ۷۷)

پھر اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ آئے اور پوچھا کہ ابو عبدالرحمٰن (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) نے تم سے کیا حدیث بیان کی،

(۲۵۰۰) أخرجه البخاري: ۲۳۵٦، ومسلم: ۱۳۸

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينِ صَبْرٍ وَهُوَ فِيهَا فَاجِرٌ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِءٍ مُسْلِمٍ، لَقِيَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ۔))

لوگوں نے کہا: ایسے اور ایسے، اس پر انہوں نے کہا: یہ آیت تو میرے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ میرا کنواں میرے چچا زاد بھائی کی زمین میں تھا (پھر جھگڑا ہوا تو) میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے موقف پر دلیل پیش کرو (گواہ لاؤ) یا پھر فریق مخالف سے قسم لے لو۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ تو قسم کھا بیٹھے گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص عمداً جھوٹی قسم کھاتا ہے اور اس کے ساتھ مسلمان کا مال ہڑپ کرنا چاہتا ہے تو قیامت کے دن وہ اللہ سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا۔''

شرح عَلَى يَمِيْنِ صَبْرٍ سے مراد ایسی قسم ہے جس کو فیصلے کی رو سے ایک فریق کو لازمی اٹھانا ہو، اور وہ اس کے اٹھانے کا بتقاضائے شرعی وعرفی پابند ہو، یعنی اسے اس قسم کیلئے محبوس کیا جائے۔ لفظ الصبر کے لغوی معنی روکنے اور پابند کرنے کے ہیں۔ اسی سے عربوں کا جملہ ہے: قتل فلان صبرا۔ فلاں شخص کو باندھ کر قتل کیا گیا۔ حدیث مبارکہ میں منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جانوروں کو باندھ کر قتل کرنے (نشانہ بازی کرنے) سے منع فرمایا ہے، یعنی کسی جانور کو باندھ دیا جائے اور پھر اس کو تیر مارے جائیں تا آنکہ وہ مر جائے۔

فائدہ: یہ انتہائی ظالمانہ اور سفاکانہ انداز ہے جس سے جانور کو سخت اذیت کے مرحلہ سے گزرنا پڑتا ہے اہل جاہلیت ایسا کیا کرتے تھے۔ اسلام نے اس سے منع کر دیا۔ البتہ جانور کو باندھ کر گلے پر چھری چلا کر ذبح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس طرح بہت جلد اس کی رگیں کٹ جاتی ہیں اور خون نچڑ جاتا ہے اور جانور کو تکلیف بھی بہت کم ہوتی ہے۔ (ع س)

ہر وہ چیز جسے محبوس کر کے قتل کیا جائے اسے ''قتل صبر'' کہتے ہیں اور اگر مجبور و بے بس کر کے قسم اٹھائی جائے تو اسے یمین صبر کہتے ہیں۔

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ مَصْبُورَةٍ كَاذِبًا فَلْيَتَبَوَّأْ بِوَجْهِهِ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔)) ......''جس نے (کسی حاکم وغیرہ کی مجلس میں محبوس ہو کر یا دیدہ دانستہ) جھوٹی قسم کھائی تو اسے چاہیے کہ اپنے چہرے کا مقام آگ میں بنا لے۔'' (صحیح، ابوداود: ۳۲۴۲)

حدیث مبارکہ میں لفظ ''مصبورہ'' یمین کی صفت واقع ہوتی ہے یعنی محبوس اور قید کی ہوئی قسم حالانکہ فی الواقع قسم

اٹھانے والا شخص محبوس اور پابند ہوتا ہے قسم نہیں، کیونکہ اسے قسم اٹھانے کے لیے روکا جاتا ہے، قسم کی طرف یہ نسبت بطور مجاز اور زبان و بیان کا ایک انداز ہے اور ہر زبان میں اس کی وسعت پائی جاتی ہے۔

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص، دوسرے شخص پر کسی چیز یا قرض کا دعویٰ کر دے اور اگلا شخص اس سے انکاری ہو تو مدعا علیہ کی بات کو قسم کے ساتھ تسلیم کیا جائے گا اور مدعی کے ذمے دلیل پیش کرنا ہوگی، اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا: ((لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ ، لادَّعَى نَاسٌ دِمَاءَ رِجَالٍ وَأَمْوَالَهُمْ ، وَلٰكِنَّ الْيَمِينَ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ۔)) ......''اگر لوگوں کو محض ان کے دعووں پر اعتبار کر کے دے دیا جائے، یعنی ان کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے تو لوگ تو دوسروں کے خونوں اور مالوں کا دعویٰ کر دیں گے، یاد رکھو کہ قسم مدعا علیہ پر ہے۔'' (صحيح مسلم: ١٧١١)

(٢٥٠١)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الوهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الكِسَائِيُّ ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّالِحِيُّ ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ ، قَالا: أنا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ ، أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ ، أَخْبَرَنَا مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي)) وأَحْسِبُهُ قَالَ: ((وَالْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ۔))

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دلیل پیش کرنا مدعی کے ذمے ہے۔'' اور میرا خیال ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''قسم کھانا مدعی علیہ پر لازم ہے۔''

شرح اور ایک روایت میں ہے: البتہ قسم اٹھانا مدعی علیہ پر ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: سیدنا اشعث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے اور ایک یہودی کے درمیان ایک تنازع تھا۔ اس نے میرے دعوی کا انکار کر دیا تو مجھے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تیرے پاس کوئی دلیل ہے؟'' میں نے کہا: نہیں۔ (تو) آپ نے یہودی سے کہا: ''قسم اٹھا'' میں نے کہا: یہ تو قسم اٹھا لے گا، تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ .... ''جو لوگ اللہ کے اقراروں اور اپنی قسموں کو بیچ ڈالتے ہیں اور ان کے عوض تھوڑی سی قیمت حاصل کرتے ہیں۔'' (صحيح بخاری: ٢٤١٦، ٢٤١٧)

حدیث مبارکہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ کافر کے ساتھ معاملہ اگر قسم پر آٹھہرے تو اس سے بھی اللہ بزرگ و برتر

(٢٥٠١) أخرجه البخاري: ٤٥٥٢ ، ومسلم: ١٧١١

کے پاک اور عظیم نام کی ہی قسم لی جائے گی جیسا کہ مسلمان سے اٹھوائی جاتی ہے۔

اگر دو گواہ اس بات کی شہادت دیں کہ فلاں شخص نے فلاں کے ایک ہزار روپے دینے ہیں اور دو اور گواہ اس بات کی گواہی دیں کہ ڈیڑھ ہزار روپے دینے ہیں تو زیادہ رقم والا فیصلہ نافذ کیا جائے گا کیونکہ اس پر بھی دلیل موجود ہے اور پہلے والے دو گواہوں کی حقیقت حال سے ناواقفیت اور جہالت رکاوٹ نہیں بنے گی جیسا کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کعبہ کے اندر داخل ہوئے تو آپ نے نماز پڑھی۔ (صحيح بخاری: ٥٠٦، صحيح مسلم: ١٣٢٩)

اور سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ آپ نے نماز نہیں پڑھی۔ (صحيح، مسند احمد: ١٨١٩، ١٨٣٠)

لوگوں نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی بات کو قبول کیا (ویسے بھی اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ مثبت نافی پر مقدم ہوتا ہے۔)

اگر مدعا علیہ کے قسم اٹھالینے کے بعد مدعی دلیل اور ثبوت پیش کر دے تو فیصلہ مدعی کی دلیل پر کیا جائے گا امام طاؤس، ابراہیم اور شریح نے کہا: حق وانصاف پر مبنی دلیل اور گواہ مدعا علیہ کی قسم سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ واللہ اعلم

(21)......بَابُ الْقَضَاءِ بِالشَّاهِدِ وَالْيَمِينِ

ایک گواہ اور ایک قسم کی روشنی میں فیصلہ کرنا

(٢٥٠٢)- أَخْبَرَنَا عَبْدُ الوهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الكِسَائِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وأنا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أنا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ، أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ الْمَخْزُومِيُّ، عَنْ سَيْفِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْمَكِّيِّ، عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِالْيَمِينِ مَعَ الشَّاهِدِ، قَالَ عَمْرٌو: وَفِي الأَمْوَالِ۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اور ایک گواہ کے ساتھ فیصلہ کیا۔ عمرو نے کہا: یہ فیصلہ صرف اموال کے معاملات میں خاص ہے۔

(٢٥٠٣)- وَأَخْبَرَنَا عَبْدُ الوهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الكِسَائِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وأنا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّالِحِيُّ، ومُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: نا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ، أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ......

(٢٥٠٢) أخرجه مسلم: ١٧١٢

(٢٥٠٣) صحيح ......أخرجه ابوداود: ٣٦١٠، والترمذي: ١٣٤٣، وابن ماجه: ٢٣٦٨

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ، أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِالْیَمِینِ مَعَ الشَّاهِدِ۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اور ایک گواہ کے ساتھ فیصلہ کیا۔

شرح یہی حدیث مبارکہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ (ترمذی: ١٣٤٤، ابن ماجه: ٢٣٦٩) اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ (سنن دارقطنی: ٤/ ٢١٢) سے بھی مروی ہے۔

بعض اہل علم کا موقف اسی حدیث کے مطابق ہے۔ وہ مدعی کے لیے اموال کے معاملات میں ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ کرنے کے جواز کے قائل ہیں۔ اکثر بزرگ، صحابہ کرام اور بہت سارے تابعین عظام کا یہی موقف ہے، مثلاً ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، سلیمان بن یسار وغیرہ۔ جناب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کوفہ کے گورنر کو لکھ بھیجا کہ قسم اور ایک گواہ کے ساتھ فیصلہ کر دیا کرو، مختلف شہروں کے فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔ امام مالک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں جبکہ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ کرنا جائز نہیں۔ امام شعبی اور نخعی رحمہم اللہ سے یونہی مروی ہے، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ اور اہل رائے کا موقف یہی ہے۔

اگر مدعی عادل گواہ پیش کر دے تو اس کے ساتھ مدعی کو قسم اٹھانے کی ضرورت نہیں، اہل علم کی ایک قوم کا خیال ہے کہ ایک گواہ کے ساتھ اس سے قسم اٹھوائی جائے گی۔ اس کے قائل قاضی شریح، شعبی اور نخعی وغیرہ ہیں۔

سوار بن عبداللہ القاضی کا بھی یہی قول ہے۔ امام اسحاق رحمہ اللہ نے کہا: اگر حاکم اور قاضی کو شک وشبہ ہو تو پھر گواہ کے ساتھ قسم لینا واجب ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: گواہوں اور شہادتوں کے مختلف مراتب اور درجات ہیں زنا اور بدکاری کا جرم چار عادل گواہوں میں ہے اگر ایک بھی کم ہو تو ثابت نہیں ہوتا۔ اس کی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَالَّذِینَ یَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمٰنِینَ جَلْدَةً﴾ .... ''جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ پیش نہ کر سکیں تو انہیں اسی (٨٠) کوڑے لگاؤ۔'' (النور:۴)

زنا کے علاوہ باقی حدود کے ثبوت کے لیے کم از کم دو عادل گواہوں کی موجودگی ضروری ہے۔ حدود کے علاوہ باقی سب مسائل میں جن میں عام طور پر مالی مفاد مقصود نہیں ہوتا اور جن امور کا تعلق عموماً مرد حضرات سے ہوتا ہے مثلاً نکاح، رجوع، طلاق، آزادی، مکاتبت، وصیت اور وکالت وغیرہ میں بھی دو عادل گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ ان کے بغیر یہ ثابت نہیں ہوں گے اور اگر ان امور کا تعلق بالعموم خواتین سے ہوتا ہے تو ان کے ثبوت کے لیے دو مردوں، ایک مرد اور ایک عورت یا چار عورتوں کا پایا جانا ضروری ہے مثلاً، ولادت، رضاعت، بیوگی، کنوارہ پن اور ماہواری کا آنا وغیرہ۔

اور اگر ان مسائل کا تعلق مالی معاملات سے ہے مثلاً، تجارت، ہبہ، گروی رکھنا، مزدوری اور اجرت کے معاملات اور قرض وغیرہ کا لین دین یا ایسے جرائم جن کا تعلق مالی معاملات سے ہے اور جن میں نقدی کی صورت میں تاوان بھرنا پڑتا

ہے ان کے ثبوت کے لیے دو آدمیوں کی گواہی یا ایک آدمی اور ایک عورت کی گواہی یا ایک گواہ اور ایک قسم کا ہونا ضروری ہے۔ یہ معاملات صرف اور صرف خواتین کی گواہی سے پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کے متعلق ارشاد فرمایا ہے: ﴿فَاِنْ لَّمْ یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ﴾ .... ''اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں۔'' (سورۂ بقرہ: ۲۸۲)

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰھُمَا﴾ .... ''اگر دونوں میں سے ایک بھول جائے۔'' (سورۂ بقرہ: ۲۸۲) یعنی ایک گواہی بھول جائے۔

فائدہ: یہ ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کو مقرر کرنے کی علت وحکمت ہے، یعنی عورت عقل اور یادداشت میں مرد سے کمزور ہے، حدیث میں بھی عورت کو ناقص العقل کہا گیا ہے۔ اس لیے کسی مالی معاملات میں صرف اور صرف خواتین کی گواہی کافی نہیں بلکہ ایک مرد کا ہونا ضروری ہے۔ (ع،س)

اس بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا حاکم اور قاضی اپنے علم کے ساتھ بھی فیصلہ کر سکتا ہے یا نہیں، بعض حضرات اس کے جواز کے قائل ہیں اور ان کی دلیل نبی اکرم ﷺ کے وہ الفاظ ہیں جو آپ نے ہندہ رضی اللہ عنہا سے کہے جب اس نے دریافت کیا کہ ابوسفیان ایک بخیل اور کنجوس شخص ہے۔ وہ مجھے اس قدر خرچ نہیں دیتا جو میرے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو (تو میں کیا کروں) آپ ﷺ نے فرمایا: ((خُذِی مَا یَکْفِیكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ۔)) ...... ''(اس کے مال سے) معروف طریقے سے اس قدر لے لو جتنا تمہیں اور تمہارے بچے کو کافی ہو۔''

(صحیح بخاری: ۲۲۱۱، ۷۱۸۰، صحیح مسلم: ۱۷۱٤)

اس واقعہ میں نبی اکرم ﷺ نے ہندہ سے بغیر کسی ثبوت اور گواہوں کے محض اپنے علم کے مطابق ہی فیصلہ فرما دیا کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ وہ ابوسفیان کے نکاح میں ہیں (اور معاشرے میں کسی شخص کے بخل اور سخی ہونے کا پتہ بھی ہوتا ہے غالباً ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا بخیل ہونا ایک معروف معاملہ تھا......)

جب قاضی کے لیے اپنی گواہی پر فیصلہ صادر کر دینا جائز ہوا حالانکہ شہادت سے صرف معرفت ظاہرہ کا حصول ہوتا ہے تو قاضی کا کسی چیز کے متعلق علم رکھنا گواہی سے کہیں قوی اور مضبوط تر ہے لہٰذا قاضی اپنے علم کے ساتھ فیصلہ کر سکتا ہے۔

اہل علم کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ قاضی اپنے علم کے ساتھ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا خواہ اسے اس واقعہ کا علم قاضی بننے سے پہلے کا ہو یا بعد میں ہوا۔ یہ حجازیوں کا موقف ہے۔

اگر ایک فریق قاضی کے روبرو دوسرے کا حق تسلیم کر لے تو جب تک وہ اپنے اقرار کو دو گواہوں کے سامنے نہ دہرا لے تو قاضی فیصلہ کرنے کا مجاز نہیں۔

بعض عراقیوں کا کہنا ہے کہ قاضی مجلس قضا میں جو سنے اور دیکھے اس کے مطابق فیصلہ کر دے اور جو معاملات مجلس

قضا کے علاوہ دیکھے اور سنے ان کے متعلق فیصلہ کرنے کے لیے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ قاضی اپنے علم کے مطابق صرف مالی مسائل میں فیصلہ کرسکتا ہے دوسرے (تمام) مسائل میں نہیں۔

جناب قاسم نے کہا: حاکم کو محض اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہیں کرنا چاہیے جب تک کہ کسی دوسرے کا علم (اور گواہی) شامل حال نہ ہو حالانکہ اس کا علم کسی دوسرے کی گواہی سے قوی تر ہے اس طرح فیصلے کرنے سے حاکم مسلمانوں کے ہاں بدگمانی اور تہمت کی بھینٹ چڑھ جائے گا اور نبی اکرم ﷺ نے بدگمانی کو ناپسند فرمایا ہے اور آپ نے پاس سے گزرنے والے افراد سے کہا تھا: ''یہ تو (میری بیوی) صفیہ ہے۔'' (صحیح بخاری: ۲۰۳۵، صحیح مسلم: ۲۱۷۵)

ایک شخص نے شریح قاضی سے گواہی دینے کا مطالبہ کیا تو انہوں نے کہا: امیر کے حضور پہنچ، میں تیرے حق میں گواہی دوں گا۔

جناب عکرمہ نے بیان کیا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا اگر آپ امیر (اور قاضی) ہوتے ہوئے کسی شخص کو زنا یا چوری میں ملوث دیکھ لیں تو آپ کی گواہی کی حیثیت اور اہمیت ایک عام مسلمان کی گواہی جیسی ہوگی تو سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ سچ کہتے ہیں۔

(22)......بَابُ الْمُتَدَاعِيَيْنِ إِذَا أَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ بَيِّنَةً

جب دو دعویٰ کرنے والوں میں سے ہر کوئی دلیل پیش کردے

(۲۵۰٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الكِسَائِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أنا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ، أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي يَحْيَى، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ دَاوُدَ بْنِ أَبِي فَرْوَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ...... عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَجُلَيْنِ تَدَاعَيَا دَابَّةً، وَأَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا البَيِّنَةَ أَنَّها دَابَّتُهُ نَتَجَهَا، فَقَضَى بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلَّذِي فِي يَدَيهِ۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمیوں نے ایک جانور میں دعویٰ کیا اور ہر ایک نے اس بات پر گواہ پیش کردیے کہ یہ اس کا جانور ہے اور اس کے ہاں پیدا ہوا ہے تو نبی کریم ﷺ نے اس شخص کے حق میں فیصلہ کردیا جس کا جانور پر قبضہ تھا۔

شرح راوی حدیث اسحاق بن ابی فروہ کا نام اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ ہے، ان کی کنیت ابوسلیمان ہے

(۲۵۰٤) ضعیف ......أخرجه الامام الشافعي في المسند: ۱۵۱۳

اور ابوفروہ کا نام کیسان ہے۔ وہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، مدنی ہیں اور ضعیف ہیں۔

اہل علم کا عمل اسی حدیث مبارکہ پر ہے ان کا کہنا ہے جب دو آدمی جانور یا کسی اور چیز کے بارے میں بغیر دلیل کے دعویٰ کردیں اور اس پر فریقین میں سے ایک کا قبضہ ہو تو وہ قسم کھا کر اس کا حقدار قرار پائے گا الا یہ کہ دوسرا شخص جس کا اس چیز پر قبضہ نہیں گواہ پیش کردے تو پھر اس کے حق میں فیصلہ کردیا جائے گا اور اگر فریقین میں سے ہر ایک گواہ پیش کردے تو اس شخص کی گواہی کو ترجیح دی جائے گی جس کی ملکیت اور قبضے میں وہ چیز ہے۔اہل رائے کا خیال ہے کہ قبضے والے کی گواہی کا کوئی اعتبار نہیں۔ وہ چیز غیر قبضے والے کو دی جائے گی۔الا یہ کہ وہ دعویٰ جانور کے بچے کے بارے میں ہو۔ ہر ایک یہ کہتا ہو کہ میری ملکیت میں اس نے یہ بچہ جنا ہے اور ہر کوئی اپنے موقف پر گواہ بھی پیش کردے تو اس صورت میں بچے کا فیصلہ اس کے حق میں کیا جائے گا جس کا اس پر قبضہ ہے۔

اسی طرح انہوں نے اس کپڑے کے بارے میں کہا ہے جو ایک ہی مرتبہ بنا جا سکتا ہو کہ اگر دونوں فریق اس پر دلیل پیش کردیں کہ یہ میری ملکیت ہے، میں نے اس کو بنا ہے تو فیصلہ اس کے حق میں ہوگا جس کے قبضے میں ہے۔

اگر کسی چیز پر فریقین کا قبضہ ہو اور دونوں ہی اس کا مالک ہونے کے دعویدار ہوں اور اس پر قسمیں کھاتے ہوں تو اس چیز کو دونوں فریقوں کے درمیان برابر برابر تقسیم کردیا جائے گا کیونکہ اس پر دونوں کا قبضہ ہے اور اگر ہر فریق اپنی ملکیت کے ثبوت کیلئے گواہ پیش کردے تب بھی اس چیز کو ان کے مابین نصف نصف تقسیم کردیا جائے گا۔

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو آدمیوں نے نبی ﷺ کے حضور ایک اونٹ یا کسی جانور کا دعویٰ کیا لیکن کسی کے پاس گواہ نہیں تھا، تو نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کے حق میں فیصلہ کردیا۔

(ضعیف، ابوداود: ٣٦١٣، نسائی: ٥٤٣٩، ابن ماجه: ٢٣٣٠)

ہمام نے جناب قتادہ رحمہ اللہ سے مذکورہ بالا سند کے ساتھ بیان کیا کہ نبی ﷺ کے دور میں دو آدمیوں نے ایک اونٹ کا دعویٰ کیا اور ان دونوں نے دو دو گواہ بھی پیش کردیے تو نبی ﷺ نے اس کا ان دونوں کے حق میں فیصلہ کردیا۔

(ضعیف، معجم کبیر طبرانی)

ممکن ہے مذکورہ بالا دونوں واقعات الگ الگ نہ ہوں بلکہ ایک ہی واقعہ ہو اور چیز پر دونوں کا قبضہ ہو۔ یاد رہے! جب گواہیاں باہم متعارض ہوجائیں تو ناقابل اعتبار ٹھہرتی ہیں، اور معاملہ اس نوعیت میں آجائے گا گویا دونوں کے پاس کوئی دلائل نہیں تو اس صورت میں چونکہ قبضہ دونوں کا ہوتا ہے تو فیصلہ کرتے ہوئے اس چیز کو دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم کردیا جائے گا۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ واقعات الگ الگ ہوں اور اونٹ کسی تیسرے شخص کے قبضے میں ہو، پھر دونوں مدعیوں نے اپنے اپنے دعویٰ پر دو دو گواہ پیش کردیے تو یہ حضرات اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کی وجہ سے چیز کے حقدار قرار پائیں

اور قبضے والا شخص بلا دلیل ہونے کی وجہ سے محروم ٹھہرا ہو اور اس چیز کو دعویداروں کے درمیان برابر برابر تقسیم کر دیا گیا ہو۔

جھگڑے کی اس صورت کے بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ جب فریقین گھر یا کسی اور چیز کے بارے میں ملکیت کا دعویٰ کر رہے ہوں اور وہ دونوں کے پاس موجود نہ ہو بلکہ تیسرے شخص کا اس پر قبضہ ہو اور ہر کوئی اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کر دے تو ایسی صورتحال کے بارے میں اہل علم کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ تعارض اور تناقض ہو جانے کی بنا پر دونوں ہی محروم ٹھہریں گے اور وہ چیز بدستور تیسرے شخص کی ملکیت میں رہنے دی جائے گی، امام شافعی رحمہ اللہ کے اقوال میں سے اظہر قول یہی ہے۔

کچھ اہل علم کا خیال ہے کہ اس چیز کو دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا جائے گا۔ امام ثوری رحمہ اللہ اور اہل رائے اسی کے قائل ہیں، امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول یہ بھی ہے۔ ایسے قبضے کے بارے میں اہل علم کا ایک موقف یہ بھی ہے کہ فریقین کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی پھر جس کے نام قرعہ نکلے گا اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا (بلکہ قسم کھا کر اس چیز کا مستحق قرار پائے گا......) اس کے قائل امام احمد اور اسحاق رحمہم اللہ ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا قدیم قول یہی ہے، ان کا ایک قول یہ ہے کہ جس کے نام قرعہ نکلے گا وہ قسم کھا کر اس چیز کا مستحق قرار پائے گا۔ قسم اس بات پر کھائے گا کہ میرے گواہوں نے سچی اور صداقت پر مبنی گواہی دی ہے۔

اکثر اہل علم کے نزدیک اس بارے میں کوئی فرق نہیں کہ فریقین کے گواہ عدالت، تقویٰ وطہارت اور ثقاہت میں برابر ہوں یا کسی کے گواہ ان امور میں قوی ہو،ں بہر حال دونوں کے گواہوں کا عادل ہونا ضروری ہے۔

اس بارے میں بھی کوئی فرق نہیں کہ کسی فریق کے دو گواہ ہوں اور کسی کے تین، چار یا اس سے زیادہ ہوں۔

مروی ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: وہ چیز زیادہ عادل اور خیر وصلاح میں مشہور گواہوں والے شخص کو دے دی جائے گی۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ نے کہا: جس کے حق میں گواہیاں زیادہ ہیں اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: وہ چیز فریقین کے مابین گواہوں کے حساب سے تقسیم کر دی جائے۔

مروی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایسی صورت میں جب فریقین مدعی ہوں اور جس چیز کا دونوں دعویٰ کر رہے ہیں وہ دونوں کے پاس موجود نہ ہو بلکہ تیسرے شخص کی ملکیت میں ہو اور نہ اس کا دونوں کے پاس کوئی ثبوت ہی ہو تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی، پھر جس کے نام قرعہ نکلے گا وہ قسم کھا کر اس چیز کا مستحق قرار پائے گا۔

اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو آدمی کسی جانور کے متعلق جھگڑ پڑے اور کسی کے پاس گواہ نہیں تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ قسم کے لیے قرعہ اندازی کر لیں۔ (صحیح، ابوداود: ۳۶۱۶) یعنی جس کے نام قرعہ نکلے وہ قسم اٹھا کر چیز لے لے، استہام سے مراد قرعہ ہے۔

(23)......بَابُ إِذَا تَوَجَّهَ الْيَمِينُ عَلَى جَمَاعَةٍ يُقْرَعُ بَيْنَهُمْ

جب قسم پوری جماعت پر پڑ جائے تو ان کے درمیان قرعہ کیا جائے گا

(٢٥٠٥)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ حَسَّانُ بْنُ سَعِيدٍ الْمَنِيعِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو طَاهِرٍ الزِّيَادِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْقَطَّانُ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ السُّلَمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ......

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِذَا أُكْرِهَ الاثْنَانِ عَلَى الْيَمِينِ، فَاسْتَحَبَّاهَا فَأَسْهِمْ بَيْنَهُمَا۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب دونوں قسم کھانے پر مجبور کر دیئے جائیں اور وہ دونوں قسم کھانا چاہیں تو ان کے مابین قرعہ ڈال لو (کہ کون قسم کھائے)۔''

شرح: صحیح سند کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے چند آدمیوں سے قسم کھانے کے لیے کہا (ایک ایسے مقدمے میں جس کے یہ لوگ مدعیٰ علیہ تھے) قسم کے لیے سب ایک ساتھ آگے بڑھے تو آپ نے حکم دیا کہ قسم کھانے کے لیے ان کے درمیان قرعہ ڈالا جائے کہ پہلے کون قسم کھائے۔ (صحیح بخاری: ٢٦٧٤)

(فَأَسْهِمْ بَيْنَهُمَا) ''ان کے درمیان قرعہ ڈال لے'' یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں آیا ہے: ﴿فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ﴾ .... ''پھر قرعہ اندازی ہوئی تو یہ مغلوب ہو گئے۔'' (الصافات: ١٤١)

(24)......بَابُ قَضَاءِ الْقَاضِي لَا يَنْفُذُ إِلَّا ظَاهِرًا

قاضی کا فیصلہ صرف ظاہری طور پر نافذ ہوتا ہے

فائدہ: اس عنوان کا مقصد یہ اہم مسئلہ بیان کرنا ہے کہ قاضی اور جج ظاہری دلائل کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔ اس لیے اگر کسی قاضی یا حاکم وغیرہ نے غلط فیصلہ کر دیا تو غلط ہی ہوگا اور ناجائز بھی۔ کسی شخص کے ناجائز فیصلہ کرنے سے وہ فیصلہ شرعی طور پر جائز قرار نہیں پاتا اور نہ اس کے فیصلے سے کوئی حرام کام حلال قرار پائے گا اور نہ حلال کام حرام ہی ہو گا بلکہ اس کا وبال غلط دلائل مہیا کرنے والے کے سر پر ہوگا۔ (ع،س)

(٢٥٠٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَّالُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وأنا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالَا: أنا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ، أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ،

(٢٥٠٥) صحيح ...... أخرجه ابوداود: ٣٦١٧

(٢٥٠٦) أخرجه البخاري: ٦٩٧، ومسلم: ١٧١٣

أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ......

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِنَّمَا أَنَّا بَشَرٌ ، وإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ ، فَأَقْضِيَ لَهُ عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ مِنْهُ ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِشَيْءٍ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ ، فَلا يَأْخُذَنَّهُ ، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ۔))

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں بھی ایک انسان ہوں، تم میرے پاس مقدمات لاتے ہو، ہوسکتا ہے تم میں سے کوئی شخص اپنی دلیل کو فریق ثانی سے زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کرسکتا ہو۔ اور میں اس کے دلائل سن کر اس کے حق میں فیصلہ کردوں لہٰذا اگر میں (ظاہری دلائل کی بنا پر) کسی شخص کے لیے اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کردوں تو وہ اسے ہرگز نہ لے۔ یوں سمجھے میں اسے آگ کا ٹکڑا دے رہا ہوں۔''

شرح: (أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ) فلاں زیادہ وضاحت کے ساتھ اپنی بات سمجھا سکتا ہے''لفظ اللحن (حا کے اوپر فتحہ کے ساتھ) کا معنیٰ ہے: دانشمندی، فرزانگی اور سمجھداری، کبھی یہ معنی حا کے نیچے زیر کے ساتھ بھی ادا ہوتا ہے مثلاً لَحَنْت لِلشي ، رَجلٌ لَحِنٌ کا معنی ہے ذہین و فطین شخص۔ اور اللّحن (حا کے نیچے زیر) کے معنی خطا اور غلطی کرنے کے ہیں اور کبھی یہی معنی حا کے اوپر زبر کے ساتھ بھی ادا کیا جاتا ہے: لَحَنَ الرَّجُل فِي كَلَامِه يَلْحنُ لَحْنًا ، اس کا معنی ہے: فلاں شخص نے اپنی گفتگو میں غلطی کی۔

اللحن سے نحو اور لغت کا علم بھی مراد ہوتا ہے، اسی معنی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تَعَلَّمُوا اللَّحْنَ كَمَا تَعَلَّمُوْنَ الْقُرْآنَ ''زبان و بیان کو سیکھو جیسے تم قرآن مجید کو سیکھتے ہو۔''

جناب ابوعبید نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ تَعَلَّمُوا اللَّحْنَ کا مطلب ہے: زبان کی خامیاں سیکھو اور خطا کے مواقع سے واقفیت حاصل کرو۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ﴾ ..... ''اور یقیناً تو انہیں ان کی بات کے ڈھب سے پہچان لے گا۔'' (محمد: ۳۰)

یعنی لہجہ اور انداز گفتگو سے ہی ان کو پہچانا جاسکتا ہے۔

جب کوئی آدمی درست اور صحیح موقف کی بجائے باطل اور غلط موقف اختیار کرلے تو کہا کرتے ہیں: لَحَنَ فُلَانٌ۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ قاضی اور جج کا حکم صرف ظاہر ہی میں نافذ ہوتا ہے باطن میں نہیں، یعنی وہ فیصلہ کسی حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کرسکتا قاضی کا غلط فیصلہ غلط ہی ہوگا اور اگر اسے فیصلہ کرتے ہوئے خطا لگ جائے

اور وہ درستگی تک رسائی حاصل نہ کر سکے اور جس کے حق میں فیصلہ کیا گیا ہے وہ حقیقت حال سے واقف ہو تو اس کے لیے اس چیز کا لینا ہرگز جائز قرار نہیں پائے گا۔

یاد رہے! قاضی کا فیصلہ ظاہری دلائل کے مطابق ہوتا ہے اس لیے وہ کسی چیز کی حقیقت کو نہیں بدل سکتا ہے (بلکہ اس کا وبال غلط دلائل مہیا کرنے والے کے سر ہوگا۔)

اکثر اہل علم کا یہی قول ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ قاضی کا فیصلہ معاملات، تجارت اور نکاح وطلاق میں ظاہراً اور باطناً دونوں طرح نافذ ہوتا ہے مثلاً اگر دو شخص کسی آدمی کے متعلق یہ جھوٹی گواہی دیں کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے اور قاضی گواہی کے مطابق فیصلہ تحریر کر دے تو میاں بیوی کے درمیان قاضی کے فیصلے کی بنا پر جدائی ڈال دی جائے گی اور گواہوں میں سے کوئی بھی اس کے ساتھ نکاح کرنے کا مجاز ہوگا۔

اہل علم کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ قاضی اور جج کا فیصلہ خونوں اور جائدادوں کے بارے میں ظاہراً نافذ نہیں ہوگا لیکن اجتہادی معاملات میں جیسا کہ کوئی حنفی قاضی ایسے آدمی کے حق میں پڑوس کی وجہ سے شفعہ کا فیصلہ کر دیتا ہے جو اس شفعہ کے ثبوت کا عقیدہ نہیں رکھتا یا کسی ایسے آدمی کے لیے بیوی کے حلال ہونے کا فیصلہ کر دیتا ہے جو نکاح سے پہلے ہی معلق طلاق کے واقع ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے یا کوئی آدمی اپنے وارثوں میں دادا اور بھائی چھوڑ کر مر گیا، قاضی نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مذہب کے مطابق وراثت کا فیصلہ دادے کے حق میں کر دیا حالانکہ جس کے خلاف فیصلہ کیا گیا ہے وہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مذہب کا قائل ہے کہ وہ مال صرف بھائی کو ہی ملے گا۔ یا کوئی آدمی مر گیا اور اس کا وارث ماموں ہے جو کہ ذوالارحام کی وراثت کا قائل نہیں ہے، قاضی نے ان لوگوں کے مذہب کے مطابق جو ماموں (ذوالارحام) کو وارث بناتے ہیں مال کا فیصلہ ماموں کے حق میں کر دیا تو ان امور میں اصحاب شافعی کا اختلاف ہے۔ اکثر شوافع کا مذہب یہ ہے کہ ایسا فیصلہ ظاہراً اور باطناً دونوں طرح سے نافذ ہوگا کیونکہ یہ ایک اجتہادی معاملہ ہے جس میں غلطی کے واضح ہونے کا یقین دنیا میں نہیں ہوسکتا نیز قاضی کا اجتہادی فیصلہ نافذ ہوتا ہے۔ حدیث مبارکہ سے یہ بھی پتہ چلا کہ ہر اجتہاد کرنے والا مصیب (درستی کو پہنچنے والا) نہیں ہوتا بلکہ درستی اور صواب کو ایک ہی مجتہد پہنچتا ہے، لیکن باقیوں سے غلطی اور خطا کا گناہ معاف کر دیا گیا ہے کیونکہ وہ معذور ہے (اس لیے کہ اس نے حق تک رسائی حاصل کرنے کی امکان بھر کوشش کر لی ہے اور وہ بس اتنا ہی کر سکتا تھا، شرعاً وہ اس سے زیادہ کا پابند نہیں)

اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مدعا علیہ کی قسم کے بعد بھی مدعی کی دلیل سنی جائے گی۔

(٢٥٠٧)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ ، أَخْبَرَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ مَعْبَدِ بْنِ كَعْبٍ ،

(٢٥٠٧) أخرجه مسلم: ١٣٧

عَنْ أَخِيهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ......

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِءٍ مُسْلِمٍ بِيَمِينِهِ، حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ، وَأَوْجَبَ لَهُ النَّارَ۔)) قَالُوا: وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((وَإِنْ كَانَ قَضِيبًا مِنْ أَرَاكٍ۔)) قَالَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص جھوٹی قسم اٹھا کر کسی مسلمان شخص کا حق چھینتا ہے، اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کے لیے آگ واجب کر دی ہے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! اگرچہ وہ معمولی چیز ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگرچہ پیلو کے درخت کی ٹہنی ہو۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملے کو تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔''

(۲۵۰۸)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِيرْبَنْدُ كُشَائِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الطَّحَّانُ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ قُرَيْشٍ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْمَكِّيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عُبَيْدٍ الْقَاسِمُ بْنُ سَلَامٍ، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَافِعٍ......

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَيْهِ، فَقَالَ: ((مَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِشَيْءٍ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ)) فَقَالَ الرَّجُلَانِ كُلٌّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! حَقِّي هٰذَا لِصَاحِبِي، فَقَالَ: ((وَلٰكِنِ اذْهَبَا فَتَوَخَّيَا، ثُمَّ اسْتَهِمَا، ثُمَّ لِيُحَلِّلْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْكُمَا صَاحِبَهُ۔))

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ دو آدمی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا جھگڑا لے کر آئے تو آپ نے فرمایا: ''جس کسی کے لیے میں اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کر دوں بلاشبہ میں اس کے لیے آگ کا ٹکڑا کاٹ رہا ہوں۔'' فریقین میں سے ہر ایک نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اپنے ساتھی کے حق میں اپنے حق سے دستبردار ہوتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم دونوں چلے جاؤ، حق کی جستجو اور تلاش کرو، پھر قرعہ ڈال لو اس کے بعد تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کو کمی بیشی معاف کر دے۔''

شرح (فَتَوَخَّيَا) ''حق کی تلاش کرو'' یعنی تم اپنی اس تقسیم میں حق کی جستجو کرو (ثُمَّ اسْتَهِمَا) حق کی جستجو کرنے کے بعد بھی اگر تم کسی نتیجے اور فیصلے پر نہ پہنچو تو پھر معاملہ فیصل کرنے کے لیے تم قرعہ اندازی کر لو (یاد رہے! قرعہ اندازی ایسے معاملہ میں ہی کی جاتی ہے جہاں فریقین کا حق برابر نوعیت کا ہو وگرنہ دلائل کی موجودگی میں فیصلہ دلائل

(۲۵۰۸) اسناده حسن ......أخرجه ابوداود: ۳۵۸٤

ہی کی بنیاد پر کیا جائے گا قرعہ پر نہیں)۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے جو انہیں حق کی جستجو اور قصد کے لیے کہا تو اس سے مراد اپنے اپنے حقوق کی مقدار کا تعین ہے اور اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ صلح کسی مبہم اور غیر واضح معاملہ پر نہیں بلکہ واضح اور دوٹوک معاملہ پر ہونی چاہیے۔ اس کے بعد آپ نے انہیں قرعہ اندازی کا مشورہ دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ حق کی جستجو سے صرف غلبہ ظن کا حصول ہوتا ہے یقین کا نہیں، اس لیے ایک درجہ مزید اطمینان کے لیے آپ نے انہیں قرعہ ڈالنے کا حکم دیا، اس لیے کہ قرعہ اندازی ایک قسم کی گواہی ہے اور خصومات کے حل کے لیے یہ ایک محفوظ اور قوی راستہ ہے۔ پھر جب قرعہ فریقین میں سے ایک کے حق میں نکل آئے گا اور وہ اس چیز کا مالک اور حقدار قرار پائے گا تو آپ نے انہیں مشورہ دیا کہ جس کا قرعہ نہ نکلے وہ دوسرے کے حق کو بخوشی تسلیم کرلے تاکہ ان کی جدائی یقین اور دل کی صفائی کے ساتھ ہو۔

جب قاضی کسی جھگڑے کا فیصلہ اپنے اجتہاد سے کردے بعدازاں پتہ چلے کہ اس سے غلطی ہوئی ہے اور حق اس فیصلے کے خلاف میں ہے، مثلاً اس فیصلے کے خلاف نبی ﷺ کی کوئی حدیث مل جائے، یا گواہیاں مل جائیں تو اس کا فیصلہ مردود اور ناقابل تسلیم ٹھہرے گا کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کی تائید میں ہمارا کوئی فرمان نہیں تو وہ مردود اور باطل ہے۔'' (صحيح بخاری: ٢٦٩٧، صحيح مسلم: ١٧١٨)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف لکھ بھیجا: جب آپ کوئی فیصلہ کریں پھر غور کرنے سے معلوم ہو کہ سابقہ فیصلہ غلط ہے اور درست فیصلہ یوں ہونا چاہیے تو اس سے رجوع کرنے سے ہرگز انارکاوٹ نہ بنے، بلاشبہ حق قدیم اور پرانا ہے جسے کوئی چیز مٹا نہیں سکتی۔ اور حق کی طرف پلٹ آنا باطل پر ڈٹ جانے اور سرگرداں پھرنے سے کہیں بہتر ہے۔ (سنن بيهقی: ١٠/ ١١٩)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: قاضی اپنا فیصلہ اس وقت بدلے گا جب اسے اپنے فیصلے کا غلط ہونا کتاب وسنت کی نص یا اجماع سے معلوم ہو۔ اور اگر اس نے کوئی فیصلہ اپنے اجتہاد سے کیا ہو پھر اس کی رائے اس فیصلے کے متعلق بدل جائے تو سابقہ فیصلہ بدلنے کی چنداں ضرورت نہیں البتہ اسی قسم کے قضیوں میں آئندہ تازہ اور نئے اجتہاد کے مطابق فیصلے کیے جائیں۔ واللہ اعلم!

(25)......بَابُ اِجْتِهَادِ الْحَاكِمِ

حاکم کا اجتہاد کرنے کا بیان

(٢٥٠٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الوهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وأنا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ،

(٢٥٠٩) أخرجه البخاري: ٧٣٥٢، ومسلم: ١٧١٦

قَالا: أنا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ، أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ مَوْلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ......

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ، فَاجْتَهَدَ، فَأَصَابَ، فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ، فَاجْتَهَدَ، فَأَخْطَأَ، فَلَهُ أَجْرٌ.))

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب حاکم کوئی فیصلہ اپنے اجتہاد سے کرے اور فیصلہ صحیح ہو تو اسے دہرا ثواب ملتا ہے اور جب کسی فیصلہ میں اجتہاد کرے اور غلطی کر جائے تو اسے اکہرا ثواب ملتا ہے۔(اجتہاد کرنے کا)۔''

شرح: مروی ہے کہ جناب حسن بصری رحمہ اللہ نے یہ آیات تلاوت کیں: ﴿وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ، فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا﴾ ..... ''اور داود اور سلیمان علیہما السلام کو یاد کیجئے جبکہ وہ کھیت کے معاملے میں فیصلہ کر رہے تھے کہ کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو اس میں چر گئی تھیں، اور ان کے فیصلے میں ہم موجود تھے، ہم نے اس کا صحیح فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا۔ اور ہر ایک کو ہم نے حکم و علم دے رکھا تھا۔'' (سورۃ انبیاء: ۷۸، ۷۹)

اور کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی تعریف کی اور حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی ملامت نہیں کی (بلکہ تعریف کی اور فرمایا کہ ہم نے دونوں کو علم و حکمت سے نوازا تھا) اگر ان دونوں بزرگوں کا معاملہ اس طرح نہ ہوتا (کہ الگ الگ فیصلوں پر کسی کو ڈانٹا نہیں گیا) تو میرا خیال تھا کہ قاضی ہلاک ہو گئے، دیکھیے! اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کے علم و فضل کی تعریف کی ہے لیکن سیدنا داؤد علیہ السلام کو بھی ان کے اجتہاد کی بنا پر معذور قرار دیا ہے۔

فائدہ: کسی ایک معاملے میں دو الگ الگ (متضاد) فیصلہ کرنے والے دو مجتہد، بیک وقت دونوں مصیب نہیں ہو سکتے، ان میں ضرور ایک مصیب (درست فیصلہ کرنے والا) ہوگا اور دوسرا مخطی (غلط فیصلہ کرنے والا) البتہ یہ الگ بات ہے کہ مجتہد مخطی عند اللہ گناہ گار نہیں ہوگا، بلکہ اسے ایک اجر ملے گا۔ (ع،س)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اجتہاد یہ ہے کہ کسی معاملے کو بھرپور ذہنی کوشش کو بروئے کار لاتے ہوئے کتاب و سنت کی طرف لوٹانا۔ حاکم کو چاہیے کہ وہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کرے اگر کسی حادثے، قضیے یا جھگڑے کا حل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کتاب میں نہ ملے تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ میں تلاش کیا جائے اور اگر سنت مطہرہ میں بھی اس کا حل نہ ملے تب حاکم اجتہاد کرے، اس کی دلیل یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے پوچھا: ''جب کوئی مقدمہ تمہارے سامنے پیش ہوگا تو فیصلہ کیسے کرو گے؟ انہوں نے کہا: میں اللہ کی کتاب سے

فیصلہ کروں گا۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کتاب اللہ میں نہ ملا تو؟'' کہا کہ پھر رسول اللہ ﷺ کی سنت سے۔فرمایا: ''اگر رسول اللہ ﷺ کی سنت اور کتاب اللہ میں بھی نہ ملا تو؟ تو میں اپنی رائے استعمال کروں گا۔تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا سینہ تھپکا اور فرمایا: ''حمد ہے اس اللہ کی جس نے رسول اللہ ﷺ کے پیارے کو اس بات کی توفیق دی جس پر اللہ کا رسول خوش ہے۔'' (ضعیف، ابوداود: ۳۵۹۲، ترمذی: ۱۳۲۷)

(أَجْتَهِدُ رَائِیْ) ''میں اجتہاد اور استنباط کروں گا'' اس سے مراد وہ رائے اور قیاس نہیں جس کا مدار محض عقل پر ہوتا ہے یعنی جو رطب و یابس کسی کے دل میں آئے خواہ وہ کتاب وسنت سے کتنا ہی متصادم اور متضاد کیوں نہ ہو اسے قیاس کا نام دے دیا جائے بلکہ اس سے مراد قرآن وسنت کے نصوص کو سامنے رکھتے ہوئے کسی صاحب علم وتقویٰ کا استنباط واستدلال اور اجتہاد کرنا ہے۔

(وَإِذَا اجْتَهَدَ فَأَخْطَأَ، فَلَهُ أَجْرٌ) ''جس نے اجتہاد کیا اور غلطی کھائی، اسے ایک اجر ملے گا'' حدیث مبارکہ کے ان الفاظ کا یہ مطلب نہیں کہ اسے غلطی کرنے پر اجر ملے گا بلکہ اسے حق کی جستجو اور قرآن وسنت کے حکم کے مطابق مسئلہ تلاش کرنے کی کوشش پر اجر ملے گا کیونکہ اس کا یہ اجتہاد عبادت ہے اور غلطی کی صورت میں اس سے گناہ معاف کر دیا گیا ہے کیونکہ اس نے حق وصواب تک پہنچنے میں کوئی کمی نہیں کی۔یہ رخصت اس مجتہد کے لیے ہے جس میں اجتہاد کا ملکہ موجود ہو یعنی اس میں فقہی مآخذ سے شریعت کے عملی احکام مستنبط کرنے کی پوری قدرت موجود ہو، رہا وہ مجتہد جو ان خصائص سے کورا ہے وہ تو تکلف سے کام لینے والا ہے فیصلے میں خطا کی صورت میں اسے معذور نہیں قرار دیا جاسکتا بلکہ اس پر بڑے گناہ کا اندیشہ ہے۔اس کی دلیل سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ: وَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ، وَاثْنَانِ فِي النَّارِ، فَأَمَّا الَّذِي فِي الْجَنَّةِ، فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضَى بِهِ، وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ، فَجَارَ فِي الْحُكْمِ، فَهُوَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ قَضَى لِلنَّاسِ عَلَى جَهْلٍ، فَهُوَ فِي النَّارِ۔)) ...... ''قاضی تین قسم کے ہیں ایک قاضی جنت میں ہوگا جبکہ دو قاضی دوزخ میں ہوں گے۔وہ قاضی جنت میں ہے جس نے حق وصداقت کو معلوم کیا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا اور وہ قاضی جس نے حق وصداقت کو معلوم کیا لیکن فیصلہ کرنے میں ظلم کیا وہ دوزخ میں ہے اور جس قاضی نے لوگوں کے درمیان ناواقفیت کے ساتھ فیصلہ کیا وہ بھی دوزخ میں ہے۔'' (صحیح، ابوداود: ۳۵۷۳، ترمذی: ۱۳۲۲، ابن ماجه: ۲۳۱۵)

حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ ہر مجتہد مصیب (درست فیصلہ کرنے والا) نہیں ہوتا، اگر ہر مجتہد مصیب ہوتا تو پھر حدیث مبارکہ میں قاضیوں کی اس تقسیم کا کوئی مطلب نہیں بنتا، امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کا بھی یہی مفہوم ہے۔امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ اگر کسی ایک حادثے اور معاملے میں دو مجتہد بیک وقت دو الگ الگ (متضاد) فیصلے دے دیں تو بیک وقت دونوں مصیب نہیں ہو سکتے بلکہ ان میں سے ایک مصیب (درست فیصلہ کرنے والا) ہوگا اور دوسرا مخطی

(غلط فیصلہ کرنے والا) اہل رائے کا موقف ہے کہ ہر مجتہد، مصیب ہوتا ہے کیونکہ حادثہ اور معاملہ ایک ہونے کی بنا پر مجتہد تو اجتہاد کرنے کا ہی مکلّف ہوتا ہے جو اس نے کیا ہے، لیکن یہ دعویٰ صحیح نہیں بلکہ اسے اجتہاد کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ وہ حق تک رسائی حاصل کرے تو اگر وہ حق تک اجتہاد کر کے پہنچ جائے تو اسے اجر ملے گا اور اگر اس سے غلطی ہو جائے تو عنداللہ گناہ گار نہیں ہو گا بلکہ معذور سمجھا جائے گا جس طرح وہ شخص معذور ہے جس پر قبلہ کی سمت مشتبہ ہو جائے وہ صرف اسی بات کا پابند اور مکلّف ہے کہ قبلہ کی جہت کی تلاش کرے پھر اگر وہ کسی یقین پر نہیں پہنچتا تو معذور ہے۔

حدیث مبارکہ سے یہ بھی پتہ چلا کہ مجتہد حاکم اور قاضی کو کسی دوسرے کی تقلید کرنا ہرگز روا نہیں، خواہ دوسرا حاکم اور قاضی اس سے زیادہ علم رکھنے والا اور افقہ (زیادہ سمجھ بوجھ) ہی ہو البتہ معاملات کے حل اور صحیح نتیجہ تک پہنچنے کے لیے اہل علم سے مشاورت کرنا مستحب ہے۔ اسے چاہیے کہ دلائل کی چھان بین کے لیے بحث و تمحیص کرتا رہے پھر دلائل کو سامنے رکھ کر جو پہلو ترجیح پا جائے اس کے مطابق فیصلہ قلمبند کردے۔ دیکھئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ .... ''اور کام کا مشورہ ان سے کیا کریں'' (سورۂ آل عمران: ۱۵۹)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی شخص کو نہیں دیکھا جو اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرتا ہو۔ (منقطع، ترمذی: ۱۷۱۴) جناب حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا: آپ علیہ السلام کو اگرچہ صحابہ کرام سے مشورہ کرنے کی چنداں ضرورت نہیں تھی بلکہ آپ اس سے بے پروا ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرنے کا مقصد یہ تھا کہ آپ کے بعد آنے والے حکام اور والیان کے لیے یہ چیز سنت بن جائے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ نے کہا: مشاورت کسی چیز کا عزم کر لینے اور اس پر رائے پختہ کر لینے سے پہلے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾ .... ''پھر جب آپ کا پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔''

(آل عمران: ۱۵۹)

پھر جب رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات کا عزم کرلیں تو کسی امتی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے آگے بڑھے۔ جنگ احد والے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس بات پر مشورہ کیا کہ جنگ مدینہ منورہ کے اندر رہ کر لڑی جائے یا باہر نکل کر تو صحابہ نے آپ کو باہر کھلے میدان میں جنگ لڑنے کا مشورہ دیا پھر جب آپ نے ہتھیار پہن لیے اور رائے پختہ کر لی تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ مدینہ کے بیچ میں رہ کر جنگ لڑنی چاہیے لیکن عزم کر لینے کے بعد آپ نے ان کا مشورہ نہیں مانا اور فرمایا: ''ہتھیار پہن لینے کے بعد کسی نبی کے یہ شایان شان نہیں کہ وہ انہیں اتار دے جب تک اللہ تعالیٰ اسے حکم نہ دے۔'' (صحيح لغيره، مسند احمد: ١٤٧٩٣)

اور مسلمان حکمران امت کے بہی خواہ اور قابل اعتماد اہل علم سے ایسے معاملات میں مشاورت کرتے رہے ہیں جن میں عوام کی مصلحت خیر خواہی مقصود ہوتی تاکہ وہ آسان سے آسان قانون سازی کریں اور لوگوں کو سہولت پہنچائیں پھر

جب کوئی معاملہ کتاب وسنت کی تعلیمات پر پیش کرنے سے نکھر آتا تو اس سے ہرگز تجاوز نہ کرتے اور اس سب میں ان کے پیش نگاہ اسوہ رسول ﷺ ہوتا کہ آپ اپنے صحابہ کے ساتھ مشاورت کیا کرتے تھے۔

امام زہری رحمہ اللہ نے کہا: سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مجلس قرآن مجید کے جوان اور بوڑھے علماء اور قراء سے کھچا کھچ بھری ہوتی تھی (صحیح بخاری: ۴۶۴۲، ۷۲۸۶) اور آپ بسا اوقات ان سے مشورہ کرتے اور کہتے: مشورہ دینے اور اپنی رائے کا اظہار کرنے سے کوئی شخص باز نہ رہے بلاشبہ علم کا تعلق عمر کی کمی بیشی کے ساتھ ہرگز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جہاں چاہتے ہیں علم رکھ دیتے ہیں۔ جناب مزاحم بن زفر نے بیان کیا کہ جناب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ہم سے کہا: پانچ خصلتوں میں سے اگر ایک خصلت بھی کسی قاضی کے اندر مفقود ہو تو وہ اس کے لیے باعث شرم اور موجب ننگ وعار ہے۔ قاضی کو فہم وفراست کا مالک، حلم وبردباری کا پتلا، پاکدامن اور حلال خور، سخت اور مضبوط اعصاب کا مالک نیز عالم اور علم کا جویاں اور متلاشی ہونا چاہیے۔

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ غیر مجتہد کو قضا کا منصب نہیں لینا چاہیے اور امام وقت کو بھی چاہیے کہ وہ ایسے شخص کو عہد قضا نہ سونپے۔

اور مجتہد وہ شخص ہوتا ہے جس میں علم کی پانچ انواع اور اقسام پائی جائیں:

(۱) کتاب اللہ کا علم، (۲) سنتِ رسول کا علم، (۳) قوالِ سلف کا علم، نیز ان کے اجماع اور اختلاف کی تفصیل، (۴) لغت کا علم، (۵) قیاس کا علم۔

قیاس یہ ہے کہ فرع (ایسا مسئلہ جس کے متعلق کتاب وسنت میں حکم موجود نہ ہو) کو حکم میں اصل (ایسا حکم جو کتاب وسنت مس موجود ہو) کے ساتھ اس وجہ سے ملا لینا کہ ان دونوں کے درمیان علت مشترک ہے اور وہ حکم صریح طور پر کتاب وسنت اور اجماع میں موجود نہیں۔

مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ کتاب اللہ میں سے ناسخ منسوخ، مجمل، مفسر، خاص وعام، محکم ومتشابہ، مکروہ وحرام اور مباح ومندوب وغیرہ کا علم رکھتا ہو اور سنت میں سے بھی ان اشیاء کے بارے میں معلومات رکھتا ہو نیز صحیح وضعیف، مسند ومرسل وغیرہ کے بارے میں جانتا ہو، اسی طرح اس کے اندر یہ ملکہ ہو کہ سنت کو کتاب پر اور کتاب (قرآن مجید) کو سنت پر پیش کر سکے، پھر اگر کسی حدیث مبارکہ کا ظاہری مفہوم کتاب کے مطابق نہ پائے تو قرآن وسنت کے درمیان میں تطبیق وتوفیق دینے کی صلاحیت اور ملکہ رکھتا ہو، نیز اس حدیث مبارکہ کا کوئی صحیح محل مقرر کر سکے کیونکہ سنت کتاب اللہ کی توضیح وتشریح ہے اس کے مخالف ہرگز نہیں ہوسکتی، مجتہد کو احادیث مبارکہ اور سنت مطہرہ میں مذکور احکام ومسائل سے پوری طرح باخبر ہونا چاہیے خواہ اس میں بیان شدہ واقعات، اخبار اور مواعظ حسنہ سے واقف نہ بھی ہو۔

مجتہد اگرچہ جمیع لغات عرب کا واقف نہ بھی ہوتا ہم اسے عربی زبان اور اس کے لغت اشتقاق سے اس قدر معرفت

اور شد بد ضروری ہو جس کے ساتھ وہ کتاب وسنت میں وارد احکام ومسائل کا استخراج کر سکے بلکہ اسے عربی زبان پر پوری طرح مہارت اور دسترس ہونی چاہیے۔

جس سے وہ کلام عرب کی باریکیوں، گہرائیوں اور لطافتوں سے خوب باخبر اور الفاظ کے مدلولات سے پوری طرح آگاہ اور آشنا ہو، نیز وہ موقع ومحل کی نزاکتوں اور حالات وظروف کی مناسبتوں اور تقاضوں سے کامل خبر گیری رکھتا ہو۔اس لیے کہ ہماری شریعت عربی زبان میں نازل ہوئی ہے تو جو شخص اس سے واقف نہ ہوگا وہ شریعت کا منشا اور مراد سمجھنے سے قاصر رہے گا بلکہ ٹامک ٹوئیاں مارے گا۔

مجتہد کو صحابہ کرام اور تابعین عظام کے فتاویٰ سے بھی آگاہ ہونا ضروری ہے بلکہ فقہائے امت کے اکثر وبیشتر فتاوی جات اس کی نگاہ کے سامنے ہوں تاکہ اس کے قلم سے کوئی ایسا فتویٰ نہ صادر ہو جائے جو سلف امت کے فتویٰ کے خلاف ہو اور اس طرح وہ اجماع امت کو پاش پاش کرنے کا مرتکب ٹھہرے۔

اگر ایک شخص سطور بالا میں بیان شدہ اقسام علم کی ایک بڑی مقدار سے واقف ہو تو ایسا شخص مجتہد کہلانے کا حقدار ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ ان علوم میں کامل دستگاہ رکھتا ہو اور جزئیات تک سے باخبر ہو۔

اگر کوئی شخص متذکرہ بالا علوم کی اقسام سے واقف نہیں تو وہ مقلد ہے خواہ وہ آئمہ سلف میں سے کسی کے مسلک میں پوری طرح متبحر ہو۔ ایسے شخص کے لیے منصب قضا کی ذمہ داریاں جائز نہیں اور نہ اسے فتویٰ دینے کے درپے ہونا چاہیے۔

اگر کسی شخص کے اندر یہ علوم جمع ہوں اور وہ خواہشات نفس اور بدعات سے مجتنب رہنے والا، ورع وتقویٰ سے متصف، کبائر سے دامن کشاں اور صغائر پر اصرار نہ کرنے والا ہو تو ایسے شخص کے لیے عہدہ قضا پر فائز ہونا جائز ہے۔ وہ پیش آمدہ نت نئے مسائل میں شریعت کے اصول وضوابط کو ملحوظ رکھتے ہوئے اجتہاد کر سکتا ہے اور وہ فتویٰ دینے کا اہل ہے اور جس شخص کے اندر یہ شرائط جمع نہ ہوں تو اسے درپیش حوادث ومعاملات میں تقلید کرنی چاہیے، اجتہاد نہیں۔

اہل رائے نے عاصی شخص کے لیے بھی عہدہ قضا پر فائز ہونا جائز قرار دیا ہے کہ وہ اہل علم کے فتاویٰ کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلے کرتا جائے۔

جناب معمر نے جناب قتادہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھیوں میں سے قاضی چھ بزرگ تھے، سیدنا عمر، سیدنا علی، سیدنا ابی بن کعب، سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا ابوموسیٰ اشعری اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہم تھے۔

سیدنا عمر، سیدنا ابن مسعود اور سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کے فیصلے ایک دوسرے سے ملتے جلتے تھے اور وہ ایک دوسرے سے اخذ واستفادہ بھی کرتے۔ اسی طرح سیدنا علی، سیدنا ابی بن کعب اور سیدنا زید رضی اللہ عنہم کے فیصلے ایک دوسرے کے موافق ہوئے اور یہ بزرگ ایک دوسرے سے خوشہ چینی بھی کرتے۔ سیدنا زید، سیدنا علی اور ابی رضی اللہ عنہم کے فیصلوں سے

جو مناسب سمجھتے وصول کر لیتے۔

(26)......بَابُ شَرَائِطِ قَبُوْلِ الشَّهَادَةِ

شہادت قبول کرنے کی شرطوں کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ﴾ .... ''ایک مرد اور دو عورتیں جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کر لو۔'' (سورۂ بقرہ:۲۸۲)

اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾ .... ''اور آپس میں سے دو عادل شخصوں کو گواہ کرلو۔'' (سورۂ طلاق:۲)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا﴾ .... ''اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔'' (سورۂ حجرات:۶)

(۲۵۱۰)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الطَّحَّانُ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ قُرَيْشٍ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، أَخْبَرَنَا أَبُو عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ الْفَزَارِيُّ، عَنْ شَيْخٍ مِنْ أَهْلِ الْجَزِيرَةِ، يُقَالُ لَهُ: يَزِيدُ بْنُ زِيَادٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ تَرْفَعُهُ: ((لا تَجُوزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ، وَلا خَائِنَةٍ، وَلا ذِي غِمْرٍ عَلَى أَخِيهِ، وَلا ظَنِينٍ فِي وَلاءٍ وَلا قَرَابَةٍ، وَلا الْقَانِعِ مَعَ أَهْلِ الْبَيْتِ۔))

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ اسے مرفوعاً بیان کرتی ہیں: ''خائن مرد اور خائن عورت کی گواہی جائز نہیں، نہ اپنے بھائی کے بارے میں بغض وعداوت رکھنے والے کی نہ اس کی جو ولاء اور قرابت میں متہم ہے اور نہ اس کی جو کسی گھر والوں کا خدمت گار (نوکر، غلام اور تابع) ہو۔''

شرح: امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے نیز یزید بن زیاد دمشقی راوی منکر الحدیث ہے۔ اس روایت میں بعض راویوں نے ان الفاظ کا اضافہ ذکر کیا ہے (وَلا مَجْلُوْدٍ حَدًّا) ''اور نہ اس کی گواہی جائز ہے جس پر حد لگی ہو۔''

(۲۵۱۱)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِيرَبَنْدُ كُشَائِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو سَهْلٍ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ طَرَفَةَ السِّجْزِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ سُلَيْمَانُ حَمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْخَطَّابِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرِ بْنِ دَاسَةَ التَّمَّارُ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ السِّجِسْتَانِيُّ،

(۲۵۱۰) ضعیف ......أخرجه الترمذی: ۲۲۹۸

(۲۵۱۱) حسن ......أخرجه ابوداود: ۳۶۰۰، وابن ماجه: ۲۳۶۶

حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى......

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَدَّ شَهَادَةَ الْخَائِنِ وَالْخَائِنَةِ، وَذِي الْغِمْرِ عَلَى أَخِيهِ، وَرَدَّ شَهَادَةَ الْقَانِعِ لأَهْلِ الْبَيْتِ، وَأَجَازَهَا لِغَيْرِهِمْ۔

جناب عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ (شعیب) اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ''خائن مرد، خائن عورت اور اپنے بھائی کے ساتھ کینہ اور بغض رکھنے والے کی گواہی رد فرمائی ہے اور ایسے ہی جو کسی گھر والوں کا خدمت گار (نوکر، غلام اور تابع) ہو اس کی گواہی بھی قبول نہیں کی۔ البتہ دوسروں کے حق میں قبول ہے۔''

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: کسی شخص کی گواہی قبول کرنے کی سات شرائط ہیں: (۱) اسلام، (۲) آزادی، (۳) عقل وشعور، (۴) بلوغت، (۵) عدالت، (۶) مروّت اور (۷) ہر قسم کی تہمت سے پاک ہونا۔

اکثر اہل علم کے نزدیک ذمی (غیر مسلم شخص) کی گواہی مطلقاً کسی معاملے میں بھی قابل قبول نہیں۔ امام مالک اور شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: مسلمانوں میں سے بھی جو لوگ دروغ گوئی کی شہرت رکھتے ہوں ان کی گواہی قبول نہیں تو کافروں کی گواہی کیونکر قبول کی جا سکتی ہے جو اللہ عزوجل پر جھوٹ باندھے ہوئے ہیں۔

اہل رائے کا موقف ہے کہ ذمیوں کی گواہی آپس میں قبول کی جائے گی خواہ وہ مختلف دینوں کے حامل ہوں جبکہ بعض اہل علم کا موقف ہے کہ اگر ذمی ایک دین کے حامل ہوں تو ان کی آپس میں ایک دوسرے کے حق میں گواہی جائز ہے اور اگر وہ مختلف مذاہب کے پیروکار ہوں مثلاً یہودی، نصرانی یا مجوسی کے حق میں یا خلاف گواہی دے تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ امام شعبی، زہری، ابن ابی لیلیٰ، اور امام اسحاق رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔ ان کی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ ﴾ .... ''تو ہم نے بھی ان کے آپس میں بغض وعداوت ڈال دی ہے۔ (سورۂ مائدہ: ۱۴)

اکثر اہل علم کا خیال ہے کہ اہل ذمہ کی گواہی مسلمانوں کے حق میں باطل ہے اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ اگر کسی مسلمان کو ایسی جگہ موت کا سامنا ہو جہاں اس کی وصیت کے لیے مسلمان گواہ موجود نہ ہوں تو ان کی گواہی جائز ہے بالخصوص سفر وغیرہ میں۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے۔ قاضی شریح، ابراہیم نخعی، اوزاعی اور امام احمد رحمہم اللہ اسی بات کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ ﴾ .... ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم میں کسی کو موت آنے لگے تو تمہارے درمیان گواہی ہونی چاہیے اور وصیت کے وقت اپنے (مسلمانوں) میں سے دو انصاف والے گواہ بنا لو یا اگر تم زمین میں سفر پر نکلے ہو اور (راستے میں)

موت کی مصیبت پیش آجائے تو غیرقوم کے دو گواہ بھی کافی ہوں گے۔'' [سورۂ مائدہ: ۱۰۶] (صحیح بخاری: ۲۷۸۰)

یعنی دو ایسے افراد جو تمہارے دین پر نہیں ہیں (یعنی غیر مسلم) جو علماء اہل ذمہ کی گواہی کے قائل نہیں وہ آیت کریمہ کے الفاظ ﴿اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ﴾ .... کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ دو افراد جو موصی کے قبیلے کے علاوہ کسی اور قبیلے سے ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر وصیت کرنے والا اپنے عزیز واقارب اور قبیلے کے افراد کو ہی اپنی وصیت پر گواہ بناتا ہے اجنبیوں کو نہیں، ان حضرات نے اپنے معنی اور تاویل پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فرمان سے دلیل پکڑی ہے: ﴿اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى﴾ .... ''اگر تم کو شبہ ہو تو ان دونوں کو بعد نماز روک لو پھر دونوں اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم اس قسم کے عوض کوئی نفع نہیں لینا چاہتے اگر چہ کوئی قرابت دار بھی ہو۔'' (سورۂ مائدہ: ۱۰۶)

تو اللہ عزوجل کے الفاظ ﴿ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى﴾ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اسی آیت کریمہ میں مذکور لفظ ﴿مِنْكُمْ﴾ سے مراد موصی کے رشتہ دار اور قرابت دار بھی ہیں۔

اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے لیکن اکثر اہل علم کا موقف ہے کہ یہ آیت کریمہ منسوخ نہیں ہے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حسن بصری اور عمرو بن شرحبیل اسی موقف کے قائل ہیں ان حضرات کا کہنا ہے کہ سورۃ مائدہ قرآن مجید کی آخری آخری تنزیلات میں سے ہے اور اس کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے اور اس آیت کا سبب نزول وہی ہے جو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنوسہم کا ایک شخص تمیم داری اور عدی بن بداء کی معیت میں سفر پر نکلا (دوران سفر) سہمی کی وفات ہوگئی جہاں کوئی مسلمان نہ تھا۔ جب وہ دونوں اس کا ترکہ لے کر آئے تو (وارثوں نے) چاندی کا ایک پیالہ گم پایا جس پر سونے کے پترے چڑھے ہوئے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے دونوں سے قسم لی۔ پھر وہ جام مکہ میں مل گیا، (جن کے پاس سے ملا) انہوں نے کہا کہ ہم نے یہ تمیم داری اور عدی سے خریدا ہے۔ پھر مرنے والے سہمی کے وارثوں میں سے دو نے قسم کھائی اور کہا کہ ہماری گواہی ان کی گواہی سے زیادہ سچی ہے اور یہ جام ہمارے آدمی کا ہے۔ چنانچہ انہی کے سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ .... ''اے ایمان والو! تمہارے آپس میں دو شخص کا گواہ ہونا مناسب ہے جبکہ تم میں سے کسی کو موت آنے لگے۔'' (سورۂ مائدہ: ۱۰۶)

بعض علماء نے اس آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اس میں غیر مسلموں کو وصی مقرر کرنے کا تذکرہ ہے گواہ بنانے کا نہیں۔ اس لیے کہ تمیم داری اور عدی بن بداء میت کی طرف سے وصی تھے گواہ نہ تھے اور اس فرق کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں سے قسم اٹھوائی جبکہ گواہوں سے قسم نہیں لی جاتی تو آیت مذکور کے لفظ ﴿شَهَادَةُ﴾ سے مراد وہ بار امانت ہے جو مرنے والے نے مرتے وقت ان دونوں کے سپرد کیا تھا۔ اسی طرح آیت کے الفاظ ﴿وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ ﴾ 'اللہ تعالیٰ کی بات کو ہم پوشیدہ نہ کریں گے۔'' (سورۂ مائدہ: ۱۰۶) سے مراد بھی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: شہادت اور گواہی کی قبولیت کے لیے آزادی شرط ہے اس لیے کہ گواہی کا تعلق حکومت وفرماں روائی اور بالا دستی کے معاملات سے ہے اور غلام ناقص ہوتا ہے۔ اہل علم کی ایک قوم کا خیال ہے کہ غلام کی گواہی قبول کی جائے گی ایسا موقف سیدنا انس رضی اللہ عنہ، قاضی شریح، زرارہ بن اوفی اور عثمان البتی سے منقول ہے۔ ابن سیرین نے کہا: غلام کی گواہی جائز تو ہے لیکن اگر اپنے مالک کے حق میں گواہی دے گا تو قبول نہیں کی جائے گی۔ حسن بصری اور ابراہیم نخعی نے کہا: معمولی اور کم حیثیت اشیاء کے متعلق غلام کی گواہی جائز ہے۔

مجنون اور دیوانے کی گواہی قبول نہیں کیونکہ اس کی بات کچھ معتبر نہیں نیز اس کی گواہی پر فیصلے ممکن نہیں۔ اسی طرح نا بالغ کی گواہی بھی قابل قبول نہیں۔ اس کی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ﴾ .... ''اور اپنے سے دو مرد گواہ رکھ لو۔'' (سورۂ بقرہ: ۲۸۲)

فائدہ: رجال کی تعریف میں کم عقل، بچہ یا مجنون نہیں آتے بلکہ عقل وشعور سے متصف بالغ افراد آتے ہیں۔ (ع،س)

امام مالک رحمہ اللہ کا کہنا ہے: بچوں کی گواہی زخموں وغیرہ میں قبول کی جائے گی لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اپنی کھیل کود کی جگہ سے جہاں یہ واقعہ پیش آیا منتشر نہ ہوئے ہوں۔ اگر وہاں سے بکھر جائیں تو پھر ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ (بکھر جانے کی صورت میں کوئی بچوں کو غلط پٹی پڑھا سکتا ہے ......) ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے ایسا ہی مروی ہے۔ جناب شریح بچوں کی گواہی ایک دوسرے کے بارے میں جائز قرار دیتے ہیں۔ مروی ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بچوں کی گواہی کے جواز کے قائل نہیں تھے ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ﴾ .... ''جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کرلو۔'' (سورۂ بقرہ: ۲۸۲)

یعنی جن کی دین داری اور عدالت پر تم مطمئن ہو اور شہادت کی قبولیت کے لیے عدالت شرط ہے (اور اس کا تعلق بالغ افراد کے ساتھ ہے بچوں اور نابالغ افراد کے ساتھ نہیں ہے۔)

عدالت کی تعریف یہ ہے کہ وہ شخص کبیرہ گناہوں سے بچنے والا اور صغائر پر اصرار نہ کرنے والا ہو۔ خائن شخص کی گواہی مردود اور نا قابل تسلیم ہے جیسا کہ ایک حدیث میں مذکور ہے۔

فائدہ: ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں (لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَلَا خَائِنَه) ''خائن مرد اور خائن عورت کی گواہی جائز نہیں۔'' (صحیح ابو داؤد: ۳۰۶۸)

اس لیے کہ خائن شخص فاسق ہوتا ہے اور خیانت کے ارتکاب سے اس کی عدالت مجروح ہو جاتی ہے۔ ابوعبید نے کہا: ہمارا خیال ہے کہ لفظ خیانت کو صرف مالی معاملات تک محدود نہ رکھا جائے جس کا تعلق لوگوں کے ساتھ لین دین میں ہوتا ہے بلکہ اس میں فرائض کو بھی شامل سمجھا جائے۔ جو شخص اوامر شریعت کو پامال کرنے والا اور نواہی کا ارتکاب کرنے والا ہو وہ بھی عادل نہیں ہوسکتا۔ اس کی گواہی بھی قابل قبول نہیں۔ اس لیے اس پر بدرجہ اولیٰ لفظ خیانت

صادق آتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: معاشرے میں ہم کسی ایسے شخص سے واقف نہیں جو سو فیصد اطاعت الٰہی اور صفت مروّت رکھتا ہو اور معصیت کا ایک چھینٹا بھی اس کے کردار پر نہ پڑا ہو۔ اسی طرح کوئی معصیت کیش اور خلق مروّت سے بیگانہ شخص ایسا نہیں ہوتا جس کے دامن عصیاں میں کوئی نہ کوئی نیکی کا پھول نہ ہو بلکہ ضرور کوئی نیکی کا کنول اس کے دامن میں ہوتا ہے۔ بہرحال جب کسی شخص کے کردار میں نیکی اور تقویٰ نیز مروّت کی کثرت ہو تو اس کی گواہی کو قبول کر لینا چاہیے اور جب کسی کے معاملے میں اغلب معصیت اور نافرمانی ہو نیز مروّت کا فقدان ہو تو ایسے شخص کی شہادت کو مردود سمجھا جائے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگوں کا وحی کے ذریعے سے مؤاخذہ ہو جاتا تھا۔ لیکن اب وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے اور ہم صرف انہیں امور میں مؤاخذہ کریں گے جو تمہارے عمل سے ہمارے سامنے ظاہر ہوں گے۔ اس لیے جو کوئی ظاہر میں ہمارے سامنے خیر کرے گا، ہم اسے امن دیں گے اور اپنے قریب رکھیں گے۔ اس کے باطن سے ہمیں کوئی سروکار نہ ہوگا۔ اس کا حساب تو اللہ تعالیٰ کرے گا اور جو کوئی ہمارے سامنے ظاہر میں برائی کرے گا تو ہم اسے امن نہیں دیں گے اور نہ ہم اس کی تصدیق کریں گے خواہ وہ یہی کہتا رہے کہ اس کا باطن اچھا ہے۔

(صحیح بخاری: ٢٦٤١)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: مروّت، گواہی کی قبولیت کی بنیادی شرط ہے اور مروّت سے مراد آداب عالیہ اور اخلاق فاضلہ ہیں جو ہر معاشرے میں معروف اور جانے پہچانے جاتے ہیں۔ ان سے محرومی قلت حیا کا باعث ہے۔ مروّت یہ ہے کہ آدمی کی وضع قطع اور لباس وغیرہ باوقار اور سنجیدگی لیے ہوئے ہو، اُس کا کردار و سیرت اجلا اور شفاف ہو، لوگوں کے ساتھ اس کا میل جول شگفتہ اور شاداب ہو، اس کے معاملات نکھرے ہوئے اور شرعی تعلیمات کے آئینہ دار ہوں۔ اس کے برعکس اگر کسی شخص سے ایسے آداب و اخلاق کا صدور ہو جن کا اظہار عموماً اچھا نہیں سمجھا جاتا بلکہ باعث ننگ و عار تصور کیا جاتا ہے تو ایسے شخص کی گواہی کو رد کر دیا جائے گا خواہ وہ امور جن میں وہ ملوث ہے فی نفسہ مباح ہی کیوں نہ ہوں۔

امام رحمہ اللہ نے کہا: گواہی کے جائز ہونے کے لیے گواہ کی شخصیت کا تہمت اور الزام سے بری ہونا ضروری ہے۔ اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے دشمن کی دشمن کے حق میں گواہی قبول نہیں اگرچہ اس کی گواہی دوسروں کے حق میں قبول ہے، دشمن کے حق میں اسکی گواہی کے قبول نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دشمن کے حق میں اس کی شخصیت متہم ہے اور اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ وہ جھوٹی گواہی دے کر اسے بھاری نقصان پہنچا دے اگر کوئی شخص کسی کی دشمنی میں فسق و فجور کی حدوں کو نہیں چھوتا بلکہ اعتدال میں رہتا ہے تو اس کی گواہی قبول کی جا سکتی ہے اور اگر کوئی شخص دشمنی میں انتہا تک پہنچ جاتا ہے اور فسق و فجور کا برملا اظہار کرنے سے نہیں چوکتا تو ایسے شخص کی گواہی بالعموم مردود ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس بات کے قائل ہیں کہ دشمن کی گواہی قبول کی جائے گی بشرطیکہ وہ عادل ہو۔ جو علمائے کرام

دشمن کی گواہی کے قبولیت کے قائل نہیں یہ حدیث مبارکہ ان کی دلیل ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے ایک فرمان میں اپنے بھائی کے خلاف کینہ اور بغض رکھنے والے شخص کی گواہی کو مردود قرار دیا ہے۔

ذُوْ الْغِمْرِ: کینہ پرور شخص، اس کے اور مشہود لہ (جس کے حق میں گواہی دی جا رہی ہے) کے درمیان واضح دشمنی اور نفرت ہو۔ الغمر کا معنی بغض و عداوت ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو لوگ کسی شخص کے بارے میں ایسی گواہی دیں جس کے نتیجے میں حد واجب ہوتی ہو اور انہوں نے بچشم خود اسے کام میں ملوث نہ دیکھا ہو (بلکہ بغیر دیکھے گواہی جڑ دی ہو) تو ایسے لوگوں نے کینے اور بغض کی بنا پر گواہی دی ہے۔

(وَلا ظَنِيْنَ فِي وَلَاءٍ وَلا قَرَابَةٍ) ''نہ اس کی جو ولاء اور قرابت میں متہم ہے۔''

اس سے مراد وہ شخص ہے جس نے اپنا نسب بدل لیا ہو اور اس پر تہمت ہو کہ وہ اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی دوسرے شخص کی جانب اپنی نسبت کرنے لگا ہے۔ اسی طرح وہ آزاد شدہ غلام جو اپنے آقاؤں کے بجائے کسی اور کی طرف منسوب ہونے لگے یہ لفظ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فرمان میں مستعمل ہے: ﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِظَنِيْنٍ﴾ .... ''اور یہ غیب کی باتوں کو بتلانے میں بخیل نہیں۔'' (التکویر: ۲۴)

یعنی ہمارے نبی پر یہ اتہام نہیں کہ انہیں جن باتوں کی اطلاع دی جاتی ہے اور جو دین ان پر نازل ہوتا ہے وہ اس میں سے کوئی بات اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔ جو شخص اپنے والد یا اولاد کے حق میں گواہی دے اسے متہم ہی تصور کیا جائے گا اور اس کی گواہی ان رشتوں کے متعلق قبول نہیں کی جائے گی۔

ابن سیرین رحمہ اللہ نے کہا: (لَمْ يَكُنْ عَلِيٌّ يُظَنُّ فِي قَتْلِ عُثْمَانَ) کے جملے کا معنی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا کوئی اتہام سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ذات پر نہیں ہے۔ ایسا شخص جو اپنے دین کے معاملے میں متہم ہو اس کی گواہی بھی مردود ہے۔

(وَرَدَّ شَهَادَةَ الْقَانِعِ لِأَهْلِ الْبَيْتِ) ''اور آپ نے ایسے شخص کی گواہی کو رد فرما دیا جو کسی گھر میں پلتا ہے۔''

الْقَانِعِ سے مراد تابع رہنے والا ہے جیسے کہ کوئی خاص نوکر ہوتا ہے۔ لفظ القنوع کے لغوی معنی سوال کرنے کے ہیں اور القانع سوال کندہ کو کہتے ہیں۔ جب کوئی شخص کسی سے کوئی چیز مانگے تو اس کو قنع، یقنع، قنوعاً کے الفاظ سے بیان کیا جاتا ہے۔

حدیث مبارکہ میں مذکور لفظ الْقَانِعِ سے مراد ایسا شخص ہے جو کسی گھرانے کا خدمت گار ہو اور ان کے کام کاج کر دیتا ہو جیسے نوکر، غلام اور شاگرد پیشہ ور لوگ ہوتے ہیں، ان کا نفع اس کا نفع ہے اور ان کا نقصان دراصل اس کا زیاں ہے، اس لیے جب ایسا شخص اپنے مالکوں اور آقاؤں کے حق میں گواہی دے گا تو بہت ممکن ہے اپنے منافع کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے قدم ڈگمگا جائیں کیونکہ ان کا فائدہ دراصل اس کا اپنا فائدہ ہے۔ اس لیے ایسے شخص کی گواہی بھی قابل قبول نہیں۔ جیسے کوئی شخص ایسے گھر کے خریدنے کے متعلق کسی شخص کے حق میں گواہی دے جس گھر میں وہ شفعہ

کرسکتا ہو، یا کوئی شخص جو مفلس اور دیوالیہ ہو چکا ہو اس کے قرض خواہوں میں سے کوئی ایک اس بات کی گواہی دے کہ اس مفلس نے فلاں سے قرض لینا ہے (وہ لے کر ہم میں بانٹ دیا جائے) تو ایسے شخص کی گواہی بھی قبول نہیں یا کوئی شخص کسی کے خلاف گواہی دے کہ اس نے میرے مورث کو قتل کیا ہے (تا کہ وہ قاتل ہونے کی بنا پر وراثت سے محروم قرار پائے اور میرا حصہ وراثت میں بڑھ جائے) ایسے شخص کی گواہی بھی قبول نہیں کیونکہ ان صورتوں میں گواہی دینے کا فائدہ گواہ کو پہنچتا ہے۔

اسی اصول پر قیاس کرتے ہوئے کہا جائے گا کہ خاوند کی گواہی بیوی کے حق میں اور بیوی کی خاوند کے حق میں قبول نہیں۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے جبکہ کچھ دوسرے علماء اس صورت میں جواز کے قائل ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

اکثر اہل علم کے نزدیک والد کی گواہی اولاد کے حق میں اور اولاد کی گواہی والد کے حق میں جائز نہیں۔ البتہ ان کی گواہی خلاف میں قبول ہے۔

بعض اہل علم یہ موقف بھی رکھتے ہیں کہ والد کی گواہی اولاد کے حق میں اور اسی طرح اولاد کی گواہی والد کے حق میں قبول کی جائے گی، قاضی شریح، داود ظاہری اور امام ثور کا یہ قول ہے۔ تمام اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بھائی کی گواہی بھائی کے حق میں اور اسی طرح رشتہ داروں کی آپس میں گواہی قبول کی جائے گی۔

اکثر اہل علم کا موقف ہے کہ دیہاتی کی گواہی قبول کی جائے گی بشرطیکہ وہ عادل اور ثقہ ہو۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: شہری کے خلاف دیہاتی کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور وہ اس بارے میں ایک حدیث بھی روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''کسی دیہاتی کی شہری کے خلاف گواہی جائز نہیں۔''

جواز کے قائل حضرات اس حدیث مبارکہ کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ اگرچہ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ بدوی عموماً مستقل آبادیوں کے حالات، عادات، رسم ورواج اور طور طریقوں سے واقف نہیں ہوتے، بڑے سادہ لوح ہوتے ہیں، اس لیے مشاہدے میں انہیں غلطی لگنے یا عدم فہم کا امکان زیادہ ہوتا ہے نیز وہ احکام شریعت سے بھی نابلد ہوتے ہیں اس لیے ان کی گواہی قبول نہیں کی جاسکتی مگر جو دیہاتی، سمجھ دار، معاملہ فہم، زیرک اور عادل وثقہ ہو اس کی اور ایک شہری شخص کی گواہی میں کوئی فرق نہیں، یعنی وہ معاملات جن کا فہم اہل بادیہ کے لیے آسان ہے اس میں ان کی گواہی ہر طرح معتبر ہے۔

نابینا شخص کی گواہی ان امور میں معتبر ہے جن کا تعلق سماعت سے ہے یا ایسا موقع ہو جہاں نابینا کی گواہی پر شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہ ہو، مثلاً ایک شخص نے نابینا آدمی کے کان میں کسی دوسرے شخص کے متعلق کسی بات کا اقرار کیا، اس

نے اس کو وہیں دبوچ لیا اور اس کے خلاف گواہی دے ڈالی (تو نابینا شخص کی گواہی معتبر ہوگی)

جناب قاسم، حسن بصری، ابن سیرین، زہری، حکم، عطاء اور شعبی رحمہم اللہ اندھے کی گواہی کے جائز ہونے کے قائل ہیں۔ امام زہری رحمہ اللہ نے کہا: اچھا بتاؤ اگر ابن عباس رضی اللہ عنہ کسی معاملے میں گواہی دیں تو تم اسے رد کر سکتے ہو۔

اور بعض علماء نے کہا: اندھا شخص جب آواز پہچان جائے تو اس کی گواہی جائز ہے۔ بعض الناس (حنفیہ) نے کہا: اندھے کی گواہی کسی حال میں بھی معتبر اور جائز نہیں۔ احناف نے نابینا شخص کی گواہی کو فوت شدہ اور غائب شخص کے لیے جائز قرار دیا ہے۔ اہل رائے کا بھی یہی قول ہے، سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے نقاب پوش عورت کی گواہی جائز قرار دی تھی۔

اور قاذف (تہمت لگانے والا) شخص کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی بلکہ وہ مردود الشہادہ قرار پائے گا اور اگر وہ توبہ کرلے اور اس کے بعد اسکی حالت درست ہو جائے اور سیرت و کردار نکھر جائے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی خواہ اس نے توبہ حد لگنے سے پہلے کی ہو یا بعد میں۔ اس کی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ م بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا﴾ .... ''اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو۔ یہ فاسق لوگ ہیں ہاں جو لوگ اس کے بعد توبہ اور اصلاح کر لیں۔'' (النور: ۴، ۵)

اکثر اہل علم کا یہی قول ہے (کہ توبہ کے بعد وہ فاسق نہیں رہے گا اور مقبول الشہادہ ہو جائے گا۔)

فائدہ: توبہ سے کوڑوں کی سزا تو معاف نہیں ہوگی، وہ تائب ہو جائے یا اصرار کرے، یہ سزا تو بہر حال ملے گی۔ البتہ دوسری دو باتیں جو ہیں، مردود الشہادہ اور فاسق ہونا، اس کے بارے میں اختلاف ہے، بعض علماء اس استثنا کو فسق تک محدود رکھتے ہیں یعنی توبہ کے بعد وہ فاسق نہیں رہے گا اور بعض مفسرین دونوں جملوں کو اس میں شامل سمجھتے ہیں، یعنی توبہ کے بعد مقبول الشہادہ بھی ہو جائے گا۔ امام شوکانی رحمہ اللہ نے اسی دوسری رائے کو ترجیح دی ہے اور ابداً کا مطلب بیان کیا ہے: ''مادَام قَاذِفًا'' یعنی جب تک وہ بہتان تراشی پر قائم رہے، جس طرح کہا جائے کہ کافر کی شہادت کبھی قبول نہیں، تو یہاں ''کبھی'' کا مطلب یہی ہوگا کہ جب تک وہ کافر ہے۔ مزید برآں کفر قذف سے بڑا جرم ہے۔ جب کافر کی توبہ قبول ہے تو قاذف کی کیوں نہیں؟ بہر حال جمہور کا موقف راجح ہے۔ (ع،س)

جناب سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب ان تین اشخاص کو حد لگائی جنہوں نے سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے خلاف گواہی دی (اور تہمت لگائی تھی) پھر ان سے توبہ کرنے کا کہا: تو دو (شبل بن معبد اور نافع) نے توبہ کر لی تو ان کی گواہی قبول کی اور ابوبکرہ نے توبہ کرنے سے انکار کر دیا تو اس کی گواہی رد کر دی گئی۔ اور مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکرہ سے کہا تھا: توبہ کر لے، تیری گواہی قبول کی جائے گی یا یہ کہا کہ اگر تو توبہ کر لے گا تو میں تیری گواہی قبول کروں گا۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے۔ جناب عطاء، طاؤس، مجاہد، سعید بن جبیر، سلیمان بن یسار، عکرمہ، عبداللہ بن

عتبہ، عمر بن عبدالعزیز اور زہری رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔ امام مالک، شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام شعبی رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ تو اس کی توبہ قبول کرتا ہے اور تم اس کی گواہی قبول نہیں کرتے؟

امام نخعی رحمہ اللہ نے کہا: اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ اہل رائے کا موقف ہے کہ اس کی گواہی مجرد الزام تراشی اور قذف سے مردود نہیں ٹھہرے گی البتہ جب اسے حد لگا دی جائے گی تو اس کی گواہی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مردود قرار پائے گی اور توبہ کے بعد بھی اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

پھر ان کا موقف ہے کہ مجلود (جسے حد میں کوڑے لگائے گئے ہوں) کی گواہی سے نکاح منعقد ہو جائے گا اور اگر اسے منصب قضا سونپ دیا جائے تو اس کی فیصلوں کو صحیح اور نافذ سمجھا جائے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے ان کے اس موقف پر نقد کرتے ہوئے کہا: مجلود شخص حد لگنے سے پہلے بدترین حالت میں ہوتا ہے اور حد لگائے جانے کے بعد بہتر حالت میں آ جاتا ہے اس لیے کہ حدود کفارات ہیں، ان کے لگنے سے گناہ جھڑتے اور سیئات ختم ہوتی ہیں۔ عجیب بات ہے کہ جب وہ بہتر حالت میں ہوتا ہے تب تم اس کی گواہی قبول کر لیتے ہو؟ (قیاس کے دعویداروں کی یہ عجیب منطق ہماری سمجھ سے بالاتر ہے بلکہ عقل اور قیاس کے تقاضوں کے بھی سراسر خلاف ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی گرفت حد درجہ مضبوط اور کاری ہے......)۔ (ع،س)

جب تم کافر اور جان بوجھ کر قتل کرنے والے کی توبہ کو قبول کر لیتے ہو تو قاذف (تہمت لگانے والے) کی توبہ کو کیوں قبول نہیں کرتے حالانکہ اس کا گناہ ہلکا ہے۔

(٢٥١٢)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْبَغَوِيُّ، نَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: أُتِيَ عُمَرُ بِشَاهِدِ زُورٍ، فَوَقَفَهُ لِلنَّاسِ يَوْمًا إِلَى اللَّيْلِ يَقُولُ: هَذَا فُلَانٌ شَهِدَ بِزُورٍ، فَاعْرِفُوهُ، ثُمَّ حَبَسَهُ۔

سیدنا عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک جھوٹے گواہ کو لایا گیا۔ آپ نے اسے ایک روز صبح سے رات تک لوگوں کے لیے کھڑا کیے رکھا اور آپ کہتے: یہ فلاں شخص ہے اور اس نے جھوٹی گواہی دی ہے۔ اس کو اچھی طرح پہچان لو، پھر اسے قید کر دیا۔

شرح اور گواہ کو چاہیے کہ وہ علم و بصیرت کی بنیاد پر گواہی دے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ .... ''ہاں (مستحق شفاعت وہ ہیں) جو حق بات کا اقرار کریں اور انہیں علم بھی ہو۔'' (الزخرف:٨٦)

(٢٥١٢) ضعيف ...... أخرجه البيهقي: ١٠/ ١٤١، وعبد الرزاق في المصنف: ١٥٣٨٨

نیز اللہ جل ذکرہ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ .... ''جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ۔'' (الاسراء: ۳٦) یعنی جس چیز کا علم نہیں، اس کے پیچھے مت لگو۔

بعض گواہیاں ایسی ہیں جن میں گواہ کی رؤیت اور بصارت شرط ہے مثلاً قتل کی گواہی یا کسی کے نقصان ہو جانے کی گواہی۔ بعض گواہیوں کا تعلق محض سماعت سے ہے، ان میں صرف سن لینا کافی ہے مثلاً، نسب اور فلاں قوم قبیلے سے ہونا اور عمومی جائدادیں اور املاک وغیرہ۔ بعض گواہیاں ایسی ہیں جن میں سماعت اور معاینہ دونوں کا ہونا ضروری ہے، مثلاً خرید وفروخت اور کسی بات یا معاہدے وغیرہ کا اقرار کرنا۔ ان میں معاہدے کے فریقین (عقد کرنے والے اور اقرار کنندہ) کے اقرار کے وقت موجود ہونا اور دونوں کے بول سننا ضروری ہے (یعنی معاینہ اور سماع شرط ہے) علمائے کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا آزادی، ولاء (آزادی کی نسبت) نکاح اور وقف وغیرہ میں صرف سماع کافی ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے ان تمام امور میں مجرد سماع کو کافی جانا ہے۔ جیسے نسب کا معاملہ ہے اور بعض عمومی سماعت کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ صاحب معاملہ سے بالمشافہ سننا ضروری قرار دیتے ہیں۔ امام زہری رحمہ اللہ نے پردے کے پیچھے سے کسی خاتون کے متعلق گواہی دینے کے بارے میں کہا: اگر تو اس عورت کو پہچانتا ہے (آواز وغیرہ سے) تو گواہی دے ڈال وگرنہ، نہ دے۔ علمائے کرام نے چھپے ہوئے شخص کی گواہی کو درست اور جائز قرار دیا ہے۔ سیدنا عمرو بن حریث رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جھوٹے بے ایمان شخص کے ساتھ ایسی صورت اختیار کی جاسکتی ہے۔

فائدہ: یعنی جو جھوٹا بے ایمان آدمی ہو اور لوگوں کے روبرو کسی کا حق تسلیم کرنے سے ڈرتا ہے ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ اس پر گواہ بن جائیں اور تنہائی میں اقرار کرتا ہے تو اس کا اقرار چھپ کر سن سکتے ہیں۔ (ع،س)

اور جناب حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا: اسے اس طرح کہنا چاہیے کہ اگرچہ ان لوگوں نے مجھے گواہ نہیں بنایا لیکن میں نے اس اس طرح سنا ہے۔

جب کوئی شخص کسی غائب اور غیر موجود شخص کے بارے میں اپنے کسی حق کا دعویٰ دائر کر کے قاضی کے حضور دلیل پیش کر دے، قاضی اس حجت اور دلیل کو سن کر فریاد کنندہ کے حق میں فیصلہ صادر کر کے فریق ثانی کے شہر کے قاضی کو لکھ بھیجے اور اسے اپنے فیصلے پر گواہ بنالے تو اس کیفیت کو بعض اہل علم نے جائز قرار دیا ہے۔ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔

بعض اہل علم نے ایسی صورت میں غائب اور غیر حاضر شخص کے بارے میں گواہی سننے کو تو جائز قرار دیا ہے لیکن اس گواہی کی بنیاد پر فیصلہ کر دینے کو جائز نہیں سمجھا بلکہ اس کیفیت میں فریق ثانی کے شہر کے قاضی کو تحریر کیا جائے گا کہ جھگڑے کی نوعیت کا گہرا جائزہ لیتے ہوئے فیصلہ صادر کیا جائے، اہل رائے کا موقف یہی ہے۔

البتہ اگر حقیقت حال کا جائزہ لینے کے بعد واضح ہو جائے کہ جھگڑے کا فیصلہ وہی بنتا ہے جو پچھلے قاضی نے کیا ہے

تو پھر اس کے فیصلے کو لاگو کر دیا جائے گا اور اس کیفیت کو اہل رائے نے بھی جائز قرار دیا ہے۔
بعض لوگوں نے کہا: حاکم جو پروانے اپنے نائبوں کو لکھے ان پر عمل ہو سکتا ہے۔مگر حدود شرعیہ میں نہیں ہو سکتا (کیونکہ ڈر ہے کہ پروانہ جعلی نہ ہو)۔ اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہا: ایک قاضی دوسرے قاضی کے خط پر عمل کر لے جب اس کی مہر اور خط کو پہچانتا ہو تو یہ جائز ہے۔
اور امام شعبی رحمہ اللہ مہر لگے خط کو جو ایک قاضی کی طرف سے آئے جائز رکھتے تھے۔
اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔
اور ایاس بن معاویہ (بصریٰ کے قاضی)، حسن بصری، ثمامہ بن عبداللہ بن انس، بلال بن ابی بردہ (بصریٰ کے قاضی)، عبداللہ بن بریدہ اسلمی (مرو کے قاضی) اور عباد بن منصور (بصریٰ کے قاضی) یہ سب لوگ ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کے نام بغیر گواہوں کے منظور کرتے۔ اگر فریق ثانی جس کو اس خط سے ضرر ہوتا ہے وہ یوں کہے کہ یہ خط جعلی ہے تو اس کو حکم دیں گے کہ اس کا ثبوت دے اور قاضی کے خط پر سب سے پہلے ابن ابی لیلیٰ (کوفہ کے قاضی) اور سوار بن عبداللہ (بصریٰ کے قاضی) نے گواہی کا مطالبہ کیا۔
شہادت اور گواہی کی قبولیت کے لیے گواہوں کا متعدد ہونا شرط ہے حتیٰ کہ کسی جھگڑے کا فیصلہ ایک گواہ سے نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ایک شخص کا تزکیہ کافی نہیں بلکہ اس میں بھی دو شخصوں کا تزکیہ ہونا ضروری ہے۔
بعض علماء نے ایک شخص کے تزکیہ کو کافی سمجھا ہے، ابو جمیلہ نے کہا: میں نے ایک لڑکا راستے میں گرا ہوا پایا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ پر اس بارے میں بدگمانی کی تو میرے قبیلے کے سردار نے کہا: یہ صالح آدمی ہے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایسی بات ہے تو پھر اس بچے کو لے جا، اس کا نفقہ ہمارے (بیت المال کے) ذمے رہے گا۔
ایک قیافہ شناس کی گواہی کافی ہے جس طرح ایک قاضی کا فیصلہ کر دینا کافی ہوتا ہے، اگر قاضی فریقین یا ایک فریق کی زبان نہ سمجھتا ہو تو کیا ایک ترجمان کافی ہے؟ اس بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔بعض اہل علم کا خیال ہے کہ دو ترجمہ کرنے والوں کا ہونا ضروری ہے جس طرح دو گواہوں اور دو تزکیہ دینے والوں کا ہونا ضروری ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔اہل علم کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ ایک مترجم کا ہونا کافی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہودیوں کی تحریر سیکھنے کا حکم فرمایا تھا تو (آپ کی طرف سے) وہی انہیں (خطوط) لکھتے تھے اور ان کے خطوط آپ کو پڑھ کر سناتے تھے۔ (حسن صحیح، ابو داود: ۳۶۴۵، ترمذی: ۲۷۱۵)
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمان بن حاطب سے پوچھا، اس وقت ان کے پاس علی، عبدالرحمان اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے کہ یہ لونڈی کیا کہتی ہے؟ عبدالرحمان بن حاطب نے کہا کہ امیر المؤمنین یہ آپ کو اس کے متعلق بتاتی ہے جس نے اس کے ساتھ زنا کیا (یعنی ایک ترجمہ کرنے والے کو کافی سمجھا گیا) اور ابو جمرہ نے کہا کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ اور

لوگوں کے درمیان ترجمانی کرتا تھا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے اقوال فصلوں اور پھلوں کا اندازہ لگانے والے اور مال غنیمت اور زکاۃ وغیرہ تقسیم کرنے والے کے متعلق مختلف ہیں کہ کیا ان میں بھی دو افراد کا ہونا ضروری ہے یا نہیں۔ اسی طرح اگر قاضی کے کانوں میں ثقل ہو یعنی اونچا سنتا ہو تو کیا اس کو سنانے کے لیے ایک شخص کافی ہے۔ اس بارے میں بھی امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگردوں کے مابین اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔

(27)...... بَابُ مَنْ شَهِدَ قَبْلَ السُّؤَالِ

مطالبے سے پہلے گواہی دینے والے کا بیان

(٢٥١٣)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَبْدُ الرَّحْمنِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّاوُدِيُّ، أَنَا أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسَى بْنِ الصَّلْتِ، نَا أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْهَاشِمِيُّ ح، وأَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي عَمْرَةَ الأَنْصَارِيِّ......

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الجُهَنِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: ((أَلا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ؟ الَّذِي يَأْتِي بِشَهَادَتِهِ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلَهَا۔))

سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں بہترین گواہ نہ بتاؤں؟ وہ جو طلب کرنے سے پہلے از خود اپنی گواہی پیش کر دے۔''

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: باسند صحیح سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ۔)) قَالَ عِمْرَانُ: فَلا أَدْرِي أَقَالَ بَعْدَ قَرْنِهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلاثًا، ((ثُمَّ يَكُونُ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ يَشْهَدُونَ، وَلا يُسْتَشْهَدُونَ، وَيَحْلِفُونَ، وَلا يُسْتَحْلَفُونَ۔)) ...... ''میرے زمانے کے لوگ سب سے بہترین ہیں، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے۔'' سیدنا عمران رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے معلوم نہیں آپ نے اپنے زمانے کے بعد دو مرتبہ کہا یا تین مرتبہ (یعنی دو زمانوں کا ذکر کیا یا تین کا) پھر اس کے بعد کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو گواہیاں دیں گے حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی۔ اور قسم کھائیں گے حالانکہ ان سے قسم طلب نہیں کی جائے گی۔''

(صحیح بخاری: ٢٦٥١، صحیح مسلم: ٢٥٣٥)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: جب کوئی شخص دوسرے آدمی پر اپنے حق کا دعویٰ کر دے اور کوئی شخص حاکم کے مطالبہ گواہی

(٢٥١٣) أخرجه مسلم: ١٧١٩

سے قبل ہی از خود گواہی دے ڈالے تو ایسی گواہی کی کوئی اہمیت نہیں۔ حاکم کو چاہیے کہ اس قسم کی گواہی سے فیصلہ نہ کرے۔ جس طرح اس قسم کی کوئی وقعت نہیں جو کسی کا حق غصب کرنے کیلئے اٹھائی جائے اور حاکم کے قسم اٹھوانے سے پہلے ہی اٹھائی جائے۔

باب کی ان دونوں حدیثوں کے مابین تطبیق کیسے دی جائے کہ ایک حدیث میں از خود گواہی دینے والے کو بہتر گواہ قرار دیا گیا ہے اور دوسری میں اسے قیامت کی علامت اور نشانی قرار دیا گیا ہے۔ اس بارے میں علماء کے مابین خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک قول کے مطابق (بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ) ''بہترین گواہ'' سے مراد یہ ہے کہ صاحب حق کو علم نہ ہو کہ اس کا گواہ کون ہے اور وہ گواہ از خود اپنے آپ کو سلطان کے روبرو پیش کر دے اور اس کے حق میں گواہی دے اور گواہی نہ چھپائے اور (يَشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ) ''جو گواہیاں دیں گے حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی'' کا مطلب ہے کہ جب صاحب حق کو معلوم ہو کہ فلاں شخص میرا گواہ ہے اور گواہ بغیر گواہی طلب کیے آگے بڑھ بڑھ کر گواہیاں دے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بہترین گواہ کا تعلق اس امانت اور عاریت سے ہے جو کسی یتیم کی ہو اور سوائے اس گواہ کے کسی اور کے علم میں نہ ہو اور وہ از خود حاکم کے پاس جا کر حقدار کا حق دلوا دے تو یقیناً وہ بہترین گواہ ہوگا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ خیر الشہداء سے مراد وہ گواہ ہے جو پہلی مرتبہ ہی بندے سے بغیر پس وپیش کیے گواہی کے لیے چلا آئے اور تنگ نہ کرے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوْا﴾ .... ''اور گواہوں کو چاہیے کہ وہ جب بلائے جائیں تو انکار نہ کریں۔'' (سورۂ بقرہ: ۲۸۲)

جناب سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: اس سے مراد گواہ ہے کہ وہ شہادت کی ادائیگی سے خواہ مخواہ انکار نہ کرے، ہر وہ شخص جو کسی واقعے یا معاملے کا گواہ ہو اسے جب گواہی دینے کے لیے بلایا جائے اور اس کے پاس پیچھے رہنے کا کوئی معقول اور شرعی عذر نہ ہو تو بحیثیت مسلمان اس پر سلطان کے روبرو آ کر گواہی دینا واجب ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَإِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ﴾ .... ''اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو اسے چھپا لے وہ گنہگار دل والا ہے۔'' (سورۂ بقرہ: ۲۸۳)

اور اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا﴾ .... ''تم خواہش نفس کے پیچھے پڑ کر انصاف نہ چھوڑ دینا۔'' (سورۂ نساء: ۱۳۵)

یعنی خواہش نفس، عصبیت یا بغض تمہیں انصاف کرنے اور صحیح حق پر مبنی گواہی دینے سے نہ روک دے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس جملے کا معنی ہے: تم خواہش نفس کے پیچھے نہ لگنا تا کہ تم عدل وانصاف کر سکو، جیسا کہ اس جملے کا معنی ومفہوم ہے: ((وَلَا تَتَّبِعَنَّ الْهَوَى لِتَرْضَى رَبَّكَ)) تم ہرگز خواہش نفس کی اتباع نہ کرو تا کہ تم اپنے رب کو راضی کر سکو، یعنی میں تجھے خواہش نفس کی پیروی سے منع کرتا ہوں تا کہ تجھ سے تیرا رب راضی ہو جائے اور اگر کسی کو گواہی کی

ادائیگی کے لیے بلایا جائے اور وہاں اور بھی گواہ موجود ہوں تو اگر یہ موقع کا گواہ ہے تو اس کے لیے جانا مستحب ہے، اگر نہ جائے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

اگر اس کے علاوہ موقع کا کوئی اور گواہ نہیں تو پھر اس کے لیے جانا واجب قرار پائے گا۔ بہت سارے گواہوں کی صورت میں گواہی دینے کے لیے جانا فرض کفایہ کی قبیل سے تعلق رکھتا ہے جیسے سلام کا جواب دینا، میت پر جنازہ پڑھنا اور جہاد کرنا وغیرہ (کہ کچھ افراد اگر ان احکام کی بجا آوری کر دیں تو باقی لوگ گنہگار نہ ہوں گے)۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''گواہیاں دیں گے حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی۔'' سے مراد جھوٹی گواہی ہے (یعنی اس میں ان لوگوں کی مذمت ہے جو جھوٹے ہوں، کسی کا حق مارنے یا کسی دوسرے کو فائدہ پہنچانے کے لیے یہ قسمیں کھائیں اور آگے بڑھ بڑھ کر گواہیاں دیں......)

اسی طرح (یَحْلِفُوْنَ وَلَا یُسْتَحْلَفُوْنَ) وہ قسمیں کھائیں گے اس معنی کی دلیل یہ ہے کہ بعض روایات میں قرب قیامت کے متعلق (ثُمَّ یَفْشُو الْکَذِبُ) پھر جھوٹ عام ہو جائے گا، کے الفاظ مروی ہیں یعنی ہر طرف جھوٹ اور دروغ گوئی کا دور دورہ ہو جائے گا، جھوٹی گواہیاں اور جھوٹی قسمیں کھانا معمول بن جائے گا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ گواہیوں سے مراد غیبی امور کے متعلق بڑے دھڑلے سے قسمیں کھانا ہے، مثلاً فلاں جنت میں جائے گا، فلاں آگ میں جائے گا اور اس انداز میں گویا قسم کھانے والا اللہ کو قسم دے رہا ہے کہ وہ ضرور ایسا کرے، فلاں کو جنت میں داخل کرے اور فلاں کو دوزخ میں۔ اس انداز تکلم سے شریعت میں روکا گیا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: ہوسکتا ہے بہترین گواہوں سے مراد وہ گواہ ہوں جو کسی کے اوپر زکاۃ اور کفارہ واجب ہونے کی گواہی دیں نیز رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کی گواہی اور دیگر حقوق اللہ کے واجب ہونے کی گواہی طلاق اور آزادی کی گواہی وغیرہ اور دوسری حدیث کے الفاظ ''وہ گواہیاں دیں گے حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی'' سے مراد حقوق العباد کی گواہیاں ہیں مثلاً تجارت، اقرار نامے، قصاص اور قذف وغیرہ کی گواہیاں۔ ان میں اس وقت تک گواہی دینا جائز نہیں جب تک عدالت میں دعویٰ دائر نہ کر دیا جائے اور حاکم وقت مدعی کو طلب کر کے گواہی کا مطالبہ نہ کرے۔

(28)......بَابُ الْیَمِیْنِ عَلَی نِیَّةِ الْمُسْتَحْلِفِ
قسم اٹھوانے کی نیت پر قسم کا اعتبار کیا جائے گا

(٢٥١٤)۔ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْجُلُودِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ الْحَجَّاجِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى،

(٢٥١٤) أخرجه مسلم: ١٦٥٣

أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((يَمِينُكَ عَلَى مَا يُصَدِّقُكَ عَلَيْهِ صَاحِبُكَ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تیری قسم اسی بات پر ہے جس پر تیرا ساتھی تجھ سے تصدیق کرا رہا ہے۔''

(۲۵۱۵)۔ نا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ هُشَيْمٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((الْيَمِينُ عَلَى نِيَّةِ الْمُسْتَحْلِفِ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قسم اٹھوانے والے کی نیت کے مطابق قسم ہوتی ہے۔''

شرح امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ نے کہا: اسی حدیث پر بعض اہل علم کا عمل ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہ اللہ کا قول یہی ہے۔ مروی ہے کہ جناب ابراہیم نخعی نے کہا: اگر قسم اٹھوانے والا ظالم ہو تو قسم اٹھانے والے کی نیت معتبر ہوگی اور اگر وہ مظلوم ہو تو قسم اٹھوانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

(يَمِينُكَ عَلَى مَا يُصَدِّقُكَ صَاحِبُكَ) ''تیری قسم کا وہی مطلب معتبر ہوگا جس کی تصدیق قسم اٹھوانے والا کرے گا۔'' یعنی قسم اٹھوانے والے کی نیت کے مطابق قسم اٹھانا تیرے لیے واجب ہے اور قسم کا وہی مفہوم معتبر ہوگا جس کی تصدیق قسم طلب کرنے والا کرے گا۔

(29)......بَابُ تَغْلِيظِ الْيَمِينِ
قسم کے بارے میں سختی کا بیان

(۲۵۱۶)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ: رَجُلٌ حَلَفَ عَلَى

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین قسم کے آدمی ایسے ہیں کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان سے نہ بات کرے گا اور نہ (رحمت کی نگاہ

(۲۵۱۵) أخرجه مسلم: ۱۶۵۳

(۲۵۱۶) أخرجه البخاري: ۲۳۶۹، ومسلم: ۱۰۸

سِلْعَةٍ لَقَدْ أُعْطِيَ بِهَا أَكْثَرَ مِمَّا أَعْطَى وَهُوَ كَاذِبٌ ، وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ كَاذِبَةٍ بعدَ الْعَصْرِ ، لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ رَجلٍ مُسلِمٍ ، وَرَجُلٌ مَنَعَ فَضْلَ مَاءٍ ، فَيَقُولُ اللّٰهُ: اَلْيَوْمَ أَمْنَعُكَ فَضْلِي كَمَا مَنَعْتَ فَضْلَ مَا لَمْ تَعْمَلَ يَدَاكَ.))

سے) دیکھے گا، ایک وہ شخص جس نے کسی سودے پر جھوٹی قسم کھائی کہ مجھے اس کی زیادہ قیمت ملتی تھی بہ نسبت موجودہ خریدار کے۔ دوسرا وہ شخص جس نے عصر کے بعد جھوٹی قسم اٹھائی تاکہ اس کے ذریعے سے کسی مسلمان شخص کا مال ہضم کرلے اور تیسرا وہ شخص جس نے ضرورت سے زائد پانی روک لیا (اور کسی کو نہ دیا) اللہ تعالیٰ فرمائے گا، آج میں تجھ سے اپنا فضل وکرم روک لوں گا جس طرح تو نے وہ زائد چیز روک لی تھی جس کو تیرے ہاتھوں نے نہیں بنایا تھا۔''

شرح منقول ہے کہ عصر کے وقت کا بطور خاص تذکرہ اس لیے کیا گیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب مجید میں اس وقت کی عظمت اور جلالت کا بطور خاص ذکر کیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: ﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ .... ''نمازوں کی حفاظت کرو، بالخصوص درمیان والی نماز کی۔'' (سورۂ بقرہ: ۲۳۸)

صحابہ کرام کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ صلوۃ وسطی سے مراد عصر کی نماز ہے۔ اس میں رات اور دن کے فرشتوں کا اکٹھ ہوتا ہے اور دن کے آغاز سے لے کر عصر تک جو اعمال انسان نے کیے ہوتے ہیں وہ اللہ کے حضور بلند ہوتے ہیں اور جس چیز سے اس وقت کی حرمت میں مزید تاکید ہوجاتی ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ﴾ .... ''دونوں کو بعد نماز روک لو پھر دونوں اللہ کی قسم کھائیں۔'' (سورۂ مائدہ: ۱۰۶)

کہا گیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں نماز سے مراد عصر ہی کی نماز ہے۔

امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: اس وقت کی اہمیت، حرمت اور نزاکت کے حوالے سے کہا جاسکتا ہے کہ عام طور پر ایک تاجر شخص دن بھر کا کمایا ہوا مال اور اپنی تجارت کا حاصل دن کی سفیدی میں خرچ کرتا ہے (یعنی سرمایہ ادھر ادھر منتقل کرتا ہے یا شام کے جھٹپٹے سے پہلے اپنے بچوں کے لیے اشیائے ضرورت خرید لیتا ہے) اور بسا اوقات ایسا دن بھی آ سکتا ہے کہ عصر کے بعد کا وقت جو اس کے گھر اور بال بچوں میں لوٹنے کا وقت ہے، اس وقت تک اسے کچھ منافع بھی حاصل نہ ہو اور جب کوئی گاہک آئے تو جھوٹی قسم کھا کر اسے پھنسانے کی کوشش کرے تاکہ جاتے جاتے جو منافع ملتا ہے وہ تو ملے اور بالکل بے نیل مرام گھر واپس نہ جائے، اس لیے شریعت نے اس وقت کی سنگینی کو دو چند کر دیا ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: جب کسی شخص کو کسی مہتم بالشان کام پر قسم اٹھانا پڑے مثلاً قصاص، حد، نکاح، طلاق، آزادی اور مال کا نصاب کو پہنچنا وغیرہ تو بعض مقامات اور اوقات کی بنا پر قسم کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے، مثلاً اگر وہ شخص مکہ میں موجود ہے تو رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان قسم کھانا، اور اگر مکہ میں موجود نہیں تو کسی مسجد کے منبر پر چڑھ کر قسم

کھانا (ریاض الجنۃ اور منبر نبوی پر قسم کھانا) اور اوقات میں سے عصر کے بعد قسم کھانا ہے۔

قسم اٹھانے والے کو اللہ کا خوف یاد دلایا جائے اور اس کو اللہ عزوجل کا یہ فرمان پڑھ کر سنایا جائے۔﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ .... ''بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں۔'' (آل عمران: ۷۷) تا کہ وہ کانپ جائے اور اس کا دل ڈھل جائے اگر وہ باطل اور جھوٹی قسم کھانے والا ہے۔ مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿تَحْبِسُونَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ﴾ .... ''تم ان دونوں کو بعد نماز روک لو۔''

(سورۂ مائدہ: ۱۰۶)

کے متعلق کہا کہ اس آیت میں نماز سے مراد، عصر کی نماز ہے اور بعد از عصر قسم کھانے والے پر قسم کی سنگینی اور تاکید بڑھ جاتی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: مکہ کے حکام اور مفتیوں کا یہی قول ہے اور ان کی دلیل یہ واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو بیت اللہ اور مقام ابراہیم کے درمیان قسم اٹھاتے دیکھا تو دریافت کیا کہ کیا کسی خون کے معاملے پر قسم کھائی جارہی ہے؟ لوگوں نے کہا: نہیں، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کسی بڑے معاملے پر قسم کھائی جارہی ہے؟ لوگوں نے کہا: نہیں۔ حضرت نے کہا: میں ڈرتا ہوں کہیں لوگ اس مقام کی اہمیت سے لاپروائی نہ برتنے لگیں۔

ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا: میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دولونڈیوں کے بارے میں لکھا جن میں سے ایک نے دوسری کو مارا تھا اور ان میں سے کوئی بھی مان نہیں رہی تھی تو انہوں نے لکھ بھیجا کہ ان کو عصر کی نماز کے بعد روک لو اور ان پر یہ آیت کریمہ تلاوت کرو: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ .... بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں۔ (آل عمران: ۷۷)

چنانچہ میں نے ایسے ہی کیا تو ان میں سے ایک نے اپنے جرم کا اعتراف کرلیا۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سیکرٹری منبر رسول کے پاس قسم لیتے تھے اور عثمان رضی اللہ عنہ نے منبر رسول پر قسم لینے سے منع کر دیا اور اس سے اجتناب کیا اور کہا: مجھے خطرہ ہے کہ اس پر کوئی مصیبت تقدیر کے مطابق آجائے مگر کہا جائے کہ ان کے قسم لینے کی وجہ سے آئی ہے۔ (سنن بیهقی: ۱۰/ ۱۷۷)

(27)......كِتَابُ الْقِصَاصِ
قصاص کی کتاب

(1)......بَابُ تَحْرِيمِ الْقَتْلِ
قتل کی حرمت کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ .... ''اور کسی جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے ہرگز ناحق قتل نہ کرنا۔'' (بنی اسرائیل: ۳۳)

جناب سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: کہ انہوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ﴾ ''اس کی سزا جہنم ہے۔'' (سورۂ نساء: ۹۳) کی بابت پوچھا تو انہوں نے کہا: اس کی توبہ قبول نہیں۔ اور ان سے اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ﴾ ''اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے۔'' (الفرقان: ٦٧) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: امام مجاہد رحمہ اللہ نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فرمان: ﴿فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ﴾ کے متعلق کہا: ماسوائے اس شخص کے جو نادم اور پشیمان ہوا (اور توبہ کر لی) اور اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْأً كَبِيرًا﴾ .... ''یقیناً ان کا قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔'' (الاسراء: ۳۱) کہا گیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں لفظ خَطِئَ ، اَخْطَأَ کے معنی میں ہے۔ امام ازہری رحمہ اللہ نے کہا: لفظ الخطیئة اورر الخطا دونوں کے معنی گناہ کے ہیں۔

یہ بھی منقول ہے کہ لفظ خطیء اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی کام جان بوجھ کر کیا جائے اور لفظ اخطا اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی کام بغیر قصد اور ارادہ کے کیا جائے۔

لفظ الخطاء اسم ہے، جو لفظ اَلِاخْطَاء کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اس کا معنی ہے: غلطی یعنی صحیح اور صواب کا الٹ۔ اس کو دو طرح پڑھا گیا ہے۔ قصر کے ساتھ اور یہ عمدہ قراءت ہے، مد کے ساتھ اور اس طرح پڑھنا بہت کم ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَالْمُؤْتَفِكَاتُ بِالْخَاطِئَةِ﴾ .... ''اور جن کی بستیاں الٹ دی گئیں، انہوں نے بھی خطائیں کیں۔'' (سورۂ حاقہ: ۹) یعنی انہیں ایک بڑی غلطی کے عوض پکڑ لیا گیا۔ یہاں لفظ اَلْخَاطِئَة مصدر کے معنی

میں ہے جو فاعلة کے وزن پر ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ((اَلْكَبَائِرُ: اَلإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ۔)) ...... ''کبیرہ گناہوں میں سے ہے: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی جان کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم اٹھانا۔'' (صحیح بخاری: ٦٦٧٥)

(٢٥١٧)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو حَامِدٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَحْمَدَ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا حَاجِبُ بْنُ أَحْمَدَ الطُّوسِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوقٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ يَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلا اللّٰهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلا بِإِحْدَى ثَلاثٍ: الثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ۔))

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی مسلمان شخص کا خون حلال نہیں جو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ صرف اللہ معبود برحق ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں البتہ تین باتوں میں سے ایک بات کی وجہ سے حلال ہے۔ شادی شدہ زنا کرنے والے، نفس کو نفس کے بدلے (قصاصاً)، دین اسلام کو چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو جانے والا۔''

(٢٥١٨)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عُمَرَ بَكْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُزَنِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَفِيدُ الْعَبَّاسِ بْنِ حَمْزَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ الْفَضْلِ الْبَجَلِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ......

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ عُثْمَانَ وَهُوَ مَحْصُورٌ فِي الدَّارِ، قَالَ: وَبِمَ تَقْتُلُونِي؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((لا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ إِلا بِإِحْدَى ثَلاثٍ: رَجُلٍ كَفَرَ بَعْدَ إِسْلامِهِ، أَوْ زَنَى بَعْدَ إِحْصَانِهِ، أَوْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ

جناب ابو امامہ بن سہل بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاں موجود تھا جبکہ وہ اپنے گھر میں محصور تھے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تم مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہو؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: ''کسی مسلمان کا خون حلال نہیں، سوائے اس کے کہ اس سے تین باتوں میں سے کوئی ایک صادر ہو: وہ شخص جس نے

(٢٥١٧) أخرجه البخاري: ٦٨٧٨، ومسلم: ١٦٧٦

(٢٥١٨) صحيح ......أخرجه ابوداود: ٤٥٠٢، والترمذي: ٢١٥٨، وابن ماجه: ٢٥٣٣

نَـفْـسٍ فَيُـقْـتَـلَ بِهَـا۔)) فَوَاللّٰهِ! مَا زَنَيْتُ فِي جَاهِلِيَّةٍ، وَلَا إِسْلَامٍ قَطُّ، وَوَاللّٰهِ! مَا أَحْبَبْتُ أَنَّ لِـي بِـدِيـنِي بَدَلًا مُنْذُ هَدَانِي اللّٰهُ لَهُ، وَلَا قَتَلْتُ نَفْسًا، فَبِمَ تَقْتُلُونِي؟

اسلام قبول کرنے کے بعد کفر کیا، یا شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کیا یا قصاص کے بغیر کسی کو قتل کر دینا، تو اسے ان کے بدلے میں قتل کر دیا جائے گا۔'' اور اللہ کی قسم! میں نے کبھی زنا نہیں کیا، جاہلیت میں نہ اسلام لانے کے بعد۔ اور جب سے اللہ نے مجھے ہدایت نصیب فرمائی ہے میں نے کبھی نہیں چاہا کہ میرا اس (اسلام) کے بدلے کوئی اور دین ہوتا، اور میں نے کسی کو قتل بھی نہیں کیا ہے، تو پھر تم میرے قتل کے درپے کیوں ہو؟

(۲۵۱۹)۔ أَخْبَـرَنَـا أَبُـو الْـفَتْحِ نَصْرُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ الْحَاكِمِ الطُّوسِيُّ، بِهَا، أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى بْنِ الْفَضْلِ بْنِ شَاذَانَ الصَّيْرَفِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ الأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الصِّغَانِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الأَعْلَى الأَسَدِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَـنِ ابْـنِ عُـمَـرَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَـلَيْـهِ وَسَـلَّمَ: ((لَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ فِي فُسْحَةٍ مِنْ دِينِهِ مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا۔))

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن ہمیشہ فراخی میں رہتا ہے (یعنی اس کو نیک اعمال کی توفیق ملتی ہے۔) جب تک وہ ناحق خون نہیں بہاتا۔''

شرح: سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا يَـزَالُ الْـمُـؤْمِنُ مُعْنِقًا صَـالِحًا مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا، فَإِذَا أَصَابَ دَمًا حَرَامًا بَلَّحَ۔)) ......''مومن ہمیشہ بڑا ہلکا پھلکا اور اچھے اعمال کی توفیق میں رہتا ہے جب تک کہ کسی حرام خون کا مرتکب نہ ہو، جب وہ اس کا مرتکب ہو جاتا ہے تو اس توفیق سے محروم ہو جاتا ہے۔''

أَلْمُعْنِقُ سے مراد ہلکا پھلکا، بغیر وزن اور بوجھ کے یعنی وہ ہلکے پھلکے آدمی کی طرح چلتا ہے۔ العنق اونٹوں کی ایک خاص چال کو کہتے ہیں۔

(بَلَّحَ) تھک جاتا ہے اور اس کا چلنا موقوف ہو جاتا ہے۔ جب گھوڑا تھک ٹوٹ کر گر جائے اور بالکل نہ چل سکے تو بَلَّحَ الْفَرَسُ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اسی طرح جب کنواں خشک ہو جائے اور ایک قطرہ پانی کا نہ رہے تو بَلَّحَتُ الرَّكِيَّةُ کہا جاتا ہے۔

(۲۵۱۹) أخرجه البخاري: ۶۸۶۲، ۶۸۶۳

جناب حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا: یہ مثال اس وقت بولی جاتی ہے جب کوئی کسی کو قتل کر دے (تو اس کی اپنی حالت خراب ہو جاتی ہے) یا کسی کو قتل نہ کرے (تو رحمت الٰہی اس کے شامل حال رہتی ہے۔)

(٢٥٢٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ فِي الدِّمَاءِ۔))

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(قیامت کے دن) سب سے پہلے لوگوں کے درمیان خونوں کا فیصلہ ہوگا۔''

فائدہ: ایک حدیث مبارکہ میں مذکورہ ہے کہ سب سے پہلے نمازوں کا محاسبہ ہوگا۔ ان دونوں احادیث کے درمیان تعارض اس طرح ختم کیا جا سکتا ہے کہ حقوق اللہ میں سے سب سے پہلے نمازوں کا فیصلہ ہوگا اور حقوق العباد میں سے سب سے پہلے خونوں کا۔ واللہ اعلم

(٢٥٢١)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، وَأَبُو حَامِدٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّالِحِيُّ، قَالا: أنا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ مَعْقِلٍ الْمَيْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ......

عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الأَسْوَدِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِ اخْتَلَفْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ضَرْبَتَيْنِ، فَقَطَعَ يَدِي، فَلَمَّا أَهْوَيْتُ إِلَيْهِ لأَضْرِبَهُ قَالَ: لا إِلَهَ إِلا اللهُ: أَقْتُلُهُ أَمْ أَدَعُهُ؟ قَالَ: ((بَلْ دَعْهُ)) قَالَ: قُلْتُ: وَإِنْ قَطَعَ يَدِي؟ قَالَ: ((وَإِنْ فَعَلَ)) فَرَاجَعْتُهُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلاثًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنْ قَتَلْتَهُ بَعْدَ أَنْ يَقُولَ: لا إِلَهَ إِلا اللهُ فَأَنْتَ

سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! اگر میری اور مشرکوں میں سے کسی شخص کی دو جھڑپیں ہو جائیں اور وہ میرا ایک ہاتھ کاٹ دے، پھر جب میں اس کی طرف قتل کے ارادے سے حملہ آور ہوں تو وہ ''لا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہُ'' کہہ دے۔ تو کیا میں اسے قتل کر دوں یا چھوڑ دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلکہ تو اسے چھوڑ دے۔'' سیدنا مقداد نے کہا: اس نے دریافت کیا: اگرچہ اس نے میرا ہاتھ کاٹا ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

(٢٥٢٠) أخرجه البخاري: ٦٨٦٤، ومسلم: ١٦٧٨

(٢٥٢١) أخرجه البخاري: ٤٠١٩، ٦٨٦٥، ومسلم: ٩٥

مِثْلُهُ قَبْلَ أَنْ يَقُولَهَا، وَهُوَ مِثْلُكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ.))

نے فرمایا: ''خواہ اس نے ایسا کیا ہو۔'' میں نے یہ بات آپ سے دو مرتبہ یا تین مرتبہ دہرائی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو نے اسے ''لا الہ الا اللہ'' پڑھنے کے بعد قتل کر دیا تو تو اس جیسا ہوگا جیسے وہ کلمہ کہنے سے پہلے تھا۔ اور وہ تجھ جیسا ہوگا جیسے تو اس کو قتل کرنے سے پہلے تھا۔''

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: جو لوگ کسی مسلمان کو کبیرہ گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے کافر سمجھتے ہیں وہ اس حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں اور وہ خوارج ہیں اور وہ حدیث میں وارد الفاظ ''مِثْلُہُ'' کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ وہ کفر میں اس جیسا ہے لیکن اہل السنہ کے نزدیک ان الفاظ کا یہ مطلب ہے کہ وہ اس جیسا ہے خون کو مباح سمجھنے میں نہ کہ کفر میں۔ یاد رہے! مسلمان جب کسی دوسرے مسلمان کو قتل کرتا ہے تو قتل کرنے والا اپنے خون کو حلال قرار دیتا ہے، چنانچہ قصاصاً اسے قتل کر دیا جائے گا جیسے کافر شخص کو اختلاف دین کی بنا پر قتل کرنا مباح اور جائز ہے۔

حدیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ ایک کافر شخص جب کلمہ شہادت پڑھ لے اگرچہ ایمانیات کی باقی تفصیل سے نابلد ہی ہو تو اسے قتل کرنے سے رک جانا واجب ہے خواہ اس پر قدرت پائی جا چکی ہو یا نہ۔

فائدہ: اسلام لانے کے بعد کسی شخص کے قتل کو جائز سمجھنا کفر ہے، اسے جائز سمجھ کر جو قتل کرے گا وہ کافر ہوگا۔ مقصود یہ ہے کہ ''لا الہ الا اللہ'' کہنے کے بعد اس کو قتل کرنا حرام ہو گیا۔ واللہ اعلم)

(2)......بَابُ إِثْمِ مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا

ذمی کو قتل کرنے والے کا گناہ

(٢٥٢٢)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ بِشْرَانَ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّفَّارُ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ الرَّمَادِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ......

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِنَّ رِيحَ الْجَنَّةِ لَتُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ مِائَةِ عَامٍ، وَمَا مِنْ عَبْدٍ يَقْتُلُ نَفْسًا مُعَاهَدَةً إِلا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَرَائِحَتَهَا أَنْ يَجِدَهَا.))

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ جنت کی خوشبو ایک سو سال کے فاصلے سے محسوس ہوتی ہے اور جو شخص کسی ذمی کو قتل کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ جنت کو حرام کر دیتے ہیں اور وہ اس کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا۔'' سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں نے

(٢٥٢٢) صحيح ......أخرجه ابوداود: ٢٧٦٠، والنسائي: ٤٧٦١

رسول اللہ ﷺ کو یونہی فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتو اللہ تعالیٰ
میرے کانوں کو بہرا کردے۔

شرح سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا۔)) ......''جو شخص کسی ذمی کو قتل کرے اسے جنت کی خوشبو نہیں آئے گی، حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کے فاصلے سے محسوس ہوتی ہے۔'' (صحیح بخاری: ۳۱۶۶)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں (مِنْ مَسِيرَةِ سَبْعِينَ خَرِيفًا) ''ستر سال کی مسافت سے (محسوس ہوتی ہے)'' کے الفاظ ہیں۔ (صحیح، ترمذی: ۱۴۰۳، ابن ماجہ: ۲۶۸۷)

فائدہ: ایسا شخص جو کافر ہوتے ہوئے حکومت اسلامیہ میں رہ رہا ہو اور ٹیکس وغیرہ ادا کرتا ہو تو اسے ذمی اور معاہد کہتے ہیں۔ (ع،س)

(لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ) ''وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔''

ابو عبید نے کہا: لَمْ يَرَحْ کا لفظ راء کے فتحہ کے ساتھ، رَحت أراح کے باب سے اور اس کا معنیٰ ہے: خوشبو محسوس کرنا، ابو عمرو نے کہا: یہ لفظ راء کے نیچے زیر کے ساتھ ہے یعنی رِحْتُ أَرِيح یعنی خوشبو پانا'' امام کسائی نے کہا: یہ لفظ ی کے اوپر پیش کے ساتھ ہے، یعنی لَمْ يُرِحْ۔ جب آپ کوئی خوشبو محسوس کریں گے تو کہیں گے: أَرِحْتُ الشَّيْءَ فَأَنَا أُرِيحُهُ (اس لحاظ سے یہ مزید فیہ کا باب ہوگا مجرد کا نہیں)

(3)......بَابُ وَعِيدِ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ
خودکشی کرنے والے کی وعید کا بیان

(۲۵۲۳)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا حَاجِبُ بْنُ أَحْمَدَ الطُّوسِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُنِيبٍ، حَدَّثَنَا يَعْلَى، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ، فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِسَمٍّ، فَسَمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے خود کو نیزہ مار کر خودکشی کی، تو نیزہ اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں اپنے پیٹ میں اس نیزے کو چبھوتا رہے گا اور جس شخص نے زہر پی کر خودکشی کی تو زہر کا پیالہ اس کے ہاتھ میں ہوگا

(۲۵۲۳) أخرجه البخاري: ۵۷۷۸، ومسلم: ۱۰۹

جهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا، وَمَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ، فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَهُوَ يَتَرَدَّى فِي نَارِ جَهَنَّمَ مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا.))

وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زہر کے پیالے سے گھونٹ گھونٹ پیتا رہے گا، اور جس شخص نے پہاڑ (کی بلندی) سے خود کو گرا کر خودکشی کی، وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں خود کو گراتا رہے گا۔"

فائدہ:...... خودکشی کرنا کبیرہ گناہ ہے اور جمہور اہل سنۃ کا موقف ہے کہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب سزا بھگتنے کے بعد جنت میں جائے گا "الا ان یشاء الله" تو پھر جن احادیث میں آتا ہے کہ اس پر جنت حرام ہے، یا جنت میں داخل نہیں ہوگا، ان کا مفہوم یہ ہے کہ ایسا مسلمان جنت میں جانے والے اولین لوگوں میں شامل نہیں ہوگا۔ یہ معنی نہیں کہ وہ جنت میں جائے گا ہی نہیں، کیونکہ اللہ کا وعدہ ہے کہ اہل توحید جنت میں داخل ہوں گے۔ یا اس سے مقصود لمبا اور طویل عرصہ ہے یہ بھی ممکن ہے کہ حدیث کے اس مفہوم کو شدید وعید پر محمول کیا جائے۔ (ع،س)

(٢٥٢٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ أَحْمَدَ الْكِسَائِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أنا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ، أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلابَةَ......

عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ فِي الدُّنْيَا عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ القِيَامَةِ.))

جناب ثابت بن ضحاک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دنیا میں جس چیز کے ساتھ کسی نے اپنے آپ کو قتل کیا، قیامت والے دن اسی کے ساتھ اسے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔"

(٢٥٢٥)۔ نا أَبُو الْفَضْلِ زِيَادُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ الْحَنَفِيُّ الْهَرَوِيُّ، بِهَا، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاذٍ الشَّاهُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمَأْمُونِ الْمُزَنِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمَّادٍ الْقَاضِي، إِمْلاءً، حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى الزَّمِنُ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ......

حَدَّثَنَا جُنْدَبُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، فِي هَذَا الْمَسْجِدِ فَمَا نَسِينَا، وَلا نَخْشَى أَنْ يَكُونَ كَذَبَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:

جناب حسن بصری رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ ہم سے اسی مسجد میں سیدنا جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے جب سے ہمیں بیان کیا ہم اسے بھولے نہیں اور نہ ہمیں اس کا

(٢٥٢٤) أخرجه البخاري: ١٣٦٣، ومسلم: ١١٠

(٢٥٢٥) أخرجه البخاري: ٣٤٦٣، ومسلم:

((خَرَجَ بِرَجُلٍ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ أُرَابٌ فَجَزِعَ مِنْهُ، فَأَخْرَجَ سِكِّينًا فَحَزَّ بِهَا يَدَهُ، فَمَا رَقَأَ عَنْهُ الدَّمُ حتَّى مَاتَ، فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: بَادَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ، فَحَرَّمْتُ عَلَيْهِ الجَنَّةَ۔))

اندیشہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف اس حدیث کی نسبت غلط کی ہوگی۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پچھلے زمانے کے لوگوں میں ایک شخص کو (ہاتھ پر) کوڑھ ہوگیا۔ وہ اس سے تنگ آ گیا۔ آخر اس نے چھری نکالی اور اس سے اپنا ہاتھ کاٹ لیا، اس کا خون بہنے لگا اور اسی سے وہ مر گیا۔'' اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے خود میرے پاس آنے میں جلدی کی اس لیے میں نے بھی جنت کو اس پر حرام کردیا۔''

شرح: ایک اور سند میں یہ الفاظ مذکور ہیں (خَرَجَ بِرَجُلٍ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ خُرَّاج) ''گزشتہ زمانے میں ایک شخص کو پھوڑا نکل آیا۔''

(٢٥٢٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حِبَّانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: شَهِدْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ مَعَهُ يَدَّعِي الإِسْلَامَ: ((هَذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ)) فَلَمَّا حَضَرَ القِتَالُ، قَاتَلَ الرَّجُلُ مِنْ أَشَدِّ القِتَالِ، وَكَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ، فَأَثْبَتَتْهُ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ الَّذِي تُحَدِّثُ أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، قَدْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مِنْ أَشَدِّ الْقِتَالِ، فَكَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَمَا إِنَّهُ مِن

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ خیبر میں موجود تھے، رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک شخص کے متعلق جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا، فرمایا: ''یہ شخص آگ والوں میں سے ہے۔'' جب جنگ شروع ہوئی تو وہ شخص (مسلمانوں کی طرف سے) بڑی بہادری کے ساتھ لڑا اور اسے بہت سارے زخم لگے اور وہ ثابت قدم رہا، اصحاب نبی میں سے ایک شخص نے آ کر کہا: اے اللہ کے رسول! جس کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ وہ آگ والوں میں سے ہے، اس نے اللہ کے راستے میں بڑی جگری سے قتال کیا ہے اور اسے بہت زیادہ زخم پہنچے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے

(٢٥٢٦) أخرجه البخاري: ٣٠٦٢، ٤٢٠٣، ومسلم: ١١١

أَهْلِ النَّارِ)) فَكَادَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ يَرْتَابُ ، فَبَيْنَمَا هُوَ عَلَى ذَلِكَ إِذْ وَجَدَ الرَّجُلُ أَلَمَ الْجِرَاحِ ، فَأَهْوَى بِيَدِهِ إِلَى كِنَانَتِهِ ، فَانْتَزَعَ مِنْهَا سَهْمًا ، فَانْتَحَرَ بِهَا ، فَاشْتَدَّ رِجَالٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! صَدَّقَ اللّٰهُ حَدِيثَكَ ، قَدِ انْتَحَرَ فُلَانٌ ، فَقَتَلَ نَفْسَهُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((يَا بِلَالُ قُمْ فَأَذِّنْ: لا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلا مُؤْمِنٌ ، وَإِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هَذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ۔))

فرمایا: ''خبردار! وہ دوزخ والوں میں سے ہے۔'' ممکن تھا کہ بعض لوگوں کے دل میں کچھ شبہ پیدا ہو جاتا۔ وہ ابھی زخمی حالت ہی میں تھا کہ اس نے زخموں کی سخت تکلیف محسوس کی اور اپنے ہاتھ کو ترکش کی طرف بڑھایا اور اس میں سے ایک تیر نکال کر خودکشی کر لی۔ مسلمانوں میں سے لوگ دوڑے دوڑے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے اور آ کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ نے آپ کی بات کو سچا کر دیا ہے، فلاں نے گلا کاٹ کر خودکشی کر لی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''اے بلال! اٹھ اور اعلان کر دے کہ مومن کے سوا جنت میں کوئی اور داخل نہیں ہو گا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی امداد کسی فاجر شخص سے بھی کرا لیتا ہے۔''

شرح عبدالرزاق نے جناب معمر سے بیان کیا کہ ہم غزوہ حنین میں شریک تھے۔

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے خودکشی کر لی تو نبی اکرم ﷺ نے اس کا جنازہ نہیں پڑھایا۔

(4)......بَابُ الْقِصَاصِ

قصاص کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى﴾ ..... ''اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے۔'' (سورۂ بقرہ: ۱۷۸)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: بنی اسرائیل پر قصاص لینے کا ہی حکم تھا، دیت وصول کرنے کی رخصت نہ تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے یہ حکم نازل فرمایا: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ﴾ ..... ''تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے، آزاد آزاد کے بدلے، غلام غلام کے بدلے، عورت عورت کے بدلے، ہاں جس کسی کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے۔'' (سورۂ بقرہ: ۱۷۸)

یعنی دیت وصول نہ کی جائے اور اسے معاف کر دیا جائے۔ عفو یہ ہے کہ قتل عمد میں دیت قبول کر لی جائے اور قصاص ترک کر دیا جائے۔ کہا گیا ہے کہ اللہ عزوجل کے فرمان ﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ﴾ ..... ''جس کو اس کے بھائی

کے مال سے دیا جائے۔'' کا مطلب ہے جسے اپنے بھائی کے مال سے دیا جائے یعنی قاتل کے مال سے دیت دی جائے۔ (اسلامی اخوت کے پیش نظر قاتل کو بھائی کہا گیا ہے) تو اسے بھلائی کی اتباع کرنی چاہیے اور آسانی کے ساتھ دیت ادا کرنی چاہیے۔

یعنی دیت طلب کرنے والا اچھے طریقے سے مطالبہ کرے اور دیت کی شرعی مقدار سے زیادہ کا طالب نہ ہو۔ اسی طرح دیت ادا کرنے والا بغیر پس وپیش اور تنگ کیے دیت ادا کردے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آیت کریمہ میں (مِنْ اَخِيْهِ) میں استعمال ہونے والا ''من'' بدلیت کا ہے تو اس صورت میں معنی ہوگا کہ مقتول بھائی کے عوض اور بدلے میں دیت ادا کرو، جیسا کہ اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ﴾ .... ''اگر ہم چاہتے تو تمہارے عوض فرشتے کردیتے۔'' (الزخرف: ٦٠) میں من بدلیت کا ہے یعنی تمہیں ختم کرکے تمہاری جگہ فرشتوں کو آباد کردیتے۔ اس کے بعد مذکور ہے: ﴿ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ﴾ .... ''تمہارے رب کی طرف سے یہ تخفیف اور رحمت ہے۔'' (سورۂ بقرہ: ١٧٨) یعنی پہلی امتوں کی بہ نسبت آسانی اور نرمی ہے۔

فائدہ: ...... یہ تخفیف اور رحمت (یعنی، معافی یا دیت تین صورتیں) اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص تم پر ہوئی ہے ورنہ اس سے قبل اہل تورات کے لیے قصاص یا معافی تھی، دیت نہیں تھی اور اہل انجیل (عیسائیوں) میں صرف معافی ہی تھی، قصاص تھا نہ دیت۔ (ع،س)

﴿فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ .... ''اس کے بعد جو سرکشی کرے اسے دردناک عذاب ہو گا۔'' (سورۂ بقرہ: ١٧٨) یعنی قبول دیت یا اخذ دیت کے بعد قتل بھی کردے تو یہ سرکشی اور زیادتی ہے، (جس کی سزا اسے دنیا وآخرت میں بھگتنی ہوگی)۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ﴾ .... قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے۔ (سورۂ بقرہ: ١٧٩)

جب قاتل کو یہ خوف ہوگا کہ میں بھی قصاص میں قتل کردیا جاؤں گا تو پھر اسے کسی کو قتل کرنے کی جرأت نہیں ہوگی اور اس خوف سے وہ قتل کرنے سے رک جائے گا اور اسی میں اس کی زندگی ہے۔ اور یہاں حیات سے مقصود قاتل کو قتل کردینا ہے (اگرچہ بظاہر وہ قتل ہو رہا ہے مگر اس میں باقی معاشرے کے لیے زندگی ہے، جس معاشرے میں قانون قصاص نافذ ہوجاتا ہے وہاں یہ خوف معاشرے کو قتل وخونریزی سے محفوظ رکھتا ہے، اور معاشرے میں نہایت امن اور سکون رہتا ہے۔)

امام ابوعبید نے کہا: یہاں حیات سے مراد منفعت ہے جیسا کہ عربی محاورہ ہے لیس بفلان حياة یعنی فلاں کی

زندگی بے فائدہ اور منفعت سے خالی ہے، اس سے خیر وشر میں سے کسی چیز کی توقع نہیں۔

اور سیدنا ابوشریح کعبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کا کوئی آدمی قتل کیا گیا ہو تو اس کے گھر والوں کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے، وہ قتل کریں یا دیت وصول کرلیں۔''

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ قصاص یا دیت لینے کا اختیار مقتول کے ورثاء کو ہے اور اس کے لیے قاتل کی رضامندی کا کچھ اعتبار نہیں، اس بارے میں پائے جانے والے فقہی اختلاف اور تفصیل کو ہم کتاب الحج میں سیدنا ابوشریح رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ذیل میں بیان کر آئے ہیں۔

(٢٥٢٧)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِيرْبَنْدُ كُشَائِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو سَهْلٍ السِّجْزِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو سُلَيْمَانَ الْخَطَّابِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنِ دَاسَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ السِّجِسْتَانِيُّ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ الْجُشَمِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا حَمْزَةُ أَبُو عُمَرَ الْعَائِذِيُّ، حَدَّثَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلٍ......

حَدَّثَنِي وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ جِيءَ بِرَجُلٍ قَاتِلٍ فِي عُنُقِهِ النِّسْعَةُ، قَالَ: فَدَعَا وَلِيَّ الْمَقْتُولِ، فَقَالَ: ((تَعْفُو)) قَالَ: لَا، قَالَ: ((فَتَأْخُذُ الدِّيَةَ)) قَالَ: لَا، قَالَ: ((أَفَتَقْتُلُ)) قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: ((اذْهَبْ بِهِ)) فَلَمَّا وَلَّى، قَالَ: ((أَتَعْفُو))، قَالَ: لَا، قَالَ: ((أَفَتَأْخُذُ الدِّيَةَ)) قَالَ: لَا، قَالَ: ((أَفَتَقْتُلُ)) قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: ((اذْهَبْ بِهِ)) فَلَمَّا كَانَ فِي الرَّابِعَةِ قَالَ: ((أَمَا إِنَّكَ إِنْ عَفَوْتَ عَنْهُ يَبُوءُ بِإِثْمِهِ وَإِثْمِ صَاحِبِهِ)) قَالَ: فَعَفَا عَنْهُ، قَالَ: ((فَأَنَا رَأَيْتُهُ يَجُرُّ النِّسْعَةَ۔))

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک قاتل لایا گیا، اس کی گردن میں چمڑے کی ایک پٹی (بندھی ہوئی) تھی، آپ نے مقتول کے ولی کو بلایا اور اس سے کہا: ''کیا تم معاف کرتے ہو؟'' اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے پوچھا: ''کیا تم دیت لینا قبول کرتے ہو؟'' اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے پوچھا: ''کیا قتل کرو گے؟'' اس نے کہا: ہاں آپ ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ اسے لے جاؤ۔'' پھر چوتھی بار فرمایا: ''اگر تم اس کو معاف کر دو تو یہ اپنے اور مقتول دونوں کے گناہ اپنے سر لے گا۔'' راوی نے کہا: چنانچہ اس نے اس کو معاف کر دیا۔ وائل کہتے ہیں کہ میں نے قاتل کو دیکھا کہ وہ اپنی پٹی گھسیٹتے جا رہا تھا۔

شرح حدیث ہذا میں اس بات کی دلیل ہے کہ مقتول کے ولی کو اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ وہ قصاص لے لے یا قصاص کی بجائے دیت لے لے یا دیت لیے بغیر محض رضائے الٰہی کے لیے معاف کر دے۔

(٢٥٢٧) أخرجه مسلم: ١٦٨٠

امام شافعی رحمہ اللہ کا اس بارے میں قول مختلف ہے کہ اگر مقتول کا وارث قاتل کو مطلقاً معاف کر دے تو کیا اس صورت میں دیت لینا واجب ہو گا یا نہیں؟ امام شافعی رحمہ اللہ کے صحیح قول کے مطابق دیت کا حصول واجب نہیں الا یہ کہ قصاص کی بجائے دیت ہی پر معاف کیا جائے۔

حدیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ قتل عمد کی دیت قاتل کے مال ہی سے وصول کی جائے گی۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ حاکم یا قاضی کو چاہیے کہ وہ مقتول کے ولی کو معاف کر دینے کی سفارش کریں۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب بھی کوئی ایسا مقدمہ لایا جاتا جس میں قصاص ہوتا تو آپ معاف کرنے کا فرماتے۔

(صحیح، ابو داود: ٤٤٩٧، نسائی: ٤٧٩٧، ابن ماجه: ٢٦٩٢)

حدیث مبارکہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ جب قاتل (مجرم) کے بھاگ جانے کا اندیشہ ہو تو اسے رسیوں سے باندھا اور محبوس کیا جا سکتا ہے۔

حدیث مبارکہ اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ قاتل کو جب معاف کر دیا تو اسے جانے دیا جائے اور اس کا راستہ نہ روکا جائے اور یہ کہ اس کو تعزیر نہ لگائی جائے۔ امام مالک رحمہ اللہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا: معاف کر دینے کے بعد قاتل کو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال تک قید و بند میں رکھا جائے۔

(يَبُوءُ بِأَثْمِهِ وَأَثْمِ صَاحِبِهِ) ''یہ اپنے اور اپنے مقتول دونوں کے گناہ اپنے سر لے گا'' یعنی مقتول کے علاوہ سب گناہوں کا بوجھ اسے اٹھانا ہو گا اور بروز قیامت جوابدہ ہونا پڑے گا اور اگر قصاصاً قتل کر دیا جائے تو بسا اوقات ایسا مرنا اس کے تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور مقتول کو قتل کرنے کے گناہ کا بھی۔ یعنی اپنے مسلمان بھائی کو قتل کر دینے کا جو گناہ اس کے ذمے آتا ہے اس سے بھی بری ہو جاتا ہے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ میں گناہ کو مقتول کی طرف مضاف کیا گیا ہے اس لیے کہ اس کا قتل کیا جانا قاتل کے گنہگار ہونے کا سبب ہے۔ یہ اضافت ایسے ہی ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فرمان میں لفظ رسول کی اضافت لوگوں کی جانب کی گئی ہے حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں جنہیں اللہ نے ان کی طرف مبعوث فرمایا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ رَسُولَكُمُ الَّذِيٓ أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ﴾ .... ''(فرعون نے کہا: لوگو!) تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے یہ تو یقیناً دیوانہ ہے۔'' (الشعراء: ٢٧)

اسی حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مقتول کے ولی سے) کہا: ''اسے پکڑ لو۔'' وہ اسے لے کر نکلا تا کہ قتل کر دے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر اس نے اس کو قتل کر دیا تو یہ بھی اس جیسا ہو گا۔''

(دیکھئے: حدیث نمبر ٢٥٢٧)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک جیسا ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ بوجھ اٹھانے اور بطور انجام ایک جیسے ہو جائیں گے، یعنی

اگر قصاص لینے والے نے معاف نہ کیا بلکہ پورا پورا حق وصول کیا تو اس کے اور قاتل کے مابین کوئی اخلاقی تفاوت باقی نہیں رہتا۔

بعض کے نزدیک ان الفاظ سے آپ کا مقصود مقتول کے وارث کو قاتل کے قتل سے روکنا، ڈانٹنا اور باز رکھنا تھا کیونکہ قاتل بار بار کہتا تھا کہ مجھ سے ارادۃً قتل نہیں ہوا، اگر واقعی اس کا قتل کرنے کا ارادہ نہیں تھا اور اس کے باوجود مقتول کے ولی نے اسے قصاصاً قتل کر دیا، اور اس کا عذر سن کر معاف نہیں کیا تو اس کا معاملے قاتل کے معاملہ سے ہم آہنگ اور مماثل ہے، کوئی فرق نہیں بلکہ اسے بطور قصاص مارنا لازم آتا ہے الا یہ کہ یہ ثابت ہوجائے کہ قاتل نے جان بوجھ پر قتل کیا ہے۔ ہمارے اس موقف پر سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک آدمی قتل ہوگیا اور اس کا مقدمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے قاتل کو مقتول کے وارث کے حوالے کر دیا۔ قاتل نے کہا: اے اللہ کے رسول: اللہ کی قسم! میں نے اس کے قتل کا ارادہ نہیں کیا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے وارث سے فرمایا: ''خبردار! اگر یہ سچا ہوا اور تو نے اس کو قتل کر دیا تو تو جہنم میں جائے گا۔'' چنانچہ اس نے اس شخص کو چھوڑ دیا۔ (صحیح، ابوداود: ۴۴۹۸، ترمذی: ۱۴۰۷، ابن ماجہ: ۲۶۹۰)

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص سے قتل صادر ہو جائے اور اس کا ارادہ قتل کرنے کا نہ ہو اور یہ چیز پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو اس پر قصاص نہیں اور اگر مقتول کا وارث اسے قتل کر دے تو وہ گنہگار ہوگا اور اس پر قصاص واجب ہے۔

قتل کی تین اقسام ہیں:

(۱)...... **قتل عمد**: اس سے مراد ایسا قتل ہے جس سے مکلّف شخص کسی قتل کے غیر مستحق شخص کو ایسے آلے سے قتل کرنے کی نیت کرے جس میں اغلب گمان یہی ہو کہ وہ اسے قتل کر دے گا (مثلاً، بندوق، تلوار یا تیر وغیرہ) اس صورت میں قاتل پر قصاص واجب ہے یا دیت مغلظہ کی ادائیگی ضروری ہے جسے مجرم کی جائداد سے وصول کیا جائے گا۔

(۲)...... **قتل شبہ عمد**: وہ قتل جس میں مکلّف کسی کو ایسی چیز سے مارنے کا ارادہ کرے جس سے عموماً انسان مرتا نہیں مثلاً ہلکی چھڑی، کنکری یا چھوٹا تیر وغیرہ اور اس سے وہ شخص مرجائے، اس میں قصاص نہیں بلکہ دیت مغلظہ واجب ہوگی جس کی ادائیگی قاتل کے عصبہ (باپ کی طرف کے رشتہ دار) پر ہوگی اور اسے تین سال کے اندر اندر ادا کرنا ہوگا۔

اگر مضروب بچہ ہو یا ایسے مرض میں مبتلا ہو جس سے عام طور پر آدمی مرجاتا ہے خواہ بظاہر موٹا تازہ ہو اور ضارب (مارنے والے) نے اس کو مارا اور وہ مرگیا تو قصاص لازم آئے گا۔

(۳) **قتل خطا**: یہ ہے کہ مارنا کسی اور کو ہو لیکن قتل کوئی اور ہوجائے مثلاً کوئی کنواں کھودے تو اس میں گر جائے یا

بے محل جال لگا دے جس میں الجھ کر کوئی شخص مر جائے (یا شکاری گولی تو شکار کی طرف چلائے لیکن کسی انسان کو لگ جائے) اس میں قصاص نہیں اس میں آسان دیت واجب ہے جس کی ادائیگی تین سال کی مدت میں میت کے عصبی رشتہ داروں پر واجب ہے۔

(5)......بَابُ وُجُوبِ الْقِصَاصِ عَلَى مَنْ قَتَلَ بِالْحَجَرِ

پتھر کے ساتھ قتل کرنے والے پر قصاص کے واجب ہونے کا بیان

(٢٥٢٨)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ التُّرَابِيُّ الْمَعْرُوفُ بِأَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي الْهَيْثَمِ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ يَعْقُوبَ الزُّرَقِيُّ، قِرَائَةً عَلَيْهِ فِي الْمُحَرَّمِ سَنَةَ اثْنَتَيْنِ وَثَمَانِينَ وَثَلاثِمِائَةٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو حَامِدٍ أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: خَرَجَتْ جَارِيَةٌ عَلَيْهَا أَوْضَاحٌ، فَأَخَذَهَا يَهُودِيٌّ، فَرَضَخَ رَأْسَهَا، وَأَخَذَ مَا عَلَيْهَا مِنَ الْحُلِيِّ فَأُدْرِكَتْ وَبِهَا رَمَقٌ، فَأُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ((مَنْ قَتَلَكِ؟ فُلانٌ؟)) قَالَتْ: بِرَأْسِهَا: لا، قَالَ: ((فُلانٌ؟)) حَتَّى سَمَّى الْيَهُودِيَّ، فَقَالَتْ بِرَأْسِهَا: نَعَمْ، فَأُخِذَ فَاعْتَرَفَ، فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرُضِخَ رَأْسُهُ بَيْنَ حَجَرَيْنِ۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک لونڈی جس نے زیورات پہنے ہوئے تھے (گھر سے) نکلی، اسے ایک یہودی نے پکڑ لیا اور اس کے سر کو کچل دیا اور اس کے زیورات اتار لیے، اس کے اندر ابھی زندگی کی رمق باقی تھی کہ اسے پا لیا گیا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا، آپ نے دریافت فرمایا: کس نے تجھے قتل کیا ہے؟ فلاں نے: اس نے اپنے سر کے اشارے سے کہا: نہیں۔ آپ نے پوچھا: فلاں نے؟ حتی کہ آپ نے یہودی کا نام لیا، اس نے اپنے سر کے اشارے سے، ہاں کہا، چنانچہ یہودی کو گرفتار کیا گیا، اس نے اقرار کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو اس کے سر کو دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا۔

شرح (عَلَيْهَا أَوْضَاحٌ) ابوعبید نے کہا: اس سے مراد چاندی کے زیورات ہیں۔ باقی لغویوں نے کہا: وضح کے لغوی معنی سفیدی اور چمک دمک کے ہیں چاندی کے زیورات کو اوضاح کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ چمکدار اور سفید ہوتے ہیں۔

فائدہ: اصلاً اوضاح سے مراد چاندی کے زیورات ہی ہیں لیکن پھر اس لفظ کا استعمال ہر قسم کے زیورات کے لیے ہونے لگا۔ (ع،س)

(٢٥٢٨) أخرجه البخاري: ٢٤١٣، ٢٧٤٦، ومسلم: ١٦٧٢

حدیث مبارکہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کے بدلے مرد کو قصاصاً قتل کیا جا سکتا ہے جس طرح مرد کے بدلے عورت کو کیا جا سکتا ہے، اکثر اہل علم کا یہی قول ہے ماسوائے اس کے کہ جو حسن بصری اور جناب عطاء رحمہما اللہ سے بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا: آدمی کو عورت کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ بھاری پتھر سے کسی کو قتل کرنا جس سے عموماً بندہ مر جانے کا امکان ہوتا ہے، قصاص کا موجب ہے، اکثر اہل علم کا یہی قول ہے۔ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ بعض علماء بھاری پتھر سے قتل کرنے پر قصاص واجب ہونے کے قائل نہیں۔ اہل رائے کا موقف یہی ہے۔ اگر کوئی شخص دوسرے کو ہلاکت آفریں زہر پلا دے تو پلانے والے پر قصاص واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: اس پر قصاص واجب نہیں بلکہ دیت واجب ہے۔ اگر ایک شخص نے کھانے میں زہر ملا دیا ہو اور کسی دوسرے شخص نے وہی کھانا اٹھا کر اس کو کھلا دیا اور کھانے والا حقیقت حال سے بے خبر ہونے کی بنا پر کھا گیا اور مر گیا تو ایک قول کے مطابق امام شافعی رحمہ اللہ کھلانے والے پر قصاص واجب قرار دیتے ہیں۔ امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔

البتہ اگر ایسی صورت میں کسی نے زہر آلود کھانا اٹھا کر کسی کے سامنے رکھ دیا اور یہ کہتا رہا کہ جناب کھائیے! پھر وہ شخص سامنے دھرا کھانا کھا گیا اور فوت ہو گیا تو کھانا سامنے رکھنے والے پر کچھ واجب نہیں۔

اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ قتل کے لیے جانے کے انداز کا اعتبار کرنا جائز ہے، یعنی جس طرح اس نے قتل کیا اسی طرح قتل کرنا درست ہے مثلاً اگر کسی شخص کو پتھر مار کر یا بلند و بالا پہاڑ سے گرا کر یا جلا کر یا ڈبو کر مارا گیا ہو تو قاتل کو بھی اسی طرح کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔ امام شعبی رحمہ اللہ اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے اسی طرح مروی ہے۔ امام مالک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں۔ اہل علم کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ ایسی صورتوں میں صرف تلوار ہی سے قصاص لیا جائے گا۔ جناب عطاء اسی کے قائل ہیں۔ سفیان ثوری اور اہل رائے بھی یہی موقف رکھتے ہیں۔

یاد رہے! قصاص لینے کی مماثلت (یعنی جس طرح قاتل نے کیا اسی طرح اس کو قتل کرنا) تب ہو گی جب قاتل نے کسی کو ایسے طریقے سے قتل کیا کہ جواباً وہ طریقہ استعمال کرنا از روئے شرع محمدی جائز ہو مثلاً پتھر مار کر کسی کو قتل کرنا۔ شریعت نے اثنائے جہاد میں کافروں کا شکست اور ہزیمت سے دوچار کرنے کے لیے مندرجہ صدر دو طریقوں کو جائز رکھا ہے۔ اسی طرح کسی کو پانی چھوڑ کر، عمارت گرا کر اور بلند و بالا مقامات سے گرا کر مارنا جائز ہے۔ اگر کوئی شخص دوسرے کو شراب پلا پلا کر مارے یا اس کے ساتھ بدفعلی کا ارتکاب کرے جس سے اس کی موت واقع ہو جائے۔ (یا کسی خاتون کے ساتھ زنا کرے اور وہ مر جائے) یا کوئی کسی کو جادو کے ساتھ قتل کر دے تو نتیجتاً مجرم کو اسی طرح قتل کرنا جائز نہیں بلکہ تلوار ہی سے قتل کیا جائے گا۔ کیونکہ شریعت محمدیہ میں یہ امور کسی صورت میں بھی جائز نہیں بلکہ ان کا شمار کبائر میں ہوتا ہے۔ وہ تمام امور جن کی حرمت دوسرے پر زیادتی کی وجہ سے ہے اگر کوئی آدمی اس کا مرتکب ہوتا ہے تو اسے اسی طرح

ہی سزا دی جائے گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ﴾ .... ''جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اسی کے مثل زیادتی کرو جو تم پر کی ہے۔'' (سورۂ بقرہ:۱۹۴)

(6)......بَابُ الْقِصَاصِ فِي الْأَطْرَافِ

اعضاء میں قصاص کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاص﴾ .... ''اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور خاص زخموں کا بدلہ ہے۔''

(٢٥٢٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِیُّ ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِیُّ ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، حَدَّثَنِی عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيرٍ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بَكْرٍ السَّهْمِیَّ ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ......

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ الرُّبَيِّعَ عَمَّتَهُ ، كَسَرَتْ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ ، فَطَلَبُوا إِلَيْهَا الْعَفْوَ ، فَأَبَوْا ، فَعَرَضُوا الأَرْشَ ، فَأَبَوْا ، فَأَتَوْا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَأَبَوْا إِلا الْقِصَاصَ ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقِصَاصِ ، فَقَالَ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَتُكْسَرُ ثَنِيَّةُ الرُّبَيِّعِ لا وَالَّذِی بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((يَا أَنَسُ ، كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ)) فَرَضِیَ الْقَوْمُ ، فَعَفَوْا ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لأَبَرَّهُ۔))

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ربیع جو کہ ان کی پھوپھی ہیں انہوں نے ایک لڑکی کا دانت توڑ دیا، پھر ان سے معافی کے طلبگار ہوئے لیکن انہوں نے انکار کر دیا، انہوں نے دیت کی پیشکش کی، انہوں نے انکار کر دیا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قصاص کے علاوہ کسی بات پر راضی نہ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بدلہ لینے کا حکم صادر فرما دیا (یعنی ان کا بھی دانت توڑ دیا جائے) انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ربیع کا دانت کس طرح توڑا جاسکے گا۔ نہیں' اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے انس! کتاب کا فیصلہ تو بدلہ لینے (قصاص) ہی کا ہے۔'' چنانچہ وہ لوگ راضی ہو گئے اور معاف کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ اللہ کے کچھ بندے

(٢٥٢٩) أخرجه البخاری: ٢٧٠٣ ، ٢٨٠٦ ، ومسلم: ١٦٧٥

ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ خود ان کی قسم پوری کرتا ہے۔''

شرح: صحیح مسلم میں اس روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی ہمشیرہ ربیع ام حارثہ نے ایک انسان کو زخمی کر دیا تھا۔

(کِتَابُ اللّٰہِ قِصَاص) ''اللہ کی کتاب میں قصاص ہے۔'' کہا گیا ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ﴾ ....

''اور ہم نے یہودیوں کے ذمہ تورات میں یہ بات مقرر کر دی تھی کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت۔'' (سورۂ مائدہ: ۴۵)

یہ بات ان لوگوں کے قول کے مطابق ہے جن کا موقف ہے کہ سابقہ انبیائے کرام کی شریعتوں پر عمل کرنا ہمارے اوپر لازم ہے جب تک ان کے احکام کا منسوخ ہونا ہماری شریعت میں مذکور نہ ہو جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ (کِتَابُ اللّٰہِ القصاص) کے الفاظ سے اللہ عزوجل کے اس فرمان کی طرف اشارہ ہے: ﴿وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ﴾ .... ''اور زخموں میں قصاص ہے۔'' (سورۂ مائدہ: ۴۵)

ان قراءت کے مطابق جو الجروح کو مبتدا بنا کر مرفوع پڑھتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کتاب اللہ کا یہاں معنیٰ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض اور مقرر کردہ احکام ہیں جن کو اس نے اپنے نبی اکرم ﷺ کی زبانی امت پر فرض فرمایا ہے، یعنی قصاص لینا تو فرض ہے۔

اعضائے جسم کے متعلق قصاص کچھ یوں ہے کہ ہر وہ عضو جس کا کوئی قدرتی معلوم جوڑ ہو تو اس کو نقصان پہنچنے کی صورت میں مجرم کا وہی عضو جوڑ سے کاٹ دیا جائے گا مثلاً انگلی جوڑ سے کاٹی جائے گی، ہاتھ کلائی یا کہنی سے کاٹ دیا جائے گا، ٹانگ کو بھی جوڑ سے کاٹ دیا جائے گا اور قصاص لے لیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی دانت اکھاڑ دے، زبان کاٹ دے، ناک یا کان کاٹ دے، آنکھ پھوڑ دے، آلہ تناسل یا خصیتین کاٹ دے تو قصاص لیا جائے گا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص دوسرے کے سر پر چوٹ لگا دے جس سے ہڈی ننگی ہو جائے یا چہرے پر ایسا ہی زخم کر دے تو اس سے قصاص لیا جائے گا اور اگر کوئی شخص دوسرے کے سر پر ہلکا زخم لگا دے جو موضحہ سے کم ہو یا سر کے علاوہ جسم کے کسی اور حصہ پر ایسی ہی چوٹ لگا دے یا ہڈی کو توڑ دے تو ان صورتوں میں اس پر قصاص نہیں ہوگا کیونکہ ایسی صورتوں میں پوری طرح مماثلت ممکن نہیں۔

اسی طرح اگر کوئی شخص دوسرے کا بازو درمیان سے توڑ دے تو قصاص میں بازو نصف کلائی سے نہیں بلکہ جوڑ یعنی

کہنی سے کاٹا جائے گا اور باقی نصف کا ہرجانہ ادا کرنا ہوگا۔

تھپڑ اور خراش یا رگڑ لگانے پر کوئی قصاص نہیں۔ اس میں ادب سکھانے اور آئندہ باز رکھنے کے لیے تعزیر ہے اور اگر مضروب کے جسم پر ان چیزوں کا نشان باقی رہ جائے تو ضارب سے ہرجانہ وصول کیا جائے گا۔ اس بات کے قائل حسن بصری، قتادہ، مالک، شافعی اور اہل رائے ہیں۔

اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ تھپڑ یا چھڑی کی ایک ضرب کا قصاص لیا جائے گا۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے۔ شریح، شعبی، اور ابن شبرمہ رحمہ اللہ بھی اسی طرف گئے ہیں۔

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے تھپڑ کا قصاص دلوایا تھا۔ سیدنا علی، ابن زبیر اور سوید بن مقرن رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے درے کی جو مار ایک شخص کو ہوئی تھی اس کا بدلہ لینے کے لیے کہا: اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے تین کوڑوں کا قصاص لینے کا حکم دیا۔

جو علماء ان معاملات میں قصاص اور بدلے کے قائل نہیں ان کا کہنا ہے کہ ان بزرگوں نے بطور تعزیر بدلہ دلوایا ہے۔ قاضی شریح نے کوڑے اور خراش لگانے کی سزا دی تھی۔

سیدنا عبداللہ زبیر رضی اللہ عنہ نے ہڈی کو اپنی جگہ سے ہلا دینے والے زخم کا بدلہ دلوایا اور ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے ران توڑنے کا بدلہ دلوایا۔ جو علماء ان معاملات میں بدلہ دیے جانے کے قائل ہیں ان حضرات کی دلیل وہ روایت ہے جو جناب عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں (اور یہ انصار میں سے تھے) یہ ایک دفعہ اپنی قوم سے باتیں کر رہے تھے، مزاحیہ آدمی تھے اور انہیں ہنسا رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کوکھ میں ایک لکڑی چبھودی۔ تو انہوں نے کہا: مجھے بدلہ دیجئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لے لو۔'' انہوں نے کہا: آپ پر تو قمیص ہے اور مجھ پر قمیص نہیں تھی۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اوپر کر دی تو اسید نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بازوؤں میں لے لیا اور آپ کے پہلو پر بوسے دینے لگے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! میری یہی نیت تھی۔

(صحیح، ابوداود: ٥٢٢٤)

(أَصْبِرْنِیْ) مجھے بدلہ دیجیے، (أَصْطَبِرْ) تو بدلہ لے لے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال (غنیمت) کی تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور آپ کے اوپر جھک گیا، آپ کے پاس ایک چھڑی تھی۔ آپ نے وہ چھڑی اسے چبھو دی جس سے اس کا مہرہ زخمی ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آ اور اپنا بدلہ لے لے۔'' اس شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کو معاف کیا۔ (ضعیف، نسائی: ٤٧٧٣)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اپنے کارندوں اور حکومتی عمال کو اس لیے نہیں بھیجا کہ وہ تمہاری گردنیں ماریں اور مال ہتھیا لیں۔ جسے اس قسم کا معاملہ پیش آئے وہ اسے مجھ تک پہنچائے میں اسے قصاص لے کر دوں گا۔ اس پر سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر کوئی شخص اپنے زیر دست افراد کو ادب سکھانے کیلئے کچھ کہے تو کیا آپ اس کا بھی قصاص لیں گے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ضرور اس سے بھی قصاص لوں گا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات اقدس میں قصاص دلاتے تھے۔ (اس حدیث کا مرفوع حصہ سنن نسائی: ۴۷۷۷ میں ہے اور وہ ضعیف ہے)

(7)......بَابُ لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ

اس چیز کا بیان کہ کافر کے بدلے مومن کو قتل نہیں کیا جائے گا

(۲۵۳۰)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الوهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وأنا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أنا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ، أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ......

عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ عَلِيًّا هَلْ عِنْدَكُمْ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ سِوَى الْقُرْآنِ؟ فَقَالَ: لا وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ، وَبَرَأَ النَّسَمَةَ إِلا أَنْ يُؤْتَى اللّٰهُ عَبْدًا فَهْمًا فِي الْقُرْآنِ، وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ، قُلْتُ: وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ؟ قَالَ: الْعَقْلُ، وَفِكَاكُ الأَسِيرِ، وَلا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ۔

سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا آپ حضرات (اہل بیت) کے پاس قرآن کے پاس اور بھی کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، اس ذات کی قسم جس نے دانے کو (زمین) چیر کر (نکالا) اور جس نے روح کو پیدا کیا! البتہ سمجھ ایک دوسری چیز ہے، جو اللہ کسی بندے کو قرآن میں عطا فرمائے یا جو اس صحیفے میں ہے، میں نے پوچھا: اس صحیفے میں کیا لکھا ہے؟ انہوں نے بتلایا کہ دیت کے احکام اور قیدی کا چھڑانا اور مسلمان کا کافر کے بدلے میں نہ قتل کرنا۔

(۲۵۳۱)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الطَّحَّانُ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ قُرَيْشٍ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، أَخْبَرَنَا أَبُو عُبَيْدٍ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ،

(۲۵۳۰) أخرجه البخاري: ۱۱۱، ۳۰۴۷، ۶۹۰۳

(۲۵۳۱) أخرجه ابوداود: ۴۵۳۰، والنسائي: ۴۷۶۰

عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَّادٍ......

عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((الْمُسْلِمُونَ تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ، وَيَسْعَى بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ، وَيَرُدُّ عَلَيْهِمْ أَقْصَاهُمْ، وَهُمْ يَدٌ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ، لَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ، وَلَا ذُو عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ۔))

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمام اہل اسلام کے خون برابر ہیں ان کے ذمے اور امان کا ان ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی بھی پابند ہے۔ اسلام کے مرکز سے دور رہنے والا شخص بھی مال غنیمت لشکر میں جمع کروائے گا۔ اور وہ لشکر اپنے علاوہ کے مقابلے میں ایک ہاتھ ہیں (ایک دوسرے کی مدد کرنے کے پابند ہیں) کسی مسلمان کو کسی کافر کے بدلے میں اور کسی امان والے کو اس کے ایام امان میں قتل نہ کیا جائے۔''

(٢٥٣٢)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ بْنِ بَامُوَيَةَ الأَصْبَهَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ دَعْلَجُ بْنُ أَحْمَدَ السِّجْزِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو سُلَيْمَانَ الْقَزَّازُ، حَدَّثَنَا هَانِءُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا قَزَعَةُ بْنُ سُوَيْدٍ، عَنِ الْمُثَنَّى بْنِ الصَّبَّاحِ......

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَقِيَ دَرَجَ الْبَيْتِ يَوْمَ الْفَتْحِ، فَقَالَ: ((الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي صَدَقَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الأَحْزَابَ وَحْدَهُ، هِيَ حِرَامٌ بِحَرَامِ اللّٰهِ، لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ)) فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِلَّا الإِذْخِرَ، فَإِنَّهُ لِبُيُوتِنَا وَمَوْتَانَا، فَقَالَ: ((إِلَّا الإِذْخِرَ، الْمُسْلِمُونَ يَدٌ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ، تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ

جناب عمرو بن شعیب اپنے والد سے، وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ والے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کی سیڑھیوں پر چڑھے اور فرمایا: ''سب تعریفات اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنا وعدہ (فتح والا) سچا کردکھایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور تمام لشکروں کو اکیلے ہی شکست دی۔'' یہ مکہ اللہ تعالیٰ کے حرام قرار دینے سے حرمت والا ہے، اس میں سے کوئی کانٹا نہ اکھیڑا جائے، اس میں موجود شکار کو نہ بھگایا جائے اور اس کا لقطہ (گری ہوئی چیز) نہ اٹھایا جائے سوائے اس کے جس نے اس کا اعلان کرنا ہو۔'' سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ

(٢٥٣٢) صحيح ......أخرجه ابوداود مختصرا: ٢٩١١، ٤٥٣١

وَيَسْعَى بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ ، وَيُجِيرُ عَلَيْهِمْ أَقْصَاهُمْ ، وَلا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ ، وَلا ذُو عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ ، وَلا يَتَوارَثُ أَهْلُ مِلَّتَيْنِ.))

کے رسول! اذخر گھاس کی اجازت دے دیجئے: بلاشبہ اس کی گھروں (میں چھت ڈالنے) اور مردوں (کو دفنانے کیلئے) ضرورت رہتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اذخر گھاس کاٹنے کی اجازت ہے، مسلمان اپنے علاوہ کے مقابلے میں ایک ہاتھ ہیں (ایک دوسرے کی مدد کرنے کے پابند ہیں) ان کے خون برابر ہیں۔ ان کے ذمے کا ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی بھی پابند ہے۔ مسلمانوں کا بعید ترین فرد بھی امان دے سکتا ہے، کسی مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے اور نہ کسی امان والے کو اس کی مدت امان کے دوران مارا جائے اور دو الگ الگ دینوں والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔''

شرح (أَلْمُسْلِمُوْنَ يَدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ) ''مسلمان دوسروں کے مقابلہ میں ایک ہاتھ ہیں۔'' یعنی اسلام کے علاوہ کسی بھی دین کے حاملین سے ضرب و پیکار کی نوبت آجائے تو مسلمان آپس میں ایک دوسرے کی معاونت کرتے اور اتحادی بن جاتے ہیں (خواہ ان کے علاقے اور وطن جدا جدا ہی کیوں نہ ہوں) اور جب انہیں میدان جہاد سج جانے کی صورت میں بلایا جائے تو ان پر لبیک کہنا لازمی ہے اور سستی، کرنے اور پیچھے رہ جانے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔

(تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ) ''ان کے خون برابر ہیں۔'' مراد یہ ہے کہ قصاص میں سب مسلمانوں کے خون برابر ہیں۔ ایک کم تر خاندان کے فرد کا خون بہا ایک اونچے اور اعلیٰ خاندان کے فرد سے لیا جائے گا، چھوٹے کے مقابلے میں بڑے، جاہل کے بدلے عالم اور عورت کے بدلے میں مرد کو قصاصاً مارا جائے گا، جاہلیت کے اصول کے برعکس اگر مقتول اونچے حسب ونسب والا یا عالم ہو جبکہ قاتل معمولی خاندان والا یا جاہل ہو تو بطور قصاص قاتل کا ہی سر قلم کیا جائے گا کسی دوسرے کا نہیں جبکہ اسلام سے پہلے یہ اصول کارفرما تھا کہ مقتول اگر کسی اعلیٰ خاندان کا فرد ہوتا تو قصاص میں کمین خاندان کے بہت سارے افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا اور ذرا دریغ نہ کیا جاتا۔

(وَيَسْعٰى بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ) ''ان کے ذمے کا ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی بھی پابند ہے''، یعنی اگر مسلمانوں میں سے کوئی فرد کسی کافر کو امان فراہم کر دے تو اس کافر کا خون تمام مسلمانوں پر حرام قرار پائے گا خواہ پناہ دینے والا شخص ادنیٰ اور کم تر حیثیت کا مالک ہی کیوں نہ ہو مثلاً غلام ہو، خاتون ہو یا کسی خاندان کا ذاتی نوکر اور خصوصی خدمت گزار ہو یا کسی

بھی نوعیت کا معمولی شخص ہوتو اس کی دی ہوئی امان کو توڑا نہیں جائے گا۔

(وَيُجِيْرُ عَلَيْهِمْ أَقْصَاهُمْ) ''مسلمانوں کا بعید ترین فرد بھی امان دے سکتا ہے'' ان الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ مسلم امت کا وہ فرد ہو جو بلاد کفر سے بہت دور سکونت پذیر ہے اگر کسی کافر کو پروانہ امن لکھ دیتا ہے تو کسی دوسرے مسلمان کے لیے اس پروانہ امن کی خلاف ورزی شرعاً جائز نہیں خواہ وہ پروانہ امن کے حامل کافر شخص کے پڑوس اور ہمسائیگی ہی میں رہائش پذیر کیوں نہ ہو۔

بعض روایات میں (يَرُدُّ مُشِدُّهُمْ عَلَى مُضْعِفِهِمْ، وَمُتَسَرِّيْهِمْ عَلَى قَاعِدِهِمْ)...... ''اوران کا تومند اور قوی رفتار اپنے ضعیف اور سست رفتار کو بھی ساتھ ملائے (مال غنیمت میں اس کو شریک کرے) اور چھوٹے دستے میں جانے والا بڑے لشکر میں رہ جانے والوں کو بھی شریک سمجھے!

المشد سے مراد تومند اور قوی شخص ہے اور المُضْعِف سے مراد وہ شخص جس کے چوپائے لاغر اور کمزور ہو کر سست رفتار ہو گئے ہوں۔

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ المُضْعِف سے مراد کسی دستے کا امیر اور ذمہ دار ہے، مطلب یہ ہے کہ لشکر کے کچھ افراد جو خود کمزور اور لاغر ہوں یا جن کی سواریاں دبلی پتلی ہوں اور تیز چلنے میں لشکر کا ساتھ نہ دے سکتی ہوں اور دستے کا امیر ان کی دلجوئی کے لیے ان کے ہم رکاب رہے اگرچہ ایسے لوگ جہاد میں کوئی بلند کردار ادا نہ کرسکیں لیکن ان کو مال غنیمت میں ضرور شریک کیا جائے گا۔

(اَلْمُتَسَرِّي) سے مراد لشکر میں شمولیت اختیار کرنے والا فرد ہے۔ حدیث مبارکہ کے اس آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ جہاد میں شریک ہونے والے تمام مجاہد مال غنیمت میں حصے دار ہوں گے حتی کہ ایک چھوٹا دستہ، بڑے لشکر سے الگ ہو کر کوئی جہادی معرکہ سر کرے اور وہاں سے مال غنیمت حاصل کرے تو اس سے بڑے لشکر والے بھی، جو اپنے امیر کے ساتھ بیٹھے رہے، شریک ہوں گے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ (وَيَرُدُّ عَلَيْهِمْ أَقْصَاهُمْ) کا بھی یہی مفہوم ہے۔ یاد رہے! جو لوگ اپنے علاقے ہی میں اقامت گزیں رہے ہوں اور جہاد کے لیے بالکل نہ نکلے ہوں انہیں مال غنیمت کی تقسیم میں شریک نہیں کیا جائے گا۔

حدیث ہذا میں اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا، خواہ کافر ذمی ہو اور مستقل اور غیر محدود مدت کے لیے امن کا معاہدہ رکھتا ہو یا قلیل اور تھوڑی مدت کے لیے پروانۂ امن لے کر اسلامی حکومت میں چل پھر رہا ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہ اللہ علیہ اور بعد کے ادوار کے علماء کی ایک کثیر تعداد یہ موقف رکھتی ہے، صحابہ میں سے سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا یہ موقف ہے اور تابعین میں سے جناب عطاء، عکرمہ، حسن بصری اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ علیہ اس کے قائل ہیں۔ آئمہ میں سے امام مالک، سفیان ثوری، ابن شبرمہ، اوزاعی، شافعی،

احمد اور اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اس طرف گئے ہیں۔

علماء کی ایک جماعت کا یہ موقف بھی ہے کہ مسلمان کو ذمی (مسلمان ملک کے غیر مسلم باشندے ''ذمی'' کہلاتے ہیں) کے بدلے قتل کیا جائے گا۔ امام شعبی رحمہ اللہ نخعی اور اہل رائے یہی موقف رکھتے ہیں، ان حضرات نے حدیث مبارکہ کے الفاظ (لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ) ''کسی مومن کو کافر کے بدلے نہ قتل کیا جائے'' کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ یہاں کافر سے مراد حربی اور دار کفر کا رہائشی کافر ہے معاہد اور مستأمن نہیں۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ حدیث مبارکہ کے الفاظ (وَلَا ذُوْ عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ) کا عطف سابقہ جملے پر ہے اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ کسی معاہد (ذمی) کو اپنے عہد میں کافر کے بدلے قتل کیا جائے گا۔ البتہ معاہد (ذمی) معاہد کے بدلے میں قتل کیا جائے گا، حربی کافر کے بدلے میں نہیں (البتہ اگر کوئی مسلمان کسی معاہد اور ذمی کو قتل کر دے تو ذمی کے بدلے مسلمان کو قتل کیا جائے گا۔)

ان حضرات کی دلیل یہ منقطع روایت بھی ہے جو عبدالرحمن بن البیلمانی سے مروی ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے اہل ذمہ میں سے ایک شخص کو قتل کر دیا، اس مسئلہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اپنے ذمہ اور عہد کو پورا کرنے والے کا زیادہ حقدار ہوں۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا اور اس (مسلمان) شخص کو قتل کر دیا گیا۔ (ضعیف، سنن دارقطنی: ۳/ ۱۳۵، مسند شافعی: ۱۵۶۹)

جواباً ان حضرات کی خدمت میں عرض کیا جائے گا کہ حدیث مبارکہ کا جملہ (لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ) ایک مکمل جملہ اور کلام تام ہے، اس کو مابعد جملہ کے ساتھ منتھی کرنے کی ضرورت نہیں بالخصوص جب عطف ڈالنے اور بعد والے جملے کو سابقہ جملہ کے ساتھ ملانے سے شریعت اسلامیہ کا ایک ثابت شدہ حکم باطل ٹھہرتا ہو اور حدیث مبارکہ کے الفاظ کے ظاہری مفہوم پر زد پڑتی ہو، مزید یہ کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے صحیفہ (ورق) کی بات جو ہم تک پہنچی ہے اس میں صرف (لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ) ''اور کسی مومن کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا'' کے الفاظ مذکور ہیں وہاں (وَلَا ذُوْ عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ) کے الفاظ کا کوئی تذکرہ نہیں اور حدیث کے الفاظ میں لفظ کافر عام ہے اور ہر کافر کو شامل ہے، ذمی بھی کافر ہے لہٰذا اس کے بدلے مسلمان اور مومن کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ اس کی تائید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اور فرمان سے ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ، وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ)) ''مسلمان، کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔''

(صحیح بخاری: ٦٧٦٤، صحیح مسلم: ٢٩٠٩)

اس مسئلہ میں ذمی، مستأمن اور حربی سب کافر برابر ہیں تو مسئلہ زیر بحث میں بھی اسی طرح ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں صرف یہ ہے کہ ذمی کو عہد توڑنے سے پہلے قتل نہیں کیا جائے گا۔ یہ وضاحت نہیں کہ

مسلمان کو ذمی کے بدلے قتل کر دیا جائے گا اور (ع،س) ہی اس پر قابل حجت دلیل موجود ہے لہٰذا یہی معلوم ہوتا ہے کہ ذمی کے بدلے بھی مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

(وَلَا ذُوْعَهْدٍ فِي عَهْدِهِ) ''اور کسی امان والے کو اس کے ایام امان میں قتل نہ کیا جائے'' مطلب یہ ہے کہ کسی معاہد کافر کو قتل کرنے میں پہل نہ کی جائے (مسلمان اسے دھوکے سے قتل نہ کرے) جب تک وہ اپنے ذمے اور عہد کی پاسداری کرتا رہے۔ معاہد کے قتل نہ کرنے کے تذکرے میں ایک خاص فائدہ اور حکمت مضمر ہے اور وہ یہ کہ جب نبی کریم ﷺ نے کافر کو قتل کرنے پر مسلمان سے بدلے اور قصاص کو ساقط فرمایا تو اس بات کا قوی اندیشہ تھا کہ کافروں کے خون کی بے حرمتی ہونے لگے اور اس فرمان نبوی کو سننے والے ان کے قتل پر دلیر ہو جائیں اور ان کے قتل کے اقدام پر جرأت اور بے باکی کے مظاہرے ہونے لگیں۔ اس لیے آپ نے بطور خاص تذکرہ کیا کہ معاہد کا خون محترم ہے کیونکہ اسلامی حکومت ان کے حقوق کی حفاظت کا ذمہ اٹھائے ہوئے ہے۔ آپ کا یہ فرمان کہ کسی امان والے کو اس کے ایام امان میں قتل نہ کیا جائے، طبیعتوں اور اپنے مقاصد کے لیے تاویل باطل کر گزرنے والوں کے لیے قول فیصل کی حیثیت رکھتا ہے اور اس وضاحت کے بعد آئیں، بائیں اور شائیں کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ واللہ اعلم۔

مزید یہ کہ ابن البیلمانی کی حدیث منقطع ہے جس سے دلیل قائم نہیں ہوسکتی اور اس میں بیان شدہ بات خطا پر مبنی ہے اور وہ یہ کہ قاتل عمرو بن امیہ ضمری تھے جو کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد تک زندہ رہے۔ اگر یہ حدیث متصل ثابت ہو جائے تو بھی اس پر عمل متروک ہے کیونکہ مروی ہے کہ قتل ہونے والا کافر قاصد اور سفیر تھا۔ اس صورت میں اس کی حیثیت مستأمن (پروانہ امن لے کر آنے والے) کی ہے اور اس بات پر اتفاق ہے کہ مسلمان کو مستأمن کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا یا پھر یہ مسئلہ منسوخ قرار پائے گا کیونکہ اس کا وقوع فتح مکہ سے قبل ہوا تھا اور نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ والے دن فرمایا: (لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ) ''کسی مومن کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے'' تو اس فرمان نبوی کی روشنی میں پہلا حکم منسوخ قرار پاتا ہے۔

(8)......بَابُ الْحُرِّ يُقْتَلُ بِالْعَبْدِ

آزاد کو غلام کے بدلے قتل کیا جائے گا

(٢٥٣٣)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا حَاجِبُ بْنُ أَحْمَدَ الطُّوسِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُنِيبٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ......

عَنْ سَمُرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ قَتَلَ سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے

(٢٥٣٣) ضعيف ......أخرجه ابوداود: ٤٥١٥، والترمذي: ١٤١٤، وابن ماجه: ٢٦٦٣، والنسائي: ٤٧٣٨

عَبْدَهُ، قَتَلْنَاهُ، وَمَنْ جَدَعَ عَبْدَهُ جَدَعْنَاهُ، وَمَنْ أَخْصَى عَبْدَهُ أَخْصَيْنَاهُ۔)) فرمایا: ''جو شخص اپنے غلام کو قتل کرے گا ہم اسے قتل کریں گے اور جو اپنے غلام کی ناک کاٹے گا ہم اس کی ناک کاٹیں گے اور جس نے اپنے غلام کو خصی کیا ہم اسے خصی کر دیں گے۔''

شرح: اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی آزاد شخص کسی غلام کو قتل کر دے یا اس کے اعضاء کاٹ دے تو کیا اس پر قصاص واجب ہے یا نہیں؟ اکثر فقہاء کا خیال ہے کہ اس پر قصاص نہیں ہے۔ یہ موقف سیدنا ابو بکر، عمر فاروق اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، نیز سیدنا حسن بصری، عطاء، عکرمہ، عمر بن عبدالعزیز کا یہی قول ہے۔ امام مالک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ اسی طرف گئے ہیں جبکہ اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ آزاد کو غلام کے بدلے قتل کیا جائے گا خواہ اس نے اپنے غلام کو قتل کیا ہو یا کسی دوسرے کے غلام کو۔ یہ قول ابراہیم نخعی اور سفیان ثوری رحمہما اللہ کا ہے۔

اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ اگر کوئی مالک اپنے غلام کو قتل کر دے تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا اور اگر کسی دوسرے کے غلام کو مار دے تو اس سے قصاص لیا جائے گا، جناب سعید بن مسیّب، شعبی اور قتادہ اسی کے قائل ہیں، اہل رائے بھی یہی موقف رکھتے ہیں۔ جناب سفیان سے بھی انہی کے قول کی طرح مروی ہے۔ جناب قتادہ سے مروی ہے کہ جناب حسن بصری رحمہ اللہ مندرجہ صدر حدیث مبارکہ بھول گئے تھے اور اس موقف کے قائل ہو گئے تھے کہ آزاد کو غلام کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا اور جو حضرات اس مسئلہ میں قصاص کے قائل نہیں ان کے نزدیک یہ حدیث مبارکہ زجر و توبیخ اور تنبیہ پر مبنی ہے نہ کہ قصاص لینے کے وجوب پر اور بعض نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ جس کی ملکیت میں غلام تھا پھر اس نے اس کو آزاد کر دیا اور پھر قتل کر دینے کا معاملہ پیش آیا (حدیث میں سابقہ ملکیت کا تذکرہ ہے) ہو تو ہم اسے قتل کر دیں گے۔ ویسے اہل علم کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ اگر آقا اپنے آزاد کردہ غلام کو قتل کر دے تو اس پر قصاص واجب ہے۔

اکثر اہل علم کا یہ موقف ہے کہ آزاد کے اعضائے بدن کو غلام کے قصاص میں نہیں کاٹا جائے گا اور اہل علم کے اس اتفاق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ حدیث مبارکہ زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ پر مبنی ہے یا پھر یہ روایت منسوخ ہے۔ جب غلام کے بدلے آزاد کا کوئی عضو نہیں کاٹا جا سکتا اور اس بات پر اہل علم کا اتفاق ہے تو پھر غلام کے بدلے آزاد کو قتل کیونکر کیا جا سکتا ہے باقی رہی حدیث مبارکہ تو وہ زجر و توبیخ پر مبنی ہے۔

اعضاء کاٹ ڈالنے کی صورت میں قصاص لینے کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے۔ ایک جماعت کا خیال ہے کہ جس طرح جانوں اور نفوس کے متعلق قصاص کے اصول و ضوابط ہیں اسی طرح جسم کے اعضاء میں بھی انہیں اصول و ضوابط کا اجراء ہو گا بشرطیکہ ظالم اور مظلوم کا وہ عضو جس کا قصاص لینا مقصود ہے صحیح سلامت اور تندرست ہو مثلاً عورت کے بدلے

مرد کے اور مرد کے بدلے عورت کے اعضاء کاٹے جائیں گے لیکن ذمی (کافر) کے بدلے مسلمان کے اور غلام کے بدلے آزاد کے اعضاء کو نہیں کاٹا جائے گا جیسا کہ ذمی کے بدلے مسلمان کو اور غلام کے بدلے آزاد کو قتل نہیں کیا جاتا، البتہ مسلمان کے بدلے ذمی کے اور آزاد کے بدلے غلام کے اور غلام کے غلام کے بدلے قصاصاً اعضاء کاٹے جائیں گے خواہ غلاموں کی قیمتیں آپس میں متفاوت ہی کیوں نہ ہوں جیسا کہ ان حضرات کا ایک دوسرے کے بدلے قصاصاً قتل کر دینا جائز ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عورت سے مرد کے قتل مثل عمد یا اس سے کم دوسرے زخموں کا قصاص لیا جائے، یہی قول عمر بن عبدالعزیز، ابراہیم، ابوالزناد کا اپنے اساتذہ سے منقول ہے اور ربیع کی بہن نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص کو زخمی کر دیا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا فیصلہ فرمایا تھا۔

(صحيح مسلم: ١٦٧٥)

اہل علم کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ اعضائے جسم کا قصاص صرف اور صرف دو آزاد مردوں یا دو آزاد عورتوں کے مابین ہی جاری ہوگا باقی کسی صورت میں قصاص نہیں لیا جائے گا، مثلاً مذکر اور مونث کے درمیان، دو غلاموں میں، آزاد اور غلام کے مابین قصاص جاری نہیں ہوگا۔ یہ موقف اہل رائے کا ہے۔

امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ نے کہا: آزاد اور غلام کے درمیان کسی قسم کے زخموں میں قصاص جاری نہیں ہوگا الا یہ کہ کوئی غلام کسی آزاد شخص کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو پھر اسے قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ امام حکم نے کہا: غلام سے دوسرے غلام کو لگائے ہوئے زخموں کا قصاص نہیں لیا جائے گا خواہ وہ زخم عمداً لگائے گئے ہوں یا بصورت خطا البتہ قتل عمد کی صورت میں ضرور قصاص لیا جائے گا، امام حاکم نے یہی موقف جناب ابراہیم نخعی، شعبی اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ذکر کیا ہے۔

جب ظالم اور مظلوم کے اعضاء صحت اور تندرستی میں متفاوت ہوں مثلاً مظلوم کا ہاتھ مفلوج اور شل ہو جبکہ مجرم کا ہاتھ تندرست و توانا ہو تو ایسی صورت میں بالاتفاق بدلہ نہیں لیا جائے گا (بلکہ معاوضہ دیا جائے گا) اور اگر مجرم کا ہاتھ شل ہو اور جس شخص کا ہاتھ کاٹا گیا ہے وہ صحیح سلامت تھا تو مظلوم کو بالاتفاق اس بات کا اختیار ہے، چاہے تو ظالم کے شل ہاتھ کا قصاص لے لے اور اس صورت میں اسے کوئی معاوضہ وغیرہ نہیں ملے گا اور اگر چاہے تو قصاص نہ لے اور اپنے ہاتھ کی دیت وصول کر لے۔

اگر مظلوم کے ہاتھ کی ایک انگلی کم ہو اور کاٹنے والے شخص کا ہاتھ پورا یعنی پانچ انگلیوں پر مشتمل ہو تو قصاص میں اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، ہاں البتہ جس شخص کا ہاتھ کاٹا گیا ہے اسے چار انگلیاں کاٹنے کا اختیار حاصل ہے اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو یعنی ہاتھ کاٹنے والے شخص کے ہاتھ میں ایک انگلی کا نقص ہو اور مقطوع (جس کا ہاتھ کاٹا گیا ہے) شخص کا ہاتھ مکمل ہو تو وہ کاٹنے والے کا ہاتھ کاٹ سکتا ہے اور ایک انگلی کی دیت وصول کر لے جو اس کے ہاتھ میں کم

ہے، یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا فتویٰ ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: جب مظلوم، ظالم کے ہاتھ کو کاٹنے پر راضی ہو جائے جس میں ایک انگلی کم ہے تو اسے دیت نہیں دی جائے گی جیسے اگر ہاتھ کاٹنے والے کا ہاتھ شل ہو اور مظلوم اس ہاتھ کے کاٹنے پر راضی ہو جائے تو اسے مزید کچھ نہیں دیا جائے گا۔

جو علماء غلاموں کے درمیان اعضاء وغیرہ کے قصاص کے قائل نہیں، ان کی دلیل وہ حدیث مبارکہ ہے جو سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فقیر لوگوں کے غلام نے، مالدار لوگوں کے غلام کا کان کاٹ دیا تو کان کاٹنے والے غلام کے مالک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم مفلس وقلاش لوگ ہیں۔تو آپ نے اس کے اوپر کوئی تاوان نہ ڈالا۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ دونوں غلام آزاد تھے اور جرم بطور خطا ہوا تھا یا وہ دونوں غلام نابالغ تھے اور قتل خطا کی دیت عاقلہ (برادری کے افراد) پر آئے گی، اگر وہ مالدار ہوں اور اگر وہ نادار ہوں تو ان پر کوئی دیت نہیں اگر مجرم غلام ہوتا تو دیت کا بوجھ اس کی گردن پر ہوتا اور اس کے مالکوں کی غربت کی بنا پر مظلوم کا حق ضائع نہ ہوتا۔

اگر غلام غلام پر زیادتی کرے یا کسی آزاد پر بطور خطا زیادتی کر بیٹھے یا کسی آزاد پر عمداً غلطی کرے ان کے مطابق جو قصاص کو واجب نہیں سمجھتے۔ یا وہ مال کو برباد کردے تو دیت غلام ہی کے ذمہ ہوگی جس نے جرم کیا ہے مالک کو اختیار ہے اگر چاہے تو اس کو بکنے کیلئے پیش کردے اور اگر چاہے تو اپنے پاس سے فدیہ دے دے، اگر وہ دیت دینا پسند کرے تو مجرم غلام کی قیمت یا اس کے جرم کی دیت میں سے کم قیمت والی چیز اس کے ذمے آئے گی اور اگر وہ اسے بیچنے کے لیے پیش کرتا ہے تو اسے بیچ دیا جائے گا۔ اگر تو اس کی قیمت جرم کی دیت کے برابر ہو تو مظلوم کے ولی کے حوالے کردی جائے گی اور اگر بڑھ جائے تو غلام کے مالک کو مل جائے گی اور اگر کم ہو جائے تو مظلوم کو یہی ملے گا۔

اگر اس کا مالک اسے آزاد کردے تو وہ آزاد ہوگا اور قیمت یا جرم کے تاوان میں سے جو چیز ہلکی ہوگی مالک کے ذمے آئے گی۔

امام شعبی کہتے ہیں: اگر کوئی غلام قتل خطا کرتا ہے اور اس کا مالک اسے آزاد کردیتا ہے تو دیت مالک کے ذمے آئے گی مکاتب غلام اور ام ولد کو عبد قن کے عوض قتل کیا جائے گا۔اور عبد قن کو ان دونوں کے بدلے قتل کیا جائے گا (کیونکہ یہ دونوں غلام ہی ہے)۔

فائدہ:...... عبد قن اس غلام کو کہتے ہیں جس کے والدین بھی غلام ہوں۔

جناب عمرو بن شعیب اپنے پردادا محترم سے روایت کرتے ہیں اور وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان

فرمایا: ''بیٹے کے بدلے میں باپ کو قتل نہ کیا جائے۔'' (صحیح، ترمذی: ۱۴۰۰، ابن ماجہ: ۲۶۶۲)

بعض راویوں نے اس حدیث کو عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عن عمر بن الخطاب کی سند سے بیان کیا ہے اور بعض نے عن سراقہ بن مالک کی سند سے اس حدیث کی سند میں اگرچہ اضطراب ہے (جس کی بنا پر یہ روایت ضعیف ہے) لیکن اس کے باوجود قابل عمل اور قابل حجت ہے اور اسی پر تمام اہل علم کا عمل ہے۔ ان کا کہنا ہے والدین میں سے کسی ایک کو اولاد کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح والدین کو اولاد پر الزام اور تہمت لگانے کی صورت میں حد قذف نہیں لگائی جائے گی۔ اس کے برعکس اولاد کو ماں باپ کے بدلے میں قتل کیا جائے اور الزام تراشی کی صورت میں حد قذف لگائی جائے گی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیٹے کے بدلے میں باپ سے قصاص نہ لیا جائے۔'' (حسن، ترمذی: ۱۴۰۱، ابن ماجہ: ۲۶۶۱)

فائدہ: ماں باپ کے ہاتھ سے اگر اولاد قتل ہو جائے تو ماں باپ کو قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا، البتہ دوسری مناسب سزا ضروری ہے۔

(۲۵۳۴)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الوهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الكِسَائِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وأنا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ، أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبْجَرَ، عَنْ إِيَادِ بْنِ لَقِيطٍ......

عَنْ أَبِي رِمْثَةَ، قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أَبِي عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَأَى أَبِي الَّذِي بِظَهْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: دَعْنِي أُعَالِجُ الَّذِي بِظَهْرِكَ فَإِنِّي طَبِيبٌ، فَقَالَ: ((أَنْتَ رَفِيقٌ)) وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ هَذَا مَعَكَ؟)) قَالَ: ابْنِي أَشْهَدُ بِهِ، فَقَالَ: ((أَمَا إِنَّهُ لا يَجْنِي عَلَيْكَ وَلا تَجْنِي عَلَيْهِ۔))

سیدنا ابو رمثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے والد کے ساتھ حاضر ہوا، میرے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر پر خاتم نبوت کو دیکھا تو کہا: مجھے اجازت دیجئے! میں آپ کی کمر پر موجود چیز کا علاج کروں، میں طبیب ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نرمی اور مہربانی کرنے والا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: ''یہ تیرے ساتھ کون ہے؟'' انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ میرا بیٹا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خبردار! یہ تیرے جرم کا ذمہ دار نہیں اور تو اس کے جرم کا ذمہ دار نہیں۔''

(۲۵۳۴) اسناده صحيح على شرط مسلم ......أخرجه الامام احمد فى المسند: ۱۷۴۹۳

شرح مسند احمد بن حنبل میں اسی سند کے ساتھ مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو شفقت اور مہربانی کرنے والا اور اللہ تعالیٰ طبیب ہے (بیماری کو جڑ سے ختم کرنے والا ہے)۔''

(أَنْتَ رَفِيْقٌ) ''تو مہربان اور ترس کھانے والا ہے'' مطلب یہ ہے کہ تو مریض کے حال پر ترس کھانے والا ہے کہ کہیں اس بیماری کی لپیٹ میں اس کا سارا جسم ہی نہ آجائے اور اس مرض کے جراثیم پورے بدن میں سرایت نہ کر جائیں اس لیے تو مریض کے مناسب حال دوائی دیتا ہے تاکہ مرض کا قلع قمع ہو۔

الطبیب سے مراد بیماری اور علاج کی حقیقتوں سے واقف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے، وہی صحت وتندرستی عطا کرنے پر قادر ہے۔ اللہ واحد قہار کے سوا کسی میں مریض کو شفایاب کرنے کی طاقت نہیں۔

شفا طلب کرتے وقت ان ناموں سے پکارنا مثلاً یوں کہنا: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمُصِحُّ وَالْمُمَرِّضُ وَالْمُدَاوِیْ وَالطَّبِيْبُ وغیرہ کے الفاظ سے دعا کرنا، اسی طرح یوں کہنا اے طبیب ایسے کر دے جیسا کہ یا حلیم اور یا کریم کہا جاتا ہے، تو یہ آداب دعا کے منافی ہوگا۔

فائده: کیونکہ یہ الفاظ اسماء اللہ الحسنیٰ میں شامل نہیں۔ (ع، س)

(9)......بَابُ قَتْلِ الْجَمَاعَةِ بِالْوَاحِدِ

ایک آدمی کے بدلے جماعت کو قتل کرنا

(٢٥٣٥)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَخْبَرَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ......

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَتَلَ نَفَرًا خَمْسَةً أَوْ سَبْعَةً بِرَجُلٍ وَاحِدٍ، قَتَلُوهُ قَتْلَ غِيلَةٍ، وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: لَوْ تَمَالأَ عَلَيْهِ أَهْلُ صَنْعَاءَ لَقَتَلْتُهُمْ جَمِيعًا۔

جناب سعید بن مسیّب رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک جماعت یعنی پانچ یا سات افراد کو ایک آدمی کے بدلے میں قتل کیا، جنہوں نے اس شخص کو دھوکے سے قتل کر دیا تھا، اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تمام اہل صنعاء اس کے خلاف تعاون کرتے تو میں سب کو قتل کر دیتا۔

شرح جناب مغیرہ بن حکیم اپنے والد محترم سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ چار افراد نے مل کر ایک بچے کو قتل کر دیا تھا، تب بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کا جملہ ارشاد فرمایا تھا۔ (صحیح بخاری معلقا: کتاب الدیات، باب اذا اصاب قوم من رجل هل يعاقب ام يقتص منهم كلهم)

(٢٥٣٥) أخرجه البخاري: ٦٨٩٦، ومسلم:

(قَتَلُوهُ غِيْلَةً) ''انہوں نے بہانے سے اس کو قتل کر دیا تھا'' جب کوئی شخص دوسرے کے ساتھ دھوکے سے پیش آئے اور اس کا مال لوٹ لینا چاہتا ہو تو کہا جاتا ہے۔ اِغْتَالَنِيْ فُلَانٌ۔ ''فلاں نے مجھ سے فراڈ کیا۔''

الغِيْلَة کے مفہوم میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی کو بہلا پھسلا کے ایسے مخفی مقام میں لے جانا جہاں اس کو قتل کیا جا سکے اور پھر موقع پا کر اس کو قتل کر دیا جائے۔ اہل عرب کا محاورہ ہے کہ لَا تَنْفَعُ حِيْلَةٌ مِنْ غِيْلَةٍ ، حیلہ انسان کو دھوکے سے نہیں بچا سکتا۔

الفتك کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص اپنے دھیان میں لگا ہوا ہو اور دوسرا شخص اسے غفلت کی حالت میں دبوچ کر قتل کر دے۔

(لَوْ تَمَالأَ عَلَيْهِ أَهْلُ صَنْعَاء) اگر صنعا شہر کے تمام باشندے جمع ہو کر ایک دوسرے کی معاونت کرتے، لفظ تمالا لفظ الملا سے ماخوذ ہے جس سے مراد کسی قوم کے سر برآوردہ افراد ہیں جن کی ایک ہی بات ہو اور وہ پوری طرح یک زبان ہوں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: اللہ کی قسم! نہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے اور نہ ہی ان کے قتل میں معاونت کی ہے۔

اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے کہ اگر ایک شخص کے قتل میں ایک جماعت شریک ہو تو سب کو قصاصاً قتل کر دیا جائے گا۔ سیدنا عمر، سیدنا علی اور سیدنا عبداللہ بن عباس رحمہ اللہ علیہ کا یہی قول ہے جناب سعید بن مسیّب، حسن، عطاء اسی کے قائل ہیں۔ امام مالک، اوزاعی، ثوری، شافعی، احمد، اسحاق رحمہ اللہ علیہ اور اہل رائے یہی رائے رکھتے ہیں، امام ربیعہ نے کہا: ایسی صورت میں بالکل قصاص نہیں ہے۔

اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ مقتول کے ولی کو چاہیے کہ وہ قاتلوں کی ٹیم میں سے کسی ایک کا قتل کے لیے انتخاب کرے اور اسے قتل کر دے اور باقیوں سے شراکت کے اعتبار سے دیت وصول کر لے۔ ایسا موقف سیدنا معاذ اور سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، امام زہری اور ابن سیرین رحمہ اللہ علیہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

اگر لوگوں کی ایک جماعت مل کر کسی شخص کا ہاتھ کاٹ دے یا جسم کا کوئی اور عضو تو اس بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ شرکائے جرم میں سے ہر ایک کا ہاتھ یا متعلقہ عضو کاٹا جائے گا جس طرح ایک جماعت کو ایک آدمی کے قتل میں شریک ہونے کی بنا پر قتل کر دیا جائے گا۔

اور مطرف نے امام شعبی رحمہ اللہ سے بیان کیا کہ دو آدمیوں نے ایک شخص کے متعلق گواہی دی کہ اس نے چوری کی ہے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ اس کے بعد وہی دونوں ایک دوسرے شخص کو لائے اور کہا: ہم سے غلطی ہو گئی تھی (اصل میں چور یہ تھا) تو علی رضی اللہ عنہ نے ان کی شہادت کو باطل قرار دیا اور ان سے پہلے کا (جس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا) خون بہا لیا اور کہا کہ اگر مجھے یقین ہوتا کہ تم لوگوں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تو میں تم دونوں کا ہاتھ کاٹ

دیتا۔ (صحیح بخاری معلقا: کتاب الدیات، باب اذا اصاب قوم من رجل هل یعاقب ام یقتص منهم کلهم)

امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ایک ہاتھ کے بدلے بہت سارے ہاتھوں کو کاٹا جائے گا لیکن جب بہت سارے ہاتھوں نے ایک ہاتھ کو کاٹنے میں معاونت کی ہو مثلاً کچھ افراد نے مل کر چھری کو پکڑ کر ہاتھ پر رکھا اور کچھ دوسرے لوگوں نے چھری پر بوجھ ڈالا حتی کہ ہاتھ جسم سے کٹ کر الگ ہو گیا تو اس صورت میں سب کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

اگر کیفیت یہ ہو کہ ایک ہاتھ کاٹتے ہوئے ایک نے ایک طرف سے چھری چلائی اور دوسرے نے دوسری طرف سے حتی کہ دونوں کی چھریاں آپس میں ٹکرا گئیں تو دونوں کے ہاتھ ایک شخص کے ہاتھ کے بدلے میں نہیں کاٹے جائیں گے۔

بعض اہل علم کا یہ موقف بھی ہے کہ ایک عضو کے بدلے میں بہت سارے لوگوں کے اعضاء نہیں کاٹے جائیں گے۔ اہل رائے کا یہی موقف ہے۔

اگر ایک شخص ایک جماعت کو قتل کر دے تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک قاتل کو ان میں سے ایک کے بدلے قتل کر دیا جائے گا اور باقیوں کے ورثاء کو قاتل کے ترکے سے دیت دی جائے گی۔ اسی طرح اگر ایک شخص بہت سارے لوگوں کے ہاتھ کاٹ دے تو ان میں سے ایک کے بدلے میں اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور باقی افراد کو دیت دی جائے گی۔ مگر اہل رائے کے نزدیک مقتولین کی جماعت کے عوض صرف قاتل کو ہی قتل کیا جائے گا اور دیت نہیں لی جائے گی جس طرح اگر جماعت ایک آدمی کے قتل میں شریک ہو تو انہیں قتل کر دیا جاتا ہے (اور دیت وغیرہ کا کوئی مسئلہ نہیں ہوتا) اہل رائے کے نزدیک اگر ایک شخص بہت سارے لوگوں کے ہاتھ کاٹ دیتا ہے تو نتیجتاً اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور باقی ماندہ ان کے حقوق کو دیت سے پورا کیا جائے گا۔

اگر دو آدمی ایک شخص کے قتل میں شریک ہوں اور ان میں سے ایک مخطی (غلطی سے شریک قتل ہو) ہو تو جان بوجھ کر قتل کرنے والے پر بھی کوئی قصاص نہیں، جان کے بدلے میں بالاتفاق یہی موقف ہے (البتہ اعضائے جسم کے متعلق اختلاف ہے) اگر والد کسی دوسرے شخص کی شراکت سے اپنے بیٹے کو قتل کر دے تو امام شافعی ﷺ کے نزدیک والد پر کوئی قصاص نہیں البتہ دوسرے شخص کو قصاصاً قتل کر دیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک والد کے ساتھ شریک جرم شخص پر بھی قصاص نہیں جس طرح قتل خطا کے عامد شریک پر قصاص نہیں ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے یوں فرق کیا ہے کہ باپ ہونے کا شبہ باپ کی ذات تک محدود ہے اور باپ کا وجود شریک کے وجود سے الگ ہے چنانچہ شریک کے حق میں یہ شبہ ثابت نہیں ہوگا جبکہ قتل خطا کا شبہ خود فعل میں پایا جاتا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ اسے کہا ہی قتل خطا جاتا ہے۔

جب قتل خطا کرنے والے اور قتل عمد کرنے والے کا فعل محل قتل میں اکٹھا ہو گیا تو جانی قصاص کے منع ہونے میں شبہ

ثابت ہو گیا۔ اگر ایک شخص کسی کو پکڑ رکھے تا آنکہ دوسرا شخص اس کو قتل کر دے تو پکڑنے والے پر کوئی قصاص نہیں جس طرح اگر کوئی شخص کسی خاتون کو تھامے رکھے اور دوسرا شخص اس کی عزت لوٹ لے تو تھامنے والے پر کوئی حد نہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو پکڑے حالانکہ اسے بخوبی پتہ ہے کہ دوسرا شخص اس کو قتل کر دینا چاہتا ہے تو دونوں کو قصاص میں قتل کیا جائے گا، پکڑنے والے کو بھی اور قتل کرنے والے کو بھی اور اگر کوئی آدمی دوسرے کو پکڑے اور اس کے خیال میں صرف اتنا ہو کہ اگلا شخص صرف اس کو زدوکوب ہی کرے گا اور کچھ نہیں کہے گا (مگر مضروب قتل ہو جائے) تو مارنے والے شخص کو قتل کیا جائے گا اور پکڑنے والے کو سخت ترین سزا دی جائے گی اور اسے ایک سال تک محبوس رکھا جائے گا۔

(10)......بَابُ الدِّيَةِ

دیت کے احکام ومسائل

فائدہ: مقتول کے خون کے بدلے میں جو چیز مقتول کے وارثوں کو دی جائے، وہ دیت ہے اور دیت کی مقدار احادیث کی رو سے سو اونٹ یا اس کے مساوی قیمت سونے چاندی یا کرنسی کی شکل میں ہوگی۔ (ع،س)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلٰى أَهْلِهٖ﴾ ''جو شخص کسی مسلمان کو بلا قصد مار ڈالے، اس پر ایک مسلمان غلام کی گردن آزاد کرنا اور مقتول کے عزیزوں کو خون بہا پہنچانا ہے۔'' (سورۂ نساء:۹۲)

(۲۵۳۶)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الكِسَائِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَّالُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وأنا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أنا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ، حَدَّثَنَا الشَّافِعِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ رَبِيعَةَ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((أَلا إِنَّ فِي قَتِيلِ الْعَمْدِ الْخَطَإِ بِالسَّوْطِ أَوِ الْعَصَا مِئَةً مِنَ الإِبِلِ مُغَلَّظَةً، مِنْهَا أَرْبَعُونَ خَلِفَةً فِي بُطُونِهَا أَوْلادُهَا۔))

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار! قتل شبہ عمد یعنی جو کوڑے یا لاٹھی کی مار سے ہو اس کی دیت سو اونٹ مغلظہ ہے، ان میں چالیس اونٹنیاں ایسی ہوں جن کے پیٹوں میں بچے ہوں۔''

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: تمام اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایک آزاد مسلمان کی دیت سو اونٹ ہے پھر قتل عمد کی صورت میں دیت مغلظہ (ثقیل اور بھاری) ہے جسے قاتل کے مال سے نقد وصول کیا جائے گا اور قتل شبہ

(۲۵۳۶) حسن ......أخرجه ابوداود ٤٥٤٩، والنسائی: ٤٨٠٥، وابن ماجه: ٢٦٢٧

عمد کی صورت میں دیت مغلظہ تو ہے مگر اس کی ادائیگی قاتل کی برادری پر ہے اور قسط وار اور تاخیر سے ہے اور قتل خطا (غلطی سے ہو جانے والے قتل) کی دیت مخففہ (ہلکی اور آسان) ہے اور اس کی ادائیگی بھی برادری کے لوگوں پر لازم ہے اور اس کی ادائیگی میں بھی تاخیر روا ہے۔ یاد رہے! دیت میں تغلیظ وتخفیف یعنی بھاری اور آسان ہونے کا تعلق اونٹوں کی عمروں کے ساتھ ہے، ہر صورت میں اونٹ سو ہی ادا کیے جائیں گے مگر عمروں کے تفاوت اور فرق کے ساتھ۔

دیت مغلظہ (شبہ عمد کی دیت) میں اونٹ تین قسموں کے ہوں: تیس اونٹنیاں تین سالہ، تیس اونٹنیاں چار سالہ اور چالیس اونٹنیاں حاملہ جن کے پیٹوں میں بچے ہوں۔ سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا زید بن ثابت اور سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے۔ جناب عطاء کا بھی یہی قول ہے نیز امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب بھی یہی ہے، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: دیت مغلظہ میں اونٹ چار طرح کے ہوں، پچیس اونٹنیاں ایک سالہ ہوں، پچیس اونٹنیاں دو سالہ، پچیس اور اونٹنیاں تین سالہ اور پچیس اونٹنیاں چار سالہ، امام سلیمان بن یسار الزہری، ربیعہ، امام مالک، احمد، اسحق رحمہم اللہ اور اہل رائے کا یہی موقف ہے۔

قتل خطا کی دیت کی صورت میں پانچ قسم کے اونٹ دیت میں وصول کیے جائیں گے۔ اکثر اہل علم کی یہی رائے ہے، البتہ ان کی تفصیل میں اختلاف ضرور پایا جاتا ہے۔ ایک قوم کا خیال ہے کہ بیس ایسی اونٹنیاں جن کی عمریں ایک سال ہوں، بیس ایسی اونٹنیاں جن کی عمریں دو سال ہوں، بیس نر اونٹ دو سالہ، بیس نر اونٹ تین سالہ اور بیس چار سالہ، یہ قول جناب عمر بن عبدالعزیز، سلیمان بن یسار، زہری، ربیعہ، لیث بن سعد، مالک اور شافعی رحمہم اللہ سے مروی ہے اور بعض لوگوں نے بنولبون (دو سالہ) کی بجائے بنو مخاض (ایک سالہ نر) کی ادائیگی کی بات کی ہے۔

فائدہ: اس صورت میں دیت کی تفصیل یوں ہوگی، بیس اونٹنیاں ایک سالہ، بیس اونٹنیاں دو سالہ، بیس نر اونٹ ایک سالہ، بیس تین سالہ اور بیس چار سالہ۔

یہ تفصیل سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ امام احمد، اسحاق اور اہل رائے سے مروی ہے۔ ان حضرات کی دلیل سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل خطا کی دیت میں فیصلہ فرمایا: بیس اونٹنیاں ایک سالہ، بیس اونٹ مذکر ایک سالہ، بیس اونٹنیاں دو سالہ، بیس اونٹنیاں چار سالہ اور بیس اونٹنیاں تین سالہ۔

(ضعیف، ابوداود: ٤٥٤٥، ترمذی: ١٣٨٦، ابن ماجه: ٢٦٣١، نسائی: ٤٨١٦)

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس ترتیب سے اعراض برتا ہے کیونکہ اس حدیث کا راوی خشف بن مالک مجہول ہے اور وہ اس حدیث کے علاوہ معروف نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے خیبر کے مقتول کی دیت صدقے کے اونٹوں سے سو اونٹ دی۔

(صحیح بخاری: ٦٨٩٨، صحیح مسلم: ١٦٦٩)

اور زکاۃ کے اونٹوں میں ایک سالہ مذکر وصول نہیں کیا جاتا، بلکہ زکاۃ میں دوسالہ مذکر وصول کیا جاتا ہے، جب اونٹوں کی تعداد پچیس ہو جائے اور ایک سالہ اونٹنی دستیاب نہ ہو۔

اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ قتل خطا کی دیت کے اونٹ چار طرح کے ہوں: پچیس اونٹنیاں ایک سالہ، پچیس اونٹنیاں دوسالہ، پچیس اونٹنیاں تین سالہ اور پچیس اونٹنیاں چار سالہ، سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، شعبی، نخعی اور حسن بصری رحمہم اللہ کا مذہب یہی ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے شبہ عمد کی دیت میں اونٹوں کی تین قسمیں مروی ہیں: تینتیس اونٹنیاں تین سالہ، تینتیس اونٹنیاں چار سالہ اور چونتیس اونٹنیاں چھ سے نو سال کے درمیان اور (یہ آخری) سب حاملہ ہوں۔ امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث مبارکہ سے قتل عمد اور قتل خطا کا اثبات ہوتا ہے۔ بعض اہل علم کا گمان ہے کہ قتل صرف دو ہی ہوتے ہیں قتل عمد اور قتل خطا، رہا قتل شبہ عمد تو وہ معروف نہیں، یہ امام مالک رحمہ اللہ علیہ کا قول ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے قتل شبہ عمد پر دلیل سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ سے حاصل کی ہے کہ کسی وزنی چیز سے کسی کو قتل کرنا قتل شبہ عمد ہوتا ہے اور اس میں قصاص واجب نہیں ہوتا (بلکہ دیت مغلظہ ہے) لیکن اس حدیث میں ان کے لیے کوئی حجت اور دلیل کا پہلو نہیں کیونکہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ والی روایت میں کوڑے اور ڈنڈے کے ساتھ مارنے کا تذکرہ ہے جس سے عموماً خفیف ضرب ہی لگتی ہے اور اس سے قتل کا ارادہ نہیں ہوتا بلکہ صرف مارنے پیٹنے کا ارادہ ہوتا ہے، کوڑے اور ڈنڈے کا معاملہ بالعموم ایسا ہی ہوتا ہے۔ اگر اس کے باوجود ایسی ضرب سے کوئی بندہ مر جائے تو اسے قتل شبہ عمد کہتے ہیں، باقی رہا کسی بھاری اور وزنی چیز سے کسی کو مارنا (جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے) تو اس کے ڈنڈے تو لوہے کے تیز دھار آلے سے ملتے اور مماثلت رکھتے ہیں جو بنایا ہی کسی کو قتل کرنے کے لیے گیا ہو۔

فائدہ: یعنی وزنی چیز سے کسی کو مارنا قتل عمد کی ذیل میں آتا ہے قتل شبہ عمد کی ذیل میں نہیں آتا جیسا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سمجھتے ہیں۔ (ع،س)

(٢٥٣٧)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَنَا الرَّبِيعُ، أَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنَا مُسْلِمٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى......

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، وَعَنْ مَكْحُولٍ، وَعَطَاءٍ، قَالُوا: أَدْرَكْنَا النَّاسَ عَلَى أَنَّ دِيَةَ الْمُسْلِمِ

جناب ابن شہاب زہری، مکحول اور عطاء رحمہم اللہ بیان کرتے ہیں: ہم نے لوگوں کو اس بات پر پایا کہ ایک آزاد مسلمان

(٢٥٣٧) اسناده منقطع، ومسلم فيه ضعف ......أخرجه الامام الشافعي فى المسند: ١٥٨٥، والبيهقي: ٨/ ٩٥

الْـحُـرِّ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّـمَ مِـائَةٌ مِـنَ الإِبِـلِ ، فَـقَـوَّمَ عُمَرُ بْنُ الْـخَـطَّابِ تِلْكَ الدِّيَةَ عَلَى أَهْلِ الْقُرَى أَلْفَ دِينَارٍ ، أَوِ اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفَ دِرْهَمٍ۔ وَدِيَةُ الْحُرَّةِ الْـمُسْـلِـمَةِ إِذَا كَانَتْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى خَمْسُ مِـائَةِ دِيـنَـارٍ ، أَوْ سِتَّةُ آلافِ دِرْهَمٍ ، فَإِذَا كَانَ الَّـذِي أَصَـابَـهَـا مِـنَ الأَعْـرَابِ ، فَدِيَتُهَا خَـمْسُـونَ مِـنَ الإِبِـلِ لا يُـكَـلَّفُ الأَعْرَابِيُّ الذَّهَبَ وَلا الْوَرِقَ۔

کی دیت رسول اللہ ﷺ کے عہد اقدس میں سو اونٹ تھی، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس دیت کا اندازہ دیہاتیوں کے لیے ایک ہزار دینار یا بارہ سو درہم مقرر کیا اور ایک آزاد دیہاتی مسلمان عورت کی دیت پانچ سو دینار یا چھ سو درھم مقرر فرمائی اور اگر وہ خاتون بادیہ نشین ہو تو اس کی دیت پچاس اونٹ ہے اور بادیہ نشین کو سونے اور چاندی کی ادائیگی کے لیے مجبور نہ کیا جائے، مسلمان آزاد عورت، جبکہ وہ دیہاتی لوگوں سے ہو، کی دیت پانچ سو دینار یا چھ ہزار درہم ہوگی، اگر اس کو قتل کرنے والا بھی بادیہ نشین ہوگا تو اس کی دیت پچاس اونٹ ہوگی، بادیہ نشین کو سونے اور چاندی کی تکلیف نہیں دی جائے گی۔

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اہل علم کا دیت کے تقرر کے بارے میں اختلاف ہے کہ دراہم ودنانیر کی صورت میں کتنی مقدار ادا کی جائے، بعض اہل علم کا خیال ہے کہ دیت میں اصل اونٹ ہیں، اگر وہ دستیاب نہ ہوں تو جو کچھ بھی دیا جائے گا وہ اونٹوں کی قیمت کے مطابق دیا جائے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول جدید یہی ہے، اس موقف پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جو جناب عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قتل خطا میں دیہات والوں پر اونٹوں کی قیمت کے اعتبار سے دیت لاگو کرتے تھے، چار سو دینار یا اس کے مساوی چاندی، جب اونٹ مہنگے ہو جاتے تو آپ دیت کی قیمت بڑھا دیتے اور جب سستے ہو جاتے تو دیت کی قیمت کم کر دیتے۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں یہ قیمت چار سو دینار سے آٹھ سو دینار تک یا اس کے برابر آٹھ ہزار درہم رہی۔

(حسن، ابوداود: ٤٥٦٤، نسائی: ٤٨١٥)

امام شافعی رحمہ اللہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ کا جس میں دیت کے اونٹوں کی تعداد بارہ ہزار درہم مذکور ہے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ان کے زمانے میں اونٹ مہنگے ہو گئے ہوں گے اور ان کی قیمت ہزار دینار اور بارہ ہزار درہم تک پہنچ گئی ہوگی۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے اس موقف کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو جناب عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں دیت کی قیمت آٹھ سو دینار (سونے کی) یا آٹھ ہزار درہم (چاندی کے) تھی اور ان دنوں اہل کتاب کی دیت مسلمانوں کی دیت کے مقابلے میں آدھی ہوتی تھی، چنانچہ معاملہ ایسے ہی رہا حتی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے خطبہ دیا اور کہا: بلاشبہ اونٹ مہنگے ہو گئے ہیں، پھر انہوں نے

یہ دیت سونے والوں پر ایک ہزار دینار اور چاندی والوں پر بارہ ہزار دینار کردی، گائے والوں کے لیے دوسو گائے اور بکریوں والوں کے لیے دو ہزار بکریاں، حلے (خاص قسم کے کپڑے) تیار کرنے والوں کے لیے دوسو حلے مقرر کی، اور ذمی کی دیت ویسے ہی رہنے دی اور اسے نہیں بڑھایا۔(حسن، ابوداود: ٤٥٤٢)

امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے قدیم قول میں اس اندازے کو پسند کیا ہے جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اونٹوں کی عدم دستیابی اور مہنگے ہو جانے کی صورت میں مقرر فرمایا، انہوں نے اپنے زمانہ میں ہزار دینار اور بارہ ہزار درہم مقرر فرمائے۔ جناب عکرمہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ بنوعدی کا ایک آدمی قتل ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت بارہ ہزار (درہم) طے فرمائی۔

بعض اہل علم کا یہ موقف بھی ہے کہ دیت کی تین اصلیں ہیں: سواونٹ، ہزار دینار یا بارہ ہزار درہم (چاندی)۔ جناب حسن بصری، عروہ بن زبیر، مالک، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ سے اسی طرح مروی ہے جبکہ بعض کا خیال ہے کہ ایک شخص کی دیت سواونٹ، ہزار دینار (سونا) یا دس ہزار درہم (چاندی) ہے، یہ قول سفیان ثوری، ابن شبرمہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔

ابو یوسف اور محمد نے کہا: دیت اونٹوں والوں پر ایک سو اونٹ، سونے والوں پر ایک ہزار دینار اور چاندی والوں پر دس ہزار درہم، گائے والوں پر دوسو گائے، بکریوں والوں پر دو ہزار بکریاں اور حلے (خاص قسم کے کپڑے) تیار کرنے والوں کے لیے دوسو حلے ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہم اللہ نے بھی گائے اور بکریوں والوں پر یہی مقدار مقرر کی اور دیگر علماء نے دیت میں گائے، بکریاں اور حلے دینے کی بات نہیں کی۔ عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے اسی طرح عورت کے اعضاء کی دیت بھی مرد کے اعضاء کی بہ نسبت آدھی ہے، اور قتل خطا کی دیت امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تین امور کی بنا پر مغلظہ ہو جاتی ہے، جب کوئی بلدِ حرام (حرمت والے شہر مکہ) میں کسی کو قتل کر دے یا حرمت والے مہینے میں یا کوئی اپنے محرم رشتہ دار کو قتل کر دے تو ان صورتوں میں وہی دیت ادا کرنا واجب ٹھہرے گا جو قتل شبہ عمد میں ادا کرنا ہوتی ہے اور یہی اصول اعضائے جسم کے عوضانے میں ملحوظ رکھا جائے گا اور جب عوضانہ دراہم و دنانیر کی صورت میں ادا کرنا ہو تو مذکورہ صدر تینوں صورتوں میں ایک ثلث زائد وصول کیا جائے گا۔ سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے، مروی ہے کہ ایک خاتون جسے مکہ میں روند ڈالا گیا تھا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں فیصلہ کیا کہ مکمل دیت کے ساتھ ایک ثلث مزید وصول کیا جائے۔ اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ ان صورتوں میں بھی دیت مغلظہ وصول نہیں کی جائے گی۔ یہ اہل رائے کا موقف ہے۔

مروی ہے کہ جناب سعید بن مسیّب اور سلیمان بن یسار سے دریافت کیا گیا کہ بلدِ حرام (حرمت والے شہر) میں دیت مغلظہ ہو جاتی ہے؟ تو ان دونوں نے کہا: نہیں لیکن اس جرم کی سنگینی ضرور بڑھ جاتی ہے۔ جناب سعید سے پوچھا گیا: کیا کسی کو زخمی کرنے سے بھی سنگینی میں اضافہ ہو جاتا ہے جس طرح کسی کو قتل کر دینے سے ہوتا ہے تو انہوں نے کہا: ''جی ہاں''

(11)......بَابُ دِيَّةِ الْأَعْضَاءِ

اعضائے جسم کی دیت کا بیان

(٢٥٣٨)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ فِي الْكِتَابِ الَّذِي كَتَبَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ فِي الْعُقُولِ: ((أَنَّ فِي النَّفْسِ مِائَةً مِنَ الإِبِلِ، وَفِي الأَنْفِ إِذَا أُوعِيَ جَدْعًا مِائَةٌ مِنَ الإِبِلِ، وَفِي الْمَأْمُومَةِ ثُلُثُ النَّفْسِ، وَفِي الْجَائِفَةِ مِثْلُهَا، وَفِي الْعَيْنِ خَمْسُونَ، وَفِي الْيَدِ خَمْسُونَ، وَفِي الرِّجْلِ خَمْسُونَ، وَفِي كُلِّ إِصْبَعٍ مِمَّا هُنَالِكَ عَشْرٌ مِنَ الإِبِلِ، وَفِي السِّنِّ خَمْسٌ، وَفِي الْمُوضِحَةِ خَمْسٌ۔))

جناب عبداللہ بن ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم اپنے والد (ابوبکر) سے بیان کرتے ہیں کہ وہ مکتوب جو رسول اللہ ﷺ نے (سیدنا) عمرو بن حزم کو لکھا جس میں دیتوں کے احکام ومسائل تھے۔ اس میں تھا: ''ایک جان کے قتل کی دیت سو اونٹ ہے اور ناک میں بھی پوری دیت ہے جبکہ اسے جڑ سے کاٹا گیا ہو، دفاع کے زخم اور پیٹ کے زخم میں ایک تہائی دیت ہے، ایک آنکھ، ایک ہاتھ اور ایک ٹانگ کی دیت پچاس اونٹ ہے اور ہر انگلی جو جڑ سے کاٹی جائے اس کی دیت دس اونٹ ہے، دانت کی دیت پانچ اونٹ ہے اور ایسے زخم میں جس سے ہڈی نظر آنے لگے پانچ اونٹ دیت ہے۔''

شرح (أُوْعِيَ جَدْعًا) اور ایک روایت میں (أُوْعِبَ جَدْعاً) کے الفاظ مروی ہیں۔ دونوں کے معنی جڑ سے کاٹے جانے کے ہیں۔

(٢٥٣٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْبَغَوِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ((هٰذِهِ وَهٰذِهِ سَوَاءٌ۔)) وَأَشَارَ إِلَى الْخِنْصَرِ وَالإِبْهَامِ۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یہ اور یہ (دیت میں) برابر ہیں اور آپ نے چھنگلی اور انگوٹھے کی طرف اشارہ کیا۔''

شرح سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمام انگلیاں برابر ہیں، تمام

(٢٥٣٨) صحيح وللحديث شواهد ......أخرجه النسائي: ٤٨٦٨

(٢٥٣٩) أخرجه البخاري: ٦٨٩٥

دانت برابر ہیں، ثنیہ (اوپر اور نیچے کے درمیانی دو دانت) اور داڑھ برابر ہے۔''

(صحيح، ابوداود: ٤٥٥٩، ابن ماجه: ٢٦٥٠)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کی دیت برابر قرار دی ہے۔

(صحيح، ابوداود: ٤٥٦١، ترمذي: ١٣٩١)

(٢٥٤٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْبَغَوِيُّ، نَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَنَا شُعْبَةُ، عَنْ غَالِبٍ التَّمَّارِ، سَمِعْتُ أَوْسَ بْنَ مَسْرُوقٍ، أَوْ مَسْرُوقَ بْنَ أَوْسٍ......

أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا مُوسَى الأَشْعَرِيَّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((الأَصَابِعُ سَوَاءٌ۔)) قُلْتُ: عَشْرٌ عَشْرٌ؟ قَالَ: ((نَعَمْ۔))

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انگلیاں سب برابر ہیں۔'' میں نے عرض کیا: ہر انگلی کے دس دس اونٹ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں۔''

شرح ابوالولید نے شعبہ کے بعد مسروق بن ایاس کا نام ذکر کیا ہے۔

فائدہ: انگلیاں ہاتھ کی ہوں یا پاؤں کی، انگوٹھا یا چھنگلیا وغیرہ سبھی برابر ہیں، ہر ایک میں دس دس اونٹ دیت ہے۔

(٢٥٤١)۔ وَرُوِيَ عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، ......

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ: ((فِي الْمَوَاضِحِ خَمْسٌ خَمْسٌ، وَفِي الأَسْنَانِ خَمْسٌ خَمْسٌ، وَفِي الأَصَابِعِ عَشْرٌ عَشْرٌ۔))

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جن زخموں سے ہڈی ظاہر ہو جائے ان میں پانچ اونٹ (دیت) ہے اور دانتوں میں پانچ اونٹ ہے اور انگلیوں میں دس اونٹ ہے۔''

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: ایک انسان کے جسم کے تیرہ اعضاء ایسے ہیں جن کو کاٹنے پر مکمل دیت ادا کرنا پڑتی ہے۔

(۱)......ناک کا نرم کنارہ: اگر کوئی ناک کا پورا نرم کنارہ کاٹ دے تو اسے پوری دیت ادا کرنا ہوگی اور وہ ہے سو اونٹ۔ ایک طرف کے نرم حصے کو کاٹ ڈالنے کی صورت میں آدھی دیت ادا کرنا ہوگی، ناک کا سرا کوئی جتنا کاٹے گا اس کی مقدار کے مطابق دیت ادا کرنا ہوگی۔ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: ناک کی نوک کاٹنے میں ایک تہائی دیت ہے۔

(٢٥٤٠) صحيح ......أخرجه ابوداود: ٤٥٥٧، والنسائي: ٤٨٥٩، وابن ماجه: ٢٦٥٤

(٢٥٤١) حسن صحيح ......أخرجه ابوداود: ٤٥٦٢، وابن ماجه: ٢٦٥٣، والنسائي: ٤٨٥٠

امام مجاہد، مکحول، احمد اور اسحاق ﷭ کا یہی قول ہے۔

بعض اہل علم کا کہنا ہے، ناک کا بانسہ (نرم کنارہ) کاٹنے میں آدھی دیت ہے۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ناک کے نتھنوں کے درمیان کی دیوار کاٹنے پر ایک تہائی دیت واجب ہوتی ہے۔

الوترہ، سے مراد ناک کے نتھنوں کی درمیانی دیوار ہے۔

(۲) ......دونوں آنکھوں کی پلکیں: (بالائی اور تحتانی) کاٹنے کی صورت میں مکمل دیت (سو اونٹ) ادا کرنا واجب ہے۔ ایک آنکھ کی دونوں پلکیں کاٹنے کی صورت میں آدھی دیت پڑتی ہے اور ایک پلک کاٹنے کی صورت میں چوتھائی دیت یعنی پچیس اونٹ کی ادائیگی لازم آتی ہے۔

جفن سے مراد پپوٹے ہیں جن سے آنکھوں کو بند کیا جاتا ہے۔

(۳) ......دونوں کان: کسی کے دونوں کان کاٹ دینے کی صورت میں پوری دیت کی ادائیگی لازم آتی ہے اور ایک کان کاٹ دینے کی صورت میں آدھی دیت ہے۔

(۴) ......دونوں ہونٹ: دونوں ہونٹ کاٹ دینے کی صورت میں پوری دیت ہے اور ان میں سے ایک پر نصف دیت ہے، دیت کے ضمن میں بالائی اور تحتانی ہونٹ برابر ہیں اگرچہ ان میں سے ایک ہونٹ (اوپر والا) زیادہ بدنمائی اور بدصورتی کا موجب ہے، ان کا معاملہ ہاتھوں کی طرح ہے، دونوں ہاتھوں کی دیت یکساں ہے حالانکہ دائیاں ہاتھ منفعت اور فائدے میں فائق تر ہے۔

جناب سعید بن میسّب نے کہا: نچلا ہونٹ کاٹنے کی صورت میں دیت دو تہائی ہوگی۔

الشفتان سے مراد ہونٹ ہیں جو گولائی میں اوپر اور نیچے سے دانتوں کو چھپا لیتے ہیں اور الگ الگ ہونے کی صورت میں دانت ظاہر اور عیاں ہو جاتے ہیں۔

(۵) ......زبان: مکمل زبان کاٹنے کی صورت میں پوری اور کامل دیت ادا کرنا ہوگی۔

(۶) ......منہ کے تمام دانت: پورے دانت یعنی بتیس نکال دینے کی صورت میں کامل دیت ادا کرنا ہوگی جبکہ اکیلے دانت کی دیت پانچ اونٹ ہے۔

(۷) ......دونوں جبڑے: دونوں جبڑے نکال دینے کی صورت میں پوری دیت ہے اور ایک جبڑے کی دیت آدھی ہے۔ اگر کوئی جبڑے دانتوں سمیت نکال دے تو اس پر جبڑے اور دانتوں دونوں کی دیت پڑے گی۔ یاد رہے! ایک دانت کی دیت پانچ اونٹ ہے۔

(۸) ......دونوں ہاتھ: دونوں ہاتھ کاٹ دینے کی صورت میں پوری دیت ہے اور ایک ہاتھ کاٹنے کی صورت میں آدھی دیت۔ ایک انگلی کی دیت دس اونٹ ہے، پاؤں کی انگلیوں کا بھی یہی حساب ہے۔ انگلی کے ایک پور کی دیت انگلی

کی دیت کا ثلث (۱/۳) ہے ماسوائے انگوٹھے کے پور کے کہ اس میں انگلی کی دیت کا نصف لازم آتا ہے (یعنی پانچ اونٹ) اس لیے کہ انگوٹھے کے دو پور ہی تو ہوتے ہیں دیت کے باب میں پاؤں اور ہاتھوں کی انگلیوں کے درمیان میں کوئی فرق نہیں۔

(۹)......دونوں ٹانگیں: دونوں ٹانگیں کاٹ دینے کی صورت میں مکمل دیت لازم آتی ہے اور ایک میں آدھی دیت۔

(۱۰)......دونوں سرین: دونوں سرین کاٹ دینے کی صورت میں پوری دیت کی ادائیگی لازم آتی ہے خواہ ہڈی ننگی نہ بھی ہوئی ہو، ایک سرین کاٹ دینے کی صورت میں آدھی دیت پڑتی ہے۔

اَلْاِلْیَتَانِ سے مراد کمر کے آخر سے لے کرران کے شروع ہونے تک کا ابھرا ہوا گوشت، جس پر انسان بیٹھتا ہے۔ اسے فارسی میں سرین (چوتڑ) کہتے ہیں۔

(۱۱)......آلہ تناسل کی سپاری: اس کو کاٹ دینے پر بھی پوری دیت کی ادائیگی لازم آتی ہے اور اگر سپاری کا کچھ حصہ کاٹ دیا جائے تو کٹے ہوئے حصے کے حساب سے دیت ادا کرنا ہوگی۔

(۱۲)......خُصْیَتَیْنِ: کاٹ دینے کی صورت میں پوری دیت لازم آتی ہے اور ایک گولی نکال دینے کی صورت میں آدھی دیت۔ اس میں دائیں اور بائیں کی کوئی قید نہیں جس طرح ہاتھوں اور پاؤں کا معاملہ ہے کہ ان میں بھی داہنے اور بائیں کا کوئی فرق نہیں۔

(۱۳)......کمر کی ریڑھ کی ہڈی: اگر کوئی شخص دوسرے کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دے جس سے اس کا چلنا پھرنا موقوف ہو جائے تو توڑنے والے پر پوری دیت کی ادائیگی لازم ٹھہرتی ہے۔

اگر کسی نے دوسرے شخص کے ہاتھ، پاؤں، ذکر، کان، آنکھوں کے کوے، زبان اور ہونٹوں پر کوئی چیز ماری جس سے مذکورہ صدر اعضاء میں سے کوئی ایک شل ہو گیا اور اس نے اپنا کام کرنا چھوڑ دیا تو اس کا حکم اس عضو کو کاٹ دینے کا ہی ہے، یعنی جو دیت اس عضو کو کاٹ دینے کی صورت میں پڑتی ہے وہی دیت شل کر دینے کی صورت میں پڑتی ہے۔

اگر کوئی دوسرے کو ایسی ضرب مارے جس سے اس کا عقل وشعور جاتا رہے تو مارنے والے پر پوری دیت ہے۔ اسی طرح اگر کسی کے مارنے سے دوسرے کی بصارت، سماعت، سونگھنے کی قوت، چکھنے کی صلاحیت یا گفتگو کی صلاحیت ختم ہو جائے اس طرح کہ وہ بے چارہ ایک لفظ نہ بول سکے تو مارنے والے پر پوری دیت کی ادائیگی لازم آئے گی، ایک آنکھ کی بصارت ضائع ہونے ایک کان کی شنوائی ختم ہونے کی صورت میں آدھی دیت ہے، خواہ مضروب کا دوسرا عضو صحیح سلامت ہو یا نہ۔

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: جب کوئی کانے شخص کی صحیح آنکھ کو پھوڑ دے تو اس پر پوری دیت پڑے گی۔ امام زہری رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اور جناب سلیمان بن یسار رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ کسی

خاتون کے دونوں ابرو کاٹ ڈالنے کی صورت میں پوری دیت ہے اور ایک کاٹ دینے کی صورت میں آدھی ہے، عورت کے پستانوں کے دونوں سروں کو کاٹ دینے کی صورت میں پوری دیت ہے اور ایک کو کاٹ دینے کی صورت میں آدھی دیت ہے۔

مرد کے پستان کے دونوں سروں کو کاٹ ڈالنے کے متعلق دو قول ہیں ایک تو یہ کہ پوری دیت لازم آتی ہے جس طرح عورت کے پستانوں کو معاملہ ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ان میں دیت واجب نہیں ہوتی بلکہ جرمانہ اور تاوان لازم آتا ہے، کیونکہ مرد کے پستان اپنے اندر کچھ افادہ نہیں رکھتے جبکہ عورت کے پستانوں میں بچے کو دودھ پلانے کی منفعت ہے۔

جب تک سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیت میں انگلیوں کی برابری والی حدیث نہیں پہنچی تھی تو حضرت انگلیوں کی دیت میں ان کی منفعت کو پیش نظر رکھتے ہوئے فرق کرتے تھے مثلاً انگوٹھے میں بطور دیت پندرہ اونٹوں کا حکم کرتے، درمیانی انگلی اور انگشت شہادت میں دس اونٹوں کا، بنصر (چھنگلی کے ساتھ والی) میں نو اونٹوں کا اور خنصر (چھنگلی) میں چھ کا۔ ان کے دور میں فیصلے اسی طرح ہوتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے وہ خط ملاحظہ کیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمرو بن حزم کو تحریر کیا تھا جس میں رقم تھا: ((اِنَّ فِیْ کُلِّ اُصْبُعٍ عَشْرًا مِنَ الْاِبِلِ۔)) ...... ''بلاشبہ ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہے۔'' (سندہ ضعیف، مسند شافعی: ۹۸۰) (لیکن شرعی مسئلہ ایسے ہی ہے کہ انگلی کی دیت دس اونٹ ہے۔)

حدیث مبارکہ ملنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کو دستور العمل بنا لیا۔ اسی طرح آپ سامنے کے دانتوں میں پانچ پانچ اونٹوں کا فیصلہ کرتے تھے اور داڑھوں میں ایک ایک اونٹ کا۔

اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کی دیت برابر ہے اور یہ کہ ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہے۔ اسی طرح تمام دانتوں کی دیت برابر ہے جس طرح اہل علم کا اس امر میں اتفاق ہے کہ چھوٹے بچے اور بڑے آدمی نیز کمزور ولاغر اور قوی وصحت مند کی دیت یکساں ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: سر اور چہرے میں دس قسم کے زخم ہو سکتے ہیں۔

(۱) ......اَلْحَارِصَة: اس سے مراد وہ معمولی زخم ہے جو تھوڑا سا کھال کو چیر دیتا ہے اور خراش لگا دیتا ہے، یعنی رگڑ۔ جب دھوبی کپڑا دھلائی کے وقت پھاڑ دے تو کہا جاتا ہے: حرص القصار الثوب۔

(۲) ......اَلدَّامِیَة: ایسا زخم جس سے خون بہہ پڑے۔

(۳) ......اَلْبَاضِعَة: ایسا چیر کہ جس سے جلد پھٹ جائے اور چر جائے۔

(٤) ......اَلْمُتَلَاحِمَة: ایسا زخم جو گوشت میں ذرا گہرا اتر جائے۔

(٥) ......اَلْمِلْطَاة: ایسا زخم جو اس جھلی تک پہنچ جائے جو گوشت اور ہڈی کے درمیان ہوتی ہے اسے سمحاق بھی کہتے ہیں۔

ان پانچ قسم کے زخموں میں جرمانہ اور ہرجانہ ہے دیت نہیں (جسے شارح نے حکومت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے لفظ حکومت کی وضاحت دسویں زخم کی تفصیل کے بعد ملاحظہ کریں۔)

(٦)......اَلْمُوَضِّحَة: ایسا زخم جو ہڈی کو نہ توڑے لیکن اسے ظاہر کردے، ایسے زخم میں پانچ اونٹ دیت واجب ہوتی ہے زخم چھوٹا ہو خواہ بڑا۔ اگر ایسا زخم سر اور چہرے پر مختلف جگہ پر لگ جائے اور زخم الگ الگ ہو تو ہر زخم کے بدلے پانچ، پانچ اونٹوں کی ادائیگی لازم آئے گی۔

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: نچلے جبڑے اور ناک کو میں سر میں داخل نہیں سمجھتا ان پہ لگے زخم کو الگ شمار کیا جائے گا کیونکہ یہ دونوں الگ ہڈیاں (اعضاء) ہیں۔

(٧)......اَلْهَاشِمَة: ہڈی توڑ دینے والا زخم، اس میں بطور دیت دس اونٹ واجب ہوتے ہیں، اگر ہڈی تو ٹوٹ جائے مگر ظاہر نہ ہو تو پھر پانچ اونٹ ہی واجب ہوں گے۔

(٨)......اَلْمُنَقِّلَة: وہ زخم جو ہڈی کو اپنی جگہ سے ہلا دے، اس میں بطور دیت پندرہ اونٹوں کی ادائیگی واجب ہے۔

(٩)......اَلْمَأْمُوْمَة: ایسا زخم جو دماغ تک پہنچ جائے (یعنی دماغ اور زخم کے درمیان صرف باریک جھلی حائل ہو) اسے آمۃ بھی کہتے ہیں کیونکہ ایسا زخم ام الرأس تک پہنچ جاتا ہے اس میں ایک تہائی دیت ہے۔

(١٠)......اَلدَّامِغَة: دماغ تک پہنچنے والا زخم جس سے آدمی مرجاتا ہے اور اس کے بعد عموماً زندہ رہنا محال ہوتا ہے ایسے زخم میں مکمل دیت ہے۔

(١١)......اَلْجَائِفَه: اس میں ایک تہائی دیت ہے اور اس سے مراد ایسا زخم ہے جو پیٹ تک پہنچ کر اس میں داخل ہو جائے خواہ بواسطہ پشت ہو یا پیٹ یا سینہ۔ اگر ایسا زخم دوسری طرف سے بھی ظاہر ہو جائے تو یہ دو زخم متصور ہوں گے اور دونوں میں دو ثلث (دو تہائی یعنی ٢/٣) دیت ہوگی۔

یاد رہے کہ اگر مُوَضِّحَة قسم کا زخم سر اور چہرے کے علاوہ کسی اور جگہ پر لگ جائے تو دیت نہیں بلکہ حکومت (جرمانہ) ہے اسی طرح اگر کوئی شخص دوسرے کی دانت کے علاوہ کوئی ہڈی توڑ دے مثلاً پسلی یا ہنسلی وغیرہ یا ناکارہ اور شل ہاتھ یا گونگی زبان یا ناکارہ ڈیلا یا زائد انگلی (چھٹی) یا زائد اور ناہموار دانت توڑ دے تو ان صورتوں میں دیت نہیں حکومت ہے۔

مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہنسلی اور پسلی میں ایک اونٹ دیت کا فیصلہ کیا تھا اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ اپنی جگہ قائم (مگر ناکارہ) آنکھ میں ایک سو دینار ہیں۔

یہ سب باتیں بصورت حکومت ہیں اور حکومت یہ ہے کہ ایک محتاط اندازہ لگایا جائے کہ اگر بالفرض مجروح شخص غلام ہوتا تو اس عضو کے ناکارہ ہونے کی وجہ سے اس کی قیمت میں کتنی کمی ہوتی، جتنی کمی کا امکان ہو اتنی رقم بطور جرمانہ مجرم پر

ڈال دی جائے۔

فائدہ: لفظ حکومت ایک خاص اصطلاح ہے، ہر جگہ اصطلاح کی تعریف اور وضاحت چونکہ ممکن نہیں ہوتی اس لیے شرح السنہ کے ترجمہ میں اس لفظ کا معنی تاوان، جرمانہ اور ہرجانہ کے الفاظ سے کیا گیا ہے اور یہ بھی جرمانے کے تعین کا ایک انداز ہے اس لیے سہولت کے لیے یہی الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ (ع،س)

حکومت یعنی جرمانے کا تعین کرتے وقت اس بات کا دھیان رہے کہ اس عضو کا جرمانہ، شریعت میں اس عضو کی مقرر کردہ دیت سے کہیں بڑھ نہ جائے مثلاً اگر کسی نے دوسرے کے سر میں ایسا زخم لگا دیا جو موضحہ سے کم ہے تو اس کا جرمانہ موضحہ کی دیت (یعنی پانچ اونٹوں) سے بڑھنا نہیں چاہیے وہ زخم خواہ کتنا ہی عیب دار کر دینے والا کیوں نہ ہو۔

جناب سعید بن مسیّب نے کہا: کسی عضو میں لگنے والا ایسا زخم جو آر پار ہو جائے اس میں اس عضو کی دیت کا ثلث ہے۔

اگر کوئی شخص دوسرے کی ایسی ہتھیلی کاٹ دے جس پر پہلے سے ہی انگلیاں نہ ہوں تو ایسی ہتھیلی کاٹنے سے دیت نہیں بلکہ حکومت (جرمانہ) واجب ہوتی ہے۔ اگر کوئی آدمی دوسرے شخص کا تندرست وتوانا ہاتھ کلائی سے کاٹ دیتا ہے تو ہتھیلی کا ہرجانہ (حکومت) انگلیوں کی دیت میں ہی آجائے گا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے اصحاب (شاگردوں) میں ابوعبید بن حرب نے کہا: اس وقت تک ہاتھ میں نصف دیت واجب نہیں ہوتی جب تک کہ وہ کندھے سے کٹا ہوا نہ ہو۔ لیکن عام اہل علم کا موقف ان کے برعکس ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص دوسرے کا انگلیوں سے محروم قدم کاٹ دے تو اس میں دیت نہیں بلکہ حکومت ہے اور اگر وہ قدم مکمل ہے تو اس کے کاٹنے میں دیت ہے (یعنی ایک انگلی میں دس اونٹ) اور قدم کا ہرجانہ انگلیوں کی دیت کے اندر ہی ہے۔

اگر کوئی شخص دوسرے کا ہاتھ کہنی سے یا ٹانگ گھٹنے سے کاٹ دے تو ایسی صورت میں متعلقہ عضو کی دیت کے ساتھ ساتھ کلائی اور پنڈلی کا تاوان بھی وصول کیا جائے گا۔

مروی ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: شل اور ناکارہ ہاتھ کی دیت، ہاتھ کی دیت کا ثلث ہے۔ امام مجاہد، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے کہا: وہ آنکھ جو اپنی جگہ قائم رہے (یعنی ناکارہ ہو کر اپنی جگہ برقرار رہے) اس میں ایک تہائی دیت ہے، امام اسحاق رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

مروی ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہنسلی کی ہڈی توڑ دینے پر ایک اونٹ کا فیصلہ کیا۔ اسی طرح پسلی ٹوٹ جانے پر بھی ایک اونٹ کا فیصلہ کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہنسلی اور پسلی میں ایک اونٹ کا جو فیصلہ کیا ہے وہ بطور حکومت (تاوان) کے کیا ہے نہ کہ شریعت کے مقرر کردہ بدل کے طور پر۔ اکثر اہل کے نزدیک عورت کے اعضاء کی دیت مرد کے اعضاء کی دیت سے نصف ہے۔

مروی ہے کہ جناب سعید بن مسیّب رحمہ اللہ نے کہا: عورت اور مرد کی دیت کل دیت کے ایک ثلث تک برابر ہے، (یعنی ثلث تک مرد کی طرح ہے اس کے بعد نہیں) عروہ بن زبیر اور امام زہری نے اسی کے مثل کہا ہے۔

جب دیت ایک ثلث تک پہنچ جائے تو اس صورت میں عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے حتی کہ ان کا کہنا ہے عورت کی تین انگلیوں کی دیت تیس اونٹ ہے اور چار انگلیوں کی دیت بیس اونٹ ہے، سیدنا عمر فاروق اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عورت اور مرد کی دیت ایک ثلث تک برابر ہے جب ثلث سے زائد دیت لاگو ہو تو اس میں مرد کی دیت سے نصف ہے۔

غلام کے اعضاء کا بدل اس کی قیمت کے حساب سے ہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی غلام کا ایک ہاتھ کاٹ دیتا ہے تو اس پر غلام کی قیمت کا نصف ادا کرنا واجب ٹھہرے گا اور اگر دونوں ہاتھ کاٹ دیتا ہے تو اس غلام کی مارکیٹ کے حساب سے مکمل قیمت ادا کرنا ہوگی۔

جناب سعید بن مسیّب، سلیمان بن یسار، شافعی اور اہل رائے کا یہی موقف ہے، اس مسئلے میں بعض اہل علم کا یہ بھی خیال ہے کہ اعضاء کے قطع و برید کی صورت میں غلام کی قیمت جتنی گری اور کم ہوئی ہو اتنی رقم ادا کرنا ہوگی جیسا کہ یہی اصول جانوروں میں کارفرما ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: غلام کو اگر موضحہ (ہڈی کو توڑے نہ لیکن ظاہر کر دے) زخم لگے تو زخم لگانے والے پر اس کی قیمت کا بیسواں حصہ (یعنی ۱/۲۰) ہے اور منقلہ زخم لگنے کی صورت میں اس کی قیمت کا دسواں اور بیسواں دو رقمیں ہیں۔ اور مأمومہ اور جائفہ زخم لگنے میں اس کی قیمت کا ایک تہائی ادا کرنا ہوگا۔ مذکورہ صدر چار زخموں کے علاوہ میں اتنا تاوان ہے جس قدر زخم لگنے سے غلام کی قیمت کم ہوئی ہو۔

(12)......بَابُ دِيَّةِ أَهْلِ الْكِتَابِ

اہل کتاب کی دیت کا بیان

(۲۵۴۲)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، أَخْبَرَنَا أَبُو طَاهِرٍ مُحَمَّدُ بْنُ مَحْمِشٍ الزِّيَادِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو حَامِدٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ بِلَالٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الأَزْهَرِ أَحْمَدُ بْنُ الأَزْهَرِ بْنِ مَنِيعٍ الْعَبْدِيِّ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي......

عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: فَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ

جناب عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال خطبہ دیا: آپ نے اعلان فرمایا: ''اے لوگو! اسلام میں (کوئی نیا)

(۲۵۴۲) صحيح ......أخرجه ابوداود: ۱۵۹۱، ۲۷۵۱، والترمذي: ۱۵۸۵، وابن ماجه: ۲۶۸۵

عَامَ الْفَتْحِ ، ثُمَّ قَالَ: ((أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لا حِلْفَ فِي الإِسْلامِ ، وَمَا كَانَ مِنْ حَلْفٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ، فَإِنَّ الإِسْلامَ لا يَزِيدُهُ إِلا شِدَّةً ، الْمُؤْمِنُونَ يَدٌ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ ، يُجِيرُ عَلَيْهِمْ أَدْنَاهُمْ ، وَيَرُدُّ عَلَيْهِمْ أَقْصَاهُمْ ، يَرُدُّ سَرَايَاهُمْ عَلَى قَعِيدَتِهِمْ ، لا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ ، دِيَةُ الْكَافِرِ نِصْفُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ ، لا جَلَبَ وَلا جَنَبَ ، وَلا تُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ إِلا فِي دُورِهِمْ۔))

معاہدہ نہیں ہے، البتہ جاہلیت کے معاہدات کو اسلام تقویت دیتا ہے، تمام مومن دوسرے کے مقابلے میں ایک جیسے ہیں۔ معمولی درجے کا مومن، مومنوں کی جانب سے پناہ دے سکتا ہے اور مومنوں میں سے دور دراز والا شخص دوسروں پر (غنیمت کا) حصہ لوٹائے گا۔ کسی مومن کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے، کافر کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہے۔''

شرح (لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ) ''اسلام میں (کوئی نیا) معاہدہ نہیں اور سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے باسند صحیح مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ ، وَأَيُّمَا حِلْفٍ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ لَمْ يَزِدْهُ الإِسْلامُ إِلا شِدَّةً۔)) ......''اسلام میں (کوئی نیا) معاہدہ نہیں۔ اور جو معاہدہ بھی جاہلیت میں کیا گیا تو اسلام اس کی پختگی میں مزید اضافہ ہی کرتا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۲۵۳۰)

امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: (لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ) سے مراد اہل جاہلیت کا معاہدہ ہے جو محض ان کی آراء کا ساختہ ہو۔ یاد رہے کہ جاہلیت کے وہ معاہدات جو اسلامی تعلیمات کے منافی ہوں یہاں ان کا رد ہے اور اس دور میں کیے گئے اچھے اور خیر سگالی پر مبنی معاہدات کا اسلام خیر مقدم کرتا ہے جو اسلامی تعلیمات کے ہم آہنگ ہوں۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: لفظ حلف دور جاہلیت میں اخوت اور بھائی چارے کے مفہوم کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ بسا اوقات ان کا بھائی چارہ ایسے امور پر مبنی ہوتا جن امور کا شریعت محمدی ابطال کرتی ہے ویسے اخوت اور بھائی چارہ اسلام میں ثابت ہے بلکہ اسلامی تعلیمات کا عین تقاضا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش اور انصار کے درمیان بھائی چارہ میرے گھر میں قائم فرمایا۔ (صحیح بخاری: ۲۲۹۴، ۶۰۸۳، صحیح مسلم: ۲۵۲۹)

امام سفیان بن عیینہ نے کہا: حالف کا معنی آخیٰ (بھائی چارہ قائم کرنا) ہے وگرنہ اس کے علاوہ اسلام میں اور کوئی مخالفت نہیں جیسا کہ حدیث میں بھی مذکور ہے۔ امام رحمہ اللہ نے کہا: اسلام میں ایسا کوئی معاہدہ نہیں چلے گا جس کی بنیاد جاہلی تعلیمات اور فلسفے پر ہو۔

اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ذمی یا معاہد یہودی یا نصرانی کی دیت کتنی ہو؟ ایک قوم کا خیال ہے کہ ان کی دیت مسلمان کی دیت کی مثل ہی ہے، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے، شعبی، نخعی، مجاہد، سفیان ثوری اور

اہل رائے کا یہی قول ہے۔

علماء کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ اہل کتاب (ذمی یا معاہد) کی دیت مسلمانوں کی دیت کا نصف ہے، عروہ بن زبیر، عمر بن عبدالعزیز، امام مالک، ابن شبرمہ اور احمد اسی کے قائل ہیں البتہ امام احمد رحمہ اللہ نے اتنا مزید کہا ہے کہ یہ بات تب ہے جب قتل خطا ہو۔ اگر قتل، قتل عمد ہو تو مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ قتل خطا کی دیت سے بارہ ہزار درہم اضافی دیے جائیں گے۔

علماء کی ایک جماعت کا یہ موقف بھی ہے کہ کافر (ذمی یا معاہد) کی دیت مسلمان کی دیت کا ثلث ہے، ایسا قول سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما اور سعید بن مسیّب، حسن، عکرمہ، شافعی اور اسحاق رحمہم اللہ سے مروی ہے۔

مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار درہم ہے اور مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے۔ یہ قول جناب سلیمان بن یسار کا ہے، امام مالک رحمہ اللہ نے بھی یہی کہا ہے کہ مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ امام رحمہ اللہ نے کہا: بت پرست اگر اسلامی مملکت میں امان لے کر داخل ہو تو اس کی دیت بھی مجوسی کی طرح ہے۔

(لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ) جلب دو چیزوں میں ہوسکتا ہے، ایک گھوڑ دوڑ میں اور اس سے مراد یہ ہے کہ گھوڑ دوڑ میں کوئی شخص اپنے گھوڑے کے ساتھ کسی اور شخص کو بھی دوڑائے جو اس کے گھوڑے کو ڈانٹتا جائے اور مقصد یہ ہو کہ اس کا گھوڑا آگے بڑھ کر جیت جائے اسے جلب کہتے ہیں۔ اس سے منع کیا گیا ہے بلکہ گھوڑا دوڑ میں اسے اپنے گھوڑے بھگانے کے لیے لگام کو حرکت دینی چاہیے یا اس کے لیے کوڑا اور چھانٹا استعمال کرنا چاہیے، شور وشغب کر کے نہیں بھگانا چاہیے اور جلب کے دوسرے مفہوم کا تعلق کتاب الزکاۃ کے ساتھ ہے اور وہ یہ ہے کہ تحصیلدار کسی علاقے میں جائے اور ایک مقام پر بیٹھ جائے پھر پیغام بھیج کر لوگوں کو جانوروں کو ہمراہ لانے کا کہے تاکہ زکاۃ کے جانور وصول کر سکے اس سے منع فرمایا گیا بلکہ شریعت نے تحصیلدار زکاۃ کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کے ڈیروں میں جائے یا گھاٹ پر پہنچے اور ان سے مویشیوں کی زکاۃ وصول کرے انہیں اپنے پاس آنے کی تکلیف نہ دے، حدیث ہذا میں اس امر کی وضاحت کے لیے واضح الفاظ بھی آئے ہیں کہ زکاۃ وصول کرنے کے لیے لوگوں کے ڈیروں میں جایا جائے۔

جنب کی تفسیر بھی دو طرح سے کی گئی ہے ایک جنب یہ ہے کہ دوڑ میں اپنے گھوڑے کے پہلو بہ پہلو ایک اور گھوڑا رکھے تاکہ جب دیکھے کہ پہلا گھوڑا تھک گیا ہے تو جلدی سے دوسرے تازہ دم گھوڑے پر سوار ہو کر مقابلہ جیتنے کی کوشش کرے، جنب کے دوسرے مفہوم کا تعلق کتاب الزکاۃ سے ہے اور وہ یہ ہے کہ جانوروں کے مالک ادائیگی زکاۃ کے خوف سے اپنے جانور لے کر دور دراز علاقوں میں نہ نکل جائیں جس سے تحصیلدار کو ان کے ڈھونڈنے اور ان تک پہنچنے میں کافی تگ و دو اور محنت ومشقت کرنی پڑے۔

(13)......بَابُ دِيَّةِ الْجَنِيْنِ
جنین (پیٹ کے بچے) کی دیت

(٢٥٤٣)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنِينِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي لَحْيَانَ سَقَطَ مَيِّتًا بِغُرَّةٍ: عَبْدٍ، أَوْ أَمَةٍ، ثُمَّ إِنَّ الْمَرْأَةَ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا بِالْغُرَّةِ تُوُفِّيَتْ، فَقَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنَّ مِيرَاثَهَا لِبَنِيهَا وَزَوْجِهَا، وَالْعَقْلُ عَلَى عَصَبَتِهَا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنولحیان کی ایک عورت کے پیٹ کے بچے کے متعلق جو کہ مردہ ساقط ہوا تھا ایک غلام یا لونڈی ادا کرنے کا فیصلہ فرمایا تھا، پھر وہ عورت جس کو آپ نے حکم دیا تھا کہ وہ غلام یا لونڈی بطور دیت دے فوت ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ اس کی وراثت اس کے بیٹوں اور خاوند کے لیے ہے اور اس کی دیت اس کی برادری (عصبہ) پر ہے۔“

(٢٥٤٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَخْبَرَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ امْرَأَتَيْنِ مِنْ هُذَيْلٍ رَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى، فَطَرَحَتْ جَنِينَهَا، فَقَضَى فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغُرَّةٍ: عَبْدٍ، أَوْ وَلِيدٍ۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ ہذیل کی دو عورتیں (آپس میں جھگڑ پڑیں) اور ایک نے دوسری کو پتھر دے مارا، جس سے اس کے پیٹ کا بچہ ساقط ہو گیا رسول اللہ ﷺ نے اس مقدمہ میں ایک غلام ادا کرنے کا فیصلہ فرمایا۔

شرح: (غُرَّةٍ) سے مراد ہر نفیس اور عمدہ چیز ہے لیکن حدیث مبارکہ میں وارد لفظ غرۃ سے مراد غلام ہے، مذکر ہو خواہ مؤنث۔ ایسا غلام اور لونڈی جس کی قیمت کامل دیت کے لحاظ سے نصف عشر یعنی ۲۰/۱ ہو۔

ابو عمر بن العلاء نے کہا: الغرۃ سے مراد سفید فام لونڈی یا غلام ہے۔ لفظ غرہ کا لغوی معنی چونکہ سفیدی ہے اس لیے

(٢٥٤٣) أخرجه البخاري: ٦٩٠٤، ومسلم: ١٦٨١

(٢٥٤٤) أخرجه البخاري: ٦٩٠٤، ومسلم: ١٦٨١

ان کو عزۃ کہنے کی وجہ ان کے جسم کا سفید ہونا ہے۔ ابو عمرو کا خیال ہے لفظ غــرۃ کا اطلاق سیاہ فام غلام اور لونڈی پر نہیں ہوتا لیکن ان کے علاوہ کسی اور سے ایسی بات منقول نہیں۔

مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کے حمل گرا دینے کے خون بہا کے سلسلہ میں مشورہ کیا تو سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام یا کنیز کا اس سلسلے میں فیصلہ کیا تھا۔

(صحيح بخاری: ٦٩٠٥، صحيح مسلم: ١٦٨٣)

اور (اِملَاص) سے مراد جنین (پیٹ کا بچہ) ہے۔ اس کو املاص کہنے کی وجہ یہ ہے کہ عورت اس کو وقت ولادت سے قبل ہی گرا دیتی ہے اور لفظ املاص کے لغوی معنی پھسلنے کے ہیں، حاملہ عورت کا بچہ اگر ہاتھ او چھا لگنے یا کسی اور چیز کے صدمہ سے گر جائے تو اس کیفیت کو اسی باب کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ العقل سے مراد دیت ہے، دیت کو الــعــقــل کہنے کی وجہ اس لفظ کا لغوی معنی ہے اور وہ ہے باندھنا، اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ قتل کے بعد قاتل دیت کے اونٹ لا کر مقتول کے آنگن میں باندھ دیتا تھا، اسی سے اونٹ کا گھٹنا باندھنے والی رسی کو عقال کہتے ہیں اور قاتل کے عصبہ، برادری کے لوگوں اور ددھیالی رشتہ داروں کو عاقلہ کہتے ہیں کیونکہ قتل خطا کی دیت کی ادائیگی میں شریعت ان کو بھی شامل کرتی ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ لفظ الــعــقــل کا معنی روکنا اور باز رکھنا ہے اور جو ہر عقل کو عقل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ انسان کو گندے، غیر اخلاقی اور ناشائستہ امور سے باز رکھتی ہے۔ دیت کو عقل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ گویا قاتل کے ورثاء اور رشتہ دار قاتل کی معاونت اور نصرت پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں اور مقتول کے ورثا اور لواحقین اپنے قبیلہ کے فرد کے بدلہ کے لیے جان توڑ کوشش کرتے ہیں اور بذریعہ تلوار اپنے مقتول کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ نے اس تناؤ، کھچاؤ اور کشاکش والی صورتحال کو دیت کی ادائیگی سے حل فرما دیا اور فریقین کو اپنے اپنے عزائم کی تکمیل سے باز رکھا تو انہیں اپنے عزائم کی تکمیل میں مانع اور رکاوٹ یہی دیت ہوئی اس لیے اسے العقل کہا جاتا ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اگر کوئی شخص حاملہ عورت پر حملہ آور ہو، اور اس سے اس کے پیٹ کا بچہ مردہ حالت میں گر جائے تو مارنے والے شخص کے عصبہ پر ایک غرہ کی ادائیگی لازم ٹھہرتی ہے غرہ سے مراد غلام یا لونڈی ہے، مذکر اور مؤنث کا کوئی فرق نہیں اور اگر جنین ماں کے پیٹ سے زندہ نکلے اور پھر ضرب کے صدمے سے فوت ہو جائے تو اس صورت میں مکمل دیت کی ادائیگی واجب ہوگی (یا قصاص دینا ہوگا)

اور اگر ایسی خاتون دو جنین مردہ حالت میں گرا دے تو ضارب (مارنے والے پر) پر دو غروں کی ادائیگی لازم آئے گی اور دیت وصول کرنے والے کو چاہیے کہ دیت میں غلام اور لونڈی عیب دار وصول نہ کرے بلکہ صحیح سلامت وصول کرے جس طرح دیت کے اونٹ بے عیب وصول کیے جاتے ہیں اسی طرح اسے چاہیے کہ سات یا آٹھ سال سے کم عمر

لونڈی یا کنیز کو نہ لے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: دیت میں ایسے بچے (غلام یا لونڈی) کو لے لینا واجب ہے جس کی قیمت پانچ سو درہم ہو اور اگر غرہ عدم دستیاب ہو تو جنین کی دیت پوری دیت کا بیسواں حصہ ہوگی اور وہ پانچ اونٹ ہے، یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: جنین کی دیت چھ سو درہم ہے۔ ابراہیم نے کہا: پانچ سو درہم ہے، ربیعہ نے کہا: غرہ کی قیمت بیس دینار یا چھ سو درہم ہے۔ ماں کی دیت کا دسواں حصہ ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: ایسے شخص پر ایک غرہ (غلام یا کنیز) کی ادائیگی ہے یا پانچ سو درہم دے یا پچاس دینار ادا کرے۔

مندرجہ بالا تمام اقوال کا مدعا ایک جیسا اور قریب قریب ہے اس لیے کہ تمام آئمہ جنین کی دیت میں کل دیت کا دسواں واجب قرار دیتے ہیں۔ اس مسئلے میں امام شافعی کا ایک اور قول بھی ہے کہ غرہ اگر دستیاب نہ ہو تو اس کی قیمت کی ادائیگی واجب ہوگی اور بعض اہل علم کا موقف ہے کہ غرہ کا اطلاق چار چیزوں پر ہوتا ہے: غلام، لونڈی، گھوڑا اور خچر پر۔ ان میں سے کسی ایک کی ادائیگی کر دے، کیونکہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنین کے سلسلے میں ایک غلام یا لونڈی یا ایک گھوڑا یا خچر ادا کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ (شاذ، ابوداود: ٤٥٧٩، ترمذی: ١٤١٠، ابن ماجہ: ٢٦٣٩)

امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حماد بن سلمہ اور خالد بن عبداللہ نے محمد بن عمرو سے یہ روایت نقل کی ہے مگر ان دونوں نے گھوڑے یا خچر کا ذکر نہیں کیا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ عیسیٰ بن یونس کا وہم ہے۔ مروی ہے کہ جناب طاؤس، مجاہد اور عروہ بن زبیر نے کہا: غرہ سے مراد، غلام، لونڈی یا ایک گھوڑا ہے اور بعض اہل علم نے کہا: اس سے مراد غلام یا لونڈی یا ایک گھوڑا یا خچر ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں مذکور ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نصرانی خاتون کے جنین کی دیت غلام یا لونڈی کا تیسرا حصہ ہے اور اگر جنین کا باپ مسلمان ہو تو پھر مکمل غلام یا لونڈی ادا کرنا ہوگا، خواہ اس کی ماں نصرانی ہی ہو کیونکہ بچہ باپ کے اسلام کی وجہ سے مسلمان ہی متصور ہوگا۔

مجوسی عورت کے جنین کی دیت غلام یا لونڈی کا پانچواں حصہ ہے اور اگر جنین کے ماں باپ میں سے کوئی ایک نصرانی ہو اور دوسرا مجوسی ہو تو دونوں میں سے جس کے لحاظ سے دیت زیادہ بنتی ہو اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

لونڈی کے جنین ضائع ہونے کی صورت میں دیت جبکہ وہ بچہ حالت غلامی میں ہی ہو اس کی والدہ کی قیمت کا دسواں حصہ ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایسی صورت میں خود اس بچے کی قیمت کا لحاظ کیا جائے گا (یعنی جوان ہونے کے بعد اس کی کیا قیمت ہو سکتی تھی) تو اس کی مزعومہ قیمت کا بیسواں حصہ بطور دیت ادا کیا جائے گا۔ یہ حساب مذکر ہونے کی صورت میں ہے اور اگر وہ جنین مؤنث ہے تو اس کی تخمینہ سے لگائی گئی قیمت کا دسواں حصہ ادا کیا جائے گا۔

حدیث مبارکہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ جنین کی دیت بھی عاقلہ (خاندان کے لوگوں) پر ہے۔

حدیث مبارکہ میں اس امر کی دلیل بھی ہے کہ دیت کی ادائیگی قتل خطا اور قتل شبہ عمد میں مارنے والے کے بیٹے پر واجب نہیں ہوتی جیسا کہ خود مارنے والے شخص پر واجب نہیں ہوتی، اسی طرح مارنے والے کے آباء واجداد میں سے کسی ایک پر بھی واجب نہیں ہوتی بلکہ دیت کی ادائیگی قاتل کے بھائیوں اوران کے بیٹوں نیز چچاؤں اوران کے بیٹوں پر واجب ٹھہرتی ہے۔ اگر یہ لوگ دیت ادا کرنے کی پوزیشن میں نہ ہوں تو پھر مارنے والے کے آزاد کردہ شخص پر دیت کی ادائیگی لازم آئے گی، اگر مجرم شخص ولاء کی نسبت رکھتا ہو اسی طرح آزاد کردہ کے عصبی رشتہ داروں پر دیت کی ادائیگی لازم آئے گی اور آزاد کردہ کے والد پر اور بیٹے پر واجب نہیں ہوگی جس طرح نسب کے معاملہ کی تفصیل ہے۔

مروی ہے کہ ایک خاتون نے اپنا غلام آزاد کیا پھر وہ فوت ہوگئی اور بطور وارث اپنا ایک بیٹا اور بھائی چھوڑا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ پھر اس کا آزاد شدہ غلام بھی مر گیا تو نبی اکرم ﷺ نے اس غلام کی وراثت کے متعلق فیصلہ فرمایا کہ عورت کے بیٹے کو دے دی جائے، اس کے بھائی نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! اگر یہ غلام کسی جرم کا ارتکاب کرتا تو اس کا تاوان کس پر پڑتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تجھ پر۔'' (ضعیف، دارمی: ۲/ ۳۷۲)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے غلاموں کی دیت بھریں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے غلاموں کی وراثت کا فیصلہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے کیا کیونکہ وہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے تھے، یاد رہے! دیت کی ادائیگی عصبہ کے ان افراد پر پڑے گی جو عاقل، بالغ اور مالدار ہوں۔

دیت کی ادائیگی کی ذمہ داری عورت، بچے، دیوانے اور غلام پر نہیں پڑے گی۔ اسی طرح کافر مسلمان سے دیت میں معاونت نہیں لے سکتا اور نہ مسلمان کافر سے۔

فائدہ: جس طرح الگ دین کی بنا پر ان دونوں کے درمیان میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ دیت کی ادائیگی میت کے عصبہ رشتہ داروں پر ہے (جو اصحاب الفروض اور ذوی الارحام کے علاوہ ہیں) اور وہ تین سال کی مدت کے اندر اندر اس کی ادائیگی کے پابند ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح فیصلہ فرمایا: ''میت کی برادری کے لوگوں میں سے جو صاحب حیثیت اور مالدار ہوں ان سے یہ دیت وصول کی جائے گی اور سال بھر میں نصف دینار سے زائد وصول نہیں کیا جائے گا اور متوسط افراد سے چوتھائی دینار سے زیادہ وصول نہیں کیا جائے گا۔ وسعت، گنجائش اور کشائش کا تعلق سال کے آخر کے ساتھ ہے۔'' یعنی اگر کوئی شخص سال کے اختتام میں مالدار ہے تو اس سے دیت وصول کی جائے گی، وگرنہ نہیں، دوران سال حالات کی زبوں حالی کا کچھ اعتبار نہیں۔ (ع،س)

اگر میت کے عصبہ رشتہ دار دیت ادا کرنے سے قاصر ہوں تو اس صورت میں دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی، اسی طرح اگر قتل خطا کے مرتکب شخص کے عصبہ رشتہ دار موجود ہی نہ ہوں تو دیت کی ادائیگی بیت المال سے کی جائے

گی، کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے: (لَا یُتْـرَكُ فِـي الْإِسْلَامِ مُـفْرَجٌ) ''اسلام میں کسی کا خون رائیگاں نہیں ہے۔'' یہ لفظ جیم اور حا دونوں کے ساتھ مروی ہے، جیم کے ساتھ مفرج پڑھنے کی صورت میں امام محمد بن حسن معنی بیان کرتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مقتول ہے جو دور دراز، صحرا اور بے آب و گیاہ جگہ پر مقتول پایا جائے اور قاتل کا کچھ پتہ نہ چلے۔ ایسے شخص کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی اور اس کے خون کو رائیگاں نہیں کیا جائے گا۔

ابو عبیدہ نے کہا: اس سے مراد وہ نو مسلم شخص ہے (جو تنہا مسلمان ہوا اور اسلام میں اس کا کوئی رشتہ دار نہیں) نہ اس کا کسی سے دوستی اور موالات کا رشتہ ہے۔ ایسا شخص اگر کوئی جرم کرلے تو اس کا تاوان بیت المال سے بھرا جائے گا کیونکہ اس کے عصبی رشتہ دار موجود نہیں۔

ابن الاعرابی نے کہا: اَلْـمُفرج سے مراد وہ شخص ہے جس کا کوئی خویش قبیلہ نہیں اور وہ اکیلا ہی ہے۔ اگر اس لفظ کو حا کے ساتھ المفرح پڑھا جائے تو اس سے مراد وہ شخص ہے جو قرض میں بری طرح دب چکا ہو۔ عربی زبان میں أفرحہ کا معنی اثقلہ ہے۔ یعنی فلاں چیز نے اسے بوجھل کر دیا۔ یہ لفظ دال کے ساتھ مفدوح بھی مروی ہے، معنی ایک ہی ہے۔ جب کوئی شخص قرض میں بری طرح گرفتار ہو جائے اور گلو خلاصی کی کوئی سبیل باقی نہ رہے تو اس کیفیت کو فـدحہ الدین کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اگر کسی عضو کی دیت کل دیت کے برابر پہنچ جائے تو اس کی ادائیگی بھی عاقلہ (قاتل اور ضارب کے عصبی رشتہ دار) کے افراد تین سال میں کریں گے اور اگر کسی عضو کی دیت ایک تہائی سے بڑھے تو اس کی ادائیگی ایک سال کے عرصے میں کی جائے گی، ایک سال سے کم وقت مقرر نہیں کیا جائے گا خواہ دیت قلیل ہی کیوں نہ ہو۔

اگر دیت ایک تہائی سے زیادہ ہو، مثلاً دو تہائی ہو تو ایک برس میں ایک تہائی کی اور دوسرے برس میں دوسری تہائی کی ادائیگی کی جائے گی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: مجرم کی برادری کے لوگوں پر موضحہ زخم (جو ہڈی کو نہ توڑے لیکن اسے ظاہر کر دے) سے کم دیت اور ہرجانہ نہیں ڈالا جائے گا (بلکہ وہ مجرم خود ہی اپنے مال سے ادا کرے گا) اگر کوئی غلام قتل خطا کا مرتکب ہو تو اس کی قیمت کا بدل یا اگر وہ کسی کا عضو کاٹ دے تو اس کا ہرجانہ غلام کے عصبی رشتہ دار برداشت کریں گے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا جدید قول یہ ہے جبکہ قدیم قول یہ ہے کہ اس کی ادائیگی اس کے ذاتی مال سے کی جائے گی۔ امام مالک رحمہ اللہ نے بھی یہی کہا ہے۔ جس طرح جانور کے نقصان کا تاوان جانور کا مالک بھرتا ہے، عصبہ نہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: غلام کے نسبی رشتہ دار قتل خطا کا بدل تو بھریں گے البتہ کسی عضو کا تاوان اسے خود ہی برداشت کرنا ہوگا۔

فائدہ: غلام کی دیت اس کی قیمت ادا کرنا ہے، اس مسئلے میں نبی کریم ﷺ سے کوئی مرفوع روایت منقول نہیں لیکن یہ مسئلہ اہل علم کے درمیان بغیر کسی اختلاف کے اسی طرح ثابت ہے۔ اوپر والی بحث میں قیمت کو بدل کہا گیا ہے۔ (ع،س)

(14)......بَابُ الْقِسَامَةِ

قسامہ کا بیان

(٢٥٤٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الوهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسائِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وأنا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أنا أَبُو بكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ، أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الوهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ الثَّقَفِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشِيرَ بْنِ يَسَارٍ......

عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَهْلٍ، وَمُحَيِّصَةَ بْنَ مَسْعُودٍ خَرَجَا إِلَى خَيْبَرَ، فَتَفَرَّقَا لِحَاجَتِهِمَا، فَقُتِلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَهْلٍ، فَانْطَلَقَ هُوَ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ أخو الْمَقْتُولِ وَحُوَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُودٍ إلى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرُوا لَهُ قَتْلَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَهْلٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((تَحْلِفُونَ خَمْسِينَ يَمِينًا، وَتَسْتَحِقُّونَ دَمَ صَاحِبِكُمْ، أَوْ قَاتِلِكُمْ)) فقالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! لَمْ نَشْهَدْ وَلَمْ نَحْضُرْ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((فَتُبْرِئُكُمْ يَهُودُ بِخَمْسِينَ يَمِينًا)) فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! فَكَيْفَ نَقْبَلُ أَيْمَانَ قَوْمٍ كُفَّارٍ؟ فَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَلَهُ مِنْ عِنْدِهِ قَالَ بَشِيرُ بْنُ يَسَارٍ: قَالَ سَهْلٌ: لَقَدْ رَكَضَتْنِي فَرِيضَةٌ مِنْ تِلْكَ الْفَرَائِضِ فِي مِرْبَدٍ لَنَا۔

سیدنا سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہما خیبر کی جانب روانہ ہوئے اور اپنی ضرورتوں کی بنا پر جدا جدا ہو گئے، پس عبداللہ بن سہل کو قتل کر دیا گیا چنانچہ محیصہ بن مسعود، عبدالرحمان (بن سہل) مقتول کا بھائی اور حویصہ بن مسعود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپ سے عبداللہ بن سہل کے قتل کا تذکرہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم پچاس قسمیں کھا کر اپنے مقتول کے بدلے کے حق دار بنتے ہو؟ یا اپنے قاتل کے حق دار بنتے ہو۔'' انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم تو موقع پر موجود نہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر یہودی پچاس قسمیں دے کر تم سے بری ہو جائیں گے۔'' انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم کافر لوگوں کی قسموں کا کیسے اعتبار کریں؟ راوی نے یہ باور کیا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت اپنے پاس سے دی (یعنی بیت المال سے، سو اونٹنیاں)۔ بشیر بن یسار نے بیان کیا کہ سہل نے کہا: ہمارے باڑے میں بندھی ہوئی ان اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی نے مجھے لات

(٢٥٤٥) أخرجه مسلم: ١٦٦٩

ماری تھی۔

فائدہ:...... (قسامہ) قسم سے ماخوذ ہے اور تکرار کے ساتھ قسمیں اٹھانے کے معنی میں ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب کہیں کوئی قتل ہو جائے اور اس کے قاتل کا علم نہ ہو اور نہ کوئی گواہی موجود ہو مگر مقتول کے وارث کسی شخص یا اشخاص پر قتل کا دعویٰ رکھتے ہوں اور اس کے کچھ قرائن بھی موجود ہوں، مثلاً ان لوگوں کے مابین دشمنی ہو یا اس کے علاقے میں قتل ہوا ہو یا کسی کے پاس سے مقتول کا سامان ملے یا اس قسم کی دیگر علامات موجود ہوں تو مدعی لوگ پہلے پچاس قسمیں کھائیں گے کہ فلاں شخص یا افراد ہمارے آدمی کے قاتل ہیں اس طرح ان کا دعویٰ ثابت ہوگا، اگر مدعی لوگ قسمیں نہ کھائیں تو مدعا علیہ پچاس قسمیں کھا کر بری ہو جائیں گے اگر معاملہ واضح نہ ہو سکے تو بیت المال سے اس مقتول کی دیت ادا کی جائے گی۔ (ع،س)

(٢٥٤٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، ......

عَنْ بَشِيرِ بْنِ يَسَارٍ مَوْلَى الأَنْصَارِ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خُدَيْجٍ، وَسَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، أنهما حدثا أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بنَ سَهْلٍ، وَمُحَيِّصَةَ بْنَ مَسْعُودٍ أتيا خيبر، فتفرقا في النخل، فقتل عبد الله بن سهل، فجاء عبد الرحمن بن سهل، وحويصة، ومحيصة ابنا مسعود إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَكَلَّمُوا فِي أَمْرِ صَاحِبِهِمْ، فَبَدَأَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ وَكَانَ أَصْغَرَ الْقَوْمِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((كَبِّرِ الْكُبْرَ)) قَالَ يَحْيَى: يَعْنِي لِيَلِ الْكَلَامَ الأَكْبَرُ فَتَكَلَّمُوا فِي أَمْرِ صَاحِبِهِمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَتَسْتَحِقُّونَ قَتِيلَكُمْ)) أَوْ قَالَ: ((صَاحِبَكُم

جناب بشیر بن یسار، جو انصار کے آزاد کردہ غلام ہیں، سیدنا رافع بن خدیج اور سیدنا سہل بن حثمہ رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ ان دونوں نے کہا: عبداللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود خیبر آئے اور کھجوروں کے درختوں میں الگ الگ ہو گئے۔ سیدنا عبداللہ بن سہل قتل کر دیئے گئے تو عبدالرحمٰن بن سہل اور حویصہ، مسعود کے دونوں بیٹے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اپنے ساتھی کے معاملے میں بات چیت کی، بات کا آغاز عبدالرحمان نے کیا، جبکہ وہ حاضرین میں سے سب سے چھوٹا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: ''بڑے کو بات کرنے دو'' جناب یحیٰ نے کہا: یعنی گفتگو اور واقعے کی تفصیل کوئی بڑا شخص سنائے، چنانچہ انہوں نے اپنے ساتھی کے متعلق گفتگو کی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کیا

(٢٥٤٦) أخرجه البخاري: ٢٧٠٢، ٣١٧٣، ومسلم: ١٦٦٩

بَـأَيْـمَـانِ خَمْسِينَ مِنْكُمْ)) فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰـهِ! أَمْرٌ لَمْ نَرَهُ، قَالَ: ((فَتُبْرِئُكُمْ يَهُودُ فِي أَيْـمَانِ خَمْسِينَ مِنْهُمْ)) قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَـوْمٌ كُـفَّـارٌ فَـفَـدَاهُـمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَـلَيْـهِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِهِ، قَالَ سَهْلٌ: فَأَدْرَكْتُ نَـاقَةً مِـنْ تِـلْكَ الْإِبِـلِ فَدَخَلَتْ مِرْبَدًا لَهُمْ، فَرَكَضَتْنِي بِرِجْلِهَا۔

تم اپنے میں سے پچاس دے کر اپنے مقتول کے خون کے بدلے یا فرمایا: اپنے ساتھی کے خون کے مستحق بنتے ہو؟'' انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ ایسا معاملہ ہے جس کو ہم نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر یہودی پچاس قسمیں دے کر تم سے بری ہو جائیں گے۔'' انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ کافر لوگ ہیں (ان کی قسموں کا کیا اعتبار؟) الغرض رسول اللہ ﷺ نے اپنی طرف سے اس بات کی دیت ادا فرمائی۔ سہل کہتے ہیں: میں ایک دن ان کے باڑے میں چلا گیا تو ان اونٹنیوں میں سے ایک نے مجھے لات دے ماری۔

شرح حماد بن زید کی روایت میں ہے کہ مقتول کا بھائی عبدالرحمان اور اس کے چچا زاد حویصہ اور محیصہ نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، اس کے بعد حدیث بیان کرتے ہوئے راوی نے کہا...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے پچاس آدمی ان کے خلاف پچاس قسمیں کھائیں تو اس ملزم کی رسی تمہارے حوالے کر دی جائے گی۔''

(٢٥٤٧)۔ أَخْبَـرَنَـا أَبُـو الْـحَسَـنِ الشِّيـرَزِيُّ، أَخْبَـرَنَـا زَاهِـرُ بْـنُ أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَـاشِـمِـيُّ، أَخْبَـرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي لَيْلَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَهْلٍ......

عَـنْ سَهْـلِ بْـنِ أَبِـي حَثْـمَةَ، أَنَّـهُ أَخْبَرَهُ هُوَ وَرِجَـالٌ مِـنْ كُبَـرَاءِ قَـوْمِـهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰـهِ بْنَ سَهْـلٍ، وَمُحَيِّصَةَ خَرَجَا إِلَى خَيْبَرَ مِنْ جَهْدٍ أَصَابَهُمَا، فَأُتِيَ مُحَيِّصَةُ، فَأُخْبِرَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْـنَ سَهْـلٍ قَـدْ قُتِـلَ، وَطُـرِحَ فِـي فَقِيرٍ، أَوْ عَيْـنٍ، فَـأَتَـى يَهُـودَ، فَـقَـالَ: أَنْتُمْ وَاللّٰـهِ

جناب ابو لیلیٰ بن عبداللہ بن عبدالرحمان بن سہل، سہل بن ابی حثمہ بیان کرتے ہیں، انہیں سہل اور ان کی قوم کے بعض دوسرے ذمہ داروں نے خبر دی کہ عبداللہ بن سہل اور محیصہ رضی اللہ عنہما خیبر کی طرف گئے کیونکہ تنگ دستی میں مبتلا تھے، پھر محیصہ کو بتایا گیا کہ عبداللہ بن سہل کو کسی نے قتل کر کے گڑھے یا کنویں میں ڈال دیا ہے، پھر وہ یہودیوں کے

(٢٥٤٧) أخرجه البخاري: ٧١٩٢، ومسلم: ١٦٦٩

قَتَلْتُمُوهُ، قَالُوا: وَاللّٰهِ! مَا قَتَلْنَاهُ، فَأَقْبَلَ حَتَّى قَدِمَ عَلَى قَوْمِهِ، فَذَكَرَ لَهُمْ ذٰلِكَ، ثُمَّ أَقْبَلَ هُوَ وَأَخُوهُ حُوَيِّصَةُ وَهُوَ أَكْبَرُ مِنْهُ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَهْلٍ أَخُو الْمَقْتُولِ، فَذَهَبَ مُحَيِّصَةُ لِيَتَكَلَّمَ وَهُوَ الَّذِي كَانَ بِخَيْبَرَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُحَيِّصَةَ: ((كَبِّرْ كَبِّرْ)) يُرِيدُ السِّنَّ، فَتَكَلَّمَ حُوَيِّصَةُ، ثُمَّ تَكَلَّمَ مُحَيِّصَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِمَّا أَنْ يَدُوا صَاحِبَكُمْ، وَإِمَّا أَنْ يُؤْذِنُوا بِحَرْبٍ)) فَكَتَبَ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذٰلِكَ، فَكَتَبُوا: إِنَّا وَاللّٰهِ! مَا قَتَلْنَاهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحُوَيِّصَةَ، وَمُحَيِّصَةَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ: ((أَتَحْلِفُونَ وَتَسْتَحِقُّونَ دَمَ صَاحِبِكُمْ)) قَالُوا: لَا، قَالَ: ((فَتَحْلِفُ لَكُمْ يَهُودُ)) قَالُوا: لَيْسُوا بِمُسْلِمِينَ؟ فَوَدَاهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهِ، فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ مِائَةَ نَاقَةٍ حَتَّى أُدْخِلَتْ عَلَيْهِمْ فِي الدَّارِ، قَالَ سَهْلٌ: لَقَدْ رَكَضَتْنِي مِنْهَا نَاقَةٌ حَمْرَاءُ۔

پاس گئے اور کہا کہ واللہ! تم نے ہی قتل کیا ہے، انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم نے اسے قتل نہیں کیا، پھر وہ واپس ہوئے اور اپنی قوم کے پاس آئے اور ان سے ذکر کیا، اس کے بعد وہ ان کے بھائی حویصہ جوان سے بڑے تھے اور عبدالرحمان بن سہل رضی اللہ عنہما آئے، پھر محیصہ نے بات کرنا چاہی کیونکہ آپ ہی خیبر میں موجود تھے لیکن آپ ﷺ نے ان سے کہا: ”بڑے کو آگے کرو، بڑے کو۔“ آپ کی مراد عمر کی بڑائی تھی، چنانچہ حویصہ نے بات کی، پھر محیصہ نے بھی بات کی، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہودی تمہارے ساتھی کی دیت ادا کریں ورنہ لڑائی کے لیے تیار ہو جائیں۔“ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو اس مقدمہ میں لکھا، انہوں نے جواب میں یہ لکھا کہ ہم نے انہیں نہیں قتل کیا، پھر آپ نے حویصہ، محیصہ اور عبدالرحمان سے کہا: ”کیا آپ لوگ قسم کھا کر اپنے (شہید) ساتھ کے خون کے مستحق ہو سکتے ہیں؟“ ان لوگوں نے کہا کہ نہیں (کیونکہ ہم نے جرم کرتے دیکھا نہیں) پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا آپ لوگوں کے بجائے یہودی قسم کھائیں؟“ کہ انہوں نے قتل نہیں کیا ہے)؟ انہوں نے کہا: وہ مسلمان نہیں ہیں اور وہ جھوٹی قسم کھا سکتے ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی طرف سے سو اونٹنیوں کی دیت ادا کی اور وہ اونٹ گھر میں لائے گئے، سہل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان میں سے ایک سرخ رنگ کی اونٹنی نے مجھے لات ماردی۔

شرح (وَطُرِحَ فِي فَقِيرٍ) اس سے مراد کنواں ہے یا کھجور کا پودا لگانے کے لیے کھودا جانے والا گڑھا ہے، مشک کے منہ کو بھی الفقیر کہتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی تلوار کو ذوالفقار کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں چھوٹے چھوٹے خوبصورت گڑھے تھے۔

(کَبِّرْ، کَبِّرْ) ''بڑے کو بات کرنے دو، بڑے کو بات کرنے دو۔''

حدیث مبارکہ کے اس جملے میں اس بات کی راہنمائی ہے کہ مجلس میں بات پیش کرنی ہو تو چھوٹے کو چاہیے کہ بڑے کا اکرام اور ادب کرتے ہوئے پہلے اسے بات کرنے دے، عمر کے لحاظ سے بڑا شخص پہلے بات کرنے کا حقدار ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: قَسَامَہ کے قتیل کی صورت یہ بنتی ہے کہ جب کوئی شخص کسی علاقے میں مقتول پایا جائے اور قاتل کا پتہ نہ چلے، مقتول کے ورثاء کسی ایک شخص یا چند اشخاص (قبیلہ) پر قتل کا دعویٰ رکھتے ہوں اور اس کے کچھ قرائن بھی موجود ہوں مثلاً ان لوگوں کے مابین دشمنی ہو جیسے خیبر کے اس مقتول کا معاملہ ہے، یہود اور انصار کے درمیان میں دشمنی اور عداوت ظاہر اور عیاں ہے یا چند لوگ کسی گھر میں جمع تھے یا صحرا میں اکٹھے تھے پھر جب وہ بکھرے تو ایک بندہ مقتول پایا گیا یا کسی گوشے میں ایک شخص کی لاش ملی اور قریب ہی سے ایک شخص خون آلود کپڑوں سے پکڑا گیا (یا کسی کے پاس مقتول کا سامان ملے) یا ایک عادل گواہ اس بات کی شہادت دے دے کہ فلاں نے اسے قتل کیا ہے یا غلاموں اور عورتوں کی ایک جماعت اپنے اپنے طور پر گواہی دے اور ان کے ساز باز اور ایکا کرنے کا کوئی اندیشہ نہ ہو یا اس قسم کی دیگر علامات موجود ہوں تو مدعی لوگ پہلے پچاس قسمیں کھائیں گے کہ فلاں شخص یا افراد ہمارے آدمی کے قاتل ہیں، اسی طرح ان کا دعویٰ ثابت ہوگا اور اگر قرائن وشواہد موجود نہ ہوں (اور مدعی لوگ قسمیں نہ کھائیں) تو مدعا علیہ قسم کھا کر بری ہو جائیں گے جس طرح تمام مقدمات میں ہوتا ہے، پھر اس بارے میں اختلاف ہے کہ مدعا علیہ ایک قسم کھائے گا یا پچاس قسمیں؟ اس بارے میں دو قول ہیں زیادہ قرین قیاس قول تو یہی ہے کہ ایک قسم کھائی جائے۔

وہ لوگ جو قسامت میں پہلے مقتول کے ورثاء یعنی مدعیان سے قسمیں لینے کے قائل ہیں وہ امام مالک، شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ ہیں۔ ان حضرات کی دلیل حدیث ہذا کے الفاظ کا ظاہر مفہوم ہے، پھر جب مدعی حضرات قسمیں اٹھانے لگیں اور وہ بہت سارے افراد ہوں تو صحیح قول کے مطابق قسمیں ان کے اوپر وراثت کے اعتبار سے تقسیم کر دی جائیں گی اور اگر کچھ قسمیں بچ جائیں تو اس کمی کو اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے پورا کیا جائے گا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ہر شخص پچاس قسمیں کھائے گا اور اگر مدعی لوگ قسمیں نہ کھائیں تو مدعا علیہ پچاس قسمیں اٹھا کر اپنے بری الذمہ ہونے کا اظہار کریں گے کہ انہوں نے قتل کیا ہے نہ انہیں اس کا علم ہی ہے، اور اگر مدعی علیہ متعدد افراد ہوں تو صحیح قول کے مطابق قسمیں ان پر تقسیم کر دی جائیں گی۔

اہل رائے (احناف) کا موقف ہے کہ قسامت میں بھی قسمیں لینے کا آغاز مدعی علیہ فریق سے کیا جائے، ان کا کہنا ہے کہ جب کوئی شخص کسی محلّہ میں مقتول پایا جائے تو امام وقت (یا قاضی وغیرہ) اس محلے کے پچاس نیک اشخاص کا انتخاب کرے گا اور وہ اس بات کی قسم کھائیں گے کہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ اس کے قاتل کا علم ہی ہے۔ پھر مقتول کی دیت پورے علاقے کے صاحب حیثیت افراد پر ڈال دی جائے گی۔ اگر وہ پوری نہ کر سکیں تو عام آبادی سے

دیت وصول کی جائے گی۔

قسم اور تاوان دونوں وصول کرنے کا کوئی اصول نہیں ہے کیونکہ قسم یا بری کرنے کے لیے ہے یا ان لوگوں کے مذہب کے مطابق حقدار بنانے کے لیے ہے جو قسم کو مدعی پر ڈالتے ہیں یا مالی معاملات میں قسم اور ایک گواہ کے ساتھ فیصلہ کرنے کے قائل ہیں۔

اہل علم کے مابین اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا قسامت سے قصاص کا حقدار ہوا جا سکتا ہے یا نہیں۔ ایک قوم کا خیال ہے کہ قسامت سے قصاص واجب ہو جاتا ہے۔ ان کی دلیل نبی اکرم ﷺ کے یہ الفاظ ہیں: (تَحْلِفُوْنَ وَتَسْتَحِقُّوْن دم صاحبکم) ''کیا تم لوگ قسم کھا کر اپنے ساتھی کے خون کے حقدار بنو گے۔''

یہ موقف سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، جناب عمر بن عبدالعزیز، امام مالک، احمد اور ابوثور رحمہم اللہ سے مروی ہے، یہ اس صورت میں ہے جب وہاں قرائن اور شواہد موجود نہ ہوں اور مدعیٰ علیہ قسم کھانے سے اعراض برتیں تو پھر مدعی حضرات قسم اٹھائیں گے اور قصاص کے حق دار ٹھہریں گے۔

اہل علم کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ قسامت سے قصاص واجب نہیں ہوتا بلکہ قسامت سے دیت مغلظہ لازم ٹھہرے گی جس کی ادائیگی مدعیٰ علیہ کے مال سے کی جائے گی۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یونہی مروی ہے، حسن بصری اور نخعی کا بھی یہی قول ہے۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول جدید یہی ہے، اہل رائے اور امام اسحاق نے حدیث کے الفاظ (دَمُ صَاحِبِكُمْ) کا مطلب (دیتہ) بیان کیا ہے یعنی تم اس کی دیت کے حقدار قرار پاؤ گے، ایک اور سند سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں: ''وہ لوگ یا تو تمہارے ساتھی کی دیت ادا کریں گے یا جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔''

(یعنی اس حدیث میں دیت کا تذکرہ ہے قصاص کا نہیں ہے۔)

یاد رہے کہ جب دعویٰ قتل خطا یا شبہ عمد کا ہو اور اس پر قسم اٹھائی جائے تو اس صورت میں مقتول کی دیت نسبی رشتہ داروں پر ہے۔

امام حکم بن عتیبہ قسامت کے قائل نہ تھے۔

حدیث مبارکہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ جب کسی کو قسم دینے کے لیے کہا جائے اور وہ قسم اٹھانے سے گریز کرے اور اعراض برتے تو فریق مخالف کی جانب قسم لوٹا دی جائے اور اس سے قسم اٹھوائی جائے۔ اس کی وضاحت کچھ اس طرح سے ہے کہ ایک شخص دعویٰ کرتا ہے کہ فلاں آدمی نے میرا حق دینا ہے، مدعیٰ علیہ انکار کرتا ہے اور قسم بھی نہیں اٹھاتا تو مجرد اس کے قسم نہ اٹھانے کی وجہ سے اس کے خلاف فیصلہ نہیں دے دیا جائے گا بلکہ مدعی سے قسم دینے کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اگر وہ قسم کھالے تو اپنے دعویٰ کا حق دار قرار پائے گا۔ یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے۔

اہل رائے کا موقف ہے کہ قسم نہیں لوٹائی جائے گی بلکہ اگر مدعی علیہ قسم کھانے سے انکار کر دے تو فیصلہ اس کے خلاف دے دیا جائے گا۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ اہل ذمہ کے مابین فیصلہ ویسے ہی کیا جائے گا جیسے مسلمانوں کے درمیان میں فیصلے کیے جاتے ہیں، یعنی جب ان سے قسم اٹھانے کا مطالبہ کیا جائے گا تو وہ قسم اٹھائیں گے اور جب قسم اٹھالیں گے تو بے گناہ اور بری قرار پائیں گے۔

امام مالک رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ مسلمانوں کے خلاف کافروں کی قسموں کو قبول نہیں کیا جائے گا جس طرح ان کی گواہی قبول نہیں۔

حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ جب مقتول کے مدعی کفار سے قسمیں لینے پر راضی نہ ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے ان کے مقتول کی دیت اپنی طرف سے (یعنی بیت المال سے) ادا کر دی اس لیے کہ آپ کا طریقہ ہے کہ مسلمان کا خون رائیگاں نہ جائے اس کی دیت کی ادائیگی مسلمانوں یا حاکم وقت کے ذمے ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے جدید قول کے مطابق قسامت غلام کے قتل میں بھی ثابت ہے (یعنی مشروع ہے) اور یہی بات صحیح ہے، غلام اگر کسی علاقے میں مقتول پایا جائے اور قاتل کا پتہ نہ چلے لیکن قرائن موجود ہوں تو اس کا آقا پچاس قسمیں کھائے گا اور اس کی قیمت کا حقدار قرار پائے گا اور مدعیٰ علیہ فریق قیمت ادا کرے گا۔

یاد رہے کہ جسم کے اعضاء میں قسامت کے اصول کے مطابق فیصلہ نہیں کیا جائے گا بلکہ ان میں مدعی علیہ کی بات کو قسم کے ساتھ تسلیم کر لیا جائے گا خواہ وہاں قرائن وشواہد موجود ہوں یا نہ۔

سعید بن عبید طائی نے بشیر بن یسار سے خیبر کے مقتول کے متعلق بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کے ورثاء سے فرمایا: ''تم قاتل کے خلاف گواہی پیش کرو۔'' انہوں نے کہا: ہمارے پاس کوئی گواہی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر یہ (یہودی) قسم کھائیں گے (اور ان کی قسم فیصلہ کن ہوگی)۔'' (صحيح بخاری: ٦٨٩٨)

سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تمہارے پاس دو گواہ ہیں؟ انہوں نے کہا: وہاں مسلمانوں میں سے کوئی بھی نہ تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو ان میں سے پچاس آدمیوں کو منتخب کر لو اور ان سے قسمیں لے لو۔'' (صحیح بالشواھد، ابوداود: ٤٥٢٤)

صحیح روایات میں گزر چکا ہے کہ پہلے مدعی لوگوں میں سے پچاس آدمی قسمیں کھا کر اپنا دعویٰ ثابت کریں گے۔

(٢٥٤٨)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الوهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الكِسائِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وأنا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أنا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ، أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ، أَخْبَرَنَا

ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ......

عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: ((مَنْ قُتِلَ عِمِّيَّةً تَكُونُ بَيْنَهُمْ بِحِجَارَةٍ، أَوْ جَلْدٍ بِالسَّوْطِ، أَوْ ضَرْبٍ بِعَصَا، فَهُوَ خَطَأٌ، عَقْلُهُ عَقْلُ الْخَطَإِ، وَمَنْ قُتِلَ عَمْدًا، فَهُوَ قَوَدُ يَدِهِ، فَمَنْ حَالَ دُونَهُ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَغَضَبُهُ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ.))

جناب طاؤس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی کسی بلوے میں مارا گیا ہو (کہ اس کا قاتل دیکھا نہ گیا ہو) سنگباری ہوئی یا ڈنڈے بازی یا کسی لاٹھی سے مرا ہو تو یہ قتل خطا ہے، اس کی دیت قتل خطا والی ہوگی، البتہ جو عمداً قتل کیا گیا ہو تو اس میں قاتل کی جان سے قصاص لیا جائے گا اور جو اس (قصاص لینے) میں رکاوٹ بنے تو اس پر اللہ کی لعنت اور غضب ہو، اس کا کوئی نفل یا فرض مقبول نہیں۔

شرح (عِمِّيَّة) یہ لفظ العمی باب سے فعلیۃ کا وزن ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ دو فریق آپس میں تیر اندازی کریں اور اسی اثنا میں ایک شخص قتل ہو جائے اور اس کے قاتل کا حتمی طور پر پتہ نہ چل سکے تو ایسی صورت میں دیت واجب ہے۔

اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ایسے مقتول کی دیت کس پر واجب ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: ایسے شخص کی دیت مخالف گروہ پر ہے، امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ نے کہا: ایسے مقتول کی دیت دوسرے گروہ کے نسبی رشتہ داروں پر ہے، امام اوزاعی رحمہ اللہ نے کہا: ایسے مقتول کی دیت دونوں متحارب گروہوں پر ہے الا یہ کہ کوئی ایسی دلیل اور نشانی سامنے آ جائے کہ فلاں شخص ہی اس کا قاتل ہے تو اس صورت میں اس شخص پر قصاص واجب ہوگا۔

ابن ابی لیلیٰ اور ابو یوسف نے کہا: ایسے شخص کی دیت دونوں گروہوں کے نسبی رشتہ داروں پر ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: ایسے شخص کی دیت وہ قبیلہ ادا کرے گا جن میں وہ مقتول پایا گیا جب اس کے ورثاء کسی اور قبیلہ کے اوپر اتہام نہ رکھتے ہوں۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: قسامہ یہ ہے کہ کسی معین شخص یا معین قبیلے یا گروہ پر مقتول کے اولیاء دعوی کریں وگرنہ کوئی قصاص اور دیت نہ ہوگی، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس جب کسی ایسے مقتول کا مقدمہ لایا جاتا جو دو متحارب گروہوں کے باہم تصادم میں قتل ہو جاتا تو مقتول کی لاش سے قریب والی بستی کو اس کے قتل کا ذمہ دار قرار دیتے (یعنی دو بستیوں کے درمیان ایک مقتول دیکھا تو بستیوں کا درمیانی فاصلہ ماپتے اور قریب والی بستی کے افراد کو قتل کا ذمہ دار ٹھہراتے)۔

(٢٥٤٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ،

(٢٥٤٨) صحيح بالشواهد ......أخرجه ابوداود: ٤٥٤٠، ٤٥٩١، والنسائی: ٤٨٠٣، وابن ماجه: ٢٦٣٥

(٢٥٤٩) أخرجه البخاری: ٦٨٧٥، ومسلم: ٢٨٨٨

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، وَيُونُسُ، عَنِ الْحَسَنِ......

عَنِ الأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: ذَهَبْتُ لأَنْصُرَ هَذَا الرَّجُلَ، فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرَةَ، فَقَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قُلْتُ: أَنْصُرُ هَذَا الرَّجُلَ، قَالَ: ارْجِعْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((إِذَا التَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا، فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ)) قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! هَذَا الْقَاتِلُ، فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ؟ قَالَ: ((إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ۔))

احنف بن قیس بیان کرتے ہیں کہ میں ان صاحب (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی جنگ جمل میں) کی مدد کے لیے نکلا تو میری ملاقات سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی، انہوں نے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: ان صاحب کی مدد کے لیے جانا چاہتا ہوں، انہوں نے کہا: واپس چلے جاؤ، میں نے رسول اللہ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے: ''جب دو مسلمان تلواریں سونت کر ایک دوسرے کے مدمقابل آجائیں تو قاتل اور مقتول دونوں آگ میں ہیں۔'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایک تو قاتل تھا لیکن مقتول کو سزا کیوں ملے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ بھی اپنے قاتل کے قتل پر آمادہ تھا۔''

(٢٥٥٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ......

سَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ بْنَ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ جَدِّهِ جَرِيرٍ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ: ((اسْتَنْصِتِ النَّاسَ)) ثُمَّ قَالَ: ((لا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔))

سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے دن رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''لوگوں کو خاموش کرادو'' پھر فرمایا: ''تم میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تم میں سے ایک دوسرے کی گردن مارنے لگے۔''

شرح حدیث مبارکہ میں وارد الفاظ (لَاتَرْجِعُوْا بَعْدِي كُفَّارًا) ''میرے بعد کافر نہ بن جانا'' سے خارجی حضرات وہ کفر مراد لیتے ہیں جو خروج ملت کا سبب ہے، یعنی وہ ان الفاظ سے دین سے نکل جانا مراد لیتے ہیں اور اس بنا پر وہ کبیرہ گناہوں کے مرتکب شخص کو کافر قرار دیتے ہیں حالانکہ اہل علم کے نزدیک یہ الفاظ زجر وتوبیخ اور ڈپٹ پر محمول ہیں، یعنی قتل وغارت گری کر کے کفار کی مشابہت اختیار نہ کرنا کہ باہم قتال ان کا شیوہ ہے جو نعمت ایمان تہی دامن

(٢٥٥٠) أخرجه البخاري: ١٢١، ٤٤٠٥، ٦٨٦٩، ومسلم: ٦٥

ہوتے ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ مرتدین حضرات ہیں جن کی سرکوبی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کی (بہر حال ناحق مسلمان کا خون کرنا بہت ہی بڑا گناہ ہے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر سے تعبیر فرمایا)

(٢٥٥١)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِءُ، نَا حَيْوَةُ، وَغَيْرُهُ......

قَالَا: نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَبُو الأَسْوَدِ، قَالَ: قُطِعَ عَلَى أَهْلِ الْمَدِينَةِ بَعْثٌ، فَاكْتُتِبْتُ فِيهِ، فَلَقِيتُ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَأَخْبَرْتُهُ، فَنَهَانِي عَنْ ذَلِكَ أَشَدَّ النَّهْيِ، ثُمَّ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ: أَنَّ نَاسًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ كَانُوا مَعَ الْمُشْرِكِينَ يُكَثِّرُونَ سَوَادَ الْمُشْرِكِينَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي السَّهْمُ يُرْمَى بِهِ، فَيُصِيبُ أَحَدَهُمْ فَيَقْتُلُهُ، أَوْ يُضْرَبُ فَيُقْتَلُ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى: ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ﴾ الآيَةَ۔ (النساء: ٩٧)

جناب محمد بن عبدالرحمان ابو الأسود نے بیان کیا کہ اہل مدینہ کا ایک لشکر تیار کیا گیا (سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شام والوں سے مقابلہ کرنے کے لیے) اور میرا نام اس میں لکھ دیا گیا، پھر میری ملاقات عکرمہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سے ہوئی تو انہوں نے مجھے شرکت سے سختی کے ساتھ منع کیا، پھر کہا: مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی ہے کہ کچھ مسلمان جو مشرکین کے ساتھ رہتے تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف (غزوات) میں مشرکین کی جماعت کی کثرت اور زیادتی کا باعث بنتے، پھر کوئی تیر آتا اور ان میں سے کسی کو لگ جاتا اور قتل کر دیتا یا انہیں کوئی تلوار سے قتل کر دیتا، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ﴾ ...... ''بلاشبہ وہ لوگ جن کو فرشتے فوت کرتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں۔ (سورۂ نساء: ٩٧)

فائدہ:...... اس آیت کی تفسیر میں مولانا داؤد راز دہلوی رحمہ اللہ شرح بخاری میں لکھتے ہیں: جناب عکرمہ کا مطلب یہ تھا کہ یہ مسلمان مسلمانوں سے لڑنے کے لیے نہیں نکلتے تھے بلکہ کافروں کی جماعت بڑھانے کے لیے نکلے تب اللہ تعالیٰ نے ان کو ظالم اور گنہگار ٹھہرایا بس اسی قیاس پر جو لشکر مسلمانوں سے لڑنے کے لیے نکلے گا یا ان کے ساتھ جو نکلے گا گنہگار ہوگا اس کی نیت مسلمانوں سے جنگ کرنے کی ہو یا نہ ہو۔ (ع،س)

(٢٥٥١) أخرجه البخاري: ٧٠٨٥

(28)......كِتَابُ قِتَالِ أَهْلِ الْبَغْيِ

باغیوں سے قتال کے احکام ومسائل

(1)......بَابُ قِتَالِ الْخَوَارِجِ وَالْمُلْحِدِينَ

خارجیوں اور بے دینوں سے لڑائی کا بیان

(٢٥٥٢)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ......

أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْسِمُ قَسْمًا، أَتَاهُ ذُو الْخُوَيْصِرَةِ، وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! اعْدِلْ، فَقَالَ: ((وَيْلَكَ فَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ، قَدْ خِبْتُ وَخَسِرْتُ إِنْ لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ)) فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! ائْذَنْ لِي أَضْرِبْ عُنُقَهُ، فَقَالَ لَهُ: ((دَعْهُ فَإِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، يُنْظَرُ إِلَى نَصْلِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى رِصَافِهِ، فَلَا يُوجَدُ

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اور آپ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ آپ کے پاس ذوالخویصرہ آیا جو کہ بنو تمیم کا ایک فرد ہے، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! انصاف کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''افسوس، کون انصاف کرے گا اگر میں انصاف نہیں کروں گا، اگر میں نے عدل وانصاف نہ کیا تو میں ناکام ہوا اور میں نے خسارہ اٹھایا۔'' اس پر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن ماردوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے کچھ نہ کہہ! اس کے کچھ ایسے ساتھی ہوں گے کہ ان کی نماز اور روزے کے سامنے تم اپنی نماز اور روزے کو حقیر سمجھو گے۔ وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے اس طرح باہر ہوجائیں گے جس طرح تیر

(٢٥٥٢) أخرجه البخاري: ٣٦١٠، ٥٠٥٨، ومسلم: ١٠٦٤

فِيهِ شَيْءٌ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى نَضِيِّهِ، وَهُوَ قِدْحُهُ، فَلا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، ثُمَّ يَنْظُرُ إِلَى قُذَذِهِ، فَلا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، قَدْ سَبَقَ الْفَرْثَ، وَالدَّمَ، آيَتُهُمْ رَجُلٌ أَسْوَدُ إِحْدَى عَضُدَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ، أَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ، وَيَخْرُجُونَ عَلَى حِينَ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ۔))

جانور میں سے باہر نکل جاتا ہے، تیر کے پر کو دیکھا جائے لیکن اس پر کوئی نشان نہیں پھر اس پیکان کو دیکھا جائے اور وہاں بھی کوئی نشان نہیں پھر اس کے باڑ کو دیکھا جائے اور یہاں بھی کوئی نشان نہیں پھر اس کی لکڑی کو دیکھا جائے اور وہاں بھی کوئی نشان نہیں کیونکہ وہ لید گوبر اور خون سب سے آگے (بے داغ) نکل گیا (اسی طرح وہ لوگ اسلام سے صاف نکل جائیں گے) ان کی نشانی ایک سیاہ رنگ کا مرد ہوگا جس کا ایک بازو عورت کی چھاتی کی طرح ہوگا یا یوں فرمایا: گوشت کا تھرتھرانے بوتھڑے کی طرح ہوگا، یہ لوگ مسلمانوں کی پھوٹ کے زمانے میں پیدا ہوں گے۔''

شرح (لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيهِم) ''قرآن ان کے ہنسلیوں سے نیچے نہیں اترے گا'' کا مطلب ہے کہ ان کے اعمال صالحہ بارگاہ خداوندی میں قبول ومنظور نہیں ہوں گے۔

(يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ) ''وہ دین سے نکل جائیں گے''یعنی مسلمان حکمرانوں کی اطاعت نکل جائیں گے۔ یہاں الدین سے مراد اطاعت اور فرماں برداری ہے۔ یہ خوارج کی صفت اور نشانی ہے جو مسلم حکمرانوں کی اطاعت سے نکل گئے تھے اور مسلمانوں کا سامنا تلوار سے کرتے تھے۔

(كَمَا يَمْرُق) جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ الرمیہ سے مراد وہ شکار ہے جس کی طلب میں ہم نکلیں اور کوئی دوسرا شخص اس کو شکار کرلے۔

امام اصمعی نے کہا: اس سے مراد وہ گراہوا شکار ہے جسے شکاری خود شکار کرے، یہ لفظ ہر تیر خوردہ جانور پر بولا جاتا ہے۔

أَلرِّصَاف: سے مراد تیر کا آخری کنارہ ہے (چٹکی) جہاں کمان کا تانت ٹکتا ہے۔ یہ دو ہوتے ہیں اور ایک کو رصفة کہتے ہیں (رصاف سے مراد وہ تانت اور پٹھا ہے جو تیر کی چٹکی اور تیر کے پھل کو داخل کرنے کی جگہ بندھی ہوئی ہو)

اہل عرب یہ جملہ بولتے ہیں: رَصِفْتُ السَّهْمَ أَرْصُفُه، ''میں نے تیر پر تانت چڑھالیا۔'' سھم مرصوف سے مراد مضبوط تیر ہے، النضیی بے تراشے تیر کو کہتے ہیں نیز اس سے مراد تیر کے پیکان اور پر کے درمیان کا حصہ ہے۔

اَلْقُذَذ کا واحد قُذَّة ہے اس سے مراد گدھ وغیرہ پرندے کا پر ہے جو تیر میں لگانے کیلئے تیار کیا ہوا ہو، تیر کے ہر پر کو بھی قذہ کہتے ہیں۔ یہ لفظ دو چیزوں میں مکمل یکسانیت کے لیے ضرب المثل کے طور پر بولا جاتا ہے۔ اہل عرب

کہتے ہیں: هُوَ اَشْبَهَ بِهِ مِنَ الْقُذَّةِ بِالْقُذَّةِ کیونکہ دونوں باتوں پر ایک ہی مثال فٹ ہوتی ہے۔

(قَدْ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ) ''جو تیر گوبر اور خون سے صاف نکل گیا ہے'' یعنی بے حد تیزی کے ساتھ شکار میں سے گزر گیا ہے، اس قدر تیزی کے ساتھ کہ جانور کے جسم میں سے لید، گوبر اور خون کچھ بھی اس کو نہ لگا اور وہ بے داغ نکل گیا، مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کا اسلام میں داخل ہونا اور پھر اس سے نکل جانا اسی تیر کی مانند ہے، ان پر اسلامی تعلیمات کا کچھ اثر نہیں۔

(تَدَرْدَرُ) ''تھل تھل کرتا ہے'' لٹکتا ہے، ادھر ادھر جھولتا ہے۔ گہرے پانیوں کو دُرْدُوْرُ الْمَاء کہتے ہیں، تَذَبْذَبَ، تَقَلْقَلَ اور تَدَلْدَلَ کے الفاظ کا ایک ہی معنی ہے۔

(٢٥٥٣)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الوَهَّابِ، سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ، ......

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، وَعَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، أنهما أتيا أبا سعيد الخدري، فسألاه عَنِ الْحَرُورِيَّةِ أَسَمِعْتَ أَسَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: لا أَدْرِي مَا الْحَرُورِيَّةُ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((يَخْرُجُ فِي هَذِهِ الأُمَّةِ، وَلَمْ يَقُلْ مِنْهَا، قَوْمٌ تَحْقِرُونَ صَلاتَكُمْ مَعَ صَلاتِهِمْ، يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ لا يُجَاوِزُ حُلُوقَهُمْ، أَوْ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَيَنْظُرُ الرَّامِي إِلَى سَهْمِهِ، إِلَى نَصلِهِ، إِلَى رِصَافِهِ، فَيَتَمَارَى فِي الْفُوقَةِ هَل عَلِقَ بِهَا مِنَ الدَّمِ شَيْءٌ۔))

جناب محمد بن ابراہیم نے بیان کیا کہ ابوسلمہ اور عطاء بن یسار دونوں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: کیا تم نے حروریہ کے بارے میں کچھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ انہوں نے کہا: حروریہ تو میں جانتا نہیں مگر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے آپ فرماتے تھے: ''اس امت میں اور یوں نہیں فرمایا: اس امت میں سے کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے کہ تم اپنی نمازکو ان کی نماز کے سامنے حقیر جانو گے اور قرآن کی تلاوت بھی کریں گے مگر قرآن ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر جانور میں سے (صاف) پار نکل جاتا ہے اور پھر تیر پھینکنے والا اپنے تیر کو دیکھتا ہے اس کے بعد جڑ میں (جو کمان میں لگی رہتی ہے) اس کو شک ہوتا ہے شاید اس میں خون لگا ہو مگر وہ بھی صاف ہو۔''

(٢٥٥٣) أخرجه البخاري: ٦٩٣١، ومسلم: ١٠٦٤

(٢٥٥٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَخْبَرَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ خَيْثَمَةَ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفْلَةَ......

عَنْ عَلِيَّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: مَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰهِ! لأَنْ أَخِرَّ مِنَ السَّمَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَكْذِبَ عَلَيْهِ، وَمَا حَدَّثْتُكُمْ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ، فَإِنَّ الْحَرْبَ خُدْعَةٌ، وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((يَكُونُ فِي آخِرَ الزَّمَانِ أَحْدَاثُ الأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الأَحْلامِ، يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ)) أَوْ قَالَ: ((حَنَاجِرَهُمْ، يَقُولُونَ مِنْ قَوْلِ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَأَيْنَ لَقِيتُمُوهُمْ، فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔))

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: جب میں تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بیان کروں تو اللہ کی قسم! اگر میں آسمان سے نیچے گر پڑوں یہ مجھ کو اس سے اچھا لگتا ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھوں۔ ہاں جب ہماری آپس میں گفتگو ہو تو اس میں بنا سنوار کر بات کہنے میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ (آپ علیہ السلام نے فرمایا ہے) لڑائی تدبیر اور مکر کا نام ہے، دیکھو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے: ''اخیر زمانہ قریب ہے جب ایسے لوگ مسلمانوں میں نکلیں گے جو نوعمر بیوقوف ہوں گے (ان کی عقل میں فتور ہوگا) وہ قرآن کی تلاوت کریں گے مگر قرآن ان کی ہنسلیوں یا کہا حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ ظاہر میں تو ساری خلق کے کلاموں میں جو بہتر ہے (یعنی حدیث شریف) وہ پڑھیں گے، وہ دین سے اس طرح باہر ہو جائیں گے جیسے تیر شکار کے جانور سے پار نکل جاتا ہے، تم ان لوگوں کو جہاں پانا بے تامل قتل کرنا، بلاشبہ ان کو کرنے میں قیامت کے دن ثواب ملے گا۔''

شرح حفص بن غیاث عن ابیہ عن الاعمش کی سند میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ ہیں: ((سَيَخْرُجُ قَوْمٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ حُدَّاثُ الْأَسْنَانِ))...... '' اور مسلم کی روایت میں جو کہ وکیع عن الاعمش کی سند سے ہے اس میں ہے، ((سَيَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ)) ہے۔ معنی دونوں عبارتوں کا ایک ہی ہے۔

(٢٥٥٥)۔ حدَّثنا أَبُو الْمُظَفَّرِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَامِدٍ التَّمِيمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُالرَّحْمنِ

(٢٥٥٤) أخرجه البخاري: ٦٩٣٠، ومسلم: ١٠٦٦

(٢٥٥٥) حديث صحيح ...... أخرجه أحمد في المسند: ١١٩٠٦، ورواه الشيخان عن ابي هريرة رضی اللہ عنہ

بْنُ عُثْمَانَ بْنِ الْقَاسِمِ الْمَعْرُوفُ بِابْنِ أَبِی نَصْرٍ ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ خَيْثَمَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ حَيْدَرَةَ الأَطْرَابُلْسِیُّ ، حَدَّثَنَا الدَّبَرِیُّ ، عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ عَلِیِّ بْنِ زَيْدٍ ، عَنْ أَبِی نَضْرَةَ ، قَالَ:......

سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِیَّ ، يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((لا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِيمَتَانِ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ ، تَمْرُقُ بَيْنَهُمَا مَارِقَةٌ ، تَقْتُلُهُمْ أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ.))

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ فرما رہے تھے: ''اس وقت تک قیامت برپا نہیں ہوگی جب تک کہ دو بڑی جماعتیں آپس میں نہ لڑیں، ان دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہوگا۔ ان دونوں میں سے ایک جماعت نکلے گی، ان کو وہ لوگ قتل کریں گے جو حق سے زیادہ قریب ہوں گے۔''

شرح: سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت دو گروہوں میں بٹ جائے گی۔ ان دونوں میں سے ایک جماعت نکلے گی، ان کو وہ لوگ قتل کریں گے جو حق سے زیادہ قریب ہوں گے۔''

(٢٥٥٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو سَعْدٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَبَّاسِ الْحُمَيْدِیُّ ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْقُطَيْعِیُّ ، بِبَغْدَادَ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ ، حَدَّثَنِی أَبِی ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِی سُلَيْمَانَ ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ......

حَدَّثَنِی زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ الْجُهَنِیُّ ، أَنَّهُ كَانَ فِی الْجَيْشِ الَّذِينَ كَانُوا مَعَ عَلِیِّ بْنِ أَبِی طَالِبٍ الَّذِينَ سَارُوا إِلَى الْخَوَارِجِ ، فَقَالَ عَلِیٌّ: أَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّی سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِی يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَيْسَتْ قِرَائَتُكُمْ إِلَى قِرَائَتِهِمْ بِشَیْءٍ ، وَلا صَلاتُكُمْ إِلَى صَلاتِهِمْ بِشَیْءٍ ، وَلا صِيَامُكُمْ إِلَى صِيَامِهِمْ بِشَیْءٍ ، يَقْرَءُونَ

سیدنا زید بن وہب الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اس لشکر میں تھے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوارج کی طرف گیا تھا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: ''میری امت سے ایک قوم نکلے گی وہ اس طرح قرآن پڑھیں گے کہ تمہارا قرآن پڑھنا ان کے مقابلے میں کچھ نہ ہوگا اور نہ تمہاری نماز ان کی نماز کے آگے کچھ حیثیت رکھے گی اور نہ تمہارے روزے ان کے روزوں کے مقابلے میں کچھ اہمیت رکھتے ہوں گے،

(٢٥٥٦) أخرجه البخاری: ٣٦١١ مختصراً، ومسلم: ١٠٦٦

الْقُرْآنَ يَحْسِبُونَ أَنَّهُ لَهُمْ ، وَهُوَ عَلَيْهِمْ ، لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ.)) لَوْ يَعْلَمُ الْجَيْشُ الَّذِينَ يُصِيبُونَهُمْ مَا قُضِيَ لَهُمْ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَكَلُوا عَنِ الْعَمَلِ ، وَآيَةُ ذٰلِكَ أَنَّ فِيهِمْ رَجُلًا لَهُ عَضُدٌ ، وَلَيْسَ لَهُ ذِرَاعٌ ، عَلَى رَأْسِ عَضُدِهِ مِثْلُ حَلَمَةِ الثَّدْيِ عَلَيْهِ شُعَيْرَاتٌ بِيضٌ ، أَفَتَذْهَبُونَ إِلَى مُعَاوِيَةَ وَأَهْلِ الشَّامِ ، وَتَتْرُكُونَ هٰؤُلَاءِ ، يَخْلُفُونَكُمْ فِي ذَرَارِيكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ ؟ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَكُونُوا هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ ، فَإِنَّهُمْ قَدْ سَفَكُوا الدَّمَ الْحَرَامَ ، وَأَغَارُوا فِي سَرْحِ النَّاسِ ، فَسِيرُوا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ۔ قَالَ سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ: فَنَزَلْتُ وَزَيْدُ بْنِ وَهْبٍ مَنْزِلًا حَتّٰى مَرَرْنَا عَلَى قَنْطَرَةٍ ، فَلَمَّا الْتَقَيْنَا ، وَعَلَى الْخَوَارِجِ يَوْمَئِذٍ عَبْدُ اللّٰهِ بَنُ وَهْبٍ الرَّاسِبِيُّ ، فَقَالَ لَهُمْ: أَلْقُوا الرِّمَاحَ ، وَسُلُّوا سُيُوفَكُمْ مِنْ جُفُونِهَا ، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يُنَاشِدُونَكُمْ كَمَا نَاشَدُوكُمْ يَوْمَ حَرُورَاءَ ، فَتَزَحَفُوا ، فَوَحَّشُوا بِرِمَاحِهِم ، وَسَلُّوا السُّيُوفَ ، وَشَجَرَهُمُ النَّاسُ بِرِمَاحِهِمْ ، وَقُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ ، وَمَا أُصِيبَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ إِلَا رَجُلَانِ ، فَقَالَ عَلِيٌّ: الْتَمِسُوا فِيهِمُ الْمُخْدَجَ ، فَالْتَمَسُوا ، فَلَمْ يَجِدُوهُ ، فَقَامَ

وہ قرآن پڑھ کر سمجھیں گے کہ ہمارا اس میں فائدہ ہے حالانکہ وہ ان پر وبال ہوگا، نماز ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گی، وہ دین سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکلتا ہے۔ وہ لشکر جو ان پر چڑھائی کرے گا اگر اس بشارت کو جان لے جس کا بیان ان کے لیے ان کے نبی کی زبان مبارک پر ہوا تو وہ عمل کرنے سے گریز کرنے لگیں (یعنی وہ یہ سمجھ لیں کہ عمل کی ضرورت نہیں، ان کے قتل میں اتنا ثواب ہے) اور نشانی ان کی یہ ہے کہ ان میں ایک آدمی ہے جس کا شانہ ہے لیکن مکمل بازو نہیں ہے۔ اس کے شانے کا آخر عورت کی چھاتی کے سرے کی طرح ہے جس پر سفید رنگ کے بال ہیں (سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا) تم معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام پر دوڑے جاتے ہو اور ان کو چھوڑے جاتے ہو کہ یہ تمہارے پیچھے تمہاری اولاد اور مال کو تکلیف پہنچائیں۔ اللہ کی قسم! مجھے قوی امید ہے کہ یہ لوگ (خوارج) وہی ہیں اس لیے کہ انہوں نے حرمت والا خون بہایا اور لوگوں کے مال مویشی لوٹ لیے، سوان پر اللہ کا نام لے کر چڑھائی کرو......سلمہ بن کہیل نے کہا: پھر میں اور زید بن وہب ایک ایک منزل پر گئے حتی کہ ہم ایک پل سے گزرے، پھر جب ہم ان کے مقابل صف آراء ہوئے اور اس دن خوارج کا سپہ سالار عبداللہ بن وہب راسبی تھا۔ اس نے انہیں کہا: اپنے نیزے پھینک دو اور تلواریں میان سے نکال لو، اس لیے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ لوگ تم پر ویسی بوچھاڑ نہ کریں جیسی حروراء کے دن کی تھی، چنانچہ وہ پھرے، انہوں نے اپنے نیزے پھینک دیئے اور تلواریں میان سے نکال لیں اور لوگ ان سے جا ملے اور انہوں نے اپنے نیزوں سے اپنا

عَـلـیٌّ بِنَفْسِهٖ حَتّٰى أَتٰى نَاسًا قَدْ قُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ، فَقَالَ: أَخِّرُوهُمْ، فَوَجَدُوهُ مِمَّا يَـلِـى الْأَرْضِ، فَـكَبَّرَ عَلِيٌّ، ثُمَّ قَالَ: صَدَقَ اللّٰـهُ، وَبَـلَّـغَ رَسُـولُـهُ، فَقَامَ إِلَيْـهِ عَبِيدَةُ السَّـلْـمَـانِـيُّ، فَـقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَللّٰهَ الَّـذِى لا إِلٰهَ إِلا هُوَ لَسَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: أَىْ وَاللّٰهِ! الـذِى لا إِلـٰهَ إِلا هُـوَ، حَتّـٰى اسْتَحْلَفَهُ ثَلاثًا وَهُوَ يَحْلِفُ لَهُ۔

دفاع کیا اور وہ مقتول ہو کر ایک دوسرے کے اوپر ڈھیر ہوئے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے صرف دو آدمی کام آئے، پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: مخرج کو تلاش کرو، اس کو تلاش کیا گیا مگر نہ ملا پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ خود اٹھے اور مقتولوں کے پاس گئے جو ایک دوسرے پر ڈھیر ہوئے پڑے تھے، آپ نے کہا: ان کو ہٹاؤ! لوگوں نے اسے زمین کے ساتھ لگا ہوا پایا (جب ملا) تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہا اور پھر فرمایا: اللہ نے سچ کہا، اور اس کے رسول نے (سچ) پیغام پہنچایا۔ (راوی نے کہا) پھر عبیدہ سلیمانی کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے امیر المؤمنین! قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں! آپ نے یہ اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں قسم ہے اللہ پاک کی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں! حتی کہ عبیدہ نے تین بار آپ کو قسم دی اور آپ نے قسم کھائی (کہ میں نے اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے)

شرح (فَـوَحَّشُوْا بِرِمَاحِهِمْ) معنی ہے وہ دور رہ کر نیزے پھینکے گئے۔ جب کوئی شخص اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کسی چیز کو دور سے پھینک دے تو اس عمل کو قَدْوَحَّش بِهٖ کہا جاتا ہے۔

(شَـجَـرَهُمُ النَّاسُ بِرِمَاحِهِمْ) لوگوں نے ان سے اپنا دفاع نیزوں کے ذریعے سے کیا اور انہیں اپنے سے دور مار بھگایا، شَجَرْتُ الدَّابَةَ بِلِجَامِهَا کا معنی میں نے جانور کو اس کی مہار پکڑ کر پوری قوت سے روکا۔ بعض دفعہ اس جملے کا معنی کیا جاتا ہے کہ انہوں نے نیزوں سے حملہ کیا اور باہم گتھم گتھا ہو کر ان کا بری طرح قتل عام کیا، یہاں اشتباک کا معنی اختلاط (باہم مل جل جانا) ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں مُـخْدَج شخص کی جونشانی مروی ہے اس کیلئے (رَجُـلٌ مَثْدُوْنُ الْيَد) کے الفاظ آئے ہیں۔ بعض روایات میں (مُثْـدَنُ الْيَـد) کے الفاظ بھی مروی ہیں۔ ان دونوں الفاظ کے معنی ایک ہی ہیں یعنی چھوٹے بازو والا جس کے سرے پر گوشت اس طرح جمع ہے جس طرح عورت کا پستان ہو۔ یہ لفظ اصل میں مثند ہے پھر دال کو نون پر مقدم کر دیا گیا اور مثدن بولا جانے لگا۔ جس طرح اہل عرب جَبَـذَ اور جَـذَبَ کے الفاظ بولتے ہیں۔ لفظ

الثَّـنْدُوَة۔ ثا کے اوپر زبر اور ہمزہ کے بغیر پڑھنا ہے۔ اگر آپ ثا کو مضموم پڑھیں گے تو ہمزہ بھی پڑھنا ہوگا یعنی ثُنْدُوْءَ ة۔ یہ لفظ (مُؤْدَن) اور (مَوْدُوْنَ الْیَدِ) بھی مروی ہے۔ اس صورت میں یہ لفظ اہل عرب کے جملے ودنت الشی سے ماخوذ ہوگا یعنی کسی چیز کا ناقص، بے کار اور چھوٹا ہو جانا۔ اس شخص کا بازو بھی ایسا ہی تھا۔

(٢٥٥٧)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو سَعْدِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْحُمَيْدِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمِشِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((إِنَّ مِنْكُمْ مَنْ يُقَاتِلُ عَلَى تَأْوِيلِ الْقُرْآنِ كَمَا قَاتَلْتُ عَلَى تَنْزِيلِهِ)) قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا هُوَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((لا)) قَالَ عُمَرُ: أَنَا هُوَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((لا، وَلَكِنْ خَاصِفُ النَّعْلِ)) قَالَ: وَكَانَ أَعْطَى عَلِيًّا نَعْلَهُ يَخْصِفُهَا۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''بلاشبہ تم میں ایک ایسا شخص ہے جو قرآن مجید کے حکم کے مطابق لڑائی کرے گا جیسا کہ میں نے اس کے حکم کو بجا لاتے ہوئے قتال کیا ہے۔'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا وہ شخص میں ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا وہ شخص میں ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، لیکن وہ شخص جوتیاں گانٹھنے والا ہے''، سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ علیہ السلام نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنے پاپوش مبارک دے رکھے تھے جنہیں وہ سی رہے تھے۔

شرح امام ابوعبداللہ الحافظ نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اس قسم کی احادیث سے امام بخاری اور مسلم رحمہ اللہ نے اپنی اپنی صحیح میں دلیل پکڑی ہے، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ خوارج کو اللہ کی مخلوق میں بدترین لوگ خیال کرتے تھے، نیز ان کا کہنا ہے کہ قرآن کریم کی وہ آیات جو کافروں کے بارے میں نازل ہوئیں، ان لوگوں نے ان کو مومنوں پر چسپاں کر دیا ہے۔ جناب ایوب سختیانی رحمہ اللہ نے کہا: خارجیوں نے اسلام میں تو اختلاف کیا مگر اہل اسلام کے خلاف تلوار چلانے میں متفق ہو گئے۔

(٢٥٥٨)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ،

(٢٥٥٧) صحيح ......أخرجه الامام احمد فى المسند: ١١٢٥٨ ولفظه مختصر

(٢٥٥٨) أخرجه البخاري: ٧٥٦٢

قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ سِيرِينَ ، يُحَدِّثُ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ سِيرِينَ......

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((يَخْرُجُ نَاسٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ لا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ ، ثُمَّ لا يَعُودُونَ فِيهِ حَتَّى يَعُودَ السَّهْمُ إِلَى فُوْقِهِ)) قِيلَ: مَا سِيمَاهُمْ؟ قَالَ: ((سِيمَاهُمُ التَّحْلِيقُ۔)) أَوْ قَالَ: ((التَّسْبِيدُ۔))

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کچھ لوگ مشرق کی طرف سے نکلیں گے اور قرآن پڑھیں گے جو ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، یہ لوگ دین سے اس طرح دور پھینک دیئے جائیں گے جیسے تیر پھینک دیا جاتا ہے۔'' پھر یہ لوگ کبھی دین میں واپس نہیں آسکتے۔ یہاں تک کہ تیر اپنی جگہ (خود) واپس آجائے، دریافت کیا گیا: ان کی نشانی کیا ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان کی علامت سر منڈوانا ہے'' یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: التسبید ہے۔

شرح: (التَّسْبِيْد) کا معنی ہے: سر منڈانا یعنی استرے سے سر کے بال اتروانا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس لفظ کے معنی ہیں: سر کو تیل نہ لگانا اور اس کو پراگندہ رہنے دینا، مروی ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما جب مکہ مکرمہ تشریف لائے تو ان کا سر مبارک مسبد تھا یعنی سر کو تیل نہیں لگا ہوا تھا اور نہ دھویا ہوا۔

(۲۵۵۹)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو سَعْدٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَبَّاسِ الْحُمَيْدِيُّ ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْفَقِيهُ ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ زَكَرِيَّا بْنِ عَلِيٍّ الْخَزَّازُ ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبَّادٍ الْمُقْرِءُ ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى مَنْزِلَ أُمِّ سَلَمَةَ ، فَجَاءَ عَلِيٌّ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((يَا أُمَّ سَلَمَةَ! هَذَا وَاللّٰهِ قَاتِلُ الْقَاسِطِينَ ، وَالنَّاكِثِينَ وَالْمَارِقِينَ مِنْ بَعْدِي۔))

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ اتنے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ آگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (انہیں دیکھ کر) فرمایا: ''اے ام سلمہ: اللہ کی قسم! یہ ظالموں، بدعہدوں اور دین سے نکل جانے والوں کو میرے بعد قتل کرے گا۔''

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: جب مسلمانوں کی ایک جماعت بغاوت کرے اور شرعی عادل حکمران کے

(۲۵۵۹) سنده ضعيف ...... أخرجه الحاكم فى المستدرك: ٤٦٧٤

خلاف کسی محتمل تاویل کی بنا پر خروج کرے اور اپنا ایک لیڈر مقرر کرے اور امام عادل کی اطاعت سے رک جائے تو امام وقت کو چاہیے کہ ان کی طرف سفارت بھیجے اور ان سے پوچھے کہ انہیں کیا اعتراضات اور تحفظات ہیں۔ اگر وہ جواباً کسی ناانصافی اور ظلم وجور کا ذکر کریں تو اس کو حل کیا جائے اور اگر وہ کسی واضح زیادتی اور ستم کا ذکر نہ کر سکیں (بلکہ ان کی بغاوت محض شکوک وشبہات اور واہی اعتراضات پر مبنی ہو) تو انہیں اطاعت کی طرف لوٹنے کو کہا جائے تاکہ مشرکین کے خلاف تمام اہل اسلام کا کلمہ ایک ہو جائے اور مسلمان متحد ہو جائیں۔ اگر وہ اس سے بھی باز رہیں تو انہیں مناظرہ کرنے کی دعوت دی جائے پھر اگر وہ مناظرہ کرنے سے بھی گریز کریں یا مناظرہ کرنے کے بعد اپنی بات کو ثابت نہ کر سکیں اور ہکے بکے رہ جائیں لیکن اس کے باوجود اپنی بغاوت پر اڑے رہیں تو حاکم وقت ان سے قتال کرے گا تا آنکہ وہ اس کی اطاعت کا دم بھرنے لگیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ م بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوْا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾ .... ”اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں میل ملاپ کرا دیا کرو، پھر اگر ان دونوں میں سے ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم (سب) اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔“ (سورۂ حجرات: ۹) (مصنف عبد الرزاق: ۱۸۶۵۶)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اہل نہروان کی بابت دریافت کیا گیا کہ کیا وہ مشرک ہیں؟ تو انہوں نے کہا: نہیں، شرک سے تو وہ بھاگے ہیں، پوچھا گیا: پھر کیا وہ منافق ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں، منافق تو اللہ تعالیٰ کو بہت تھوڑا یاد کرتے ہیں، پوچھا: گیا تو پھر وہ کیا ہیں؟ آپ نے کہا: یہ ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے خلاف علم بغاوت بلند کر رکھا ہے، ہم ان سے لڑائی کریں گے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: باغیوں کی سرکوبی کرتے ہوئے لڑی جانے والی جنگوں میں فریقین کا جو جانی اور مالی نقصان ہوا اکثر اہل علم کے قول کے مطابق اس کا کوئی ہرجانہ اور تاوان نہیں، یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا نیا قول ہے اور اہل رائے کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: قرآن مجید میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فریقین کے مابین عدل وانصاف کے ساتھ صلح کرا دینے کا حکم تو فرمایا ہے لیکن ان کے درمیان میں ہونے والی جنگ کے نتیجے میں ہونے والے جانی اور مالی نقصان کو بھرنے اور پورا کرنے کا کوئی تذکرہ نہیں فرمایا، اس لیے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ ایسی جنگوں میں بہنے والے خون، لگنے والے زخموں اور ضائع ہو جانے والے اموال کا کچھ اعتبار نہیں، جیسا کہ امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ نے کہا: سیدنا علی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین ہونے والی جنگوں میں بعض ایسے مقتول بھی تھے جن کے قاتل کا سو فیصد پتہ تھا اور ان جنگوں میں اموال کا بھی بہت کچھ نقصان ہوا، پھر جنگوں کا سلسلہ تھما اور صلح ہو گئی لیکن میرے علم میں ایسا کوئی واقعہ نہیں کہ کسی کو قصاصاً قتل کیا گیا ہو یا کسی ضائع ہونے والے مال کا ہرجانہ دیا گیا ہو۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا قدیم قول ہے کہ اگر باغی جماعت عادل جماعت پر چڑھائی کرے تو ان کے ہونے والے جانی اور مالی نقصان کا باغی ٹولے سے مداویٰ وصول کیا جائے گا اور جو نقصان ان دونوں کا میدان جنگ کے علاوہ ہو تو اس میں تو بالاتفاق مالی اور جانی نقصان کا شرعی بنیادوں پر ازالہ کیا جائے گا۔ باغیوں میں سے اگر کوئی اثنائے جنگ میں پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے تو اس کا پیچھا نہیں کیا جائے گا خواہ اس نے کسی کا خون کیا ہو۔ اسی طرح باغیوں میں سے قید ہو کر آنے والے کو بھی قتل نہیں کیا جائے گا، جنگ جمل والے دن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا: خبردار! بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جائے اور زخمی کو موت کے گھاٹ نہ اتارا جائے۔

لَا یُذَفَّف کا معنی لَا یُقْتَل ہے یعنی اسے قتل نہ کیا جائے۔ جنگ صفین میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک قیدی کو لایا گیا، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: میں تجھے حالت قید میں قتل نہیں کروں گا اس لیے کہ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں، پھر انہوں نے اس کو چھوڑ دیا۔

جناب حماد بن ابراہیم نے کہا: اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اہل قبلہ سے جنگیں نہ کی ہوتیں تو کسی کو ان کے ساتھ قتال کے احکام ومسائل معلوم نہ ہوتے۔

جب باغی حضرات کسی شہر پر اپنا تسلط جمالیں اور ساکنان شہر سے زکاۃ وصول کرلیں تو ان سے دوبارہ زکاۃ وصول نہ کی جائے گی۔ اسی طرح باغیوں کے قاضی کے فیصلے کو برقرار رکھا جائے گا اور ان میں سے عادل افراد کی گواہی کو قبول کیا جائے گا۔ باغیوں کے حق میں پائے جانے والے ان احکام کے لیے تین شرائط کی موجودگی ضروری ہے:

(۱)...... باغیوں کو اس علاقے پر ہر طرح سے قوت، تسلط اور قبضہ حاصل ہو۔

(۲)...... باغی اپنے عزائم پر کوئی ایسی دلیل رکھتے ہوں جس میں تاویل کی گنجائش ہو۔

(۳)...... انہوں نے اپنا امام (لیڈر) مقرر کر رکھا ہو۔

اگر متذکرہ بالا شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو تو ان کا حکم ڈاکوؤں اور فساد مچانے والوں کا سا ہوگا۔ اس صورت میں ان سے کیے گئے نقصان کا ہرجانہ وصول کیا جائے گا، ان کے فیصلوں کو کالعدم قرار دیا جائے گا اور ان کے گواہوں کی گواہی کو لائق اعتنا خیال نہیں کیا جائے گا۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: اگر کچھ لوگ خارجی قسم کے عقائد کا برملا اظہار کرنے لگیں، مسلمانوں سے الگ تھلگ رہنے لگیں اور ان پر کفر یہ فتویٰ لگانے لگیں تب بھی ان سے لڑائی کرنا جائز نہ ہوگا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ بات ہمیں پہنچی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو سنا جو مسجد کے ایک گوشے سے نعرہ تحکیم (لَا حُکْمَ اِلَّا اِلَیْہِ) ''اللہ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں چلے گا'' بلند کر رہا تھا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ بات تو سچی ہے مگر اس کا مطلب غلط لیا جا رہا ہے، ہم تمہارے بارے میں تین باتوں کا لحاظ رکھیں گے۔ (۱) اللہ کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے تمہیں نہیں روکیں گے۔ (۲) جب

تک تم ہمارے ساتھ مل کر جہاد کرو تمہارا مال غنیمت کا حصہ نہیں روکیں گے۔ (۳) اور تمہارے ساتھ قتال کی ابتداء نہیں کریں گے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: اگر باغی حضرات اپنا لیڈر مقرر کرنے سے پہلے اپنے علاقے کے والی یا کسی اور مسلمان کو قتل کر دیں اور حاکم وقت کے فیصلوں کو خاطر میں نہ لائیں بلکہ مخالف فیصلوں کا اظہار کرنے لگیں تو ان سے قصاص لیا جائے گا۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ باغی حضرات نے سر تسلیم خم کر دیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے جانب سے مقرر کردہ والی اور عامل کی اطاعت میں آ گئے، پھر اسے قتل کر ڈالا تو علی رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ اس شخص کے قاتل کو ہمارے سپرد کر دو، ہم اسے بدلے میں قتل کریں گے، انہوں نے کہا: ہم سب اس کے قاتل ہیں۔ حضرت نے کہا: تم ہمارے مطیع اور فرمانبردار ہو جاؤ، ہم تمہارے اوپر شریعت کا حکم نافذ کریں گے۔ انہوں نے کہا: نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا، اس کے بعد حضرت ان کی طرف چلے اور ان سے لڑائی کی جس میں ان کے اکثر افراد کام آ گئے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ذوالخویصرہ کے قتل سے روک دیا تھا کیونکہ اس میں وہ شرائط جمع نہیں تھیں جن کی موجودگی میں اس کا قتل جائز قرار پاتا، اس واقعہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ جس شخص کے اوپر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حق میں تقصیر کی بنا پر تعزیر لازم آتی ہو حاکم وقت اس سے صرف نظر کر سکتا ہے اور اس تعزیر کو چھوڑ سکتا ہے۔

(2)......بَابُ قَتْلِ الْمُرْتَدِّ
مرتد کو قتل کرنے کا بیان

(۲۵۶۰)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، أَخْبَرَنَا أَبُو طَاهِرٍ الزِّيَادِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو حَامِدٍ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ بِلالٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الأَزْهَرِ أَحْمَدُ بْنُ الأَزْهَرِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ هُوَ الْجَرِيرِيُّ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ۔))

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اپنا دین بدلے (اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا دین اختیار کر لے) اسے قتل کر دو۔“

(۲۵۶۱)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وأنا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ،

(۲۵۶۰) انظر الحديث الآتي (۲۵۶۱) أخرجه البخاري: ٦٩٢٢

أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ أَبِي تَمِيمَةَ......

عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: لَمَّا بَلَغَ ابْنَ عَبَّاسٍ أَنَّ عَلِيًّا حَرَّقَ الْمُرْتَدِّينَ أَوِ الزَّنَادِقَةَ، قَالَ: لَوْ كُنْتُ أَنَا، لَمْ أُحَرِّقْهُمْ وَلَقَتَلْتُهُمْ، لِقَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ)) وَلَمْ أُحَرِّقْهُمْ لِقَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَا يَنْبَغِي لأَحَدٍ أَنْ يُعَذِّبَ بِعَذَابِ اللّٰهِ.))

جناب عکرمہ سے روایت ہے کہ جب سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ اطلاع پہنچی کہ علی رضی اللہ عنہ نے مرتدین یا زندیقوں کو جلا دیا ہے تو انہوں نے کہا: اگر میں انہیں سزا دیتا تو انہیں جلاتا نہ بلکہ انہیں صرف قتل ہی کرتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنا دین بدل لے اسے قتل کردو۔'' اور اس لیے بھی نہ جلاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی کو اللہ والا عذاب دے۔''

شرح: اہل علم کے نزدیک اسی بات پر عمل ہے کہ جب کوئی مسلمان دین اسلام سے منحرف ہوکر دوسرا دین اختیار کرلے یعنی مرتد ہوجائے تو اسے قتل کردیا جائے گا، پھراس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا اس سے توبہ کروائی جائے گی یا نہیں، بعض اہل علم کا موقف ہے کہ اس سے توبہ کرنے کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا (یعنی اس کی توبہ قبول نہیں) ایسا موقف سیدنا حسن بصری، طاؤس اور عبید بن عمیر سے مروی ہے۔ امام عطاء رحمہ اللہ نے کہا: اگر ایسا شخص اصلاً مسلمان تھا پھر مرتد ہوگیا تو ایسے شخص سے توبہ نہیں کرائی جائے گی اور اگر وہ پہلے مشرک تھا، اسلام قبول کرنے کے بعد دوبارہ مرتد اور کافر ہوگیا تو اس سے توبہ کرائی جائے گی۔ لیکن اکثر اہل علم کا موقف ہے کہ اسے اس وقت تک قتل نہیں کیا جائے گا جب تک اسے توبہ کرنے کے لیے نہ کہا جائے البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ کتنی مدت گزر جانے کے بعد توبہ کرائی جاسکتی ہے، ایک قوم کا خیال ہے اور قیاس یہی ہے کہ خواہ کتنا ہی عرصہ گزر چکا ہو، قابو پانے کے بعد اس پر توبہ پیش کی جائے۔ اگر توبہ کرلے تو بہت خوب (اسکی توبہ قبول کی جائے) اگر توبہ نہ کرے تو اس کی سزا قتل ہے۔ اسے اسی مقام پر ہی کیفر کردار تک پہنچا دیا جائے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا اظہر قول یہی ہے، سیدنا معاذ اور سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے، امام زہری رحمہ اللہ نے کہا: اس سے تین بار توبہ کروائی جائے۔ اگر توبہ کرلے تو اس کی توبہ قابل قبول ہے اگر نہ اس کی تو گردن تن سے جدا کردی جائے۔ اہل رائے کا موقف ہے کہ مرتد سے توبہ تین مرتبہ طلب کی جائے اور تین دنوں میں طلب کی جائے۔

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ تین مرتبہ توبہ طلب کی جائے اور وقفے وقفے سے کی جائے شاید کہ وہ توبہ کرلے اور اپنے موقف سے پلٹ آئے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہی موقف رکھتے ہیں، امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے، امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: ایسے شخص پر تین بار توبہ پیش کرنے کو میں عمدہ خیال کرتا ہوں۔

مرتد عورت کو قتل کرنے کے بارے میں اختلاف ہے، اہل علم کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ اسے بھی مرتد آدمی کی

طرح قتل کیا جائے گا۔ امام اوزاعی، شافعی، احمد اور اسحاق اسی کے قائل ہیں، جبکہ ایک گروہ کا خیال ہے کہ اسے صرف قید کیا جائے گا اور قتل نہیں کیا جائے۔ یہ سفیان ثوری اور اہل رائے کا موقف ہے۔

فائدہ: احناف مرتد عورت کے قتل کے قائل نہیں الا یہ کہ وہ اس درجے کی ہو کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکے۔ گویا ان کے نزدیک قتل ارتداد کی سزا نہیں بلکہ محاربہ کی سزا ہے، حالانکہ حدیث (مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ) ''جو شخص اپنا دین بدلے اسے قتل کردو۔'' میں دین تبدیل کرنے کی سزا بیان کی گئی ہے نہ کہ محاربہ کی۔

جادوگر کے قتل کے بارے میں بھی اہل علم کا اختلاف ہے۔ جناب عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بجالہ بن عبدہ کو سنا وہ کہہ رہے تھے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے (وفات سے تقریباً ایک ماہ پہلے) لکھ بھیجا تھا کہ ہر جادوگر مرد اور عورت کو قتل کردو؟ (جناب بجالہ کہتے ہیں) ہم نے تین جادوگروں کو قتل کیا۔ (صحیح، ابو داود: ۳۰۴۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے اپنی ایک لونڈی جس نے جادو کیا تھا اس کے بارے میں حکم دیا تو اسے قتل کردیا گیا۔ (مؤطا امام مالك: ۱۶۲٤، مسند شافعی: ۱۷٤۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک کثیر تعداد اور بعد کے ادوار میں سے اہل علم کی ایک جماعت کا یہی موقف ہے کہ جادوگر کو قتل کیا جائے گا۔

امام زہری رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا ذمی جادوگر کو بھی قتل کیا جائے گا؟ انہوں نے کہا: ہمیں یہ بات تو پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جادوگروں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا ہے لیکن اہل کتاب کے جادوگروں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ جادوگر کو اس وقت قتل کیا جائے گا جب وہ کوئی جادو کا ایسا عمل کرے جو کفر تک پہنچتا ہو اور وہ توبہ نہ کرے۔ اگر اس کا جادو کفریہ نہ ہو تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جادو سیکھنا کفر نہیں ہے الا یہ کہ وہ دل سے اس کی ذاتی تاثیر کا معتقد ہو اور یہ کہ جادو اشیاء کی حقیقت کو بدل دیتا ہے۔ اہل علم کی ایک قوم کا موقف ہے کہ جادو کا سیکھنا ہر حال میں کفر ہے، اہل رائے کا یہی موقف ہے۔

اگر کوئی جادوگر بذریعہ جادو کسی کو قتل کردے اور اس بات کا بزبان خود اقرار کرے کہ میں نے اس کے اوپر جادو کیا ہے اور یہ کہ میرا جادو اکثر وبیشتر جان لیوا ثابت ہوتا ہے، ایسے جادوگر پر امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک قصاص واجب ہے اور اہل رائے کے نزدیک اس پر قصاص واجب نہیں اور اگر وہ کہے کہ میرا کیا ہوا جادو کبھی تو قتل کردیتا ہے اور بعض اوقات نہیں کرتا تو یہ صورت قتل شبہ عمد کی ہے اور اگر کہے کہ میں نے جادو تو کسی اور پر کیا تھا مگر اس کی زد میں یہ شخص آگیا ہے یعنی غلطی سے اس پر جادو ہوگیا ہے تو یہ صورت قتل خطا کی ہے۔ اس میں ہلکی دیت واجب ہوتی ہے، جس کی ادائیگی اس کے ذاتی مال سے ہوگی کیونکہ اس نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ ہاں اگر اس کے نسبی رشتہ دار آپ سے آپ صدقہ

کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو یہ الگ بات ہے پھر ان سے وصول کر لی جائے گی۔

اگر عساکر اسلام کی مڈبھیڑ مرتدین سے ہو اور مرتدین کا خوب جانی و مالی نقصان ہو تو اہل اسلام پر ان کے نقصان کی تلافی واجب نہیں البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا مرتدین کے ذمے مسلمانوں کے ہونے والے جانی و مالی نقصان کا مداویٰ واجب ہے یا نہیں؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ ان کے پاس جب مرتدین کی ایک جماعت جب تائب ہو کر آئی تو انہوں نے کہا: تم ہمارے مقتولین کی دیت ادا کرو گے لیکن ہم تمہارے مقتولین کی دیت ادا نہیں کریں گے۔ جبکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم اپنے مقتولین اور جاں بحق ہونے والے افراد کی دیت وصول نہیں کریں گے، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا موقف ہے کہ ان سے تاوان وصول کیا جائے گا اور امام شافعی رحمہ اللہ کا اصح قول بھی یہی ہے، رہا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ ہم اپنے مقتولین کی دیت نہیں لیں گے۔ ممکن ہے اس مسئلہ میں ان کا موقف اور اجتہاد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کے خلاف ہو جس طرح اس مسئلہ کی نظیر موجود ہے کہ کفار اور مسلمانوں کے مابین ہونے والی جنگوں میں مسلمانوں کے ہونے والے جانی اور مالی نقصان کی تلافی ان پر نہیں ہوتی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس باب میں حضرت کا موقف بھی وہی ہو لیکن وقتی مصالح اور حالات وظروف کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے اس موقف سے قصداً اعراض کیا ہو تا کہ تائب ہو کر آنے والے مرتدین کے دل اسلام پر جم جائیں اور یہ رخصت ان کے لیے ترغیب کا موجب ہو۔

امام شعبہ رحمہ اللہ نے کہا: میں نے جناب حکم سے دریافت کیا کہ ایک غلام بھاگ کر مشرکین سے جا ملتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: تو اس کی بیوی سے شادی نہ کر۔ میں نے یہی مسئلہ جناب حماد سے پوچھا تو انہوں نے کہا: تو اس کی بیوی سے شادی کر لے۔

(3)......بَابُ تَحْرِيمِ قَتْلِهِ إِذَا أَسْلَمَ عَلَى أَيِّ دِينٍ كَانَ

کسی دین کا پیروکار جب مسلمان ہو جائے تو اس کا قتل کرنا حرام ہے۔

(٢٥٦٢)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الصَّيْرَفِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّفَّارُ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى الْبِرْتِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو حُذَيْفَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ......

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُنَاسٍ مِنْ جُهَيْنَةَ يُقَالُ لَهُمُ الْحُرُقَاتُ، قَالَ: فَأَتَيْتُ عَلَى رَجُلٍ

سیدنا اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جہینہ قبیلہ کے کچھ افراد کی طرف بھیجا: جنہیں ''الحرقات'' کہا جاتا تھا (قبیلہ جہینہ کی

(٢٥٦٢) أخرجه البخاري: ٦٨٧٢، ومسلم: ٩٦

مِـنْـهُـمْ ، فَـذَهَـبْـتُ أَطْـعَـنُهُ ، فَقَالَ: لا إِلٰهَ إِلا الـلّٰـهُ ، فَـطَـعَـنْتُهُ ، فَقَتَلْتُهُ ، فَجِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَـلَّـى الـلّٰـهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَأَخْبَرْتُهُ بِذٰلِكَ ، فَـقَـالَ: ((قَتَلْتَهُ وَقَدْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلا اللّٰهُ)) قُـلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّمَا فَعَلَ ذٰلِكَ تَعُوَّذًا ، قَالَ: ((فَهَلا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ۔))

ایک شاخ ہے)۔ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ان میں سے ایک شخص تک پہنچا، میں اسے نیزہ مارنے والا تھا کہ اس نے لَا إِلٰـهَ إِلا اللّٰهُ پڑھ لیا، چنانچہ میں نے اسے نیزہ مارا اور قتل کردیا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی تفصیل بتائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نے اسے قتل کردیا ہے اوراس نے کلمہ لَا إِلٰـهَ إِلا الـلّٰـهُ کا اقرار کرلیا تھا؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس نے صرف جان بچانے کے لیے اس کا اقرار کیا تھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا۔''

شرح سیدنا جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب قیامت کے روز کلمہ لَا إِلٰهَ إِلا اللّٰهُ آئے گا تو تو کیا کرے گا؟'' آپ نے اس جملے کو کئی بار دوہرایا۔(صحيح مسلم: ٩٧)

حدیث مبارکہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ کافر شخص جب کلمہ توحید کہہ دے تو اسے قتل کرنے سے رک جانا واجب ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث مبارکہ کا اطلاق ایسے شخص پر ہوتا ہے جو دوخداؤں کا قائل (ثنوی) ہو۔ ایسا شخص جب کلمہ توحید پڑھ لے تو اسے مسلمان سمجھا جائے گا۔ اس کے بعد اسے اسلام کے دیگر تقاضوں اور شرائط کو پورا کرنے کیلئے مجبور کیا جائے گا لیکن جو شخص توحید کا پہلے ہی سے مقر ہو اور رسالت کا انکاری ہو تو محض کلمہ توحید پڑھنے سے اس پر مسلمان ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا جب تک کہ کلمے کا دوسرا جزو ''مُـحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' اپنی زبان سے نہ کہے، اگر وہ یہ الفاظ بھی اپنی زبان سے ادا کرلے تو اسے مسلمان سمجھا جائے گا الا یہ کہ وہ اس نظریئے کا حامل ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت صرف اہل عرب کے لیے ہے دوسروں کے لیے نہیں۔ اس صورت میں اسے رسالت کا اقرار کرنے کی صورت میں بھی مسلمان نہیں سمجھا جائے گا جب تک کہ واشگاف اور کھلے لفظوں کے ساتھ اس بات کا اقرار نہ کرے کہ آپ تمام بنی نوع انسان کی طرف نبی بنا کر مبعوث کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد مستحب ہے کہ اس کا آخرت اور بعثت بعد الممات کے متعلق عقیدہ بھی چیک کرلیا جائے اور اس بات کا بھی یقین کامل حاصل کرلیا جائے کہ وہ اسلام کے علاوہ ہر دین سے بیزار اور لاتعلق ہے۔ مرتد کا بھی یہی حکم ہے جب وہ ارتداد کے بعد دین اسلام کی طرف لوٹے (کہ اس کی دلی کیفیت کو سوالوں کے ذریعے چیک کرلیا جائے اور اس بات کا تیقن حاصل کرلیا جائے کہ وہ سچے دل سے اسلام کی طرف لوٹا ہے

اور واپسی کا یہ سفر کسی دباؤ اور لالچ کا رہین منت نہیں)۔

اکثر اہل علم کا موقف ہے کہ اصلی کافر (جس کی پیدائش ہی حالت کفر میں ہوئی ہو) اور مرتد کی توبہ قبول کی جائے گی۔

اہل علم کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ زندیق (جو اہل اسلام کے اجماعی مسائل کا منکر ہو) اور باطنی نظریات کے حامل فرد کا اسلام لانا (توبہ کرنا) قابل قبول نہیں، انہیں ہر حال میں قتل کیا جائے گا یہ امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ کا قول ہے۔

ایک گروہ کا کہنا ہے کہ اصلی مسلمان کا ارتداد کے بعد اسلام لانا قبول نہیں کیا جائے گا البتہ اصلی کافر کا مسلمان ہونے کے بعد، مرتد ہوجانے کی صورت میں دوبارہ اسلام لانا قبول کرلیا جائے گا۔

لیکن حدیث مبارکہ کے ظاہری الفاظ اس تفریق کو قبول نہیں کرتے بلکہ وہ جمہور کے موقف کی تائید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ بعد از ارتداد ہر کسی کا اسلام لانا قبول کرلیا جائے گا۔

(هَلَّا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ) ''کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا۔'' کے الفاظ اس بات پر دلالت کناں ہیں کہ شرعی احکام کا اطلاق ظاہر پر ہوتا ہے، باطن اور سرائر (یعنی دلی کیفیت) کو اللہ عزوجل کے سپرد کیا جائے گا (اور ہم اس کی کھوج کرید کرنے کے مکلّف نہیں) حدیث میں اس بات کا کہیں ذکر نہیں کہ آپ نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کو اس شخص کی دیت ادا کرنے کا پابند بنایا ہو۔

امام ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث مبارکہ کا یہ مطلب دل کو بہت بھاتا اور بھلا لگتا ہے کہ کفار کے خونوں کے بارے میں اصل اباحت ہے (یعنی ان کو قتل کرنا شرعاً جائز ہے) سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ اس نے کلمہ توحید قتل سے بچنے کے لیے پڑھا ہے، اس کلمے کو سچا جانتے ہوئے نہیں تو انہوں نے اسے قتل کردیا۔ اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ اس کا خون مباح ہے اور مجھے کافروں کو قتل کرنے پر مامور کیا گیا ہے لہٰذا انہوں نے اسے قتل کردیا اور یہ بات طے شدہ ہے کہ مجتہد کی خطا معاف ہے۔

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس کو قتل کرتے وقت ان کے پیش نظر یہ تاویل ہو کہ اس حالت میں جبکہ میدان کارزار سجا ہوا ہے اور گھمسان کی جنگ جاری ہے اس کی توبہ قابل قبول نہیں، اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے: ﴿فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا﴾ .... ''لیکن ہمارے عذاب کو دیکھ لینے کے بعد ان کے ایمان نے انہیں نفع نہ دیا۔'' (المؤمن: ۸۵)

اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے متعلق خبر دی کہ جب وہ ڈوبنے لگا تو اس نے کہا: ﴿لَآ إِلَٰهَ إِلَّا الَّذِيٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوٓا إِسْرَآءِيلَ﴾ .... ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔ اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔'' (یونس: ۹۰)

تو اس سے کہا گیا: ﴿آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ﴾ .... ''(جواب دیا گیا کہ) اب ایمان لاتا ہے؟ اور پہلے سرکشی

کرتا رہا۔'' (یونس:۹۱) اور اس حالت میں اس کا ایمان قبول نہیں کیا گیا۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: جب ایک مسلمان کافروں کی صفوں کی طرف تیر چلائے اسے قطعاً اس بات کا کوئی علم نہ ہو کہ ان کی صف میں مسلمان بھی موجود ہے اور وہ تیر مسلمان کو لگ جائے خواہ اس نے اسی کو تاک کر تیر مارا ہو یا کسی اور کا نشانہ لیا ہو دونوں صورتوں میں تیر چلانے والے پر کوئی قصاص نہیں، نہ دیت ہے البتہ ایسے شخص پر کفارہ ہے۔

اس سے ملتی جلتی ایک صورت یہ ہے کہ ایک مسلمان نے دارالحرب (کافروں کے مقبوضہ علاقے) میں ایک شخص کو قتل کر دیا جو کافروں کی بودوباش اور وضع قطع اختیار کیے ہوئے تھا۔ بعدازاں معلوم ہوا کہ وہ تو مسلمان تھا تو اس کیفیت کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے: ﴿فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ﴾ ''اور اگر مقتول تمہاری دشمن قوم کا ہو اور ہو وہ مسلمان تو صرف ایک غلام کی گردن آزاد کرنا لازمی ہے۔'' (سورۂ نساء:۹۲)

اس آیت کریمہ میں بھی دیت کی ادائیگی کا کوئی ذکر نہیں (اس صورت میں دیت نہیں ہوگی کیونکہ اس کے وارث حربی کافر ہیں) ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مسلمان فوجی کو اس بات کا علم ہے کہ کافروں کی صف میں ایک مسلمان موجود ہے مگر اس کی جگہ کا تعین نہیں، اس نے ایک شخص کو اپنے نشانے میں رکھا اور تیر مار دیا، بعد میں پتہ چلا کہ تیر کی زد میں آنے والا تو مسلمان تھا یا اسے مسلمان کی موجودگی یا جگہ کا پتہ تھا۔ اس نے اپنے تئیں بغیر اضطرار کے کسی اور کا نشانہ باندھا لیکن تیر مسلمان کو لگ گیا تو اس صورت میں مارنے والے کے نسبی رشتہ داروں پر دیت کی ادائیگی ہے اور اس کے ذاتی مال سے کفارہ لیا جائے گا، لیکن اس پر قصاص نہیں۔

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خثعم قبیلہ کی طرف ایک چھوٹا لشکر بھیجا تو ان لوگوں نے سجدہ کر کے پناہ حاصل کرنا چاہی لیکن (مجاہدین نے ان کو) جلدی جلدی قتل کر ڈالا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کو آدھی دیت دینے کا حکم دیا اور فرمایا: ''میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے اندر مقیم ہو'' انہوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یعنی دونوں کو ایک دوسرے کی آگ دکھائی نہ دے (آبادی اس قدر دور دور ہونی چاہیے)۔''

(صحیح دون جملة العقل، ابوداود: ٢٦٤٥، ترمذی: ١٦٠٤، نسائی: ٤١٨٨، ابن ماجه: ٢٥٣٦)

امام ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نصف دیت ادا کرنے کا حکم فرمایا اور مکمل دیت ادا کرنے کا حکم نہیں دیا جبکہ ان کا اسلام لے آنا بھی آپ کے علم میں تھا۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے کافروں کے درمیان رہائش پذیر ہو کر خود اپنے خلاف مدد کی تو ان کا معاملہ اس شخص کی طرح ہوا جس کی ہلاکت میں پچاس فیصد اس کا اپنا ہاتھ ہو اور پچاس فیصد کسی اور کا۔ تو دیت میں آدھا حصہ ختم ہو جائے گا اس کے اپنے قصور کی وجہ سے، اسی طرح یہاں بھی آدھی دیت دی گئی اور ان کے حصے کی آدھی دیت ساقط کر دی گئی (کافروں میں سکونت اختیار کرنے کی وجہ سے)۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: ایک مسلمان شخص کا خون محفوظ اور قابل ضمانت ہے اگر وہ خود اپنے خون کو حربی کفار کے درمیان رہائش پذیر ہو کر بے وقعت اور رائیگاں نہ کردے پھر بھی اس کے خون کی حرمت کو بالکل پامال اور نظرانداز نہ کیا جائے، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ شریعت کا حکم ہے کہ جب قاتل کو اس بات کا علم ہو کہ فلاں شخص مسلمان ہے اور کافروں کے درمیان مقیم ہے اور پھر وہ اسے بے مقصد (اور بلا اضطرار) قتل کردے تو اس پر قصاص ہے یا پوری دیت دینا پڑتی ہے اور کافروں کے ساتھ مل جل کر رہنا قاتل کے لیے وجہ جواز نہیں بن سکتا۔

ویسے اس مسئلہ میں اس بات کا بھی احتمال ہے۔ اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان کو قتل کردینے کی بنا پر دیت واجب نہیں ہوتی کیونکہ محض سجدہ کر کے بچاؤ اور پناہ حاصل کرنے کو اسلام لانا قرار نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ یہ عمل تو وہ لوگ فاتح کے سامنے اپنے عجز اور نیاز بندی کے اظہار کے لیے کیا کرتے تھے۔

مجرد اس عمل کی بنا پر کافر کے قتل کو حرام نہیں ٹھہرایا جاسکتا، ان لوگوں کا قتل بھی محض سجدہ کرتے ہوئے گر پڑنے کی بنا پر حرام قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ایسی صورتحال میں مسلمانوں کے لیے یہی ہدایت اور اصول ہے کہ وہ ایسے لوگوں کے بارے میں پوری طرح تحقیق اور غور وفکر کریں اور حقیقت حال منکشف ہونے تک ان کے معاملے میں توقف اختیار کریں۔

پھر اگر یہ چیز واضح ہو جائے کہ وہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور انہوں نے اپنے اسلام لانے کا اظہار بایں طور یعنی سجدہ کر کے کیا تو اس صورت حال میں مسئلے کی نوعیت یہ ہو گی کہ مسلمان فوجی مسلمانوں کے قتل کے مرتکب ہوئے جو کفار کے مابین رہ رہے تھے اور جن کے اسلام کا انہیں ہرگز علم نہ تھا، اس طرح ان پر دیت کی ادائیگی لازم نہیں آتی (کیونکہ لا علمی ایک اہم سبب ہے) اس کے باوجود نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آدھی دیت ادا کرنے کا حکم فرمایا تو اس کی وجہ ان کے ورثاء کی حوصلہ افزائی اور تالیف قلب ہے نیز اس میں مسلمانوں کے لیے ڈپٹ کا پہلو بھی ہے کہ انہوں نے شک وشبہ کے موقع پر تحقیق سے کام کیوں نہ لیا اور اس قدر عجلت کیوں کی۔ واللہ اعلم

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ مسلمان قیدی جو کافروں کے نرغے اور قید میں ہو جب بھی اسے وہاں سے نکل بھاگنے کا موقع میسر آئے اسے پہلی فرصت ہی میں وہاں سے نکل بھاگنا چاہیے، موقع ہاتھ لگنے کے بعد اس کا وہاں ٹھہرے رہنا حلال نہیں۔ اگرچہ کفار اس سے اس بات کا حلف بھی لے لیں کہ ہم تجھ سے اگر قید وبند کی سختیاں اٹھا بھی دیں تو بھی تو نے فرار کی راہ اختیار نہیں کرنی اور وہ یہ حلف اٹھالے تب بھی جونہی موقع ملے اس کے لیے وہاں سے نکل بھاگنا واجب ہے، اور اس کی قسم یمین مکرہ (زبردستی اٹھائی گئی قسم) کے باب سے تعلق رکھتی ہے جس پر کوئی کفارہ وغیرہ نہیں ہوتا۔

اگر وہ مجبور کیے بغیر محض ان کے اطمینان قلب کے لیے خود بخود قسم اٹھالیتا ہے تو بھی اس پر لازم ہے کہ موقع ملتے ہی وہ دارالسلام کی طرف نکل جائے۔ اس صورت میں اسے اپنی قسم کا کفارہ ادا کرنا ہو گا۔ اگر کافروں نے یہ قسم اٹھوا رکھی ہو کہ دارالسلام کی طرف چلے جانے کی صورت میں بھی اسے واپس پلٹنا ہو گا، تو اس کے لیے واپس جانا جائز نہیں اور حاکم

وقت کو بھی چاہیے کہ اسے واپس نہ جانے دے۔
اگر کافر اسے چھوڑ دینا تو چاہتے ہوں مگر رہائی کے عوض مال لینا چاہتے ہوں تو یہ ایسا تاوان ہے جس کی ادائیگی واجب نہیں (بس موقع ملتے ہی نکل بھاگے) اور اگر ادائیگی کر دے تو بھی ٹھیک ہے۔
حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کے لیے کفار کے ملک میں بغرض تجارت جانا ناپسندیدہ ہے اور چلے جانے کی صورت میں وہاں مدت مسافرت (تین یا چار روز) سے زائد قیام درست نہیں۔
(لَاتَتَـرَاءٰ ی نَارَاهُمَا) ''یعنی دونوں کو ایک دوسرے کی آگ دکھائی نہ دے'' اس جملے کا ایک مطلب تو یہ ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کو کافروں سے اس حد تک دور رہنا چاہیے کہ آگ جلائی جائے تو نظر نہ آئے۔ یاد رہے! یہاں آپ عَلَیۡہِ السَّلَام نے آگ کے دیکھنے کا تذکرہ کیا ہے حالانکہ آگ کی آنکھیں نہیں ہوتیں جس سے وہ دیکھے، مطلب یہ ہے کہ مسلمان اور کافر قریب قریب نہ رہیں بلکہ ان دونوں کی رہائشوں میں اتنا فاصلہ ہونا چاہیے کہ مسلمانوں اور کافروں کی آگ بھی نظر نہیں آنی چاہیے۔
اس جملے کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان اور کافر برابر نہیں اور ان کا حکم ایک جیسا نہیں، مطلب یہ ہے کہ جب دونوں کا دین و مذہب اور انداز زیست جداگانہ ہے تو پھر ان کے ساتھ اکٹھا کیوں رہتے ہیں تاکہ اختلاط سے مشابہت و مماثلت نہ ہونے پائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں آگ سے مراد جنگ کی آگ ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿كُلَّمَآ اَوۡقَدُوۡا نَارًا لِّلۡحَرۡبِ اَطۡفَاَهَا اللّٰهُ﴾ .... ''وہ جب کبھی لڑائی کی آگ کو بھڑکانا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے بجھا دیتا ہے۔'' (سورۂ مائدہ: ٦٤)
یعنی مسلمان اور کافر (مشرک) ایک ساتھ کیسے رہ سکتے ہیں۔ جب کہ ان کے لڑنے کی بنیاد (جنگ کی آگ) مختلف ہے۔ مسلمان رب رحمان کی طرف بلاتا ہے اور اسی کے لیے جنگ کرتا ہے جبکہ کافر شیطان کی طرف دعوت دیتا ہے اور اسی پر اس کی لڑائی کا مدار ہے، ایک حدیث مبارکہ میں مذکور ہے: (لَاتَسۡتَـضِيۡـئُـوۡا بِـنَارِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ) ''مشرکوں کی آگ سے روشنی حاصل نہ کرو۔''
ابن الاعرابی نے کہا: اس حدیث مبارکہ میں لفظ ''الـــــنـــــار'' رائے اور مشورہ کے معنی میں ہے، یعنی اپنے امور و معاملات میں کافروں سے مشاورت نہ کرو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ معنی عرب کے اس اسلوب کلام سے ماخوذ ہے جس میں وہ بولتے ہیں (مَـانَـارُ بَـعِيۡرِكَ) ''تیرے اونٹ کی علامت اور اس کا حال کیسا ہے؟'' اسی طرح اہل عرب کا محاورہ ہے: نَارُهَا نِجَارُهَا۔ ''اس کی اونچی کوہان پر دیا گیا داغ اس کے اصیل ہونے کی علامت ہے۔'' دونوں جملوں میں لفظ نار علامت اور شناخت کے معنی میں ہے، اس معنی کے لحاظ سے حدیث کے الفاظ (لَاتَتَرَاءَ ی نَارَاهُمَا) کا معنی ہوگا کہ مسلمانوں کو کافروں کی مشابہت اور مماثلت طور اطوار سے بچنا چاہیے، سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کافر کی ذلت کو اس کی گردن سے اتار کر اپنی گردن میں ڈالا اس نے اسلام سے پشت پھیری۔'' (ضعیف، ابوداود: ۳۰۸۲)

بعض کے نزدیک ان الفاظ کا یہ مفہوم بھی ہے کہ کافر اور مسلمان کا انجام یعنی اخروی ٹھکانہ ایک نہیں ہوسکتا، وہ دوزخ میں ہوگا اور یہ بہشت بریں میں۔

(4)......بَابُ مَنْ قَصَدَ مَالَ رَجُلٍ أَوْ حَرِيمَهُ فَدَفَعَهُ

جو کسی کا مال ہتھیانے یا حرمت پامال کرنے کا قصد کرتا ہو، اسے روکنا (کیسا ہے؟)

(۲۵۶۳)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو مَنْصُورٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَسْعَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ حَفَدَةَ الْعَطَّارِيُّ، قَدَّسَ اللّٰهُ رُوحَهُ، حَدَّثَنَا الإِمَامُ أَبُو مُحَمَّدٍ الْحُسَيْنُ بْنُ مَسْعُودٍ الْبَغَوِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِءُ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ هُوَ ابْنُ أَبِي أَيُّوبَ، حَدَّثَنِي أَبُو الأَسْوَدِ، عَنْ عِكْرِمَةَ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ، فَهُوَ شَهِيدٌ۔))

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا نبی اکرم ﷺ فرمارہے تھے: ''جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہوا وہ شہید ہے۔''

شرح: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ ایک آدمی نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! آپ بتائیں کہ اگر ایک شخص مجھ سے میرا مال چھیننے کا ارادہ رکھتا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو اسے اپنا مال نہ لینے دے۔'' اس نے عرض کیا: آپ بتائیں کہ اگر وہ مجھ سے لڑائی پر اتر آئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تب تو بھی اس سے لڑائی کر۔'' اس نے عرض کیا: آپ بتائیں کہ اگر وہ مجھے قتل کردے! آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تو شہید ہے۔'' اس نے عرض کیا: آپ بتائیں کہ اگر میں اسے قتل کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ آگ میں ہے۔'' (صحیح مسلم: ۱۴۰)

(۲۵۶۴)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا حَاجِبُ بْنُ أَحْمَدَ الطُّوسِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُنِيبٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ طَلْحَةَ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَوْفٍ......

عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ:

سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ اس حدیث مبارکہ کو نبی اکرم ﷺ

(۲۵۶۳) أخرجه البخاري: ۲۴۸۰، ومسلم: ۱۲۶

(۲۵۶۴) صحيح: أخرجه الامام احمد فى المسند: ۱۶۲۸، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳

((مَنْ ظَلَمَ مِنَ الأَرْضِ شَيْئًا ، طُوِّقَهُ ، مِنْ سَبْعِ أَرْضِينَ ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ ، فَهُوَ شَهِيدٌ۔)) تک پہنچاتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ظلم سے کسی کی زمین پر قبضہ کرلیتا ہے، اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا اور جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا گیا وہ شہید ہے۔''

شرح سیدنا سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا گیا وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتا ہوا مارا گیا وہ بھی شہید ہے، اور جو اپنے خون کی اور اپنے دین کی حفاظت کرتا ہوا مارا گیا وہ بھی شہید ہے۔'' (صحیح، ابوداود: ٤٧٧٢، ترمذی: ١٤٢١)

اکثر اہل علم کا خیال ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے پر حملہ آور ہو کر اس کا مال لوٹ لینا چاہتا ہو، یا قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو یا اس کے اہل وعیال کو گزند پہنچانا اور یرغمال بنا لینا چاہتا ہو تو حملہ آور کو روکنا اور اس کے خطرناک عزائم کو خاک میں ملانا ضروری ہے، اس صورتحال میں اسلحہ چلانے سے بھی دریغ نہ کیا جائے، مناسب ہے کہ موقع محل کا باریک بینی اور دور اندیشی سے جائزہ لیتے ہوئے محتاط اور بہتر سے بہتر قدم اٹھایا جائے، حزم واحتیاط اور بالغ نظری کے تقاضوں کو فراموش نہ کرتے ہوئے اگر یہی احوط اور قرین قیاس ہو کہ لڑائی کرنی چاہیے، تو ضرور لڑے اور بزدلی نہ دکھائے۔ ایسی صورت میں اگر حملہ آور کی موت واقع ہو جاتی ہے تو اس کا خون رائیگاں ہے اور وہ اپنی موت کا خود ذمہ دار ہے اور اپنا دفاع کرنے والے پر کچھ عائد نہیں ہوتا۔

ایسے موقع پر کیا وہ خود سپردگی کی راہ بھی اختیار کر سکتا ہے یا نہیں؟ تو اس ضمن میں عرض ہے کہ اگر اس بات کو بھانپ لیا گیا کہ حملہ آور کا ارادہ صرف اور صرف مال ہتھیانے کا ہے تو مال اس کے حوالے کر دیا جائے اور اگر وہ قتل کر دینے کا ارادہ بھی رکھتا ہو اور اس سے لڑے بغیر دفاع ممکن نہ ہو تو اس صورت میں اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ خود سپردگی کی راہ ہی اپنانی چاہیے الا یہ کہ حملہ آور کافر یا کوئی درندہ ہو۔

اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ اگر کوئی شخص حملہ آور کے سامنے ہتھیار ڈال دیتا ہے تو وہ اپنے خون کا خود ذمہ دار ہوگا۔

ایک جماعت کا موقف ہے کہ ہر حال میں اسے اپنے آپ کو حملہ آور کے سپرد کر دینا چاہیے اور کچھ تعرض نہ کرے، یہ حضرات ایسے موقع پر اپنے دفاع میں لڑنے کو ناپسند جانتے ہیں۔ ان لوگوں کی دلیل وہ احادیث مبارکہ ہیں جن میں فتنوں کے ایام میں قتل وغارت سے ممانعت وارد ہوئی ہے۔

ہمارے خیال کے مطابق اس باب میں زیر بحث مسئلے کا فتنے کے ایام میں قتال سے منع کرنے والی احادیث کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں، یہاں چوروں، ڈاکوؤں اور فساد پھیلانے والوں کا تذکرہ ہے جو امن عامہ تباہ کرتے، لوگوں کا

سکون غارت کرتے اور خلق خدا کو ہراساں کرتے پھر رہے ہیں، ان کے سامنے ہتھیار ڈالنے اور خود سپردگی کا لازمی نتیجہ انہیں دلیر اور جری بنانا ہے، اس طرح تو وہ اور بے باک اور نڈر ہو جائیں گے اور مخلوق خدا کو روندتے پھریں گے، ظلم وطغیانی بڑھے گی اور رب کی دھرتی پر شر وفساد پھیل جائے گا، عزتیں محفوظ رہیں گی نہ مال ودولت۔ انسانی خون ارزاں ہو جائے گا اور دن دیہاڑے ڈاکے پڑیں گے۔

پرفتن دور میں قتل وغارت سے ممانعت والی احادیث کا مطلب یہ ہے کہ جب حصول اقتدار کی جنگ چھڑ جائے، ہر کوئی تخت شاہی تک پہنچنا اپنا حق سمجھتا ہو اور اس سے مسلمانوں کے مقدس خون کی ہولی کھیلنے سے باز نہ آتا ہو تو ایسے وقت میں آدمی کو اپنے گھر کا ٹاٹ اور قالین بن جانا چاہیے اور اس قسم کے تمام فرقوں سے لاتعلقی اور برأت کا اظہار کرنا چاہیے تاکہ اس کا دین محفوظ رہے۔ واللہ اعلم

(٢٥٦٥)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو صَالِحٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْمُؤَذِّنُ، حَدَّثَنَا الْقَاضِي أَبُو عُمَرَ الْبَسْطَامِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ الْمُغِيرَةِ بِتُسْتَرَ، حَدَّثَنَا سَيَّارُ بْنُ الْحَسَنِ التُّسْتَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ......

حَدَّثَنِي أَيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا۔))

جناب ایاس بن سلمہ بن اکوع اپنے والد محترم سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص ہمارے خلاف بغاوت کرتا ہوا) ہم پر تلوار اٹھاتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“

(٢٥٦٦)۔ أنا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَالُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالَا: أنا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ، أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ، أَخْبَرَنَا مُسْلِمٌ، عَنِ ابْنِ جرِيجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ......

عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةً، قَالَ: وَكَانَ يَعْلَى يَقُولُ: وَكَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ أَوْثَقَ عَمَلِي فِي نَفْسِي قَالَ عَطَاءٌ: قَالَ صَفْوَانُ: قَالَ يَعْلَى:

سیدنا یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوے (تبوک) میں شریک تھا۔ راوی نے کہا اور سیدنا یعلی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے! میرے خیال میں میرا یہ عمل تمام دوسرے اعمال کے مقابلے میں سب سے

(٢٥٦٥) أخرجه البخاري: ٦٨٧٤، ٧٠٧٠، ومسلم: ٩٨

(٢٥٦٦) أخرجه البخاري: ٢٢٦٥، ٢٩٧٣، ومسلم: ١٦٧٤

كَـانَ لِي أَجِيرٌ، فَقَاتَلَ إِنْسَانًا فَعَضَّ أَحَدُهُمَا يَـدَ الآخَـرِ، وَانْتَزَعَ المَعْضُوضُ يَدَهُ مِنْ فِي الْـعَاضِّ، فَذَهَبَتْ إِحْدَى ثَنِيَّتَيْهِ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَـلَّـى الـلّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَهْدَرَ ثَنِيَّتَهُ، قَالَ عَطَاءٌ، وَأَحْسِبُهُ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَـلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَيَدَعُ يَدَهُ فِي فِيكَ تَقْضِمُهَا، كَأَنَّهَا فِي فِي فَحْلٍ؟))

زیادہ قابل بھروسہ تھا (کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوگا) جناب عطاء نے کہا: مجھ سے صفوان نے بیان کیا، ان سے سیدنا یعلی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: (اس غزوے میں) میرا ایک مزدور بھی تھا، پھر وہ مزدور ایک آدمی سے لڑ پڑا تو ان میں سے ایک نے دوسرے کے ہاتھ میں دانت سے کاٹ لیا۔ (جس کے ہاتھ میں) دانت گڑے ہوئے تھے اس نے اپنے ہاتھ کو دانت گاڑنے والے کے منہ سے زور سے کھینچا اور اس کا اگلا دانت نکال دیا۔ پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کے دانتوں (کی دیت کو) باطل قرار دیا عطاء نے کہا: میرا خیال ہے انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا وہ شخص اپنا ہاتھ تیرے دانتوں کے حوالے کیے رکھتا اور تو سانڈ کی طرح چباتا رہتا۔''

شرح: اہل علم کا عمل اسی حدیث مبارکہ پر ہے کہ جو شخص کسی کو دانت کاٹے اور مظلوم کے لیے، ظالم کا دانت اکھیڑے بغیر جان چھڑانے کی کوئی اور صورت نہ ہو، یا اس کو قتل کرنے کے سوا گلوخلاصی ممکن نہ ہو اور وہ اس کو قتل کردے تو مقتول کا خون رائیگاں ہوگا، کیونکہ اس امر کا اصلی سبب وہ خود بنا اور یہ جو کچھ اس کے ساتھ ہوا اس کے کرتوت کا شاخسانہ ہے اور جو بندہ خود کردہ قصور کی پاداش میں نقصان اٹھائے، اس میں کسی دوسرے شخص کو دوش نہیں دیا جا سکتا یعنی اس میں دوسرا شخص ذمہ دار نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی کسی خاتون کے ساتھ بدکاری کا ارادہ رکھتا ہو اور وہ اپنی عزت و ناموس کے دفاع میں اسے قتل کردے تو اس پر کچھ بھی نہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں ایک مقدمہ پیش کیا گیا کہ ایک کنیز خشک لکڑیاں چن رہی تھی، ایک شخص نے اس کا پیچھا کیا اور بہلانے پھسلانے کی کوشش کی۔ لونڈی نے اسے کنکر یا پتھر دے مارا جس سے اس کی موت واقع ہوگئی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس شخص کو اللہ نے مارا ہے اور اللہ کی قسم! اس کی دیت نہیں دی جائے گی۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۷۹۱۹، سنن بيهقى: ۳۳۷/۸)

اسی واقعہ پر قیاس کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی جانور کسی آدمی کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو جائے اور وہ اسے قتل کر ڈالے تو اکثر اہل علم کے نزدیک اپنا بچاؤ اور دفاع کرنے والے پر کوئی تاوان نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے، ایک قوم کا خیال ہے کہ جانور کو قتل کرنے کی صورت میں تاوان بھرنا واجب ہے۔ یہ اہل رائے کا موقف ہے، تمام

اہل علم اس بات پر تو متفق ہیں کہ جانور سے بچاؤ جائز ہے خواہ یہ بچاؤ اس کو مار کر ہی حاصل ہو۔ جب اس کا قتل کر دینا (بصورت دفاع) جائز ٹھہرا تو ضروری ہے کہ اس صورت میں تاوان بھی ساقط سمجھا جائے جس طرح حملہ آور آدمی کا معاملہ ہے۔

فائدہ: قیاس صحیح بھی اسی بات کا تقاضا کرتا ہے، فرق کرنے کی کوئی عقلی بنیاد سمجھ نہیں آتی۔

(5)......بَابُ مَنْ نَظَرَ فِي بَيْتِ إِنْسَانٍ فَرَمَاهُ فَأَصَابَ عَيْنَهُ

جس نے کسی کے گھر میں دیکھا اور اس نے اُسے کوئی چیز دے ماری جس سے اس کی آنکھ پھوٹ گئی (تو اس پر دیت واجب نہیں)

(۲۵٦٧)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، وَأَبُو حَامِدٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، قَالَا: أنا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مَعْقِلٍ الْمَيْدَانِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، ثنا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ح وأنا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بِشْرَانَ، وَاللَّفْظُ لَهُ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّفَّارُ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ الرَّمَادِيُّ، ثنا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ......

عَنْ سَهْلِ بنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَجُلا اطَّلَعَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سِتْرِ الْحُجْرَةِ وَفِي يَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِدْرًى، فَقَالَ: ((لَوْ أَعْلَمُ أَنَّ هَذَا يَنْظُرُنِي حَتَّى آتِيَهُ، لَطَعَنْتُ المِدْرَى فِي عَيْنِهِ، وَهَلْ جُعِلَ الاسْتِئْذَانُ إِلا مِنْ أَجْلِ البَصَرِ۔))

سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے حجرے کے پردے سے اندر جھانکا، اس وقت نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ میں لوہے کا کنگا تھا (یا خارش کرنے والی لکڑی تھی) آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ شخص مجھے دیکھ رہا ہے تو میں اسی حالت میں اس کے پاس آجاتا اور کنگھا اس کی آنکھ میں چبھو دیتا۔ اجازت اسی لیے تو ہے کہ نظر نہ پڑے۔‘‘

(۲۵٦٨)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالَا: أنا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ، أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ......

(۲۵٦٧) أخرجه البخاري: ٦٩٠١، ٦٢٤١، ومسلم: ٢١٥٦

(۲۵٦٨) أخرجه البخاري: ٦٩٠٢، ومسلم: ٢١٥٨

عَـنْ أَبِـی هُـرَيْرَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَـلَيْـهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَوْ أَنَّ امْرَأً اطَّلَعَ عَلَيْكَ بِغَيْرِ إِذْنٍ ، فَخَذَفْتَهُ بِحَصَاةٍ ، فَفَقَأْتَ عَيْنَهُ مَا كَانَ عَلَيْكَ جُنَاحٌ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص تمہاری اجازت کے بغیر تمہیں (جب کہ تم گھر کے اندر ہو) جھانک کر دیکھے اور تم اسے کنکر مار دو جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔''

شرح: بعض احادیث میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں: ((مَـنِ اطَّـلَـعَ فِي بَيْتِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ فَقَدْ دَمَرَ))...... ''جس نے بلا اجازت کسی کے گھر میں جھانکا تو گویا کہ وہ داخل ہو گیا۔''

امام کسائی رحمہ اللہ نے کہا: لفظ دمر کے معنی دخل کے ہیں۔ امام ابوعبید نے کہا: کسی کے گھر میں اجازت لیے بغیر جانے کو ہی الدمور کہتے ہیں۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: بعض اہل علم کے نزدیک اسی حدیث مبارکہ پر عمل ہے کہ ان کا کہنا ہے اگر کوئی شخص دروازے کے چھید سے یا دیوار کے روزن سے دیکھے جہاں دیکھنا جائز نہ ہو اور گھر والا کوئی خفیف سی چیز اس کی طرف پھینک دے مثلاً کنکر یا خارش کرنے کی چوب وغیرہ جو دیکھنے والے کو لگے اور آنکھ پھوٹ جائے تو مارنے والے شخص پر کچھ تاوان نہیں، سیدنا عمر بن خطاب اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے ایسے ہی مروی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی رجحان ہے۔

بعض اہل علم ایسی صورت میں تاوان واجب ہو جانے کے قائل ہیں، اہل رائے کا یہی موقف ہے، بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اگر پہلے اس نے ڈانٹا اور منع کیا تھا تو پھر کوئی تاوان نہیں اور اگر دروازہ پہلے ہی سے کھلا تھا اور اس کی نظر پڑ گئی یا دیکھنے والے نے گزرتے گزرتے رکے بغیر دیکھا تھا تو پھر اسے کوئی چیز مارنا جائز نہیں اور اگر کسی نے کوئی چیز مار دی جس سے گزرنے والے کا نقصان ہو گیا تو مارنے والے کو تاوان اور ہرجانہ بھرنا ہوگا۔

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَـنْ كَشَفَ سِتْـرًا ، فَـأَدْخَلَ بَصَرَهُ فِي الْبَيْتِ قَبْلَ أَنْ يُؤْذَنَ لَهُ ، فَرَأَى عَوْرَةَ أَهْلِهِ ، فَقَدْ أَتَى حَدًّا لَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَأْتِيَهُ ، لَوْ أَنَّهُ حِينَ أَدْخَلَ بَـصَـرَهُ ، فَـاسْتَقْبَلَهُ رَجُلٌ فَفَقَأَ عَيْنَهُ ، مَا عَيَّرْتُ عَلَيْهِ ، وَإِنْ مَرَّ الرَّجُلُ عَلَى بَابٍ لَا سِتْرَ لَهُ غَيْرِ مُـغْـلَقٍ فَنَظَرَ ، فَلَا خَطِيئَةَ عَلَيْهِ ، إِنَّمَا الْخَطِيئَةُ عَلَى أَهْلِ الْبَيْتِ۔)) ......''جس نے کسی گھر کا پردہ اٹھایا اور اجازت ملنے سے پہلے ہی اپنی نظر کو اندر داخل کیا اور گھر والوں کی چھپی ہوئی چیز دیکھ لی تو اس نے وہ کام کیا جو اس کے لیے حلال نہ تھا اور اگر ایک مرد نے جب دیکھا تھا تو دوسرا شخص سامنے سے آ کر اس کی آنکھ کو نکال دیتا تو میں اسے کوئی سرزنش نہ کرتا اور اگر کسی شخص کا گزر ایسے دروازے پر سے ہو جس پر پردہ نہیں، نہ وہ بند ہی ہے اور اس نے دیکھ لیا، تو اس پر کچھ گناہ نہیں، قصور گھر والوں کا ہے (کہ انہوں نے دروازے پر پردہ کیوں نہ لٹکایا یا دروازہ بند کیوں نہ کیا)۔''

(ضعیف، ترمذی: ۲۷۰۷)

یہ حدیث غریب ہے اور ابن لہیعہ کی سند سے ہی معروف ہے۔

(6)......بَابُ عُقُوْبَةِ الْمُحَارِبِيْنَ وَقُطَّاعِ الطَّرِيقِ

باغیوں اور راہزنوں کی سزا کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّمَا جَزَٰٓؤُا۟ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسْعَوْنَ فِى ٱلْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓا۟ أَوْ يُصَلَّبُوٓا۟﴾ .... ''بلا شبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا سولی چڑھا دیا جائے۔'' (سورۂ مائدہ: ۳۳)

﴿أَوْ يُنفَوْا۟ مِنَ ٱلْأَرْضِ﴾ .... ''یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے۔'' (سورۂ مائدہ: ۳۳)

(نَفَيْتُ فُلَانًا) کا معنی ہے: میں نے فلاں کو ملک بدر کر دیا اور علاقے سے بھگا دیا۔ نَفَيْتُ الدَّرَاهِمَ نَفَايَةً کا معنی ہے: میں نے دراہم واپس کر دیے اور اگر نون کے اوپر پیش پڑھی جائے یعنی (أَلنُّفَايَة) تو معنی ہوگا: قلیل مقدار میں کسی چیز کو عمومی حکم سے نکالنا۔ بہر حال اس مادہ میں نکالنے اور جلاوطن کرنے کا معنی پایا جاتا ہے۔

(۲۵۶۹)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا حَاجِبُ بْنُ أَحْمَدَ الطُّوسِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُنِيبٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ......

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَدِمَ رَهْطٌ مِنْ عُرَيْنَةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَوْ خَرَجْتُمْ إِلَى إِبِلِ الصَّدَقَةِ، فَشَرِبْتُمْ مِنْ أَلْبَانِهَا)) فَفَعَلُوا، فَلَمَّا صَحُّوا ارْتَدُّوا عَنِ الإِسْلامِ، وَقَتَلُوا رَاعِيَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاسْتَاقُوا الإِبِلَ، وَحَارَبُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ، فَبَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأُخِذُوا، فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ، وَأَرْجُلَهُمْ، وَسَمَلَ أَعْيُنَهُمْ۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرینہ قبیلے کے کچھ لوگ نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ انہوں نے مدینہ کی آب وہوا کو ناموافق پایا، رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: ''اگر تم زکاۃ کے اونٹوں میں جا کر رہو اور ان کے دودھ پیو (تو تمہاری صحت کے لیے بہتر ہوگا)۔'' چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ تندرست ہو گئے تو اسلام سے پھر گئے (مرتد ہو گئے) اور رسول اللہ ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ ہانک کر لے گئے اور اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ (جنگ) کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کی تلاش میں آدمی بھیجے، انہیں پکڑ کر لایا گیا تو آپ نے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے اور ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر کر ان کو چھوڑ دیا۔

(۲۵۶۹) أخرجه البخاري: ۲۳۳، ۱۵۰۱، ۳۰۱۸، ومسلم: ۱۶۷۱

شرح حمید عن انس کی سند سے یہ الفاظ مروی ہیں: (فَشَـرِبْتُـمْ مِـنْ أَلْبَـانِهَا وَأَبْوَالِهَا) ''تم ان کے دودھ اور پیشاب پیو۔''

قتادہ عن انس کی سند سے یہ الفاظ مروی ہیں: (فَتَشْـرَبُـوْا مِـنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا) ''پس تم ان کے پیشاب اور دودھ پیو۔''

قتادہ وثابت عن انس کی سند سے یہ الفاظ مروی ہیں: انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں صدقے کے اونٹوں میں (جو صحرا میں تھے) بھیج دیا اور فرمایا: ''ان کا دودھ اور پیشاب پیو۔''

یحیٰ بن کثیر ابو قلابہ سے بیان کرتے ہیں اور وہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں، پھر ان کے زخموں کا خون بند نہ کیا حتیٰ کہ وہ مر گئے۔

سلیمان تیمی کی، سیدنا انس بن مالک سے مروی حدیث میں یہ الفاظ ہیں: نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں اس لیے پھیری تھیں کہ انہوں نے چرواہوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری تھیں۔

ایوب عن ابی قلابہ عن انس کی سند سے یہ الفاظ مروی ہیں: چنانچہ آپ نے ان کے بارے میں حکم دیا، ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو کاٹا گیا اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں اور انہیں پتھریلے میدان میں پھینک دیا گیا۔ وہ پانی مانگتے تھے، انہیں پانی نہ دیا گیا حتی کہ مر گئے، ابو قلابہ نے کہا: ان لوگوں نے چوری کی، قتل کیا، ایمان لانے کے بعد کفر کیا اور اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ (جنگ) کیا۔ (صحیح بخاری: ٦٨٠٤)

(اِجْتَـوُو الْـمَـدِيْنَةَ) ''مدینہ کی آب وہوا کو ناموافق پایا'' اس کا مطلب ہے کہ مدینہ کی اقامت ان کے لیے امراض وآفات کا باعث بنی، جس سے ان کے پیٹ خراب ہوگئے، اجتـویـت المکان کا جملہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ کسی جگہ اس لیے رہنا ناپسند کریں کہ وہاں کی اقامت آپ کے لیے باعث مضرت اور خرابی صحت کا باعث ہو۔

ابو زید نے کہا: اِجْتَـوَيْـتُ الْبِلَادَ کے الفاظ اس وقت بولے جاتے ہیں جب آپ کسی مقام کو اچھا نہ جانیں خواہ وہاں کی سکونت اور آب وہوا آپ کے مزاج کے موافق ہی ہو اور صحت کی خرابی کا باعث نہ ہو اور استـوبلتھا کے الفاظ ایسی صورت حال پر بولے جاتے ہیں جب کسی علاقے کی آب وہوا آپ کے مزاج کے موافق نہ ہو، بیماری کا سبب ہو خواہ وہاں کی اقامت آپ کو پسند ہی ہو۔

(سَمَلَ أَعْيُنَهُمْ) ''گرم سلائیاں پھیر کر ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔'' آپ نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیوں کا سرمہ ڈالا۔ ایوب عن ابی قلابہ عن انس کی سند سے ہے: (ثُمَّ أَمَرَ بِمَسَامِيرَ فَأُحْمِيَتْ فَكَحَلَهُمْ بِهَا) ''چنانچہ آپ نے سلائیوں کے بارے میں حکم دیا جنہیں گرم کیا گیا اور انہیں سختی سے ان کی آنکھوں میں پھیرا گیا۔

(صحیح بخاری: ٦٨٠٤)

حدیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ مسافروں کے لیے صدقہ (زکاۃ) کے اونٹوں کا دودھ استعمال کرنا جائز ہے کیونکہ ان کا شمار ان آٹھ مصارف میں ہوتا ہے جن کے لیے زکاۃ کا حصول جائز ہے۔

جو حضرات ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے کے قائل ہیں وہ بھی اسی حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں۔ اہل علم کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کچھ لوگ اس کی طہارت کے قائل ہیں، ابراہیم نے کہا: جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے پیشاب کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ جناب حکم، سفیان اور امام احمد کا یہی قول ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب کی نجاست کی قائل ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ آپ نے ان کے لیے بیماری کی بنا پر پینا جائز قرار دیا تھا۔

حدیث مبارکہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ بامر مجبوری حرام چیز کے ساتھ علاج کرنا جائز ہے۔ اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا شراب سے علاج کرنا درست ہے یا نہیں، اکثر اہل علم کا موقف ہے کہ جائز نہیں اور بعض علماء نے رخصت کی بات کی ہے جس طرح اونٹوں کے پیشاب سے علاج کرنے کی رخصت ہے لیکن پہلی بات ہی اولیٰ اور قرین صواب ہے کیونکہ خود شریعت مطہرہ نے ان دونوں کے مابین فرق کر دیا ہے۔ اونٹوں کے پیشاب سے علاج کرنے کی رخصت منقول ہے جبکہ شراب کے ساتھ علاج کرنے سے منع کر دیا گیا ہے، مروی ہے کہ سیدنا طارق بن سوید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے شراب کشید کرنے کے متعلق پوچھا تو آپ نے روک دیا۔ انہوں نے کہا: میں علاج کے لیے اس کو کشید کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ دوا اور علاج نہیں بلکہ بیماری ہے۔'' (صحیح مسلم: ١٩٨٤)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے شراب کے متعلق کہا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفا حرام کردہ چیزوں میں نہیں رکھی۔

(صحیح بخاری معلقا: کتاب الاشربة، باب شراء الحلوی والعسل)

اصل بات یہ ہے کہ حرمت شراب سے پہلے لوگوں میں شراب نوشی کا چلن عام تھا اور وہ اسے لذت کام و دہن کے لیے پیتے تھے۔ جب شراب حرام ہوئی تو لوگوں کی طبیعتوں پر اس کا چھوڑنا بہت شاق ہوا اس لیے اس کے معاملے میں نہایت سختی روا رکھی گئی اور شراب نوشی کرنے والے کو کڑی سزا کا مستوجب قرار دیا گیا اور اس سے علاج معالجے کو حرام کر دیا گیا تا کہ لوگ بیماری سے علاج کا بہانہ کر کے اس کو پینے کا جواز نہ ڈھونڈ لیں، جبکہ اونٹوں کا پیشاب پینے میں یہ پہلو ہرگز نہیں پایا جاتا بلکہ اس کے حوالے سے طبائع کے اندر (یک گونہ) نفرت پائی جاتی ہے اس لیے دونوں کو ایک نظر سے دیکھنا اور دونوں کے حکم کو ایک سمجھنا بالکل جائز نہیں۔

امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے گدھی کے دودھ، درندے کے پتے اور اونٹوں کے پیشاب پینے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: مسلمان اونٹ کے پیشاب کو دوا کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ امام شعبہ نے کہا: میں نے جناب حکم اور حماد سے خنزیر کے بالوں اور شراب کے متعلق پوچھا کہ کیا ان سے جانوروں کی پشت پر لگے زخموں کا علاج کر لیا

جائے تو انہوں نے اس کو ناپسند جانا۔

رسول اکرم ﷺ نے قبیلہ عرینہ کے لوگوں کے ساتھ جو سلوک کیا اس کے متعلق اہل علم کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ جناب قتادہ اور ابن سیرین رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ان کے ساتھ جو کچھ آپ نے کیا وہ حدود کا حکم نازل ہونے سے پہلے کیا اور مثلہ کرنے کی حرمت سے قبل کیا۔ جناب ابوالزناد رحمہ اللہ کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے کہا: جب رسول اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ یہ سلوک کیا تو اللہ تعالیٰ نے حدود کا بیان فرمایا اور اپنے نبی کو مثلہ کرنے سے روک دیا۔ اس کے بعد آپ نے کسی کا مثلہ نہ کیا، جناب قتادہ نے کہا: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ صدقہ دینے کی ترغیب دیا کرتے تھے اور مقتول کا مثلہ کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ (صحیح، ابوداود: ٢٦٦٧)

فائدہ: مقتول کو قتل کرنے کے بعد اس کے اعضا کاٹنا یا اس کی شکل بگاڑنا ناجائز ہے اور ایسے ہی قتل سے پہلے بھی یہ عمل ناجائز ہے۔ الا یہ کہ قصاص کی کوئی صورت ہو جیسے عکل وعرینہ کے لوگوں کے ساتھ کیا گیا تھا۔

سلیمان التیمی عن انس کی سند سے ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کی آنکھوں میں اس لیے گرم سلائیاں پھیری تھیں کہ انہوں نے چرواہوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری تھیں اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے تھے، مطلب یہ ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ جو کچھ کیا یہ ان کے اعمال کا بدلہ تھا یعنی آپ نے قصاصاً کیا (کیونکہ ارتداد کی سزا تو سادہ قتل ہے) ان کو پانی نہیں دیا گیا اس لیے کہ انہوں نے چرواہے کو پانی نہیں پلایا تھا بلکہ تڑپا تڑپا کر مارا تھا اور یہ بھی کہ پانی دینے میں ان کی بقا تھی جبکہ ان کو تو مارنا مقصود تھا۔

اہل علم نے ڈاکو کی سزا کے متعلق اختلاف کیا ہے، اکثر اہل علم کا موقف ہے کہ اگر کوئی شخص ڈاکے کے دوران قتل کرے اور مال نہ لوٹے تو اسے قتل کیا جائے اور اس کا قتل کرنا لازمی اور حتمی ہے، معافی ہرگز نہیں دی جائے گی (کیونکہ ایسے شخص پر ترس کھانا معاشرے پر ظلم ہے) اگر کوئی شخص مال لوٹے اور قتل نہ کرے تو اس کے دائیں ہاتھ اور بائیں ٹانگ کو کاٹا جائے اگر اس کا ڈاکا چوری کے نصاب کو پہنچتا ہو۔

اگر اس نے قتل کیا ہو اور مال لوٹا ہو تو قتل کیا جائے اور سولی پر لٹکا دیا جائے۔ اگر ڈاکا ڈالتے ہوئے اس نے قتل کیا ہو نہ مال ہی ہتھیایا ہو بلکہ لوگوں کو صرف خوف زدہ کیا یا ڈرایا دھمکایا ہو تو انہیں اس علاقے سے نکال دیا جائے (یا انہیں جیل میں ڈال دیا جائے) اور تعزیر لگائی جائے، اس مسئلے میں اصل انحصار اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس فرمان پر ہے:

﴿إِنَّمَا جَزَٰٓؤُاْ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسۡعَوۡنَ فِي ٱلۡأَرۡضِ﴾ .... ”جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑیں اور زمین میں فساد کرتے پھریں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی چڑھا دیئے جائیں یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں، یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے۔“

آیت مبارکہ کے ظاہری الفاظ سے تو یوں لگتا ہے کہ امام (خلیفہ وقت) کو ان سزاؤں میں سے کوئی ایک سزا دینے کا

اختیار ہے مگر اکثر اہل علم کا موقف ہے کہ یہ سزائیں جرم کی نوعیت کو سامنے رکھتے ہوئے ترتیب وار دی جائیں۔

(۲۵۷۰)۔ أَخْبَـرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَنَا الرَّبِيعُ، أَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنَا إِبْرَاهِيمُ، عَنْ صَالِحٍ مَوْلَى التَّوْأَمَةِ......

عَـنِ ابنِ عبَّاسٍ فِي قُطَّاعِ الطَّرِيقِ: إِذَا قَتَلُوا، وَأَخَذُوا الْمَالَ، قُتِّلُوا وَصُلِّبُوا، وَإِذَا قَتَلُوا، وَلَـمْ يَـأْخُـذُوا الْـمَالَ قُتِّلُوا، وَلَمْ يُصَلَّبُوا، وَإِذَا أَخَـذُوا الْـمَـالَ، وَلَـمْ يَقْتُلُوا، قُطِعَتْ أَيْـدِيهِـمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلافٍ، وَإِذَا أَخَافُوا السَّبِيـلَ، وَلَـمْ يَـأْخُـذُوا مَـالا، نُـفُوا مِنَ الأَرْضِ۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے محاربین، مفسدین اور ڈاکوؤں کے متعلق کہا: اگر انہوں نے قتل کیے ہوں اور لوگوں کا مال لوٹا (اور دہشت گردی کی) تو انہیں قتل اور سولی کی سزا دی جائے گی اور جس نے صرف قتل کیا اور مال نہیں لیا اسے قتل کیا جائے گا اور سولی نہیں چڑھایا جائے گا اور جس نے مال چھینا اور قتل نہیں کیا تو اس کا ایک دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں یا بایاں ہاتھ اور دایاں پاؤں کاٹ دیا جائے گا اور جس نے نہ قتل کیا نہ مال لیا، صرف دہشت گردی کی اسے جلاوطن کردیا جائے گا۔

شرح یہی موقف (یعنی جرم کی نوعیت کے مطابق ترتیب وار سزا) قتادہ، نخعی، اوزاعی، شافعی اور اہل رائے کا ہے۔

جب کوئی شخص جرم کی ایسی نوعیت کا ارتکاب کرے جس پر اسے سولی پر لٹکانے کی سزا عائد ہوتی ہو تو اس صورت میں سولی چڑھانے کی کیفیت کے متعلق علمائے کرام کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ پہلے اسے قتل کیا جائے گا پھر سولی پر لٹکایا جائے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ زندہ حالت میں اسے سولی پر چڑھایا جائے پھر نیزہ مار کر اسے موت کے گھاٹ اتارا جائے۔ یہ جناب لیث بن سعد کا قول ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ تین دن تک زندہ حالت میں اسے سولی پر لٹکایا جائے اور بعدازاں اتار کر اسے قتل کردیا جائے، ان اقوال میں اضافہ کرتے ہوئے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اولاً اسے قتل کیا جائے پھر سولی پر لٹکا کر تین روز تک لٹکتا چھوڑ دیا جائے، پھر اتار کر غسل دیا جائے اور نماز جنازہ ادا کی جائے۔ اگر لاش خراب ہونے اور زندوں کی اذیت کا اندیشہ ہو تو پھر اسے پہلے بھی اتارا جاسکتا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ لاش کو سولی پر اتنی دیر کے لیے لٹکتا چھوڑا جائے کہ وہ ریزہ ریزہ ہوجائے اگر اس کا اتنی دیر کے لیے لٹکنا لوگوں کے لیے تعفن اور اذیت کا باعث نہ بنے۔ ایسی صورت میں مصلوب کو غسل دے کر پہلے نماز جنازہ ادا کرلی جائے گی، پھر سولی پر طویل عرصے کے لیے لٹکتا چھوڑ دیا جائے گا۔ اہل علم کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ

(۲۵۷۰) ضعيف ......أخرجه الامام الشافعي في المسند: ۱۵۳۷

امام (حاکم وقت) کو محاربین کے سلسلہ میں سزا دینے کا اختیار حاصل ہے۔ وہ قتل، سولی اور جلا وطنی میں سے کسی ایک سزا کا انتخاب کر سکتا ہے۔ ایسا موقف جناب حسن بصری، مجاہد، عطاء اور مالک رحمہم اللہ سے مروی ہے۔

مفسرین کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیت محاربہ ﴿إِنَّمَا جَزَٰٓؤُاْ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ﴾ .... کن لوگوں کے متعلق نازل ہوئی۔ اہل علم کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ یہ آیت کافروں کے بارے میں نازل ہوئی اور بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اس کا نزول قبیلہ عرینہ کے لوگوں کے متعلق ہوا اور اکثر اہل علم کا موقف ہے کہ یہ مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان کے نزدیک اس بات کی دلیل آیت مبارکہ کے یہ الفاظ ہیں: ﴿إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُواْ مِن قَبۡلِ أَن تَقۡدِرُواْ عَلَيۡهِمۡ﴾ .... ''ہاں جو لوگ اس سے پہلے توبہ کر لیں کہ تم ان پر قابو پا لو۔'' (سورۂ مائدہ: ۳۴)

جبکہ اسلام لانا تو خون کو محفوظ کر ہی دیتا ہے خواہ کوئی قابو پائے جانے سے پہلے مسلمان ہو یا قدرت حاصل ہونے کے بعد۔

فائدہ: آیت محاربہ کا حکم عام ہے یعنی مسلمانوں اور کافروں دونوں کو شامل ہے۔

جب ڈاکہ زنی کرنے والے گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کر کے اطاعت کا اعلان کر دیں تو ان سے وہ سزا ساقط ہو جائے گی جو خاص اس جرم کی بنا پر ان پر عائد ہوئی تھی، مثلاً اگر انہوں نے قتل کیے ہوں تو حتمی طور پر قتل ہونا ان سے ساقط ہو جائے گا البتہ قصاص باقی رہے گا اور مقتول کے ورثاء کو اختیار حاصل ہو گا وہ چاہیں تو اس سے مکمل اپنا حق وصول کر لیں، چاہیں تو معاف کر دیں۔ اگر انہوں نے لوگوں کا مال لوٹا ہو تو ان سے ہاتھ اور پاؤں کا کاٹنا ساقط ہو جائے گا۔ ہاتھ کاٹے جانے کے سقوط کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا حکم شہر کے عام چور کی طرح ہے اگر وہ توبہ کر لے (اور اس کا مقدمہ عدالت تک نہ پہنچا ہو) اور اگر انہوں نے قتل کیے اور مال لوٹے ہوں تو ان سے قتل ہونے اور سولی پر چڑھنے کا غیر مبدل اور حتمی حکم ٹل جائے گا۔

اور اگر محاربہ کے مرتکب افراد گرفتار ہونے کے بعد توبہ کریں تو ان سے مذکورہ صدر سزاؤں میں سے کوئی سزا بھی ساقط نہ ہو گی، صحیح قول یہی ہے۔ اس کی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُواْ مِن قَبۡلِ أَن تَقۡدِرُواْ عَلَيۡهِمۡ﴾ .... ''ہاں جو لوگ اس سے پہلے توبہ کر لیں کہ تم ان پر قابو پا لو'' (سورۂ مائدہ: ۳۴)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہر وہ سزا جو صرف اور صرف اللہ عزوجل کے حق کو پامال کرنے کی بنا پر عائد ہوتی ہو (اس میں حقوق العباد کا تعلق نہ ہو) ان کا معاملہ بھی توبہ کے بعد محاربہ والوں کا ہے، جیسے ان سے ڈاکہ ڈالنے، چوری کرنے، زنا اور شراب کی حد ساقط ہو جاتی ہے، اس سے بھی وہ حد ساقط ہو جائے گی کیونکہ حدیث مبارکہ ہے: ''گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہو جاتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔'' (حسن، ابن ماجہ: ۴۲۵۰)

امام شعبی نے کہا: توبہ کر لینے والے پر کوئی حد نہیں۔

(7)......بَابُ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُرَوِّعَ مُسْلِمًا

مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو خوف زدہ کرے

(۲۵۷۱)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مَنْصُورٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْمُظَفَّرِيُّ السَّرَخْسِيُّ، بِهَا، أَنَا أَبُو سَعِيدٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْفَضْلِ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ الأَصَمُّ، نَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا أَسَدٌ يَعْنِي ابْنَ مُوسَى، نَا ابْنُ الْمُبَارَكِ ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي تَوْبَةَ الْكُشْمِيهَنِيُّ، أَنَا أَبُو طَاهِرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الْحَارِثِ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ الْكِسَائِيُّ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخَلالُ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، ......

عَنْ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي، يَقُولُ: ...... سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُرَوِّعَ مُسْلِمًا۔))

یحییٰ بن عبید اللہ کہتے ہیں: میں نے اپنے والد گرامی سے سنا وہ کہہ رہے تھے: میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کو ڈرائے۔''

(۲۵۷۲)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الطَّحَّانُ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ قُرَيْشٍ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْمَكِّيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَا يَأْخُذَنَّ أَحَدُكُمْ مَتَاعَ أَخِيهِ لَاعِبًا جَادًّا)) وَقَالَ غَيْرُهُ: ((لَا يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ عَصَا أَخِيهِ لَاعِبًا جَادًّا، فَمَنْ أَخَذَ عَصَا أَخِيهِ، فَلْيَرُدَّهَا إِلَيْهِ۔))

جناب عبد اللہ بن سائب بن یزید اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی کوئی چیز ہرگز نہ لے، نہ ہنسی مذاق میں اور نہ حقیقت میں۔'' ان کے علاوہ دیگر رواۃ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی لاٹھی بھی ہرگز نہ لے، نہ ہنسی مذاق میں اور نہ حقیقت میں، جس نے اپنے بھائی کی لاٹھی لی ہو تو وہ اسے واپس کر دے۔''

شرح امام ابو عبید رحمہ اللہ نے کہا: حدیث مبارکہ کا مطلب ہے کہ اپنے بھائی کی کوئی چیز اٹھا کر ادھر ادھر

(۲۵۷۱) صحیح ......أخرجه ابوداود: ۵۰۰٤

(۲۵۷۲) حسن ......أخرجه ابوداود: ۵۰۰۳، والترمذی: ۲۱٦۰

کردے جس سے مقصود اس کو چڑانا، غصے میں لانا اور بدحواس کرنا ہو، چوری کرنے اور مال ہڑپ کرنے کا ارادہ ہرگز نہ ہو۔ اس کیفیت میں ہنسی ہنسی میں کسی کی چیز لے لینے والا شخص چوری کے معاملے میں تو مذاق کرنے والا ہے لیکن اپنے بھائی کو زچ کرنے اور گھبراہٹ میں مبتلا کرنے میں سنجیدہ ہے۔

فائدہ: مسلمان کی جان مال اور عزت وآبرو انتہائی محترم ومحفوظ چیزیں ہیں ہنسی مذاق میں بھی کسی مسلمان کو ڈرانا جائز نہیں۔

(8)......بَابُ النَّهْيِ عَنْ أَنْ يُشِيرَ إِلَى أَحَدٍ بِالسَّلَاحِ
دوسرے شخص کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرنے کی ممانعت

(٢٥٧٣)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ حَسَّانُ بْنُ سَعِيدِ الْمَنِيعِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو طَاهِرٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَحْمَشٍ الزِّيَادِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْقَطَّانُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ السُّلَمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ......

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((لا يُشِيرُ أَحَدُكُمْ إِلَى أَخِيهِ بِالسِّلَاحِ، فَإِنَّهُ لا يَدْرِي لَعَلَّ الشَّيْطَانَ أَنْ يَنْزِعَ فِي يَدِهِ، فَيَقَعَ فِي حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ۔)) قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ، فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار اور اسلحہ سے اشارہ نہ کرے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ شاید شیطان اسے اس کے ساتھ چھڑوا دے اور پھر وہ (کسی مسلمان کو قتل کرکے) جہنم کے گڑھے میں گر پڑے'' اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی کسی سے جھگڑا کرے تو چہرے (پر مارنے) سے پرہیز کرے۔''

شرح: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ؛ فَإِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ۔)) ......''جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے لڑے تو چہرے (پر مارنے) سے بچے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو عمدہ اور خوبصورت شکل وصورت عطا فرمائی ہے۔''

(صحیح مسلم: ٢٦١٢)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ أَشَارَ عَلَى أَخِيهِ بِحَدِيدَةٍ لَعَنَتْهُ الْمَلَائِكَةُ۔)) ......''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی طرف لوہے (ہتھیار) سے اشارہ کرتا ہے اس پر فرشتے لعنت کرتے ہیں۔'' (صحیح مسلم: ٢٦١٦)

(٢٥٧٣) أخرجه البخاري: ٢٥٥٩، ٧٠٧٢، ومسلم: ٢٦١٢

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ننگی تلوار لینا دینا منع فرمایا ہے۔

(صحیح، ابوداود: ۲۵۸۸، ترمذی: ۲۱۶۳)

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ چمڑے کے ٹکڑے کو دو انگلیوں کے درمیان رکھ کر کاٹا جائے۔(ضعیف، ابوداود: ۲۵۸۹)

اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس طرح اندیشہ رہتا ہے کہ چمڑا کٹنے کے بعد کہیں ہاتھ نہ زخمی ہو جائے۔اسی خدشے کے پیش نظر آپ نے ننگی تلوار کے تبادلے سے منع فرمایا کہ کسی کو لگ سکتی ہے یا چبھ سکتی ہے اس لیے احتیاط ضروری ہے۔

(9)......بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْخَذْفِ

ہاتھ سے چھوٹے چھوٹے سنگریزے پھینکنے کی ممانعت

(٢٥٧٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ يُوسُفَ الْجُوَيْنِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ شَرِيكٍ الشَّافِعِيُّ الْخُذَاشَاهِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ الْجُورَبَذِيُّ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ كَهْمَسِ بْنِ الْحَسَنِ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، قَالَ: رَأَى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُغَفَّلٍ رَجُلا مِنْ أَصْحَابِهِ يَخْذِفُ، فَقَالَ: لَا تَخْذِفْ، فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْهَى عَنِ الْخَذْفِ، وَكَانَ يَكْرَهُ، فَإِنَّهُ لا يُنْكَأُ بِهَا عَدُوٌّ، وَلا يُصَادُ بِهَا صَيْدٌ، وَلَكِنَّهَا قَدْ تَفْقَأُ الْعَيْنَ، وَتَكْسِرُ السِّنَّ، ثُمَّ رَآهُ بَعْدَ ذَلِكَ يَخْذِفُ، فَقَالَ: أَلَمْ أُخْبِرْكَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْهَى عَنِ الْخَذْفِ؟ وَاللّٰهِ لا أُكَلِّمُكَ كَلِمَةً أَبَدًا، أَوْ نَحْوَ ذَلِكَ۔

جناب عبداللہ بن بریدہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو کنکری پھینکتے دیکھا تو کہا کہ کنکری نہ پھینکو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کنکری پھینکنے سے منع فرمایا کرتے تھے اور اسے پسند نہیں کرتے تھے، اس سے نہ دشمن کو کوئی نقصان پہنچایا جاسکتا ہے اور نہ اس سے شکار ہی کیا جاسکتا ہے البتہ یہ کبھی کسی کا دانت توڑ دیتی ہے اور آنکھ پھوڑ دیتی ہے۔اس کے بعد بھی انہوں نے اس شخص کو کنکریاں پھینکتے دیکھا تو کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث تمہیں سنا رہا ہوں کہ آپ نے کنکری پھینکنے سے منع فرمایا۔اللہ کی قسم! میں تجھ سے ہرگز کلام نہ کروں گا یا اسی قسم کا کوئی اور جملہ کہا۔

(٢٥٧٤) أخرجه البخاري: ٥٤٧٩، ومسلم: ١٩٥٤

(٢٥٧٥)۔ وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ بِشْرَانَ، أَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّفَّارُ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ الرَّمَادِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ......

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، فَخَذَفَ عِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ، فَقَالَ: لَا تَخْذِفْ، فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ نَهَى عَنْهُ، وَقَالَ: ((إِنَّهُ لَا يُصَادُ بِهِ صَيْدٌ، وَلَا يُقْتَلُ بِهِ عَدُوٌّ، وَلٰكِنَّهَا تَكْسِرُ السِّنَّ، وَتَفْقَأُ الْعَيْنَ)) قَالَ: فَلَمْ يَنْتَهِ الرَّجُلُ، فَقَالَ: أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنْهَا، ثُمَّ لَا تَنْتَهِي؟ لَا أُكَلِّمُكَ كَلِمَةً أَبَدًا۔

جناب سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ ان کی قوم کے آدمی نے ان کی موجودگی میں کنکری پھینکی تو کہا: کنکری مت پھینکو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکری پھینکنے سے منع فرمایا ہے اور آپ نے فرمایا: ''اس سے نہ تو شکار کیا جاسکتا ہے، نہ دشمن کو قتل کیا جاسکتا ہے البتہ یہ کسی کا دانت توڑ دے گی یا آنکھ پھوڑ دے گی۔'' جناب سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: اس کے بعد بھی وہ شخص باز نہ آیا تو عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنا رہا ہوں کہ آپ نے اس عمل سے منع فرمایا ہے پھر تم ہو کہ باز نہیں آتے؟ میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گا۔

شرح (الْـخَـذْف) کنکری یا گھٹلی کو انگوٹھے اور انگشت شہادت کے درمیان رکھ کر پھینکنے کو کہتے ہیں یا کنکری پھینکنے کے لیے لکڑی کا ایک آلہ ہو جس سے یہ کام لیا جائے۔ (خذف چھوٹی کنکری کو کہتے ہیں)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ بندوق سے کیا ہوا شکار حلال نہیں، جب وہ غلیلہ لگ کر مر جائے۔ تمام اہل علم بندوق سے شکار کو زخمی کرنا بھی ناپسند جانتے ہیں، جناب حسن سے مروی ہے کہ وہ بستیوں، آبادیوں اور شہروں میں ایسا کرنے کو ناپسند جانتے تھے جبکہ کشادہ مقامات پر یعنی جنگلوں اور صحراؤں میں کچھ حرج نہیں جانتے تھے۔

فائدہ: بندوق کے ذریعے سے کیا ہوا شکار حلال ہے یا حرام اس میں علماء کا اختلاف ہے، چند ایک کے علاوہ اکثر علماء بندوق اور پتھر کے ذریعے سے قتل ہونے والے شکار کو حرام قرار دیتے ہیں۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اور تابعین میں سے بہت سے بزرگوں نے بندوق کے شکار کو ناپسند کیا ہے۔ راجح بات یہ ہے کہ بندوق سے کیا ہوا شکار حلال ہے کیونکہ اس کی گولی لاٹھی یا چھڑی کی طرح جسم سے نہیں ٹکراتی بلکہ تیر، نیزہ، کیل یا کسی بھی تیز دھار آلے کی طرح جسم کو پھاڑ کر گزر جاتی ہے نیز جن روایات میں بندوق کے شکار کی ممانعت یا کراہت موجود ہے اس سے مراد موجودہ گولی نہیں ہے بلکہ مٹی

(٢٥٧٥) انظر الحديث السابق

کی بنی ہوئی گولی ہے جو''موقوذۃ'' کی مانند جسم سے ٹکراتی ہے۔(ع،س)

(10)......بَابُ إِذَا مَرَّ وَمَعَهُ سِهَامٌ يُمْسِكُ بِنِصَالِهَا

جب گزرنے والے کے پاس ننگا تیر ہو تو اس کے پھل کو تھام لے

(٢٥٧٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ سَلَمَةَ، عَنِ ابْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ......

عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِذَا مَرَّ أَحَدُكُمْ فِي سُوقٍ، أَوْ مَجْلِسٍ، وَمَعَهُ نَبْلٌ، فَلْيَأْخُذْ بِنِصَالِهَا، يَمُدُّ بِهِنَّ صَوْتَهُ۔))

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کا گزر بازار یا مجلس سے ہو اور اس کے پاس تیر ہو تو اسے چاہیے کہ اس کی نوک کا خیال رکھے، یہ الفاظ کہتے ہوئے آپ اپنی آواز کو بلند فرماتے۔''

شرح: ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''تو اسے چاہیے کہ اس کی نوک کو اپنے ہاتھ سے تھام لے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی مسلمان کو اس سے کوئی تکلیف پہنچ جائے۔'' (ایضاً)

(11)......بَابُ وَعِيدِ مَنْ يُعَذِّبُ النَّاسَ

لوگوں کو (بلاوجہ) عذاب دینے والے کی وعید

(٢٥٧٧)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ بِشْرَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّفَّارُ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ الرَّمَادِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ......

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: دَخَلَ هِشَامُ بْنُ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ عَلَى عُمَيْرِ بْنِ سَعْدٍ الْأَنْصَارِيِّ بِالشَّامِ، وَكَانَ عَامِلًا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَدَخَلَ عَلَيْهِ، فَوَجَدَ عِنْدَهُ نَاسًا مِنَ الْأَنْبَاطِ مُشَمَّسِينَ، فَقَالَ هِشَامٌ: سَمِعْتُ

جناب ہشام بن عروہ اپنے والد گرامی سے بیان کرتے ہیں کہ جناب ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ شام میں عمیر بن سعد انصاری کے پاس گئے۔ وہ اس علاقے میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے عامل مقرر تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کے پاس کچھ کاشتکار دھوپ میں

(٢٥٧٦) أخرجه البخاري: ٧٠٧٥، ومسلم: ٢٦١٥

(٢٥٧٧) أخرجه مسلم: ٢٦١٣

رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((إِنَّ الَّذِى يُعَذِّبُ النَّاسَ فِى الدُّنْيَا، يُعَذِّبُهُ اللّٰهُ فِى الْآخِرَةِ)) قَالَ: فَخَلَّى عَنْهُمْ عُمَيْرٌ وَتَرَكَهُمْ۔

کھڑے ہیں، ہشام نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے: ''اللہ ان لوگوں کو آخرت میں عذاب دے گا جو لوگوں کو دنیا میں عذاب میں مبتلا کرتے ہیں۔'' راوی نے کہا: جناب عمیر نے انہیں چھوڑ دیا اور جانے دیا۔

شرح سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((يُوشِكُ إِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ أَنْ تَرَى قَوْمًا فِى أَيْدِيهِم مِثْلُ أَذْنَابِ الْبَقَرِ، يَغْدُونَ فِى غَضَبِ اللّٰهِ، وَيَرُوحُونَ فِى سَخَطِ اللّٰهِ۔)) ''بہت ممکن ہے کہ تو بہت دیر تک زندہ رہے اور ایسے لوگوں کو دیکھے جن کے ہاتھوں میں بیل کی دم کی طرح (کوڑے) ہوں گے وہ اللہ کے غضب میں صبح کریں گے اور اللہ کی ناراضی ہی میں شام کریں گے۔'' (صحيح مسلم: ٢٨٥٧)

(٢٥٧٨)۔ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْجُلُودِيُّ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، حَدَّثَنِى زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا: قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُءُ وسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا، وَإِنَّ رِيحَهَا لَتُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آگ والوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا (یعنی ابھی ان کا وجود نہیں) ایک تو وہ لوگ جن کے پاس بیل کی دموں کی طرح کے کوڑے ہیں جن سے لوگوں کو مارتے ہیں (ظلم کرتے ہوئے) اور ایک وہ عورتیں جو کپڑے پہننے کے باوجود برہنہ ہیں، خاوند کو سیدے راہ سے بہکانے والی اور خود بہکنے والی (یا ناز و نخرہ سے کندے، اچکا کر چلنے والی) ان کے سر گویا بختی اونٹوں کے کوہان ہیں، ایک طرف جھکے ہوئے، وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی بلکہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے آتی ہے۔''

شرح (كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ) ''کپڑے پہننے کے باوجود برہنہ ہیں۔'' اس حدیث کی مصداق وہ

(٢٥٧٨) أخرجه مسلم: ٢١٢٨

خواتین ہیں جو باریک لباس پہنتی ہیں جس سے ان کا جسم چھنتا اور نظر آتا ہے، ایسی عورتوں نے بظاہر تو کپڑے پہنے ہوتے ہیں لیکن درحقیقت وہ ننگی ہوتی ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو دوپٹے اپنی گردنوں میں پیچھے کی طرف ڈال کر گھومتی پھرتی ہیں اس طرح کہ ان کے سینے کا ابھار (حسن) واضح ہوتا ہے، یہ عورتیں لباس پہننے کے باوجود برہنگی کے ذیل میں آتی ہیں کیونکہ ان کا لباس ناکافی ہے اور پورے جسم کو ڈھانپنے سے قاصر ہے جبکہ شرعی لباس تو وہ ہوتا ہے جو ساتر ہو۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ خواتین ہیں جو نازونعمت میں پلی بڑھی ہیں، اللہ کی نعمتیں ان پر موسم برسات کی کالی گھنگھور گھٹاؤں کی طرح برستی ہیں، اللہ کی نعمتوں کی چادر ان پر تنی ہوئی ہے مگر وہ ناشکری ہیں، نعمتوں سے لدی پھندی اور شکر گزاری کے جذبے سے محروم (یعنی ننگی) ہیں۔ لیکن پہلا مفہوم زیادہ صحیح ہے۔

(مَائِلَاتٌ) ''خود مائل ہونے والی'' مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت سے منحرف، جادۂ مستقیم سے ہٹی ہوئی، احکام شریعت سے سرتابی کرنے والی، کج فکر، کج ادا اور کج اخلاق ہیں، عزت وناموس اور عفت وآبرو کے معاملے میں تساہل پسند واقع ہوتی ہیں۔

(مُـمِيْلَات) ''دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے والیاں'' یعنی اپنے رنگ ڈھنگ، فیشن پرستی، نت نئے ڈیزائن کے پہناوں اور اپنے انداز زیست اور لائف سٹائل سے دوسری خواتین کی توجہ اپنی طرف کھینچ لینے والی ہیں، وہ بے حجابی، بے حیائی اور عریانیت کی چلتی پھرتی تشہیری مہم ہیں، اس لفظ کا استعمال اہل عرب کے محاورے اخبث فلان فلانا کی طرح ہے جس کا معنی ہے: فلاں نے فلاں کو خباثت سکھا دی۔

یہ بھی کہا گیا ہے مَائِلَات کا معنی ہے نازوادا اور تبختر سے چلنے والیاں یعنی مٹک مٹک کر چلتے ہوئے غیر محرم مردوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنے والیاں اور (مُمِيْلَاتٌ) کا معنی ہے: اپنے کندھوں اور سروں کو بوجہ عجب ایک طرف جھکا کر چلنے والیاں۔

(رُؤُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ) ''ان کے سر بختی اونٹوں کی طرح ہیں'' اس کے مفہوم میں کہا گیا ہے کہ وہ اپنے سروں پر اس طرح تاج یا ہیٹ وغیرہ سجاتی ہیں، یا بالوں کے ایسے انداز (ہیر سٹائل) بناتی ہیں جو بختی اونٹوں کی کوہان سے مماثل ہو جاتے ہیں یا ان کے دوپٹہ لینے کا انداز پگڑی باندھنے کی طرح ہے جو اونٹ کی کوہان جیسا معلوم ہوگا۔

یہ بھی کہا گیا ہے وہ مردوں کو اپنی طرف راغب کرنے والی، خود ان میں دلچسپی رکھنے والی اور دل پھینک قسم کی ہوں گی، اپنی نظر جھکا کر نہیں رکھیں گی اور نہ ہی اپنے سروں کو ہی نیچا کریں گی، بے باک، مردوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرنے والی اور شرم وحیا سے عاری ہوں گی۔

(29)......كِتَابُ الْحُدُوْدِ

حدود وتعزیرات کا بیان

(1)......بَابُ حَدِّ الزِّنَا

زنا کی حد کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْيَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا﴾ ''تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں ان پر اپنے میں سے چار گواہ طلب کرو، اگر وہ گواہی دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں قید رکھو، یہاں تک کہ موت ان کی عمریں پوری کردے، یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی اور راستہ نکال دے۔''

(سورۂ نساء: ۱۵)

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ سے لے لو، مجھ سے لے لو، اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے لیے راہ نکال دی ہے۔ اگر شادی شدہ شادی شدہ کے ساتھ (ملوث ہو اور بدکاری) کرے تو سو کوڑے ہیں اور پتھر مارنا ہے اور کنوارا کنواری کے ساتھ کرے تو سو کوڑے ہیں اور ایک سال کے لیے شہر بدری ہے۔''

حدیث مبارکہ میں اس حکم کی وضاحت ہے جس کا اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿اَوْيَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا﴾ .... ''یا اللہ ان کے لیے کوئی اور راستہ نکالے'' میں وعدہ کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ابتدائے اسلام میں بدکار عورت کی سزا یہ مقرر کی تھی کہ انہیں گھروں میں قید کردیا جائے تا آنکہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی راستہ نکال دے اب اس راستے کی وضاحت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے کردی گئی۔

(۲۵۷۹)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَخْبَرَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ دونوں

(۲۵۷۹) أخرجه البخاري: ۲۶۴۹، ۲٦۹٥، ومسلم: ١٦٩٧

أنهما أخبراه، أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ، وَقَالَ الآخرُ، وكانَ أَفْقَهَهُمَا: أَجَلْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ، وَائْذَنْ لِي فِي أَنْ أَتَكَلَّمَ، فَقَالَ: ((تَكَلَّمْ)) قَالَ: إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هٰذَا، فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ، فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ، فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ، وَبِجَارِيَةٍ لِي، ثُمَّ إِنِّي سَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ، فَأَخْبَرُونِي أَنَّ مَا عَلَى ابْنِي جَلْدُ مِائَةٍ، وَتَغْرِيبُ سَنَةٍ، وَإِنَّمَا الرَّجْمُ عَلَى امْرَأَتِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ، أَمَّا غَنَمُكَ، وَجَارِيَتُكَ فَرُدَّ إِلَيْكَ، وَجَلَدَ ابْنَهُ مِائَةً، وَغَرَّبَهُ عَامًا)) وَأَمَرَ أُنَيْسًا الأَسْلَمِيَّ أَنْ يَأْتِيَ امْرَأَةَ الآخَرِ، فَإِنِ اعْتَرَفَتْ، رَجَمَهَا، فَاعْتَرَفَتْ، فَرَجَمَهَا۔ قَالَ مَالِكٌ: الْعَسِيفُ: الأَجِيرُ۔

بیان کرتے ہیں کہ دو آدمیوں نے اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش کیا، ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمادیں اور دوسرا جو اس کی بہ نسبت زیادہ سمجھدار تھا، اس نے کہا: جی ہاں: اے اللہ کے رسول! آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمائیں اور مجھے کچھ عرض کرنے کی اجازت دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیان کرو۔'' وہ بولا: میرا بیٹا اس کے ہاں مزدوری پر کام کرتا تھا، اس کی اہلیہ سے زنا کا مرتکب ہو گیا ہے، لوگوں نے مجھے بتلایا کہ میرے بیٹے پر رجم کی سزا ہے تو میں نے اس کے فدیے میں ایک سو بکریاں اور ایک لونڈی دے کر اس کی جان چھڑائی، اس کے بعد میں نے اہل علم سے دریافت کیا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور رجم کی سزا اس کی بیوی پر ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تم دونوں کے درمیان کتاب اللہ کے عین مطابق ہی فیصلہ کروں گا۔ بکریاں اور لونڈی تجھے واپس لوٹائی جائیں گی۔'' اور آپ نے اس کے بیٹے کو سو کوڑے مروائے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دیا اور آپ نے اُنیس اسلمی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اس دوسرے شخص کی بیوی کے پاس جائیں۔ اگر وہ اس کا اعتراف کرلے تو اسے سنگسار کردو چنانچہ اس نے اعتراف کیا اور انہوں نے اسے رجم کردیا، امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: العسیف کا معنی (الاجیر) ''مزدور'' ہے۔''

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث مبارکہ بے شمار فقہی فوائد پر مشتمل ہے۔

اولاً:...... زمانہ نبوت میں فتویٰ دینے کا جواز معلوم ہوا، نیز یہ پتہ چلا کہ اگر ایک شخص میں فتویٰ دینے کی اہلیت اور شرائط پائی جائیں تو وہ فتویٰ دے سکتا ہے خواہ وہاں اس سے بڑا عالم موجود ہو۔ دیکھیے، نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کے الفاظ کا رد اور انکار نہیں فرمایا کہ میں نے اس بارے میں اہل علم سے دریافت کیا ہے حالانکہ آپ ﷺ بقید حیات تھے اور بنفس نفیس ان کے درمیان موجود تھے۔

بعض اہل علم کا موقف ہے کہ صحابہ کرام کی موجودگی میں کسی تابعی کا فتویٰ دینا جائز نہیں لیکن اکثر اہل علم جواز کے قائل ہیں۔

ثانیاً:...... یہ پتہ چلا کہ کنوارے زانی کو سو کوڑے لگیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے گا اور شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے گا اور کوڑے نہیں مارے جائیں گے اور یہاں ثیب سے مراد شادی شدہ ہے اور اس سے مراد وہ شخص ہے جس میں مندرجہ ذیل چار شرائط پائی جائیں:

(۱) عقل، (۲) بلوغت، (۳) حریت، (۴) شرعی نکاح۔

اس بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا رجم سے پہلے کوڑے بھی لگائے جائیں گے یا نہیں؟ ایک جماعت کا موقف ہے کہ رجم سے پہلے کوڑے بھی مارے جائیں گے۔ ان کی دلیل سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ ہے: (أَلثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مَائَةٍ وَرِمْيًا بِالْحِجَارَةِ) ''شادی شدہ اگر شادی شدہ کے ساتھ ملوث ہو تو ایک سو کوڑے ہیں اور یہ کہ (دونوں کو) سنگسار کر دیا جائے۔''

ایسا موقف سیدنا علی ابن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود اور سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، حسن بصری بھی اسی کے قائل ہیں، جناب اسحاق اور داود بھی اسی طرف گئے ہیں۔

(٢٥٨٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ، أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ......

عَنْ عُبَادَةَ يَعْنِي: ابْنَ الصَّامِتِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((خُذُوا عَنِّي، خُذُوا عَنِّي، قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيلا، الْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ، وَتَغْرِيبُ عَامٍ، وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ، وَالرَّجْمُ۔))

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ سے سیکھ لو، مجھ سے سیکھ لو، تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے لیے راہ نکال دی ہے۔ اگر کنوارا کنواری کے ساتھ بدکاری کرلے تو سو کوڑے ہیں اور ایک سال کے لیے شہر بدری ہے اور اگر شادی شدہ

(٢٥٨٠) أخرجه مسلم: ١٦٩٠

شادی شدہ کے ساتھ بدکاری کرے تو سو کوڑے ہیں اور

پتھر مارنا ہے۔

شرح امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: مجھے ایک ثقہ شخص نے بتایا کہ حسن بصری رحمہ اللہ اپنے اور سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کے درمیان حطان الرقاشی کا ذکر کیا کرتے تھے۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ میرے شیخ عبدالوہاب نے ان دونوں بزرگوں کے درمیان حطان الرقاشی کا ذکر کیا ہے اور میری کتاب سے محو ہو گیا ہے یا انہوں نے ذکر ہی نہیں کیا۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ اسے امام مسلم نے یحییٰ بن یحییٰ، عن ہشیم، عن منصور، عن الحسن عن حطان بن عبداللہ الرقاشی، عن عبادہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بیان کیا ہے۔

اکثر اہل علم کا موقف ہے کہ شادی شدہ زانی کو صرف رجم کیا جائے گا، کوڑے نہیں لگائے جائیں گے۔ ایسا موقف سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اکثر تابعین اور جمہور فقہاء کا بھی یہی موقف ہے، جناب سفیان ثوری، ابن المبارک، شافعی، احمد اور اہل رائے کا یہی خیال ہے۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ جس پر رجم کرنا واجب ہو گیا ہو اس سے کوڑوں کی سزا منسوخ ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ماعز رضی اللہ عنہ، سیدہ غامدیہ رضی اللہ عنہا اور یہودی مرد اور عورت کو رجم تو کیا لیکن کسی کو کوڑے نہیں مارے اور اسے سنگسار کر دو، اور آپ نے اسے کوڑے مارنے کا حکم نہیں دیا اور یہ واقعہ دونوں معاملوں میں سے بعد کا ہے کیونکہ اس کے راوی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ متاخر الاسلام ہیں۔ اس لیے یہ حکم ناسخ کی حیثیت رکھتا ہے اور رجم کے ساتھ کوڑے لگانے کا حکم منسوخ ہے۔

اس بات پر تمام علمائے کرام متفق ہیں کہ کنوارا اگر کنواری کے ساتھ ملوث ہو تو اسے سو کوڑے رسید کیے جائیں گے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾...... ''زناکار عورت و مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔'' (سورۂ نور:۲)

اس آیت کریمہ کا مصداق وہ مرتکب افراد ہیں جو بالغ، عاقل، آزاد اور غیر شادی شدہ ہوں۔ پھر اہل علم کے مابین اس بات میں اختلاف ہے کہ کنوارے بدکار کو کوڑے مارنے کے بعد ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا یا نہیں، جمہور صحابہ اور تابعین اور اکثر فقہائے کرام کا موقف ہے کہ سو کوڑے مارنے کے بعد ایک سال کے لیے جلاوطن بھی کیا جائے گا جیسا کہ حدیث مبارکہ میں مذکور ہے۔

(۲۵۸۱)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، حَدَّثَنَا السَّيِّدُ أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْعَلَوِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَسَنِ الشَّرْقِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى،

(۲۵۸۱) أخرجه البخاري: ٦٨٣١

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ هُوَ ابْنُ الْمَاجِشُونِ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ......

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَأْمُرُ فِيمَنْ زَنَى ، وَلَمْ يُحْصِنْ بِجَلْدِ مائةٍ ، وتَغْرِيبِ عَامٍ۔

سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کے بارے میں فرمارہے تھے جو غیر شادی شدہ ہوں اور زنا کیا ہو کہ سوکوڑے مارے جائیں اور سال بھر کے لیے جلاوطن کردیا جائے۔

شرح جناب نافع سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں اور وہ نبی ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے کوڑے مارے اور جلاوطن کیا اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (اپنے دور میں) کوڑے مارے اور شہر بدر کیا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کوڑے مارے اورشہر بدر کیا۔

سیدنا علی، ابی بن کعب اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے۔سفیان ثوری ، مالک، عبداللہ بن مبارک، شافعی ، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا بھی یہی موقف ہے ، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ کنوارے زانی کو کوڑے مارے جائیں اورشہر بدر نہ کیا جائے،سلف میں سے کسی ایک سے ایسا قول باسند صحیح منقول نہیں۔

((لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ))...... ''میں تم دونوں کے درمیان کتاب اللہ کے مطابق ہی فیصلہ کروں گا'' آپ علیہ السلام کے ان الفاظ کے مفہوم کو متعین کرنے میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے ، ایک قول کے مطابق یہاں الکتاب سے مراد الفرض ہے یعنی میں تم دونوں کے درمیان وہ فیصلہ کروں گا جسے اللہ نے فرض کیا اورضروری قرار دیا ہے، ان الفاظ کے کہنے کی وجہ اس لیے محسوس ہوئی کہ اللہ کی کتاب میں رجم کا تذکرہ نصاً موجود نہیں جس طرح کوڑوں کا اور چوری پہ ہاتھ کٹنے کا ذکر واضح الفاظ کے ساتھ موجود ہے، اور خود قرآن مجید میں لفظ الکتاب بمعنی فرض وارد ہوا ہے چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾...... ''اللہ تعالیٰ نے یہ احکام تم پر فرض کردیئے ہیں۔''

(سورۂ نساء:۲۴)

نیز اللہ جل ذکرہ کا فرمان ہے: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ﴾...... ''مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے۔'' (سورۂ بقرہ:۱۷۸) اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾...... ''تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا۔'' (سورۂ بقرہ:۱۸۳) اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ﴾...... ''اور ہم نے یہودیوں کے ذمے تورات میں یہ بات مقرر کردی تھی۔'' (سورۂ مائدہ:۴۵) یعنی ہم نے ان پر فرض قرار دی۔

ایک قول کے مطابق بکتاب اللہ ''اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا'' کا مطلب ہے اللہ کے حکم کے ساتھ فیصلہ کروں گا۔اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فرمان: ﴿أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ﴾...... ''کیا ان کے پاس علم

غیب ہے، جس کے مطابق یہ فیصلہ کرتے ہیں۔'' (سورۂ طور:۴۱) یہ بھی کہا گیا ہے کہ رجم کا ذکر اگر چہ قرآن میں صریح الفاظ کے ساتھ موجود نہیں تاہم اجمالاً اور اشارتاً اس کا ذکر کتاب ھدیٰ میں پایا جاتا ہے، ملاحظہ فرمایئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمان ﴿وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا﴾...... ''تم میں سے جو دو افراد ایسا کام کرلیں انہیں ایذا دو۔''

(سورۂ نساء:۱۶)

اور لفظ (الاذٰی) کا اطلاق رجم پر بھی ہوتا ہے جیسے دیگر حدود وتعزیرات اور سزاؤں پر ہوتا ہے۔ کتاب اللہ میں ﴿يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا﴾ ''یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی راہ نکال دے'' کے الفاظ کے ساتھ ایک تضمین چھوڑ دی گئی تھی پھر اس تضمین کو شارع علیہ السلام کی زبان وحی کے ساتھ واضح فرمایا گیا۔ آپ علیہ السلام کے الفاظ ((اَلْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيْبُ عَامٍ))...... ''اور کنوارا کنواری کے ساتھ بدکاری کرے تو سو کوڑے ہیں اور ایک سال کی شہر بدری ہے۔'' کتاب اللہ کے انہی الفاظ کا بیان ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رجم کا حکم نازل ہوا تھا اور قرآن مجید میں اس کی تلاوت ہوتی تھی، پھر اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی اور حکم باقی رہا اور اس بات پر دلیل سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مندرجہ ذیل وضاحتی بیان ہے۔

(۲۵۸۲)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَد بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ، وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ، فَكَانَ مِمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةُ الرَّجْمِ، فَقَرَأْنَاهَا، وَعَقَلْنَاهَا، وَوَعَيْنَاهَا، رَجَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَجَمْنَا بَعْدَهُ، وَأَخْشَى إِنْ طَالَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ أَنْ يَقُولَ قَائِلٌ: وَاللّٰهِ! مَا نَجِدُ آيَةَ الرَّجْمِ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا اللّٰهُ، وَالرَّجْمُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ حَقٌّ عَلَى مَنْ

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر اپنی کتاب نازل کی، اس نازل کردہ (کتاب) میں رجم کی آیت بھی تھی، ہم نے اسے پڑھا ہے اور یاد کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ہے اور ان کے بعد ہم نے بھی رجم کیا ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کوئی یہ نہ کہنے لگے کہ رجم والی آیت ہم کتاب اللہ میں نہیں پاتے، اس طرح وہ اللہ کے نازل کردہ فریضے کو ترک کرکے گمراہ نہ ہو جائیں،

(۲۵۸۲) أخرجه البخاري: ۶۸۲۹، ۶۸۳۰، ومسلم: ۱۶۹۱

زَنَى إِذَا أُحْصِنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ، أَوْ كَانَ الْحَبَلُ، أَوِ الاعْتِرَافُ، ثُمَّ إِنَّا كُنَّا نَقْرَأُ، فِيمَا نَقْرَأُ، مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ، أَنْ لا تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ، فَإِنَّهُ كُفْرٌ بِكُمْ أَنْ تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ، أَوْ إِنَّ كُفْرًا بِكُمْ أَنْ تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ۔

پس جس کسی مرد یا عورت نے زنا کیا ہو اور وہ شادی شدہ ہو اور گواہی ثابت ہو جائے یا حمل ہو یا اعتراف ہو، تو اس پر رجم حق ہے، پھر ہم پڑھتے تھے، جو تلاوت کرتے تھے ہم، اللہ کی کتاب میں، کہ تم اپنے آباء واجداد سے بے رغبتی نہ کرو، بلاشبہ یہ تمہارے لیے کفر ہے کہ تم اپنے آباء سے بے رغبتی کرو، یا کہا: یقیناً تمہارے حق میں کفر ہے یہ کہ تم اپنے آباء سے بے رغبتی کرو۔

شرح **فائدہ**: سنن ابوداؤد میں اس حدیث کے آخر میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ منقول ہیں: اللہ کی قسم! اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ کہیں گے کہ عمر نے اللہ کی کتاب میں اضافہ کر دیا ہے تو میں اس آیت کو کتاب اللہ میں درج کر دیتا۔ (ع،س)

امام بغوی نے کہا: حدیث مبارکہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ اگر دو زنا کرنے والوں میں سے ایک شادی شدہ ہو اور دوسرا کنوارا ہو تو شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے گا اور کنوارے کو کوڑے مارے جائیں گے، اسی طرح اگر طرفین میں سے ایک آزاد اور دوسرا غلام ہے تو آزاد کو آزاد والی سزا دی جائے گی اور غلام کو غلاموں والی، اسی بات پر قیاس کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ اگر عاقل شخص مجنون اور دیوانی عورت سے زنا کرے یا بالغ شخص قریب البلوغت کے ساتھ ملوث ہو تو عاقل و بالغ کو تو حد لگائی جائے گی اور بالاتفاق دیوانی عورت اور قریب البلوغت پر حد واجب نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر ایک عقل وشعور والی عورت کسی مجنون شخص سے یا بالغ خاتون کسی قریب البلوغت لڑکے سے زنا کروائے تو ان دونوں صورتوں میں گنہگار خواتین کو تو حد لگائی جائے گی لیکن امام شافعی کے نزدیک مردوں پر حد واجب نہ ہوگی۔ اہل رائے کا موقف ہے کہ ایسی عاقلہ اور بالغہ پر کوئی حد نہیں جو کسی مجنون یا قریب البلوغت سے ملوث ہو۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ حاکم وقت اور قاضی طرفین میں سے کسی سے بھی مقدمے کی سماعت کا آغاز کر سکتا ہے۔

حدیث مبارکہ میں اجارہ (مزدور رکھنے) کا جواز ہے اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کے ان الفاظ پر کہ میرا بیٹا اس کے ہاں مزدور تھا، کا کوئی انکار نہیں کیا۔ ایک قوم اجارہ کے بطلان کے قائل ہے لیکن اکثر اہل علم جواز کے قائل ہیں۔

((أَمَّا غَنَمَكَ وَجَارِيَتَكَ فَرَدٌّ إِلَيْكَ))...... ''بکریاں اور لونڈی تجھے واپس ہوں گی۔'' سے پتہ چلا کہ فاسد تجارت اور ظالمانہ شرائط کے مطابق صلح کر کے لیا ہوا مال لینے والے کے لیے جائز نہیں اسے واپس لوٹانا ہوگا۔

((فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا))...... ''اگر وہ اس کا اعتراف کر لے تو اسے سنگسار کر دو۔'' میں اس مسئلہ کی دلیل

ہے کہ اگر کوئی شخص ایک مرتبہ زنا کا اقرار کرلے تو اسے حد لگائی جائے گی۔ چار مرتبہ زنا کا اقرار کرنا شرط نہیں، جیسا کہ اگر کوئی شخص ایک مرتبہ چوری کا اقرار کرلے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر ایک مرتبہ قتل کا اقرار کرلے تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ جناب حسن بصری، حماد بن ابی سلیمان، مالک، شافعی، ابوثور رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔

اہل علم کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ جب تک کوئی شخص چار مرتبہ زنا کا اقرار نہ کرلے اسے حد نہیں لگائی جائے گی، جناب حکم بن عتیبہ، ابن ابی لیلیٰ، احمد، اسحاق اور اہل رائے کا موقف یہی ہے۔ اہل رائے نے مزید کہا ہے کہ چار مرتبہ اقرار، چار مختلف مجالس میں کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص ایک مجلس میں چار بار اقرار کرتا ہے تو اس کا یہ اقرار ایک ہی شمار ہوگا لیکن ایسے اقرار کے ساتھ امام ابن ابی لیلیٰ اور امام احمد نے حد کے واجب ہونے کی بات کی ہے (یعنی ایک مجلس میں چار مرتبہ کے ساتھ) ان حضرات نے چار مرتبہ زنا کے اقرار کو جو شرط ٹھہرایا ہے تو اس کی دلیل انہوں نے سیدنا ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے لی ہے کہ انہوں نے چار بار زنا کا اقرار کیا تھا، ہم اس واقعہ کی تفصیل آئندہ سطور میں ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

حدیث ہذا اس بات کی دلیل ہے کہ شادی شدہ زانی پر دو حدیں یعنی رجم اور کوڑے اکٹھی نہیں کی جائیں گی۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث مبارکہ کے الفاظ ((فَـإِنْ اعتَرَفَتْ فَارْجَمْهَا))...... "اگر وہ اس کا اعتراف کر لے تو اسے سنگسار کردو۔" میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ اگر وہ اعتراف نہ کرتی تو اس پر کوئی حد نہ تھی اگر چہ اس کے ساتھ ملوث اقراری شخص پر حد واجب ہی کیوں نہ ہو۔ جناب سعید بن مسیّب رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اقرار کیا کہ اس نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا ہے، اس نے چار بار یہ اقرار کیا، تو آپ نے اس کو سو کوڑے لگائے، اس لیے کہ وہ غیر شادی شدہ تھا، پھر اس سے عورت پر گواہی لی، تو عورت نے کہا: اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! یہ جھوٹ بولتا ہے، پھر آپ نے اس کو تہمت کی حد اسی کوڑے لگائی۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حد لگاتے وقت امام (شرعی حکمران) کی موجودگی ضروری نہیں، اہل علم کی ایک قوم کا خیال ہے کہ حد لگتے وقت امام کی موجودگی شرط ہے اگر وہ جرم گواہی کے ساتھ ثابت ہو جس طرح زنا کے گواہوں کا حد کے موقع پر موجود ہونا شرط ہے، اہل رائے کا یہی موقف ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مزید کہا: رجم کی دو قسمیں ہیں، اگر زنا کا ثبوت حمل اور اقرار سے ہو تو رجم کی ابتدا امام اور خلیفۂ وقت کرے گا، پھر لوگ پتھر ماریں گے اور اگر زنا کا اثبات گواہوں کے ساتھ ہو تو رجم کرنے کا آغاز گواہ کریں گے، پھر امام پتھر مارے گا اور بعد ازاں لوگ سنگسار کریں گے۔

حدیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ حدود میں وکالت (کسی کو اپنی طرف سے ذمہ دار ٹھہرانا) جائز ہے، امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث مبارکہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ اگر کوئی شخص حاکم وقت کے روبرو دوسرے شخص پر تہمت لگا دیتا ہے تو

حاکم کو چاہیے کہ وہ مقذوف (جس پر تہمت لگی ہو) کی جانب پیغام بھیجے اور اسے اس پر لگے الزام سے آگاہ کرے، یہ آگاہی اس لیے نہیں کہ حاکم اس سے زنا کا اقرار کروانا چاہتا ہے کیونکہ اس سے تو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے﴿وَلَا تَجَسَّسُوْا﴾...... ''اور ٹوہ مت لگاؤ۔'' (سورۂ حجرات:۱۲)

اور اس لیے بھی کہ حد کے مرتکب شخص کو حتی الامکان پردہ پوشی سے کام لینا چاہیے۔ اولی اور احوط بات اس کے حق میں یہی ہے، حاکم وقت کا بتانا محض اطلاع کی قبیل سے ہے کہ فلاں شخص نے تمہاری شخصیت پر کیچڑ اچھالا ہے تاکہ وہ اپنی پوزیشن واضح کر سکے اور فلاں شخص تم پر لگائے گئے الزام کی بنا پر حد قذف کا سزاوار ٹھہرتا ہے، پھر اگر جس پر الزام لگایا گیا ہے زنا کا اقرار واعتراف نہیں کرتا تو حاکم وقت الزام لگانے والے سے، اس کا حق دلوائے گا، امام شافعی رحمہ اللہ نے اسی مفہوم ومعنی کو پیش نگاہ رکھتے ہوئے حدیث مبارکہ ((بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ أُنيسًا اِلٰى اِمْرَأَةِ الرَّجل)) ...... ''نبی ﷺ نے سیدنا انیس رضی اللہ عنہ کو اس آدمی کی زوجہ کی طرف بھیجا'' کا مطلب متعین کیا ہے۔

اگر قَاذِف (تہمت لگانے والا) متعین شخص نہ ہو مثلاً الزام لگانے والا حاکم کے سامنے یوں کہے، لوگ یوں کہتے ہیں کہ فلاں نے زنا کیا ہے تو اس صورت میں امام اس کو (یعنی مقذوف کو) آگاہ نہیں کرے گا اور نہ اس کے معاملات کی کھوج کرید کرے گا۔ پردہ پوشی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور لوگوں کی نجی زندگی کی ٹوہ سے احتراز برتتے ہوئے، اور اس لیے بھی کہ اگر حد کے مرتکب شخص پر اللہ کریم نے پردہ ڈال رکھا ہے تو پردہ پڑا رہنا چاہیے، اسے سرکانا کسی طور مناسب نہیں۔ جناب سعید بن مسیّب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ اسلم کے آدمی جسے ہزال کہا جاتا تھا سے فرمایا تھا: ''اے ہزال! اگر تو اپنی چادر (اپنے گناہ پر) پڑی رہنے دیتا تو تیرے حق میں بہتر تھا۔''

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث مبارکہ سے یہ بھی پتہ چلا کہ اگر والد اپنی اولاد پر الزام تراشی کرے اور تہمت لگادے تو اس پر حد نہیں جیسے اگر والد اپنی اولاد میں سے کسی کو قتل کردے تو اس پر قصاص نہیں ہوتا۔ اس مسئلے کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے والد کو بیٹے پر الزام لگانے کی بنا پر حد نہیں لگائی جبکہ اس کے الفاظ ہیں: إِنَّ اِبْنِىْ زَنٰى بِامْرَأَتِه...... ''بلاشبہ میرے بیٹے نے اس کی بیوی سے زنا کیا ہے۔''

(2)......بَابُ رَجْمِ الذِّمِّيِّ إِذَا زَنٰى وَأُحْصَانِهِ

ذمی اگر زنا کرے تو اسے رجم کرنا اور اس کے شادی شدہ ہونے کا بیان

(۲۵۸۳)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَخْبَرَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ......

عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ

جناب نافع سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ

(۲۵۸۳) أخرجه البخاري: ٦٨٤١، ومسلم: ١٦٩٩

الْيَهُودَ جَائُوا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرُوا لَهُ أَنَّ رَجُلًا مِنْهُمْ وَامْرَأَةً زَنَيَا، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَا تَجِدُونَ فِي التَّوْرَاةِ فِي شَأْنِ الرَّجْمِ)) قَالُوا: نَفْضَحُهُمْ، وَيُجْلَدُونَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ: كَذَبْتُمْ، إِنَّ فِيهَا لَآيَةَ الرَّجْمِ، فَأَتَوْا بِالتَّوْرَاةِ، فَنَشَرُوهَا، فَوَضَعَ أَحَدُهُمْ يَدَهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ، فَقَرَأَ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ: ارْفَعْ يَدَكَ، فَرَفَعَ يَدَهُ، فَإِذَا فِيهَا آيَةُ الرَّجْمِ، فَقَالُوا: صَدَقَ يَا مُحَمَّدُ، فِيهَا آيَةُ الرَّجْمِ، فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَا، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ يُجْنِىءُ عَلَى الْمَرْأَةِ يَقِيهَا الْحِجَارَةَ۔

انہوں نے کہا کہ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ ان میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کیا ہے، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تورات میں رجم کے متعلق کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم انہیں رسوا کرتے ہیں اور کوڑے لگاتے ہیں، سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا کہ تم جھوٹے ہو اس میں رجم کا حکم موجود ہے چنانچہ وہ تورات لائے اور کھولا لیکن ان میں سے ایک شخص نے اپنا ہاتھ آیت رجم پر رکھ دیا اور اس سے پہلے اور بعد کا حصہ پڑھ دیا۔سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ اپنا ہاتھ اٹھاؤ، اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے رجم کی آیت موجود تھی، پھر انہوں نے کہا: اے محمد! آپ نے سچ فرمایا: اس میں رجم کی آیت موجود ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے حکم دیا اور دونوں رجم کیے گئے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے دیکھا کہ وہ آدمی عورت کو پتھروں سے بچانے کی کوشش میں اس پر جھک رہا تھا۔

شرح قولہ (يُجْنِىءُ عَلَى الْمَرْأَةِ) ''وہ اس کے اوپر اوندھا گر کر اسے بچا رہا تھا۔'' اَجْنَاَ عَلَيْهِ اور يُجْنِىءُ کے الفاظ اس وقت بولے جاتے ہیں جب کوئی شخص دوسرے کے اوپر گر کر اسے حملہ آور سے بچائے، جنا، یجنا، جنوء ا کا معنی ہے: کسی کے اوپر جھک کر اسے بچاؤ فراہم کرنا۔امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: ان الفاظ کے یہ معانی بہت صحیح ہیں۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ اگر ذمی شخص نے اپنے عقیدہ و مذہب کی رو سے نکاح کر رکھا ہو تو اسے محصن (شادی شدہ) ہی تصور کیا جائے گا اور یہ بھی پتہ چلا کہ حالت شرک وکفر میں کیے گئے نکاحوں کو درست اور صحیح مانا جائے گا۔اگر یہ بات نہ ہوتی تو اسلام لانے کے بعد ان کے نکاحوں کو برقرار نہ رکھا جاتا اور زنا کے ارتکاب کی صورت میں انہیں سنگسار نہ کیا جاتا اور اور جب گذشتہ بحث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حالت کفر وشرک میں کیے گئے نکاح درست ہیں اور ان کے لیے صحت کا ہی حکم ہے تو پھر یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ان کے نکاح سے شرعی حلالہ بھی ہو جائے گا، مثلاً جب کوئی مسلمان شخص اپنی کتابی بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالے، اس کے بعد وہ کسی ذمی (مسلمان مملکت

کا غیر مسلم رہائشی) سے نکاح کرلے اور خلوت صحیحہ بھی حاصل ہو جائے تو وہ اپنے سابقہ مسلم خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی۔اسی طرح مسلمان شخص اگر اہل کتاب خاتون سے شادی کرنے کے بعد خلوت صحیحہ حاصل کرلے تو اس طرح وہ محصن قرار پائے گا اور اس کے بعد زنا کا مرتکب ہونے کی صورت میں وہ رجم کا حقدار ہوگا۔امام زہری اور امام شافعی رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔

اسی طرح جب خاوند اور بیوی میں سے کوئی ایک آزاد ہو اور دوسرا غلام ہو اور خاوند اپنی بیوی سے تخلیہ حاصل کر چکا ہو تو اس تخلیے کے ساتھ آزاد خاوند محصن قرار پائے گا۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: لونڈی کے ساتھ نکاح کرنا آزاد آدمی کو محصِن بنا دیتا ہے۔اسی طرح اگر میاں بیوی میں سے ایک تو عاقل اور بالغ ہو اور دوسرا مجنون یا قریب البلوغت ہو تو اس کیفیت میں ان دونوں کا آپس میں ملنا اور تخلیہ بالغ اور عاقل شخص کو محصِن بنا دے گا اور کیا ایسا جنسی ملاپ غلام، قریب البلوغت اور مجنون کے حق میں بھی کافی سمجھا جائے گا۔اس طرح کہ اگر بعد میں غلام آزاد ہو جائے، مجنون اور دیوانے کا ہوش واپس آجائے اور قریب البلوغت حد بلوغت میں داخل ہو جائے تو کیا گزشتہ ملاپ کی وجہ سے اسے محصن قرار دیا جائے گا؟ اس مسئلے میں امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگردوں نے اختلاف کیا ہے بعض نے ایسے شخص کے محصِن ہونے کا قول کہا ہے اور بعض نے محصِن نہ ہونے کا اور ایسے افراد کو محصِن قرار نہ دینے والا قول ہی اصح ہے، اس لیے کہ یہاں جنسی ملاپ اپنی کامل اور مکمل نوعیت میں نہیں پایا جاتا اور محصن ہونے کے لیے جنسی ملاپ کا اپنی کامل صورت میں پایا جانا شرط ہے اور اس سے مراد وہ ملاپ ہے جو شرعی نکاح کے نتیجہ میں ہو، اسی بنا پر کنیز اور لونڈی کے ساتھ نیز نکاح فاسد کے نتیجہ میں حاصل ہونے والا ملاپ آدمی کو محصن نہیں بنائے گا۔یاد رہے کہ جس طرح جنسی ملاپ کا اپنی کامل صورت میں پایا جانا شرط ہے اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ جنسی ملاپ کرنے والا شخص بھی اپنی کامل اور مکمل حالت میں ہو۔امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب یہی ہے ،ان کا کہنا ہے کہ اگر ایک لونڈی کسی آزاد شخص کے خبالہ عقد میں ہو اور وہ اس سے تعلق قائم کرلے تو اس تعلق سے وہ کنیز تو محصنہ قرار پائے گی لیکن وہ آزاد شخص محصن قرار نہیں پائے گا البتہ اگر اس آزاد شخص کا جنسی ملاپ لونڈی کی آزادی کے بعد ہو جائے تو اس پر محصن ہونے کا حکم جاری ہوگا۔اسی طرح ایک آزاد خاتون اگر کسی غلام شخص کی بیوی ہو جس سے وہ مل چکا ہو تو اس ملاپ سے وہ محصن ہو جائے گا جبکہ وہ عورت محصنہ نہیں ہوگی جب تک کہ آزادی کے بعد جنسی ملاپ نہ ہو۔امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: جن جن اہل علم سے میری ملاقات ہوئی ہے، میں نے ان کو اسی موقف کا قائل پایا ہے۔

اہل رائے کا خیال ہے کہ جب میاں بیوی میں سے کوئی ایک جنسی ملاپ کے وقت غلام، مجنون یا قریب البلوغت ہو تو اس ملاپ سے دوسرا فریق بھی محصن نہیں بنے گا اسی طرح ان کا کہنا ہے کہ اہل کتاب بیوی کے ساتھ شادی سے اس کا مسلم خاوند محصن نہیں قرار پائے گا۔

یہ حدیث مبارکہ ان حضرات کی حجت اور دلیل ہے جو مشرک زانی کو رجم کر دینے کے وجوب کے قائل ہیں، اور اکثر اہل علم کا یہی قول ہے۔امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ کافر بدکار کو رجم نہیں کیا جائے گا، یہ اہل رائے کا موقف ہے، انہوں نے حدیث مذکورہ کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے یہودی مرد اور عورت کو جو رجم کیا ہے وہ تورات کے حکم کی بنا پر کیا ہے لیکن یہ تاویل صحیح نہیں۔ اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾...... ''آپ ان کے درمیان اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ فرمائیں۔'' (سورۂ مائدہ:۴۹)

یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تو آپ کو ان کے درمیان کتاب اللہ (قرآن مجید) کے مطابق فیصلہ کرنے کو فرمائیں اور آپ ان کے درمیان فیصلہ ایک منسوخ کتاب تورات سے کردیں، آپ علیہ السلام کی ذات مبارک اس سے پاک اور مبرا ہے، آپ نے ان کے سامنے تورات سے جو دلیل پکڑی ہے تو ان کو یہ باور کرانے کے لیے کہ تورات میں بھی مسئلہ اسی طرح ہے نیز انہیں چپ کرانے کے لیے آپ نے ایسا کیا۔

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اگر دو ذمی (کافر) اپنا مقدمہ اسلامی عدالت میں پیش کریں تو امیر المؤمنین پر واجب ہے کہ ان کے درمیان اسلامی شریعت کے مطابق زبردستی فیصلے کا نفاذ کرلے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا اصح اور اظہر قول یہی ہے۔ ان کے شاگرد امام مزنی نے بھی اسی کو پسند کیا ہے۔

اور جب اہل ذمہ فریقین میں سے ایک فریق اپنے مقدمے کا مرافعہ اسلامی عدالت میں کردے اور وہ دوسرے کے خلاف دادرسی کا طالب ہو تو اسلامی حکومت پر واجب ہے کہ اس کی دادرسی اور اشک شوئی کرے اور دوسرے فریق کو زبردستی طلب کیا جائے اللہ عزوجل کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے: ﴿حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾...... ''یہاں تک کہ وہ ذلیل وخوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔'' (سورۂ توبہ:۲۹)

اور صغار یعنی ذلت ورسوائی ان کے حق میں یہ ہے کہ اسلامی شریعت کے احکامات ان کے اوپر بالقہر جاری کیے جائیں اور انہیں ان کے ماننے پر مجبور کیا جائے۔

اس مسئلے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ حاکم وقت کو اختیار ہے چاہے تو ان کے درمیان اسلامی شریعت کے مطابق فیصلہ کردے اور اگر مناسب جانے تو انہیں ان کے حاکم کی طرف رجوع کرنے کا حکم دے دے۔ اس کی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾...... ''اگر یہ تمہارے پاس آئیں تو تمہیں اختیار ہے خواہ ان کے آپس کا فیصلہ کرو خواہ ان کو ٹال دو۔'' (سورۂ مائدہ:۴۲)

اس قول کے مطابق یہ کہا گیا ہے کہ اگر اہل ذمہ میں سے کوئی ایک دادرسی کا طالب بن کر آئے تو اس وقت تک ان کے مابین اسلامی شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کیا جائے گا جب تک کہ فریقین اسلامی فیصلے کو راضی خوشی ماننے کے لیے تیار نہ ہوں لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے اس لیے کہ اگر راضی نہ ہونے کی صورت میں ذمیوں سے حد ٹل سکتی ہوتی تو جن دو ذمیوں (یہودی مرد اور عورت) کو آپ نے رجم کروایا تھا تو وہ اپنی عدم رضامندی کا اظہار کرکے اپنے سے حد کو ٹالنے میں

جلدی کرتے اور رجم ہونے سے جان چھڑا لیتے۔ جب شرعی حکمران ان کے درمیان فیصلہ کرنے کو پسند کرے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اسلامی شریعت کے مطابق فیصلہ کرے اگر لڑائی جھگڑا ایک مسلمان اور ذمی کے مابین ہو تو مسلمانوں کے حاکم کو چاہیے کہ ان کے درمیان فیصلہ کردے اور اس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور اگر غیر مسلم (ذمی) مسلمان کے خلاف دادرسی اور معاونت کا طالب ہو تو ضرور اس کی مدد کی جائے اور اسے انصاف فراہم کیا جائے جس طرح اگر مخاصمت اور چپقلش دو مسلمان افراد کے درمیان ہوتی تو دوسرے فریق کو عدالت میں حاضری کا نوٹس دے کر بلایا جاتا ہے اور معاملہ حل کیا جاتا ہے۔

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رجم ہونے والے شخص کو نہ باندھا جائے گا اور نہ اسے گڑھے میں گاڑا ہی جائے گا اس لیے کہ اگر ان دونوں معاملوں میں سے کوئی بات ہوتی تو یہودی شخص کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ یہودی عورت پر جھکتا اور اسے پتھروں سے بچانے کی کوشش کرتا اور سیدنا ماعز رضی اللہ عنہ کے رجم کے بارے میں مروی ہے کہ وہ بھاگ نکلے تھے۔ اگر وہ رسیوں سے بندھے ہوتے یا زمین میں گڑے ہوتے تو ان کے لیے بھاگنا ممکن نہ تھا۔ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ماعز رضی اللہ عنہ کو رجم کرنے کیلئے گڑھا کھودا گیا تھا اور غامدیہ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اسے سینے تک مٹی میں دبایا گیا تھا۔

لیکن اکثر روایات میں گڑھے کا ذکر نہیں ہے اور سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اللہ کی قسم! ہم نے ماعز کو باندھا نہیں تھا اور نہ ہم نے اس کے لیے گڑھا ہی کھودا تھا۔

اس بارے میں اہل علم کے درمیان خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک قوم اس بات کی قائل ہے کہ رجم ہونے والے کو گاڑا نہ جائے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ امام قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: مرد اور عورت دونوں کے لیے گڑھا کھودا جائے، بعض اہل علم نے کہا: مرد کے لیے گڑھا نہ کھودا جائے البتہ عورت کے لیے گڑھا نکالا جائے۔ ابو یوسف اور ابوثور اسی کے قائل ہیں۔

(3)......بَابُ الْإِقْرَارِ بِالزِّنَا

زنا کا اقرار کرنا

(٢٥٨٤)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا حَاجِبُ بْنُ أَحْمَدَ الطُّوسِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: جَاءَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا:

(٢٥٨٤) انظر الحديث الآتی

الأَسْلَمِيُّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي قَدْ زَنَيْتُ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ جَاءَ مِنْ شِقِّهِ الأَيْمَنِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي قَدْ زَنَيْتُ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ جَائَهُ مِنْ شِقِّهِ الأَيْسَرِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي قَدْ زَنَيْتُ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ جَائَهُ، فَقَالَ: إِنِّي قَدْ زَنَيْتُ، قَالَ ذٰلِكَ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((انْطَلِقُوا بِهِ فَارْجُمُوهُ، فَانْطَلَقُوا بِهِ)) فَلَمَّا مَسَّتْهُ الْحِجَارَةُ، أَدْبَرَ يَشْتَدُّ، فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فِي يَدِهِ لَحْيُ جَمَلٍ، فَضَرَبَهُ بِهِ فَصَرَعَهُ، فَذَكَرُوا ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((فَهَلَّا تَرَكْتُمُوهُ۔))

ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: میں نے زنا کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھیر لیا، پھر اس نے آپ کی دائیں طرف سے آ کر کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے زنا کیا ہے، آپ نے اس سے منہ پھیر لیا، اس نے پھر آپ کی بائیں جانب سے آ کر کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے زنا کیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ دوسری طرف پھیر لیا، اس نے پھر (چوتھی بار) کہا: میں نے زنا کیا ہے۔ اس نے چار بار اقرار کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے لے چلو اور اسے رجم کردو، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے لے گئے پھر جب اسے پتھر لگے تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگا۔ اسے ایک آدمی ملا جس کے ہاتھ میں اونٹ کے جبڑے کی ہڈی تھی، اس نے وہی ماردی جس سے وہ گر گیا (اور جان دے دی) صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا۔“

(٢٥٨٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَد بْن عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ......

عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مِنَ النَّاسِ، وهوَ فِي الْمَسْجِدِ، فَنَادَاهُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي زَنَيْتُ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَنَحَّى لِشِقِّ وَجْهِهِ الَّذِي أَعْرَضَ قِبَلَهُ، فَقَالَ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ مسجد میں تشریف فرما تھے، اس نے آپ کو آواز دیتے ہوئے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے زنا کیا ہے، آپ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ وہ آپ کے چہرے کی جانب پھر گیا جس طرف آپ نے چہرہ پھیرا تھا اور اقرار کیا: میں نے زنا کیا ہے۔ آپ نے

(٢٥٨٥) أخرجه البخاري: ٦٨٢٥، ومسلم: ١٦٩١

يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي زَنَيْتُ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَجَاءَ لِشِقِّ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي أَعْرَضَ عَنْهُ، فَلَمَّا شَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ، دَعَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ((أَبِكَ جُنُونٌ؟)) قَالَ: لَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ! فَقَالَ: ((أُحْصِنْتَ؟)) قَالَ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ!، قَالَ: ((اذْهَبُوا فَارْجُمُوهُ.))

اس سے منہ پھیر لیا، وہ آپ کے چہرے کی جانب پھر گیا جس طرف آپ نے منہ پھیرا تھا۔ جب وہ اپنے خلاف چار بار گواہی دے چکا تو آپ نے اس کو بلایا اور دریافت کیا: کیا تجھے جنون کی شکایت تو نہیں؟ اس نے کہا: نہیں اے اللہ کے رسول! آپ نے پوچھا: ''کیا تو شادی شدہ ہے؟'' اس نے کہا جی ہاں اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے لے جاؤ اور رجم کرو۔''

شرح اور ایک روایت میں ہے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا اور اسے عیدگاہ میں رجم کیا گیا۔ جب اس پر پتھروں کی بارش ہونے لگی تو وہ بھاگ نکلا لیکن اسے پکڑ لیا گیا اور رجم کیا گیا حتی کہ وہ فوت ہوگیا۔ نبی ﷺ نے اس کے حق میں اچھے کلمات فرمائے اور اس کی نماز جنازہ ادا کی۔ ((فَتَنَحَّى يِشِقِّ وَجْهِهِ))...... ''وہ اس طرف سے آ گیا جس طرف آپ کا چہرہ انور تھا اور ادھر کو گھوم گیا، جس طرح آپ کہیں نَحَوْتُ الشَّيْءَ اَنْحُوْهُ، میں فلاں چیز کی سمت ہوگیا یا میں نے فلاں چیز کے رخ کو پھیر دیا۔

((أَزْلَقَتْهُ الْحِجَارَةَ)) جب اسے پتھر پڑنے کی سخت تکلیف ہوئی حتی کہ برداشت سے باہر ہوگئی، یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب پتھروں کے نوکیلے کنارے اسے لگے تو وہ بھاگ نکلا، کسی چیز کے کنارے اور دھار کو ''ذلق'' کہتے ہیں۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث مبارکہ سے وہ لوگ دلیل اخذ کرتے ہیں جو زنا میں وجوب حد کے لیے چار مرتبہ زنا کے اقرار کو شرط قرار دیتے ہیں (ورنہ حد ساقط ہو جائے گی) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس حدیث مبارکہ سے یہ دلیل لیتے ہیں کہ اقرار کنندہ کا چاروں اطراف سے آنا شرط ہے۔ وہ اس طرح کہ وہ چار مختلف مجالس میں اپنے گناہ کا اقرار کرے اور جو علماء اقرار زنا کے لیے تکرار کے قائل نہیں بلکہ ایک مرتبہ کے اقرار کو کافی جانتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ سے جو سوال کیے وہ محض تحقیق وتفتیش کے لیے تھے اور یہ کہ کسی قسم کا شبہ نہ رہے اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کے بارے پوچھا تھا: (أَبِهِ جُنُوْنٌ) ''کیا اسے جنون کی شکایت تو نہیں؟'' آپ کو بتایا گیا کہ اسے جنون کا مرض لاحق نہیں، آپ نے دریافت کیا: (أَشَرِبَ خَمْرًا) ''کیا اس نے شراب پی رکھی ہے؟'' ایک آدمی کھڑے ہو کر اس کا منہ سونگھا لیکن اس سے شراب کی بو نہ پائی، آپ نے کہا: (أَزَنيتَ) ''کیا تو نے زنا کیا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! چنانچہ آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا اور انہیں سنگسار کر دیا گیا۔

آپ نے جو سیدنا ماعز رضی اللہ عنہ کو بار بار لوٹایا اور مختلف سوال کیے تو یہ صرف جرم کی تحقیق کے مقصد سے تھا تاکہ اصلی صورت منکشف ہو کر سامنے آ جائے، اس لیے نہیں کہ چار مرتبہ زنا کا اقرار کرنا شرط ہے (اور ایک مرتبہ اقرار کرنا کافی

نہیں) اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ غامدیہ عورت کو ایک مرتبہ اقرار پر رجم نہ کرتے۔ مروی ہے کہ سیدنا ماعز رضی اللہ عنہ کے واقعہ کے بعد غامدیہ عورت آئی تھی، اس نے آپ کے روبرو زنا کا اقرار کیا، آپ نے اسے لوٹا دینا چاہا تو اس نے کہا: شاید آپ مجھے اسی طرح لوٹانا چاہتے ہیں جس طرح آپ نے ماعز کو لوٹایا تھا۔

فائدہ:...... رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو نہیں لوٹایا، نہ سوال ہی کیے۔ اگر تکرار شرط ہوتا لہٰذا آپ ضرور ایسا کرتے تو معلوم ہوا کہ ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ سے بار بار دریافت کرنا وہ محض معاملے کی تحقیق کے لیے تھا۔ (ع،س)

تو معلوم ہوا کہ بار بار دریافت کرنا اور تکرار یہ ثبوت زنا اور وجوب حد کے لیے شرط نہیں آپ نے وہ سوال شک وشبہ کو رفع کرنے کے لیے اور حقیقت حال تک پہنچنے کے لیے کیے تھے اور سیدنا ماعز رضی اللہ عنہ کی بابت شبہ چوتھی بار اقرار کر لینے کے بعد ہی زائل ہوا۔

سیدنا ماعز رضی اللہ عنہ کے بھاگ نکلنے کے بعد آپ علیہ السلام نے جو فرمایا تھا (هَلَّا تَرَكْتُمُوْه)...... ''تم نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا؟'' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص خود اپنے جرم کا اقرار کرے، اگر وہ اس کے بعد اقرار سے منحرف ہو جائے اور کہے کہ میں نے زنا نہیں کیا یا میں نے جھوٹ بولا تھا، یا میں اپنی بات سے رجوع کرتا ہوں تو اسے سزا نہیں دی جائے گی اور اس سے حد ساقط ہو جائے گی اور اگر کوئی شخص حد لگنے کے دوران اپنے اقرار سے منحرف ہو جائے تو بقیہ حد اس سے ساقط ہو جائے گی۔ یہ قول جناب عطاء بن ابی رباح، زہری، حماد بن ابی سلیمان، مالک، سفیان ثوری، اہل رائے، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہ اللہ کا ہے، بعینہٖ اگر چور اور شرابی اپنے سابقہ اقرار سے منحرف ہو جائیں تو ان سے حد ساقط ہو جائے گی۔

اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ جرم کا اقرار کر چکنے کے بعد اپنے اقرار سے منحرف ہونے کی صورت میں حد ساقط نہ ہوگی۔ ایسا موقف سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی قول جناب حسن بصری، سعید بن جبیر، ابن ابی لیلیٰ اور ابوثور رحمہ اللہ کا ہے۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ اگر بھاگ نکلنے کے بعد سیدنا ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ سے حد ساقط ہو جاتی تو پھر ان کا مرنا قتل خطا کی ذیل میں آتا تھا جس کی دیت مارنے والوں کے لیے ددھیالی اور عصبی رشتہ داروں کے ذمے واجب ٹھہرتی (جب کہ ایسا کچھ نہیں تو معلوم ہوا کے اقرار جرم کے بعد اس سے انحراف کچھ معنی نہیں رکھتا)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: دیت اس لیے واجب نہیں ہوئی کہ سیدنا ماعز رضی اللہ عنہ کا انحراف صریح اور دوٹوک الفاظ سے نہیں تھا، بس وہ بھاگ نکلے تھے اور محض بھاگ نکلنے سے حد ساقط نہیں ہوتی اور نبی ﷺ کے الفاظ مبارک (هَلَّا تَرَكْتُمُوْه)...... ''تم نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا'' کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ تم اس سے حد روک لیتے تاکہ ہم اس کے معاملے میں غور وخوض کرتے اور اس سبب تک پہنچنے کی کوشش کرتے جس کی بنا پر وہ بھاگے کہ کیا ان کا بھاگنا اپنے اقرار سے انحراف کی بنا پر تھا یا پتھر لگنے کی تکلیف اور شدت کی بنا پر تھا۔ اس مفہوم پر آپ ﷺ کے وہ الفاظ مبارک بھی دلالت کرتے ہیں جو بعض روایات میں وارد ہوئے ہیں، مثلاً (لَعَلَّهُ يَتُوْبُ، فَيَتُوْبَ اللّٰهُ عليه)...... ''شاید وہ توبہ

کر لیتا اور اللہ اس کی توبہ قبول فرمالیتا۔"

(٢٥٨٦)۔ أَخبرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَخبرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَخبرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ ، حَدَّثَنَا أَبِي ، قَالَ: سَمِعْتُ يَعْلَى بْنَ حَكِيمٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: لَمَّا أَتَى مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ لَهُ: ((لَعَلَّكَ قَبَّلْتَ ، أَوْ غَمَزْتَ ، أَوَ نَظَرْتَ)) قَالَ: لَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ!، قَالَ: أَنِكْتَهَا لَا يَكْنِي ، قَالَ: فَعِنْدَ ذٰلِكَ أَمَرَ بِرَجْمِهِ۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے اس سے دریافت کیا، شاید تو نے بوسہ لیا ہو یا اشارہ کیا یا محض دیکھا ہی ہو۔" اس نے کہا: نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ نے دریافت کیا: کیا تو نے اس سے جماع کیا ہے، آپ کنایہ نہیں کر رہے تھے، تو اس وقت آپ نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا۔

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: معلوم ہوا کہ قابل حد جرم میں اگر کوئی از خود اقرار کر رہا ہو تو مستحب ہے کہ قاضی اور امام اس انداز سے بات کرے کہ وہ اپنے اقرار سے منحرف ہو جائے اور حد لگنے سے بچ جائے مثلاً قاضی زانی سے کہے: شاید تو نے ہاتھ لگایا ہو یا چھوا ہو (اور اسے زنا کہہ کر سزا کا مطالبہ کر رہا ہو) اور چور سے کہے: شاید تو نے غیر محفوظ مقام سے چیز اٹھائی ہو یا کسی کے ہاتھ سے چھین لی ہو یا کسی نے تیرے پاس کوئی چیز بطور امانت رکھی ہو اور تو نے خیانت کا ارتکاب کیا وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چور کو پیش کیا گیا تو آپ نے اس سے کہا: میں نہیں سمجھتا کہ تو نے چوری کی ہوگی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور کو لایا گیا تو آپ نے اس سے پوچھا: کیا تو نے چوری کی ہے؟ کہہ: نہیں کی، اس نے کہا: نہیں کی: تو آپ نے اسے چھوڑ دیا اور اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔

اسی قسم کی بات سیدنا ابو درداء اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔ امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق اور امام ابو ثور رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں، رہی ایسی حد جو حقوق العباد کی بنا پر عائد ہوتی ہو وہ حد مالی تاوان کی صورت میں ہو یا سزا کی صورت میں ہو تو اس میں اس قسم کی تلقین جائز نہیں۔

(٢٥٨٧)۔ أَخبرَنَا أَبُو حَامِدٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ ، أَخبرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ شُجَاعِ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ مُوسَى الصُّوفِيُّ الْمَعْرُوفُ بِابْنِ الْمَوْصِلِيِّ ، أَخبرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ الْهَيْثَمِ الأَنْبَارِيُّ ،

(٢٥٨٦) أخرجه البخاري: ٦٨٢٤، ومسلم:

(٢٥٨٧) أخرجه مسلم: ١٦٩٥

حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّائِغُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى بْنِ الْحَارِثِ الْمُحَارِبِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَامِعٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ......

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: جَاءَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ طَهِّرْنِي، قَالَ: ((وَيْحَكَ، ارْجِعْ، وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ، وَتُبْ إِلَيْهِ)) قَالَ: فَرَجَعَ غَيْرَ بَعِيدٍ، ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! طَهِّرْنِي، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((وَيْحَكَ، ارْجِعْ، وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ، وَتُبْ إِلَيْهِ)) قَالَ: فَرَجَعَ غَيْرَ بَعِيدٍ، ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! طَهِّرْنِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذٰلِكَ، حَتَّى كَانَتِ الرَّابِعَةُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مِمَّ أُطَهِّرُكَ؟)) قَالَ: مِنَ الزِّنَا، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَبِهِ جُنُونٌ؟)) فَأُخْبِرَ أَنَّهُ لَيْسَ بِهِ جُنُونٌ، فَقَالَ: ((أَشَرِبَ خَمْرًا)) فَقَامَ رَجُلٌ فَاسْتَنْكَهَهُ، فَلَمْ يَجِدْ مِنْهُ رِيحَ خَمْرٍ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَثَيِّبٌ أَنْتَ؟)) قَالَ: نَعَمْ، فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ، فَكَانَ النَّاسُ فِيهِ فَرِيقَيْنِ، تَقُولُ فِيهِ فِرْقَةٌ: لَقَدْ هَلَكَ مَاعِزٌ عَلَى أَسْوَإِ عَمَلِهِ، لَقَدْ أَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ، وَقَائِلٌ يَقُولُ: مَا تَوْبَةٌ أَفْضَلَ مِنْ تَوْبَةِ مَاعِزٍ، جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَضَعَ يَدَهُ فِي يَدِهِ، فَقَالَ:

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے پاک کیجئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”افسوس تجھ پر! واپس جا، اللہ سے مغفرت طلب کر اور توبہ کر۔“ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: وہ شخص تھوڑی دور جا کر واپس لوٹ آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے پاک کردیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کا جواب دیا، یہاں تک کہ جب چوتھی مرتبہ اس نے کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا: ”میں تجھے کس (گناہ) سے پاک کروں؟“ اس نے جواب دیا: ”زنا سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا اسے جنون کی شکایت ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ یہ دیوانہ نہیں ہے، آپ نے پوچھا: ”کیا اس نے شراب پی رکھی ہے؟“ چنانچہ ایک شخص کھڑا ہوا، اس نے اس کے (منہ) کو سونگھا لیکن اس سے شراب کی بدبو نہیں آ رہی تھی پھر آپ نے دریافت کیا، کیا تو شادی شدہ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں، آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا کہ اسے رجم کیا جائے (چنانچہ اسے رجم کیا گیا) لوگوں کے ماعز رضی اللہ عنہ کے بارے میں دو گروہ بن گئے، ایک گروہ کہتا تھا کہ ماعز کی موت ایک گندے اور برے کام کے نتیجے میں واقع ہوئی ہے، بلاشبہ اس کی غلطیوں نے اسے گھیرے میں لے لیا ہے اور ایک گروہ کا کہنا تھا: کسی کی توبہ ماعز کی توبہ سے افضل نہیں ہوسکتی۔ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے ہاتھ کو آپ

اقْتُـلْنِي بِالْحِجَارَةَ، قَالَ: فَلَبِثُوا بِذَلِكَ يَوْمَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً، ثُـمَّ جَـاءَ الـنَّبِـيُّ صَـلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّمَ، وَهُمْ جُلُوسٌ، فَسَلَّمَ، ثُمَّ جَلَسَ، ثُـمَّ قَالَ: ((اسْتَغْفِرُوا لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ)) قَالَ: فَـقَـالُـوا: يَـغْـفِرُ اللّٰهُ لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: فَـقَـالَ رَسُـولُ الـلّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَـقَـدْ تَـابَ تَـوْبَةً لَـوْ قُسِـمَـتْ بَيْـنَ أُمَّةٍ لَوَسِعَتْهَا)) قَالَ: ثُمَّ جَائَتْهُ امْرَأَةٌ مِنْ غَامِدٍ مِنَ الأَزْدِ، فَـقَـالَـتْ: يَـا رَسُـولَ اللّٰهِ! طَهِّرْنِي، فَـقَالَ: ((وَيْحَكِ ارْجِعِي، فَاسْتَغْفِرِي اللّٰهَ، وَتُـوبِـي إِلَيْهِ)) فَقَالَتْ: لَعَلَّكَ تُرِيدُ أَنْ تَرُدَّنِي كَـمَـا رَدَدْتَ مَـاعِـزَ بْـنَ مَالِكٍ، قَالَ: ((وَمَا ذَاكِ)) قَـالَـتْ: إِنَّـهَـا حُبْـلَـى مِنَ الزِّنَا، قَالَ: ((أَثَيِّـبٌ أَنْتِ؟)) قالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: ((إِذَنْ لا نَـرْجُـمُكِ حتَّى تَضَعِي مَا فِي بَطْنِكِ)) قَالَ: وَكَـفَـلَهَا رَجُلٌ مِنَ الأَنْصارِ حتَّى وَضَعَتْ، فأَتَى النَّبيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: قَدْ وَضَـعَـتِ الْغَامِدِيَّةُ؟ قَالَ: ((إِذًا لَمْ نَرْجُمْهَا، وَنَـدَعْ وَلَـدَهَـا صَغِيرًا لَيْسَ لَهُ مَنْ يُرْضِعُهُ)) فَـقَامَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ، فَقَالَ: إِنِّي أُرْضِعُهُ يَا نَبِيَّ اللّٰه فَرَجَمَهَا۔

کے دست مبارک میں دے کر کہا: مجھے پتھر مار مار کر قتل کر دیجئے، راوی نے کہا: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دو یا تین دن اسی ادھیڑ بُن میں رہے۔ بعدازاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے صحابہ کرام بیٹھے تھے، آپ نے سلام کیا اور بیٹھ گئے پھر ارشاد فرمایا: ''ماعز بن مالک کے لیے بخشش کی دعا کرو۔'' سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دعا کی (يَـغْـفِـرُ اللّٰهِ لِمَاعز بن مالك) ''اللہ کریم! ماعز بن مالک کو معاف فرمائے۔'' راوی نے کہا: اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اسے ایک جماعت پر تقسیم کیا جائے تو ان سب کو کافی ہو جائے۔'' اس کے بعد آپ کی خدمت میں غامدیہ ازد (قبیلہ) کی ایک عورت آئی۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے پاک کیجئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تجھ پر اللہ کی رحمت ہو۔ تو چلی جا اور اللہ سے مغفرت مانگ اور توبہ کر۔'' اس نے عرض کیا: آپ شاید مجھے بار بار اس طرح واپس لوٹانا چاہتے ہیں جیسا کہ آپ نے ماعز بن مالک کو واپس کر دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو کیا کہنا چاہتی ہے؟'' اس عورت نے کہا: میں تو زنا سے حاملہ ہوں، آپ نے دریافت فرمایا: ''کیا تو شادی شدہ ہے؟'' اس نے کہا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تب ہم تجھے سنگسار نہیں کریں گے حتی کہ تو اپنے پیٹ کے حمل کو وضع کر دے۔''

راوی نے کہا: ایک انصاری نے اس کی کفالت کی ذمہ داری اٹھائی یہاں تک کہ اس نے بچہ جن دیا، تب وہ انصاری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے عرض کیا: غامدیہ عورت نے وضع حمل کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس

حالت میں اسے رجم نہیں کریں گے کہ اس کے بچے کو بچپن میں اس طرح چھوڑ دیں کہ اسے دودھ پلانے والا کوئی نہ ہو۔'' چنانچہ ایک انصاری کھڑا ہوا، اس نے کہا: اے اللہ کے نبی! اس کی رضاعت کی ذمہ داری مجھ پر ہے، تب آپ نے اسے رجم کیا۔

شرح صحیح مسلم میں یہ حدیث عبداللہ بن بریدہ عن ابیہ کی سند سے مروی ہے جس میں انہوں نے ماعز رضی اللہ عنہ کے رجم کے متعلق بیان کیا کہ ان کے لیے گڑھا کھودا گیا پھر آپ نے ان کے بارے میں حکم دیا اور انہیں سنگسار کر دیا گیا، اور انہوں نے غامدی عورت کے بارے میں بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو چلی جا، حتی کہ تیرے ہاں بچے کی ولادت ہو۔'' جب بچہ پیدا ہوا تو وہ اسے کپڑے کے ایک ٹکڑے میں لے کر حاضر ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جا، اسے دودھ پلا، یہاں تک کہ اس کا دودھ پلانا بند کر دے۔'' جب اس نے اس کا دودھ چھڑا دیا تو وہ بچے کو آپ کے پاس لائی، اس (بچے) کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا (اس نے کہا) اے اللہ کے نبی! یہ رہا بچہ۔ میں نے اس کا دودھ پلانا ختم کر دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے بچے کو ایک مسلمان شخص کے سپرد کیا اور اس کے بارے میں (رجم) کا حکم دیا۔ اس کے لیے اس کی چھاتی کے برابر گڑھا کھودا گیا اور لوگوں کو (اسے رجم کرنے کا) حکم دیا۔ انہوں نے اسے رجم کیا، چنانچہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک پتھر لے کر سامنے سے آئے اور اس کے سر پر پھینکا جس سے خون کے چھینٹے خالد کے چہرے پر گرے تو خالد نے اسے برا بھلا کہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا: ''اے خالد رک جایئے! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر محصول لینے والا ایسی توبہ کرے تو اسے معاف کر دیا جائے۔'' پھر آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا، چنانچہ اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور اسے دفن کر دیا گیا۔

المکس سے مراد بھتا خور اور محصول، چونگی وصول کرنے والا شخص ہے، لفظ الماکس، العشار کے معنی میں ہے، یعنی دسواں حصہ وصول کرنے والا ویسے لفظ المکس کے لغوی معنی خیانت کے ہیں۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اگر حاملہ عورت پر شرعی حد واجب ہوتی ہو تو وضع حمل تک اس سے حد کو مؤخر کر دیا جائے گا، اس لیے کہ ایسی حالت میں حد قائم کرنے کی صورت میں ایک مجرم کے جرم کی بنا پر ایک معصوم اور بری جان کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے خواہ اس حد کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے، پھر اگر عورت بچہ جن دے اور بچے کے دودھ پلانے کا بندوبست موجود نہ ہو تو حد کو مؤخر کیا جائے گا حتی کہ بچہ دودھ چھوڑنے کی مدت کو پہنچ جائے (تب حد قائم کی جائے) اور اگر دودھ پلانے کا بندوبست ہو سکے تو سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے غامدی عورت کے بارے میں مروی روایت میں خاصا تعارض اور اختلاف ہے، ایسی صورت میں کیا عورت کو بچے کی ولادت کے بعد

رجم کیا جائے گا یا بچے کو دودھ چھڑانے کے بعد؟ جناب بشیر بن المہاجر نے روایت کیا کہ اس عورت کو بچے کا دودھ چھڑانے کے بعد سنگسار کیا گیا تھا۔ امام احمد اور اسحاق رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے اور جناب سلیمان بن بریدہ نے روایت کیا ہے کہ اس عورت کو بچے کی ولادت کے بعد رجم کیا گیا تھا اور یہی بات زیادہ صحیح ہے، اس لیے کہ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جہینہ قبیلہ کی ایک خاتون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر زنا کا اقرار کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے ولی کو بلا کر کہا: ''اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا پھر جب یہ اپنا حمل جن دے تو مجھے بتلانا'' چنانچہ اس نے ایسے ہی کیا، آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا۔ اس کے کپڑے اچھی طرح باندھ دیئے گئے، پھر آپ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا، سو اسے سنگسار کر دیا گیا۔

اسی طرح مروی ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجھہ نے شراحہ نامی خاتون کے ساتھ ایسے ہی کیا جب اس کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی تو انہوں نے اسے رجم کر دیا۔

امام مالک، شافعی رحمہ اللہ اور اہل رائے کا یہی موقف ہے۔

(4)...... بَابُ الْمَوْلَى يُقِيمُ الْحَدَّ عَلَى مَمْلُوكِهِ

آقا اپنے غلام کو حد لگائے

(٢٥٨٨)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((إِذَا زَنَتْ أَمَةُ أَحَدِكُمْ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا، فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ، وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ، فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ، وَلَا يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ، فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا، فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعْرٍ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے سنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: ''جب تم میں سے کسی کی کنیز زنا کرے اور اس کی بدکاری واضح ہو جائے تو وہ اسے حد کے کوڑے لگائے اور پھر اسے اس پر ملامت نہ کرے، پھر اگر وہ زنا کرے تو اسے کوڑے لگائے اور اس پر اسے طعن وتشنیع نہ کرے، پھر اگر وہ تیسری مرتبہ زنا کرے اور اس کا زنا کرنا واضح ہو جائے تو اسے فروخت کر دے خواہ (بالوں کی بنی ہوئی) ایک رسی کے بدلے ہی بیچے۔''

شرح اکثر اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے ادوار کے علمائے کرام کا عمل اسی بات پر ہے کہ مالک ہی

(٢٥٨٨) أخرجه البخاري: ٢١٥٢، ٢٢٣٤، ومسلم: ١٧٠٣

اپنے غلام پر حد قائم کرے گا، حاکم وقت نہیں۔ ایسا موقف سیدنا ابن عمر اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ایک کنیز کو زنا کے ارتکاب میں حد لگائی تھی۔

جناب حسن بصری، زہری، سفیان ثوری، مالک، اوزاعی، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں۔ جناب ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ نے کہا: میں نے انصار مدینہ کے بقیہ افراد اور نسلوں کو پایا، وہ زنا کا ارتکاب کرنے کی صورت میں اپنے غلاموں اور لونڈیوں کو خود حد لگایا کرتے تھے۔

جناب ابراہیم نے کہا: علقمہ اور اسود رحمہما اللہ اپنے غلاموں کو زنا کا مرتکب ہونے کی صورت میں خود حد لگایا کرتے تھے۔

ایک قوم کا موقف ہے کہ غلاموں اور کنیزوں کو حد لگانے والا معاملہ حاکم وقت کی عدالت میں پیش کیا جائے اور مالک از خود ان پر حد قائم نہ کرے، یہ اہل رائے کا موقف ہے۔ امام ابوثور رحمہ اللہ نے کہا: حدیث مبارکہ میں حد لگانے اور فروخت کر دینے کے وجوب کا ذکر ہے۔ جس کسی کے غلام یا لونڈی سے چار مرتبہ زنا کا ارتکاب ہو جائے تو اسے اپنے پاس روکے رکھنا ہرگز جائز نہیں۔

(وَلَا یُثَرِّب) یعنی اسے عار نہ دلائے، تثریب اور تعییر کے الفاظ ہم معنی اور مترادف ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ﴾...... "تم پر کوئی ملامت نہیں ہے، اللہ تمہیں بخشے۔" (سورۂ یوسف: ۹۲) یعنی آج تمہیں کوئی سرزنش اور ملامت نہیں کی جائے گی۔

حدیث میں وارد لفظ (لا یثرب) کا معنی بعض حضرات نے یہ بیان کیا ہے کہ زنا کے مرتکب غلام اور لونڈی کو صرف ڈانٹ ڈپٹ پر اکتفا نہ کیا جائے کہ حد لگانا معطل اور موقوف کر دیا جائے بلکہ ضرور حد قائم کی جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حد لگانے کے بعد انہیں طعن وتشنیع کرکے زچ نہ کیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ (فليبعها ولو بحبل من شعر) "پھر اسے فروخت کر دو، خواہ بالوں کی ایک رسی کے عوض فروخت ہو۔" میں اس بات کی دلیل ہے کہ زنا غلام اور لونڈی میں ایک عیب اور نقص کی حیثیت رکھتا ہے جس کی بنا پر ان کی بیع واپس کی جا سکتی ہے اسی لیے تو ان کی قیمت کو اس گناہ کی بنا پر ارزاں کر دیا گیا ہے۔ اس میں دلیل ہے کہ ایسے شخص کی بیع جس پر پابندی نہ لگائی گئی ہو جائز ہے جب تک لوگوں کو اس سے نقصان نہ ہو۔

حدیث مبارکہ میں اس بات کی وضاحت بھی ہے کہ زنا میں غلاموں کی حد کوڑے ہیں رجم نہیں ہے، اور جن گناہوں میں آزاد افراد پر کوڑوں کی سزا ہوتی ہے ان میں غلاموں کی سزا احرار کی بہ نسبت آدھی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ﴾...... "پھر اگر وہ بے حیائی کا کام کریں تو انہیں آدھی سزا ہے اس سزا سے جو آزاد عورتوں کی ہے۔" (سورۂ نساء: ۲۵)

یعنی زنا میں غلاموں کی سزا سو (۱۰۰) کوڑوں کی بجائے نصف یعنی پچاس کوڑے ہے اور تہمت لگانے میں (۸۰)

اسی کے بجائے نصف یعنی چالیس کوڑے ہے اور شراب نوشی میں بیس (۲۰) کوڑے ہے۔

جناب عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ المخزومی بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور قریش کے چند دیگر نوجوانوں کو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تو ہم نے سرکاری غلاموں میں سے چند کو پچاس پچاس کوڑے لگائے جنھوں نے زنا کا ارتکاب کیا تھا۔

جناب عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما اور دیگر بہت سارے خلفاء کا زمانہ پایا۔ میں نے کسی کو حد قذف میں غلام کو چالیس سے زیادہ کوڑے مارتے ہوئے نہیں دیکھا۔

جناب ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ شراب نوشی کے جرم میں غلام کو کتنی حد لگائی جائے تو انہوں نے کہا: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا عثمان بن عفان اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے اپنے علاقوں کو شراب نوشی کے جرم میں آزاد شخص کی نسبت سے نصف حد لگائی ہے۔ مملوک اور غلام کو زنا کا ارتکاب کرنے کی صورت میں شہر بدر کرنے کے متعلق علمائے کرام کے مابین اختلاف رائے پایا جاتا ہے، حدیث مبارکہ کے الفاظ کے ظاہری مفہوم کا تقاضا تو یہ ہے کہ اسے جلاوطن نہ کیا جائے، اور یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول بھی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اسے آدھا سال جلاوطن کیا جائے، امام مزنی نے اسے اختیار کیا ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ غلام کو بھی آزاد ہی کی طرح ایک سال جلاوطن کیا جائے، جس طرح نامردی اور جماع پر عدم قدرت کی بنا پر علاج معالجے کے لیے مہلت دیئے جانے میں غلام اور آزاد برابر ہیں۔

محترمہ صفیہ بنت ابی عبید سے منقول ہے کہ ایک سرکاری غلام خمس کی ایک کنیز پر زبردستی چڑھ بیٹھا اور اس سے اپنی نفسانی خواہش پوری کی حتی کہ اس کی بکارت (کنوارا پن) زائل کردی تو اس جرم کی پاداش میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے حد لگائی اور شہر بدر کردیا اور لونڈی کو حد نہ لگائی اس لیے کہ اسے تو مجبور کیا گیا تھا۔

(۲۵۸۹)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ شُرَيْحٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْبَغَوِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَبْدِ الأَعْلَى، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَمِيلَةَ، عَنْ أَبِي جَمِيلَةَ......

عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: وَلَدَتْ أَمَةٌ لِبَعْضِ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَقِمْ عَلَيْهَا الْحَدَّ)) قَالَ: فَوَجَدْتُهَا لَمْ تَجِفَّ مِنْ دَمِهَا، فَذَكَرْتُ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کسی ایک کی لونڈی نے (زنا کی وجہ سے) بچہ جن دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس پر حد قائم کردو۔'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اسے پایا کہ ابھی اس کا نفاس کا خون بند

(۲۵۸۹) أخرجه مسلم بمعناه: ۱۷۰۵

ذَلِكَ لَـهُ ، فَقَالَ: ((إِذَا جَفَّتْ مِنْ دَمِهَا ، فَأَقِمْ عَـلَيْهَـا الْـحَـدَّ)) ثُـمَّ قَالَ: ((أَقِيمُوا الْحُدُودَ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ۔))

نہیں ہوا ، میں نے اس بات کا ذکر اللہ کے رسول ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:''جب اس کا خون بند ہو جائے تو اس پر حد جاری کر دینا۔'' پھر آپ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے ماتحتوں پر حدود کا نفاذ کرو۔''

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اکثر اہل علم کا موقف ہے کہ مملوک وغلام کی حد ایک ہی ہے۔شادی شدہ اور غیر شادی شدہ ہونے کا کوئی اعتبار نہیں، جبکہ بعض اہل علم کا موقف ہے کہ کنوارے غلام اور لونڈی پر زنا کا مرتکب ہونے کی صورت میں کوئی حد نہیں۔ان حضرات کی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمان ہے:﴿ فَـإِذَآ أُحْـصِـنَّ فَـإِنْ أَتَيْـنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ﴾...... ''پس جب یہ لونڈیاں نکاح میں آ جائیں پھر اگر وہ بے حیائی کا کام کریں تو انہیں آدھی سزا ہے اس سزا سے جو آزاد عورتوں کی ہے۔'' (سورۂ نساء:۲۵)

یعنی جب وہ شادی شدہ ہو جائیں ، یہ موقف سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے، جناب طاؤس بھی اسی کے قائل ہیں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ دیگر علماء کے نزدیک یہاں لفظ ''أُحْصِنَّ'' کا معنی ''جب وہ شادی کر لیں'' نہیں، بلکہ یہاں احصان سے مراد اسلام ہے اور عاصم قاری نے ابوبکر، حمزہ اور کسائی کی روایت سے اس لفظ کو کے اوپر زبر کے ساتھ ''أَحْصَنّ'' پڑھا ہے جس کا معنی ہے: جب وہ مسلمان ہو جائیں۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: غلاموں کی سزا میں کفر اور اسلام سے کوئی فرق نہیں پڑتا جس طرح شادی شدہ ہونے یا کنوارے ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔اکثر قراء نے سورۂ نساء کے اس لفظ کو احصن ہمزہ کے اوپر پیش کے ساتھ پڑھا ہے جس کا معنی ''زُوِّجنَ'' جب وہ شادی کر لیں'' ہے۔

اس لفظ کے معنی کو شادی کے ساتھ خاص کرنے سے یہ فائدہ حاصل ہوگا کہ غلام خواہ شادی شدہ ہی کیوں نہ ہو زنا کرنے کی صورت میں اسے رجم نہیں کیا جائے گا بلکہ کوڑے ہی لگائے جائیں گے جیسا کہ شادی سے قبل ان کی سزا کوڑے ہی ہے۔

فی الحقیقت لفظ احصان کلام عرب میں روکنے کے معنی میں مستعمل ہے اور کتاب وسنت میں اس لفظ کا اطلاق، اسلام، آزادی، پاکدامنی اور شادی شدہ ہونے پر ہوتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ ''اور شوہر والی عورتیں۔'' یعنی شادی شدہ اور اللہ عزوجل کا فرمان ہے:﴿أَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ﴾ ''یہ کہ وہ آزاد مسلمان عورت سے نکاح کرے۔'' (سورۂ نساء:۲۷) یہاں یہ لفظ آزادی کے معنی میں مستعمل ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ﴾...... ''جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں۔'' (سورۂ نور:۴) یہاں یہ لفظ عفت وپاکدامنی کے معنی میں ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مُّحۡصِنِيۡنَ غَيۡرَ مُسٰفِحِيۡنَ﴾...... ''تم ان سے نکاح کرنا چاہو برے کام سے بچنے کے لیے۔''(سورۂ نساء:۲۴)

یہاں یہ لفظ شادی کے لیے ہے۔ یہ لفظ صاد کے نیچے زیر اور اوپر زبر دونوں طرح پڑھنا جائز ہے کہا جاتا ہے: امراۃ حصان، پاکدامن عورت جب اس کی پاکدامنی اور عفت بالکل عیاں اور واضح ہو، جب کوئی گھوڑا اصیل اور عمدہ خوبیوں کا مالک ہو تو اس کو فرس حصان کے پر شوکت الفاظ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی عمارت چہار اطراف سے محفوظ، ناقابل تسخیر اور حد درجہ مضبوط ہو تو ایسی عمارت کو بنائے حصین کہتے ہیں۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: چوری کی سزا میں غلام اور آزاد برابر ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: چوری کرنے کی صورت میں غلام کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ قاضی شریح سے بھی ایسا ہی منقول ہے لیکن اکثر اہل علم کا موقف اس کے خلاف ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر غلام اپنے سردار اور مالک کے مال کے علاوہ کسی اور کا مال چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا جیسا کہ اس پر زنا اور قصاص کی حدیں لاگو ہوتی ہیں۔

(5)......بَابُ حَدِّ الْمَرِيْضِ

مریض کی سزا

(۲۵۹۰)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أنا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ، أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ......

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، وَأَبِي الزِّنَادِ، كلاهما عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ أَنَّ رَجُلًا، قَالَ أَحَدُهُمَا: أَحْبَنُ، وَقَالَ الآخَرُ: مُقْعَدٌ، كَانَ عِنْدَ جَوَارِي سَعْدٍ، فَأَصَابَ امْرَأَةً حَبَلٌ، فَرَمَتْهُ بِهِ، فَسُئِلَ فَاعْتَرَفَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِ، قَالَ أَحَدُهُمَا: فَجُلِدَ بِإِثْكَالِ النَّخْلِ، وَقَالَ الآخَرُ: بِأُثْكُولِ النَّخْلِ۔

جناب یحییٰ بن سعید اور ابو الزناد رحمہما اللہ، سیدنا ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص، ایک راوی نے کہا وہ أَحْبَنَ (پیدائشی طور پر بڑے پیٹ والا یعنی مریض تھا) اور دوسرے راوی نے کہا: وہ مُقْعَدْ (اپاہج) تھا۔ جو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی لونڈیوں کے پاس رہائش پذیر تھا۔ ایک لونڈی حاملہ ہوگئی تو اس نے اس پر الزام لگا دیا۔ اس شخص سے واقعہ کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے اعتراف جرم کرلیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق حکم دیا۔ ایک راوی نے کہا (فَجُلِدَ بِإِثْكَالِ النَّخْلِ) اور دوسرے نے

(۲۵۹۰) صحیح ......أخرجه النسائی: ۵٤۱۲، وابن ماجه: ۲۵۷٤

کہا (بِأُثْکُولِ النَّخْلِ) اسے کھجور کے خوشے کے ساتھ حد لگائی گئی۔

فائدہ: دونوں الفاظ کا معنی ایک ہی ہے فرق کرنے سے مقصود راویوں کے بیان کردہ لفظی اختلاف کی وضاحت ہے۔ یہ بات محدثین کی حدیث کے مسئلہ میں حد درجہ احتیاط کو واضح کرتی ہے۔

(۲۵۹۱)۔ أَخبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، أَخبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الطَّحَّانُ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ قُرَيْشٍ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، أَخْبَرَنَا أَبُو عُبَيْدٍ، حَدَّثَنِيهِ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ الأَشَجِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ......

أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ كَانَ فِي الْحَيِّ مُخْدَجٍ سَقِيمٍ وُجِدَ عَلَى أَمَةٍ مِنْ إِمَائِهِمْ يَخْبُثُ بِهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((خُذُوا لَهُ عِثْكَالًا فِيهِ مِائَةُ شِمْرَاخٍ، فَاضْرِبُوهُ بِهِ ضَرْبَةً۔))

سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لائے جو قبیلے میں ناقص الخلقت اور بیمار تھا لیکن اسے ان کی لونڈیوں میں سے کسی لونڈی کے ساتھ زنا کرتے پایا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کے لیے کھجور کے درخت کی ایک ایسی ٹہنی لو جس میں سو شاخیں ہوں، پھر اسے ایک ہی مرتبہ اس آدمی پر دے مارو۔''

شرح: الْعِثْكَال اور الاِثْكَال سے مراد کھجور کا خوشہ (شاخوں والی ٹہنی) ہے جسے الکباسہ کہتے ہیں۔ اس کے مختلف نام ہیں، مثلاً اِثْکَال، اُثْکُول، عِثْکَال اور عَثْکُول اور کھجور کی شاخوں کو شَمَارِيخ کہتے ہیں۔ ایک شاخ کو شِمْرَاخ کہتے ہیں۔ الْمُخْدَج کا معنی ہے: کمزور اور ناقص الخلقت شخص، (يَخْبُثُ بِهَا) کا معنی ہے: ''وہ زنا کر رہا تھا۔''

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: بعض اہل علم کا یہی موقف ہے کہ ایسا مریض جس کی صحت یابی کی کوئی امید نہ ہو جب اس پر زنا کی وجہ سے کوڑوں کی حد واجب ہو جائے یعنی وہ کنوارا ہونے کی حالت میں زنا کر بیٹھے تو اسے کھجور کے درخت کی ایک ایسی ٹہنی سے مارا جائے گا جس میں سو شاخیں ہوں اور اس ٹہنی کو ایک ہی مرتبہ اس طرح مارا جائے کہ تمام شاخیں اسے لگیں۔ اس طرح حد اس سے ساقط ہو جائے گی۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ایوب علیہ السلام سے فرمایا: ''اور اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھا (جھاڑو) لے کر مار اور قسم کا خلاف نہ کر۔'' (ص: ۴۴)

اگر حد کا مرتکب شخص ایسا مریض ہو جس کے تندرست ہونے کی توقع ہو تو اسے صحت یاب ہونے تک مہلت دی

(۲۵۹۱) صحیح ......أخرجه ابوداود: ۴۴۷۲، وابن ماجه: ۲۵۷۴

جائے گی، اسی طرح مناسب ہے کہ مریض شخص پر حد سخت گرم موسم اور شدید خنک موسم میں بھی نہ لگائی جائے بلکہ حد کو معتدل اور خوشگوار موسم تک مؤخر کر دیا جائے اور اگر اس کی حد سنگسار ہونا یا قتل ہونا ہو تو پھر کسی موسم میں بھی حد لگائی جاسکتی ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ ایسے مریض کو شاخوں سے بھی نہ پیٹا جائے، امام مالک رحمہ اللہ اور اہل رائے یہی موقف رکھتے ہیں۔

جناب ابوعبدالرحمان السلمی بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور کہا: اے لوگو! تم اپنے غلاموں پر، وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ، حد لگاؤ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لونڈی نے زنا کیا، آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اس کو (حد کے) کوڑے لگاؤں، میں جب اس کے پاس پہنچا تو اسے ابھی نفاس کا خون آ رہا تھا۔ میں ڈر گیا کہ اگر میں نے اسے کوڑے لگائے تو (کہیں) میں اسے قتل نہ کر دوں۔ میں نے اس بات کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو نے اچھا کیا۔'' اور مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اس کے تندرست ہونے تک اسے چھوڑ دے۔''

(6)......بَابُ مَنْ نَكَحَ امْرَأَةً مِنْ مَحَارِمِهِ

جو شخص اپنی کسی محرم عورت سے نکاح کرے

(٢٥٩٢)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْحَسَنُ الْمِيرْبَنْدُ كُشَائِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو سَهْلٍ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ طَرَفَةَ السِّجْزِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو سُلَيْمَانَ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْخَطَّابِيُّ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ هِشَامٍ الْخُضَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْعُطَارِدِيُّ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ أَشْعَبَ بْنِ سَوَّارٍ......

عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: مَرَّ بِي خَالِي وَمَعَهُ لِوَاءٌ، فَقُلْتُ: أَيْنَ تَذْهَبُ؟ قَالَ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةَ أَبِيهِ آتِيهِ بِرَأْسِهِ۔

جناب عدی بن ثابت رضی اللہ عنہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: میرے پاس سے میرے ماموں گزرے جب کہ ان کے پاس جھنڈا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک آدمی کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی کے ساتھ شادی کی ہے کہ میں اس کا سر آپ کے پاس لے آؤں۔

شرح حدیث مبارکہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ جس شخص نے جانتے بوجھتے ہوئے بغیر کسی اشتباہ کے اپنی کسی محرم سے نکاح کیا اور تعلقات قائم کر لیے تو اس سے کسی طور حد ساقط نہیں ہوسکتی۔ اس کا معاملہ ویسے ہی ہے

(٢٥٩٢) صحيح ......أخرجه ابوداود: ٤٤٥٦، ٤٤٥٧، وابن ماجه: ٢٦٠٧، والنسائي: ٣٣٣٢

جیسے کوئی بغیر نکاح کے کسی کے ساتھ ملوث ہو (یعنی محرم کے ساتھ کیا ہوا نکاح غیر شرعی ہے اور حد سے مانع نہیں بلکہ وہ شخص باوجود نکاح کے بدکار ہی تصور کیا جائے گا۔ (ع،س)

پھر اس کی سزا کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے، ایک جماعت کا خیال ہے کہ ایسے شخص پر زنا کی حد عائد ہوتی ہے، یہ حسن بصری کا قول ہے، امام مالک اور شافعی کا یہی موقف ہے، امام احمد اور اسحاق رحمہم اللہ نے کہا: ایسے شخص کو قتل کر دیا جائے گا اور اس کا مال قبضہ میں لے لیا جائے گا۔ امام سفیان ثوری اور ابوحنیفہ رحمہما اللہ نے کہا: اسے تعزیر لگائی جائے گی، حد نہیں لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ ایسا نکاح جس میں اباحت کا کوئی شبہ موجود نہ ہو حد کو نہیں ٹال سکتا جیسے اگر کوئی شخص کسی خاتون کو کام کاج کے لیے اجرت پر رکھے اور پھر اس کے ساتھ زنا کا مرتکب ہو تو اس سے حد ساقط نہ ہوگی، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: جب کوئی شخص زنا کے لیے کسی خاتون کو کرائے پر حاصل کرے اور پھر اس سے بدکاری کا ارتکاب کرے تو ایسے شخص پر کوئی حد نہیں۔

اگر کوئی شخص بیوی کی مملوکہ لونڈی سے زنا کر گزرے تو شادی شدہ ہونے کی صورت میں اکثر اہل علم اس کو رجم کر دینے کے قائل ہیں۔

صحابہ میں سے اس موقف کے قائل سیدنا عمر، سیدنا علی اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہم ہیں، ائمہ میں سے عطاء بن ابی رباح، قتادہ امام مالک، شافعی، احمد، اسحاق رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے، امام زہری اور امام اوزاعی کا خیال ہے کہ ایسے شخص کو کوڑے مارے جائیں اور رجم نہ کیا جائے۔ اہل رائے کا موقف ہے کہ اگر ایسا شخص کہے: میرا خیال تھا کہ میری بیوی کی لونڈی میرے لیے حلال ہوگی تو اسے حد نہ لگائی جائے۔

امام ثوری رحمہ اللہ نے کہا: اگر ایسا شخص معاشرے میں جہالت اور بدمغزی میں مشہور ہے اور کوئی معقول شخص نہیں تو اسے تعزیر لگائی جائے، حد نہیں۔

جناب حبیب بن سالم سے روایت ہے کہ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک ایسے شخص کا مقدمہ پیش کیا گیا جو اپنی بیوی کی لونڈی کے ساتھ ملوث ہو گیا تھا، تو انہوں نے کہا: میں اس کے بارے میں وہی فیصلہ کروں گا جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے موقع پر کیا تھا۔ اگر اس عورت نے اس لونڈی کو اس کے لیے حلال کر دیا تھا تو میں اسے سو کوڑے ماروں گا اور اگر اس نے اس کیلئے حلال نہیں کیا تھا تو میں اسے رجم کروں گا۔

منقول ہے کہ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا موقف بھی اسی حدیث کے مطابق ہے، مگر یہ بات صحیح نہیں (ان کا موقف چند سطور قبل گزر گیا ہے کہ بیوی کی لونڈی سے زنا کرنے کی صورت میں شادی شدہ شخص کو رجم ہی کیا جائے گا۔)

اس روایت کو ابو بشر راوی نے بھی حبیب بن سالم سے روایت کیا ہے، امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ نے کہا: قتادہ نے یہ حدیث حبیب بن سالم سے نہیں سنی۔ اس نے تو اسے خالد بن عرفطہ سے بیان کیا ہے۔ اسی طرح ابو بشر راوی کا سماع

بھی حبیب سے ثابت نہیں۔امام ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ نے کہا: یہ حدیث متصل نہیں لہٰذا اس پر عمل اور فتویٰ کا مدار نہیں۔

فائدہ: بیوی کی مملوکہ لونڈی سے زنا کے بارے میں صحابہ کے اقوال مختلف ہیں، شیخ شوکانی نے سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو ترجیح دی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بیوی کی ملکیت میں شوہر کے تصرف کی وجہ سے شبہ موجود ہے اس لیے رجم نہ کیا جائے ، واللہ اعلم (عون) ویسے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے سنن ابی داؤد: ۴۴۶۲، میں موجود روایت کو شواہد کی بنا پر حسن قرار دیا ہے۔(ع،س)

بعض اہل علم نے حدیث ہذا کا مطلب بیان کرتے ہوئے کہا کہ اگر بیوی نے اسے اس کے لیے حلال کر دیا ہو تو پھر بیوی کی ملکیت اور اجازت میں شوہر کے تصرف کی وجہ سے چونکہ ایک شبہ موجود ہے، اس لیے رجم کو اس سے ٹال دیا گیا، اور اس پر تعزیر واجب ہوئی، تعزیر کے وجوب کی وجہ یہ ہے کہ اس نے ایسے حرام کام کا ارتکاب کیا ہے کہ جس سے ناواقف رہنا ایسے شخص کے لیے ممکن نہیں جس نے اسلام میں آنکھ کھولی اور پرورش پائی ہو یا جس کو احکام دین سے ہلکی پھلکی بھی شد بد ہو، بہرحال ایسے شخص کو جہالت کی بنا پر معذور نہیں قرار دیا جاسکتا بلکہ ایسے شخص کو سخت تعزیر لگائی جائے گی جو کنوارے زانی کی سزا کے قریب قریب ہو، تاکہ وہ آئندہ ایسے اقدام سے باز رہے اور یہ سزا اس کے لیے باعث عبرت ہو۔امام مالک رحمہ اللہ کا موقف بھی یہی ہے کہ حاکم وقت کو چاہیے کہ اس گناہ کے مرتکب شخص کو ایسی تعزیر لگائے جو حد کے قریب قریب ہو۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: اگر مرتَھِن ''جسے گروی دی گئی ہے'' شخص گروی رکھی ہوئی (مرہونہ) لونڈی سے زنا کرلے تو اسے حد لگائی جائے گی ، لونڈی سے ہونے والی اولاد غلام ہوگی، ان کا نسب اس سے ثابت نہیں ہوگا، میں اس کے اس دعویٰ کو بھی قبول نہیں کرتا کہ مجھے اس مسئلہ کے متعلق شرعی معلومات نہ تھیں اور میں نے ایسا جہالت کی بنا پر کیا ہے الا یہ کہ وہ شخص نیا نیا مسلمان ہوا ہو یا کسی ایسے دور افتادہ دیہات کا رہائشی ہو جہاں علم دین کی روشنی نہ پہنچی ہو یا ایسا ہی کوئی اور معقول عذر ہو۔

اور اگر گروی رکھنے والے شخص نے مرتہن کو گروی رکھی جانے والی لونڈی کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنے کی اجازت دے رکھی ہو اور وہ اس مسئلہ کے متعلق شرعی احکام سے نابلد ہو تو ایسے شخص کو حد نہیں لگائی جائے گی، اور بچے کا نسب والد سے ملایا جائے گا اور وہ بچہ آزاد متصور ہوگا، اور زانی کو بچے کی پیدائش کے دن بچے کی قیمت ادا کرنا پڑے گی۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: مالک کی طرف سے اجازت کی صورت میں دعوائے جہالت مسموع ہے جبکہ مالک کی طرف سے اجازت نہ ملنے کی طرف سے یہ دعویٰ مسموع نہیں ہے الا یہ کہ وہ نیا نیا مسلمان ہوا ہو یا دور دراز کی بستی میں پیدا ہوا ہو اور احکام شریعت سے ناواقف ہو، تو اس پر قیاس کرتے ہوئے یہ بات بعید نہیں کہ خاوند کا دعوائے جہالت بھی مسموع ہو جبکہ بیوی نے اس کو اجازت دے رکھی ہو تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔

جب کوئی آدمی کسی دوسرے شخص کی لونڈی سے ملوث ہو جائے جبکہ لونڈی راضی نہ تھی تو ایسے شخص پر حد واجب ہو جاتی ہے اور مہر کی رقم ادا کرنا لازم ٹھہرتی ہے جبکہ لونڈی پر کوئی حد نہیں جیسا کہ آزاد عورت کا معاملہ ہے۔ اگر کوئی شخص آزاد خاتون کے ساتھ جبراً زنا کرتا ہے تو اس خاتون پر کوئی حد نہیں۔

اہل رائے کا موقف ہے کہ لونڈی کے ساتھ زبردستی بدکاری کرنے والے شخص پر مہر کی ادائیگی واجب نہیں اور اگر وہ لونڈی راضی تھی تو اس پر بھی حد ہے، پھر اگر وہ لونڈی کنواری تھی تو مجرم شخص کو کنواری اور شادی شدہ لونڈی کی درمیانی قیمت دینا ہوگی اور اگر زنا کرنے والی لونڈی شادی شدہ تھی تو کوئی ہرجانہ نہیں۔ یہ اکثر اہل علم کا موقف ہے۔

(7)......بَابُ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ

قوم لوط والا جرم کرنے والے کی سزا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قوم لوط کے عمل کے متعلق فرمایا: ﴿أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ﴾...... ''کیا تم مردوں کے پاس بدفعلی کے لیے آتے ہو اور راستے بند کرتے ہو۔'' (سورۂ عنکبوت:۲۹)

ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ تم اولاد کے حصول کا راستہ چھوڑ دیتے ہو، دوسرے معنی ہیں: تم سرراہ ہی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو اور آنے جانے والوں سے چھیڑ خوانی کرتے ہو جس سے وہاں سے گزرتے ہوئے لوگ شرم محسوس کرتے ہیں اور راستے بند ہو جاتے ہیں۔

(۲۵۹۳)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِيرْبَنْدُ كُشَائِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو سَهْلٍ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ السِّجْزِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو سُلَيْمَانَ الْخَطَّابِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرِ بْنِ دَاسَةَ، أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ السِّجِسْتَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ وَجَدْتُمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ، فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ، وَالْمَفْعُولَ بِهِ۔))

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جسے تو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم والا کام کرتے دیکھو، فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کردو۔''

شرح اسی سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی جانور کے ساتھ بدفعلی کرے تو اس کو اور اس کے ساتھ چوپائے کو بھی قتل کردو۔''

(حسن صحیح، ابوداود: ٤٤٦٤، ترمذی: ١٤٥٥، ابن ماجہ: ٢٥٦٤ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ)

عکرمہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: چوپائے کو کس لیے قتل کیا جائے گا؟ تو انہوں نے کہا:

(۲۵۹۳) حسن صحیح ......أخرجه ابوداود: ٤٤٦٢، والترمذي: ١٤٥٦، وابن ماجه: ٢٥٦١

میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ نہیں سنا البتہ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے ساتھ بدفعلی کی وجہ سے اس کا گوشت کھانے کو مکروہ سمجھا ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: غیر فطری فعل کرنے والے شخص کی سزا کے متعلق اہل علم نے اختلاف کیا ہے، ایک قوم کا خیال ہے کہ ایسے عمل کا ارتکاب کرنے والے شخص کی سزا زانی کی سزا کی طرح ہے۔ اگر ایسا شخص شادی شدہ ہے تو اسے رجم کیا جائے گا اور اگر وہ کنوارا ہے تو سو کوڑے لگائے جائیں گے۔ جناب سعید بن مسیّب، عطاء بن ابی رباح، حسن، قتادہ، نخعی، ثوری، اوزاعی رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں امام شافعی رحمہ اللہ کا اظہر قول بھی یہی ہے۔

ابو یوسف اور محمد رحمہما اللہ سے بھی ایسا ہی قول حکایت کیا گیا ہے۔ اور اس قول کے مطابق امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مفعول بہ کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دیا جائے گا خواہ مرد ہو یا عورت، شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، اس لیے کہ پشت پر کسی کو غلبہ دینے کا تعلق شادی شدہ ہونے کے ساتھ نہیں نہ اس بنا پر اس خاتون پر شادی شدہ عورت والی حد لازم آئے گی۔

اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ بدفعلی کرنے والے کو رجم کیا جائے گا خواہ شادی ہو یا غیر شادی شدہ۔ یہ موقف جناب سعید بن جبیر اور جناب مجاہد نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، امام شعبی سے بھی ایسا ہی مروی ہے، امام زہری بھی اسی کے قائل ہیں، امام مالک، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ جناب حماد نے جناب ابراہیم سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا: اگر کسی کو دوبار سنگسار کرنا درست ہوتا تو بدفعلی کے مرتکب کو دوبار رجم کیا جاتا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا دوسرا قول یہ بھی ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دیا جائے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر کوئی حد نہیں صرف تعزیر کے چند کوڑے لگا دیئے جائیں گے۔

سیدنا جابر اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بدفعلی کے متعلق فرمایا: ''فاعل اور مفعول بہ کو قتل کر دیا جائے گا، پھر ان کے مارنے کی کیفیت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان پر عمارت (دیوار وغیرہ) گرادی جائے (جس سے وہ مر جائیں) یا انہیں شہر کی بلند و بالا عمارت سے گرا دیا جائے جیسا کہ لوط علیہ السلام کی قوم کے ساتھ کیا گیا۔

کسی جانور سے برائی کرنے کے متعلق کوئی حدیث معروف نہیں مگر یہی حدیث جو عمرو بن ابی عمرو، عن عکرمہ، عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے (جس میں جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے والے کو قتل کر دینے کا ذکر ہے) البتہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت سفیان ثوری عن عاصم، عن ابی رزین عن ابن عباس کی سند سے مروی ہے (جس میں پہلی حدیث کے مخالف مسئلہ بیان ہے کہ ایسے شخص پر کوئی حد نہیں) یہ زیادہ صحیح ہے۔

امام یحییٰ بن معین نے کہا: عمرو بن ابی عمرو راوی قوی نہیں ہے، امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ نے کہا: عمرو صدوق (سچا) تو ہے لیکن عکرمہ کے واسطے سے منکر روایات بیان کرتا ہے اور اس کی بیان کردہ حدیثوں میں اس بات کا

کہیں تذکرہ نہیں کہ اس نے ان کو عکرمہ سے سنا ہے۔

امام ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ نے کہا: نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث (مفعول بہ جانور کو قتل کردو) آپ کے ایک اور فرمان کے معارض ٹھہرتی ہے جس میں آپ نے کسی جانور کو کھانے کی غرض کے علاوہ کسی اور وجہ سے قتل کرنے سے منع فرمایا، (جس کے الفاظ یہ ہیں: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ قَتْلِ الْحَيْوَانِ إِلَّا لِمَأْكَلَةٍ)۔ (تلخیص الحبیر: ۱۲۱/۳، مؤطا: ۴۴۷/۲) اس روایت سے بھی یہ معلوم ہوا کہ جانور کو قتل نہیں کرنا چاہیے۔ (ع، س)

جانور سے بدفعلی کرنے والے کی سزا کے متعلق علماء نے اختلاف کیا ہے، اکثر اہل علم کا موقف ہے کہ ایسے شخص کو صرف تعزیر لگائی جائے۔ جناب عطاء، نخعی، حکم، مالک، سفیان ثوری، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ اور اہل رائے کا یہی موقف رکھتے ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا اظہر قول بھی یہی ہے کہ اگر وہ شادی شدہ ہے تو اسے رجم کیا جائے گا اور اگر کنوارا ہے تو سو کوڑے مارے جائیں گے۔ ایسا ہی موقف جناب حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ امام زہری رحمہ اللہ نے کہا: خواہ شادی ہو یا کنوارا اسے سو کوڑے مارے جائیں گے۔ اسحاق بن راھویہ نے کہا: اگر اس نے یہ جرم جان بوجھ کر کیا ہے اور اسے اس بارے میں شرعی حکم معلوم تھا تو اسے قتل کیا جائے گا، اگر امام اسے قتل کرنے سے گریز کرتا ہے تو اسے سو کوڑے مارنے سے ہرگز گریز نہ کرے۔

فائدہ: مندرجہ بالا بدفعلی کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے، فاعل کو حد یا تعزیر دونوں طرح کے فتوے فقہاء سے مروی ہے اور آپ نے ملاحظہ کر لیے ہیں، مفعول بہ جانور کے متعلق بھی دونوں طرح کے موقف موجود ہیں کہ اسے قتل نہیں کیا جائے گا اور یہ کہ قتل کیا جائے گا۔ اس کے قتل کرنے میں کئی حکمتیں ہیں۔ (۱) دوسروں کے لیے عبرت، (۲) فحش عمل کی تشہیر سے بچاؤ تاکہ اس جانور کو دیکھ کر کوئی شخص یہ نہ کہے کہ اس جانور کے ساتھ فلاں نے بدفعلی کی تھی اور (۳) اس جانور کا گوشت کھانے یا اس پر سواری کرنے سے اجتناب۔ واللہ اعلم (ع، س)

(8)......بَابُ الْحُدُوْدِ كَفَّارَاتٌ

شرعی سزائیں گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہیں

(۲۵۹۴)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، وَأَبُو حَامِدِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، قَالَا: أنا أَبُو بَكْرِ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ مَعْقِلٍ الْمَيْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ......

عَنِ ابْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سیدنا ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

(۲۵۹۴) صحیح ......أخرجه الامام احمد فی المسند: ۲۱۹۳۵

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ أَصَابَ ذَنْبًا أُقِيمَ عَلَيْهِ حَدُّ ذَٰلِكَ الذَّنْبِ، فَهُوَ كَفَّارَتُهُ.))

فرمایا: ''تم میں سے جس شخص سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے، پھر اس جرم کی حد اس پر قائم کر دی جائے تو یہ سزا اس کا کفارہ بن جاتی ہے۔''

شرح: امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: مجھے یہ بات پسند ہے کہ جس نے دنیا میں کوئی گناہ کیا، پھر اللہ نے اس پر پردہ رکھ لیا تو وہ بھی اپنا پردہ نہ اٹھائے بلکہ پردہ پڑا رہنے دے اور اپنے گناہ کی معافی اپنے رب سے مانگ لے، اسی قسم کی بات سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔ یہ دونوں بزرگ ایسے شخص کو پردہ پوشی کا حکم دیتے تھے، یہی بات سیدنا زبیر بن عوام اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔

فائدہ: کسی جرم پر دنیا میں اسلامی سزا مل جانے سے وہ گناہ معاف ہو جاتا ہے، جو لوگ حد لگنے سے گناہ معاف ہو جانے کے قائل نہیں ان کا موقف احادیث صحیحہ کے خلاف ہونے کی بنا پر نا قابل التفات ہے، ممکن ہے ایک آدمی مجرم ہو لیکن کسی کو اس کے جرم کا علم نہ ہو سکے یا عدالت میں اس پر جرم ثابت نہ ہو سکے تو اس شخص کے گناہ کی معافی یقینی نہیں۔ (ع،س)

(9)......بَابُ قَطْعِ يَدِ السَّارِقِ وَمَا يُقْطَعُ فِيهِ يَدُهُ

چور کا ہاتھ کاٹنے اور قطع ید (چوری) کے نصاب کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا اَيْدِيَهُمَا﴾...... ''چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو۔'' (سورۂ مائدہ: ۳۸)

چور اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی کا مال اس کی حفاظت کی جگہ سے چھپ کر، پوشیدگی سے لے جائے۔ اگر وہ سامنے سے لے جائے تو وہ مُخْتَلِسٌ (اچکا، جو کسی کا مال جھپٹا مار کر لے جائے) یا مُنْتَهِبٌ (جو زبردستی غلبہ پا کر مال چھین لے) ہوگا۔

(٢٥٩٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَّالُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالَا: أَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ، أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمْرَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((الْقَطْعُ فِي رُبْعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا.))

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاتھ کاٹنا چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ (کی چوری) پر ہے۔''

(٢٥٩٥) أخرجه البخاري: ٦٧٨٩، ٦٧٩٠، ومسلم: ١٦٨٤

(۲۵۹٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَخْبَرَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ سَارِقًا فِي مِجَنٍّ ثَمَنُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چور کا ہاتھ ایک ڈھال (کی چوری) کی وجہ سے کاٹا جس کی قیمت تین درہم تھی۔

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ کتنی مالیت کی چیز چرا لینے پر چور کا ہاتھ کاٹا جائے۔ اکثر اہل علم کا موقف ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث مبارکہ کی بنا پر یہ ہے کہ چوری کا نصاب چوتھائی دینار (ربع دینار) ہے۔ اگر چور درہم (چاندی کا سکہ) چرالے یا کوئی اور چیز تو اس کا اندازہ دیناروں کے ساتھ لگایا جائے گا (یعنی چوری کے نصاب میں اصل دینار ہوں گے) اگر مسروقہ دراہم یا سازوسامان کی قیمت چوتھائی دینار تک پہنچے تو چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا وگرنہ نہیں۔ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے یہ موقف مروی ہے۔ جناب عمر بن عبدالعزیز، اوزاعی اور شافعی رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: چوری کا نصاب تین درہم ہے۔ اگر کوئی شخص سونا یا دیگر سازوسامان چرالے تو اس کی قیمت درہموں کے ساتھ لگائی جائے گی۔ اگر چرائے ہوئے مال کی قیمت تین درہم کے مساوی ہو جائے تو چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور اگر نہ ہو تو نہیں کاٹا جائے گا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا: اگر چور سونا چرائے تو نصاب چوتھائی دینار ہے، ربع دینار مالیت کا سونا چوری کرنے پر ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر وہ چاندی چرائے تو اس کا نصاب تین درہم ہے، اس پر ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر دیگر سامان چرائے تو ان اشیاء کی قیمت دونوں میں سے کسی کے ایک ساتھ ملائی جائے گی۔ اگر مسروقہ مال کی قیمت دونوں میں سے کسی ایک نصاب (چوتھائی دینار / تین درہم) کے برابر ہو جائے تو ہاتھ کاٹ ڈالا جائے گا، دونوں حدیثوں پر عمل کرتے ہوئے۔

امام ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ نے کہا: پہلا مذہب کہ مسروقہ اشیاء کی قیمت کو چوتھائی دینار کی طرف لوٹایا جائے (یعنی قیمت لگانے میں اصل سونے کو قرار دیا جائے گا) زیادہ صحیح ہے۔ اس لیے کہ اس زمانے میں بطور نقدی دینار چلتے تھے، ویسے درہموں میں قیمت لگانا بھی جائز ہے۔ سونے کو مالی معاملات میں اصل قرار دینے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پرانے زمانے سے یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ مالی دستاویزات تحریر کرتے ہوئے دراہم کی قیمت کا تعین دیناروں سے کیا جاتا تھا

(۲۵۹٦) أخرجه البخاري: ٦٧٩٦، ومسلم: ١٦٨٦

مثلاً دس درہم جن کی مالیت اتنے دینار بنتی ہے یعنی دراہم کو دیناروں کے ساتھ محدود کیا جاتا تاکہ بعدازاں جھگڑے کا امکان نہ رہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ دینار (سونے کا سکہ) اصل ہے۔

جو حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ آپ نے ڈھال کی قیمت تین دراہم لگائی تو اس سلسلہ میں اس امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا کہ اس دور میں معمولی اور کم حیثیت کی اشیاء کی قیمت کا اندازہ چاندی کے سکوں (درہم) کے ساتھ لگائے جانے کا معمول ہو اور قیمتی اشیاء کے نرخ دیناروں کے ذریعے بتائے اور لگائے جاتے ہوں۔ اس لیے کہ دینار سونے کا سکہ قیمتی کرنسی ہے۔ ویسے بھی اس دور کے لحاظ سے تین درہم جو کہ ڈھال کی قیمت تھی چوتھائی دینار کے برابر تھی (کیونکہ ایک دینار بارہ درہم کے برابر سمجھا جاتا تھا، اس لیے یہ دونوں حدیثیں ایک ہی مقدار کو ظاہر کرتی ہیں۔ ع،س)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے ایک چور کا ہاتھ ایک سنگترہ چوری کرنے پر کاٹ ڈالا تھا جس کی قیمت تین درہم لگائی گئی تھی یعنی ایک دینار بارہ درہم کے برابر کے حساب سے۔

اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ اصل اعتبار سونے کا ہے چاندی کا نہیں وگرنہ تین درہموں کو ایک دینار کی طرف لوٹانے اور پیش کرنے کا کوئی معنی نہیں۔ سنگترے کی قیمت کو درہموں میں لگانے کے بعد سونے پر پیش اسی لیے کیا گیا۔ اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ ایک دینار یا دس دراہم سے کم پر ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یونہی مروی ہے۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ اور اہل رائے کا بھی یہی موقف ہے۔

ایک قوم نے کہا: پانچ دراہم سے کم چوری میں ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ سیدنا ابو ہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہما اس کے قائل ہیں، ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ کا موقف بھی یہی ہے۔

(٢٥٩٧)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ، فَتُقْطَعُ يَدُهُ، وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ، فَتُقْطَعُ يَدُهُ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے اس چور پر جو انڈا چراتا ہے تو (بالآخر) اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور رسی چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔''

شرح امام اعمش نے کہا: اس حدیث میں مذکور انڈے کے متعلق حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خیال تھا کہ

(٢٥٩٧) أخرجه البخاري: ٦٧٨٣، ٦٧٩٩، ومسلم: ١٦٨٧

اس سے مراد لوہے کی ٹوپی (خول، ہیلمٹ) ہے اور رسی کی بابت ان کا خیال تھا کہ اس سے مراد تین دراہم کے مساوی مالیت کی رسی ہے۔

فائدہ: معمولی چیز کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔ بلکہ اس کے لیے نصاب مقرر ہے جیسا کہ اسی باب کی دوسری احادیث میں آ رہا ہے، اس لیے حدیث کی یہ تاویل کی گئی ہے کہ معمولی چیز انڈا یا رسی وغیرہ چراتا ہے اور پکڑا نہیں جاتا جس کی وجہ سے بڑے جرم کا حوصلہ ہوتا ہے حتی کہ وہ قیمتی چیز چرا کر ہاتھ کٹوا بیٹھتا ہے، دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ بیضہ سے مراد مرغی کا انڈا نہیں بلکہ لوہے کی ٹوپی خول یا ہیلمٹ ہے، اسے بھی عربی میں بیضہ کہتے ہیں، اور رسی سے مراد معمولی رسی نہیں بلکہ بڑا رسا مراد ہے جو جہاز کے لنگر کو کنٹرول کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور وہ قیمتی چیز ہے، لیکن حدیث کے انداز کلام سے پہلا مفہوم راجح معلوم ہوتا ہے، یعنی کتنا بد بخت ہے وہ شخص جو معمولی چوری کرتا ہے جس کے نتیجے میں آخر کار ہاتھ کٹنے تک نوبت جا پہنچتی ہے۔ (ع،س)

(٢٥٩٨)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ الْحُنَيْفِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الْهَاشِمِيُّ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْعُطَارِدِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ، وَيَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے اس چور پر جو رسی چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور جو انڈا چراتا ہے تو (بالآخر) اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔''

شرح: یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابتدائے اسلام میں نصاب مقرر نہیں تھا بلکہ معمولی چیز کی چوری پر ہاتھ کاٹ دیا جاتا تھا، پھر اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا اور ناسخ حکم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: (القطع فی ربع دینار) ''ہاتھ کاٹنا چوتھائی دینار پر ہے۔''

(٢٥٩٩)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، نَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَاطِبٍ، أَنَّ رَقِيقًا لِحَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ سَرَقُوا نَاقَةً

جناب یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب سے روایت ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہ کے ایک غلام نے مزینہ قبیلے کے ایک

(٢٥٩٨) انظر الحديث السابق

(٢٥٩٩) منقطع ...... أخرجه الامام الشافعي في المسند: ١٠٩٨

لِـرَجُـلٍ مِنْ مُزَيْنَةَ ، فَانْتَحَرُوهَا ، فَرُفِعَ ذَلِكَ إِلَـى عُـمَـرَ بْـنِ الْـخَـطَّـابِ ، فَأَمَرَ كَثِيرَ بْنَ الـصَّلْتِ أَنْ يَقْطَعَ أَيْدِيَهُمْ ، ثُمَّ قَالَ عُمَرُ: إِنِّي أَرَاكَ تُـجِيعُهُمْ ، وَاللّٰهِ! لأُغَرِّمَنَّكَ غُرْمًا يَشُقُّ عَـلَيْكَ ، ثُمَّ قَالَ لِلْمُزَنِيِّ ، كَمْ ثَمَنُ نَاقَتِكَ؟ ، فَـقَـالَ: أَرْبَـعُ مِـائَةِ دِرْهَمٍ ، فَقَالَ عُمَرُ: أَعْطِهِ ثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ۔

آدمی کی اونٹنی چرالی اور انہوں نے اسے ذبح کر دیا۔ معاملہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پیش کیا گیا تو آپ نے کثیر بن الصلت کو حکم دیا کہ ان کے ہاتھ کاٹ دو، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میرا خیال ہے کہ تو انہیں بھوکا مارے گا۔ اللہ کی قسم! میں تجھ پر ایسا تاوان ڈالوں گا جس کی ادائیگی تیرے لیے باعث مشقت ہوگی، پھر آپ نے مزنی سے پوچھا کہ تیری اونٹنی کتنی قیمت کی تھی؟ اس نے کہا: چار سو درہم کی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حاطب سے کہا: اسے آٹھ سو درہم ادا کر دو۔

شرح امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں: دوہری قیمت کی ادائیگی پر کسی کا عمل نہیں۔ امام بغوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ اثر ہاتھ کاٹنے اور تاوان بھرنے کی دلیل ہے، اس واقعہ میں یہ دلیل بھی ہے کہ غلام اگر چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے خواہ وہ بھاگا ہوا ہو یا نہ بھاگا ہوا ہو۔ اکثر علماء اسی بات کے قائل ہیں۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے ایک مفرور غلام نے چوری کی تو انہوں نے سعید بن عاص کو پیغام بھیجا کہ وہ اس کا ہاتھ کاٹ دیں، سعید بن عاص نے ہاتھ کاٹنے سے انکار کیا اور کہنے لگے: بھاگے ہوئے غلام کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: آپ نے یہ حکم کتاب اللہ میں کہاں پایا ہے؟ چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

قاسم، سالم بن عبداللہ اور عروہ بن زبیر کے متعلق بھی مروی ہے کہ بھاگا ہوا غلام اگر اتنی مقدار میں چوری کرلے جس پر ہاتھ کاٹنا واجب ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے بھی یہی حکم دیا تھا۔ امام مالک، شافعی رحمہما اللہ اور اکثر علماء بھی اسی کے قائل ہیں۔

(10)......بَابُ مَالَا قَطْعَ فِيهِ

جن اشیاء کے چرانے پر ہاتھ نہیں کٹتا (ان کا بیان)

(٢٦٠٠)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ ، أَخْبَرَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ......

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حِبَّانَ ، أَنَّ عَبْدًا سَرَقَ وَدِيًّا مِنْ حَائِطِ رَجُلٍ ، فَغَرَسَهُ فِي

محمد بن یحییٰ بن حبان نے بیان کیا کہ ایک غلام نے کسی کے باغ سے کھجور کا ایک پودا چوری کر کے اپنے مالک کے

(٢٦٠٠) صحیح ......أخرجه ابوداود: ٤٣٨٨ ، والترمذي: ١٤٤٩ ، والنسائي: ٤٩٧٥ ، وابن ماجه: ٢٥٩٣

حَـائِطِ سَيِّدِهِ، فَخَرَجَ صَاحِبُ الْوَدِيِّ يَـلْتَمِسُ وَدِيَّهُ، فوجده، فاستعدى على العبد مروان بن الحكم، فسجن العبد، وأراد قطع يده، فانطلق صَاحِبُ الْعَبْدِ إِلَى رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، فَسَأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ، فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((لا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ، وَلا كَثَرٍ)) فَمَشَى مَعَهُ رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ إِلَى مَرْوَانَ، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((لا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ، وَلا كَثَرٍ)) فَأَمَرَ مَرْوَانُ بِالْعَبْدِ، فَأُرْسِلَ۔ وَرُوِيَ عَنِ الشَّافِعِيِّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حِبَّانَ، عَنْ عَمِّهِ وَاسِعِ بْنِ حِبَّانَ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ وَلا كَثَرٍ۔))

باغ میں لگا دیا۔ پودے والا اپنا پودا ڈھونڈنے نکلا اور اسے پالیا، پھر اس غلام کا مقدمہ مروان بن حکم کے ہاں پیش کر دیا (جوان دنوں مدینہ کے امیر تھے) مروان نے غلام کو قید کرلیا اور چاہا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دے، تب غلام کا مالک سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے ہاں گیا اور ان سے یہ مسئلہ پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، آپ فرماتے تھے: ''(درختوں پر لگے) پھل میں اور کھجور کی گری میں ہاتھ نہیں کٹتا۔ چنانچہ سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ گئے اور مروان کے پاس پہنچے اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: ''پھل اور کھجور کی گری میں ہاتھ نہیں کٹتا۔'' چنانچہ مروان نے حکم دیا اور غلام کو چھوڑ دیا گیا۔ یہی حدیث مبارکہ امام شافعی رحمہ اللہ کی سند سے مروی ہے چنانچہ ملاحظہ ہو: الشافعی عن سفيان، عن يحى بن سعيد، عن محمد بن يحى بن حبان، عن عمه واسع بن حبان، عن رافع بن خديج، عن النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ وَلاكَثَرٍ۔

یہی روایت قتيبه عن الليث، عن يحى بن سعيد کی سند سے بھی مروی ہے۔

شرح: الثَمَر کھجور کے درخت پر لگے تازہ پھل کو کہتے ہیں۔ اگر اسے توڑ لیا جائے تو وہ (الرُّطب) کہلاتا ہے اور (الكثر) سے مراد کھجور کی وہ نرم گری ہے جو اس کے تنے کے اوپر کنارے میں ہوتی ہے۔

فائدہ: چونکہ درخت پر لگے پھل یا کھجوروں کی گری اور اسی طرح باغ میں لگے درخت غیر محفوظ ہوتے ہیں اور اصطلاحاً چوری کی حد میں نہیں آتے۔ ان اشیاء کا بغیر اجازت یا چپکے سے لے لینا بلاشبہ جرم ہے مگر اس پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا بلکہ مناسب تعزیر وتنبیہ یا جرمانہ ہوگا۔ (ع،س)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے الفاظ حدیث کے ظاہر کو سامنے رکھتے ہوئے یہ موقف اپنایا ہے کہ درختوں پر لگے پھلوں کو چرانے پر ہاتھ نہیں کٹتا خواہ محفوظ ہوں یا غیر محفوظ اور اسی پر قیاس کرتے ہوئے انہوں نے کہا: گوشت، دودھ، مشروبات

اور پنیر (جیسی اشیاء خوردونوش) چرانے پر بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ان کے علاوہ سب آئمہ اس بات کے قائل ہیں کہ اگر مندرجہ بالا اشیاء محفوظ ہوں تو ان کے چرانے پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔امام مالک اور شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔امام شافعی رحمہ اللہ نے حدیث ہذا کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اس سے مراد ایسے پھل ہیں جو درختوں پر ہوں اور غیر محفوظ ہوں نیز انہوں نے کہا: مدینہ منورہ کے اکثر باغوں کے اردگرد کوئی دیوار اور باڑ نہیں اس لیے وہ غیر محفوظ سمجھے جائیں گے۔اس موقف پر دلیل سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی روایت ہے۔بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ درختوں پر لگی کھجوروں کا کیا حکم ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((وَمَنْ سَرَقَ مِنْهُ شَيْئًا بَعْدَ أَنْ يُؤْوِيَهُ الْجَرِينُ فَبَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ فَعَلَيْهِ الْقَطْعُ۔)) ......''اگر کوئی کھلیان میں محفوظ کر دینے کے بعد چرائے اور اس کی قیمت ایک ڈھال کو پہنچے تو اس میں ہاتھ کاٹنا ہے۔

(حسن، ابوداود: ۱۷۱۰، نسائی: ٤٩٥٨، ابن ماجه: ٢٥٩٦)

یہ حدیث مبارکہ اس بات پر دلیل ہے کہ محفوظ چیز کے چرانے پر ہاتھ کٹتا ہے غیر محفوظ چیز کے چرانے پر نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''درخت پر معلق پھل اور پہاڑ میں موجود جانوروں کی چوری کی صورت میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا (اور) جب وہ ڈھیر یا باڑے میں آ کر چوری کریں اور چوری کے مال کی قیمت ڈھال کی قیمت کے برابر ہو جائے تو چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔''

((حَرِيْسَةُ الْجَبَلِ)) سے مراد چراگاہ سے چرائی جانے والی بکری ہے۔ (اَلْاِحْتِرَاس) کہتے ہیں: چراگاہ سے جانوروں کو چرا لینے اور چپکے سے اٹھا لینے کے عمل کو۔جب کوئی شخص لوگوں کی بکریاں چرا کر کھا جائے تو کہتے ہیں فلاں یاکل الحرسات، چور کو محترس بھی کہتے ہیں۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اکثر اہل علم ایسے مسروقہ مال پر ہاتھ کٹنے کے وجوب کے قائل ہیں جو محفوظ مقام سے چرایا جائے اور چوری کے نصاب (چوتھائی دینار) کو پہنچتا ہو، اور اس کے محفوظ ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو۔حرز (محفوظ مقام) سے کیا مراد ہے اس بارے میں آئمہ کے مابین خاصا اختلاف ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حرز سے مراد وہ محفوظ مقام ہے جسے لوگ عرف عام میں مختلف اشیاء کی حفاظت کے لیے استعمال کرتے ہیں یعنی یہ چیز عرف سے جانی جاتی ہے، مثلاً بھوسے کے لیے دھڑ (بھوسے کا ڈھیر جسے مٹی سے لیپ دیا جاتا ہے) مویشیوں اور جانوروں کے لیے باڑے۔نقدی اور سامان کے لیے کوئی حرز نہیں، اگر خوانچہ فروش، کھوکھے اور ریڑھی والا شخص اپنے سامان کو اکٹھا کر کے، ترپال ڈال کر رسی سے باندھ دے تو یہ چیز اس کے حق میں حرز (محفوظ مقام) ہوگی اور اگر سامان کو نہ باندھے بلکہ بکھرا ہوا اور لگا ہوا چھوڑ کر چلا جائے تو یہ چیز حرز نہیں کہلائے گی۔

اگر اونٹوں کو ایک دوسرے کی دموں سے باندھ کر لمبی قطار میں چلا دیا جائے اور مالک آگے سے کھینچ رہا ہو یا پیچھے

سے ہانک رہا ہو تو یہ چیز اونٹوں اور ان کے کجاوں پر لدے سازوسامان کے لیے حرز ہو گی۔ اسی طرح اگر مالک اپنے جانوروں کو کسی کھلے مقام، وادی یا صحرا میں بٹھا دیتا ہے اور برابران پر نگاہ رکھے ہوئے ہے، یا بکریاں اپنے باڑے میں ہوں اور مالک ایسی جگہ پر لیٹا ہوا ہو کہ اس کی نظر اپنے جانوروں پر مسلسل پڑ رہی ہو تو یہ چیز ان کے حق میں حرز کہلائے گی۔ اگر صحرا میں بیٹھے جانوروں کا مالک پاس لیٹا ہوا نہ ہو یا اونٹ قطار کے بغیر منتشر ہو کر چل رہے ہوں تو وہ غیر محفوظ تصور کیے جائیں گے۔

اگر کوئی شخص صحراء میں خیمہ لگا کر اسے میخوں سے مضبوط کر دے اور پردے لٹکا کر اس میں سو جائے یا خیمے کے دروازے پر محو آرام ہو جائے تو خیمہ اور اس میں موجود تمام اشیاء محفوظ جگہ (حرز) میں سمجھی جائیں گی، اگر خیمہ تو لگا دیا جائے لیکن اس کے پردے نہ چھوڑے جائیں تو خیمہ گاڑے جانے یا سونے کی وجہ سے محرز (محفوظ) قرار پائے گا لیکن اس میں موجود اشیاء اور سامان غیر محفوظ تصور ہوگا الا یہ کہ وہ چیز جو سونے والے کے نیچے ہو، (وہ اپنی محفوظ جگہ میں ہوگی) وہ گھر جو متصل اور ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہوں دن کے وقت ان کے بیرونی دروازوں کا بند کر دیا جانا ان کے حق میں حرز یعنی محفوظ مقام سمجھا جائے گا۔ لیکن اگر بیرونی دروازہ کھلا ہو یا بند تو ہو مگر چوکیدار موجود نہ ہو اور وقت رات کا ہو تو ان گھروں کو محفوظ نہیں کہا جائے گا الا یہ کہ چوکیدار موجود ہو (یا گھروں پر خاص قفل لگے ہوں) تو انہیں محفوظ جانا جائے گا۔

صحرا یا مسجد میں سوئے ہوئے آدمی کا کپڑا جو اس کے سر کے نیچے یا جسم کے نیچے ہو وہ اپنی محفوظ جگہ میں ہوتا ہے اس لیے سوئے ہوئے آدمی کے سر کے نیچے سے اس کپڑے کو سرکا لینے یا انگوٹھی کو انگلی سے چپکے سے اتار لینے والے شخص کا ہاتھ کاٹا جائے گا کیونکہ اس نے حرز سے چیز کو چرایا ہے۔

مروی ہے کہ سیدنا صفوان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جب مدینہ آئے تو مسجد نبوی میں سو گئے اور اپنی چادر کو اپنے سر کے نیچے بطور تکیہ رکھ لیا، ایک چور آیا اور اس نے یہ چادر اڑا لی تو انہوں نے اسے پکڑ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرما دیا۔ صفوان رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا ارادہ یہ نہیں تھا (کہ اس کا ہاتھ کٹوا دوں) میری چادر اس پر صدقہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم نے اسے میرے پاس لانے سے پہلے کیوں (یہ صدقہ) نہ کیا؟

اگر سونے والا شخص کپڑے یا (چادر) کو ایک طرف رکھ کر لیٹ جائے۔ وہ چادر اس کے سر کے نیچے نہ ہو یا چادر کے ایک کنارے پر سر ہو یا اس کے پلو کو اپنے ہاتھ میں باندھ رکھا ہو تو ان صورتوں میں چادر کو حفاظت اور حرز میں نہیں سمجھا جائے گا بلکہ غیر محفوظ تصور کیا جائے گا۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنا خرچ (روپے پیسے) اپنی آستین یا گریبان وغیرہ کے اندر رکھے ہوئے ہو تو اسے کوئی انسان لے اڑے یا کوئی شخص اپنے کپڑے سامنے

رکھ کر پانی کے تالاب وغیرہ میں ڈبکی کے لیے غوطہ زن ہو گیا اور ایک دوسرے شخص نے غیر محسوس انداز سے ان کپڑوں کو ہتھیا لیا تو ایسی صورتوں میں چرانے والے شخص کا ہاتھ کاٹنا واجب ہو گا۔

سیدنا صفوان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے پتہ چلا (کہ اگر قاضی کے پاس مقدمہ پہنچ جانے کے بعد) جس شخص کا مال چرایا گیا ہو وہ چور کو چوری شدہ مال ھبہ کر دے تو چور سے حد ساقط نہیں ہو گی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حد ساقط ہو جائے گی لیکن پہلا موقف درست ہے کیونکہ ہاتھ کاٹنے میں اصل اعتبار چوری کے وقت مال کی حالت کا ہے جس میں ذرا بھر شبہ نہیں ہے (بعد والی حالت کا کچھ اعتبار نہیں) اس مسئلہ کو مندرجہ ذیل مثالوں سے سمجھا جائے، مثلاً ایک شخص کسی لونڈی سے زنا کرتا ہے بعدازاں اس کو خرید کر مالک بن جاتا ہے تو اعتبار زنا کے وقت کی حالت کا ہو گا بعد کا نہیں اور وہ سزا کا مستوجب ہو گا۔ اسی طرح کوئی شخص کسی آزاد عورت سے منہ کالا کرتا ہے بعدازاں اس سے نکاح کر لیتا ہے تو ایسا کرنے سے حد ساقط نہیں ہو گی۔

لوگوں کی امانتوں اور حفاظت کے لیے دی گئی اشیاء میں خیانت کرنے والے یا بطور عاریت (ادھار) چیزیں لے کر انکاری ہو جانے والے، یا لوگوں سے مال چھین لینے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ ان میں سے کوئی عمل بھی چوری کے ذیل اور تعریف میں نہیں آتا۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خائن، ڈاکو اور غاصب کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔''

لوگوں سے مال چھین لینے کی سزا ہاتھ کاٹنا نہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اختلاس (چھینا جھپٹی) کی صورت میں مال والا شخص مختلس سے ہاتھا پائی کر کے اپنا سامان چھڑا سکتا ہے یا شور ڈال کر دوسروں سے استعانت کا ملتجی ہو سکتا ہے بخلاف چور کے کہ وہ مال چراتا ہی مخفی طریقے سے ہے اور ڈاکو اس طور سے مال لیتا ہے کہ کوئی معاون اور مددگار نہیں پہنچ سکتا (لہذا اس کی سخت سزا ہے جس کا تذکرہ محاربہ کے باب میں تفصیلاً بیان ہو چکا ہے اور قرآن میں بھی مذکور ہے) جناب ایاس بن معاویہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: اچکے کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ داود ظاہری سے بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا خیال ہے کہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ، محفوظ ہو یا غیر محفوظ ہر صورت میں چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ ان کا یہ موقف آیت مبارکہ کے ظاہری مفہوم کے لحاظ سے ہے۔

امام اسحاق رحمہ اللہ نے کہا: ادھار چیز لے کر مکر جانے والے شخص کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے اس لیے کہ نافع سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ بنو مخزوم کی ایک عورت چیزیں مانگ کر لے جاتی اور پھر مکر جایا کرتی تھی۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

جمہور اہل علم کا موقف ہے کہ مانگے کی چیزیں لے کر انکاری ہو جانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اس لیے کہ ہم تک یہ فرمان رسول پہنچا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خائن کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اور مخزومیہ عورت کا ہاتھ کاٹا گیا تو وہ اس

جرم کی بنا پر نہیں تھا کہ وہ چیزیں استعمال کی غرض سے لے کر انکاری ہو جایا کرتی تھی بلکہ اس کا ہاتھ چوری کرنے کی بنا پر کاٹا گیا تھا اور اس بات کی دلیل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث مبارکہ ہے کہ قریش کو ایک مخزومی عورت کے معاملے نے فکر مند کر دیا جس نے چوری کر لی تھی اور اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ آئندہ آئے گی۔

اور اس خاتون کے سلسلہ میں جو ادھار سامان لے کر اس کا انکار کر دینے کا ذکر ہے تو یہ بطور تعارف ہے کہ وہ اس جرم میں خوب مشہور و معروف تھی اور ادھار لے کر مکر جانا اس کی شخصیت کی پہچان بن چکا تھا۔ جس طرح بطور پہچان اس کے قبیلے کا نام لیا گیا کہ وہ بنو مخزوم سے تھی۔ وہ خاتون اپنی اس بدخصلت پر برقرار رہی بلکہ ایک قدم آگے بڑھی اور ترقی کرتے ہوئے چوری کرنے تک جا پہنچی اور چوری ہی کے جرم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا۔

کفن چور کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے کہ آیا اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں۔ ایسا کفن چور جو تدفین کے بعد میت کا کفن چرائے اور اس کی مالیت چوری کے نصاب (چوتھائی دینار) تک پہنچ جائے۔ اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ ایسے شخص کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے، اس لیے کہ قبر کفن وغیرہ کے لیے حرز ہے۔ ایسا موقف جناب عمر بن عبدالعزیز، حسن، شعبی، قتادہ، حماد بن ابی سلیمان سے مروی ہے نیز امام مالک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ امام ثوری اور ابوحنیفہ رحمہما اللہ ایسے شخص کے ہاتھ نہ کاٹنے کے قائل ہیں۔ جو شخص اپنے باپ دادا میں سے کسی کا یا اپنے بیٹوں اور پوتوں میں سے کس کا مال چرالے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اس لیے کہ ان کے مال میں اس کی ملکیت کا شبہ موجود ہے۔ اسی طرح اگر کوئی غلام اپنے آقا کا مال چرالے تو اس کا ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائے گا، زوجین (خاوند، بیوی) میں سے اگر ایک دوسرے کا مال چرالے اور حرز سے چرالے، اسی طرح ان دونوں میں سے کسی کا غلام دوسرے کا مال چرالے تو ایسی صورتوں میں امام شافعی رحمہ اللہ کے ایک قول کے مطابق ان کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے۔

(۲۶۰۱)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ......

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو الْحَضْرَمِيَّ جَاءَ بِغُلَامٍ لَهُ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَقَالَ لَهُ: اقْطَعْ يَدَ هٰذَا، فَإِنَّهُ سَرَقَ، قَالَ عُمَرُ: مَاذَا سَرَقَ؟ قَالَ: سَرَقَ

جناب سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو الحضرمی اپنے غلام کو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس لایا اور آپ سے عرض کیا کہ آپ اس غلام کا ہاتھ کاٹ دیں، اس نے چوری کی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس

(۲۶۰۱) صحیح ...... أخرجه مالك فى "المؤطا": ۲/ ۸۳۹، والبيهقى فى "السنن الكبرى": ۱۷۳۰۳، والشافعى فى "مسنده" (بترتيب السندى): ۲۶۸

مِرْآةً لِامْرَأَتِي ثَمَنُهَا سِتُّونَ دِرْهَمًا، فَقَالَ عُمَرُ: أَرْسِلْهُ، فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَطْعٌ، خَادِمُكُمْ سَرَقَ مَتَاعَكُمْ۔

نے کیا چرایا ہے؟ اس نے کہا: اس نے میری بیوی کا آئینہ چرایا ہے جس کی مالیت سات درہم ہے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اسے چھوڑ دے، اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اس لیے کہ یہ شخص تمہارا ہی خادم ہے اور اس نے تمہارا سامان ہی چوری کیا ہے۔

شرح **فائدہ**: اس حدیث کے آخری جملہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ نہ کاٹنے کی علت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ تمہارے غلام کو جب تمہارے گھر میں داخل ہونے کی اجازت ہے تو گھر کا سامان اس سے محفوظ نہیں ہے بلکہ ہاتھ تب کاٹا جاتا ہے جب محفوظ سامان کی چوری ہو۔ (ع،س)

بھائی، بھتیجے اور چچا کا مال چرانے پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں کاٹا جائے گا۔

بیت المال سے چوری کرنے والے شخص کا ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائے گا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی عدالت میں ایک ایسے شخص کا مقدمہ پیش ہوا جس نے بیت المال سے چوری کی تھی تو انہوں نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا تھا اور کہا: اس کا بھی بیت المال میں حصہ ہے، جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے۔ امام حماد نے کہا: ایسے شخص کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

(11)......بَابُ السَّارِقِ يَسْرِقُ بَعْدَ قَطْعِ يَدِهِ الْيُمْنَى وَرِجْلِهِ الْيُسْرَى

ایک چور اگر دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹے جانے کے بعد پھر چوری کرلے تو......؟

(٢٦٠٢)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ......

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ أَقْطَعَ الْيَدِ وَالرِّجْلِ قَدِمَ، فَنَزَلَ عَلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، فَشَكَا إِلَيْهِ أَنَّ عَامِلَ الْيَمَنِ ظَلَمَهُ، فَكَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ، فَيَقُولُ أَبُو بَكْرٍ: وَأَبِيكَ مَا لَيْلُكَ بِلَيْلِ سَارِقٍ، ثُمَّ إِنَّهُمُ افْتَقَدُوا حُلِيًّا لِأَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ امْرَأَةِ أَبِي بَكْرٍ، فَجَعَلَ يَطُوفُ مَعَهُمْ، وَيَقُولُ: اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِمَنْ بَيَّتَ أَهْلَ

جناب عبدالرحمان بن قاسم اپنے والد سے بیان کرتے کہ ایک یمنی شخص جس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کٹا ہوا تھا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے یہ شکایت درج کروائی کہ یمن کے عامل (گورنر) نے اس پر ظلم کیا ہے، وہ (آنے والا شخص) رات کو نماز (تہجد) پڑھتا تھا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کہتے: تیرے باپ (کے پروردگار) کی قسم! تیری شب، چور کی شب نہیں، پھر ایسا ہوا کہ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ہیں

(٢٦٠٢) منقطع ...... أخرجه الامام مالك فی المؤطأ: ١٥٨١، والبيهقی: ٨/ ٢٧٣، والامام الشافعی فی المسند: ١٥٣٦

هَـذَا الْبَيْـتِ الـصَّـالِحِ۔ فَوَجَدُوا الْحُلِيَّ عِنْدَ صَـائِـغٍ زَعَـمَ أَنَّ الاَقْطَعَ جَاءَهُ بِهِ، فَاعْتَرَفَ الاَقْـطَـعُ، أَوْ شَهِدَ عَلَيْهِ، فَأَمَرَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ، فَـقُطِعَتْ يَدُهُ الْيُسْرَى، وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَاللّٰهِ لَـدُعَـاؤُهُ عَـلَـى نَـفْسِهِ أَشَدُّ عِنْدِي عَلَيْهِ مِنْ سَرِقَتِهِ۔

ان کے زیورات گم ہو گئے۔ وہ بھی ان کے ساتھ تلاش کرتا رہا اور یہ بددعا کرتا رہا: اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِمَنْ بَيَّتَ أَهْلَ هَـذَا الْبَيْتِ الصَّالِحِ۔ (اے اللہ! جس نے اس نیک گھرانے کی چوری کی اس کو پکڑ لے۔) زیورات ایک سنار کے ہاں سے مل گئے اور اس نے بتایا کہ فلاں اعضا کٹا شخص یہ مجھے فروخت کر گیا ہے، (پوچھنے پر) اعضا کٹے شخص نے اعتراف کر لیا یا اس کے خلاف گواہی ہو گئی۔ چنانچہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تو اس کا بائیاں ہاتھ کاٹ دیا گیا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اس کا اپنے اوپر بددعا کرنا میرے نزدیک اس چوری سے بڑھ کر ہے۔

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب کوئی چور پہلی بار چوری کرے تو اس کا دائیاں ہاتھ کاٹا جائے گا، دوسری مرتبہ چوری کرنے پر بایاں پاؤں، تیسری بار چوری کا ارتکاب کرنے پر ایک ہاتھ اور پاؤں کٹ جانے کی صورت میں اختلاف ہے، اکثر اہل علم کا موقف ہے کہ بایاں ہاتھ کاٹا جائے گا اور چوتھی بار چوری کرنے کی صورت میں دایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔ اس کے بعد یعنی پانچویں مرتبہ چوری کرنے کی صورت میں اسے کوئی نہ کوئی سزا دی جائے اور پابند سلاسل رکھا جائے گا۔ یہی بات سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی قول جناب قتادہ، مالک، شافعی، اسحاق بن راھویہ رحمہم اللہ کا ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کے بارے میں فرمایا: ''اگر وہ چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دو، اگر پھر چوری کرے تو اس کا پاؤں کاٹ دو اور اگر وہ پھر چوری کرے تو اس کا دوسرا ہاتھ کاٹ دو (اور) اگر وہ پھر چوری کرے تو اس کا دوسرا پاؤں بھی کاٹ دو۔''

اہل علم کی ایک جماعت کا یہ بھی موقف ہے کہ اگر چور ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کٹنے کے بعد پھر چوری کا مرتکب ہو تو اس کا مزید کوئی عضو نہیں کاٹا جائے گا اور اسے قید کیا جائے گا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ایسا ہی مروی ہے۔ امام شعبی، نخعی، حماد بن ابی سلیمان، اوزاعی، احمد اور اہل رائے اسی کے قائل ہیں۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چاروں اطراف کو کٹوایا اور پانچویں بار قتل کروایا۔ (حسن، ابوداود: ٤٤١٠، نسائی: ٤٩٧٨)

امام ابوسلیمان خطابی نے کہا: میں فقہاء میں سے کسی کو نہیں جانتا جو چور کو قتل کر دینے کے جواز کا قائل ہو خواہ چور بار بار چوریاں کرے البتہ بعض فقہاء کے اصول وضوابط سے یہ بات نکلتی ہے کہ اس کو قتل کر دینا مباح ہے کیونکہ بار بار چوری کا مرتکب ہونے والا چور زمین میں فساد اور بگاڑ بپا کرنے کا سبب ہے اور امام وقت (شرعی حکمران) کو مفسد اور امن

عامہ تہہ وبالا کرنے والے شخص کی سزا کے متعلق اجتہاد کرنے کا اختیار ہے اور وہ اگر ضرورت محسوس کرے تو مصلحت کے پیش نظر حد سے زیادہ سزا دے سکتا ہے خواہ رائے اس کو قتل کر دینے کی ہی ٹھہرے، یہی رائے امام مالک بن انس رحمہ اللہ کی طرف بھی منسوب کی جاتی ہے، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث اگر پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو یہ اس رائے کی مؤید ہے۔

اکثر فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹا جائے گا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انگلیوں کی جڑوں سے کاٹا جائے گا، سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک چور کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ پھر آپ نے اس کے ہاتھ کے متعلق حکم دیا تو اس کی گردن میں لٹکا دیا گیا۔

اگر کوئی چور پہلی بار چوری کا مرتکب ہو اور جلاد سے ہاتھ کاٹنے میں خطا ہو جائے اور وہ داہنے کی بجائے بایاں کاٹ دے تو اسے کافی سمجھا جائے اس لیے کہ چور کو سزا ایک ہاتھ سے محرومی کی صورت میں مل گئی ہے خواہ دایاں ہے یا بایاں، جناب قتادہ اور دیگر اہل علم سے اسی طرح مروی ہے، امام شافعی رحمہ اللہ اور اہل رائے کا یہی موقف ہے۔

(12)......بَابُ قَطْعِ يَدِ الشَّرِيْفِ وَالْمَرْأَةِ وَالشَّفَاعَةِ فِي الْحَدِّ

بلند مرتبہ شخص اور عورت کا ہاتھ کاٹنا نیز حد شرعی میں سفارش کرنا

(٢٦٠٣)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَرْأَةِ الْمَخْزُومِيَّةِ الَّتِي سَرَقَتْ، فَقَالُوا: مَنْ يُكَلِّمُ فِيهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: وَمَنْ يَجْتَرِءُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللّٰهِ)) ثُمَّ قَامَ، فَاخْتَطَبَ، ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ، تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مخزومی عورت کا معاملہ جس نے چوری کی تھی، قریش کے لوگوں کے لیے اہمیت اختیار کر گیا اور انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملے میں کون بات کر سکتا ہے؟ لوگوں نے کہا: اس معاملے میں آپ سے بات کرنے کی جرأت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے علاوہ، جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پیارے ہیں، اور کوئی نہیں کر سکتا چنانچہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم اللہ کی حدود میں سے ایک حد کی بت سفارش کرنے آئے ہو۔'' پھر آپ کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا:

(٢٦٠٣) أخرجه البخاري: ٣٧٣٢، ٣٧٣٣، ومسلم: ١٦٨٨

الـضَّعِيفُ ، أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ ، وَايْمُ اللّٰهِ! لَوْ أَنَّ فَـاطِـمَةَ بِـنْـتَ مُـحَـمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا۔))

''درحقیقت تم سے پہلے لوگ اس لیے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں کوئی بڑے خاندان کا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کم مرتبہ (کمزور) خاندان کا کوئی فرد چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے تھے اور اللہ کی قسم !اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ نے بھی چوری کی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔''

شرح اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ مخزومی خاتون کے متعلق گزشتہ باب میں جو مذکور ہے کہ وہ روز مرہ استعمال کی چیزیں مانگ کر مکر جایا کرتی تھی، تو یہ بات بطور تعارف کی گئی یہ چیز یعنی ادھار لی ہوئی چیزوں کا انکار کرنا اس کے ہاتھ کاٹے جانے کا سبب نہیں تھا بلکہ اس کے ہاتھ کٹنے کا سبب اس کا چوری کرنا تھا۔

اس حدیث سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حدوداللہ میں سفارش کرنا ناجائز ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپ فرمارہے تھے: ''جس شخص کی سفارش اللہ کی کسی حد کی تنفیذ میں آڑے آئی، اس نے اللہ کی مخالفت کی۔'' (صحیح، ابوداود: ٣٥٩٧)

اس کا مطلب ہے کہ جب مقدمہ امام وقت یا قاضی تک پہنچ جائے تو پھر تنفیذ حدود میں رکاوٹ بننا یا سفارش کرنا درست نہیں، البتہ قاضی تک مقدمہ پہنچنے سے پہلے سفارش کرنا جائز ہے تاکہ ایک مسلمان کی پردہ پوشی رہے، گنہگاروں کی پردہ پوشی کرنا مندوب اور مستحسن عمل ہے۔ یہ موقف سیدنا زبیر بن عوام اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ امام اوزاعی کا مسلک بھی یہی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: اس حد میں سفارش کی جاسکتی ہے جس کا مقدمہ بادشاہ تک نہ پہنچا ہو۔

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: ایسا مجرم جو لوگوں کو ایذاء رسانی میں مشہور نہ ہو بلکہ اس سے کوئی جرم بھول چوک سے صادر ہو گیا ہو تو ایسے مجرم کی سفارش کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں جب تک مقدمہ قاضی کی عدالت میں نہ پہنچا ہو، مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ماعز رضی اللہ عنہ کے لیے رجم کرنے کا حکم فرمایا اور ہزال سے کہا: ''اگر تو اس کی پردہ پوشی کرتا تو تیرے لیے بہتر تھا۔'' ابن المنکدر نے بیان کیا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہزال نے ماعز کو مشورہ دیا تھا کہ وہ نبی ﷺ کے پاس جائے اور آپ کو حقیقت حال سے آگاہ کرے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((تَـعَـافُـوا الْحُدُودَ فِيمَا بَيْنَكُمْ ، فَمَا بَلَغَنِي مِنْ حَدٍّ فَقَدْ وَجَبَ۔)) ......''آپس میں ایک دوسرے کے قابل حد قصور کو معاف کردیا کرو، کیونکہ جب میرے پاس حد (کا معاملہ) پہنچے گا تو حد کا نفاذ واجب ہو جائے گا۔''

(صحیح، ابوداود: ٤٣٧٦، نسائی: ٤٨٨٥)

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:((أَقِيلُوا ذَوِي الْهَيْئَاتِ عَثَرَاتِهِمْ إِلَّا الْحُدُودَ)) ......''سمجھدار اور معاشرے کے سربرآوردہ لوگوں کی غلطیوں سے صرف نظر کیا کرو ماسوائے حدود کے۔''

(ابوداود: ٤٣٧٥)

بیان کیا جاتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: ذو الهيئة سے مراد معاشرے کے وہ عزت دار لوگ ہیں جن سے پہلی بار کوئی قصور سرزد ہوا ہو اور ان کی شخصیت عمومی طور پر داغدار نہ ہو۔ حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ تعزیر کو چھوڑا جاسکتا ہے اور اس کا قائم کرنا واجب نہیں۔ اگر شرعی حدود کی طرح تعزیر کا نفاذ بھی واجب ہوتا تو پھر عزت دار لوگوں کو مستثنیٰ قرار دینے کا کوئی معنی نہیں بنتا کیونکہ شرعی حدود بلا استثنا عام وخاص سب پر لاگو ہوتی ہیں۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جہاں تک ہوسکے مسلمانوں سے حدود کو ٹالتے رہو، اگر حد سے بچاؤ کی کوئی گنجائش ملے تو مجرم کو جانے دو۔'' (ضعیف، ترمذی: ١٤٢٤) اس لیے کہ امام معاف کرنے میں غلطی کر جائے تو اس سے بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں غلطی کرے۔

اس حدیث کو محمد بن ربیعہ نے یزید بن زیاد کے واسطے سے مرفوع بیان کیا ہے۔ امام وکیع نے یزید بن زیاد کے واسطے سے بیان تو کیا ہے لیکن مرفوعاً نہیں اور یہی بات (یعنی مرفوعاً) بیان کرنا زیادہ صحیح ہے اور یزید بن زیاد دمشقی ضعیف ہے۔

(13)......بَابُ حَدِّ شَارِبِ الْخَمْرِ

شراب نوش کی حد

(٢٦٠٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ......

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ فِي الْخَمْرِ بِالْجَرِيدِ، وَالنِّعَالِ، وَجَلَدَ أَبُو بَكْرٍ أَرْبَعِينَ۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی میں چھڑیوں اور جوتوں سے سزا دی اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے لگوائے۔

شرح شرابی کی حد کے متعلق اہل علم نے اختلاف کیا ہے۔ سیدنا عبدالرحمان بن ازہر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شرابی کو لایا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اسے سزا دو۔'' تو لوگوں نے اسے ہاتھوں، جوتوں اور کپڑوں کے کناروں سے پیٹا اور اس پر مٹی پھینکی، پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا:''اسے شرمندہ کرو اور عار دلاؤ۔'' چنانچہ لوگوں نے اسے شرمندہ کیا، پھر آپ نے اسے چھوڑ دیا، راوی نے کہا: پھر جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو

(٢٦٠٤) أخرجه البخاري: ٦٧٧٣، ومسلم: ١٧٠٦

انہوں نے ان لوگوں سے دریافت کیا: جو (نبی ﷺ کے زمانہ میں) شراب نوش کی حد کے وقت موجود تھے، انہوں نے اس سزا کا اندازہ چالیس کوڑے لگایا، تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شراب پینے پر چالیس ضربیں لگائیں، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی (اپنے ابتدائی دور میں) چالیس ضربیں ہی لگائیں، حتی کہ لوگ بار بار شراب نوشی کے مرتکب ہونے لگے تو انہوں نے مشورہ کیا اور (آخری دور میں) اسی کوڑے لگانے لگے۔

(بَــكِّتُــوْهُ) ''ڈانٹ ڈپٹ کرو'' زبان سے اسے سرزنش کرو، برا بھلا کہو، اس برے فعل پر اسے شرمندگی دلاؤ، مثلاً اسے کہا جائے: اے فاسق! تجھے شرم نہیں، تو نے تقویٰ اختیار نہیں کیا۔ بعض اوقات یہ سرزنش ہاتھ سے بھی ہوتی ہے اور ڈنڈوں، سوٹوں وغیرہ سے بھی۔

التتابع کا معنی ہے: لوگوں نے شراب نوشی کو معمولی گناہ سمجھ لیا، بار بار اس کا ارتکاب کرتے اور اس کا چلن عام ہو گیا۔

ثور بن یزید دیلی بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شراب کی حد کے بارے میں مشورہ طلب کیا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا: میرا خیال ہے کہ آپ اسے اسی (۸۰) کوڑے لگائیں، اس لیے کہ جب کوئی شخص شراب پیتا ہے تو اسے نشہ ہوتا ہے اور نشے کی حالت میں وہ یاوہ گوئی کرتا ہے اور اس اول فول بکنے میں وہ کسی پر تہمت لگاتا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بات کا مفہوم کچھ اسی طرح ہے...... چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شراب کی حد اسی کوڑے مقرر کر دی۔

(مؤطا امام مالك: ١٥٨٨، مسند شافعي: ١٣٦٤)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ شراب پینے کی حد چالیس کوڑے ہے، امام شافعی رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا چالیس کوڑوں کا اضافہ بطور تعزیر تھا اور حاکم وقت اگر مناسب خیال کرے، ضرورت محسوس کرے اور اس کا اجتہاد اس بات کا مقتضی ہو تو شراب پینے والے کی حد میں مزید اضافہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ شراب نوشی کی حد اسی (۸۰) کوڑے ہے یہ امام مالک اور اہل رائے کا قول ہے۔

ابو ساسان حصین بن منذر الرقاشی بیان کرتے ہیں کہ میں اس وقت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی محفل میں موجود تھا جب ولید بن عقبہ کو لایا گیا، حمران اور ایک دوسرے آدمی نے اس کے خلاف گواہی دی، ان میں سے ایک نے تو یہ گواہی دی کہ میں نے اسے شراب پیتے دیکھا ہے اور دوسرے نے کہا: میں نے اسے شراب کی قے کرتے دیکھا ہے، اس پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تک شراب نہ پی ہو تو قے کیسے کرسکتا ہے، پھر انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اس پر حد جاری کر دو، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے کہا: اس کو حد لگاؤ، تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کی حرارت اسی کے حوالے کریں جو اس کی ٹھنڈک سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ (اشارہ تھا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہی کو یہ کڑوا کسیلا کرنا چاہیے) پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس کو حد لگاؤ، تو اس نے کوڑا لیا اور مارنے لگے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ گنتے جاتے تھے۔ جب چالیس کو پہنچے تو کہا کہ بس، کافی ہے، نبی ﷺ نے چالیس ضربیں لگائی تھیں۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسی ضربیں لگائیں اور سب ہی سنت ہے اور یہ مجھے زیادہ محبوب ہے۔
(صحیح مسلم: ۱۷۰۷)

(وَلِّ حارَّها من تولی قارَّها) کا مفہوم یہ ہے کہ اس معاملے کی سختی اور شدت، مارکٹائی اور سزا دینا اسی کے سپرد ہونا چاہیے جو اس کی نرمی اور راحت سے مستفید ہوتا ہے، القارّ سے مراد ٹھنڈا ہے۔ امام اصمعی نے کہا: اس جملے کا مطلب ہے کہ اس معاملے کے سخت اور ہولناک پہلو کا اسے ذمہ دار بناؤ جو حکومت و سرداری کی آسانیوں اور آسائشوں سے متمتع ہو رہا ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے چالیس ضربوں کے بعد جو فرمایا (حَسْبُکَ) ''بس کافی ہے۔'' اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ شراب نوشی کی اصل حد چالیس کوڑے ہے اور مزید چالیس ضربیں بطور تعزیر ہیں۔ اگر مزید چالیس ضربیں بھی حد ہی ہوتیں تو کسی کو ان کو نہ لگانے کا اختیار نہ ہوتا (بلکہ ضرور ہی لگانا پڑتیں)

سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شراب پیے اسے درے لگاؤ، اگر چوتھی مرتبہ پیے تو اسے قتل کردو۔'' (حسن صحیح، ابوداود: ٤٤٨٢، ترمذی: ١٤٤٤، ابن ماجه: ٢٥٧٣)

شرابی کو قتل کردینے والا معاملہ ایسا ہے کہ پہلے اور بعد کے ادوار میں اہل علم میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: کبھی حکم اور امر سے مراد ڈپٹ اور وعید ہوتی ہے حقیقت میں وہی کام کر گزرنا مقصود نہیں ہوتا۔ اس حدیث میں بھی قتل کردینے سے حقیقت مراد نہیں بلکہ اس کی تاویل یہ ہے کہ اس سے مراد ''سخت مار'' ہے، یعنی تحذیر اور سرزنش مراد ہے۔ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: (مَنْ قَتَلَ عَبْدَهُ قَتَلْنَاهُ)...... ''جو شخص اپنے غلام کو قتل کرے گا ہم اسے قتل کریں گے۔'' (ضعیف ...... ابوداود: ٤٥١٥، والترمذی: ١٤١٤، وابن ماجه: ٢٦٦٣، والنسائی: ٤٧٣٨)

تو اس حکم کا مطلب صرف زجر و توبیخ اور تنبیہ ہے نہ کہ قصاص لیا جانا، مثلاً اگر کوئی مالک اپنے غلام کو قتل کردیتا ہے تو فقہاء میں سے کوئی بھی مالک کو قصاصاً کردینے کا قائل نہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ نے کہا: شراب پینے والے کو قتل کرنے کا حکم پہلے تھا اب منسوخ ہو چکا ہے۔ یہی بات سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر کوئی شراب پیے تو اسے کوڑے لگاؤ اور اگر وہ چوتھی مرتبہ پیے تو اسے قتل کردو۔'' راوی نے کہا: پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی۔ آپ نے اسے مارا، لیکن قتل نہیں کیا۔ (سنده لین، نسائی کبری: ٥٣٠٢)

اسی طرح امام زہری رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا قبیصہ بن ذؤیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس سے اس موقف کی، یعنی شرابی کو قتل نہ کیا جائے، کی مزید تائید ہوتی ہے اور یہ روایت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی اسناد سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی آدمی کا خون تین امور کے علاوہ بہانا حلال نہیں ہے۔'' (صحیح، ابوداود: ٤٥٠٢، ابن ماجه: ٢٥٣٣، ترمذی: ٢١٥٨، نسائی: ٧/ ٩١، مسند احمد: ٤٣٧ عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ) سیدنا قبیصہ رضی اللہ عنہ سے مروی

روایت میں بیان کردہ مسئلہ کی تائید مندرجہ ذیل روایت سے بھی ہوتی ہے۔

(٢٦٠٥)۔ أَخْبَـرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ ، أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ ، قَالا: أَنَا أَبُـو بَـكْـرِ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ ، أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ......

عَـنْ قَبِيـصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَـلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِنْ شَرِبَ فَاجْلِدُوهُ ، ثُمَّ إِنْ شَـــرِبَ فَـــاجْـلِـدُوهُ ، ثُـمَّ إِنْ شَـرِبَ فَاجْلِدُوهُ ، ثُمَّ إِنْ شَرِبَ فَاقْتُلُوهُ۔)) لا يَدْرِي الـزُّهْـرِيُّ بَـعْـدَ الثَّـالِثَةِ ، أَوِ الـرَّابِعَةِ ، فَأُتِيَ بِـرَجُـلٍ قَـدْ شَـرِبَ فَـجَـلَدَهُ ، ثُمَّ أُتِيَ بِهِ قَدْ شَرِبَ فَجَلَدَهُ ، ثُمَّ أُتِيَ بِهِ قَدْ شَرِبَ فَجَلَدَهُ ، وَوَضَـعَ الْـقَتْـلَ ، وَصَارَتْ رُخْصَةً ، وَرُوِيَ عَـنِ ابْـنِ أَبِـي ذِئْبٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، قَالَ: قَدْ أُوتِيَ بَعْدَ رَابِعَةٍ فَلَمْ يَقْتُلْهُ۔

سیدنا قبیصہ بن ذ ؤیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شراب پیے تو اسے کوڑے لگاؤ، اگر پھر پیے تو کوڑے لگاؤ، پھر اگر پیے تو اسے درے مارو، پھر اگر (چوتھی بار) پیے تو اسے قتل کردو۔'' امام زہری نہیں جانتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کردینے کی بات تیسری بار یا چوتھی بار کے بعد فرمائی۔ پھر آپ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے شراب پی تھی تو آپ نے اسے کوڑے لگائے، پھر دوبارہ لایا گیا تو کوڑے لگائے، پھر لایا گیا تو کوڑے لگائے، اور قتل چھوڑ دیا گیا اور اسی طرح قتل سے رخصت مل گئی۔ امام زہری رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ ایک شرابی کو چوتھی بار کے بعد لایا گیا تو اسے قتل نہیں کیا گیا۔

(14)......بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ لَعْنِ الشَّارِبِ

شراب پینے والے پر لعنت کرنا ناپسندیدہ ہے

(٢٦٠٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَخْبَرَنَا مُـحَـمَّـدُ بْـنُ يُـوسُفَ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ ، حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلالٍ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ أَبِيهِ......

عَـنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ، أَنَّ رَجُلا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اسْمُهُ

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک شخص، جن کا نام عبداللہ تھا اور وہ ''حمار''

(٢٦٠٥) ضعيف مرسل ......أخرجه ابوداود: ٤٤٨٥

(٢٦٠٦) أخرجه البخاري: ٦٧٨٠

عَبْدَ اللّٰهِ، وَكَانَ يُلَقَّبُ حِمَارًا، وَكَانَ يُضْحِكُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَدْ جَلَدَهُ فِي الشَّرَابِ، فَأُتِيَ بِهِ يَوْمًا، فَأَمَرَ بِهِ فَجُلِدَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: اللّٰهُمَّ الْعَنْهُ، مَا أَكْثَرَ مَا يُؤْتَى بِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لا تَلْعَنُوهُ، فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ إِلَّا أَنَّهُ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ۔))

کے لقب سے پکارے جاتے تھے، وہ رسول اکرم ﷺ کو ہنساتے تھے اور آپ ﷺ نے انہیں شراب پینے پر درے لگائے تھے تو انہیں ایک دن لایا گیا اور آپ ﷺ نے ان کے لیے حکم دیا اور انہیں مارا گیا، حاضرین میں ایک صاحب نے کہا: اس پر اللہ لعنت کرے! کتنی بار کہا جا چکا ہے، نبی اقدس ﷺ نے فرمایا: ''اس پر لعنت نہ کرو، اللہ کی قسم! میں نے اس کے متعلق یہی جانا ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔''

(٢٦٠٧)۔ وَأَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ فَقَالَ: ((اضْرِبُوهُ)) قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهِ، وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهِ، وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: أَخْزَاكَ اللّٰهُ، قَالَ: ((لا تَقُولُوا هٰكَذَا، لا تُعِينُوا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے شراب پی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے مارو''، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم میں سے کسی نے اسے ہاتھ سے مارا، کسی نے جوتے سے مارا اور کسی نے کپڑے سے مارا۔ جب وہ آدمی وہاں سے چلا تو قوم میں سے کسی نے کہہ دیا اللہ تجھے رسوا کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس طرح مت کہو، اس کے خلاف شیطان کی مدد مت کرو۔''

شرح: ایک اور سند سے مروی ہے: ''تم اس کے خلاف شیطان کی مدد مت کرو بلکہ یوں کہو! تجھ پر اللہ رحم فرمائے۔'' (صحیح، ابوداود: ۴۴۷۸، لیکن ابوداود میں یہ الفاظ ہیں: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ)

(15)...... بَابُ مَنْ مَاتَ فِي الْحَدِّ

حد لگنے کے دوران فوت ہو جانے والے شخص کا حکم

(٢٦٠٨)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ،

(٢٦٠٧) أخرجه البخاري: ٦٧٨١ (٢٦٠٨) أخرجه البخاري: ٦٧٧٨، ومسلم: ١٧٠٧

أَنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، نَا سُفْيَانُ، نَا أَبُو حُصَيْنٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَيْرَ بْنَ سَعِيدٍ النَّخَعِيَّ، قَالَ:......

سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، يَقُولُ: مَا كُنْتُ لأُقِيمَ حَدًّا عَلَى أَحَدٍ فَيَمُوتَ، فَأَجِدَ فِي نَفْسِي إِلَّا صَاحِبَ الْخَمْرِ، فَإِنَّهُ لَوْ مَاتَ، وَدَيْتُهُ، وَذٰلِكَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسُنَّهُ۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نہیں پسند کروں گا کہ حد میں کسی کو ایسی سزادوں کہ وہ مرجائے اور پھر مجھے اس کا رنج ہو، سوائے شرابی کے کہ اگر وہ مرجائے تو میں اس کی دیت ادا کروں گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی تھی۔

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ امام وقت (شرعی حکمران) جب کسی شخص پر حد قائم کرے اور اس کے لگنے میں اس کی موت واقع ہو جائے تو حاکم (یا قاضی) پر کوئی تاوان نہیں، ہاں البتہ شراب نوشی کی حد میں موت سے ہمکنار ہو جانے والے شخص کے متعلق اختلاف رائے پایا جاتا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے ایک قول کے مطابق شراب نوشی کی حد میں مرجانے والے شخص کی بھی کوئی ضمانت نہیں جس طرح باقی تمام حدود لگنے کے دوران مرجانے والے افراد کا معاملہ ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ دیت بھری جائے گی کیونکہ زائد سزا اجتہاداً دی گئی ہے (جس سے موت واقع ہوئی ہے) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول بھی یہی ہے۔ اس کے بعد ایک اور سوال جنم لیتا ہے کہ دیت ادا کرنے کی صورت میں کیا دیت امام وقت کے عصبی رشتہ دار (عاقلہ) ادا کریں گے یا اس کی ادائیگی بیت المال سے ہوگی۔ اس بارے میں دو موقف ہیں۔ ان دونوں میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ شرعی حکمران کے ددھیالی رشتہ دار یہ دیت ادا کریں گے جس طرح قتل خطاء کا اصول وضابطہ ہے، اور دوسرے قول کے مطابق دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی اس لیے کہ حکمران وقت سے ایسے واقعات کا صدور بکثرت ممکن ہے کیونکہ شرعی حدود کی تنفیذ اس کی ذمہ داری اور فرائض منصبی میں شامل ہے اور ایسے واقعات تو آئے دن صادر ہوتے رہیں گے۔ اگر دیت کی ذمہ داری امام کی برادری کے لوگوں پر ڈال دی جائے تو اس سے ان کو سخت نقصان پہنچے گا اور یہ بوجھ ان کے لیے ناقابل برداشت ہوگا۔

یاد رہے کہ شراب نوشی کی حد میں دیت کی بات اس صورت میں ہے جب مجرم کو حد کوڑوں اور دروں سے لگائی جائے لیکن جب حد جوتیوں اور کپڑوں کے کناروں سے لگائی جائے تقریباً چالیس کوڑوں کے بقدر اور اس میں حد لگنے والے کی موت واقع ہو جائے تو اس صورت میں کوئی ضمانت اور ہرجانہ تاوان نہیں کیونکہ سزا نص سے نکل کر اجتہاد کے مرحلے میں داخل نہیں ہوئی۔

جب امام (حکمران وقت) کسی شخص کو تعزیر لگائے (تعزیر ایسی سزا کو کہتے ہیں جو حد سے کم تر ہو اور اس کے

صدمے سے وہ شخص فوت ہو جائے تو امام شافعی رحمہ اللہ کے ایک قول کے مطابق ایسے مقتول کی دیت بھری جائے گی اور اس کی ادائیگی کی ذمہ داری امام کے عصبی رشتہ داروں پر ہو گی اور دوسرے قول کے مطابق دیت کی ادائیگی بیت المال سے کی جائے گی۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تعزیر لگنے کی پاداش میں مرجانے والے شخص کی کوئی گارنٹی نہیں اور اس فرق کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تعزیر نہ لگانا جائز ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تعزیر کا ترک جائز نہیں جس طرح حد لگانے سے صرف نظر کرنا جائز نہیں۔

مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ایک خاتون کی کوئی شکایت پہنچی تو انہوں نے اسے بلا بھیجا جس سے وہ دہشت زدہ ہو گئی اور اس کا مارے ڈر اور خوف کے حمل ساقط ہو گیا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں مشورہ کیا تو سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے تادیب اور سرزنش کے لیے طلب کیا تھا، (لہٰذا کوئی ہرجانہ نہیں) لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر عبدالرحمٰن بن عوف نے یہ بات اجتہاد سے کی ہے تو ان کا یہ اجتہاد غلط ہے اور اگر بغیر اجتہاد کے کی ہے تو انہوں نے دھوکہ کیا ہے، اے عمر! آپ پر دیت لازم ہے، چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تجھے قسم دے کر کہتا ہوں کہ اس وقت تک نہ بیٹھنا جب تک کہ اپنی قوم کے ذمے یہ چیز نہ لگا دے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو جو یہ کہا کہ (علی قومك) اپنی قوم سے جا کر کہہ اس سے مراد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قبیلہ نہیں، بلکہ اپنا خاندان بنوعدی مراد ہے۔ ان کی طرف نسبت کرنے کا مقصد عزت افزائی کرنا اور انہیں عزت وکرامت سے نوازنا ہے (ویسے بھی دونوں بزرگوں کے خاندان چند پشتوں کے بعد جا کر مل جاتے ہیں، اس لحاظ سے بھی سیدنا علی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کا خاندان ایک ہی ہے)

مروی ہے کہ دو آدمیوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں گالم گلوچ کیا، تو انہوں نے انہیں کچھ نہ کیا، اور دو آدمیوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سب وشتم کیا تو انہوں نے سرزنش کی۔

خاوند کے لیے اپنی بیگم کو مارنا جائز ہے لیکن ایسی مار جس سے کوئی ہڈی وغیرہ نہ ٹوٹے۔

معلم اور اتالیق اپنے شاگرد کو مار سکتا ہے لیکن مارنے میں ایک حد تک رہنا چاہیے، کوئی چیز ٹوٹنی نہیں چاہیے، کسی نقصان کی صورت میں استاد کے ددھیالی رشتہ دار اس کا ضمان بھرنے کے پابند ہوں گے۔

جانور کو کرائے پر لے جانے والا شخص اور چرواہا اگر جانور کو مارے اور اس کا پیٹنا حد اعتدال سے متجاوز نہ ہو اور جانور مر جائے تو ان دونوں کے ذمے کوئی تاوان نہیں کیونکہ جانور کو ہلکا پھلکا مارنا پیٹنا تو پڑتا ہی ہے جس کے بغیر اس کو چلانا ممکن نہیں اور آدمی کا معاملہ بالکل دوسری نوعیت کا ہے، انسان کو باتوں اور پیار ومحبت سے سمجھایا جاسکتا ہے، اسی طرح ڈانٹ ڈپٹ سے سیدھا کیا جاسکتا ہے اس لیے اگر کہیں کسی درجہ پر مارنے کی ضرورت پڑے تو اس کے لیے سلامتی

اور اعضاء کے نہ ٹوٹنے کی شرط ناگزیر ہے۔

جانوروں کو سدھانے اور چلنے کی عادت ڈالنے والوں کو جانور کو چرواہوں اور کرایہ پر لے جانے والوں سے زیادہ مارنا پڑتا ہے لیکن اگر ان کی مار ایک حد سے تجاوز نہ کرے اور جانور فوت ہو جائے تو ان کے ذمے کوئی تاوان نہیں، البتہ اگر مارنا حد اعتدال سے متجاوز ہو جائے تو مارنے والے کو اپنے مال سے جانور کا تاوان بھرنا ہوگا۔

اگر امام وقت کسی پر ظلم و تشدد کرے جس کے نتیجے میں مظلوم شخص کی موت واقع ہو جائے تو اس کے ذمے دیت کی ادائیگی لازم ہے۔

اس کی دلیل ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کو زکوۃ کا عامل بنا کر بھیجا۔ صدقے (کے حساب) میں ان کا ایک آدمی سے جھگڑا ہو گیا تو ابوجہم رضی اللہ عنہ نے اس کو مارا اور زخمی کر دیا، تو وہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے آئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! ہم بدلہ لیں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم تمہیں اس قدر مال دیتے ہیں۔'' مگر وہ راضی نہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چلو اس اس قدر لے لو۔'' تو وہ راضی ہو گئے۔ (صحیح، ابوداود: ٤٥٣٤، ابن ماجه: ٢٦٣٨، نسائی: ٤٧٧٨)

مروی ہے کہ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما نے عمال اور حکومتی کارندوں سے قصاص دلوایا۔ ایسی صورت میں قصاص دلوانے کے قائلین میں امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ شامل ہیں۔

اگر جراح (سرجن) جلدی مرض (کھجلی) یا جلد کے زخم (عضو کو کھانے والی بیماری) میں مریض کے مشورے اور اجازت سے اس کی جلد پر آگ سے داغ لگائے یا اس کا ہاتھ کاٹ دے جس سے اس کی جان چلی جائے تو علاج کرنے والے اور ہاتھ کاٹنے والے پر کچھ بھی نہیں اور اگر کاٹنے والا مریض کی اجازت کے بغیر کاٹ دے جبکہ مریض عاقل، بالغ اور باشعور شخص تھا تو اس کے ذمے قصاص کی ادائیگی ہے اور اگر مریض مجنون اور فاتر العقل تھا اور اس کے ساتھ یہ معاملہ اس کے ولی کے علاوہ کسی اور شخص نے کیا ہے تو اس پر قصاص واجب ہے اور اگر اس کے ولی نے کیا ہے یا بادشاہ وقت نے کیا ہے تو دیت واجب ہے اور قصاص کے واجب ہونے کے متعلق دو قول ہیں۔

جب ڈاکٹر سے علاج میں غلطی ہو جائے اور بندہ یا عضو ضائع ہو جائے تو اس صورت میں ڈاکٹر کے برادری (عاقلہ) کے لوگوں پر دیت واجب ہوگی، امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: یہی حکم اس غیر معروف طبیب اور ڈاکٹر کا ہے جو عطائی (ڈاکٹر) ہو اور طبابت کے بارے میں اس کی معلومات مستند نہ ہوں بلکہ ادھر ادھر سے اخذ کردہ ہوں وہ بھی اپنے علاج سے کیے نقصان کی دیت بھرے گا۔ جناب عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو ایسے ہی طبیب بن کر علاج کرے اور طبابت اور علاج معالجے میں مشہور نہ ہو تو وہ ذمہ دار ہے۔'' (حسن، ابوداود: ٤٥٨٦، ابن ماجه: ٣٤٦٦، نسائی: ٤٨٣٠)

بادشاہ اگر کسی بالغ غیر مختون شخص کا، اس شخص سے اجازت لیے بغیر ختنہ کرادے اور وہ اسی میں مرجائے تو اس پر کوئی ضمانت نہیں کیونکہ ختنہ کرنا (بالغ اور مسلمان شخص پر) واجب ہے، الا یہ کہ وہ ختنہ موسموں کی رورعایت رکھے بغیر کیا گیا ہو اور سخت غفلت برتی گئی ہو مثلاً سخت سردی یا سخت گرمی کے موسم میں ختنہ کیا گیا ہو، جو جان لیوا ثابت ہوا تو اس کا تاوان بھرا جائے گا۔ اگر ایک شخص دوسرے کا ہاتھ کاٹ دیتا ہے، اور حاکم وقت قصاص میں مجرم کا مکمل ہاتھ کاٹ دیتا ہے تو خون ضائع ہو جانے کی بنا پر وہ شخص جس سے قصاص لیا گیا ہے ہلاک ہو جاتا ہے تو قصاص لینے والے پر کچھ عائد نہیں ہوتا، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر مکمل دیت واجب ہوتی ہے۔ امام حماد کا بھی یہی موقف ہے، امام ابو یوسفؒ نے کہا: ایسی صورت میں نصف دیت واجب ہوگی۔ ابراہیم اور حکم کا قول بھی یہی ہے۔

تمام ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ اگر چور کا ہاتھ کاٹا جائے اور خون نہ رکنے کی بنا پر اس کی موت واقع ہو جائے تو کسی پر کوئی ضمان نہیں۔ اگر دو گواہ کسی آدمی کے خلاف گواہی دے دیں کہ فلاں نے فلاں کو قتل کیا ہے یا اس کے فلاں عضو کو ناکارہ کر دیا ہے اور قاضی ان کی گواہی پر اعتماد کرتے ہوئے قصاص دلوا دے یا حد جاری کر دے اور اس قصاص یا حد کی ادائیگی میں حد لگنے والا جاں بحق ہو جائے بعد ازاں گواہ اپنے بیانات سے منحرف ہو جائیں۔ پھر اگر وہ کہیں کہ ہم نے ایسا جان بوجھ کر کیا ہے تو ان دونوں پر قصاص واجب ہے اور اگر وہ کہیں کہ ہم سے غلطی ہوئی ہے تو ان پر دیت ہے اہل رائے کہتے ہیں اگر گواہ، گواہی سے منحرف ہو جائیں تو ان پر دیت آئیگی قصاص نہیں۔ اگر دو گواہ قاضی کے روبرو اس بات کی گواہی دے ڈالیں کہ فلاں صاحب نے ہمارے سامنے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی ہے یا فلاں صاحب نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا ہے اور ان کی گواہی کے مطابق فیصلہ ہو جائے پھر وہ اپنی گواہی سے منحرف ہو جائیں تو ان پر واجب ہے کہ وہ عورت کے خاوند کو مہر مثل ادا کریں اور غلام کے مالک کو اس کی قیمت کی ادائیگی یقینی بنائیں یہ موقف تمام ائمہ کا اتفاقی موقف ہے۔ اور اس صورت میں بیوی اور غلام کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

اگر دو گواہ کسی مالی معاملے میں گواہی دیں اور اس کے مطابق فیصلہ ہو جائے پھر وہ اپنی گواہی سے منحرف ہو جائیں تو کیا گواہوں کو ان کی گواہی کے نتیجے میں ہونے والے مالی نقصان کو بھرنا ہوگا یا نہیں اس کے بارے میں اختلاف ہے، بعض اہل علم کا خیال ہے کہ گواہوں پر کوئی تاوان نہیں، یہ امام حکم اور امام شافعیؒ کا اظہر قول ہے کیونکہ مالی نقصان کا مداویٰ ممکن ہے حقیقت واضح ہو جانے کے بعد واپسی ہو سکتی ہے بخلاف طلاق اور آزادی کے کہ جھوٹی گواہی کے نتیجے میں فیصلہ صادر ہو جانے کے بعد واپسی نہیں ہو سکتی، نہ طلاق کی نہ آزادی کی۔

ایک قوم کا خیال ہے کہ گواہ قیمت کی ادائیگی کرنے کے پابند ہوں گے جس طرح آزادی میں غلام کی قیمت کی ادائیگی کا مسئلہ ہے، یہ موقف اہل رائے کا اور امام حماد کا ہے

(16)......بَابُ التَّعْزِيرِ

تعزیر کا بیان

(٢٦٠٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ......

عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((لا يُجْلَدُ فَوْقَ عَشْرِ جَلْدَاتٍ إِلَّا فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللّٰهِ۔))

سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کرتے تھے: ''اللہ کی متعینہ حدود کے علاوہ کسی جرم میں دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے جائیں۔''

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: لغت میں ''حد'' کے معنی روکنے اور منع کرنے کے ہیں۔ ''حداد'' دربان کو کہا جاتا ہے جو دروازے پر کھڑا ہو کر لوگوں کو اندر داخل ہونے سے روکتا ہے۔

تعزیر کا لغوی معنی بھی ''رکاوٹ'' ہی ہے۔ جب آپ کسی مجرم کو سزا دیں جس سے مطلوب یہ ہو کہ وہ دوبارہ ایسی حرکت نہ کرے تو اس کے لیے عربی زبان میں حد الجانی کا لفظ بولا جاتا ہے۔

اللہ کی حدود دو قسم کی ہیں، پہلی قسم ایسی حدود کی ہے جن کے قریب جانے سے روکا گیا ہے جیسے زنا وغیرہ، چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا﴾...... ''یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں، تم ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔'' (سورۂ بقرہ:١٨٧)

دوسری قسم ان حدود کی ہے جن کے قریب جانے میں کوئی مضائقہ نہیں البتہ ان سے آگے بڑھنا اور تجاوز کرنا جائز نہیں جیسے چار شادیاں کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا﴾...... ''یہ اللہ کی حدود ہیں خبردار ان سے آگے نہ بڑھنا۔'' (سورۂ بقرہ:٢٢٩)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: تعزیر کی مقدار کے متعلق اہل علم کے مابین اختلاف ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کہا کرتے تھے: آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے غلام کو کسی معصیت کا ارتکاب کرنے اور نماز ترک کرنے وغیرہ جیسے امور میں سزا دے لیکن دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے۔ جناب اسحاق بن راھویہ کی رائے بھی یہی ہے۔

امام شعبی رحمہ اللہ نے کہا: تعزیر کا اطلاق ایک کوڑے سے لے کر تیس کوڑوں کی سزا پر ہوتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: تعزیر کی سزا چالیس کوڑوں تک نہیں پہنچنی چاہیے تاکہ اللہ کی مقرر اور متعین سزاؤں (حدود) سے کہیں ہم آہنگ اور

(٢٦٠٩) أخرجه البخاري: ٦٨٤٨، ومسلم: ١٧٠٨

برابر نہ ہو جائے بلکہ کم ہی رہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے بعض شاگردوں نے نبی ﷺ کے فرمان کہ دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے جائیں اور امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کہ چالیس کوڑوں سے آگے نہ بڑھا جائے کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ لاٹھی کے ساتھ تو صرف دس درے ہی لگائے جائیں البتہ ہاتھوں، جوتیوں اور کپڑوں کے کناروں سے زیادہ مارا جاسکتا ہے یہ معاملہ حاکم یا قاضی کی رائے پر موقوف ہے۔

بعض اہل علم نے کہا: بیس کوڑوں سے زیادہ تعزیر نہ لگائی جائے اس لیے کہ بیس کوڑے کم ازکم حد ہیں اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ شراب نوشی میں غلام کی آدھی حد بیس (۲۰) کوڑے ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا: تعزیر غلام کے مطابق ہو، جرم بڑا ہے تو سزا بھی زیادہ ہو اور اگر جرم چھوٹا ہے تو سزا بھی تھوڑی دی جائے اور یہ کہ مجرم اسے کس حد تک برداشت کرسکتا ہے، یعنی اس میں اصل چیز مصلحت کو پیش نظر رکھنا ہے لیکن تعزیر اسی (۸۰) کوڑوں سے کم ہی ہو۔

ابن ابی لیلیٰ نے کہا: تعزیر پچھتر کوڑوں تک لگائی جاسکتی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: تعزیر جرم کے مطابق ہوا کرتی ہے اگر جرم بڑا اور سنگین ہے اور وہ تہمت لگانے سے بھی زیادہ بھیانک اور خطرناک ہے تو سو کوڑے اور اس سے زیادہ بھی مارے جاسکتے ہیں (یعنی معروف حدود کی مقدار سے زیادہ مارنا جائز ہے) ابوثور رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے کہ تعزیر جرم کے مطابق ہے، نیز مجرم کی نفسیاتی کیفیت کو بھی پیش نگاہ رکھا جائے۔ اگر وہ جرائم کا عادی، ڈھیٹ اور بے شرم ہے اور شر وفساد میں جلدی بڑھک جانے والا ہو تو سزا زیادہ دی جاسکتی ہے، خواہ حد سے متجاوز ہی کیوں نہ ہو جائے، مثلاً اس نے بلا وجہ اپنے غلام کو قتل کر دیا ہو یا اس کا کوئی عضو کاٹ دیا ہو تو ایسی صورت میں جرم کے حسب حال سزا دی جاسکتی ہے۔

اکثر فقہاء کا مذہب ہے کہ تعزیر کا مطلب ملامت کرنا اور ادب دینا ہے لہٰذا یہ کم ازکم حد سے نیچے ہی رہنی چاہیے، کیونکہ وہ جرم جس کے نتیجہ میں تعزیر واجب ہوتی ہے بہرحال ایسے جرم سے کم تر ہے جس پر حد کا وجوب ہوتا ہے۔

فائدہ: مقرر ومتعین سزاؤں (حدود) سے کم درجہ کی سزائیں جو مجرم کے لیے بطور ملامت سرزنش اور تنبیہ واصلاح کے ہوں، انہیں ''تعزیر'' کہتے ہیں، اس کی کوئی حد مقرر نہیں، یہ قاضی اور حاکم کی رائے پر موقوف ہے۔ (ع،س)

(30)......كِتَابُ السِّيَرِ وَالْجِهَادِ
سیّر اور جہاد کی کتاب

(1)......بَابُ فَضْلِ الْجِهَادِ
جہاد کی فضیلت کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔'' (سورۂ توبہ: ۱۱۱)

اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ o تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ .... ''کیا میں تمہیں وہ تجارت بتلا دوں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے؟ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔'' (الصّف: ۱۰،۱۱)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا﴾ .... ''یہ اس سبب سے ہے کہ ان کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو تھکان پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو کسی ایسی جگہ چلے جو کفار کے لیے موجب غیظ ہوا ہو اور دشمنوں کی جو کچھ خبر لی۔'' (التوبۃ: ۱۲۰)

(وَلَا يَنَالُوْنَ) ''اور جو دشمنوں کا نقصان کیا'' کہا جاتا ہے: اس نے دشمن کا مال اسباب حاصل کر لیا یعنی اس کا سامان لوٹ لیا اور جانور چھین لیے۔ نِلْتُ اور اَنَالُ کے الفاظ کا معنی ہے: میں نے حاصل کیا اور میں مقصد کو پہنچا۔

(٢٦١٠)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الشَّاهِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ صَالِحِ الْمُطَرِّزُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ......

(٢٦١٠) أخرجه البخاري: ٢٧٩٠، ٧٤٢٣

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ، وَأَقَامَ الصَّلَاةَ، وَصَامَ رَمَضَانَ، كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، جَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، أَوْ جَلَسَ فِي أَرْضِهِ الَّتِي هُوَ فِيهَا)) قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَفَلَا نُنْذِرُ النَّاسَ بِذَلِكَ، قَالَ: ((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللّٰهُ تَعَالَى لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِهِ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ، فَاسْأَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ، فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ، وَأَعْلَى الْجَنَّةِ، وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمَنِ، وَمِنْهُ تُفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جوشخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا، نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے، اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ اسے جنت میں داخل فرمائے، (خواہ) اس نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا یا اپنی آبادی میں رہا جہاں وہ رہائش پذیر ہے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگوں کو اس سے خبردار نہ کردیں؟ آپ نے جواب دیا: ''بلاشبہ جنت کی سو منزلیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان لوگوں کے لیے تیار کیا ہے جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں، دو منزلوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان ہے، پس جب تم اللہ سے سوال کرو تو اس سے جنت الفردوس کا سوال کرو۔ اس لیے کہ وہ افضل اور اعلیٰ جنت ہے، اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔''

(٢٦١١)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ يُوسُفَ الْجُوَيْنِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ شَرِيكٍ الشَّافِعِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ أَبُو بَكْرٍ الْجُورَبَذِيُّ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي أَبُو هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبُلِيِّ......

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((يَا أَبَا سَعِيدٍ! مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ)) قَالَ: فَعَجِبَ بِهَا أَبُو سَعِيدٍ، فَقَالَ: أَعِدْهَا عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! فَفَعَلَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابو سعید! جو شخص اللہ کے پروردگار ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہو گیا اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔'' راوی نے کہا: سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ اس بات سے بہت خوش ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! یہ بات مکرر

(٢٦١١) أخرجه مسلم: ١٨٨٤

((وَأُخْرَى يَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا الْعَبْدَ مِائَةَ دَرَجَةٍ فِى الْجَنَّةِ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الأَرْضِ)) فَقَالَ: وَمَا هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((الْجِهَادُ فِى سَبِيلِ اللّٰهِ ، الْجِهَادُ فِى سَبِيلِ اللّٰهِ۔))

فرمایئے، چنانچہ آپ نے ان کلمات کا اعادہ فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک اور عمل ہے جس سے اللہ تعالیٰ بندے کے سو درجے جنت میں بلند فرماتا ہے اور جنت کے دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔'' سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے، وہ کیا عمل ہے اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔''

(٢٦١٢)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ بْنِ جَعْفَرٍ الْخِرَقِيُّ ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الطَّيْسَفُونِيُّ ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِى سَبِيلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ الْقَانِتِ الصَّائِمِ الَّذِى لا يَفْتُرُ مِنْ صَلاةٍ ، وَلا صِيَامٍ حَتَّى يُرْجِعَهُ اللّٰهُ إِلَى أَهْلِهِ بِمَا يُرْجِعُهُ مِنْ غَنِيمَةٍ ، وَأَجْرٍ ، أَوْ يَتَوَفَّاهُ ، فَيُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ ، وَالَّذِى نَفْسِى بِيَدِهِ لَوْلا أَنْ يَشُقَّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِنْ قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّةٍ تَغْزُو فِى سَبِيلِ اللّٰهِ أَبَدًا ، وَلَكِنْ لا أَجِدُ سَعَةً ، فَأَحْمِلَهُمْ ، وَلا يَجِدُونَ سَعَةً ، فَيَتَّبِعُونِى ، وَلا تَطِيبُ أَنْفُسُهُمْ أَنْ يَقْعُدُوا بَعْدِى ، وَلَوَدِدْتُ أَنِّى أُقْتَلُ فِى سَبِيلِ اللّٰهِ ، ثُمَّ أُحْيَا ، ثُمَّ أُقْتَلُ ، ثُمَّ أُحْيَا ، ثُمَّ أُقْتَلُ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے مجاہد کی مثال اس شخص کی ہے جو بڑی توجہ اور یکسوئی سے نماز پڑھتا اور روزے رکھتا ہے، نماز ادا کرنے اور روزے رکھنے میں ذرا سستی نہیں کرتا (اور اس کا یہ سلسلہ یونہی جاری ہے) حتی کہ مجاہد کو اللہ تعالیٰ اپنے گھر واپس لے آئے، مال غنیمت اور اجر وثواب سمیت یا اسے فوت کر کے جنت میں داخل فرمادے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر یہ بات مومنوں کے لیے باعث مشقت نہ ہوتی تو میں کسی سریہ (چھوٹے لشکر) سے کبھی پیچھے نہ رہتا جو راہ خدا میں جنگ کے لیے نکلتا، لیکن اتنی وسعت میرے پاس نہیں کہ سب کو سواریاں فراہم کرسکوں اور نہ مومنوں کے

(٢٦١٢) أخرجه البخاري: ٢٧٩٧ ، ٢٨٨٧

پاس ہی اتنی گنجائش ہے (کہ وہ اپنے خرچ پر) میرے پیچھے آسکیں اور ان کے دل اس بات پر مطمئن نہ ہوں گے کہ وہ میرے بعد (گھروں میں) بیٹھے رہیں (اور میں انہیں چھوڑ کر جہاد پر روانہ نہ ہو جاؤں) اور البتہ میری شدید خواہش ہے کہ میں اللہ کے راستے میں شہید کر دیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کر دیا جاؤں، پھر زندہ کر دیا جاؤں اور پھر شہید کر دیا جاؤں۔''

شرح (كَمَثَلِ الْقَانِتِ) اس جملے میں القانت سے مراد نماز پڑھنے والا ہے۔اس کی دلیل حدیث کے بعد والے الفاظ ہیں کہ وہ نماز کی ادائیگی سے تھکتا نہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ﴾ ''بھلا جو شخص راتوں کے اوقات سجدے میں گزارتا ہو۔'' (الزمر: ۹) یعنی عبادت اور قیام اللیل کرتے ہوئے۔

(٢٦١٣)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَخْبَرَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَخْبرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الدَّائِمِ الَّذِي لا يَفْتُرُ مِنْ صِيَامٍ، وَلا صَلاةٍ حَتَّى يَرْجِعَ)) وَقَالَ: ((تَكَفَّلَ اللّٰهُ لِمَنْ جَاهَدَ فِي سَبِيلِهِ لا يُخْرِجُهُ مِنْ بَيْتِهِ إِلَّا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ، وَتَصْدِيقُ كَلِمَتِهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، أَوْ يُرْجِعَهُ إِلَى مَسْكَنِهِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ مَعَ مَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ، أَوْ غَنِيمَةٍ)) وَقَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ أَنْ أُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَأُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْيَا، فَأُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْيَا، فَأُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْيَا، فَأُقْتَلُ)) وَقَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِي

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے مجاہد کی مثال اس شخص کی ہے جو روزے رکھتا ہے اور مسلسل قیام کرتا ہے، روزے اور (نفل) نماز میں کوتاہی نہیں کرتا حتی کہ وہ (مجاہد) واپس لوٹ آئے'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والے کے لیے جو اپنے گھر سے صرف جہاد فی سبیل اللہ اور اس کے کلمے کی تصدیق وتائید کے لیے ہی نکلتا ہے، ذمہ داری لے لی ہے (اگر اسے شہادت دے گا تو) کہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ یا پھر زندہ وسلامت گھر ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ واپس کرے گا۔'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری

(٢٦١٣) أخرجه البخاري: ٢٧٩٧، ٢٧٨٧، ٢٨٠٣، ومسلم: ١٨٧٦

بِيَـدِهِ لا يُـكْـلَـمُ أَحَـدٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ، وَاللّٰهُ أَعْـلَـمُ بِـمَـنْ يُكْلَمُ فِي سَبِيلِهِ ، إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْـقِيَـامَةِ ، وَجُـرْحُـهُ يَثْعَبُ دَمًا ، اللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ ، وَالرِّيحُ رِيحُ الْمِسْكِ۔))

جان ہے! میں پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کے راستے میں لڑائی کروں اور قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں'' اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ کے راستے میں جو بھی زخم کھاتا ہے......اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون اس کے راستے میں زخم اٹھاتا ہے، وہ قیامت والے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا۔ اس کا رنگ تو خون والا ہوگا لیکن خوشبو کستوری والی ہوگی۔''

شرح (وجرحه يثعب دما) ''اس سے خون پھوٹ رہا ہوگا'' ثعبت الماء ، فانتعب کا معنی ہے: میں نے پانی نکالا اور پانی پھوٹ پڑا۔

(٢٦١٤)۔ أَخْبَـرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّاوُدِيُّ ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ بْنُ مُـحَـمَّـدِ بْـنِ مُـوسَـى بْـنِ الـصَّلْتِ ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْهَاشِمِيُّ ح وَأَخْبَـرَنَـا أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الشِّيرَزِيُّ ، أَخْبَرَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ......

عَـنْ أَبِـي هُـرَيْرَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَوْلا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي ، لأَحْبَبْتُ أَنْ لا أَتَـخَلَّفَ خَلْفَ سَرِيَّةٍ تَخْرُجُ فِـي سَبِيـلِ الـلّٰهِ ، وَلَكِنْ لا أَجِدُ مَا أَحْمِلُهُمْ عَـلَيْـهِ ، وَلا يَـجِـدُونَ مَـا يَتَحَمَّلُونَ عَلَيْهِ ، وَيَشُـقُّ عَـلَيْهِمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوا بَعْدِي ، فَوَدِدْتُ أَنِّـي أُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ، فَأُقْتَلُ ، ثُمَّ أُحْيَا ، ثُمَّ أُقْتَلُ ، ثُمَّ أُحْيَا ، ثُمَّ أُقْتَلُ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میری امت پر یہ امر باعث مشقت نہ ہوتا تو میں کسی سریہ (مجاہدین کا ایک چھوٹا دستہ جس کی تعداد زیادہ سے زیادہ چالیس ہو) سے جو اللہ کی راہ میں نکلتا شرکت سے پیچھے نہ رہتا۔ لیکن میرے پاس سواری کے اتنے اونٹ نہیں ہیں کہ میں ان کو سوار کر کے چلوں اور لوگوں کے پاس بھی اتنی گنجائش نہیں کہ خود سواریوں کا بندوبست کر لیں اور یہ مجھ پر بہت مشکل ہے کہ میرے ساتھی مجھ سے پیچھے رہ جائیں۔''

(٢٦١٤) أخرجه البخاري: ٢٩٧٢ ، ومسلم: ١٨٧٦

میری تو یہ خوشی ہے کہ اللہ کے راستے میں میں جہاد کروں اورشہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں۔''

(٢٦١٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْبَغَوِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَخْبَرَنَا أَبُو غَسَّانَ هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ......

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((رَوْحَةٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، أَوْ غَدْوَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَمَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔))

سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے: ''اللہ کے راستے میں شام کو جانا یا صبح جانا دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے، سے بہتر ہے اور جنت میں ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے، سے بہتر ہے۔''

(٢٦١٦)۔ أنا أَبُو صَالِحٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْمُؤَذِّنُ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الصَّيْدَلانِيُّ، حَدَّثَنَا الأَصَمُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي طَالِبٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ......

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَغُدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔))

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں گزرنے والی ایک صبح یا ایک شام دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے، سے بڑھ کر ہے۔''

٢٦١٧)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ يُوسُفَ الْجُوَيْنِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ شَرِيكٍ الشَّافِعِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ أَبُو بَكْرٍ الْجُورَبَذِيُّ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ شُرَيْحٍ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ السِّمْطِ......

عَنْ سَلْمَانَ الْخَيْرِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

سیدنا سلمان الخیر (فارسی) رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

(٢٦١٥) أخرجه البخاري: ٢٧٩٤، ٢٨٩٢، ومسلم: ١٨٨١

(٢٦١٦) أخرجه البخاري: ٢٧٩٢، ٢٧٩٦، ومسلم: ١٨٨٠

(٢٦١٧) أخرجه مسلم: ١٩١٣

((مَنْ رَابَطَ يَوْمًا ، وَلَيْلَةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ، كَانَ لَهُ أَجْرُ صِيَامِ شَهْرٍ مُقِيمٍ ، وَمَنْ مَاتَ مُرَابِطًا جَرَى لَهُ مِثْلُ ذٰلِكَ الأَجْرِ ، وَأُجْرِيَ عَلَيْهِ الرِّزْقُ ، وَأُومِنَ مِنَ الْفَتَّانِ۔))

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اللہ کے راستے میں ایک دن رات سرحد کا پہرادیا، اسے پورے ایک ماہ کے روزوں کا ثواب ملے گا اور جو شخص مورچہ بند حالت میں فوت ہوتا ہے تو اس کا وہ عمل برابر جاری رہتا ہے اور اس کے حصے کا ثواب مسلسل چلتا رہتا ہے اور وہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔''

شرح: امام قتیبی رحمہ اللہ نے کہا: المرابطہ سے مراد گھوڑے پالنا اوران کی دیکھ بھال کرنا ہے، اسی سے یہ لفظ سرحد کی حفاظت کے لیے گھوڑے لے کر دشمن کے مقابل موجود رہنے کے لیے استعمال ہونے لگا (پھر مزید وسعت کے طور پر یہ لفظ دشمن کے مقابلے میں مورچہ بندی کے طور پر بولا جانے لگا۔ از مترجم)

اور جہاں محافظ کھڑا ہوتا اور چوکی پہرہ دیتا ہے اس جگہ کو''رباط'' کہا جانے لگا۔ سیدنا فضالہ بن عبید سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((كُلُّ مَيِّتٍ يُخْتَمُ عَلَى عَمَلِهِ إِلَّا الَّذِي مَاتَ مُرَابِطًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ، فَإِنَّهُ يُنَمَّى لَهُ عَمَلُهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، وَيَأْمَنُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ۔)) قَالَ: وَسَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، يَقُولُ: ((اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ۔))...... ''ہر مرنے والے کا عمل (اس کے مرنے پر) ختم ہو جاتا ہے، مگر مورچہ بند حالت میں فوت ہونے والے کا عمل قیامت تک کے لیے بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کے عذاب سے (یا منکر ونکیر کے سوال وجواب) سے امن میں رہتا ہے۔'' راوی نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے: ''مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرتا ہے۔'' (صحیح، ابوداود: ۲۵۰۰، ترمذی: ۱۶۲۱)

سیدنا عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ۔))...... ''بلاشبہ جنت کے دروازے تلواروں کے سائے میں ہیں۔'' (صحیح مسلم: ۱۹۰۲)

(۲۶۱۸)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ......

حَدَّثَنَا عَبَايَةُ بْنُ رِفَاعَةَ ، قَالَ: أَدْرَكَنِي أَبُو عَبْسٍ ، وَأَنَا أَذْهَبُ إِلَى الْجُمُعَةِ ، فَقَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

جناب عبایہ بن رفاعہ کہتے ہیں، میں جمعہ کی ادائیگی کے لیے (مسجد) جا رہا تھا کہ مجھے سیدنا ابو عبس رضی اللہ عنہ ملے۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی اقدس ﷺ سے سنا آپ فرما رہے

(۲۶۱۸) أخرجه البخاري: ۹۰۷، ۲۸۱۱

((مَـنِ اغْبَـرَّتْ قَدَمَاهُ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ ، حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَی النَّارِ۔)) تھے: ''جس شخص کے قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوئے اس پر اللہ نے جہنم کی آگ کو حرام کر دیا ہے۔''

شرح سیدنا ابوعبس رضی اللہ عنہ کا نام عبدالرحمان بن جبر ہے۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے: ((مَنْ قَاتَلَ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ ، فَقَدْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ۔)) ''اگر کسی نے اونٹنی کو دوبارہ دوہنے کے وقفہ کے برابر بھی قتال کیا تو اس کے لیے جنت واجب ہے۔'' (صحیح، ابوداود: ۲۵۴۱، ترمذی: ۱۶۵۷، نسائی: ۱۴۱۳، ابن ماجہ: ۲۷۹۲)

(الــفُـوَاق) اونٹنی کا ایک بار دوہنے کے بعد چند منٹ کے لیے وقفہ دیا جاتا ہے اور پھر دوبارہ دوہتے ہیں اس درمیانی وقفے کو ''فواق'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۲۶۱۹)۔ أَخْبَرَنَـا أَحْـمَـدُ بْـنُ عَبْـدِ الـلّٰـهِ الـصَّـالِـحِیُّ ، حَدَّثَنَا أَبُو سَعِیدٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَی الـصَّیْـرَفِـیُّ ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَکَمِ ، أَخْبَرَنَا أَبِی ، وَشُـعَیْـبٌ ، قَالا: نا اللَّیْثُ ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الشِّیرَزِیُّ ، أَخْبَرَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْـمَـدَ ، حَـدَّثَنَا أَبُو بَکْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ الْقُهُسْتَانِیُّ ، حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ السِّنْدِیِّ ، حَدَّثَنَا أَبُو صَـالِـحٍ ، حَـدَّثَنِی اللَّیْثُ ، عَنْ یَزِیدَ بْنِ الْهَادِ ، عَنْ سُهَیْلِ بْنِ أَبِی صَالِحٍ ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ أَبِی یَزِیدَ ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ اللَّجْلاجِ......

عَـنْ أَبِی هُرَیْرَةَ ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی الـلّٰـهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لا یَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِی سَبِیـلِ الـلّٰـهِ ، وَدُخَانُ جَهَنَّمَ فِی جَوْفِ عَبْدٍ أَبَدًا ، وَلا یَجْتَمِعُ الشُّحُّ ، وَالإِیمَانُ فِی قَلْبِ عَبْدٍ أَبَدًا۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: ''کسی شخص کے پیٹ میں اللہ کے راستے کا غبار اور جہنم کا دھواں (دونوں) جمع نہیں ہوسکتے اور نہ کسی بندے کے پیٹ میں بخل اور ایمان ہی جمع ہوسکتے ہیں۔''

(۲۶۲۰)۔ حَـدَّثَـنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِیُّ ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَیْنِ بْنُ بِشْرَانَ ، حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْـنُ مُـحَـمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ الْمِصْرِیُّ ، حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ کَامِلٍ ، أَخْبَرَنَا زُهَیْرُ بْنُ عَبَّادٍ ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ هِلالٍ ، عَنِ الْمَسْعُودِیِّ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ عِیسَی بْنِ طَلْحَةَ......

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: ((عَیْنَانِ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

(۲۶۱۹) صحیح ......أخرجه النسائی: ۳۱۱۰، ۳۱۱۱، وابن ماجه: ۲۷۷٤

(۲۶۲۰) صحیح ......أخرجه الترمذی: ۱۶۳۹، والنسائی: ۳۱۱٤

لا تَمَسُّهُمَا النَّارُ: عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ، وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ.))

فرمایا: ''دو قسم کی آنکھیں دوزخ (کی آگ) سے محفوظ ہوں گی: ایک وہ آنکھ جو اللہ کی خشیت سے پرنم ہوئی، دوسری وہ آنکھ جو اللہ کے راستے میں رات بھر پہرہ دیتی رہی۔''

(٢٦٢١)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الْخِرَقِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الطَّيْسَفُونِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنِ الْعَلاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لا يَجْتَمِعُ كَافِرٌ، وَقَاتِلُهُ فِي النَّارِ أَبَدًا.))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کافر اور اس کا قاتل (دونوں) دوزخ میں اکٹھے نہیں ہوں گے۔''

شرح **فائدہ**: یہ تب ہے جب قاتل کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

(٢٦٢٢)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ......

أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ حَدَّثَهُ، قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مُؤْمِنٌ مُجَاهِدٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِنَفْسِهِ، وَمَالِهِ)) قَالُوا: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ((مُؤْمِنٌ فِي شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ يَتَّقِي اللّٰهَ، وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ.))

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول! کون شخص سب سے افضل ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ مومن جو اللہ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اس کے بعد کون؟ فرمایا: ''وہ مومن جو پہاڑ کی کسی گھاٹی میں رہنا اختیار کرے، اللہ تعالیٰ کا خوف اور تقویٰ رکھتا ہو اور لوگوں سے کنارہ کش ہو کر اپنی برائی سے ان کو محفوظ رکھے۔''

(٢٦٢٣)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو صَالِحٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْمُؤَذِّنُ، أَخْبَرَنَا الْحَاكِمُ أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الْحَافِظُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ الأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

(٢٦٢١) أخرجه مسلم: ١٨٩١ (٢٦٢٢) أخرجه البخاري: ٢٧٨٦، ومسلم: ١٨٨٨

(٢٦٢٣) أخرجه مسلم: ١٨٨٩

عَبْدِالْحَكَمِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِی أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اللَّيْثِيُّ، عَنْ بَعْجَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَدْرٍ الْجُهَنِيِّ......

عَـنْ أَبِـى هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَـلَيْـهِ وَسَـلَّـمَ، أَنَّـهُ قَالَ: ((مِنْ خَيْرِ مَنَازِلِ النَّاسِ حَابِسٌ نَفْسَهُ، وَفَرَسَهُ فِی سَبِيلِ اللّٰهِ، يَـلْتَـمِـسُ الْـمَوْتَ، أَوِ الْقَتْلَ فِی مَظَانِّهِ، أَوْ رَجُـلٌ فِـی غُـنَيْـمَةٍ لَـهُ فِی رَأْسِ شَعَفٍ مِنَ الشِّـعْـبِ، أَوْ فِی بَطْنِ وَادٍ مِنَ الْأَوْدِيَةِ يُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَيُـؤْتِـى الـزَّكَاةَ، وَيَعْبُدُ رَبَّهُ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْيَقِينُ، لَيْسَ مِنَ النَّاسِ إِلَّا فِی خَيْرٍ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگوں میں سے بہترین مقام ومرتبہ والا شخص وہ ہے جس نے اپنے آپ کو اور اپنے گھوڑے کو اللہ کے راستے میں وقف کررکھا ہے، وہ موت یا قتل (شہادت) کے مواقع تلاش کرتا ہے یا وہ شخص جو چند بکریوں کے ساتھ کسی پہاڑی کی چوٹی پر مقیم ہے یا کسی وادی میں ڈیرے ڈالے ہوئے ہے، وہ مرتے دم تک نماز ادا کرتا ہے، زکاۃ ادا کرتا ہے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں مستغرق رہتا ہے تو ایسا شخص لوگوں کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔''

شرح ایک روایت میں (فِـي شِـعْـبٍ مِـنَ الشِّـعَـابِ) کے الفاظ ہیں۔ ہر چیز کے بلند حصے کو ''شَعَفٌ'' کہتے ہیں۔

ایک روایت میں الفاظ کچھ اس طرح ہیں: ''وہ شخص جس نے اللہ کے راستے میں اپنی سواری کی لگام کو تھاما ہوا ہے جب بھی وہ کسی خطرے یا فریادرسی (گھبراہٹ) کی اطلاع پاتا ہے تو اس کی پیٹھ پر بیٹھ کر برق رفتاری سے ادھر جاتا ہے، وہ قتل اور موت کو اس کے مقامات سے تلاش کرتا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۱۸۸۹)

(اَلْهَيْعَةُ) گھبراہٹ پر مبنی آواز، دشمن سے خوف زدہ شخص کی لرزہ خیز آواز۔ بزدل شخص کو رجل هائع لائع کہتے ہیں۔

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِنَّ سِيَـاحَةَ أُمَّتِـی الْـجِـهَـادُ فِی سَبِيلِ اللّٰهِ۔))......''بلاشبہ میری امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔'' (حسن، ابوداود: ۲٤۸٦)

(2)...... بَابُ ثَوَابِ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا أَوْ أَنْفَقَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ

مجاہد کا سامان تیار کرنے والے یا راہ خدا میں خرچ کرنے والے کا اجر وثواب

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ کے راستے میں خرچ کرو۔'' (سورۂ بقرہ: ۱۹۵)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِكُمْ﴾ ..... ''اور اللہ کی راہ میں اپنے مال سے جہاد کرو۔'' (الصف: ۱۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً﴾ ..... ''اور جو کچھ چھوٹا (بڑا) انہوں نے خرچ کیا۔'' (التوبۃ: ۱۲۱)

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:((مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ دَعَاهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ، كُلُّ خَزَنَةِ بَابٍ، أَيْ: فُلُ هَلُمَّ۔)) ......''جس شخص نے اللہ کی راہ میں کسی چیز کا ایک جوڑا خرچ کیا تو اسے جنت کے داروغے بلائیں گے، جنت کے ہر دروازے کا داروغہ (اپنی طرف) بلائے گا کہ اے فلاں! اس دروازے سے آ۔''

(صحیح بخاری: ۲۸۴۱، ۳۲۱۶، صحیح مسلم: ۱۰۲۷)

(۲۶۲۴)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ، حَدَّثَنِي يَحْيَى، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ، حَدَّثَنِي بُسْرُ بْنُ سَعِيدٍ......

حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَقَدْ غَزَا، وَمَنْ خَلَّفَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِخَيْرٍ، فَقَدْ غَزَا۔))

سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اللہ کی راہ میں نکلنے والے مجاہد کا سامان تیار کیا اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے مجاہد کے جانے کے بعد اس کے گھر بار کی خبر گیری کی اس نے بھی جہاد کیا۔''

شرح: سیدنا خریم بن فاتک اسدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((مَنْ أَنْفَقَ نَفَقَةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، كُتِبَ لَهُ سَبْعُ مِائَةِ ضِعْفٍ۔)) ......''جس شخص نے اللہ کی راہ میں کچھ بھی خرچ کیا تو وہ اس کے لیے سات سو گنا لکھا جائے گا۔'' (صحیح، ترمذی: ۱۶۲۵، نسائی: ۳۱۸۶)

(۲۶۲۵)۔ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْجُلُودِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ الْحَجَّاجِ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ، أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ......

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ بِنَاقَةٍ مَخْطُومَةٍ، فَقَالَ: هٰذِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَبْعُمِائَةِ نَاقَةٍ كُلُّهَا مَخْطُومَةٌ۔))

سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نکیل والی (عمدہ) اونٹنی لے کر آیا اور عرض کی: یہ اللہ کی راہ میں قبول فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہیں کو اس اونٹنی کے بدلے قیامت والے دن سات سو اونٹنیاں ملیں گی جو سب کی سب نکیل والی ہوں گی۔''

(۲۶۲۴) أخرجه البخاری: ۲۸۴۳، ومسلم: ۱۸۹۵

(۲۶۲۵) أخرجه مسلم: ۱۸۹۲

شرح: سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگ جہاد کے نام پر رقم (چندہ) وصول کر لیتے ہیں مگر اس سے جہاد نہیں کرتے، جس نے اس طرح کیا تو ہم پورا حق رکھتے ہیں کہ اس سے اتنی رقم وصول کر لیں۔

جناب طاؤس اور مجاہد نے کہا: جب آپ کو اللہ کے راستے میں (یعنی جہاد کے لیے) نکلنے کے لیے رقم دے دی جائے، تو آپ جہاں چاہیں اسے خرچ کریں خواہ اپنے گھر والوں کی ضروریات کے لیے انہیں دے جائیں۔

جناب نافع سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا طرزِ عمل بیان کرتے ہیں کہ وہ جب کسی غزوہ میں جانے والے شخص کو کچھ دیتے تو ساتھ ہی کہہ دیتے: جب آپ اپنے جہادی سفر میں وادی القری تک چلے جائیں تو پھر آپ کو اختیار ہے اس رقم کو جہاں چاہیں صرف کریں۔ جناب سعید بن المسیب رحمہ اللہ جب کسی جہاد میں جانے والے شخص کو کچھ دیتے تو اسے کہہ دیتے: جب آپ مقام جہاد میں پہنچ جائیں تب اسے کام میں لانا۔

(3)......بَابُ النِّيَّةِ فِي الْجِهَادِ

جہاد کرنے میں نیت (نیک ہونی چاہیے)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ﴾ .... ''تم میں سے بعض دنیا چاہتے تھے اور بعض کا ارادہ آخرت کا تھا۔'' (آل عمران: ۱۵۲) نیز اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّا تَّبَعُوْكَ﴾ .... ''اگر جلد وصول ہونے والا مال واسباب ہوتا اور ہلکا سا سفر ہوتا تو یہ ضرور آپ کے پیچھے ہو لیتے۔'' (التوبۃ: ۴۲)

''عَرَضًا قَرِيْبًا'' سے مراد مالِ غنیمت ہے جس کا ملنا سہل الحصول ہو اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔''

(٢٦٢٦)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا حَاجِبُ بْنُ أَحْمَدَ الطُّوسِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ......

عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ الرَّجُلِ يُقَاتِلُ شَجَاعَةً، وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً، وَيُقَاتِلُ رِيَاءً، فَأَيُّ ذَلِكَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ایک شخص شجاعت وبسالت کے اظہار کے لیے لڑتا ہے، دوسرا حمیت اور غیرت کے لیے لڑتا ہے، تیسرا ریاکاری (ناموری) کے لیے لڑتا ہے تو ان میں سے اللہ کے راستے میں کون لڑتا ہے؟

(٢٦٢٦) أخرجه البخاري: ١٢٣، ٢٨١٠، ٣١٢٦، ومسلم: ١٩٠٤

كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا، فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ۔)) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس ارادے سے جنگ میں شریک ہوتا کہ اللہ کا کلمہ بلند رہے صرف وہی اللہ کے راستے میں لڑتا ہے۔''

(4)......بَابُ ثَوَابِ الشَّهَادَةِ

شہادت کا اجر وثواب

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ﴾ .... ''کہہ دیجئے کہ تم ہمارے بارے میں جس چیز کا انتظار کررہے ہو وہ دو بھلائیوں میں سے ایک ہے۔'' (التوبۃ: ۵۲) یعنی کامیابی یا شہادت، حسنیین کا لفظ مؤنث آیا ہے کیونکہ اس سے مراد دو خصلتیں ہیں کہ ان دونوں میں سے جو چیز بھی ہمیں حاصل ہو، ہمارے لیے حسنہ (بھلائی) ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا﴾ .... ''جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھو۔'' (آل عمران: ۱۶۹)

بعض کے نزدیک شہید کو شہید کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ ان کی روحیں جنت دارالسلام میں رکھ کر لوٹا دی جاتی ہیں جبکہ باقی لوگوں کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہوتا ان کی روحیں قیامت والے دن ہی لوٹائی جائیں گی۔ بعض کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ان کی روحیں جنت میں جاتی ہیں تو وہاں اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو موجود پاتی ہیں۔ بعض کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ راہ جہاد میں مرنے والوں کی روحیں گزشتہ امتوں کے انبیاء کرام کے تبلیغ کرنے اور رسالت کا حق ادا کرنے کی گواہی دیں گی جب ان کی تبلیغ سے ان کی امتیں انکار کریں گی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ .... ''تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔'' (سورۂ بقرہ: ۱۴۳)

(یاد رہے! لفظ شہید کے لغوی معنی گواہی دینے اور موجود ہونے کے ہیں۔ ع، س)

(۲۶۲۷)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو حَامِدٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عُمَرَ بَكْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُزَنِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَفِيدُ الْعَبَّاسِ بْنِ حَمْزَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ الْفَضْلِ الْبَجَلِيُّ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ......

حَدَّثَنَا أَنَسٌ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَحَدٌ يَسُرُّهُ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا، وَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَّا الشَّهِيدُ،

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی جنتی بھی ایسا نہ ہوگا جو دنیا میں لوٹنا پسند کرے گا خواہ اسے دس گنا دنیا مل جائے البتہ شہید دنیا میں دوبارہ آنا

(۲۶۲۷) أخرجه البخاري: ۲۸۱۷، ومسلم: ۱۸۷۷

فَإِنَّهُ وَدَّ لَوْ أَنَّهُ رَجَعَ إِلَى الدُّنْيَا، فَاسْتُشْهِدَ لِمَا رَأَى مِنَ الْفَضْلِ۔))

پسند کرتا ہے کہ وہ دوبارہ اللہ کی راہ میں شہید کیا جائے۔ یہ آرزو وہ اس لیے کرتا ہے کہ شہادت کی فضیلت کا وہ مشاہدہ کرلیتا ہے۔''

(٢٦٢٨)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْخِرَقِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الطَّيْسَفُونِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ......

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَا مِنْ عَبْدٍ يَمُوتُ لَهُ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ يُحِبُّ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا، وَأَنَّ لَهُ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا إِلَّا الشَّهِيدُ، لِمَا يَرَى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ، فَإِنَّهُ يُحِبُّ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا، فَيُقْتَلُ مَرَّةً أُخْرَى۔))

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی مرنے والا بندہ، جس کو اللہ کے ہاں اچھا مقام ہے، دنیا میں لوٹنا پسند نہیں کرتا خواہ اسے ساری دنیا مل جائے سوائے شہید کے کہ وہ دنیا میں دوبارہ آنا پسند کرتا ہے تاکہ وہ دوبارہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے، یہ آرزو وہ اس لیے کرتا ہے کہ شہادت کی فضیلت کا وہ مشاہدہ کرلیتا ہے۔''

(٢٦٢٩)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، حَدَّثَنَا حَاجِبُ بْنُ أَحْمَدَ الطُّوسِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ......

عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: سَأَلْنَا عَبْدَ اللّٰهِ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ قَالَ: أَمَا إِنَّا قَدْ سَأَلْنَا عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: أَرْوَاحُهُمْ كَطَيْرٍ خُضْرٍ تَسْرَحُ فِي أَيِّهَا شَائَتْ، ثُمَّ تَأْوِي إِلَى قَنَادِيلَ مُعَلَّقَةٍ بِالْعَرْشِ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذِ اطَّلَعَ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ اطِّلَاعَةً، فَقَالَ: سَلُونِي مَا شِئْتُمْ،

جناب مسروق کہتے ہیں: ہم نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی بابت پوچھا ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ .... ''جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزیاں دیئے جاتے ہیں۔'' (آل عمران: ١٦٩) تو انہوں نے کہا: ہم نے اس کے بارے میں (نبیٔ کریم ﷺ سے) دریافت کیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا:

(٢٦٢٨) أخرجه البخاري: ٢٨١٧، ومسلم: ١٨٧٧

(٢٦٢٩) أخرجه مسلم: ١٨٨٧

فَقَالُوا: يَا رَبُّ، كَيْفَ نَسْأَلُكَ وَنَحْنُ نَسْرَحُ فِي الْجَنَّةِ فِي أَيِّهَا شِئْنَا، فَلَمَّا رَأَوْا أَلَّا يُتْرَكُوا مِنْ أَنْ يُسْأَلُوا، قَالُوا: نَسْأَلُكَ أَنْ تَرُدَّ أَرْوَاحَنَا إِلَى أَجْسَادِنَا فِي الدُّنْيَا، نُقْتَلُ فِي سَبِيلِكَ، قَالَ: فَلَمَّا رَأَى أَنَّهُمْ لا يَسْأَلُونَ إِلَّا هَذَا تُرِكُوا۔

''ان شہداء کی روحیں سبز پرندوں میں داخل کر دی جاتی ہیں اور وہ جنت میں کھاتی پھرتی اور اس کی نعمتوں سے متمتع ہوتی ہیں، پھر عرش کے ساتھ معلق فانوسوں میں آ کر قرار حاصل کرتی ہیں، وہ اسی حالت میں ہوں گی کہ ان کا رب ان کی جانب متوجہ ہو کر کہے گا کہ جو چاہتے ہو مجھ سے مانگ لو؟ وہ جواب دیں گے: اے پروردگار! ہم کیسے کسی چیز کا مطالبہ کر سکتے ہیں اور ہم (پہلے ہی) جنت میں جہاں چاہتے ہیں اڑتے پھرتے ہیں، جب انہوں نے محسوس کیا کہ ان سے بار بار دریافت کیا جاتا رہے گا تو انہوں نے عرض کیا، ہم چاہتے ہیں کہ تو ہماری روحیں ہمارے جسموں میں دوبارہ لوٹا دے تاکہ ہم تیرے راستے میں قتل ہوں، چنانچہ جب اللہ نے ان سے یہ اقرار لے لیا کہ انہیں کچھ ضرورت نہیں تو ان سے سوال کرنا بند کر دیا۔''

شرح ایک سند سے یہ الفاظ منقول ہیں: ((أَرْوَاحُهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ فِي الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ۔)) ......''ان کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے پیٹیوں میں داخل کر دی جاتی ہیں اور وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں اڑتے پھرتے ہیں۔'' (صحیح مسلم: ۱۸۸۷)

یہ الفاظ بھی مروی ہیں: ((أَرْوَاحُ الشُّهَدَاءِ فِي حَوَاصِلِ طَيْرٍ خُضْرٍ تَعْلَقُ فِي الْجَنَّةِ۔)) ......''شہداء کی روحیں سبز رنگ پرندوں کے سینوں میں ہیں جو جنت میں رہائش ہیں۔''

(صحیح، ترمذی: ۱٦٤۱)

(۲٦۳۰)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، أَخْبَرَنَا أَبُو طَاهِرٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَحْمِشٍ الزِّيَادِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْقَطَّانُ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ الدَّارَبَجَرْدِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِي، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلانَ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

(۲٦۳۰) حسن ......أخرجه النسائی: ۳۱٦۱، والترمذی: ۱٦٦۸، وابن ماجه: ۲۸۰۲

((الشَّهِيدُ لا يَجِدُ أَلَمَ الْقَتْلِ إِلَّا كَمَا يَجِدُ أَحَدُكُمْ أَلَمَ الْقَرْصَةِ.))

فرمایا: ''شہید شخص قتل ہونے کی تکلیف اس قدر محسوس کرتا ہے جس قدر تم میں سے ایک شخص چیونٹی کے کاٹنے کی تکلیف محسوس کرتا ہے۔''

(٢٦٣١)- أَخْبَرَنَا حَسَّانُ بْنُ سَعِيدٍ الْمَنِيعِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو طَاهِرٍ الزِّيَادِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْقَطَّانُ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ السُّلَمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ......

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: نا أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((كُلُّ كَلْمٍ يُكْلَمُهُ الْمُسْلِمُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ يَكُونُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهَا إِذَا طُعِنَتْ تَفَجَّرُ دَمًا، اللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ، وَالْعَرْفُ عَرْفُ الْمِسْكِ.))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر وہ زخم جو ایک مسلمان کو اللہ کی راہ میں پہنچتا ہے قیامت والے دن وہ اپنی اصلی صورت میں ہوگا جب کہ نیزہ لگا تھا اس سے خون پھوٹ رہا ہوگا اس کے خون کا رنگ تو خون جیسا ہی ہوگا لیکن اس سے کستوری کی خوشبو آرہی ہوگی۔''

شرح (أَلْكَلْمُ) ''زخم'' (أَلْعَرْفُ) ''عمدہ خوشبو'' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿عَرَّفَهَا لَهُمْ﴾ ..... ''اس جنت کو ان کے لیے مہکا دیا جائے گا۔'' (محمد: ٦) اور جنت وجہنم کے مابین موجود مقام کو اعراف کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہاں موجود افراد (یعنی وہاں رہتے ہوئے جنت کی خوشبو سونگھیں گے اور مشام جان معطر کریں گے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَا مِنْ غَازِيَةٍ، أَوْ سَرِيَّةٍ تَغْزُو فَتَغْنَمُ، وَتَسْلَمُ إِلَّا كَانُوا قَدْ تَعَجَّلُوا ثُلُثَيْ أُجُورِهِمْ، وَمَا مِنْ غَازِيَةٍ، أَوْ سَرِيَّةٍ تُخْفِقُ، وَتُصَابُ إِلَّا تَمَّ أُجُورُهُمْ.)) ...... ''جو لشکر یا فوج کا دستہ جہاد کرے پھر غنیمت حاصل کرے اور سلامت رہے تو گویا اس کو آخرت کے ثواب میں سے دو حصے دنیا میں ہی مل گئے اور جو لشکر یا فوج کا دستہ خالی ہاتھ آئے اور نقصان اٹھائے (یعنی زخمی ہو، مارا جائے) تو اس کو آخرت میں پورا ثواب ملے گا۔'' (مسلم: ١٩٠٦)

(الاخفاق) کہ لشکر غزوہ کرے اور بغیر غنیمت کے ناکام واپس لوٹے، کسی مقصد کے لیے جانے والا جب ناکام اور بے نیل مرام واپس آئے تو اس کیفیت کو ''اخفق'' کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(5)...... باب

بَابٌ:

(٢٦٣٢)- أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَخْبَرَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ،

(٢٦٣١) أخرجه البخاري: ٢٣٧، ٢٨٠٣، ٥٥٣٣، ومسلم: ١٨٧٦

(٢٦٣٢) أخرجه البخاري: ٢٨٢٦، ومسلم: ١٨٩٠

أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((يَضْحَكُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِلَى رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ أَحَدُهُمَا الآخَرَ، كِلاهُمَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ، يُقَاتِلُ هٰذَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلُ، ثُمَّ يَتُوبُ اللّٰهُ عَلَى الْقَاتِلِ، فَيُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيُسْتَشْهَدُ.))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ دو انسانوں کے بارے میں ہنستا ہے ان میں سے ایک دوسرے کو قتل کر دیتا ہے وہ دونوں جنت میں داخل ہوجاتے ہیں۔ ایک شخص اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے، قتل ہوجاتا ہے پھر (قاتل اسلام لے آتا ہے تو) اللہ قاتل کی توبہ قبول کرلیتا ہے اور وہ (میدان کارزار میں) شہید ہوجاتا ہے۔''

(٢٦٣٣)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ بِشْرَانَ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّفَّارُ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ الرَّمَادِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ حَسَّانُ بْنُ سَعْدٍ الْمَنِيعِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو طَاهِرٍ الزِّيَادِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْقَطَّانُ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ السُّلَمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ......

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((يَضْحَكُ اللّٰهُ لِرَجُلَيْنِ يَقْتُلُ أَحَدُهُمَا الآخَرَ، كِلاهُمَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ)) قَالُوا: وَكَيْفَ ذٰلِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((يُقْتَلُ هٰذَا، فَيَلِجُ الْجَنَّةَ، ثُمَّ يَتُوبُ اللّٰهُ عَلَى الآخَرِ، فَيَهْدِيهِ إِلَى الإِسْلامِ، ثُمَّ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَيُسْتَشْهَدُ.))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل دو شخصوں کو دیکھ کر ہنستا ہے ان میں سے ایک دوسرے کو قتل کر دیتا ہے پھر وہ دونوں جنت میں داخل ہوجاتے ہیں۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ کیسے ہو گا ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک شہید کر دیا جاتا ہے اور جنت میں داخل ہوجاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ دوسرے کی توبہ قبول کرتا ہے اور اسے اسلام لانے کی ہدایت دیتا ہے، پھر وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور شہید کر دیا جاتا ہے۔''

(٢٦٣٣) أخرجه البخاري: ٢٨٢٦، ومسلم: ١٨٩٠

(6)......بَابُ مَنْ طَلَبَ الشَّهَادَةَ وَالْغَازِي يَمُوتُ

شہادت کی آرزو کرنا اور مجاہد فی سبیل اللہ کا بغیر شہادت کے فوت ہو جانے کا ثواب

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ م بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾ .... ''اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف نکل کھڑا ہوا، پھر اسے موت نے آ پکڑا تو یقیناً اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ثابت ہو گیا۔'' (سورۂ نساء: ۱۰۰)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ! مجھے اپنے رسول کے شہر میں شہادت کے خلعت سے سرفراز فرما۔

(صحیح بخاری: ۱۸۹۰)

(٢٦٣٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو تُرَابٍ عَبْدُ الْبَاقِي بْنُ يُوسُفَ الْمَرَاغِيُّ، وَأَبُو الْحُسَيْنِ الْمُبَارَكُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْوَاسِطِيُّ، قَالَا: أنا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بِشْرَانَ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الآجُرِّيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْبَاغَنْدِيُّ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ الأَبُلِّيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ طَلَبَ الشَّهَادَةَ صَادِقًا، أُعْطِيَهَا وَإِنْ لَمْ تُصِبْهُ۔))

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے صدق دل سے شہادت طلب کی، اسے شہادت کے مرتبے پر فائز کر دیا جاتا ہے اگرچہ وہ اسے نہ پا سکے۔''

شرح: سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے باسند صحیح مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ، وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ۔)) ......''جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے صدق دل سے شہادت کا سوال کیا، اللہ اس کو شہداء کی منازل میں پہنچا دے گا اگرچہ وہ بستر فوت ہوا۔''

(صحیح مسلم: ۱۹۰۹)

(٢٦٣٥)۔ أنا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الطَّحَّانُ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ قُرَيْشٍ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْمَكِّيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدٍ الْقَاسِمُ بْنُ سَلَّامٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ......

(٢٦٣٤) أخرجه مسلم: ١٩٠٨

(٢٦٣٥) ضعيف ......أخرجه ابوداود: ٢٤٩٩

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَتِيكٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِيمَنْ خَرَجَ مُجَاهِدًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، قَالَ: ((فَإِنْ لَسَعَتْهُ دَابَّةٌ، أَوْ أَصَابَهُ كَذَا وَكَذَا، فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ مَاتَ حَتْفَ أَنْفِهِ.)) قَالَ الَّذِي سَمِعَ هٰذَا الْحَدِيثَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَاللّٰهِ! إِنَّهَا لَكَلِمَةٌ مَا سَمِعْتُهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَرَبِ قَطُّ قَبْلَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ، وَمَنْ قُتِلَ قَعْصًا، فَقَدِ اسْتَوْجَبَ الْمَآبَ.

سیدنا عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کے لیے نکلا: ''اگر اسے کوئی جانور کاٹ لے یا اسے کوئی بھی آفت پہنچے (اور وہ مر جائے) تو وہ شہید ہے اور جو شخص اپنی طبعی موت مرتا ہے۔'' جس شخص نے آپ ﷺ سے یہ حدیث مبارکہ سنی اس نے کہا: اللہ کی قسم! حتف انفه کا لفظ میں نے آپ سے قبل کسی عرب سے نہیں سنا، تو اس کا اجر بھی اللہ کے ذمے ثابت ہو جاتا ہے اور جو شخص زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے فوت ہو جائے اس کے اوپر جنت واجب ہو جاتی ہے۔''

شرح (مَنْ مَّاتَ حَتْفَ أَنْفِهِ) ''جو شخص طبعی موت مرتا ہے'' یعنی اپنے بستر ہی پر اسے موت آتی ہے، ان الفاظ کے استعمال کی وجہ یہ ہے کہ ایسے شخص کی روح منہ یا ناک سے بذریعہ سانس پرواز کرتی ہے تو تغلیباً ان دونوں میں سے ایک کا نام (یعنی ناک کا) لے لیا گیا۔

(أَلْقَعَص) ایک شخص کو ایسے گہرے زخم آئیں کہ ان سے جانبر نہ ہو اور فوت ہو جائے، (أَلْمَآب) اس سے مراد لوٹنے کی جگہ یعنی مرجع ہے۔ مطلب ہے کہ اس شخص کے لیے اچھا ٹھکانہ (جنت الفردوس) واجب ہو گیا ہے۔

(7)......بَابُ فَرْضِ الْجِهَادِ

جہاد کی فرضیت

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا﴾ .... ''نکل کھڑے ہو جاؤ ہلکے پھلکے ہو تو بھی اور بھاری بھر کم ہو تو بھی۔'' (التوبہ:۴۱)

اس کے مختلف مفہوم بیان کیے گئے ہیں، مثلاً کشادہ دست ہو یا تنگ دست، نقل وحرکت تمہارے لیے آسان ہو یا دوبھر، جناب قتادہ نے کہا: اس سے مراد خوشی سے یا ناخوشی سے نکلنے کے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ .... ''اگر تم نے کوچ نہ کیا تو تمہیں اللہ تعالیٰ دردناک سزا دے گا۔'' (التوبہ:۳۹) نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ﴾ .... ''پھر گروہ گروہ بن کر کوچ کرو۔'' (سورۂ نساء:۷۱)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اس سے مراد ہے کہ جدا جدا ٹکڑیاں (دستے) بنا کر جہاد کے لیے نکلو، کہا جاتا ہے کہ ثبات (جمع) کا مفرد ''ثُبَّةٌ'' ہے۔

(٢٦٣٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، نَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْفَتْحِ: ((لا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ، وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ، وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا۔))

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ والے دن ارشاد فرمایا: ''مکہ فتح ہونے کے بعد (مکہ سے مدینہ کے لیے) ہجرت باقی نہیں ہے لیکن خلوص نیت کے ساتھ جہاد اب بھی باقی ہے اس لیے جب تمہیں جہاد کے لیے بلایا جائے تو نکل کھڑے ہو۔''

شرح: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ حَتَّى تَنْقَطِعَ التَّوْبَةُ، وَلَا تَنْقَطِعُ التَّوْبَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا۔)) ......''ہجرت ختم نہیں ہوسکتی، حتی کہ توبہ منقطع ہوجائے اور توبہ اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی، حتی کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔''

(صحيح، ابوداود: ٢٤٧٩)

گزشتہ دونوں احادیث میں بظاہر تعارض محسوس ہوتا ہے اس طرح کہ ایک میں ہجرت کی نفی ہے اور دوسری میں مغرب سے سورج طلوع ہونے تک ہجرت کی موجودگی اور جواز کا تذکرہ ہے۔ ان دونوں روایات کے درمیان جمع وتوفیق کچھ اس طرح ہے کہ اسلام کے آغاز میں ہجرت مندوب اور مباح تھی، فرض نہ تھی اور اس بات کی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً﴾ .... ''جو کوئی اللہ کی راہ میں وطن کو چھوڑے گا وہ زمین میں بہت سی قیام کی جگہیں پائے گا اور کشادگی بھی۔'' (سورۂ نساء: ١٠٠)

اس آیت کریمہ میں ہجرت کی ترغیب اور مشرکین سے مفارقت اختیار کرنے کی تلقین ہے فرضیت نہیں، پھر جب نبی اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو فتح مکہ سے پہلے جہاں آدمی رہ رہا تھا، اسلام لانے کے بعد اسے وہاں سے مدینہ کو ہجرت کرنا واجب ٹھہرا تاکہ مسلمانوں کی جمعیت اکٹھی اور قوت مجتمع ہو۔ اگر کوئی ناخوشگوار واقعہ درپیش ہو تو اس کا مل کر حل کیا جا سکے اور تاکہ مسلمانوں کی دینی تربیت اور تزکیہ نفس ہو سکے اور سختی فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے مسلمان ہجرت کرنے والوں اور ہجرت سے گریزاں مسلمانوں کے درمیان دوستی اور اخوت ختم ہونے کی بات کی کہ ان دونوں کے درمیان کوئی رشتہ ولایت نہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا﴾ .... ''اور جو ایمان تو لائے ہیں لیکن ہجرت نہیں کی تمہارے لیے ان کی کچھ

(٢٦٣٦) أخرجه البخاري: ١٥٨٧، ٢٧٨٣، ٢٨٢٥، ومسلم: ١٣٥٣

بھی رفاقت نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں۔'' (الانفال: ۷۲)

پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو ہجرت کرنے والا معاملہ پھر اپنے اصل یعنی مندوب اور مباح ہونے پر لوٹ آیا اور فرضیت جاتی رہی۔ حدیث کے الفاظ (لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ) ''فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں'' کا یہی مطلب ہے، یعنی اب ہجرت کرنا واجب نہیں رہا۔

امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: ہجرت کی دو اقسام ہوئیں: ایک فرض، اس کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور دوسری مندوب، وہ باقی ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: ان ہر دو روایات میں ایک اور انداز سے تطبیق وتوفیق دینا زیادہ بہتر اور عمدہ معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ (لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ) ''مکہ فتح ہونے کے بعد اب ہجرت باقی نہیں رہی'' کا مطلب ہے کہ اب مکہ سے مدینہ کے لیے ہجرت کرنا ضروری نہیں رہا یعنی اب مکہ فتح کے بعد دارالسلام بن گیا ہے تو اس سے ہجرت کا کوئی معنی باقی نہ رہا۔ اور (لَا تَنْقَطِعَ الْهِجْرَةِ) ''ہجرت ختم نہیں ہو سکتی'' کا مطلب ہے کہ باقی دنیا میں جہاں کہیں احوال دگر گوں ہوں تو اپنے اسلام وایمان کی حفاظت کے لیے نقل مکانی مطلوب و ماجور ہے بلکہ ایسے حالات میں اسے ضرور دارالکفر چھوڑ کر دارالسلام میں آ کر بسیرا کرنا چاہیے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ((أَنَا بَرِيءٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ مُقِيمٍ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُشْرِكِينَ لَا تَتَرَاءَى نَارَاهُمَا۔)) ......''میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے اندر مقیم ہو دونوں کو ایک دوسرے کی آگ دکھائی نہ دے (یعنی آبادی اس قدر دور دور ہونی چاہیے)۔

(صحیح، ابوداود: ۲٦٤٥، ترمذی: ۱٦۰٤، نسائی: ٤۱۸۸، ابن ماجہ: ۲۵۳٦)

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ جَامَعَ الْمُشْرِكَ، وَسَكَنَ مَعَهُ، فَإِنَّهُ مِثْلُهُ۔)) ......''جو شخص مشرکوں سے گھل مل گیا اور ان کے ساتھ رہائش پذیر ہوا وہ انہیں جیسا ہے۔''

(صحیح، ابوداود: ۲۷۸۷)

(إِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا) ''جب تم سے جہاد کے لیے نکلنے کا مطالبہ کیا جائے تو نکلو۔'' اس آیت کریمہ میں جہاد اور غزوہ کے لیے نکلنے کے وجوب کا تذکرہ ہے بالخصوص جب اس کے لیے دعوت دی جائے۔

یاد رکھیے کہ جہاد مجموعی طور پر امت مسلمہ پر فرض ہے البتہ حالات وواقعات کے لحاظ سے اس کا حکم بدلتا رہتا ہے کبھی فرض عین ہو جاتا ہے اور کبھی فرض کفایہ، جہاد فرض عین اس وقت ہو گا جب کفار مسلمانوں کے علاقے پر چڑھ دوڑیں، کھلی جارحیت کے مرتکب ہوں، ان کی سرحدوں پر حملہ آور ہو جائیں، شہر پناہ تک آ دھمکیں، شہر کے دروازوں پر قابض ہونا چاہیں، مسلمانوں کے املاک کو نقصان پہنچانے سے گریز نہ کریں تو ان حالات میں ہر بالغ شخص پر جہاد کرنا فرض ہو جاتا ہے ہر اس شخص کے لیے شریک غزوہ ہونا ضروری ہو جاتا ہے جو شرعی طور پر معذور نہیں، وہ آزاد ہو خواہ غلام، امیر ہو یا غریب تا کہ وہ اپنا اور اپنے پڑوسیوں کا دفاع کریں البتہ اس علاقے سے دور بسنے والے مسلمانوں کے حق میں

جہاد فرض کفایہ ہوگا۔ اگر وہاں کے لوگ اپنا دفاع کرنے میں ناکام ہورہے ہوں اور صورتحال ان کے بس سے باہر ہورہی ہوتو دوسرے علاقے کے مسلمانوں پر ان کی مدد کرنا واجب ٹھہرے گا اور اگر متاثرہ علاقے کے لوگ اپنا دفاع کرنے کی پوزیشن میں ہوں تو پھر دور علاقوں میں سکونت پذیر مسلمانوں کے حق میں جہاد فرض نہ ہوگا ہاں البتہ اپنی مرضی سے کوئی اگر غزوے میں شمولیت اختیار کرے تو اس کی مرضی اور معاملہ استحباب پر ہی رہے گا ایسی کیفیت میں غلاموں اور مفلسوں کو مستثنیٰ ہی سمجھا جائے۔

ایک صورت یہ بھی ہے کہ کفار مستقل مسلمانوں کے علاقے میں رہائش پذیر ہوں، مسلمانوں سے کوئی چھیڑ خانی نہیں کرتے نہ ان کے شہروں پر چڑھائی اور ان سے پنجہ آزمائی ہی کرتے ہیں تو ایسی صورت میں امام (لیڈر) کو چاہیے کہ وہ جنگی مشقیں ہر سال کرتا رہے، بنفس نفیس ان میں شمولیت کرے، دستوں اور فوج کو نقل وحرکت میں رکھے، مجاہدین کا خون گرما کر رکھے کہ کہیں جہاد عملاً معطل ہو کر نہ رہ جائے، ایسی صورت میں گو باقیوں کے حق میں جہاد فرض کفایہ ہی سہی مگر جہاد کی ہمت وطاقت رکھنے والوں کے لیے اس میں شامل ہونا ضروری ہے۔ انہیں جہاد کرنے سے بیٹھے نہیں رہنا چاہیے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً﴾ .... ''اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مومن اور بغیر عذر کے بیٹھے رہنے والے مومن برابر نہیں۔ اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے درجوں میں بہت فضیلت دے رکھی ہے۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فرمان ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا﴾ .... ''نکل کھڑے ہو جاؤ ہلکے پھلکے ہوتو بھی اور بھاری بھرکم ہوتو بھی۔'' (التوبہ: ۴۱) کے بارے میں مروی ہے کہ اس کو اللہ عزوجل کے فرمان ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً﴾ .... ''اور مسلمانوں کو یہ نہ چاہیے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں۔'' (التوبہ: ۱۲۲) نے منسوخ کر دیا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ، وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ، مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ۔)) ...... ''جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے جہاد نہیں کیا اور اپنے دل میں جہاد کی نیت نہیں کی تو وہ نفاق کی ایک شاخ پر مرا۔'' (صحیح مسلم: ۱۹۱۰)

جناب عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہمارا خیال ہے اس حدیث کا تعلق عہد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔

(8)......بَابُ مَنْ أَقْعَدَهُ الْعُذْرُ عَنِ الْغَزْوِ

جو شخص کسی شرعی عذر کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہو سکے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ﴾ ''اپنی جانوں اور

مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مومن اور بغیر عذر کے بیٹھے رہنے والے مومن برابر نہیں۔'' (سورۂ نساء: ۹۵)

اللہ جل شانہ کا فرمان ہے: ﴿لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ﴾ .... ''اندھے پر مطلقاً کوئی حرج نہیں۔'' (النور: ٦١)

نیز اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِه﴾ .... ''ضعیفوں اور بیماروں پر اور ان پر جن کے پاس خرچ کرنے کو کچھ بھی نہیں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی خیر خواہی کرتے رہیں۔'' (التوبہ: ٩١)

(٢٦٣٧)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا حَاجِبُ بْنُ أَحْمَدَ الطُّوسِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُنِيبٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ......

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَجَعَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ فَدَنَا مِنَ الْمَدِينَةِ، قَالَ: ((إِنَّ فِي الْمَدِينَةِ لَأَقْوَامًا مَا سِرْتُمْ مِنْ مَسِيرٍ، وَلَا قَطَعْتُمْ مِنْ وَادٍ إِلَّا كَانُوا مَعَكُمْ فِيهِ)) قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَهُمْ بِالْمَدِينَةِ، قَالَ: ((نَعَمْ وَهُمْ بِالْمَدِينَةِ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ۔))

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ تبوک سے واپس لوٹے اور مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ تم نے جہاں کہیں کا بھی سفر کیا ہے اور جس وادی کو بھی عبور کیا ہے وہ تمہارے ساتھ رہے ہیں۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مدینہ میں رہتے ہوئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! مدینہ میں رہتے ہوئے کیوں کہ ان کو کسی عذر نے روک لیا تھا۔''

شرح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں اور میری والدہ مستضعفین ''کمزور لوگوں'' میں سے تھے، میں بچہ تھا اور میری ماں خاتون (خانہ) تھیں۔ (صحيح بخاری: ٤٥٨٧)

(9)......بَابُ لَا يُجَاهِدُ إِلَّا بِإِذْنِ الْأَبَوَيْنِ
کوئی شخص ماں باپ کی اجازت کے بغیر جہاد نہ کرے

(٢٦٣٨)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُمَرَ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، سَمِعْتُ أَبَا الْعَبَّاسِ الْمَكِّيَّ......

(٢٦٣٧) أخرجه البخاري: ٢٨٣٨، ٤٤٢٣، ومسلم: ١٩١١

(٢٦٣٨) أخرجه البخاري: ٣٠٠٤، ومسلم: ٢٥٤٩

يَقُولُ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو، يَقُولُ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَأْذِنُهُ فِي الْجِهَادِ، فَقَالَ: ((أَحَيٌّ وَالِدَاكَ؟)) قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: ((فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ.))

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور جہاد میں شمولیت کی اجازت طلب کرنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟'' اس نے کہا: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو تو انہی میں جہاد کر (ان کی خدمت کر، یہی تیرا جہاد ہے)۔''

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: والدین سے اجازت لینے کا تعلق نفلی جہاد کے ساتھ ہے، والدین مسلمان ہوں اور جہاد فرض نہ ہو تو ان کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر جہاد پر روانگی جائز نہیں لیکن اگر جہاد فرض ہو تو اجازت لینے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ ایسے حالات میں اگر والدین منع کریں تو ان کی نافرمانی کرتے ہوئے جہاد پر جایا جائے، اگر والدین کافر ہوں تو ان سے اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں، فرض جہاد ہو یا نفل، یہی اصول باقی اسلامی نفلی عبادات میں ملحوظ خاطر رہے مثلاً حج، عمرہ، حصول علم دین وغیرہ، اسی طرح والدین اگر مسلمان ہوں تو نفلی روزے بھی نہ رکھیں جائیں مگر ان کی اجازت کے ساتھ اگر دونوں میں سے ایک بھی منع کردے تو بھی باز رہا جائے البتہ فرض عبادات وقربات میں ان کی اجازت کی چنداں ضرورت نہیں۔

نفلی جہاد کے لیے سفر کرنے سے قبل اپنے قرض خواہوں سے اجازت لے لینی چاہیے بالخصوص جب ان کے قرض کی مدت قریب آ گئی ہو اور یہی معاملہ حج کا ہے کہ سفر حج کے لیے پابہ رکاب ہونے سے پہلے تقاضا کنندگان سے اجازت لے لی جائے، اگر اس پر جہاد فرض ہو چکا ہو تو پھر اجازت کے چکر میں پڑ کر معاملہ کھٹائی میں نہیں ڈالنا چاہیے۔

(٢٦٣٩)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَخْبَرَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدِ بْنُ زَنْجُوَيْهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ اللَّبَّادُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يُبَايِعُهُ عَلَى الْهِجْرَةِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! جِئْتُكَ أُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ، وَتَرَكْتُ أَبَوَيَّ يَبْكِيَانِ، قَالَ: ((فَارْجِعْ إِلَيْهِمَا فَأَضْحِكْهُمَا كَمَا أَبْكَيْتَهُمَا.))

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہجرت پر بیعت کے لیے حاضر ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں آپ کے پاس ہجرت پر بیعت کے لیے حاضر ہوا ہوں اور اپنے ماں باپ کو روتے ہوئے چھوڑ کر آیا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(٢٦٣٩) صحيح ......أخرجه ابوداود: ٢٥٢٨، والنسائي: ٤١٦٣، وابن ماجه: ٢٧٨٢

’’ان کے پاس جا اور انہیں ہنسا (اور خوش کر) جیسے کہ تو نے
ان کو رلایا ہے۔‘‘

شرح جناب حماد بن سلمہ رحمہ اللہ نے ابو حازم رحمہ اللہ سے بیان کیا انہوں نے کہا: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کی خدمت اور دیکھ بھال کے لیے رکے رہے اور حج کے لیے نہیں گئے حتی کہ ان کی والدہ وفات پا گئیں، جناب حماد نے کہا: ہمارے خیال کے مطابق یہ نفلی حج کی بات ہے۔

ایک شخص نے جناب عطاء رحمہ اللہ سے دریافت کیا، میں نے حج کا احرام باندھ لیا ہے جبکہ میرے والد محترم اس کو ناپسند کررہے ہیں، انہوں نے کہا: ایک بکری (ھدی) ذبح کر، اپنے وطن ہی میں ٹھہر اور اپنے والد کا کہا مان۔

ایک شخص نے جناب مجاہد سے سوال کیا: نماز کی اقامت ہو چکی ہو اور ادھر میرے ابا جی مجھے بلا لیں تو مجھے کیا کرنا چاہیے، انہوں نے کہا: والد کی آواز پر لبیک کہہ۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ سے استفسار کیا گیا کہ ایک شخص جہاد کا ارادہ رکھتا ہے، اس کے ماں باپ دونوں حیات ہیں، ان میں سے ایک نے تو اجازت دے دی مگر دوسرا اجازت نہیں دے رہا تو ایسی صورتحال میں اسے کیسا طرزعمل اختیار کرنا چاہیے؟ انہوں نے کہا: اسے نہیں جانا چاہیے، کہا گیا: اگر والد بیٹے کو اپنے ہمراہ سفر جہاد پر لے جانا چاہتا ہو تاکہ اثنائے سفر میں بیٹے سے خدمت اور معاونت حاصل کرے لیکن والدہ آڑے آجائے تو اسے کیا کرنا چاہیے، انہوں نے کہا: تب بھی نہ جائے، دریافت کیا گیا: ایک شخص کے والدین مشرک ہیں اور جہاد پر روانگی کی اجازت نہیں دے رہے تو پھر؟ انہوں نے کہا: ان کی اجازت کے بغیر ہرگز نہ جائے، پھر انہوں نے کہا: اگر اس کی والدہ کے منع کرنے کا مقصد اسلام کو کمزور کرنا اور جہاد کو نقصان پہنچانا ہے تو پھر اس کی بات نہ مانی جائے لیکن اگر وہ بیٹے کو اپنی خدمت کے لیے روک رہی ہے (اور اسے اس کی ضرورت بھی ہے) تو بیٹے کو اپنی ماں کی خدمت کے لیے رک جانا چاہیے۔

ان سے دادا اور دادی کی خدمت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: اگر انہیں پوتے کی خدمت کی ضرورت ہے تو ان کی اجازت کے بغیر جہاد کے لیے نہ نکلا جائے، پوچھا گیا، چچے اور پھوپھی کا کیا حکم ہے؟ کہا: ان کی اجازت کچھ ضروری نہیں۔

جناب سفیان سے مشرک والدین کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: ان کی اجازت کے بغیر غزوہ پر روانہ نہ ہوا جائے، اسی طرح مسلمان دادی کی اجازت کے بغیر بھی نہ جایا جائے۔

بعض علماء نے کہا: اگر کوئی شخص نفل نماز شروع کردے اور اس کی ماں اسے بلا لے تو اسے (نماز توڑ کر) والدہ کی بات سننی چاہیے لیکن اگر والد بلائے تو ”سبحان اللّٰہ“ کہہ کر نماز مکمل کرنی چاہیے۔ جناب شبیب بن یزید نے کہا: یہ بات تورات میں تحریر شدہ ہے۔ جناب حسن بصری رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا: کیا ایک شخص اپنے والدین کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے؟ تو انہوں نے کہا: اگر وہ قبول کریں تو ضرور کرے اور اگر وہ بگڑیں تو

خاموشی اختیار کرلے۔

(10)......بَابُ إِعْدَادِ آلَةِ الْقِتَالِ
قتال کے لیے ہتھیار تیار کرنا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ﴾ .... ''تم ان کے مقابلے کے لیے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو۔'' (الانفال: ٦٠)

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''خبردار! بلاشبہ قوت تیراندازی ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار یہ ارشاد کو دوہرایا۔ (صحيح مسلم: ١٩١٧)

اللہ عزوجل کے فرمان ﴿صَابِرُوا وَرَابِطُوا﴾ .... ''ایک دوسرے کو تھامے رکھو اور جہاد کے لیے تیار ہو۔'' (آل عمران: ٢٠٠) کے متعلق کہا گیا کہ اس سے مراد میدان جنگ یا محاذ جنگ میں مورچہ بند ہوکر ہمہ وقت چوکنا اور تیار رہنا ہے، نیز ان کے مقابلے کے لیے گھوڑے پالنا ہے۔

(٢٦٤٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ......

حَدَّثَنَا سَلَمَةُ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَوْمٍ مِنْ أَسْلَمَ يَتَنَاضَلُونَ بِالسُّوقِ، فَقَالَ: ((ارْمُوا، بَنِي إِسْمَاعِيلَ، فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا، وَأَنَا مَعَ بَنِي فُلَانٍ، لِأَحَدِ الْفَرِيقَيْنِ)) فَأَمْسَكُوا بِأَيْدِيهِمْ، فَقَالَ: ((مَا لَهُمْ؟)) قَالُوا: وَكَيْفَ نَرْمِي، وَأَنْتَ مَعَ بَنِي فُلَانٍ؟ قَالَ: ((ارْمُوا، وَأَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ۔))

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر اسلم قبیلہ کے کچھ افراد پر ہوا جو (دو فریق بن کر) تیر اندازی (کی مشق) کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے بنو اسماعیل! خوب تیر اندازی کرو، بلاشبہ تمہارا باپ (حضرت اسماعیل علیہ السلام) تیرانداز تھے اور میں اس گروہ کے ساتھ (تیراندازی کے لیے) شریک ہوتا ہوں، دونوں میں سے ایک کا آپ نے نام لیا۔'' (یہ سن کر) دوسرے گروہ نے تیراندازی سے ہاتھ روک لیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انہیں کیا ہوا؟ (یہ تیر کیوں نہیں چلاتے)۔'' دوسرے گروہ نے عرض کیا: ہم کیسے تیر چلائیں جب کہ آپ اس گروہ کے ساتھ شریک ہوگئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اچھا! میں تم دونوں گروہوں کے ساتھ ہوں، تیر چلاؤ۔''

(٢٦٤٠) أخرجه البخاري: ٢٨٩٩، ٣٣٧٣

شرح (يَتَنَا ضَلُوْنَ) (تیراندازی کررہے تھے) النضال کا معنی ہے: ساتھیوں اور رفقاء سے مل کر تیر اندازی کرنا۔ عربی زبان میں اس کے لیے ناضلته (میں نے اس سے تیراندازی کا مقابلہ کیا) فنضلته ”اور میں مقابلہ جیت گیا“ کے الفاظ مستعمل ہیں، تیراندازی تنہا بھی ہوتی ہے اور رفقاء سے مل کر بھی۔

(٢٦٤١)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بِشْرَانَ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّفَّارُ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ الرَّمَادِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ الطَّاهِرِيُّ، أَخْبَرَنَا جَدِّي أَبُو سَهْلٍ عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْبَزَّازُ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ زَكَرِيَّا الْعُذَافِرِيُّ، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّبَرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ سَلَامٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ الْأَزْرَقِ......

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((غَيْرَتَانِ إِحْدَاهُمَا يُحِبُّهَا اللّٰهُ، وَالْأُخْرَى يُبْغِضُهَا اللّٰهُ، وَمَخِيلَتَانِ إِحْدَاهُمَا يُحِبُّهَا اللّٰهُ، وَالْأُخْرَى يُبْغِضُهَا اللّٰهُ: الْغَيْرَةُ فِي الرِّيبَةِ يُحِبُّهَا اللّٰهُ، وَالْغَيْرَةُ فِي غَيْرِ الرِّيبَةِ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ، وَالْمَخِيلَةُ إِذَا تَصَدَّقَ الرَّجُلُ يُحِبُّهَا اللّٰهُ، وَالْمَخِيلَةُ فِي الْكِبْرِ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ، وَقَالَ ثَلَاثَةٌ تُسْتَجَابُ دَعْوَتُهُمْ: الْوَالِدُ، وَالْمُسَافِرُ، وَالْمَظْلُومُ)) وَقَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ الْجَنَّةَ ثَلَاثَةً: صَانِعَهُ، وَالْمُمِدَّ بِهِ، وَالرَّامِيَ بِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ۔))

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”غیرت دو قسم کی ہے: ایک اللہ کے ہاں پسندیدہ اور دوسری ناپسندیدہ ہے اور تکبر بھی دو طرح کا ہے۔ ایک اللہ کو محبوب ہے اور دوسرا مبغوض ہے، وہ غیرت جس کی بنیاد شک پر ہو (جس کے قرائن قوی ہوں مثلاً کسی غیر محرم کا گھر میں آ کر عورت کو ملنا) اللہ کے ہاں پسندیدہ ہے اور وہ غیرت جو شک کے بغیر ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ ہے۔ اور تکبر جو صدقہ کرتے ہوئے انسان کرے (تاکہ دوسروں کو بھی شوق آئے) وہ اللہ کو ناپسند ہے۔“ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تین آدمیوں کی دعا قبول کی جاتی ہے: والد، مسافر اور مظلوم کی۔“ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ایک تیر کی بنا پر تین افراد کو جنت میں داخل کرتے ہیں، تیر بنانے والا، پکڑانے والا اور اللہ کے راستے میں تیر چلانے والا۔“

(٢٦٤١) حسن لغيره ......أخرجه ابوداود مختصرا: ١٥٣٦، والامام احمد فى المسند: ١٧٤٠٣

شرح سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ فِي الْجَنَّةِ: صَانِعَهُ يَحْتَسِبُ فِي صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ، وَالرَّامِيَ بِهِ، وَمُنْبِلَهُ، وَارْمُوا وَارْكَبُوا، وَأَنْ تَرْمُوا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تَرْكَبُوا، كُلُّ شَيْءٍ يَلْهُو بِهِ الرَّجُلُ بَاطِلٌ إِلَّا رَمْيَهُ بِقَوْسِهِ، وَتَأْدِيبَهُ فَرَسَهُ، وَمُلَاعَبَتَهُ امْرَأَتَهُ، فَإِنَّهُنَّ مِنَ الْحَقِّ، وَمَنْ تَرَكَ الرَّمْيَ بَعْدَ مَا عَلِمَهُ رَغْبَةً عَنْهُ، فَإِنَّهُ نِعْمَةٌ تَرَكَهَا۔ أَوْ قَالَ: كَفَرَهَا۔)) ......''اللہ عزوجل ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل کرتا ہے: ایک اس کا بنانے والا جو اس صنعت میں اجر وثواب کا امیدوار ہو، دوسرا تیر مارنے والا (جہاد میں) اور تیسرا وہ جو اسے پکڑانے والا ہو (جو اس کا معاون ہو) تیر اندازی اور گھوڑ سواری سیکھو، تاہم مجھے گھوڑ سواری کی بہ نسبت تیر اندازی (نشانہ بازی) زیادہ پسند ہے۔ ہر کھیل کود، سوائے کمان سے تیر پھینکنے، گھوڑے کو سدھانے اور اپنی بیوی سے کھیلنے کے باطل ہیں کیونکہ یہ درست ہیں اور جو شخص تیر اندازی سیکھنے کے بعد اس سے بیزار ہو کر اسے چھوڑ دے تو اس نے بلاشبہ ایک نعمت کو چھوڑ دیا'' یا یوں فرمایا: ''اس نے اس نعمت کی ناشکری کی۔''

(ضعیف، ابوداود: ۲۵۱۳، ترمذی: ۱۶۳۷، نسائی: ۳۱۴۶، ابن ماجہ: ۲۸۱۱)

(مُنْبِلَهُ) تیر انداز کو تیر پکڑانے والا، یہ دو طرح سے ہو سکتا ہے، ایک تو یوں کہ ایک شخص تیر پھینکنے والے کے پہلو میں یا پیچھے کھڑا ہو جائے اور اسے تیر پکڑاتا جائے اور دوسرا یوں کہ پھینکا ہوا تیر اٹھا کر لائے اور اسے پکڑا دے۔ ایک روایت میں (اَلْمُمِدَّبِه) کے الفاظ بھی مروی ہیں۔ اس کا معنی بھی یہی ہے، بیان کردہ دونوں امور میں سے کوئی معاملہ بھی کرنے پر آدمی مُمِدٌّبِه بن جاتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر وہ تفریحی پروگرام جو آدمی کی غفلت کا باعث ہے ممنوع ہے ماسوائے حدیث میں مذکور تین کاموں کے کہ ان کی اباحت اور فضیلت ثابت ہے اور یہ امور بامقصد اور نتیجہ خیز ہیں۔ انہی پر قیاس کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ ایسے تفریحی پروگرام جو جسمانی قوت اور فٹنس کا باعث ہوں جائز ہیں مثلاً جنگی آلات چلانے کی مہارت حاصل کرنا، زیادہ سے زیادہ پیدل چلنا وغیرہ مگر اس کے علاوہ ایسی سرگرمیاں اور تفریحات جن میں یہ مقاصد پیش نگاہ نہ ہوں وہ حرام ہیں مثلاً، کبوتر بازی اور شطرنج وغیرہ۔

(۲۶۴۲)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مَنْصُورٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَمْعَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ الرَّيَّانِيُّ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجَوَيْهِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ الدَّسْتَوَائِيِّ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ......

(۲۶۴۲) صحيح ......أخرجه ابوداود: ۳۹۶۶، والترمذي: ۱۶۳۸، والنسائي: ۳۱۴۵

عَنْ أَبِي نَجِيحٍ السُّلَمِيِّ، قَالَ: حَاصَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّائِفَ، فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((مَنْ بَلَغَ بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَهُوَ لَهُ دَرَجَةٌ فِي الْجَنَّةِ)) قَالَ: فَبَلَغْتُ يَوْمَئِذٍ سِتَّةَ عَشَرَ سَهْمًا، وَسَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((مَنْ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَهُوَ عِدْلُ مُحَرَّرٍ، وَمَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَيُّمَا رَجُلٍ أَعْتَقَ رَجُلًا مُسْلِمًا، فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ جَاعِلٌ وِقَاءَ مَكَانَ كُلِّ عَظْمٍ مِنْ عِظَامِ مُحَرَّرِهِ عَظْمًا مِنْ عِظَامِهِ مِنَ النَّارِ، وَأَيُّمَا امْرَأَةٍ مُسْلِمَةٍ أَعْتَقَتِ امْرَأَةً مُسْلِمَةً، فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ جَاعِلٌ وِقَاءَ مَكَانَ كُلِّ عَظْمٍ مِنْ عِظَامِ مُحَرَّرَتِهَا عَظْمًا مِنْ عِظَامِهَا مِنَ النَّارِ۔))

سیدنا ابو نجیح سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے جب نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ طائف کا محاصرہ کیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے اللہ کی راہ میں تیر نشانے پر لگایا اس کو جنت میں ایک درجہ حاصل ہوگا۔'' سیدنا ابو نجیح رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اس روز سولہ تیر ٹھیک نشانے پر لگائے اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: آپ فرما رہے تھے: ''جس شخص نے اللہ کی راہ میں تیر چلائے، اس کو غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب حاصل ہوگا اور جو شخص اللہ کے راستے میں بوڑھا ہوا تو قیامت کے دن اس کا بڑھاپا اس کے لیے نور کا باعث ہوگا اور جس شخص نے کسی مسلمان آدمی کو آزاد کر دیا تو اللہ عزوجل آزاد کنندہ کے ہر جوڑ کو اس غلام کے ہر جوڑ کے بدلے جہنم کی آگ سے آزاد کر دیں گے اور جس مسلمان خاتون نے کسی مسلمان عورت کو آزاد کیا تو بلاشبہ اللہ عزوجل آزاد ہونے والی کی ہر ہڈی کے بدلے آزاد کرنے والی کی ہر ہڈی کو آگ سے آزاد کر دیں گے۔''

(11)......بَابُ اتِّخَاذِ الْخَيْلِ لِلْجِهَادِ

جہاد کے لیے گھوڑے پالنا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ﴾ .... ''اور گھوڑوں کو تیار رکھنے سے قوت تیار رکھو کہ اس سے تم اللہ کے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو۔'' (الانفال: ٦٠)

اس سے مقصود اپنے آنگن میں گھوڑا باندھنا اور اسے جہاد کی غرض سے پالنا پوسنا ہے۔

(٢٦٤٣)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي أَبُو التَّيَّاحِ......

(٢٦٤٣) أخرجه البخاري: ٢٨٥١، ومسلم: ١٨٧٤

قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يُحَدِّثُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((الْبَرَكَةُ فِي نَوَاصِي الْخَيْلِ.))

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر و برکت ہے۔''

(٢٦٤٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَخْبَرَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((الْخَيْلُ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.))

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت تک کے لیے گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر و برکت رکھ دی گئی ہے۔''

(٢٦٤٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا، عَنْ عَامِرٍ......

حَدَّثَنَا عُرْوَةُ الْبَارِقِيُّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((الْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الأَجْرُ، وَالْمَغْنَمُ.))

سیدنا عروہ البارقی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت تک کے لیے گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر و برکت رکھ دی گئی ہے (اس سے مقصود) اجر و ثواب اور غنیمت ہے۔''

شرح اس حدیث میں جہاد کے لیے گھوڑے تیار رکھنے کی ترغیب و تشویق ہے کہ گھوڑوں پر جہاد کر کے ثواب بھی حاصل ہوتا ہے اور غنیمت بھی ملتی ہے، نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوگا بلکہ قیامت تک اہل اسلام اور اہل کفر کی آویزش جاری رہے گی اور کہیں نہ کہیں جہاد ہوتا رہے گا یہ بھی پتہ چلا کہ جہاد سے حاصل ہونے والا مال عمدہ اور بہترین مال ہے۔

(٢٦٤٦)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا حَاجِبُ بْنُ أَحْمَدَ الطُّوسِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُنِيبٍ، حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ......

عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ،

سیدنا جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ

(٢٦٤٤) أخرجه البخاري: ٢٨٤٩، ٣٦٤٤، ومسلم: ١٨٧١

(٢٦٤٥) أخرجه البخاري: ٢٨٥٢، ومسلم: ١٨٧٣

(٢٦٤٦) أخرجه مسلم: ١٨٧٢

وَهُوَ يَلْوِي نَاصِيَةَ فَرَسِهِ، وَيَقُولُ: ((الْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ.))

رسول اللہ ﷺ گھوڑے کی پیشانی کے بال لپیٹ رہے تھے اور فرماتے تھے، گھوڑوں کی پیشانیوں سے قیامت تک خیر باندھ دی گئی ہے۔

شرح اہل عرب گھوڑے کو خیر کہہ کر پکارا کرتے ہیں کیونکہ گھوڑے کے وجود سے خیر وابستہ ہے، یعنی مجاہدین کے گھوڑوں کی پیشانیوں میں ہمیشہ کے لیے خیر و برکت رکھ دی گئی ہے اور حدیث میں اس کی وضاحت ''ثواب اور غنیمت'' سے کی گئی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَقَالَ إِنِّيْٓ أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ﴾ .... ''تو کہنے لگے: میں نے اپنے پروردگار کی یاد پر ان گھوڑوں کی محبت کو ترجیح دی۔'' (ص: ۳۲) یعنی گھوڑوں کی محبت اور قرآن مجید میں مال و دولت کو بھی ''خیر'' کہا گیا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنْ تَرَكَ خَيْرًا﴾ .... ''اگر وہ مال چھوڑ جائے۔'' (سورۂ بقرہ: ۱۸۰)

(٢٦٤٧)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْفَتْحِ نَصْرُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَحْمَدَ الْحَاكِمُ، أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى بْنِ الْفَضْلِ الصَّيْرَفِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ الْأَصَمُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْفَضْلِ الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ، حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَامَةَ الْعَدَوِيُّ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ بُدَيْلٍ، عَنْ إِيَاسِ بْنِ زُهَيْرٍ......

عَنْ سُوَيْدِ بْنِ هُبَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((خَيْرُ مَالِ الْمَرْءِ مُهْرَةٌ مَأْمُورَةٌ، أَوْ سِكَّةٌ مَأْبُورَةٌ.))

سیدنا سوید بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کا بہترین مال زیادہ بچے جننے والی اونٹنی اور دورویہ لگی ہوئی کھجوروں کا باغ ہے۔''

شرح (مُهْرَة مَأْمُوْرَة) ایسی اونٹنی جو زیادہ بچے جننے والی ہو، مامورہ کا لفظ کثرت اور بہتات کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا﴾ .... ''ہم وہاں کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں۔'' (الاسراء: ۱۶) اس لفظ کو ایک قراءت میں (آمَرْنَا) بھی پڑھا گیا ہے، یعنی ہم وہاں کے مالداروں کو مزید نواز دیتے ہیں، (سِكَّةٌ مَأْبُوْرَةٌ) وہ راستہ جس کے دونوں اطراف گھنی کھجوریں لگی ہوں۔ (اَلْمَأْبُوْرَة) ایسی کھجوروں کو کہتے ہیں جنہیں پیوند لگایا گیا ہو اور وہ پھل سے لدی پھندی ہوں، گلی اور شارع عام کو عربی میں ''سِكَّك'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ گلی کے دونوں جانب ایک ترتیب سے گھر بنے ہوئے ہوتے ہیں۔

(٢٦٤٧) ضعيف ......أخرجه الامام احمد فى المسند: ١٥٨٤٥

(12)......بَابُ مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

اللہ تعالیٰ کے راستے میں (یعنی جہاد کے لیے) گھوڑا پالنا

(٢٦٤٨)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، أَخْبَرَنَا طَلْحَةُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدًا الْمَقْبُرِيَّ، يُحَدِّثُ......

أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ إِيمَانًا بِاللّٰهِ، وَتَصْدِيقًا بِوَعْدِهِ، فَإِنَّ شِبَعَهُ، وَرِيَّهُ، وَرَوْثَهُ، وَبَوْلَهُ فِي مِيزَانِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر ایمان کے ساتھ اور اس کے وعدۂ ثواب کو سچا جانتے ہوئے اللہ کے راستے میں (جہاد کے لیے) گھوڑا پالا تو اس گھوڑے کا کھانا پینا اور اس کا پیشاب ولید سب قیامت کے دن اس کے ترازو میں ہو گا (اور سب پر اس کو ثواب ملے گا)۔''

شرح **فائدہ:** لید اور پیشاب پر قیاس کر کے کہا جا سکتا ہے کہ جہاد میں استعمال ہونے والی گاڑیوں میں ڈلنے والا پٹرول، ڈیزل اور گیس نیز ان کا دھواں اور مرمت کے سارے اخراجات روز قیامت اس شخص کے میزان حسنات میں ہوں گے، وما ذلك على الله بعزيز۔ (ع،س)

(13)......بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْخَيْلِ وَمَا يُسْتَحَبُّ مِنْهَا

کونسے گھوڑے ناپسندیدہ اور کونسے پسندیدہ ہیں

(٢٦٤٩)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، أَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سِرَاجِ الطَّحَّانُ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ قُرَيْشِ بْنِ سُلَيْمَانَ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْمَكِّيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عُبَيْدٍ الْقَاسِمُ بْنُ سَلامٍ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ سَلْمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَنَّهُ كَرِهَ الشِّكَالَ فِي الْخَيْلِ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے گھوڑوں میں سے شکال گھوڑے کو ناپسند فرمایا۔

شرح ابو عبید نے کہا: شکال کی تعریف یہ ہے کہ گھوڑے کے تین پاؤں سفید ہوں اور ایک باقی جسم کے

(٢٦٤٨) أخرجه البخاري: ٢٨٥٣

(٢٦٤٩) أخرجه مسلم: ١٨٧٥

رنگ کے مطابق ہو یا تین پاؤں ہم رنگ (باقی جسم کے رنگ کے مطابق) ہوں اور ایک سفید ہو، عربی زبان میں گھوڑے کی تین ٹانگوں کو باندھنے کو شکال کہتے ہیں چونکہ شکال گھوڑے کی تین ٹانگیں ایک رنگ کی ہوتی ہیں تو گویا یوں معلوم ہوتی ہیں۔ جیسے باندھی ہوئی ہوں، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((يُمْنُ الْخَيْلِ فِي الشُّقْرِ۔)) ''گھوڑوں میں برکت ان کے سرخ رنگ والوں میں ہے۔'' (حسن، ابوداود: ٢٥٤٥، ترمذی: ١٦٩٥)

سیدنا ابو وہب الجشمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((عَلَيْكُمْ بِكُلِّ كُمَيْتٍ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ، أَوْ أَشْقَرَ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ، أَوْ أَدْهَمَ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ۔)) ...... ''ایسے گھوڑے منتخب کیا کرو جو کمیت اور پانچ کلیان ہوں (رنگ سرخ سیاہ ہو مگر پیشانی اور چاروں پاؤں سفید ہوں) یا اشقر پانچ کلیان ہوں (رنگ سرخ ہو اور پیشانی اور چاروں پاؤں سفید ہوں) یا سیاہ رنگ (مشکی) اور پانچ کلیان ہوں۔'' (ضعیف، ابوداود: ٢٥٤٣، نسائی: ٣٥٦٧)

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((خَيْرُ الْخَيْلِ الأَدْهَمُ الأَقْرَحُ الأَرْثَمُ، ثُمَّ الأَقْرَحُ الْمُحَجَّلُ طَلْقُ الْيَمِينِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ أَدْهَمَ، فَكُمَيْتٌ عَلَى هَذِهِ الشِّيَةِ، وَفِي رِوَايَةٍ: أَوْ مِنَ الْكُمَيْتِ عَلَى هَذِهِ الشِّيَةِ تَغْنَمُ، وَتَسْلَمُ۔)) ...... ''بہترین گھوڑا سیاہ رنگ کا ہے جس کی پیشانی کے درمیان معمولی سفیدی ہو اور جس کی ناک اور اوپر کا ہونٹ سفید ہو، اس کے بعد وہ گھوڑا جس کی پیشانی میں پھول کی طرح سفیدی ہو نیز ہاتھ اور پاؤں سفید ہوں البتہ ایک پاؤں، گھوڑے کے رنگ کی مانند ہو۔ اگر گھوڑے کا رنگ سیاہ نہ ہو تو وہ گھوڑا کمیت سرخ وسیاہ ہو اور دم اور بال (جھالر) سیاہ ہوں، اسی جلد کا ہو۔'' ایک روایت میں ہے: ''کمیت اسی جلد کا وہ غنیمت لے کر آتا ہے اور مالک کا فرمانبردار ہوتا ہے۔''

(صحیح، ترمذی: ١٦٩٦، ابن ماجہ: ٢٧٨٩)

(طَلْقِ الْيَمِينِ) ایک پاؤں عام رنگ کا ہو۔ جب اہل عرب ''فرس طلق احدی القوائم'' کا جملہ بولتے ہیں تو مراد یہ ہوتی ہے کہ گھوڑے کے چاروں پاؤں میں سے ایک سفید نہیں بلکہ عام رنگ کا ہے۔

جناب راشد بن سعد نے کہا: سلف گھوڑا خریدتے ہوئے نر کو پسند کرتے تھے کیونکہ نر بہادر اور چست وچالاک ہوتا ہے۔

(14)......بَابُ الْمُسَابَقَةِ عَلَى الْخَيْلِ

گھوڑ دوڑ کروانا

(٢٦٥٠)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَخْبَرَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ......

(٢٦٥٠) أخرجه البخاري: ٤٢٠، ٢٨٦٨، ومسلم: ١٨٧٠

عَـنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰـهُ عَـلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِى قَدْ أُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفْيَاءِ إِلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ ، وَكَانَ أَمَـدُهَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ ، وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِى لَـمْ تُـضَمَّرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِى زُرَيْقٍ ، وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ فِيمَنْ سَابَقَ بِهَا۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تضمیر شدہ گھوڑوں کے درمیان حفیاء سے ثنیہ الوداع تک دوڑ کا مقابلہ کروایا اور ان گھوڑوں کو جن کی تضمیر نہیں کی گئی تھی، ثنیۃ الوداع سے بنو زریق کی مسجد تک دوڑایا، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی اس مقابلے میں حصہ لیا تھا۔

شرح: ابواسحاق کہتے ہیں، میں نے موسیٰ بن عقبہ سے پوچھا کہ حفیاء سے ثنیۃ الوداع تک کتنا فاصلہ ہے؟ انہوں نے کہا: چھ میل یا سات میل کا فاصلہ ہے اور انہوں نے بتایا کہ ثنیۃ الوداع سے مسجد بنو زریق تک کا فاصلہ ایک میل ہے، گھوڑوں کو عمل تضمیر سے گزارنے کا طریقہ یہ ہے کہ کچھ عرصے کے لیے انہیں خوب کھلا پلا کر موٹا تازہ کر دیا جاتا تھا، پھر بتدریج خوراک کم کی جاتی تھی اور اسے ایک بند کمرے میں داخل کر دیا جاتا اور اس پر جل وغیرہ دے دیے جاتے، پھر اسے بھوکا رکھا جاتا تاکہ بکثرت پسینہ آنے سے اس کے جسم سے فالتو مواد ختم ہو جائے، نتیجتاً وہ مضبوط اور سخت جسم والا بن جاتا۔ خوب دوڑتا اور دوڑنے سے پسینہ نہ آتا تھا اور نہ سانس چڑھتا تھا اور جنگ میں بہت مفید ثابت ہوتا تھا۔ اس طرح وہ دوڑ کے لیے خصوصی طور پر تیار ہو جاتا۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑوں کو مضمر بنایا کرتے، جن میں مقابلے کرائے جاتے تھے۔

اَلْأَمَد سے مراد گھوڑا بھگانے کا آخری نشان ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَمَدًا بَعِيدًا﴾ .... ''دور کی مسافت۔'' (آل عمران: ۳۰)

نیز اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ﴾ .... ''پھر جب ان پر ایک زمانہ دراز گزر گیا۔'' (الحدید: ۱۶) اس سے مراد طویل زمانہ اور مدت دراز ہے، لفظ ''امد'' کی جمع ''آماد'' ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تضمیر شدہ اور غیر تضمیر شدہ گھوڑوں میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ وہ اگر ایک میل بھاگ سکتے ہیں تو تضمیر شدہ ان سے چھ یا سات گنا زیادہ دوڑتا ہے اور اس کا سانس کم ہی پھولتا ہے اور وہ بہت طاقتور ہو جاتے ہیں بہ نسبت دوسروں کی۔ بہترین افادیت کے حصول کے لیے غلبہ دین کے لیے اور جنگی قوت مضبوط کرنے کے لیے اور ارفع مقاصد کے حصول کے لیے ایسا معاملہ کیا جا سکتا ہے جس میں جانوروں کے لیے زیادہ مشقت اور کلفت کا پہلو جیسا کہ تضمیر کے لیے بھوکا رکھنا اور کمرے میں بند رکھنا وغیرہ۔ یہ سب کچھ فرمان الٰہی کے مطابق ہے: ﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ﴾ .... ''تم ان کے مقابلے کے لیے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو۔'' (الانفال: ۶۰)

(٢٦٥١)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مَنْصُورِ بْنُ أَحْمَدَ الْحَافِظُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْمُتَوَلِّي، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَتِ الْعَضْبَاءُ لا تُسْبَقُ، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ عَلَى قَعُودٍ فَسَابَقَهَا، فَسَبَقَهَا، فَاشْتَدَّ ذَلِكَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ لا يَرْتَفِعَ مِنَ الدُّنْيَا شَيْءٌ إِلَّا وَضَعَهُ۔))

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی عضباء سے کوئی اونٹ آگے نہیں بڑھ سکتا تھا، ایک اعرابی اپنے جوان اونٹ پر آیا اور اس سے مقابلے میں آگے بڑھ گیا (یہ بات مسلمانوں کو بہت ناگوار گزری) رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس ناگواری کو شدت سے محسوس کیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے یہ بات لازم قرار دے دی ہے کہ دنیا کی جو چیز بھی بلند مرتبہ ہوگی، اللہ تعالیٰ اسے (کسی نہ کسی وقت) نیچا دکھائے۔“

شرح ایک روایت میں ہے (فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ) ”یہ بات مسلمانوں کو بہت ناگوار گزری“

(٢٦٥٢)۔ حَدَّثَنَا الْمُطَهَّرُ بْنُ عَلِيٍّ الْفَارِسِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الصَّالِحَانِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ الْمَعْرُوفُ بِأَبِي الشَّيْخِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رُسْتَهْ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ حُمَيْدٍ......

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَتْ نَاقَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُسَمَّى الْعَضْبَاءَ، وَكَانَتْ لا تُسْبَقُ، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ عَلَى قَعُودٍ لَهُ، فَسَبَقَ، فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، فَقَالَ: ((مَا لَكُمْ؟)) فَقَالُوا: سُبِقَتِ الْعَضْبَاءُ، فَقَالَ: ((إِنَّهُ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ فِي الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ۔))

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک اونٹنی تھی جسے عضباء کہا جاتا تھا، اس سے کوئی اونٹ آگے نہیں بڑھ سکتا تھا، ایک اعرابی اپنے جوان اونٹ پر آیا اور اس سے مقابلے میں آگے بڑھ گیا، یہ بات مسلمانوں کو بہت ناگوار گزری، (ان کے چہروں پر ناگواری کے تاثرات دیکھ کر) آپ نے کہا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: عضباء تو پیچھے رہ گئی، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے یہ بات لازم قرار دے دی ہے کہ دنیا کی جو چیز بھی بلند مرتبہ ہوگی، اللہ تعالیٰ اسے نیچا دکھائے۔“

(٢٦٥١) أخرجه البخاري: ٢٨٧٢ (٢٦٥٢) ......انظر الحديث السابق

(15)......بَابُ أَخْذِ الْمَالِ عَلَى الْمُسَابَقَةِ وَالْمُنَاضَلَةِ

گھوڑ دوڑ اور تیر اندازی کے مقابلے پر انعام وصول کرنا

(٢٦٥٣)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي شُرَيْحٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ أَبِي نَافِعٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لا سَبْقَ إِلَّا فِي نَصْلٍ، أَوْ خُفٍّ، أَوْ حَافِرٍ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تیر اندازی، گھوڑ دوڑ اور اونٹ دوڑ کے علاوہ کسی چیز میں انعام نہیں رکھا جا سکتا۔“

شرح (اَلسَّبَــق) (با کے فتح کے ساتھ) سے مراد وہ مال اور انعام ہوتا ہے جو کسی مقابلہ پر دیا جائے اور السبـــق (با کے جزم کے ساتھ) کا معنی ہے: مقابلہ کرنا یا مقابلہ جیت لینا یا آگے بڑھنا۔ درج ذیل روایت میں یہ کلمہ ”ب“ پر زبر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

لفظ (اَلــنَّصَل) سے مراد تیر اندازی ہے، (اَلْخَف) سے مراد اونٹ دوڑ ہے اور (اَلْحَـافِر) سے مراد گھوڑ دوڑ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان تین چیزوں میں مقابلے کا یہ ثواب ہے اور خف البعیر سے مراد اونٹ کے کھر کا مکمل جوڑ ہے۔

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ تیر اندازی یا گھوڑ دوڑ یا اونٹ دوڑ کا مقابلہ جیتنے پر انعام وصول کرنا جائز ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت کا یہی موقف ہے کہ مذکورہ مقابلوں پر انعامات مقرر کیے جا سکتے ہیں تاکہ جنگی قوت مضبوط ہو، جہاد کی رغبت پیدا ہو اور اس طرح لوگوں میں شوق وذوق اجاگر ہو جائے۔ بہرحال جنگی اور اعلیٰ وارفع مقاصد کے لیے اس قسم کے مقابلے منعقد کرنا جائز ہے۔

جناب سعید بن مسیّب رحمہ اللہ نے کہا: گھوڑ دوڑ میں جب محلل (حلال کرنے والا) داخل ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

فائدہ: اس کی صورت یہ بنتی ہے کہ دو مقابلہ کرنے والوں میں کوئی تیسرا فریق داخل ہو جائے جس کی پوزیشن غیر واضح ہو یعنی جیتنے یا ہارنے کا کوئی یقین نہ ہو، بلکہ ان کے ہم پلہ ہونے کی بنا پر کوئی بھی نتیجہ نکل سکتا ہو کہ اس کے جیت جانے پر دونوں اس کو انعام دیں اور ہار جانے پر اس پر کچھ بھی لازم نہ آتا ہو تو یہ صورت جائز ہے، چونکہ اس کا ان دو میں داخل ہو جانا ان کے انعام لینے دینے کو جائز بنا دیتا ہے اس وجہ سے اسے محلل کہا جاتا ہے۔ (ع،س)

ان جہادی امور میں مقابلہ کرنے کرانے پر قیاس کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ تیر اندازی کے تحت ان سب چیزوں میں مقابلہ بازی جائز اور حلال ہے جو دور سے پھینک کر دشمن کی تباہی کا سبب بنتے ہیں مثلاً رائفل اور کلاشنکوف

(٢٦٥٣) صحیح ......أخرجه ابوداود: ٢٥٧٤، والترمذي: ١٧٠٠، والنسائي: ٣٥٨٧

وغیرہ کی نشانہ بازی، میزائل اور ٹینک داغنا وغیرہ گھوڑ دوڑ کے تحت خچروں، گدھوں اور تمام کھر والے جانوروں کی مقابلہ بازی درست ہوگی جو جہاد کے مقصد کو پورا کرتی ہو، اسی طرح اونٹوں پر قیاس کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ ہاتھیوں کا مقابلہ بھی درست ہے بعض علماء نے اسی کے تحت پیدل دوڑنے کے مقابلے کو بھی شامل کیا ہے۔

جناب سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے گول پتھروں کے ساتھ نشانہ بازی کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: اس کھیل اور مقابلہ میں کوئی حرج نہیں، فلان یدحو بالحجارۃ کا معنی ہے: فلاں شخص پتھر پھینک رہا ہے، جناب ابورویفع بیان کرتے ہیں کہ میں اور حسن وحسین رضی اللہ عنہما مداحی (گولی نما پتھر) سے کھیلا کرتے تھے۔ اس کھیل کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ کھیلنے والے زمین میں ایک گڑھا کھود لیتے اور پھر کچھ فاصلہ رکھ کر کھڑے ہونے کی جگہ کا تعین کر لیتے اور وہاں سے باری باری گڑھے میں گول پتھر (اخروٹ یا بنٹے کی طرح کے) پھینکنے کی مشق کرتے۔ جس کا پتھر گڑھے میں بیٹھ جاتا وہ بازی لے جاتا تھا اور اگر اس سے باہر رہتا تو وہ بازی ہار جاتا تھا، الحفیرہ سے مراد گڑھا ہے۔

اہل رائے نے تیر اندازی اور دیگر مقابلہ جات میں انعام وصول کرنے کو جائز قرار نہیں دیا رہا پرندوں میں مقابلہ بازی کرنا مثلاً کبوتر اڑانا، مرغ، تیتر اور بٹیر لڑانا وغیرہ اور اسی قسم کے دیگر شغل جن میں کوئی اعلیٰ اور مستقل فائدہ نہیں، کوئی جنگی منفعت نہیں، نہ وہ کھیل اور امور جہاد کے مقاصد کو پورا کرتے ہیں تو ان میں مقابلہ بازی کرنا اور انعام وصول کرنا جوا ہے اور سخت حرام ہے، پھر یہ بات خوب یاد رکھ لینی چاہیے کہ اگر امیر المجاہدین یا کوئی اور شخص دو شہسواروں میں دوڑ کا مقابلہ اور دو تیر اندازوں میں تیر پھینکنے کا مقابلہ کرائے اور جیتنے والے کو اپنی طرف سے انعام واکرام دے تو جائز ہے، مقابلہ بازی کی ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ دو شہسوار یا تیر انداز آپس میں معاملہ یوں طے کرلیں مثلاً ان میں سے ایک دوسرے سے کہے اگر تو جیت گیا تو میں تجھے اتنا انعام دوں گا اور اگر میں جیت گیا تو تم سے کچھ بھی وصول نہیں کروں گا۔ مقابلہ بازی کی یہ صورت جائز ہے کہ جیت جانے کی صورت میں دوسرا شخص یا فریق انعام کا مستحق قرار پائے گا۔

یا یوں ہو کہ دو افراد (یا فریق) آپس میں یہ طے کرکے مقابلہ کریں کہ ہارنے والا جیتنے والے کو اس قدر انعام دے گا تو یہ جوا ہے اور ناجائز ہے۔ اگر ان دو مقابلہ کرنے والوں میں کوئی تیسرا فریق داخل ہو جائے جس کے جیتنے یا ہارنے کا یقین نہ ہو، بلکہ ان کے ہم پلہ ہونے کی بنا پر کوئی بھی نتیجہ نکل سکتا ہو، کہ اس کے جیت جانے پر وہ دونوں اس کو انعام دیں اور ہار جانے پر اس پر کچھ بھی لازم نہ آتا ہو تو یہ صورت جائز ہے، چونکہ اس کا ان دو میں داخل ہو جانا ان کے انعام لینے دینے کو جائز بنا دیتا ہے، اس وجہ سے اسے محلل کہا جاتا ہے، محلل یعنی (جوے سے) حلال کرنے والا۔ محلل کے معاملہ میں پڑنے سے قمار (جوے) کی کیفیت ختم ہو جاتی ہے، قمار کی کیفیت یہ ہے کہ ایک شخص فائدے اور نقصان کے مابین متردد ہو۔ جب ان دو کے درمیان محلل (تیسرا فریق) آجائے گا تو معاملہ جوے سے نکل آئے گا۔

اگر محلل پہلے نمبر پر آجائے اور مقابلہ بازی والے دونوں گروہ برابر آجائیں یا اول دوم آجائیں تو محلل دونوں انعام لے لے گا۔ اگر دونوں گروہ برابر آتے ہیں اور محلل دوسرے نمبر پر آتا ہے تو کسی کو کچھ نہیں ملے گا۔ اگر دونوں مقابلہ بازوں میں سے ایک پہلے نمبر پر آتا ہے اور محلل اور دوسرا گروہ دوسرے نمبر پر برابر آجاتے ہیں یا آگے پیچھے آجاتے ہیں تو پہلا شخص اپنا انعام بھی وصول کرلے گا اور دوسرے کا انعام بھی وصول کرلے گا۔ اگر محلل اور ایک مقابلہ باز پہلے نمبر پر برابر آجاتے ہیں دوسرا مقابلہ باز دوسرے نمبر پر آتا ہے تو پہلے نمبر پر آنے والے دونوں دوسرے نمبر پر آنے والے کا انعام لے لیں گے شرط یہ ہے کہ محلل کا گھوڑا دونوں مقابلہ بازوں کے برابر کا ہو۔

فائدہ: حدیث میں بیان شدہ تین چیزوں کے علاوہ بھی اگر کوئی اور چیز جہاد کے مقصد کو پورا کرتی ہو تو اس میں بھی مقابلہ کا یہ ثواب ہوگا، کوئی کھیل اگر جائز ہوگا تو اس میں مقابلہ بھی جائز ہوگا۔

(٢٦٥٤)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الطَّحَّانُ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ قُرَيْشٍ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، أَخْبَرَنَا أَبُو عُبَيْدٍ الْقَاسِمُ بْنُ سَلامٍ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، وَالْفَزَارِيُّ، وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ أَدْخَلَ فَرَسًا بَيْنَ فَرَسَيْنِ، فَإِنْ كَانَ يُؤْمَنُ أَنْ يُسْبَقَ، فَلا خَيْرَ فِيهِ، وَإِنْ كَانَ يُؤْمَنُ أَنْ يُسْبَقَ، فَلا بَأْسَ بِهِ۔)) وَفِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ: ((مَنْ أَدْخَلَ فَرَسًا بَيْنَ فَرَسَيْنِ لا يُؤْمَنُ أَنْ يُسْبَقَ، فَلَيْسَ بِقِمَارٍ، وَمَنْ أَدْخَلَ فَرَسًا بَيْنَ فَرَسَيْنِ، وَقَدْ أَمِنَ أَنْ يُسْبَقَ، فَهُوَ قِمَارٌ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دو (مقابلہ کرنے والے) گھوڑوں میں (اپنا) گھوڑا داخل کیا جبکہ اسے یقین ہو کہ یہ جیت جائے گا تو اس میں خیر نہیں ہے (بلکہ یہ جوا ہے) اور اگر اس کے جیت جانے کا یقین نہ ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔'' بعض روایات میں یوں آیا ہے: جس نے دو (مقابلہ کرنے والے) گھوڑوں میں (اپنا) گھوڑا داخل کیا اور اس کے جیت جانے کا یقین نہ ہو تو یہ جوا نہیں ہے اور جس نے ان میں اپنا گھوڑا داخل کیا جبکہ اسے یقین ہو کہ یہ جیت جائے گا تو یہ جوا ہے۔''

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اگر دو مقابلہ بازوں کے درمیان دو یا زیادہ محلل (معاملے کو حلال کرنے والے) شریک ہو جائیں تو وہ معاملہ جائز قرار پائے گا۔ دس یا دس سے زیادہ شرکائے مقابلہ میں ایک محلل بھی کافی ہے۔

(٢٦٥٤) ضعيف ......أخرجه ابوداود: ٢٥٧٩، وابن ماجه: ٢٨٧٦

آپ ﷺ کے الفاظ (أَنْ كَانَ لَا يُؤْمَنُ أَنْ يُسْبَقَ فَلَا بَأْسَ بِهِ)''اور اگر اس کے جیت جانے کا یقین نہ ہوتو اس میں کوئی حرج نہیں، کا مطلب ہے کہ اگر شریک مقابلہ تیسرا گھوڑا عمدہ نسل کا اور خوب دوڑنے والا ہوتو باقی دونوں شرکا خطرے میں ہوں گے اور مقابلہ خوب ٹھنے گا، وہ دونوں سے جیت جانے کی پوزیشن میں ہوگا تو یہ گویا مقابلہ بازی کی اصل صورتحال بن گئی لہٰذا اس مقابلے اور انعام میں جوانہیں اور اگر شریک مقابلہ ہونے والا گھوڑا، ردی، بیکار اور سست ہوا جس سے جیت جانا پہلے ہی سے یقینی ہو رہا ہے تو یہ جوے کی کیفیت ہے، کیونکہ اس کا شریک دوڑ ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔ اس ساری بحث کو ذرا عام فہم انداز میں یوں سمجھ لیں، گھوڑ دوڑ میں دونوں کی جانب سے شرط ہو کہ اگر زید کا گھوڑا آگے نکل گیا تو خالد اس کو دو ہزار دے گا اور اگر خالد کا گھوڑا آگے نکل گیا تو زید اس کو دو ہزار دے گا، یہ صورت ناجائز ہے البتہ اگر ان دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا شخص کہے کہ جس کا گھوڑا سبقت لے جائے گا اس کو ایک ہزار انعام دیا جائے گا تو یہ جائز ہے ہاں دونوں کی جانب سے شرط کی صورت میں تیسرا شخص جو محلل ہے اگر اس کا گھوڑا سبقت لے جائے تو دونوں کا روپیہ وہ لے جائے گا اور ہار جانے کی صورت میں اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

(16)......بَابُ السَّيْفِ وَحِلْيَتِهِ

تلوار رکھنا اور اس کو (چاندی سے) مزین کرنا

(٢٦٥٥)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الْحَسَنِ الْخُزَاعِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو السَّعِيدِ الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبِ بْنِ شُرَيْحِ بْنِ مَعْقِلٍ الشَّاشِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عِيسَى مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى التِّرْمِذِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ......

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَتْ قَبِيعَةُ سَيْفِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کے دستے کے کنارے پر چاندی لگی تھی۔

(٢٦٥٦)۔ حَدَّثَنَا الْمُطَهَّرُ بْنُ عَلِيٍّ الْفَارِسِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الصَّالِحَانِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ الْمَعْرُوفُ بِأَبِي الشَّيْخِ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْخٍ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ قَتَادَةَ......

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَتْ قَبِيعَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِضَّةً۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ (کی تلوار) کے قبضہ کی ٹوپی چاندی کی تھی۔

(٢٦٥٥) صحيح ......أخرجه ابوداود: ٢٥٨٣، والترمذي: ١٦٩١، والنسائي: ٥٣٨٩

(٢٦٥٦) انظر الحديث السابق

شرح (قَبِيْعَةَ السَّيْفِ) سے مراد وہ چاندی یا لوہا ہے جسے تلوار کے دستے کے ایک کنارے میں لگایا جاتا ہے، یعنی دستے کی ٹوپی۔ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے تلوار کو تھوڑی بہت چاندی لگانا جائز ہے (جبکہ زیادہ مقدار میں نہ ہو) اور یہی حکم منطقہ یعنی کمر پر باندھے جانے والے پٹکے (پیٹی) کا ہے، جناب عروہ بن زبیر نے کہا: سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار چاندی سے آراستہ تھی۔ (صحيح بخاری: ۳۹۷۴)

جانور کی لگام اور کاٹھی (زین) کو چاندی سے آراستہ و پیراستہ کرنے کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اہل علم تلوار پر قیاس کرتے ہوئے اس کی آرائش و زیبائش کے قائل ہیں اور بعض حرمت کے کہ یہ جانور کی سج دھج کے زمرے میں آتا ہے تلوار کے زمرے میں نہیں، اسی طرح کا اختلاف ایسی چھری (چاقو وغیرہ) کے بارے میں بھی ہے جو جنگی استعمال کے لیے نہ ہو۔

باقی رہا کسی چیز کو سونے کے ساتھ مزین کرنا تو یہ کسی بھی چیز (جنگی ہتھیار ہوں خواہ غیر جنگی آلات) میں مباح اور جائز نہیں۔

مصحف پاک کو چاندی کے ساتھ مزین کرنا جائز ہے اور بعض علماء سونے کے ساتھ بھی مصحف کی تزین و آرائش کرنے کے قائل ہیں کیونکہ اس میں مصحف کی عظمت وجلالت کا پہلو پایا ہے۔

(٢٦٥٧)- أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجوْزَجَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْخُزَاعِيُّ، أَخْبَرَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عِيسَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُجَاعٍ الْبَغْدَادِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ سَعْدٍ......

عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، قَالَ: صَنَعْتُ سَيْفِي عَلَى سَيْفِ سَمُرَةَ، وَزَعَمَ سَمُرَةُ، أَنَّهُ صَنَعَ سَيْفَهُ عَلَى سَيْفِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ حَنَفِيًّا۔

جناب ابن سیرین رحمہ اللہ نے کہا: میں نے اپنی تلوار سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ کی تلوار کے انداز پر بنائی ہے اور ان کا خیال تھا کہ انہوں نے اپنی تلوار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے طرز پر بنایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار مبارک بنوحنیفہ (قبیلہ) کے طرز پر تھی۔

شرح سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک قوم (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے بہت سی فتوحات کیں۔ ان کی تلواروں کی آرائش سونے چاندی سے نہیں ہوتی تھی بلکہ اونٹ کی پشت کا چمڑہ، سیسہ اور لوہا انکی تلواروں کا زیور تھا۔

العَلَابی سے مراد جانور کے جسم کا پٹھا ہے۔ اس کا واحد عِلْباء ہے، اہل عرب تازہ پٹھے کے ساتھ اپنی تلواروں کے میان کستے تھے، انہی کے ساتھ اپنے نیزوں (کے دستوں) کو چرجانے کی صورت میں باندھتے تھے اور اونٹ کے جسم

(٢٦٥٧) ضعيف ......أخرجه الترمذي: ١٦٨٣

میں مضبوط ترین پٹھا گردن کا لمبا پٹھا ہوتا ہے۔

(17)......بَابُ الدِّرْعِ وَالْمِغْفَرِ

زرہ اور خود (پہننا)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ والے سال مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر خود تھا۔(صحیح بخاری: ٤٢٨٦، صحیح مسلم: ١٣٥٧)

(٢٦٥٨)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْخُزَاعِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ الشَّاشِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عِيسَى التِّرْمِذِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ......

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ دِرْعَانِ قَدْ ظَاهَرَ بَيْنَهُمَا۔

جناب سائب بن یزید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر جنگ احد والے دن دو زرہیں، اوپر تلے تھیں۔

(٢٦٥٩)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ صَاعِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْمُقْرِي النَّيْسَابُورِيُّ، بِهَا، أَخْبَرَنَا أَبُو طَاهِرٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَحْمِشٍ الزِّيَادِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو حَامِدٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ بِلَالٍ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الرَّبِيعِ الْمَكِّيُّ، ثنا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ......

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ظَاهَرَ يَوْمَ أُحُدٍ بَيْنَ الدِّرْعَيْنِ۔

جناب سائب بن یزید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن اوپر تلے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں۔

(٢٦٦٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ يَوْمَ بَدْرٍ: ((اللّٰهُمَّ

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے دن دعا فرما رہے تھے، اس وقت آپ ایک خیمہ میں

(٢٦٥٨) صحيح ......أخرجه ابوداود: ٢٥٩٠

(٢٦٥٩) انظر الحديث السابق

(٢٦٦٠) أخرجه البخاري: ٢٩١٥، ٣٩٥٣

إِنِّي أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ، اللّٰهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ)) فَأَخَذَ أَبُو بَكْرٍ بِيَدِهِ، فَقَالَ: حَسْبُكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! فَقَدْ أَلْحَحْتَ عَلَى رَبِّكَ، وَهُوَ فِي الدِّرْعِ، فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُولُ: ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ﴾

تشریف فرما تھے: ''اے اللہ! میں تیرے عہد اور تیرے وعدے کا واسطہ دے کر فریاد کرتا ہوں، اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے گی، اس پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا، بس کیجئے اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنے رب کے حضور میں دعا کی حد کر دی ہے، آپ علیہ السلام اس وقت زرہ پہنے ہوئے تھے، آپ باہر تشریف لائے تو زبان مبارک پر یہ آیت تھی ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ، بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ﴾ .... ''عنقریب یہ جماعت شکست دی جائے گی اور بیٹھ دے کر بھاگے گی بلکہ قیامت کی گھڑی ان کے وعدے کے وقت ہے اور قیامت بڑی سخت اور کڑی چیز ہے۔'' (سورۂ بقرہ: ۴۵)

(18)......بَابُ التُّرْسِ

ڈھال کا استعمال

(٢٦٦١)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَخْبَرَنَا الأَوْزَاعِيُّ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ أَبُو طَلْحَةَ يَتَتَرَّسُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتُرْسٍ وَاحِدٍ، وَكَانَ أَبُو طَلْحَةَ حَسَنَ الرَّمْيِ، فَكَانَ إِذَا رَمَى، تَشَرَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَنْظُرُ إِلَى مَوْضِعِ نَبْلِهِ۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنی اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ ایک ہی ڈھال سے کر رہے تھے اور سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بڑے اچھے تیر انداز تھے، جب وہ تیر مارتے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھا کر دیکھتے کہ تیر کہاں جا کر گرا ہے۔

(٢٦٦١) أخرجه البخاري: ٢٩٠٢

(19)......بَابُ الرَّايَاتِ وَالْأَلْوِيَةِ

(جہاد میں) بڑے پرچم اور چھوٹے جھنڈوں کا بیان

(٢٦٦٢)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ...... عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: لَمَّا سَارَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ، فَأَسْلَمَ أَبُو سُفْيَانَ، فَحَبَسَهُ الْعَبَّاسُ، فَجَعَلَتِ الْقَبَائِلُ تَمُرُّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَمُرُّ كَتِيبَةً كَتِيبَةً عَلَى أَبِي سُفْيَانَ، ثُمَّ جَائَتْ كَتِيبَةٌ وَهِيَ أَقَلُّ الْكَتَائِبِ فِيهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ، وَرَايَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ، قَالَ: وَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُرْكَزَ رَايَتُهُ بِالْحَجُونِ، قَالَ عُرْوَةُ: فَأَخْبَرَنِي نَافِعُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ، يَقُولُ لِلزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ: يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ، هَاهُنَا أَمَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَرْكُزَ الرَّايَةَ؟

سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے لیے روانہ ہوئے اور ابو سفیان مسلمان ہو گئے تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں (ایک قدم پر) روکے رکھا اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ قبائل کے دستے ایک ایک کر کے ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے سامنے سے گزرنے لگے، پھر ایک دستہ آیا۔ یہ سب سے چھوٹا دستہ تھا، اس میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے اور نبی اکرم ﷺ کا علم سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اٹھائے ہوئے تھے، عروہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ آپ کا علم مقام حجون میں گاڑ دیا جائے۔ عروہ نے بیان کیا: مجھے نافع بن جبیر بن مطعم نے خبر دی، کہا کہ میں نے عباس رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے کہا (فتح مکہ کے بعد) اے ابو عبداللہ ! رسول اللہ ﷺ نے یہاں آپ کو جھنڈا گاڑنے کا حکم فرمایا تھا؟

شرح: ثعلبہ بن ابو مالک القرظی سے مروی ہے کہ سیدنا قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے علم بردار تھے۔ (صحیح بخاری: ٢٩٧٤)

(٢٦٦٣)۔ حَدَّثَنَا الْمُطَهَّرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا أَبُو الشَّيْخِ الْحَافِظُ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَكَرِيَّا، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، حَدَّثَنِي أَبُو يَعْقُوبَ الثَّقَفِيُّ......

(٢٦٦٢) أخرجه البخاري: ٢٩٧٤

(٢٦٦٣) صحيح دون قوله مربعة ......أخرجه ابوداود: ٢٥٩١، والترمذي: ١٦٨٠

حَدَّثَنِی یُونُسُ بْنُ عُبَیْدٍ مَوْلَی مُحَمَّدِ بْنِ الْقَاسِمِ، قَالَ: بَعَثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ إِلَی الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَسْأَلُهُ عَنْ رَایَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا کَانَتْ، فَقَالَ: کَانَتْ سَوْدَاءَ مُرَبَّعَةً مِنْ نَمِرَةٍ۔

جناب محمد بن قاسم رحمہ اللہ نے اپنے غلام کو سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا کہ وہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے متعلق پوچھ کر آئے کہ وہ کیسا تھا؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ کالے لکیر دار اونی کپڑے کا اور چوکور تھا۔

شرح سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکے میں داخل ہوئے تو آپ کا جھنڈا سفید رنگ کا تھا۔ (صحیح، ابوداود: ۲۵۹۲، ترمذی: ۱۶۷۹، ابن ماجہ: ۲۸۱۷)

(۲۶۶٤)۔ حَدَّثَنَا الْمُطَهَّرُ بْنُ عَلِیٍّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ الصَّالِحَانِیُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الشَّیْخِ الْحَافِظُ، أَخْبَرَنَا أَبُو یَعْلَی الْمَوْصِلِیُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِیمُ بْنُ الْحَجَّاجِ السَّامِیُّ، حَدَّثَنَا حَیَّانُ بْنُ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ حَیَّانَ أَبُو زُهَیْرٍ الْعَدَوِیُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مِجْلَزٍ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: کَانَتْ رَایَةُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ سَوْدَاءَ، وَلِوَاؤُهُ أَبْیَضُ۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم کالے رنگ کا تھا اور آپ کا جھنڈا سفید رنگ کا تھا۔

(۲۶۶۵)۔ حَدَّثَنَا الْمُطَهَّرُ بْنُ عَلِیٍّ الْفَارِسِیُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو ذَرٍّ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِیمَ الصَّالِحَانِیُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ الْمَعْرُوفُ بِأَبِی الشَّیْخِ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ أَحْمَدَ الْفَارِسِیُّ، حَدَّثَنَا سَعِیدُ بْنُ عَنْبَسَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِیسَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِی بَکْرٍ......

عَنْ عَمْرَةَ، أَظُنُّهُ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: کَانَ لِوَاءُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَبْیَضَ، وَکَانَتْ رَایَتُهُ سَوْدَاءَ مِنْ مُرْطٍ لِعَائِشَةَ مُرَحَّلٍ۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا سفید رنگ کا تھا اور آپ کا پرچم کالے رنگ کا تھا جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دھاری دار دوپٹے سے بنایا گیا تھا۔

شرح (اللِّوَاء) پرچم اعظم کو اور (الرَّایَة) اس کے ذیلی اور چھوٹے جھنڈوں کو کہتے ہیں۔ (ع،س)

فائدہ: اس مفہوم میں درج ذیل حدیث صحیح ہے:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ((کَانَ لِوَاءُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَبْیَضَ، وَرَأَیْتُهُ سَوْدَاءَ))

(۲۶٦٤) حسن ......أخرجه الترمذی: ١٦٨١، وابن ماجه: ٢٨١٨

(۲٦٦٥) ضعیف ......أخرجه ابو الشیخ فی کتابه "اخلاق النبی ﷺ": صـ ١٥٢، وابن ابی شیبة فی المصنف: ٣٣٦٠٣

رسول اللہ ﷺ کا چھوٹا جھنڈا سفید اور بڑا جھنڈا سیاہ ہوتا تھا۔(ترمذی: ۱۶۸۱، ابن ماجه: ۲/ ۱۸۹، صحیحه: ۲۱۰)

ایک فرق کا اندازہ تو ترجمہ سے ہو رہا ہے، دوسرا فرق یہ بیان کیا گیا ہے کہ "رأیة" صاحب حرب کے پاس ہوتا ہے، وہ اس جھنڈے پر لڑائی کرتا ہے اور جنگجو اس کی طرف مائل ہوتے ہیں، جبکہ "لِواء" امیر اور اس کی متحد جماعت کی علامت ہوتا ہے اور اس کو اس کے ساتھ ساتھ رکھا جاتا ہے اور تیسرا فرق یہ کہ "لِواء" کو نیزے پر باندھ کر اس کے ساتھ لپیٹ دیا جاتا ہے، جبکہ "رایة" کو نیزے کے ساتھ باندھ کر کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے اور وہ ہوا کی وجہ سے ہلتا رہتا ہے۔(م،م)

(20)......بَابُ التَّأْمِيرِ فِي الْحَرْبِ وَالسَّفَرِ وَوَصِيَّةِ الْإِمَامِ الْجَيْشَ

جنگ اور سفر میں امیر بنانے اور امیر المؤمنین کا لشکر کو وصیت کرنے کا بیان

(٢٦٦٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، حَدَّثَنَا مُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَمَّرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ مُؤْتَةَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنْ قُتِلَ زَيْدٌ، فَجَعْفَرٌ، وَإِنْ قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ۔))

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ موتہ کے لشکر کا امیر سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر زید رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو جعفر رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے اور اگر جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔"

شرح: مؤتہ کو اگر ہمزہ کے ساتھ پڑھا جائے تو اس سے مراد وہ مقام ہے جہاں سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا اور جہاں جنگ مؤتہ ہوئی اور اگر الموتہ بغیر ہمزہ کے پڑھا جائے تو اس سے مراد جنون سے ملتی جلتی ایک بیماری ہے۔

(٢٦٦٧)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: خَطَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ((أَخَذَ الرَّايَةَ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا: "اب پرچم زید رضی اللہ عنہ اٹھائے

(٢٦٦٦) أخرجه البخاري: ٤٢٦١

(٢٦٦٧) أخرجه البخاري: ١٢٤٦، ٢٧٩٨، ٣٦٣٠

زَيْـدٌ فَأُصِيبَ ، ثُمَّ أَخَذَهَا جَعْفَرٌ ، فَأُصِيبَ ، ثُمَّ أَخَذَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ ، فَأُصِيبَ ، ثُمَّ أَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ ، فَفُتِحَ عَلَيْهِ ، فَمَا يَسُرُّنِي)) أَوْ قَالَ: ((مَا يَسُرُّهُمْ أَنَّهُمْ عِنْدَنَا)) قَالَ: وَإِنَّ عَيْنَيْهِ لَتَذْرِفَانِ۔

ہوئے ہیں، وہ شہید کر دیئے گئے، پھر جعفر رضی اللہ عنہ نے پرچم تھام لیا، وہ شہید کر دیئے گئے، پھر پرچم عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اٹھالیا، وہ بھی شہید کر دیئے گئے، پھر پرچم اسلام کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بغیر امیر بنائے تھام لیا اور اللہ نے ان کے ہاتھ پر فتح عنایت فرمائی اور مجھے فتح کی خوشی نہیں ہوئی (بلکہ ساتھیوں کی شہادت کا غم ہے) یا فرمایا: ''انہیں ہمارے پاس رہنا اچھا نہیں لگتا (بلکہ شہادت ہی انکی ترجیح ہے) سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ جنگ میں امیر مقرر کرنا مشروع عمل ہے، حدیث مبارکہ سے اس بات کا بھی علم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ امراء کے شہید ہو جانے کے بعد سیدنا خالد رضی اللہ عنہ موقع کی سنگینی اور حساسیت دیکھ کر خود امیر بن گئے اور بڑھ کر پرچم تھام۔لیا موقع کی نزاکت کے لحاظ سے یہ ان کا بڑا صائب فیصلہ تھا، محاذ نہایت پرخطر تھا اور گھمسان کی جنگ جاری تھی۔ اس موقع پر اگر مسلمانوں کو بغیر امیر کے چھوڑ دیا جاتا تو لشکر اسلام کے بٹ جانے کا شدید احتمال تھا، مسلمانوں کو ناقابل تلافی جانی نقصان پہنچتا۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے امارت کا خوب حق ادا کیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی امارت پر خوشی ومسرت کا اظہار فرمایا لہٰذا یہ واقعہ ایک اصول کی حیثیت اختیار کر گیا کہ ہر ایسا موقع جہاں معاملات نبھانے کی اصل ذمہ داری تو حکومت وقت کی ہو لیکن موقع پر ان میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو وہاں پر موجود کوئی بھی مسلمان شخص بڑھ کر معاملے کو اپنے ہاتھ میں لے لے اور اہل اسلام کو نقصان سے بچالے تو اس کا یہ اقدام جائز بلکہ مستحسن ہوگا۔ اس واقعہ پر قیاس کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اگر صحرائی سفر میں کوئی موت سے ہمکنار ہو جائے تو اس کے کہے بغیر اس کے رفقائے سفر پر یہ لازم آتا ہے کہ اس کے مال واسباب کو اس کے اہل خانہ تک پہنچائیں، اسی طرح اس کی تجہیز وتکفین بھی ان کے ذمے ہے کیونکہ دین کا معاملہ تعاون باہمی اور خیر خواہی کا متقاضی ہے۔ یہ امام خطابی کے کلام کا مفہوم ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام اعظم اور امیر المؤمنین جس کے اوپر اور کوئی امر نہیں وہ کسی معاملے میں اپنے لیے اور اپنی اولاد کیلئے فیصلہ کر سکتا ہے جس طرح وہ لوگوں کے جھگڑے فیصل کرتا ہے (مگر جہاں یقین ہو کہ وہ انصاف کے تقاضوں کو پامال نہیں ہونے دے گا) اسی طرح اپنی کفالت میں موجود کسی عورت کا نکاح ولی بن کر اپنے ساتھ کر سکتا ہے۔ اگر اس کے گھر سے چور مال چرالے اور گواہی مل جائے، نیز مال حد نصاب کو پہنچتا ہو تو امام از خود

اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر کر سکتا ہے (مقدمہ کسی اور قاضی (جج) کے پاس بھیجنے کی ضرورت نہیں) جیسا کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا، جب ان کے گھر سے زیورات چوری ہو گئے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پرخطر معاملات میں بھی وکالت جائز ہے اور یہ کہ وکالت کو شرائط سے مشروط کیا جا سکتا ہے۔ اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کے الفاظ مبارک ہیں، اگر زید رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو جعفر رضی اللہ عنہ پرچم سنبھالیں اور اگر جعفر شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پرچم اٹھا لیں۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی امارت کو معلق اور مشروط کر دیا ہے سیدنا زید رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ساتھ اور سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی امارت کو معلق قرار دیا ہے سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ساتھ۔

(٢٦٦٨)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ الْمِيرَبَنْدُ كُشَائِيُّ، أَنَا أَبُو سَهْلٍ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ طَرَفَةَ السِّجْزِيُّ، أَنَا أَبُو سُلَيْمَانَ حَمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْخَطَّابِيُّ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرِ بْنِ دَاسَةَ، نَا أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ الأَشْعَثِ السِّجِسْتَانِيُّ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الأَنْبَارِيُّ، نَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ......

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَعَثَ أَمِيرًا عَلَى سَرِيَّةٍ، أَوْ جَيْشٍ أَوْصَاهُ بِتَقْوَى اللّٰهِ فِي خَاصَّةِ نَفْسِهِ، وَبِمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا، وَقَالَ: ((إِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلَى إِحْدَى ثَلَاثِ خِصَالٍ، أَوْ خِلَالٍ، فَأَيَّتُهُنَّ مَا أَجَابُوكَ إِلَيْهَا، فَاقْبَلْ مِنْهُمْ، وَكُفَّ عَنْهُمْ: ادْعُهُمْ إِلَى الإِسْلَامِ، فَإِنْ أَجَابُوكَ، فَاقْبَلْ مِنْهُمْ، وَكُفَّ عَنْهُمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ، وَأَعْلِمْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوا ذَلِكَ أَنَّ لَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ، وَأَنَّ عَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ، فَإِنْ أَبَوْا،

سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب (کسی شخص کو) کسی دستے یا کسی بڑے لشکر کا امیر بنا کر روانہ کرتے تو اسے خود اپنی ذات میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور اپنی معیت میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتے اور فرماتے: ”جب تم اپنے مشرک دشمن کے مقابلے پر آؤ تو انہیں تین باتوں کی دعوت دو، وہ جسے بھی اختیار کرنا چاہیں کر لیں اور پھر جو وہ اختیار کر لیں اسے قبول کر لینا اور اپنے ہاتھ کو ان سے روک لینا (سب سے پہلے) انہیں اسلام کی دعوت دینا، اگر وہ اسے قبول کر لیں تو تم بھی ان سے قبول کر لو اور اپنے ہاتھ روک لو، پھر انہیں دعوت دو کہ وہ اپنا علاقہ چھوڑ کر دار المہاجرین میں منتقل ہو جائیں اور انہیں بتاؤ کہ اگر انہوں نے یہ امر قبول کر لیا تو ان کو وہی حقوق حاصل ہوں

(٢٦٦٨) أخرجه مسلم: ١٧٣١

وَاخْتَارُوا دَارَهُمْ ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ مِثْلَ أَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ يَجْرِي عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللّٰهِ الَّذِي يَجْرِي عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ، وَلا يَكُونُ لَهُمْ فِي الْفَيْءِ ، وَالْغَنِيمَةِ نَصِيبٌ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ ، فَإِنْ هُمْ أَبَوْا ، فَادْعُهُمْ إِلَى إِعْطَاءِ الْجِزْيَةِ ، فَإِنْ أَجَابُوا ، فَاقْبَلْ مِنْهُمْ ، وَكُفَّ عَنْهُمْ ، فَإِنْ أَبَوْا ، فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ ، وَقَاتِلْهُمْ ، وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ ، فَأَرَادُوكَ أَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلَى حُكْمِ اللّٰهِ تَعَالَى ، فَلا تُنْزِلْهُمْ ، فَإِنَّكُمْ لا تَدْرُونَ مَا حُكْمُ اللّٰهِ فِيهِمْ ، وَلَكِنْ أَنْزِلُوهُمْ عَلَى حُكْمِكُمْ ، ثُمَّ اقْضُوا فِيهَا بَعْدُ مَا شِئْتُمْ۔))

گے جو مہاجرین کو حاصل ہیں اور ان پر وہ سب کچھ واجب ہوگا جو ان مہاجرین پر واجب ہے۔ اگر وہ منتقل ہونا قبول نہ کریں اور اپنے علاقوں ہی میں رہنا چاہیں تو انہیں بتانا کہ وہ بدوی مسلمانوں کی طرح ہوں گے، ان پر اللہ کا حکم اسی طرح نافذ ہوگا جیسے کہ دیگر مومنین پر نافذ ہوتا ہے، مال اور غنیمت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا سوائے اس کے کہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوں۔ پس اگر وہ لوگ اسلام قبول کرنے سے انکاری ہوں تو انہیں کہنا کہ جزیہ دینا قبول کریں، اگر وہ اس پر راضی ہو جائیں تو اسے قبول کر لینا اور اپنا ہاتھ ان سے روک لینا۔ اگر وہ جزیہ دینے پر راضی نہ ہوں تو اللہ کی مدد طلب کرتے ہوئے ان سے قتال کرنا اور جب تم کسی قلعے والوں کا محاصرہ کرلو اور پھر وہ تم سے یہ چاہیں کہ ان کو ہتھیار ڈالنے دو، اس شرط پر کہ ان پر اللہ کا حکم نافذ ہو تو یہ بات قبول نہ کرنا کیونکہ تم نہیں جانتے کہ ان کے بارے میں اللہ کا فیصلہ کیا ہے، لیکن انہیں اپنی شرطوں اور فیصلے کے مطابق ہتھیار ڈالنے کی اجازت دو اور پھر جو چاہو ان کے متعلق فیصلہ کرو۔''

شرح امام بغوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حدیث مبارکہ بہت سارے فوائد و مسائل اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

(۱) جنگ میں امیر کا تقرر ہونا چاہیے۔ امیر المؤمنین کو چاہیے کہ جب کسی مہم پر لشکر بھیجے تو ان کا ایک امیر مقرر کر دے اور اہل لشکر کو اس کا اطاعت گزار رہنے کی تلقین کر دے تا کہ ان کا معاملہ انتشار و تشتت کی بھینٹ نہ چڑھ جائے، سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِذَا خَرَجَ ثَلاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ۔)) ......''جب تین افراد سفر پر نکلیں تو چاہیے کہ ایک کو اپنا امیر مقرر کر لیں۔'' (حسن صحیح، ابوداود: ۲۶۰۸)

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم تین افراد سفر پر نکلو تو اپنے میں سے ایک کو امیر بنا لو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اثنائے سفر میں امیر بنانے کا حکم اس لیے دیا کہ نفسی نفسی کا عالم نہ رہے اور امور سفر مرتب اور آسان ہو جائیں، چھوٹے چھوٹے معاملات میں اختلاف کی عادت بنتے بنتے بالآخر بدنظمی اور نظم و نسق کی پامالی پر منتج ہوتی

ہے جس کے عواقب انتہائی بھیانک ہوتے ہیں بہر تفصیل! قوم کو کسی بھی وقت امیر اور امارت کے بغیر نہیں رہنا چاہیے۔

حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ مشرکین کے ساتھ قتال کرنے سے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینی چاہیے تا کہ حجت تمام ہو ویسے اس مسئلہ کے متعلق اہل علم میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ امام مالک کا کہنا ہے: دعوت اسلام دینے اور خبردار کرنے سے پہلے قتال نہ کیا جائے جبکہ اہل علم کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ کفار و مشرکین کو دعوت دینے کی چنداں ضرورت نہیں البتہ دعوت دینا مستحب ضرور ہے کہ اسلام کے ظاہر ہونے کے بعد اسلام کی دعوت سب کو پہنچ چکی ہے اور سب پر واضح اور عیاں ہے۔ امام ثوری، شافعی، اہل رائے، امام احمد اور امام اسحاق رحمہم اللہ اسی بات کے قائل ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے موقف پر دلیل سلام بن ابی الحقیق یہودی کے قتل سے اخذ کی ہے۔

نیز سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ کو صبح کی نماز کے وقت حملہ کرنا مقصود ہوتا (تو انتظار فرماتے) آپ اذان (فجر) سنتے تو حملہ کرنے سے رک جاتے بصورت دیگر حملہ کر دیتے۔ (صحیح بخاری: ٦١٠، صحیح مسلم: ٣٨٢) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مصطلق پر جب حملہ کیا تو وہ بالکل غافل تھے۔ (صحیح بخاری: ٢٥٤١، صحیح مسلم: ١٧٣٠)

آپ علیہ السلام نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: ((أغِرْ علی أُبنی صباحًا وحرِّقْ۔)) ......''ابنی'' کے علاقے پر صبح کے وقت چڑھائی کرنا اور اسے جلا دینا۔'' (ضعیف، ابوداود: ٢٦١٦، ابن ماجہ: ٢٦٤٣)

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ قتال سے قبل دعوت اسلام دینا ضروری نہیں بالخصوص جب ان پر اسلام کی دعوت واضح ہو چکی ہو۔

البتہ وہ قومیں اور وہ علاقے جو خطہ اسلام سے بہت دور ہوں، جن کو اسلام کی دعوت واضح طور سے نہ پہنچی ہو، تو ان سے قتال کرنے سے قبل ضرور اسلام کا پیغام پہنچانا چاہیے، اسلام کا تعارف کروایا جائے اور اسے قبول کرنے کو کہا جائے۔ اگر اسلام کی دعوت سے پہلے ان کا کوئی فرد مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو جاتا ہے تو اس کا کفارہ اور دیت کی ادائیگی لازم ہو گی۔ کیا اس کا قصاص واجب ہے یا نہیں، اس کے متعلق اہل علم کے مابین اختلاف ہے، جناب سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿ وَلَا تُجَادِلُوٓا اَهۡلَ الۡكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ اِلَّا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡهُمۡ ﴾ .... ''اور اہل کتاب کے ساتھ بحث ومباحثہ نہ کرو مگر اس طریقہ پر جو عمدہ ہو، مگر ان کے ساتھ جو ان میں ظالم ہیں۔'' (سورۂ عنکبوت: ٤٦) کے متعلق کہا کہ اس سے مراد یہود و نصاریٰ کے وہ افراد ہیں جو جارحانہ عزائم رکھتے ہوں ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی جائے، اگر وہ اس کو ماننے سے انکار کر دیں تو ان کے ساتھ تلوار سے قتال کیا جائے۔

(فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّهُمْ أَنْ فَعَلُوْا ذٰلِكَ أَنَّ لَهُمْ مَالِلْمُهَاجِرِيْنَ) ''اور انہیں بتاؤ کہ اگر انہوں نے یہ امر قبول کر لیا تو ان کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو مہاجرین کو حاصل ہیں'' اس سے مراد مال فے کا ملنا ہے، بات یہ ہے کہ مہاجرین مدینہ کا تعلق مختلف قبائل اور علاقوں سے تھا، جو اپنے اپنے وطن چھوڑ کر مدینہ آ بسے تھے اور اللہ تعالیٰ کی خاطر

سب کچھ چھوڑ چھاڑ دیا تھا، اب مدینہ ہی ان کا گھر اور مسکن تھا مہاجرین کی اکثریت تہی دست لوگوں کی تھی جن کے پاس کھیتیاں زمینیں اور جانور وغیرہ کچھ نہ تھا، ان کے نان نفقہ کے ذمہ دار رسول اکرم ﷺ تھے اور آپ ان کی کفالت مال فے سے کرتے تھے۔ جب انہیں کسی جنگ کے لیے بلایا جاتا تو بصد خوشی اس کے لیے لبیک کہتے اور ہرگز پیچھے نہ رہتے۔ دیہات کے باسیوں اور شہر کے باشندگان میں سے صرف اسی کو کچھ ملتا جو شریک جہاد ہوتا اور جو مہم کے لیے نہ نکلتا بلکہ اپنے کام کاج میں مگن رہتا اسے مال فے سے کچھ نہ دیا جاتا اور شریک غزوہ نہ ہونے پر اس کی کوئی باز پرس بھی نہ کی جاتی۔ جب تک مہاجرین کے ساتھ کام چلتا اور افرادی قوت کی کمی کی بنا پر ان کی اشد ضرورت نہ پڑتی تو ان سے کوئی تعرض نہ کیا جاتا۔

(وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَا جِرِيْنَ) ’’اور ان پر وہ سب کچھ واجب ہوگا جو ان مہاجرین پر واجب ہے۔‘‘ مطلب یہ ہے کہ اگر وہ مدینہ میں رہائش اختیار کریں گے تو جہاد میں شرکت اور شمولیت کے لیے انہیں ہر وقت تیار رہنا ہوگا۔

(فَـأِنْ هُـمْ أَبَوْا ، فَادْعُهُمْ اِلٰى اِعْطَاءَ الْجِزْيَةِ) ’’اگر وہ لوگ اسلام قبول کرنے سے انکاری ہوں تو انہیں کہنا کہ جزیہ دینا قبول کریں۔‘‘ الفاظ حدیث کے ظاہر کا تقاضا ہے کہ جزیہ کی ادائیگی ہر مشرک پر لازم ہے، کتابی ہو خواہ غیر کتابی، سورج کا پجاری یا آگ کا، بت پوجتا ہو یا کوئی اور چیز، جب جزیہ دیں گے تو جان بخشی ہوگی وگرنہ انہیں میدان کارزار میں سامنا کرنا ہوگا۔ امام مالک اور امام اوزاعی رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔ ان بزرگوں کا کہنا ہے کہ جزیہ ہر کافر سے وصول کیا جائے گا۔ عربی ہو یا عجمی ماسوائے مرتد کے (کہ اس کی سزا قتل ہے جب بھی قابو میں آئے) سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کسریٰ کے عامل سے کہا تھا: ہمارے نبی اور اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم تم سے اس وقت تک جنگ کرتے رہیں جب تک تم صرف اللہ اکیلے کی عبادت نہ کرنے لگو۔ یا پھر اسلام نہ قبول کرنے کی صورت میں جزیہ دینا قبول کرلو اور ہمارے نبی کریم ﷺ نے ہمیں اپنے رب کا یہ پیغام بھی پہنچایا ہے کہ (اسلام کے لیے لڑتے ہوئے) جہاد میں ہمارا جو آدمی بھی قتل کیا جائے گا وہ ایسی جنت میں جائے گا جو اس نے کبھی نہیں دیکھی اور جو لوگ ہم میں سے زندہ باقی رہ جائیں گے وہ (فتح حاصل کرکے) تمہاری گردنوں کے مالک بن جائیں گے۔

(صحیح بخاری: ۳۱۵۹، ۷۵۳۰)

سیدنا ابو وائل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اہل فارس (کے سرداروں) کی طرف (درج ذیل) خط لکھا: ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ، خالد بن ولید کی طرف سے رستم اور مہران کے نام جو ایرانی عوام میں سے ہیں، جو شخص ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو، اما بعد! ہم تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ اگر تم اسلام قبول کرنے سے انکار کرو تو پھر ماتحت بن کر جزیہ ادا کرو اور اگر جزیہ ادا کرنے سے بھی انکار کرو تو یاد رکھو میرے ساتھ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں لڑنے سے اس طرح محبت کرتے ہیں جس طرح ایرانی لوگ شراب سے محبت کرتے ہیں اور جو بھی ہدایت کی پیروی کرے اس کو سلام ہے۔

(فَأَنْ أَجَابُوْا فَأَقْبَلْ مِنْهُمْ ، وَكُفَّ عَنْهُمْ) ''اگر وہ اسے قبول کرلیں تو تم بھی ان سے قبول کرلو اور ان سے اپنے ہاتھ روک لو۔'' یعنی اگر وہ جزیہ دینا قبول کرلیں تو وہ مسلمانوں کی کفالت اور ذمہ داری میں آ گئے اب ان کی حفاظت کرنا اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وصیت میں کہا: میں اپنے بعد بننے والے مسلمانوں کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ مہاجرین وانصار سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آئے، میں اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دیئے ہوئے عہد اور ذمہ کی پاسداری کی وصیت کرتا ہوں اور ان کے علاوہ باقیوں سے لڑائی کی جائے اور مسلمانوں کے اوپر بوجھ ان کی بساط اور طاقت سے بڑھ کر نہ ڈالا جائے۔

اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ جزیہ صرف اور صرف اہل کتاب اور مجوسیوں سے لیا جائے گا خواہ وہ عربی ہوں یا عجمی اور باقی رہے بت پرست تو ان سے ہرگز جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: تمام اہل کتاب سے جزیہ لیا جائے گا خواہ عربی ہوں یا عجمی اور عجم کے مشرکوں سے لیا جائے گا لیکن عرب کے مشرکوں سے نہیں۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا: اہل عرب سے جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا، کتابی ہو خواہ مشرک، اہل عجم سے جزیہ لیا جائے گا کتابی ہو خواہ مشرک۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: اگر یہ بات باطل آرزو کے زمرے میں نہ آتی جس سے گنہگار ہونے کا خدشہ ہے تو ہماری چاہت تو یہ ہے کہ اہل عرب کے چھوٹے بچوں کو جزیہ کے حکم سے مستثنیٰ قرار دیا جائے لیکن ہماری محبتوں اور چاہتوں سے اللہ بزرگ وبرتر کے احکام اور فیصلے زیادہ معزز اور قابل اتباع ہیں، مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے دومہ کے بادشاہ اکیدر سے جزیہ وصول کیا تھا۔ (حسن، ابوداود: ۳۰۳۷) اور وہ غسانی یا کندی (عرب) تھا اور آپ نے یمن کے ذمیوں سے بھی جزیہ وصول کیا جن کی اکثریت عربی تھی۔

فائدہ: مملکت اسلامیہ اپنی غیر مسلم رعایا سے ایک ٹیکس لیتی ہے جو ان کی وہاں سہولت ورہائش اور ان کی جانوں، مالوں، عزتوں اور سرحدوں کی حفاظت کرنے کے بدلے میں لیا جاتا ہے اور وہ سرحدوں کی حفاظت اور (دفاع) قتال جیسی ذمہ داریوں کے مکلّف نہیں ہوتے، اسی ٹیکس کو جزیہ کہا جاتا ہے نیز واضح رہے کہ جزیہ اہل عرب اور غیر اہل عرب دونوں سے لیا جائے گا اکیدر دومہ غسانی عرب تھا اور یہ دلیل ہے کہ غیر مسلم سے بھی جزیہ لیا جانا ضروری ہے جیسے کہ عجمیوں سے لیا جاتا ہے۔ (ع،س)

(۲۶۶۹)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ ، أَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ سَهْلِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْقُهُسْتَانِيُّ الْمَعْرُوفُ بِأَبِي تُرَابٍ ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الطَّرْسُوسِيُّ ، نَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ،

(۲۶۶۹) أخرجه مسلم: ۱۷۳۱

نَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ حِزَامٍ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ......

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَعَثَ جَيْشًا قَالَ: ((اغْزُوا بِاسْمِ اللّٰهِ ، وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ ، قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ ، لا تَغُلُّوا ، وَلا تَغْدِرُوا ، وَلا تَقْتُلُوا امْرَأَةً ، وَلا وَلِيدًا ، وَلا شَيْخًا كَبِيرًا ، وَإِذَا حَاصَرْتُمْ أَهْلَ مَدِينَةٍ ، أَوْ أَهْلَ حِصْنٍ ، فَادْعُوهُمْ إِلَى الإِسْلامِ ، فَإِنْ شَهِدُوا أَنْ لا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ ، فَلَهُمْ مَا لَكُمْ ، وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَيْكُمْ ، فَإِنْ أَبَوْا ، فَادْعُوهُمْ إِلَى الْجِزْيَةِ ، يُعْطُونَكُمْ عَنْ يَدٍ ، وَهُمْ صَاغِرُونَ ، فَإِنْ أَبَوْا ، فَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَكُمْ ، وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ۔))

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب کسی لشکر کو مہم پر بھیجتے تو سارے لشکر کو مخاطب ہو کر فرماتے: (لوگو) اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں غزوہ کرو اور اللہ کا انکار کرنے والوں سے قتال کرو، خیانت نہ کرو، غدر نہ کرو، کسی خاتون اور بچے کو قتل نہ کرو، نہ کسی بڈھے کھوسٹ کو قتل کرو اور جب تم کسی شہر یا کسی قلعے والوں کا محاصرہ کرو تو انہیں اسلام کی دعوت دو پھر اگر وہ گواہی دے دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، تو انہیں وہ حقوق ملیں گے جو تمہارے ہیں اور ان پر وہ سب کچھ واجب ہوگا جو ان مہاجرین پر واجب ہے۔ اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیں تو انہیں جزیہ ادا کرنے کی دعوت دیں، وہ تمہیں ماتحت بن کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ ادا کریں۔ اگر وہ جزیہ دینے پر راضی نہ ہوں تو ان سے قتال کرو حتی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے اور وہ بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔''

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: دشمنان اسلام کی عورتوں اور بچوں کا قتل انہیں قید میں لینے سے پہلے جائز ہے نہ بعد میں اس لیے کہ قید ہونے کے بعد وہ ہمارے غلام اور لونڈی بن جائیں گے اور مال غنیمت کے طور پر مسلمانوں میں تقسیم ہوں گے (ان کے قتل میں گویا مسلمانوں ہی کا نقصان ہے)

اگر عورتیں اور بچے لڑائی کریں یا مردوں کے مدد ومعاون ہوں تو ان سے بچاؤ اور دفاع کرنا ضروری ہے خواہ ایسا ان کو قتل کر کے ہی ممکن ہو۔

اسی طرح جب کافروں کی خواتین اور ان کے بچے لڑائی کرنے والے عسکریت پسندوں کے ساتھ گڈ مڈ ہو جائیں اور انہیں الگ کرنا ممکن نہ ہو تو انہیں بھی قتل کر دینا جائز ہوگا۔

دشمن پر شب خون مارنا جائز ہے خواہ اس سے ان کی عورتوں اور بچوں ہی کا نقصان ہو جائے اور وہ بھی ان کے ساتھ موت کے گھاٹ اتر جائیں۔

حربی کفار کے عمر رسیدہ افراد، اپاہج، نابینے، معبد خانوں میں بیٹھے عبادت گذار اور غلاموں لونڈیوں کو قتل کرنے کی بابت اختلاف پایا جاتا ہے، اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ انہیں قتل نہ کیا جائے، امام مالک، ثوری، اوزاعی رحمہم اللہ اور اہل رائے کا یہی قول ہے۔

جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انھوں نے مذکورہ بالا افراد کے قتل سے منع کیا ہے، اہل علم کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے، امام شافعی رحمہ اللہ کا اظہر قول یہی ہے۔ نیز ان کا کہنا ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے روکنے کی وجہ یہ ہے کہ پہلے لڑائی کا اہم مرحلہ سرانجام دیا جائے اور ادھر ادھر کی باتوں میں مشغول نہ ہوا جائے اور وہ ہے دشمن کے برسر پیکار اور لڑاکا افراد کو قتل کرنا، ابتدائے جنگ ہی میں گرجوں اور کنیسوں کی چھان بین میں الجھ جانے سے جنگ کا اصل مقصد فوت ہو جائے گا، یہ مطلب نہیں کہ انہیں قتل ہی نہ کیا جائے جیسا کہ انہیں کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے پھل دار درختوں کے کاٹنے سے منع کیا، مگر ان کا منع کرنا بطور حرمت کے نہ تھا۔ ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے جبکہ جناب صدیق رضی اللہ عنہ خود اس موقع پر موجود تھے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کی کھجوروں کو جلانے کا حکم صادر فرمایا، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قطع اشجار سے منع کرنا جنگی حکمت عملی کے تقاضوں کے مطابق تھا کہ پہلے لڑائی کا اہم ترین مرحلہ سر کیا جائے اور پھر دیگر امور کی طرف متوجہ ہوا جائے۔ شروع ہی میں سپاہ کو درخت کاٹنے اور اکھیڑنے پر لگا کر تھکا دینے سے اصل کاز کو شدید نقصان پہنچ سکتا ہے (ہاں البتہ، جنگی ضرورت اور مصلحت کے تحت آگ لگانا، درخت کاٹنا یا مکانات گرانا جائز ہے، جس سے دشمن کے حوصلے پست ہونے کا یقین ہو نیز انہیں نفسیاتی طور پر مرعوب کرنا مقصود ہو۔ محض فساد پھیلانے کی نیت سے جائز نہیں۔

درختوں کو کاٹنے سے منع کرنے کے حوالے سے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذہن میں یہ بات بھی ہو سکتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے ملک شام کے فتح ہو جانے کی خوشخبری اور وعدہ تو مل ہی چکا ہے، اس لیے اسے فتح ہو کر ہی رہنا ہے تو بعد از فتح مسلمانوں کے کام آنے والی چیز کو کیوں خراب کیا جائے، اور کیوں نہ اسے اہل اسلام کے فائدے کے لیے باقی رہنے دیا جائے۔

فــــائــدہ: لڑائی میں مذکورہ صدر افراد کو قتل نہیں کرنا، مگر ان میں سے ایسے افراد جن کے بارے میں معلوم ہو کہ منصوبے اور پروگرام دیتے ہیں اور جاسوسی وغیرہ کے معاملات میں ملوث ہیں، تو ان کو قتل کرنا جائز ہوگا۔ (ع،س)

(21)......بَابُ الْغَزْوِ بِالنِّسَاءِ

خواتین سے مل کر جہاد کرنا

(٢٦٧٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ،

(٢٦٧٠) أخرجه البخاري: ٢٨٨٣

أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا مُسَدَّدٌ، نَا بَشَّارُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ......

عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ، قَالَتْ: كُنَّا نَغْزُو مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَنَسْقِي الْقَوْمَ، وَنَخْدُمُهُمْ، وَنَرُدُّ الْجَرْحَى، وَالْقَتْلَى إِلَى الْمَدِينَةِ.

سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کرتیں، ہم لوگوں کو پانی پلاتیں، ان کی خدمت کرتیں، زخمیوں اور مقتولین کو مدینہ لاتیں۔

شرح: سیدہ ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے باسند صحیح مروی ہے کہتی ہیں: میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئی، میں مجاہدین کے کیمپ ہی میں رہتی، مجاہدین کے لیے کھانا پکاتی، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی اور بیماروں کی دیکھ بھال کرتی۔(صحیح مسلم: ۱۸۱۲)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جہاد میں سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا اور انصار کی بعض دوسری خواتین کو اپنے ساتھ رکھتے، وہ پانی پلاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹ کرتیں۔(صحیح مسلم: ۱۸۱۰)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: مندرجہ بالا احادیث مبارکہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ خواتین جہاد میں شریک ہوسکتی ہیں اور ان سے مجاہدین کی خدمت اور دیکھ بھال کے کام لیے جاسکتے ہیں، اگر دشمن کی کثرت اور قوت وسطوت یا عورتوں کے حسن وجمال یا ان کے نوخیز ہونے کی بنا پر خطرات اور فتنوں میں پڑنے کا اندیشہ ہوتو انہیں شریک جہاد نہ کیا جائے۔ مروی ہے کہ خواتین نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جہاد کے لیے نکلیں تو آپ نے انہیں واپس لوٹا دیا۔ ممکن ہے اس کی وجہ بیان کردہ دو امور میں سے کوئی ایک ہو۔

فائدہ: عہد رسالت میں خواتین جہاد میں شریک ہوتیں، ان کے شوہر بھی جہاد میں شریک ہوتے تھے اور وہ بھی عمر رسیدہ عورتیں ہوتیں، جیسے ام سلیم، ام عطیہ رضی اللہ عنہا وغیرہ اور وہ زخمیوں کو مرہم پٹی کرنے اور ان کو پانی پلانے جیسی معمولی خدمات کیمپوں میں رہ کر نبھاتیں اور یہ امور باحجاب ادا ہوتے۔ دوران جہاد میں اگرچہ خواتین کے لیے پردہ کی وہ پابندی ممکن نہیں جس کا عام حالات میں حکم دیا گیا ہے تاہم خواتین کو ایسا لباس استعمال کرنا چاہیے جس سے عریانی کا خدشہ نہ ہو۔ شرعی تعلیمات کی روشنی میں اجنبی مردوں اور عورتوں کو بے حجاب کھلے اختلاط کی قطعا اجازت نہیں دی جاسکتی اور نہ ان اکا دکا واقعات سے مردوزن کی مغربی مساوات اور ہر معاملے میں ان کو دوش بدوش رکھنے کا اثبات ہوتا ہے۔(ع،س)

(22)......بَابُ أَخْذِ الْجُعْلِ

جہاد میں مادی بدلہ لے لینا (جائز ہے)

(۲۶۷۱)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا أَبُو عَلِيٍّ زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ الْفَقِيهُ

(۲۶۷۱) صحیح ...... أخرجه ابوداود: ۲۴۸۷، ۲۵۲۶

السَّرَخْسِيُّ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْقُهُسْتَانِيُّ الْمَعْرُوفُ بِأَبِي تُرَابٍ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْبُوشَنْجِيُّ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ الْمُهَاجِرُ بْنُ الْمُحْرِزِ بْنِ سَالِمٍ التُّجِيبِيُّ الْمِصْرِيُّ، نَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنِ ابْنِ شُفَيٍّ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ)) قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لِلْغَازِي أَجْرُهُ، وَلِلْجَاعِلِ أَجْرُهُ، وَأَجْرُ الْغَازِي۔))

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہاد سے واپس لوٹنا (فضیلت اور ثواب میں) ایسے ہے جیسے جہاد کے لیے جانا۔'' اور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جہاد کرنے والے کو اپنا ثواب ملتا ہے اور جو کوئی کسی مجاہد کو تعاون دیتا ہے اسے اپنا اور ساتھ ہی جہاد کرنے والے مجاہد کا بھی ثواب ملتا ہے۔''

شرح (قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ) امام ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس جملے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک تو اس سے مراد مجاہد کا میدان جہاد سے واپس پلٹنا اور اپنے وطن آنا ہو سکتا ہے۔ آپ کے فرمان کا مطلب ہے کہ جس طرح مجاہد کا میدان معرکہ کی طرف جانا فضیلت اور ثواب کا باعث ہے اس کا پلٹنا بھی اجر و ثواب کا حامل ہے کیونکہ جہاد سے واپسی کے بعد مجاہد جہاد ہی کی تیاری کرتا، مزید قوت و وسائل فراہم کرتا، اہل خانہ کی خبر گیری کرتا اور تازہ دم ہو جاتا ہے، اس لیے اس کی واپسی بھی جہاد ہی کی طرح اجر و ثواب رکھتی ہے۔

اس جملے کا دوسرا مطلب ایک ہی راستے سے دوسری مرتبہ گزرنا ہو سکتا ہے خواہ اثنائے طریق میں دشمن سے مڈھ بھیڑ نہ ہو۔ بسا اوقات لشکر جان بوجھ کر ایسا کرتے ہیں اور ان کے پیش نگاہ دو مقصد ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ جب دشمن ان کو واپس لوٹتے ہوئے دیکھے گا تو وہ بے باک اور نڈر ہو جائے گا اور اپنی کمین گاہوں سے نکل آئے گا اور اپنی جمعیت اکٹھی کرے گا ادھر اسلامی لشکر اچانک ان پر حملہ آور ہو گا، وہ غافل ہوں گے اور اس طرح ان پر قبضہ پایا جا سکے گا اور دوسرا مقصد یہ ہو سکتا ہے کہ اسلامی لشکر فتح یاب ہو کر لوٹ رہا ہے مگر دشمن کے حملہ آور ہونے کے امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا، کیا خبر وہ انہیں ڈھیل دے کر اور غفلت میں مبتلا پا کر پھر سے اپنی رہی سہی قوت جمع کر کے حملہ آور ہو اور نقصان کر دے یا دشمن کا ایک دستہ ہی حملہ آور ہو۔ اس خدشے کو سامنے رکھتے ہوئے حفاظتی نکتہ نگاہ سے لشکر اسلام کو اپنے وطن واپسی تک پوری طرح مستعد، چاق چوبند اور الرٹ رہنے کی ضرورت ہے کہ اگر دشمن حملہ کرنے کی حماقت کرے بھی تو اسے منہ کی کھانی پڑے اس لیے فرمایا جہاد سے واپس لوٹنا ایسے ہی ہے جیسے جہاد کے لیے جانا۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے باسند صحیح مروی ہے کہ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اللہ کے نبی ﷺ جب کسی قوم پر غلبہ پاتے تو ان کے میدان میں تین دن ٹھہرے رہتے۔ (صحيح بخاری: ۳۰۶۵، ۳۹۷۶)

فائدہ: اس قیام میں مختلف فوائد اور حکمتیں پیش نگاہ ہوسکتی ہیں مثلاً یہ کہ مجاہدین اسلام کو آرام کا موقع میسر آ سکے، زخمیوں کی دیکھ بھال سکون واطمینان سے ہو سکے، شہداء کے تجہیز وتکفین کے عمل سے عہدہ برآ ہوا جا سکے، مال واسباب کو سمیٹا اور غنیمت کا صحیح بندوبست ہو سکے، مفتوح علاقے میں عامل کا تقرر کیا جائے، جانوروں کے چارے کا انتظام ہو سکے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دشمن دوبارہ حملہ کی تاب نہ لا سکے، وغیر ذالك من الفوائد۔(ع،س)

(لِلْجَاعِلِ أَجْرُهُ وَأَجْرُ الْغَازِي) ''مجاہد کے ساتھ تعاون کرنے والے کو اپنا ثواب ملتا ہے اور ساتھ ہی جہاد کرنے والے مجاہد کا۔'' اس جملے میں مجاہدین کے ساتھ تعاون کرنے والوں کے لیے ترغیب کا پہلو ہے اور تعاون یا مزدوری لینے والے کیلئے رخصت کا۔ اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ جہاد کرنے پر مادی بدلہ لیا جا سکتا ہے یا نہیں امام زہری، امام مالک اور اہل رائے اس بارے میں رخصت کے قائل ہیں جبکہ اہل علم کی ایک قوم اسے جائز قرار نہیں دیتی۔ مروی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مادی بدلہ لینے کے بارے میں کہا: میرا خیال ہے مجاہد اس طرح اپنا غزوہ فروخت کر دیتا ہے اور بدلہ دینے والا شریک جہاد ہونے سے راہ فرار اختیار کرتا ہے۔

جناب علقمہ نے اسے ناپسند کیا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ مزدوری اور اجرت لے کر جہاد کرنا جائز نہیں اگر کسی نے لے لی ہو تو رقم واپس کر دی جائے، امام نخعی رحمہ اللہ نے کہا: اجرت دینے میں تو کوئی حرج نہیں البتہ اجرت لینا ناپسندیدہ ہے۔

اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ جہاد کے لیے رکھے ہوئے مزدور اور چوپاؤں کی نگہداشت پر رکھے ہوئے نوکر کو مال غنیمت سے حصہ دیا جائے گا یا نہیں بالخصوص جب وہ جنگ کے موقع پر موجود ہو۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے حصہ نہیں دیا جائے گا لڑائی میں شریک ہو خواہ نہ ہو، بس اسے اس کے کام کی اجرت ہی دی جائے گی۔ یہ امام اوزاعی اور اسحاق کا قول ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی ایک قول یہی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے کچھ نہ کچھ تحفہ کے طور پر دے دیا جائے، ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر ایسا شخص لڑائی میں بالفعل شمولیت کرے تو حصہ دیا جائے اور اگر شرکت نہ کرے تو حصہ نہ دیا جائے۔ یہ قول امام ثوری رحمہ اللہ کا ہے اور ایک قول کے مطابق امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے، امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کا کہنا ہے ایسے شخص کو حصہ دیا جائے گا خواہ شریک قتال نہ بھی ہوا ہو جب اس کی صلاحیتیں لشکر کے ساتھ وابستہ ہوں، امام حسن بصری رحمہ اللہ اور ابن سیرین رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔ بعض کا کہنا ہے اسے اختیار دیا جائے کہ وہ اپنے لیے مزدوری لینا پسند کرتا ہے یا مال غنیمت میں سے حصہ۔ اگر اپنی محنت کی اجرت نہ لے تو اسے حصہ دیا جائے اور اگر اجرت کا متقاضی ہو تو حصہ نہ دیا جائے۔

سیدنا یعلی بن منیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ کے لیے نکلنے کا اعلان فرما دیا، میں بہت بوڑھا شخص تھا اور میرے پاس کوئی خادم بھی نہ تھا، میں نے ایک مزدور کی تلاش شروع کر دی جو میرے معاملات نمٹائے اور اس کو مزدوری کے طور پر اپنا حصہ دے دوں، چنانچہ مجھے ایک شخص مل گیا۔ جب روانگی کا وقت قریب آیا تو اس نے مجھے آ کر

کہا: کیا خبر حصہ کتنا ہو؟ آپ میرے ساتھ مزدوری طے کرلیں، لہٰذا میں نے اس کے ساتھ تین دینار مزدوری طے کرلی۔ پھر جب مال غنیمت ملا تو میں نے ارادہ کیا کہ اپنا حصہ اسے دے دوں۔ اتنے میں مجھے دینار طے کرنے کا معاملہ یاد آ گیا، میں سیدھا نبی اقدس ﷺ کی خدمت میں چلا آیا اور اس آدمی کے معاملے کی تفصیل آپ کے سامنے رکھ دی، آپ ﷺ نے فرمایا: ((مَا أَجِدُ لَهُ فِي غَزْوَتِهِ هٰذِهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ إِلَّا دَنَانِيرَهُ الَّتِي سَمّٰى۔)) ......''میں اس کے اس جہاد میں دنیا و آخرت میں سوائے ان دیناروں کے جو اس نے مقرر کر لیے اور کچھ نہیں پاتا۔'' (صحیح، ابوداود: ۲۵۲۷)

اگر کوئی شخص جہاد کرنے پر مزدوری اور اجرت کا طلب گار ہو تو اس کا اجارہ طے کرنا باطل ہے۔ اگر ایسا معاملہ کرنے والا آدمی شریک جنگ ہو بھی تو اسے کوئی حصہ نہ دیا جائے کیونکہ اس کا جہاد اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے نہیں بلکہ کسی اور مقصد کے لیے ہے، بعض نے کہا: اسے حصہ دیا جائے گا کیونکہ وہ شریک جہاد تو ہے۔

اگر اثنائے قتال میں کوئی کافر شخص مسلمان ہو کر مسلمانوں کی صفوں میں آ شامل ہو اور جہاد کرے تو وہ مال غنیمت میں حصے کا حقدار قرار پائے گا، اسی طرح اگر کوئی قیدی کافروں کے قبضے سے نجات پا کر لڑائی میں حاضر ہو جائے تو لڑائی میں شمولیت کی صورت میں تو اسے ضرور حصہ ملے گا البتہ نہ کرنے کی صورت میں دو قول ہیں: حصہ ملنے کا بھی اور نہ ملنے کا بھی۔

جو شخص تجارت کرتے کرتے دارالحرب پہنچ جائے اور لڑائی کے مقام میں موجود ہو۔ اگر تو ایسا شخص لڑائی میں شریک نہیں ہوتا تو اسے مال غنیمت سے حصہ نہیں دیا جائے گا اور اگر شریک غزوہ ہوتا ہے تو پھر اس کے متعلق علماء کے دو قول ہیں بعض علماء حصہ دیے جانے کے قائل ہیں اور بعض نہ دیے جانے کے، ہاں اگر کوئی شخص آتا تو جہاد کرنے کی غرض سے ہے مگر ساتھ ساتھ تجارت کا شغل بھی جاری رکھتا ہے، کچھ مال اسباب ساتھ اٹھا لیتا ہے اور دوران سفر میں اسے بیچتا رہتا ہے تو اسے حصہ دیا جائے گا خواہ لڑائی نہ بھی کرے۔ کسی ذمی شخص کا اجرت طے کر کے جہاد کیلئے نکلنا جائز ہے اس لیے کہ اس پر جہاد کرنا فرض نہیں بخلاف ایک مسلمان شخص کے کہ اس پر اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے نکلنا فرض ہے۔

اگر کوئی شخص اجرت اور کرائے پر گھوڑا لے کر جنگ کے لیے آ جاتا ہے تو اس کا یہ معاملہ درست ہے اور اسے حصہ ملے گا۔ حصہ اجرت پر گھوڑا لینے والے کو ملے گا اصل مالک کو نہیں، وہ کرایہ ہی وصول کرے گا جس کی ادائیگی اجرت پر گھوڑا لے جانے والا شخص کرے گا۔

سیدنا رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم میں سے کوئی اپنے بھائی کی کمزور سی سواری لے لیتا، اس شرط پر کہ جو کچھ بھی غنیمت میں سے ملے گا، اس میں سے نصف مالک کے لیے اور نصف ہمارے لیے ہوگا، اور پھر ایسا بھی ہوتا تھا کہ (تقسیم اموال میں) کسی کو تیر کا پھل ملتا، کسی کو اس کا پر اور کسی کو اس کی لاٹھی۔

(صحیح، ابوداود: ۳۶)

(النَّضْوِ) سے مراد دبلا پتلا اونٹ ہے۔

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اونٹ یا گھوڑا کرایہ پر لیا جا سکتا ہے نیز جانور کے مالک کے ساتھ یہ طے کرنا جائز ہے کہ مال غنیمت میں سے ملنے والا میرا پورا حصہ یا آدھا حصہ یا تیسرا حصہ تجھے ملے گا یا فریقین جو بھی معاملہ طے کر لیں وہ درست اور جائز ہوگا۔ امام اوزاعی اور امام احمد کا یہی موقف ہے۔ جناب عطیہ بن قیس نے ایک مرتبہ جہاد میں شمولیت کے لیے گھوڑا کرائے پر لیا اور مالک سے یہ طے کیا کہ گھوڑے کا حصہ میرے اور تیرے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوگا، پھر گھوڑے کا حصہ چار سو دینار ملا تو دو سو دینار عطیہ نے رکھ لیے اور دو سو گھوڑے کے مالک کو دے دیے۔

اکثر فقہاء اس انداز میں معاملہ کرنے کو جائز قرار نہیں دیتے کہ اس میں اجرت کا تعین نہیں ہوتا بلکہ معاملہ مجہول ہوتا ہے اور انہوں نے کہا: ایسی صورت میں جانور کرائے پر لینے والے شخص کو اجر مثل یعنی مارکیٹ ریٹ کے مطابق کرایہ ادا کرنا ہوگا۔

(وَاِنْ كَانَ أَحَدُنَا لَيَطِيْرُلَهُ النَّصْلُ) ''پھر کسی کو تقسیم غنیمت کے وقت تیر کا پھل ملتا'' لفظ ''طار'' کا معنی ملنا ہے، طار لفلان النصف، فلاں کو نصف حصہ ملا اور و لفلان الثلث کا معنی ہے: فلاں کو تیسرا حصہ ملا (القِدْحُ) لکڑی کا تیر۔ بعض نے کہا: اس سے مراد تیر میں لگائی جانے والی لکڑی ہے جس پر پھل لگایا جاتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشترک چیز خواہ کتنی ہی معمولی ہوا سے حصہ داروں میں تقسیم کرنا چاہیے بشرطیکہ اس کے اجزا قابل استفادہ ہوں اور نفس شے ضائع نہ ہوتی ہو، جیسے پھل اور اس کی لاٹھی کا معاملہ ہے۔ دونوں چیزیں الگ الگ قابل استعمال ہیں، لکڑ پر کوئی اور پھل چڑھایا جا سکتا ہے اور پھل کو کسی اور لکڑ میں ٹھونکا جا سکتا ہے۔ اگر کسی چیز کو جدا جدا کرنے سے نقصان ہوتا ہو اور وہ چیز قابل استفادہ نہ رہتی ہو تو پھر نقصان نہیں کیا جائے گا کہ اس میں مال کا ضیاع ہے۔ مثلاً قیمتی موتی وغیرہ یا کوئی اور چیز جو اجزاء کے الگ کرنے سے استعمال کے قابل ہی نہ رہے مثلاً جانور وغیرہ تو پھر اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت تقسیم کر لی جائے گی۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: (اجرت لے کر جہاد کرنا تو مسلمان کے لیے درست نہیں) البتہ مجاہدین کی تجہیز اور ان کی مالی اعانت درست اور جائز ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ((مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَقَدْ غَزَا۔)) ''جس نے اللہ کی راہ میں نکلنے والے مجاہد کا سامان تیار کیا اس نے بھی جہاد کیا۔''

(صحیح بخاری: ٢٨٤٣، صحیح مسلم: ١٨٩٥)

امام مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: میں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میرا جہاد پر جانے کا پروگرام ہے تو انہوں نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ کچھ رقم اس سلسلہ میں آپ کی نذر کر دوں، میں نے کہا: مجھے اللہ نے بہت وسعت دے رکھی ہے۔ انہوں نے کہا: بیشک اللہ نے آپ کو وسعت اور فراخی سے نوازا ہے لیکن میری چاہت ہے کہ میرا کچھ مال اس مد میں شرف قبولیت حاصل کر لے۔

(23)......بَابُ مَتَى يَخْرُجُ إِلَى السَّفَرِ
آدمی سفر کے لیے کب نکلے؟

(۲۶۷۲)ـ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ ، نَا هِشَامٌ ، أَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ......

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْخَمِيسِ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ ، وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يَخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيسِ۔

جناب عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک رحمہ اللہ اپنے والدمحترم سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لیے جمعرات کے روز نکلے تھے اور آپ جمعرات کے دن سفر کرنا پسند فرماتے تھے۔

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: ابتدائے شب سفر کرنا ناپسندیدہ ہے کیونکہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:((لا تُرسلوا فَواشِيكُمْ وصِبْيانكُم إذا غابتِ الشّمسُ حتّى تذْهب فحْمةُ العِشاء ، فإن الشّيْطان يبْعثُ جُنودهُ إذا غابتِ الشّمْسُ حتّى تذْهب فحمةُ العِشاء۔)) ......

''سورج ڈوبتے ہی اپنے جانوروں اور بچوں کو باہر نہ نکالا کرو حتی کہ رات کا اندھیرا خوب چھا جائے بلاشبہ شیطان سورج غروب ہونے کے وقت اپنے لشکر بھیجتا ہے اور اس کا یہ سلسلہ عشاء کا اندھیرا چھٹنے تک جاری رہتا ہے۔''

(صحيح مسلم: ۲۰۱۳)

(اَلْفَوَاشِی) یہ لفظ الفَاشِيَة کی جمع ہے اس سے مراد چرنے چگنے کے لیے بکھر جانے والے جانور ہیں، مثلاً بکریاں اور اونٹ وغیرہ۔

جب کسی شخص کے پاس مال مویشی کی کثرت ہو جائے تو اہل عرب ''اَفْشَى الرَّجُل'' کا جملہ بولتے ہیں۔

(فَحْمَةَ الْعِشَاء) سے مراد اندھیرے کا ابتدائی چھانا ہے، رات کی تاریکی اور سیاہی کو فحم (کوئلے) سے تشبیہ دی گئی ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:((عليْكُمْ بالدُّلْجةِ ، فَإِنَّ الأرْضَ تُطْوى بالليْلِ۔)) ......''رات کو سفر کیا کرو، کیونکہ رات کو زمین کو لپیٹ دیا جاتا ہے۔'' (صحیح، ابوداود: ۲۵۷۱)

(۲۶۷۲) أخرجه البخاري: ۲۹۵۰

(24)......بَابُ الْإِبْتِكَارِ
صبح سویرے (کی برکت)

(۲٦٧٣)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، نَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْبَغَوِيُّ، نَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَنَا شُعْبَةُ، وَهُشَيْمٌ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ حَدِيدٍ......

عَنْ صَخْرٍ الْغَامِدِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((اللَّهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا۔))

سیدنا صخر غامدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ! میری امت کے لیے ان کی صبحوں میں برکت ڈال دے۔''

شرح بعض رواۃ حدیث نے جناب ہشیم کے واسطے سے کچھ اضافی الفاظ نقل کیے ہیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مہم یا لشکر روانہ کرنا ہوتا تو انہیں دن کے پہلے پہر روانہ فرماتے اور سیدنا صخر رضی اللہ عنہ ایک تاجر صحابی تھے، تو وہ اپنے کارندوں کو دن کے پہلے پہر روانہ کیا کرتے تھے، چنانچہ وہ مال دار ہو گئے تھے اور ان کا مال خوب بڑھ گیا تھا۔ (ایضاً)

(25)......بَابُ كَرَاهِيَةِ السَّفَرِ وَحْدَهُ
تنہا سفر کرنا مکروہ ہے

(۲٦٧٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ صَاعِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانِ الْمُقْرِي، أَنَا أَبُو طَاهِرٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ مَحْمِشٍ الزِّيَادِيُّ، أَنَا أَبُو حَامِدٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ بِلَالٍ الْبَزَّازُ، نَا يَحْيَى بْنُ الرَّبِيعِ الْمَكِّيُّ، بِمَكَّةَ، حَرَسَهَا اللهُ، سَنَةَ تِسْعٍ وَخَمْسِينَ وَمِائَتَيْنِ، نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَاصِمٍ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَوْ عُلِمَ مِنَ الْوَحْدَةِ مَا أَعْلَمُ، مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهُ۔))

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''اگر اکیلے سفر کرنے کی خرابیوں کو جان لیا جائے جو مجھے معلوم ہیں تو کوئی شخص رات کو تنہا سفر نہ کرے۔''

(۲٦٧٣) صحيح ...... أخرجه ابوداود: ۲٦۰٦، والترمذي: ۱۲۱۲، وابن ماجه: ۲۲۳٦

(۲٦٧٤) أخرجه البخاري: ۲۹۹۸

(٢٦٧٥)۔ أَخبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَرْمَلَةَ......

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((الرَّاكِبُ شَيْطَانٌ، وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ، وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ۔))

جناب عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اکیلا سوار ایک شیطان ہے، دوسوار دو شیطان ہیں اور تین سوار ایک قافلہ ہے۔''

شرح امام ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں: حدیث کا مطلب یہ ہے، ویسے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ تن تنہا زمین میں چلتے پھرتے رہنا شیطان کا کام ہے یا انسان کا اکیلے سفر کرنا ایسا عمل ہے کہ شیطان اس پر حملہ کرسکتا ہے اور اسے اپنے گمراہ کن مقاصد کے لیے استعمال کرسکتا ہے اس لیے کہا گیا ہے کہ ایسا کرنے والا شیطان ہے۔ امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: میرے نزدیک حدیث مبارکہ کا وہی مفہوم ہے جو جناب سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک مرسل روایت میں بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((الشَّيْطَانُ يهُمُّ بالواحِدِ وبالاثْنَيْنِ، فَإذا كانُوا ثَلَاثَة لَمْ يهمُمْ بِهِمْ۔)) ...... ''شیطان ایک دو افراد کو مغموم اور بے چین کرتا ہے اگر تین ہوں تو انہیں تشویش میں نہیں ڈالتا۔''

(ضعیف، مؤطا امام مالك: ١٨٣٢)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ سرّه بحبحةُ الجنّةِ، فلْيلْزمِ الجَماعَة، فإن الشّيْطان مَعَ الفذّ، وهُو مِن الاثْنيْن أبْعدُ۔)) ...... ''جو شخص جنت کے وسط میں رہنا پسند کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ جماعت کے ساتھ وابستہ و پیوستہ ہو جائے، بلاشبہ تنہا آدمی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور وہ دو افراد سے قدرے دور ہوتا ہے۔'' (صحیح، ترمذی: ٢١٦٥)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اکیلے سفر کرنے والے کے متعلق کہا: اگر دوران سفر اس کی موت واقع ہو جائے تو میں اس کے متعلق کس سے پوچھوں گا؟ امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: تن تنہا سفر کرنے والے شخص کا معاملہ انتہائی خطرناک ہوسکتا ہے بالفرض اس کی موت واقع ہو جاتی ہے تو اس کے غسل، تجہیز وتکفین اور دفن کے معاملات کون نمٹائے گا (بیمار ہونے کی صورت میں کون سنبھالے گا) وہ اپنے معاملات کی وصیت کسے کرے گا؟ اس کا سامان اہل خانہ تک کون پہنچائے گا؟ البتہ تین ہوں تو سب کو مکمل سہولت ہوگی، باری باری ضروری امور سرانجام دے لیں گے، چوکیداری میں آسانی رہے گی، باجماعت نماز پڑھیں گے اور ایک دوسرے کے انیس اور معاون ہوں گے۔

(٢٦٧٥) حسن ......أخرجه ابوداود: ٢٦٠٧، والترمذی: ١٦٧٤

(٢٦٧٦)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَنَا حَاجِبُ بْنُ أَحْمَدَ الطُّوسِيُّ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، نَا عَلِيُّ بْنُ يَحْيَى الْقَطَّانُ، نَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَجْلَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَقَالَ حَاتِمٌ مَرَّةً: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِذَا كَانَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ، فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ۔))

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تین شخص سفر کریں تو وہ اپنے میں سے ایک کو امیر بنائیں۔''

شرح جناب نافع نے کہا: (یہ حدیث سننے کے بعد) ہم نے ابوسلمہ (بن عبدالرحمان بن عوف) سے کہا: آپ ہمارے امیر سفر ہیں۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: امیر سفر بنانے کا حکم اس لیے ہے کہ اگر کہیں آراء مختلف ہوتی ہیں تو امیر موجود ہونے سے معاملہ اختلاف وتشتت کی حدوں تک نہیں پہنچے گا۔ اس نظم سے امور سفر مرتب اور آسان ہو جائیں گے جس سے برکت حاصل ہوگی۔

(26)......بَابُ الْخِدْمَةِ فِي السَّفَرِ
دوران سفر کسی سے خدمت لینا

(٢٦٧٧)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا قُتَيْبَةُ، نَا يَعْقُوبُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَبِي طَلْحَةَ: ((الْتَمِسْ غُلَامًا مِنْ غِلْمَانِكُمْ يَخْدُمُنِي)) حَتَّى أَخْرُجَ إِلَى خَيْبَرَ، فَخَرَجَ بِي أَبُو طَلْحَةَ مُرْدِفِي، وَأَنَا غُلَامٌ رَاهَقْتُ الْحُلُمَ، فَكُنْتُ أَخْدُمُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَزَلَ، فَكُنْتُ أَسْمَعُهُ كَثِيرًا يَقُولُ: ((اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اپنے بچوں میں سے کوئی بچہ میرے ہمراہ کردو، جو خیبر کے غزوے میں میرے کام کردیا کرے جب میں خیبر کا سفر کروں۔'' ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھا کر مجھے (سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو) لے گئے، میں اس وقت ابھی نوخیز لڑکا تھا، بلوغت کے قریب تھا، جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں پڑاؤ کرتے تو میں

(٢٦٧٦) حسن صحيح ......أخرجه ابوداود: ٢٦٠٨

(٢٦٧٧) أخرجه البخاري: ٢٨٩٣، ٤٠٨٤، ٧٣٣٣

مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ، وَالْعَجْزِ، وَالْكَسَلِ، وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ، وَضَلَعِ الدَّيْنِ، وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ)) ثُمَّ قَدِمْنَا خَيْبَرَ، فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ، ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ، وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا، وَكَانَتْ عَرُوسًا، فَاصْطَفَاهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ، فَخَرَجَ بِهَا حَتَّى بَلَغْنَا سَدَّ الصَّهْبَاءِ، حَلَّتْ، فَبَنَى بِهَا، ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطَعٍ صَغِيرٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((آذِنْ مَنْ حَوْلَكَ)) فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيمَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى صَفِيَّةَ ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ قَالَ: فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَوِّي لَهَا وَرَائَهُ بِعَبَائَةٍ، ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيرِهِ، فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ، فَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلَى رُكْبَتِهِ حَتَّى تَرْكَبَ، فَسِرْنَا حَتَّى أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ، فَنَظَرَ إِلَى أُحُدٍ، فَقَالَ: ((هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا، وَنُحِبُّهُ)) ثُمَّ نَظَرَ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَقَالَ: ((إِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا، بِمِثْلِ مَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ، اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مُدِّهِمْ، وَصَاعِهِمْ۔))

آپ کی خدمت کرتا، اکثر میں سنتا کہ آپ یہ دعا کرتے (أَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ، وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ، وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ)...... ''اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں غم اور فکر سے، عاجزی اور کاہلی سے، بخل اور بزدلی سے، قرض کے بوجھ سے اور ظالم کے غلبے سے'' آخر ہم خیبر پہنچ گئے اور جب اللہ تعالیٰ نے خیبر کے قلعہ پر آپ کو فتح دی تو آپ کے سامنے صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا کے جمال کا تذکرہ کیا گیا ان کا شوہر (یہودی) لڑائی میں قتل ہو گیا تھا اور وہ ابھی دلہن ہی تھیں آپ نے انہیں اپنے لیے پسند فرمالیا، پھر آپ انہیں ساتھ لے کر وہاں سے چلے، جب ہم سد الصہباء مقام پر پہنچے تو وہ حیض سے پاک ہو گئیں تو آپ نے ان سے خلوت کی، اس کے بعد آپ نے حیس (کھجور، پنیر اور گھی سے تیار کیا ہوا ایک مالیدہ) تیار کرا کر ایک چھوٹے دستر خوان پر رکھوایا اور مجھ سے فرمایا: ''اپنے اردگرد کے لوگوں کو دعوت دے دو۔'' اور یہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا ولیمہ تھا، پھر ہم مدینہ کی طرف چل دیے، سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفیہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے اپنے پیچھے (اونٹ کی کوہان کے اردگرد) اپنی چادر سے پردہ کیے ہوئے تھے (سواری پر جب سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سوار ہوتیں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ کے پاس بیٹھ جاتے اور اپنا گھٹنا کھڑا رکھتے اور سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اپنا پاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے پر رکھ کر سوار ہو جاتیں۔ اس طرح ہم چلتے رہے اور

جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو آپ نے احد پہاڑ کو دیکھا اور فرمایا: ''یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔'' اس کے بعد آپ نے مدینہ کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا: ''اے اللہ! میں اس کے دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان کے خطے کو حرمت والا قرار دیتا ہوں جس طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرمت والا قرار دیا تھا۔ اے اللہ! مدینہ والوں کے مد اور صاع میں برکت فرمادے۔''

(27)......بَابُ كَرَاهِيَةِ الْجَرَسِ فِي السَّفَرِ

سفر میں جانوروں کو گھنٹی باندھنے کی کراہت

(٢٦٧٨)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنَا الْقَاسِمُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، نَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لا تَصْحَبُ الْمَلائِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا كَلْبٌ، أَوْ جَرَسٌ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فرشتے اس جماعت کے ساتھ نہیں چلتے جن کے ساتھ کتا ہو یا گھنٹی۔''

شرح سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((الْجَرَسُ مَزَامِيرُ الشَّيْطَانِ۔))...... ''گھنٹی شیطان کا باجا ہے۔'' (صحیح مسلم: ٢١١٤)

مروی ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کے پاؤں میں پڑی ہوئی گھنٹیاں کاٹ دی تھیں اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرمار ہے تھے: ((إِنَّ مَعَ كُلِّ جَرَسٍ شَيْطَانًا۔)) ...... ''یقیناً ہر گھنٹی کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے۔'' (ضعیف، ابوداود: ٤٢٣٠)

مروی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک بچی آئی جس کے پاؤں میں پازیب تھے تو انہوں نے کہا: اسے مجھ سے دور کردو یہ فرشتوں کو منتشر کردینے والی ہے۔

مروی ہے کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں گھنٹی ہو۔

(٢٦٧٨) أخرجه مسلم: ٢١١٣

(28)......بَابُ قَطْعِ الْقَلَائِدِ وَالْأَوْتَارِ

جانوروں کے گلے سے مطلق قلادہ (ہار) یا تندی کا قلادہ کاٹ دینا

(٢٦٧٩)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ......

عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، أَنَّ أَبَا بَشِيرٍ الأَنْصَارِيَّ، أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، قَالَ: فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: وَالنَّاسُ فِي مَبِيتِهِمْ: ((لا تَبْقَيَنَّ فِي رَقَبَةِ بَعِيرٍ قِلادَةٌ مِن وَتَرٍ، أَوْ قِلادَةٌ إِلَّا قُطِعَتْ۔))

سیدنا ابو بشیر انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک قاصد بھیجا، راوی حدیث عبداللہ بن ابی بکر کا کہنا ہے: میرا خیال ہے کہ شیخ نے بیان کیا: لوگ رات کی آرام گاہ میں تھے (آپ ﷺ نے کہلا بھیجا کہ) ''کسی اونٹ کے گلے میں کوئی تانت یا کوئی قلادہ باقی نہ چھوڑا جائے مگر اسے کاٹ ڈالا جائے۔''

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے رسول معظم ﷺ کے فرمان کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ اہل عرب ایسا نظر بد سے بچاؤ کے لیے کرتے تھے تو آپ نے اس فرمان کے ساتھ اس بدعقیدگی کا قلع قمع فرمایا۔ وہ لوگ جانوروں کے گلوں میں تانت کے ہار ڈالتے، اس کے ساتھ منکے لٹکاتے، اور اسے مؤثر سمجھتے اور یہ ذہن رکھتے کہ اس طرح ان کے جانور آفتوں اور ہلاکتوں سے محفوظ رہیں گے، نبی ﷺ نے انہیں اس جاہلی انداز سے منع فرما دیا اور ان پر واضح کیا کہ یہ امور اللہ کی تقدیر کو نہیں ٹال سکتے۔ ان کے علاوہ دیگر علماء کا خیال ہے کہ آپ کے منع کرنے اور کاٹ دینے کا حکم صادر فرمانے کا مطلب ہے کہ لوگ یہ تانت ان کے گلوں میں گھنٹیاں باندھنے کے لیے ڈالتے تھے۔

سیدنا وہب جشمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اور انہیں صحابیت کا شرف بھی حاصل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((ارْتَبِطُوا الخيْل وامْسَحُوا بنواصِيها وأعْجازِها، أَوْ قَالَ: وأكْفالِها، وقلِّدُوها ولَا تُقلِّدُوها الأَوْتَـــارَ۔)) ......''گھوڑوں کو باندھ کر رکھو (ان کی خوب دیکھ بھال کرو) ان کی پیشانیوں اور سرینوں پر ہاتھ پھیرا کرو۔'' راوی کو شک ہے کہ آپ نے لفظ ''اعجاز ھا'' کہا یا ''اکفالھا'' اور گردنوں میں رسیاں باندھو مگر تانت کی رسی نہ ہو۔'' (حسن، ابوداود: ٢٥٥٣، نسائی: ٣٥٦٥)

اس حدیث کی توضیح میں وہ باتیں بھی کہی گئی ہیں جن کا تذکرہ ہم نے گزشتہ سطور میں کر دیا ہے کہ ہر قسم کے ہار منع

(٢٦٧٩) أخرجه البخاري: ٣٠٠٥، ومسلم: ٢١١٥

ہیں خواہ تندی کے ہوں یا کسی اور چیز کے جبکہ بعض حضرات نے کہا کہ آپ ﷺ نے تانت کے قلادہ سے خاص طور پر منع فرمایا ہے کہ کہیں تیز دوڑتے ہوئے اڑ کر جانور کا گلا نہ گھٹ جائے (تانت سخت ہوتی ہے اور جلدی سے ٹوٹتی بھی نہیں) البتہ روئی اور اون کے قلادہ میں کوئی حرج نہیں۔

(٢٦٨٠)۔ أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْفَاشَانِيُّ، أَنَا أَبُو عُمَرَ الْقَاسِمُ بْنُ جَعْفَرٍ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو عَلِيٍّ اللُّؤْلُئِيُّ، نَا أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ الأَشْعَثِ، نَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُوهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، نَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ الْمِصْرِيُّ، عَنْ عَيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ الْقِتْبَانِيِّ، أَنَّ شُيَيْمَ بْنَ بَيْتَانَ، أَخْبَرَهُ، عَنْ شَيْبَانَ الْقِتْبَانِيِّ......

عَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَا رُوَيْفِعُ، لَعَلَّ الْحَيَاةَ سَتَطُولُ بِكَ بَعْدِي، فَأَخْبِرِ النَّاسَ أَنَّهُ مَنْ عَقَدَ لِحْيَتَهُ، أَوْ تَقَلَّدَ وَتَرًا، أَوِ اسْتَنْجَى بِرَجِيعِ دَابَّةٍ، أَوْ عَظْمٍ، فَإِنَّ مُحَمَّدًا مِنْهُ بَرِيءٌ۔))

سیدنا رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے رویفع! امید ہے تجھے میرے بعد لمبی زندگی ملے گی، تو تم لوگوں کو بتا دینا کہ جو اپنی داڑھی کو گرہ لگائے یا تانت باندھے یا جانور کے گوبر یا ہڈی سے استنجا کرے تو محمد ﷺ اس سے بری ہیں۔''

شرح: علمائے کرام نے داڑھی کو گرہ دینے کے دو مطلب بیان کیے ہیں ایک تو یہ کہ جس طرح دور جاہلیت میں لوگ جنگ کرتے وقت اپنی داڑھیوں کو بٹ کر گرہ دے لیتے تھے اور یہ عجمی لوگوں کا انداز بھی ہے (اور اب سکھ ایسا کرتے ہیں) یا داڑھی کو ایسے انداز میں سمیٹ لینا کہ بال گھنگریالے ہو جائیں اور دیکھنے والوں کو داڑھی چھوٹی نظر آئے جیسے کہ زنانہ مزاج رکھنے والوں کی عادت ہے (یعنی مخنث قسم کے لوگ)

گھوڑوں کے گلوں میں تانت ڈالنے کی ممانعت کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ دور جاہلیت کی طرح گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنے مقتولین کا بدلہ اور انتقام لینے کے لیے نہ دوڑتے پھرو اور انہیں بغض وکینہ کے جذبات کو پروان چڑھانے کے لیے ہی نہ بھگاتے رہو، (بلکہ اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے کام میں لاؤ)

(29)......بَابُ الْإِرْدَافِ عَلَى الدَّابَّةِ

جانور پر دو افراد کا سوار ہونا

(٢٦٨١)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ مَعْقِلٍ الْمَيْدَانِيُّ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ،

(٢٦٨٠) صحيح ......أخرجه ابوداود: ٣٦، ٣٧، والنسائي: ٥٠٦٧

(٢٦٨١) أخرجه البخاري: ٢٩٨٧، ٥٦٦٣، ومسلم: ١٧٩٨

أَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ......

عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ حِمَارًا عَلَيْهِ إِكَافٌ تَحْتَهُ قَطِيفَةٌ فَدَكِيَّةٌ، وَأَرْدَفَ وَرَائَهُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ۔

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے پر سوار ہوئے جس پر پالان رکھا ہوا تھا اور پالان کے نیچے علاقہ فدک کی بنی ہوئی چادر بچھی ہوئی تھی اور آپ نے اپنے پیچھے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بٹھا رکھا تھا۔

شرح سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوران سفر میں پیچھے رہا کرتے تھے، ضعیفوں کی سواری ہانک لے جاتے اور انہیں اپنے پیچھے بٹھا لیتے اور ان کے لیے دعائیں کرتے۔(صحیح، ابوداود: ۲۶۳۹)

(يُزْجِي الضَّعِيفَ) ''کمزور کو چلاتے'' سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہم جنگ خیبر سے واپس آ رہے تھے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ محترمہ (سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا) آپ کے پیچھے سواری پر سوار تھیں۔(صحیح بخاری: ۵۹۶۸)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: جانور پر دو آدمیوں کے سوار ہونے کے وقت سواری کا مالک اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ وہ آگے بیٹھے الا یہ کہ وہ بخوشی دوسرے آدمی کو آگے بیٹھنے کی اجازت دے دے، سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لیے جا رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس کے پاس گدھا تھا، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! (آیئے!) سوار ہو جایئے اور وہ خود پیچھے کو ہو گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَا، أَنْتَ أَحَقُّ بِصَدْرِ دابّتِك، اِلَا اَنْ تَجْعَلَهُ لِي۔)) ...... ''نہیں، تم اپنی سواری پر آگے بیٹھنے کے زیادہ حق دار ہو۔ الاّ کہ تم اپنا یہ حق مجھے دے دو۔'' اس نے کہا: بے شک میں اپنا یہ حق آپ کو دیتا ہوں، چنانچہ آپ سوار ہو گئے۔

(حسن صحیح، ابوداود: ۲۵۷۲، ترمذی: ۲۷۷۳)

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ نے کہا: بعض علماء کا موقف ہے کہ جانور کا مالک اپنی سواری کے فرنٹ پر بیٹھنے کا زیادہ حق رکھتا ہے الا یہ کہ وہ دوسرے کو اجازت دے دے۔

فائدہ: یہی حکم آج کی جدید سواریوں کا بھی ہے یعنی ان کی فرنٹ سیٹ کا بھی یہی حکم ہے۔ حدیث میں لفظ (اکاف) آیا ہے جس کا معنی پالان ہے۔(ع،س)

(30)...... بَابُ اِرْدَافِ الْمَرْأَةِ

جانور پر پیچھے خاتون کو بٹھانا

(۲۶۸۲)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، نَا يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ......

(۲۶۸۲) أخرجه البخاري: ٦١٨٥

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ أَقْبَلَ هُوَ، وَأَبُو طَلْحَةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفِيَّةُ، مُرْدِفُهَا عَلَى رَاحِلَتِهِ، فَلَمَّا كَانُوا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ، عَثَرَتِ النَّاقَةُ، فَصُرِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالْمَرْأَةُ، وَأَنَّ أَبَا طَلْحَةَ، قَالَ: أَحْسِبُ اقْتَحَمَ عَنْ بَعِيرِهِ، فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، جَعَلَنِي اللَّهُ فِدَاكَ، هَلْ أَصَابَكَ مِنْ شَيْءٍ؟ قَالَ: ((لَا، وَلَكِنْ عَلَيْكَ بِالْمَرْأَةِ۔)) فَأَلْوَى أَبُو طَلْحَةَ ثَوْبَهُ عَلَى وَجْهِهِ، فَقَصَدَ قَصْدَهَا، فَأَلْقَى ثَوْبَهُ عَلَيْهَا، فَقَامَتِ الْمَرْأَةُ، فَشَدَّ لَهُمَا عَلَى رَاحِلَتِهِمَا، فَرَكِبَا، فَسَارُوا حَتَّى إِذَا كَانُوا بِظَهْرِ الْمَدِينَةِ، أَوْ قَالَ: أَشْرَفُوا عَلَى الْمَدِينَةِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ۔)) فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُهَا حَتَّى دَخَلَ الْمَدِينَةَ۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ اور سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مدینہ منورہ کے لیے) روانہ ہوئے۔ ام المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر آپ کے پیچھے تشریف فرما تھیں، راستے میں کسی جگہ اونٹنی کو ٹھوکر لگی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المؤمنین رضی اللہ عنہا گر گئے، سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اونٹ سے فوراً اپنے کو گرادیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی! اللہ آپ پر مجھے قربان کرے! کیا آپ کو کوئی چوٹ آئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! البتہ عورت کو دیکھو، چنانچہ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کپڑا اپنے چہرے پر ڈال لیا، پھر ام المؤمنین کی طرف بڑھے اور اپنا کپڑا ان کے اوپر ڈال دیا اس کے بعد وہ کھڑی ہوگئیں اور ام المؤمنین کے لیے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے پالان مضبوط باندھا، اب آپ نے سوار ہو کر پھر سفر شروع کیا، جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے یا یوں کہا کہ مدینہ نظر آنے لگا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ۔))...... ''ہم لوٹنے والے ہیں، توبہ کرتے ہوئے، اپنے رب کی عبادت کرتے ہوئے اور اس کی حمد بیان کرتے ہوئے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ الفاظ مسلسل کہتے رہے، یہاں تک کہ مدینہ میں داخل ہو گئے۔

(31)......بَابُ كَرَاهِيَةِ الْوُقُوفِ عَلَى الدَّابَّةِ

سواری کی پشت پر (بلاضرورت) ٹھہرنا مکروہ ہے

(٢٦٨٣)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، أَنَا أَبُو سَهْلٍ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ

(٢٦٨٣) صحيح ......أخرجه ابوداود: ٢٥٦٧

بْـنِ طَـرَفَةَ السِّـجْـزِيُّ ، أَنَـا أَبُـو سُـلَيْمَانَ الْخَطَّابِيُّ ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ دَاسَةَ ، نَا أَبُو دَاوُدَ سُـلَيْـمَـانُ بْـنُ الأَشْعَثِ ، نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ ، نَا ابْنُ عَيَّاشٍ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي عَمْرٍو السَّيْبَانِيِّ ، عَنْ أَبِي مَرْيَمَ......

عَـنْ أَبِـي هُـرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّـمَ قَـالَ: ((لا تَتَّـخِـذُوا ظُهُورَ دَوَابِّكُمْ مَنَابِرَ ، فَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى إِنَّمَا سَخَّرَهَا لَـكُـمْ لِتُبَلِّغَكُمْ إِلَى بَلَدٍ لَمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِـقِّ الأَنْـفُـسِ ، وَجَـعَـلَ لَـكُـمُ الأَرْضَ ، فَعَلَيْهَا ، فَاقْضُوا حَاجَاتِكُمْ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنے چوپاؤں کی پشت کو منبر نہ بناؤ، بلاشبہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں تمہارے تابع کیا ہے تاکہ وہ تمہیں ایسے مقامات تک لے جائیں جہاں تم انتہائی مشقت کے بغیر نہیں پہنچ سکتے تھے اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بنایا پس تم اسی پر اپنے کام کرو۔''

شرح امام ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ نے کہا: ذخیرہ حدیث میں یہ بات ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (عرفہ والے دن) اپنی سواری پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ بغرض ضرورت سواری کے اوپر قیام کیا جاسکتا ہے بسا اوقات کوئی کام اس نوعیت کا ہوتا ہے کہ سواری سے اتر کی اس کی ادائیگی ممکن نہیں ہوتی تو ایسی صورت میں جانور کے اوپر ٹھہرنا مباح ہوگا اور نفی کا تعلق بلاضرورت ومقصد جانوروں کے اوپر بیٹھے رہنے سے ہے، جانور کی تھکاوٹ کو خاطر میں لائے بغیر اس پر سوار رہ کر دور پار کی گپیں لگائی جائیں، اور گھنٹوں باتوں میں مصروف رہا جائے، سواری کی تکلیف کا احساس کرنا چاہیے آخر وہ بھی تو جاندار ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: عرفہ والے دن سواری پر سوار ہو کر وقوف کرنا سنت ہے اور قدموں پر کھڑے ہو کر وقوف کرنا جائز ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: جب ہم کسی منزل پر اترتے تو جب تک ہم (چارپایوں سے) سامان نہ اتار لیتے، نفل نماز ادا نہیں کرتے تھے۔ (صحیح، ابوداود: ٢٥٥١)

مطلب یہ ہے کہ اپنی سواریوں کا احساس کرتے ہوئے پہلے انہیں پالان کے بوجھ سے آزاد کرتے کہ ان کے جسموں کو راحت پہنچے اور پھر نماز چاشت کی طرف بڑھتے۔ بعض اہل علم اس بات کو محبوب جانتے ہیں کہ جب کسی منزل پر پڑاؤ کیا جائے تو پہلے سواری کو چارہ ڈالا جائے اور بعد ازاں خود کھانا نوش کیا جائے۔

(32)......بَابُ يُعْطِي الْإِبِلَ حَقَّهَا

دوران سفر میں اونٹوں کو ان کا حق دیا جائے

(٢٦٨٤)۔ أَخْبَـرَنَا ابْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ الْجُرْجَانِيُّ ، أَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَارِسِيُّ ،

(٢٦٨٤) أخرجه مسلم: ١٩٢٦

أَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْجُلُودِيُّ، نَا أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، نَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، نَا جَرِيرٌ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخِصْبِ، فَأَعْطُوا الإِبِلَ حَقَّهَا مِنَ الأَرْضِ، وَإِذَا سَافَرْتُمْ فِي السَّنَةِ، فَأَسْرِعُوا عَلَيْهَا السَّيْرَ، وَإِذَا عَرَّسْتُمْ بِاللَّيْلِ، فَاجْتَنِبُوا الطَّرِيقَ، فَإِنَّهَا مَأْوَى الْهَوَامِّ بِاللَّيْلِ.))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم شاداب علاقوں میں سفر کرو تو اونٹوں کو ان کا حق دیا کرو (کہ وہ بھی کھا اور چر لیں) اور جب خشکی کے (دن یا علاقے ہوں) تو جلدی جلدی چلا کرو (تاکہ سواریوں کو اذیت نہ ہو) اور جب تم رات کو آرام کے لیے کہیں پڑاؤ کرو تو راستے سے ہٹ کر پڑاؤ کیا کرو، اس لیے کہ رات کے وقت راستے پر حشرات الارض کا بسیرا ہوتا ہے۔''

شرح ایک روایت میں ہے: (فِي السَّنَةِ فَبَادِرُوْا بِهَا نِقْيَهَا) ''خشکی کے (دن یا علاقے) میں جانوروں کو کمزور اور لاغر ہونے سے پہلے پہلے لے چلو۔

(33)......بَابُ بَذْلِ الزَّادِ فِي السَّفَرِ

اثنائے سفر میں ضرورت سے زائد توشہ خرچ کر دینا

(٢٦٨٥)- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، نَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، نَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، نَا أَبُو الأَشْهَبِ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، ......

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلَى رَاحِلَةٍ لَهُ، قَالَ: فَجَعَلَ يَضْرِبُ يَمِينًا، وَشِمَالا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ، فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لا ظَهْرَ لَهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلُ زَادٍ، فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لا زَادَ لَهُ.)) قَالَ: فَذَكَرَ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَكَرَ

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک آدمی اپنی اونٹنی پر آیا اور اسے دائیں بائیں گھمانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے پاس کوئی زائد سواری ہو وہ اس شخص کو دے دے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس کھانے پینے کی کوئی زائد چیز ہو وہ اس شخص کو دے دے جس کے پاس توشہ نہ ہو'' سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ ﷺ نے اسی انداز میں مختلف اشیاء کا ذکر کیا حتی کہ ہم نے یہ سمجھا

(٢٦٨٥) أخرجه مسلم: ١٧٢٨

حَتَّى رَأَيْنَا أَنَّهُ لا حَقَّ لأَحَدٍ مِنَّا فِي فَضْلٍ۔ کہ ہمارے زائد اموال میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔

شرح **فائدہ**: جب دیگر ساتھی عسر اور تنگی میں ہوں یا اہل اسلام پر کوئی آفت ٹوٹ پڑے مثلاً قحط، سیلاب وغیرہ تو محتاجوں، ضرورت مندوں پر خرچ کرنا واجب ہو جاتا ہے اور عام حالات میں مستحب اور مندوب ہے۔ مولیٰ کریم امت کے اغنیاء اور اصحاب وسعت کو بخل سے بچائے جو کہ قیامت کی علامت ہے۔ (ع،س)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: کمزور اور دبلی پتلی سواری والا شخص اپنے رفقاء کا امیر ہے۔ ان کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ باقی احباب سفر کو اس کی سواری کی رعایت رکھنی چاہیے اور اسے اپنے ہمراہ رکھنا چاہیے۔ یہ اسی قسم کی بات ہے جیسا کہ حدیث میں ہے (وَاقْتَدِ بِأَضْعَفِهِمْ) کہ امام کو نماز پڑھاتے وقت کمزور نمازی کی اقتدا کرنی چاہیے یعنی اسے ساتھ لے کر چلنا چاہیے۔

(34)......بَابُ الْعُقْبَةِ

باری باری جانور پر سوار ہونا

(٢٦٨٦)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الصَّالِحِيُّ، أَنَا أَبُو عُمَرَ بَكْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُزَنِيُّ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَفِيدُ، نَا أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ الْفَضْلِ الْبَجَلِيُّ، نَا عَفَّانُ، نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، أَنَا عَاصِمُ بْنُ بَهْدَلَةَ، عَنْ زِرٍّ......

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: كُنَّا يَوْمَ بَدْرٍ كُلُّ ثَلاثَةٍ عَلَى بَعِيرٍ، قَالَ: فَكَانَ أَبُو لُبَابَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ زَمِيلَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَكَانَتْ إِذَا جَائَتْ عُقْبَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالا: نَحْنُ نَمْشِي عَنْكَ، قَالَ: ((مَا أَنْتُمَا بِأَقْوَى مِنِّي، وَمَا أَنَا بِأَغْنَى عَنِ الأَجْرِ مِنْكُمَا۔))

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں ہم تین شخص ایک اونٹ پر سوار تھے چنانچہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ راوی نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے اترنے) کی باری آتی تو وہ دونوں کہتے کہ ہم آپ کی طرف سے پیدل چلتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں ہو اور نہ میں تم سے اجر وثواب میں بے پروا ہوں۔''

(35)......بَابُ مَشَقَّةِ السَّفَرِ

سفر کی مشقت

(٢٦٨٧)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا

(٢٦٨٦) حسن ......أخرجه الامام احمد فى المسند: ٣٩٠١

(٢٦٨٧) أخرجه البخاري: ١٨٠٤، ٣٠٠١، ومسلم: ١٩٢٧

أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِي صَالِحِ السَّمَّانِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ، يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ نَوْمَهُ، وَطَعَامَهُ، وَشَرَابَهُ، فَإِذَا قَضَى أَحَدُكُمْ نُهْمَتَهُ مِنْ وَجْهِهِ، فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سفر عذاب کا ٹکڑا ہے وہ تمہیں نیند کرنے اور کھانے پینے سے باز رکھتا ہے پس جب کسی شخص کا کام ہو جائے تو جلدی گھر لوٹ آئے۔''

(۲۶۸۸)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْحَسَنُ بْنُ أَحْمَدَ الْمَخْلَدِيُّ، أَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ السَّرَّاجُ، نَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، نَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ طَعَامَهُ، وَشَرَابَهُ، فَإِذَا قَضَى أَحَدُكُمْ نُهْمَتَهُ، فَلْيُسْرِعِ الْكَرَّةَ إِلَى أَهْلِهِ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سفر عذاب کا ٹکڑا ہے وہ تمہیں کھانے اور پینے سے باز رکھتا ہے پس جب تم میں سے کسی ایک کی ضرورت اور غرض پوری ہو جائے تو اپنے گھر جلدی لوٹ آئے۔''

شرح (قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ) ''سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے'' حدیث مبارکہ کے اس جملے میں اس بات کی دلیل ہے کہ (غیر شادی شدہ) زانی کو جلا وطن کیا جائے۔ دیکھیے! زانی کی سزا کا ذکر کرتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا﴾ .... ''ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے۔'' (النور: ۲) یعنی جلا وطنی بھی کوڑوں کی طرح عذاب اور سزا ہے۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث مبارکہ میں زیادہ اقامت گزین رہنے اور اسفار سے گریز برتنے کی ترغیب وتحریض ہے تا کہ نماز پنجگانہ اور جمعۃ المبارک فوت نہ ہو نیز اہل خانہ اور قرابت داروں کے حقوق پامال نہ ہوں، یاد رہے! اس بات کا تعلق ایسے سفروں سے ہے جو غیر واجب ہیں کیونکہ اسی حدیث مبارکہ کے الفاظ (فَإِذَا قَضَى نَهْمَتَهُ، فَلْيُعَجِّلْ أَلَى أَهْلِهِ)...... ''جب کسی شخص کے سفر کرنے کی غرض وغایت پوری ہو جائے تو اسے چاہیے کہ جلد اپنے اہل وعیال میں لوٹ جائے''، میں اس بات کا اشارہ ہے کہ اس سے مراد بغرض ضرورت درپیش اسفار ہیں مثلاً تجارتی یا اعزہ واقارب کی ملاقات کے سفر۔ رہے واجبی اسفار تو وہ تو کرنے ہی ہیں، اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں جیسے حج یا جہاد کا سفر۔

(۲۶۸۸) انظر الحدیث السابق

(36)......بَابُ الصَّبْرِ عِنْدَ لِقَاءِ الْعَدُوِّ وَالدُّعَاءُ

دشمن سے دو بدو ہوتے وقت صبر وثبات سے کام لینا اور دعا میں مشغول رہنا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَكَأَيِّن مِّن نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ﴾ .... ''بہت سے نبیوں کے ہم رکاب ہو کر، بہت سی جماعتیں اور گروہ جہاد کر چکے ہیں۔'' (آل عمران:۱۴۶)

(أَلرِّبِّيُّوْنَ) سے مراد بہت سے گروہ اور جتھے ہیں اس کا واحد الربی ہے اور (أَلرِّبَّةُ) کا معنی ایک جماعت کے ہیں۔

اللہ جل وشانہ کا فرمان ہے: ﴿وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ﴾ .... ''نہ تو انہوں نے ہمت ہاری نہ سست رہے، اور اللہ صبر کرنے والوں کو (ہی) چاہتا ہے۔'' (آل عمران:۱۴۶)

نیز اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا﴾ .... ''وہ یہی کہتے رہے کہ اے پروردگار! ہمارے گناہوں کو بخش دے۔'' (آل عمران:۱۴۷)

اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا﴾ .... ''جب ان کا جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلہ ہوا تو انہوں نے دعا مانگی کہ اے پروردگار! ہمیں صبر دے۔'' (سورۂ بقرہ:۲۵۰)

یعنی ہمارے دلوں میں یوں صبر ڈال دے جیسے برتن سے پانی انڈیلا جاتا ہے۔ مطلب ہے کہ ہمیں صبر وثبات کی دولت سے مالا مال کر دے اور ہمارے قلوب کو قرار اور طمانیت سے لبالب بھر دے۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا﴾ .... ''اے ایمان والو! تم ثابت قدم رہو اور ایک دوسرے کو تھامے رکھو۔'' (آل عمران:۲۰۰)

بعض علماء نے (اِصْبِرُوْا) کا معنی کیا ہے: اپنے دین پر ڈٹ جاؤ اور طاعات کے اختیار کرنے میں مضبوط اور ثابت قدم رہو اور (وَصَابِرُوْا) کا معنی کیا ہے: جنگ اور جہاد کی شدتوں میں دشمن کے مقابلے میں ڈٹے رہنا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ﴾ .... ''اگر تم میں بیس بھی صبر کرنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب رہیں گے۔'' (الانفال:۶۵)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی تھی کہ (میدان جنگ سے) بھاگیں گے نہیں۔

(صحيح مسلم: ١٨٥٦)

(٢٦٨٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو،

(٢٦٨٩) أخرجه البخاري: ٢٨١٨، ٢٨٣٣، ومسلم: ١٧٤٢

نَا أَبُو إِسْحَاقَ ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ......

عَـنْ سَـالِـمٍ أَبِـي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ ، وَكَانَ كَاتِبًا لَهُ ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْـنُ أَبِـي أَوْفَى ، فَقَرَأْتُهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰـهُ عَـلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِي لَقِيَ فِيهَا ، انْتَظَرَ حَتَّى مَالَتِ الشَّمْسُ ، ثُمَّ قَامَ فِي الـنَّـاسِ ، قَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ لا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْـعَـدُوِّ ، وَسَـلُـوا الـلّٰـهَ الْـعَـافِيَةَ ، فَإِذَا لَـقِيتُـمُـوهُمْ ، فَاصْبِرُوا ، وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَـحْـتَ ظِـلَالِ السُّيُـوفِ)) ثُمَّ قَالَ: ((اللّٰهُمَّ مُـنْزِلَ الْكِتَابِ ، وَمُجْرِيَ السَّحَابِ ، وَهَازِمَ الأَحْزَابِ ، اهْزِمْهُمْ ، وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ۔))

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے سالم ابوالنضر کو لکھا (جو عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام اور کاتب تھے) سالم کہتے ہیں: میں نے اس تحریر کو پڑھا تو اس میں یہ لکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک غزوے میں جب وہ دشمن سے ٹکرائے تھے۔ آپ سورج کے ڈوبنے کا انتظار فرماتے رہے، پھر لوگوں میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: ”لوگو! دشمن سے ملنے کی تمنا مت کرو، اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو، مگر جب اس سے مڈبھیڑ ہو جائے تو پھر صبر وثبات سے کام لو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔“ پھر (یہ) دعا فرمائی: ((اللّٰهُمَّ مُـنْزِلَ الْكِتَابِ ، وَمُجْرِيَ السَّحَابِ ، وَهَازِمَ الأَحْزَابِ ، اهْزِمْهُمْ ، وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ۔))...... ”اے اللہ! کتاب کو نازل کرنے والے! بادلوں کو چلانے والے! لشکروں کو پسپا کرنے والے! انہیں پسپا کر دے اور ہمیں ان پر نصرت اور غلبہ عطا فرما۔“

شرح علامہ خطابی نے کہا: (ظِلَالِ السُّيُوفِ) ”تلواروں کے سائے میں ہے“ اس سے مراد قریب اور نزدیک ہونا ہے، اتنا قریب کہ تلوار کا سایہ اس پر پڑے وہ پھر بھی پیٹھ نہ پھیرے نہ راہ فرار ہی اختیار کرے بلکہ قوت وبسالت کا بھرپور مظاہرہ کرے، شجاعت کے جوہر دکھائے اور سردھڑ کی بازی لگا دے، جو چیز میں آپ کے قریب ہے گویا آپ پر سایہ فگن ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث مبارکہ میں زوال آفتاب کے بعد جنگ کرنے کے استحباب کا تذکرہ ہے چنانچہ سیدنا نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حاضر رہا ہوں، آپ اگر دن کے ابتدائی حصے میں قتال نہ کرتے تو اس میں اتنی تاخیر فرماتے کہ سورج ڈھل جاتا، ہوائیں چلنے لگتیں اور نصرت نازل ہوتی۔

(صحيح بخاری: ٣١٦٠)

(37)......بَابُ الْمَكْرِ فِي الْحَرْبِ وَالْكَذِبِ وَالْخَدِيعَةِ

جنگ میں مکر (چال) جھوٹ اور دھوکے کا بیان

(٢٦٩٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، نَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ ، أَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ......

عَنْ عَمْرٍو ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((الْحَرْبُ خُدْعَةٌ۔))

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنگ چال کا نام ہے۔''

شرح: لفظ (خَـدْعَةٌ) کو تین طریقوں سے پڑھنا منقول ہے، سب سے درست تلفظ ''خ کے اوپر زبر اور د کے اوپر جزم ہے'' جناب ابوالعباس احمد بن یحییٰ نے کہا: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ ایسا پڑھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لغت ہے (یعنی قریش کی لغت ہے) علامہ خطابی رحمہ اللہ نے کہا: لفظ الـخدعة کے معنی ''یکبارگی'' کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب لڑائی کرنے والے کے ساتھ ایک مرتبہ کوئی چال چلی جائے گی تو وہ پھر ہوشیار رہے گا اور دوسری مرتبہ دھوکا نہیں کھائے گا اور کہا جاتا ہے: فلاں کا معاملہ ایک چال سے آگے نہ بڑھ سکا یعنی خـدعة میں مـرۃ (کسی کام کو ایک بار کرنے) کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

اس لفظ کو (خُدْعَةٌ) بھی پڑھنا منقول ہے (خ کے اوپر پیش اور د ساکن) اس صورت میں یہ لفظ الـخِدَاع سے بنایا ہوا اسم کا صیغہ ہوگا۔

بعض لغوی اس لفظ کو (خُـدَعَةٌ) پڑھتے ہیں (خ کے اوپر پیش اور د کے اوپر زبر) معنی ہوگا: سخت دھوکا باز شخص جو لوگوں کو سبز باغ دکھا کر پھانس لیتا ہے اور پھر اپنے کہے ہوئے الفاظ کی لاج نہیں رکھتا جیسا کہ لفظ لـــــعبة کا معنی ہے: کھلونوں سے بہت زیادہ شغف رکھنے والا اور کھیلنے والا شخص۔

بہر تفصیل حدیث مبارکہ میں دشمن کے ساتھ دوران جنگ دھوکہ دینے اور چال چلنے کی اباحت کا ذکر ہے۔ جنگ میں صرف تیر وتفنگ ہی کام نہیں آتا بلکہ حکمت، تدبیر اور چال سبھی امور کام دیتے ہیں۔ تاہم عام حالات میں ایسا کرنا حرام ہے۔

فـــائـدہ: دشمن سے بھی قبل از جنگ یا بعداز جنگ جو عہد معاہدہ ہو جائے اس سے دھوکہ کرنا حرام ہے، اور اس پر قرآن وسنت میں وعیدیں موجود ہیں۔ (ع،س)

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ کا ارادہ فرماتے تو لوگوں کو اصل بات سے مختلف بتاتے (یعنی مہم کس قسم کی ہے یا کس سمت جانا ہے) اور فرماتے ''لڑائی چال ہے۔'' (ابوداود: ٢٦٣٧)

(٢٦٩٠) أخرجه البخاري: ٣٠٣٠، ومسلم: ١٧٣٩

فائدہ: خدعہ ایسی چال کو کہتے ہیں جس میں عہد شکنی نہ ہو مثلاً دشمن کو اپنے اصل عزائم سے بے خبر رکھنا، اپنی تعداد کی قلت سے آگاہ نہ ہونے دینا، عارضی پیش قدمی یا عارضی پسپائی سے دشمن کو گھیر لینا یا متوقع راستے کے برعکس کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا وغیرہ۔ (ع،س)

(٢٦٩١)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، نَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ......

أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ، قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ حِينَ تَخَلَّفَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ، قَالَ: وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ غَزْوَةً إِلَّا وَرَّى بِغَيْرِهَا حَتَّى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ غَزَاهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَرٍّ شَدِيدٍ، وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيدًا وَمَفَازًا، وَعَدُوًّا كَثِيرًا، فَجَلا لِلْمُسْلِمِينَ أَمْرَهُمْ لِيَتَأَهَّبُوا أُهْبَةَ غَزْوِهِمْ، فَأَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِي يُرِيدُ۔

جناب عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت ہے، یہ (عبداللہ) سیدنا کعب کے بیٹوں میں سے ان کا رہبر تھا جب وہ نابینا ہو گئے تھے، یہ کہتے ہیں کہ میں نے (اپنے باپ) کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو وہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا جب وہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے، سیدنا کعب نے کہا: اور رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی غزوے کا ارادہ فرماتے تو آپ اس کے غیر کے ساتھ توریہ فرماتے (یعنی سفر کی اصل سمت چھوڑ کر دوسری سمت کا ذکر فرماتے تاکہ دشمن سے اصل حقیقت مخفی رہے) حتی کہ یہ غزوہ تبوک ہوا، رسول اللہ ﷺ نے سخت گرمی کے موسم میں یہ غزوہ فرمایا۔ سفر دور کا تھا اور جنگل بیابانوں کا تھا اور مدمقابل دشمن بھی بہت بڑی تعداد میں تھا، اس لیے آپ نے (توریے کی بجائے) مسلمانوں کے معاملے (یعنی اس محاذ جنگ) کو مسلمانوں کے سامنے کھول کر بیان فرما دیا تاکہ وہ اس کے مطابق بھرپور تیاری کر لیں، چنانچہ آپ نے انہیں وہ سمت بھی بتلا دی جس کا آپ ارادہ فرما رہے تھے۔

شرح (وَرَّى بِغَيْرِهِ) ''دوسری سمت کا ذکر فرماتے''، یعنی اصل سمت مخفی رکھتے اور چھپاتے اور کسی اور

(٢٦٩١) أخرجه البخاري: ٢٩٤٨، ومسلم: ٢٧٦٩

جانب جانے کا وہم دلاتے تا کہ اصل حقیقت دشمن سے پوشیدہ رہ سکے یہ لفظ (الوراء) ''پیچھے پھینکنا'' سے ماخوذ ہے یعنی وضاحت کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا، التوریہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے ارادوں کے خلاف ظاہر کرے۔

مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر عبداللہ بن ابی سرح کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔ وہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاں چھپ گئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے جب لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو عثمان رضی اللہ عنہ ان (ابن ابی سرح) کو لے آئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑا کر دیا اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی! عبداللہ کی بیعت قبول فرما لیجئے۔ آپ نے اپنا سر اٹھایا، ان کی طرف دیکھا، تین بار اس طرح ہوا، آپ نے ہر بار اس کا انکار فرمایا، تیسری بار کے بعد آپ نے ان سے بیعت فرمالی، پھر اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ((أما كَانَ فِيكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ يَقُومُ إِلى هَذَا حِين رَآنِي كففتُ يَدى عنْ بيْعتِهِ ، فيقْتُلُهُ۔)) ......''تم میں کوئی سمجھدار آدمی نہ تھا، جو اس کی طرف اٹھتا، جب دیکھا کہ میں نے اس کی بیعت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے تو اس کو قتل کر دیتا؟'' انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمیں معلوم نہ تھا کہ آپ کے جی میں کیا ہے۔ آپ اپنی آنکھ سے ہمیں اشارہ فرما دیتے، آپ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّهُ لا ينْبغى لِنبيٍّ أنْ تكُون لهُ خائِنة الأعْيُنِ۔)) ......''نبی کو لائق نہیں کہ اس کی آنکھ خائن ہو۔'' (صحیح، ابوداود: ۲۶۸۳، ۴۳۵۹، نسائی: ۴۰۷۸)

(خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ) کا معنی آنکھ سے چھپا اشارہ کرنا ہے، تو گویا یہ آنکھ کی خیانت اور چوری ہوئی اسی لیے آنکھ کی طرف نسبت کر دی جاتی ہے، التلخیص کتاب کے مصنف رقم طراز ہیں کہ آپ ﷺ پر آنکھ کے اشارے کی حرمت کا معنی یہ ہوا کہ آپ کے لیے جنگ میں چال چلنا بھی جائز نہیں حالانکہ بات ایسے نہیں بلکہ یہ چیز آپ کے حق میں مباح تھی جس طرح توریہ کرنا مباح اور جائز ہے۔ آپ نے ایسا اپنے کریمانہ اخلاق سے مجبور ہو کر نہیں کیا تھا۔

امام بغوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: جنگ کے علاوہ امن کے حالات میں، یا دشمن کو چکمہ دینے کے لیے آنکھ سے اشارہ کرنا رسول اللہ ﷺ پر حرام تھا نہ آپ کی بلند تر شخصیت کے لیے یہ زیبا ہی تھا، مثلاً کسی جائز بات کا حکم کرنے کی غرض سے جس پر بول کر حکم دینا بھی جائز ہو جیسے حد نافذ کرنا اور قصاصاً قتل کرنا وغیرہ پر صرف اشارے سے کام لینا۔ امت کیلئے یہ معاملہ صرف حرام کاموں میں منع ہے مختصر یوں کہہ لیں، ایسا کرنا نبی کے لیے خصوصاً اور مومن کے لیے عموماً درست نہیں۔

(۲۶۹۲)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، نَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ ، نَا سُفْيَانُ ، قَالَ عَمْرٌو......

سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کعب بن اشرف کا کام کون تمام

(۲۶۹۲) أخرجه البخاري: ۲۵۱۰، ۳۰۳۱، ومسلم: ۱۸۰۱

لِكَعْبِ بْنِ الأَشْرَفِ؟ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللّٰهَ وَرَسُولَهُ)) فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ، قَالَ: ((نَعَمْ)) قَالَ: فَأْذَنْ لِي أَنْ أَقُولَ، قَالَ: ((قُلْ)) فَأَتَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، فَقَالَ: إِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا الصَّدَقَةَ، وَإِنَّهُ قَدْ عَنَّانَا، وَإِنِّي قَدْ أَتَيْتُكَ أَسْتَسْلِفُكَ، قَالَ: وَأَيْضًا وَاللّٰهِ! لَتَمَلُّنَّهُ، قَالَ: إِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاهُ، فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَدَعَهُ حَتَّى نَنْظُرَ إِلَى أَيِّ شَيْءٍ يَصِيرُ شَأْنُهُ، قَالَ: وَجَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَيْنِ، فَقَالَ: إِذَا جَاءَ، فَإِنِّي قَائِلٌ بِشَعْرِهِ، فَأَشُمُّهُ، فَإِذَا رَأَيْتُمُونِي اسْتَمْكَنْتُ مِنْ رَأْسِهِ، فَدُونَكُمْ، فَاضْرِبُوهُ فَلَمَّا اسْتَمْكَنَ مِنْهُ، قَالَ: دُونَكُمْ، فَقَتَلُوهُ۔

کرے گا؟ وہ اللہ اور اس کے رسول کو بہت ایذا پہنچا رہا ہے'' اس پر محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ اجازت دیں گے کہ میں اسے قتل کر آؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں مجھے یہ پسند ہے'' انہوں نے عرض کیا، پھر آپ مجھے اجازت فرمائیں کہ میں اس سے کچھ باتیں کہوں، آپ نے کہا: (موقع کی مناسبت سے) کچھ کہہ لینا، اب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور اس سے کہا: یہ شخص (مراد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے) ہم سے صدقہ مانگتا رہتا ہے اور اس نے ہمیں تھکا مارا ہے، اس لیے میں تم سے قرض لینے آیا ہوں۔ اس پر کعب نے کہا: ابھی آگے دیکھنا، اللہ کی قسم! بالکل اکتا جاؤ گے، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: چونکہ ہم نے بھی اب اس کی اتباع کر لی ہے۔ اس لیے جب تک یہ نہ کھل جائے کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے، انہیں چھوڑنا بھی مناسب نہیں۔ راوی نے بیان کیا کہ جب محمد بن مسلمہ آئے تو ان کے ساتھ دو آدمی اور تھے اور انہیں یہ ہدایت کی تھی کہ جب کعب آئے تو میں اس کے (سر کے) بال ہاتھ میں لے لوں گا اور اسے سونگھنے لگوں گا جب تمہیں اندازہ ہو جائے کہ میں نے اس کا سر پوری طرح اپنے قبضہ میں لے لیا ہے تو پھر تم تیار ہو جانا اور اسے قتل کر ڈالنا، پھر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اسے پوری طرح اپنے قابو میں کر لیا تو اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ تیار ہو جاؤ، چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: بعض کج فکر، حق وصواب کے راستے سے منحرف اور جادۂ مستقیم سے ہٹے ہوئے لوگوں کا کہنا ہے کہ کعب بن اشرف یہودی کا قتل دھوکے اور غفلت سے تھا، ایسے افراد کی سوچ پر تف ہے، کس قدر بدبودار اور متعفن ذہن ہے ان لوگوں کا، حدیث مبارکہ کا صحیح، صاف، شفاف اور بے غبار مفہوم ان کی نظروں سے کس

قدر اوجھل ہو گیا ہے؟ اور وہ تاریکیوں اور گمراہیوں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ یہ درست ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((الإِيـمانُ قَيْدُ الفتْكِ ، لا يفْتِكُ مُؤْمِنٌ ـ)) ......"ایمان نے دھوکے سے قتل کرنے کو بند کر دیا ہے، کوئی صاحب ایمان دھوکے سے قتل نہیں کر سکتا۔" (صحیح، ابو داود: ۲۷۶۹)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: دھوکے سے قتل یہ ہوتا ہے کہ جس سے کوئی عہد پیمان ہو اس کو قتل کر دیا جائے، کعب بن اشرف نے آپ ﷺ سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ آپ کے خلاف کسی کی مدد اور نصرت نہیں کرے گا اور نہ آپ سے برسر پیکار ہی ہوگا، پھر اس نے خود ہی امان ختم کر دی، معاہدے کے دفعات کی دھجیاں بکھیریں، نقض عہد کا مرتکب ہوا اور اہل مکہ (قریش) سے مل گیا اور علانیہ آپ کی دشمنی کرنے لگا، شعروں میں آپ ﷺ کی ہجو کرتا اور گالیاں بکتا، جب کعب بن اشرف کی شرارتیں حد سے زیادہ بڑھنے لگیں اور وہ ایذا رسانی سے باز نہ آیا تب آپ نے اسے قتل کروایا۔

حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ کعب بن اشرف نے آپ سے معاہدہ کیا تھا لیکن پھر آپ ﷺ کی ہجو گوئی کا مرتکب ہو کر خود ہی معاہدہ توڑ دیا اور گویا اعلان جنگ کر دیا۔

فـــائـده: یہ تو درست ہے کہ ایسا شخص جس سے کوئی عہد و پیمان ہو، اس کو قتل کرنا ناجائز ہے، مگر جن دشمنوں کے ساتھ اعلان جنگ ہو اور دونوں فریق جنگ کی کیفیت میں ہوں، اس میں یہ عمل جائز ہے۔ کعب بن اشرف یہودی تھا اور اس کا تعلق یہود کے قبیلہ بنونضیر سے تھا، وہ بڑا مال دار اور شاعر تھا، اسے مسلمانوں سے سخت اور عداوت تھی اور لوگوں کو رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کرتا رہتا تھا، اس نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر ان کا دفاع کرنے کی بجائے مکہ جا کر قریش کو جنگ کے لیے آمادہ کیا اور عہد شکنی بھی کی ہے، اس لیے کعب کی شرانگیزیوں سے نجات ضروری تھی، ابن سعد نے کہا: کعب بن اشرف کا قتل ۳ھ میں ہوا۔ (ع،س)

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ شاتم رسول کی توبہ کسی حال میں بھی قابل قبول نہیں اس کی سزا قتل ہی ہے۔ حدیث مبارکہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ جن کافروں کو اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہو انہیں اچانک، موقع پر، غفلت سے قتل کرنا درست ہے اور تازہ دعوت دینا ضروری نہیں۔

(٢٦٩٣)۔ أَخْبَـرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَنَا مُحَمَّدُ بْـنُ يُـوسُفَ ، نَـا مُـحَـمَّـدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ ، نَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ ، نَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ......

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّـى الـلّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا مِنَ الأَنْصَارِ

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے انصار کی ایک جماعت کو ابو رافع بن ابو الحقیق کے

(٢٦٩٣) أخرجه البخاري: ٣٠٢٣

إِلَى أَبِي رَافِعِ بْنِ أَبِي الْحُقَيْقِ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَتِيكٍ بَيْتَهُ لَيْلًا، فَقَتَلَهُ، وَهُوَ نَائِمٌ۔

قتل کے لیے بھیجا تو سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ رات کے وقت اس کے گھر داخل ہوئے اور اسے سوتے میں قتل کر دیا۔

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: جہاد کے معاملے کے علاوہ مکر وفریب اور دھوکہ دہی حرام ہے، اور ایسا کرنے والے کے بارے میں قرآن وسنت میں سخت وعید ہے جن کے وبال سے وہ نہیں بچ سکے گا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ .... ''جس چیز کی ہنسی اڑا رہے تھے وہ انہیں گھیر لے گی۔'' (ھود: ۸)

اور اللہ جل ذکرہ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ﴾ .... ''اور بری تدبیروں کا وبال ان تدبیر والوں ہی پر پڑتا ہے۔'' (فاطر: ۴۳)

یعنی لوگ مکر وحیلہ کرتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ بری تدبیر کا انجام برا ہی ہوتا ہے اور اس کا وبال بالآخر مکر وحیلہ کرنے والوں ہی پر پڑتا ہے۔

أَلْحِيْقُ سے مراد ''حیلہ'' دھوکہ اور عمل قبیح کا انسان کو گھیر لینا ہے، حَاقَ بِهِ الْأَمْرُ کا معنی ہے، وہ اپنے کیے کے وبال میں گرفتار ہو گیا۔

(38)......بَابُ النَّهْيِ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ
خواتین اور بچوں کو قتل کرنے کی ممانعت

(٢٦٩٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ امْرَأَةً مَقْتُولَةً، فَأَنْكَرَ ذٰلِكَ، وَنَهَى عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ، وَالصِّبْيَانِ۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی غزوے میں دیکھا کہ ایک عورت کو قتل کیا گیا ہے، تو آپ نے اس کا برا منایا اور عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا۔

شرح اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ حربی کفار کے بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کیا جائے، اگر عورت اور بچے کا قتال میں کوئی عمل دخل نہ ہو لیکن اگر ثابت ہو کہ وہ کوئی کردار ادا کرتے ہیں تو قتل کرنا جائز ہے کیونکہ دفاع ضروری ہے۔

(٢٦٩٤) أخرجه البخاري: ٣٠١٤، ومسلم: ١٧٤٤

(٢٦٩٥)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، أَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الطَّحَّانُ، أَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ قُرَيْشِ بْنِ سُلَيْمَانَ، أَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، أَنَا أَبُو عُبَيْدٍ، نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ حَجَّاجِ بْنِ أَرْطَأَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ......

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: ((اقْتُلُوا شُيُوخَ الْمُشْرِكِينَ، وَاسْتَحْيُوا شَرْخَهُمْ۔))

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مشرکین کے بوڑھوں کو قتل کرو اور نو عمروں (نابالغ بچوں) کو زندہ رہنے دو۔''

شرح (اِسْتَحْيُوا) ''یعنی انہیں زندہ رہنے دو'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَسْتَحْيُونَ نِسَآءَهُمْ﴾ .... ''وہ ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے۔'' (بالشرخ) سے مراد بچے اور (بالشیوخ) سے مراد جوان ہیں اس لفظ کا واحد شارخ ہے اس سے مراد چڑھتی جوانی والے نوخیز یا مکمل جوان افراد ہیں، ''شرخ'' جوانی کو کہتے ہیں۔

فائدہ: اورشیوخ سے ایسے بوڑھے مراد ہیں جن کی جوانی ڈھل چکی ہو مگر لڑنے پر قادر نہ ہو یا جوانوں کو لڑنے پر ابھارتے ہوں اور وسیع جنگی تجربہ رکھتے ہوں، نیز انہیں داؤ پیچ اور جنگی حکمت عملی سے آگاہ کرتے ہوں۔ (ع،س)

(٢٦٩٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ......

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، بَعَثَ جَيْشًا إِلَى الشَّامِ، فَخَرَجَ يَمْشِي مَعَ يَزِيدَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، وَكَانَ أَمِيرَ رَبْعٍ مِنْ تِلْكَ الأَرْبَاعِ، فَزَعَمُوا أَنَّ يَزِيدَ قَالَ لأَبِي بَكْرٍ: إِمَّا أَنْ تَرْكَبَ، وَإِمَّا أَنْ أَنْزِلَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَا أَنْتَ بِنَازِلٍ، وَلا أَنَا بِرَاكِبٍ، إِنِّي أَحْتَسِبُ خُطَايَ هَذِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ: سَتَجِدُ قَوْمًا زَعَمُوا أَنَّهُمْ

سیدنا یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر بھیجا تو سیدنا یزید بن سفیان (کی روانگی کے وقت ان) کے ساتھ پیدل چلنے لگے، سیدنا یزید رضی اللہ عنہ لشکر کے ایک چوتھائی حصہ کے کمانڈر تھے، سیدنا یزید بن سفیان رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: ''آپ بھی سوار ہو جائیں یا پھر میں بھی نیچے اتر آتا ہوں، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''نہ تم اترو نہ میں سوار ہوتا ہوں کیونکہ میں اللہ کی راہ میں

(٢٦٩٥) ضعيف ......أخرجه ابوداود: ٢٦٧٠، والترمذي: ١٥٨٣

(٢٦٩٦) منقطع...... أخرجه الامام مالك في المؤطأ: ٩٨٢

حَبَسُوا أَنْفُسَهُمْ، فَدَعْهُمْ، وَمَا زَعَمُوا أَنَّهُمْ حَبَسُوا أَنْفُسَهُمْ، وَسَتَجِدُ قَوْمًا فَحَصُوا عَنْ أَوَاسِطِ رُءُوسِهِمْ مِنَ الشَّعْرِ، فَاضْرِبْ مَا فَحَصُوا عَنْهُ بِالسَّيْفِ، وَإِنِّي مُوصِيكَ بِعَشْرٍ: لَا تَقْتُلَنَّ امْرَأَةً، وَلَا صَبِيًّا، وَلَا كَبِيرًا هَرِمًا، وَلَا تَقْطَعَنَّ شَجَرًا مُثْمِرًا، وَلَا تُخَرِّبَنَّ عَامِرًا، وَلَا تَعْقِرَنَّ شَاةً، وَلَا بَعِيرًا إِلَّا لِمَأْكَلَةٍ، وَلَا تُغْرِقَنَّ نَخْلًا، وَلَا تُحَرِّقَنَّهُ، وَلَا تَغْلُلْ، وَلَا تَجْبُنْ۔

یہ قدم اٹھانا ثواب کا کام سمجھتا ہوں۔ پھر سیدنا یزید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم (شام میں) کچھ ایسے لوگ پاؤ گے جنہوں نے اللہ کے لیے اپنے آپ کو (دنیا سے) الگ کر رکھا ہے (یعنی تارک الدنیا قسم کے لوگ ہیں) اور تمہیں کچھ ایسے لوگ ملیں گے جنہوں نے اپنے سر درمیان سے منڈا رکھے ہوں گے۔ ایسے لوگوں کو تہ تیغ نہ کرنا اس کے علاوہ میں تمہیں دس باتوں کی تاکید کرتا ہوں: عورت کو قتل نہ کرنا، بچوں کو قتل نہ کرنا، بوڑے کھوسٹ کو قتل نہ کرنا، پھل دار درخت نہ کاٹنا، بستی نہ اجاڑنا، بکری اور اونٹ کو نہ مارنا، الا یہ کہ کھانے کے لیے ذبح کرنے پڑیں، شہد کی مکھیوں کو نہ ڈبونا، نہ جلانا، خیانت نہ کرنا اور (دوران جنگ) بزدلی نہ دکھانا۔

شرح (فَحَصُوْا عَنْ أَوْسَاطِ رُؤُوْسِهِمْ) انہوں نے اپنے سر درمیان سے منڈا رکھے ہیں، جس طرح بھٹ تیتر کا سر درمیان سے گنجا ہوتا ہے، انہیں الشمامسة کہتے ہیں۔ (خادم کنیسہ جس کا درجہ قسّیس سے کم ہوتا ہے۔ (القاموس الوحید)

(39)......بَابُ الْبَيَاتِ

شب خون مارنا

(٢٦٩٧)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَّالُ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالَا: أَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، نَا الْأَصَمُّ، نَا الرَّبِيعُ، أَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي الصَّعْبُ بْنُ جَثَّامَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُسْأَلُ عَنْ أَهْلِ الدَّارِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

سیدنا صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے سنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا جا رہا تھا کہ مشرکین کے گھر والوں کا کیا حکم ہے جبکہ ان پر شب خون مارا جاتا ہے

(٢٦٩٧) أخرجه البخاري: ٣٠١٣، ومسلم: ١٧٤٥

يُبَيَّتُونَ، فَيُصَابُ مِنْ نِسَائِهِمْ وَذَرَارِيهِمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((هُمْ مِنْهُمْ۔)) وَزَادَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ((هُمْ مِنْ آبَائِهِمْ۔))

تو چھوٹے بچے اور عورتیں بھی اس کی زد میں آجاتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ بھی انہی میں سے ہیں۔'' اور عمرو بن دینار نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ وہ کہا کرتے تھے: ''وہ بھی اپنے آباء میں سے ہیں۔''

شرح (يُبَيِّتُونَ) ''رات کے وقت اچانک دشمن پر حملہ آور ہونا'' جسے شب خون کہتے ہیں، بَيَّتَهُمُ الْعَدُوُّ کا معنی ہے: دشمن نے بوقت شب حملہ کیا۔

(٢٦٩٨)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَّالُ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَنَا الرَّبِيعُ، أَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنَا عُمَرُ بْنُ حَبِيبٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَوْنٍ، أَنَّ نَافِعًا، كَتَبَ إِلَيْهِ يُخْبِرُهُ......

أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَغَارَ عَلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ غَارِّينَ فِي نَعَمِهِمْ بِالْمُرَيْسِيعِ، فَقَتَلَ الْمُقَاتِلَةَ، وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ۔

جناب عبداللہ بن عون کہتے ہیں کہ جناب نافع رحمہ اللہ نے میری طرف لکھ بھیجا کہ مجھے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ جب نبی کریم ﷺ نے بنو مصطلق پر حملہ کیا تھا تو وہ مقام مریسیع پر اپنے جانوروں میں مشغول تھے، آپ نے ان کی لڑائی کے قابل افراد کو قتل کر دیا تھا اور بچوں کو قید میں لے لیا تھا۔

شرح جناب عبداللہ بن عون رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اسی غزوہ میں ام المؤمنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ میں آئی تھیں۔ جناب ابن عون نے کہا: میں نے جناب نافع رحمہ اللہ کو لکھ بھیجا، میں ان سے پوچھنا چاہتا تھا کہ کیا قتال سے پہلے دشمن کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا ضروری ہے تو انہوں نے جواباً تحریر کیا کہ آغاز اسلام میں مسئلہ اسی طرح تھا جبکہ بعد میں آپ نے بنو مصطلق پر حملہ کیا تو انہیں کانوں کان خبر نہ تھی اور وہ غفلت میں تھے۔

فائدہ: یعنی پہلے سے پہنچی ہوئی دعوت اسلام کو کافی سمجھا کہ اب اسلام کا معاملہ مخفی نہیں رہا بلکہ شہرت یافتہ ہے البتہ جنہیں نہ پہنچی ہو تو انہیں دعوت دی جانی چاہیے۔ (ع،س)

اس حدیث مبارکہ میں دشمن پر شب خون مارنے اور مشرکین وکفار کو غافل پاکر حملہ آور ہونے کی دلیل ہے اگرچہ اس میں ان کے بچے اور عورتیں کام آجائیں۔ ان کے بچوں اور عورتوں کو عمداً قتل کرنا منع ہے، جب تمیز کرنا ممکن ہو

(٢٦٩٨) أخرجه البخاري: ٢٥٤١، ومسلم: ١٧٣٠

بصورت دیگر معاف ہے۔

اسی طرح دشمن کے قلعہ بند ہونے کی صورت میں ان پر منجنیق چلانے، آگ اور بارود پھینکنا، اور انہیں پانی میں ڈبو دینا جائز ہے کیونکہ اس کے بغیر بڑوں تک پہنچنا ممکن نہیں۔

نبی کریم ﷺ نے طائف والوں پر منجنیق سے سنگ باری کی تھی۔ آپ نے بنو مصطلق پر جب حملہ فرمایا تو وہ غافل تھے اور آپ نے ان کے متعلق شب خون مارنے اور جلا ڈالنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔

اگر کفار میں مسلمان یا مسلمانوں کی طرف سے پروانہ امن حاصل کیے ہوئے افراد ہوں تو پھر انہیں بچانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے عمومی ڈبونے اور جلانے سے گریز کیا جائے۔ یہی اصول منجنیق کے نصب کرنے کی بابت یاد رکھا جائے الا یہ کہ تمیز کرنا مشکل ہو اور گھمسان کی جنگ جاری ہو سخت خطرہ ہو کہ تھوڑی سی غفلت میدان جنگ کا نقشہ بدل دے گی اور نتیجہ مسلمانوں کی ہزیمت اور شکست فاش کی صورت میں نکل سکتا ہے تو انہیں کچھ بھی کر گزرنے کی اجازت ہے۔

اگر دشمن اپنے بچوں کو آڑ اور ڈھال کے طور پر استعمال کرے اور بڑوں تک پہنچنے کے لیے ان کو قتل کرنا پڑے تو جائز ہے۔ اگر جنگ زوروں پر نہ ہو تو حتی الوسع گریز کیا جائے۔ بعض نے کہا: ڈھال بنانے والے کو نشانے میں لیا جائے پھر اگر کوئی نقصان ہو جاتا ہے تو معاف ہے۔

اگر کافر کسی مسلمان کو بطور ڈھال استعمال کریں ایسی صورت میں اگر کسی نے لاعلمی میں ایک مسلمان کو قتل کر دیا تو اس پر دیت اور قصاص وغیرہ کچھ نہیں البتہ کفارہ کی ادائیگی واجب ہوگی۔ اگر اس کے مسلمان ہونے کا پتہ تھا لیکن مقصود اور نشانہ کافر کے قتل ہی کا تھا لیکن مسلمان مارا گیا تو اس صورت میں دیت اور کفارہ لازم آئے گا قصاص نہیں۔

اگر کسی نے مسلمان کو مارا، معاملہ انتہائی نازک تھا کہ اس کو قتل کیے بغیر کافر تک رسائی ممکن نہ تھی تو اس صورت حال میں قصاص کے متعلق دو قول ہیں۔

(40)......بَابُ الشِّعَارِ فِي الْحَرْبِ
جنگ میں شعار (کوڈ) کا استعمال

(۲٦۹۹)۔ حَدَّثَنَا الْمُطَهَّرُ بْنُ عَلِيٍّ الْفَارِسِيُّ، أَنَا أَبُو ذَرٍّ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الصَّالِحَانِيُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ حَيَّانَ الْمَعْرُوفُ بِأَبِي الشَّيْخِ، أَنَا أَبُو خَلِيفَةَ، نَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، نَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ......

نَا إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: كَانَ شِعَارُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

جناب ایاس بن سلمہ روایت کرتے ہیں کہ میرے والد محترم نے مجھے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کا شعار

(۲٦۹۹) حسن ...... أخرجه الحاكم: ۲۵۱٦، واحمد: ۱٦٤۹۸

((أَمِتْ أَمِتْ۔)) ''امت، امت'' تھا (معنی ہے ماردے، ماردے اور اس میں کفار کی ہزیمت اور مسلمانوں کی فتح کا تفاؤل تھا۔)

شرح فائدہ: عَـنْ سَـلَـمَةَ بْـنِ الْأَكْوَعِ قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ أبى بكر زمن النَّبِى صلى الله عَـلَيْـهِ وَسلم فبيَّتْناهُم نَقْتُلُهُمْ وَكَانَ شِعَارُنَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ: أَمِتْ أَمِتْ۔ ......سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مل کر جہاد کیا، پس ہم نے دشمنوں پر شب خون مارا اور ان کو قتل کرنا شروع کر دیا، اس رات ہمارا شعار ''أَمِتْ أَمِتْ'' (ماردے، ماردے) تھا۔

(حسن صحیح، ابوداود: ۲۵۹۶) (م،م)

مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شعار (يَا مَنْصُوْرُ أَمِتْ) تھا۔ (معنی ہے، اے مدد کیے گئے شخص، ماردے، اس میں کفار کی شکست اور مسلمانوں کی نصرت واعانت کی دعا ہے)۔ (اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ص۔ ۱۶۵)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: جب دشمن پر شب خون مارے جائیں، مسلمان اور کافر تاریکی میں گڈ مڈ ہو جائیں، اندھیرے میں یا ذاتی تعارف نہ ہونے کی صورت میں اپنے افراد کو پہنچاننے میں غلطی نہ ہو اگر کوئی دشمن (جاسوس وغیرہ) درآئے تو اس کو پکڑنا بھی آسان رہے اس لیے امیر لشکر کو چاہیے کہ کوئی شعار مقرر کر دے، مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''اگر دشمن رات کے وقت حملہ کر دے تو تمہارا شعار (حٰـمٓ لَايُـنْـصَرُوْنَ) ہونا چاہیے۔'' (صحیح، ابوداود: ۲۵۹۷) (معنی ہے: وہ فتح ونصرت سے ہمکنار نہیں ہوں گے)۔

مروی ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا (حٰـمٓ) کا لفظ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے گویا یہ الفاظ کہنے والا اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہہ رہا ہے کہ کفار کی مدد نہیں کی جائے گی۔ مفسرین کرام نے یہی بات قرآن مجید میں وارد ہونے والے (حم) کے الفاظ اور حروف مقطعات کی بابت کہی ہے۔

جناب ابو عبید نے کہا: (حٰـمٓ لَايُنْصَرُوْنَ) کا معنی وہی ہے جو (اَللّٰـهُـمَّ لَايُنْصَرُوْنَ) کے الفاظ کا ہے۔ ابو العباس احمد بن یحییٰ نے کہا: یہ الفاظ اپنے اندر اطلاع اور خبر کے معانی رکھتے ہیں دعا کے نہیں۔ اگر یہ الفاظ دعائیہ پیرایہ کلام میں ہوتے تو انہیں مجزوم حالت میں ہونا چاہیے تھا واللہ اعلم۔

نیز ان کا کہنا ہے کہ میں نے بعض افراد کو یہ لفظ (حٰمّ) ''میم مشدد کے ساتھ'' روایت کرتے سنا ہے۔ اس صورت میں معنی ہوگا: ان کی بساط لپیٹ دی گئی اور ان کے معاملے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (ایک جنگ میں) مہاجرین کا شعار ''عبداللہ'' اور انصار کا ''عبدالرحمان'' تھا۔ (ضعیف، ابوداود: ۲۵۹۵)

جناب ایاس بن سلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سیدنا ابو بکر

صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں جہاد کیا تو ہمارا شعار تھا (اَمِتْ اَمِتْ) (حسن صحیح، ابوداود: ۲۵۹۶، ۲۶۳۸)
(ان الفاظ کے معانی ہیں مار دے، مار دے، اور اس میں کفار کی ہزیمت اور مسلمانوں کی فتح کا تفاؤل تھا۔)

(41)......بَابُ تَحْرِيقِ أَمْوَالِ أَهْلِ الشِّرْكِ
مشرکین و کفار کے اموال جلانا

(۲۷۰۰)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَّالُ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَنَا الرَّبِيعُ، أَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ، وَحَرَّقَ، وَهِيَ الْبُوَيْرَةَ۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام بویرہ میں بنو نضیر کے درخت (باغات) (کچھ) کاٹے اور (کچھ) جلا دیے۔

شرح: یہ حدیث بخاری اور مسلم دونوں کتابوں میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے واسطے سے موجود ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ آیت کریمہ ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا﴾ ''تم نے کھجوروں کے جو درخت کاٹ ڈالے یا جنہیں تم نے ان کی جڑوں پر باقی رہنے دیا۔'' (الحشر: ۵) نازل فرمائی۔

(لِينَةٍ) کھجور کی ایک قسم ہے جو عجوہ اور برنی کے علاوہ ہے جسے مدینہ والے ''الوان'' کہتے ہیں۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا کافروں اور مشرکوں کے درخت دوران جنگ کاٹے اور جلائے جا سکتے ہیں، ان کے مالوں کو نذر آتش کیا جا سکتا ہے نیز ان کی عمارتوں کو توڑا پھوڑا جا سکتا ہے یا نہیں اور یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کے محاصرہ کے وقت کھجور کے درختوں کو آگ لگا دی، کچھ کاٹ ڈالے اور کچھ چھوڑ دیے تو اس کا مقصود اصلی کیا تھا اور کیا اب بھی ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں۔

اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے دشمن کی رسوائی اور نفسیاتی دباؤ کے لیے کہ اب مسلمان تم پر غالب ہیں ایسا کرنا جائز ہے۔ امام مالک، امام شافعی، اسحاق رحمہم اللہ اور اہل رائے کا یہی موقف ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے ضرورت کے علاوہ ایسا کرنے کو ناپسند جانا ہے۔

اہل علم کی ایک قوم کا خیال ہے کہ ایسا کرنا اب جائز نہیں، امام اوزاعی کا یہی قول ہے۔ ان حضرات مانعین کی دلیل یہ ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے درخت کاٹنے اور عمارتوں کو تباہ و برباد کرنے سے منع کیا تھا، جن لوگوں کا موقف ہے

(۲۷۰۰) أخرجه البخاري: ۳۰۲۱، ۴۰۳۳، ومسلم: ۱۷۴۶

کہ درختوں کو کاٹنا منع ہے وہ حدیث بالا کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے بنونضیر کے درختوں کو اس لیے کٹوایا تھا کہ وہ میدان قتال میں تھے اور لڑائی میں رکاوٹ بنتے تھے، آپ نے میدان کو فراخ کرنے کے لیے انہیں کٹوایا (اور جلوایا) تھا۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے وار دنہی کا یہ مطلب بیان کیا کہ انہوں نے دراصل نبی اکرم ﷺ کی زبان اطہر سے علاقہ شام کی فتح کی پیش گوئی سنی ہوئی تھی تو ان کا ذہن یہ تھا کہ کیوں نہ اس علاقے کے پھلدار درختوں کو مسلمانوں کے افادے کے لیے باقی رکھا جائے اور ضائع نہ کیے جائیں۔

فائدہ: دشمن کے شہر میں تخریب کاری، درختوں اور دیگر سامان کو جلانا درست لیکن ضرورت و مصلحت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔(ع،س)

قیدی کافر اور مرتد کو جلانے کے بارے میں اکثر علماء کا خیال ہے کہ جائز نہیں بلکہ اس کی گردن ماری جائے۔ اس کی دلیل سیدنا حمزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک دستے کا امیر مقرر کیا اور فرمایا: ((إن وجدتم فلانا فأحرقوه بالنّار۔)) ......''فلاں شخص کو پاؤ تو اسے نذر آتش کردو۔'' جب میں نے جانے کے لیے کمر پھیری تو آپ نے مجھے آواز دی۔ میں آپ ﷺ کے حضور حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: ((إِنْ وجدْتُمْ فُلانًا، فاقْتُلُوہُ، وَلَا تُحرِّقُوہُ، فإِنّهُ لَا يُعذِبُ بالنّارِ إِلّا ربُّ النّارِ۔)) ......''اگر تم فلاں کو پاؤ تو اسے قتل کردینا، جلانا نہیں، بلاشبہ آگ سے عذاب آگ کا رب ہی دے سکتا ہے۔'' (صحیح بخاری: ۳۰۱۶)

اگر دشمن گھوڑوں پر سوار ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو اور ان کے گھوڑوں کو مارے بغیر ان تک پہنچنا اور قبضہ حاصل کرنا ممکن نہ ہو تو ان کے جانوروں کی کونچیں کاٹ دی جائیں گی۔ سیدنا حنظلہ بن الراہب رضی اللہ عنہ نے جنگ احد والے دن سیدنا سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی تھیں جس سے ان کا گھوڑا ڈگمگا کر گر پڑا تھا اور وہ بھی زمین پر آرہے تھے، سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ ان کے سینے پر چڑھ گئے تا کہ ان کا گلا کاٹ ڈالیں۔ اتنے میں ابن شعوب کافر نے سیدنا حنظلہ کو دیکھ لیا تو وہ اس کی طرف بڑھے اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کاروائی سے سیدنا سفیان رضی اللہ عنہ ان کے نیچے سے نکل کر چھوٹ گئے۔

(عَقَرَ فَرَسَهُ) کا معنی ہے فلاں نے گھوڑے کی تلوار سے کونچیں (پچھلی ٹانگیں) کاٹ ڈالیں۔

اگر دشمن ہمیں پالینے والا ہو اور ہمارے ہاتھوں میں ان کا یا ہمارا اپنا ساز و سامان ہو جس کا ان کے ہاتھ لگ جانے کا شدید اندیشہ ہو تو سامان کو تلف کردینا یا جلا دینا جائز ہے البتہ اس میں جانور نہ ہوں، اگر سامان میں ان کے یا اپنے جانور ہوں تو ان کے تہ تیغ کر دینے کے متعلق علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ ایک قوم رخصت کی قائل ہے تا کہ اس سے دشمن استفادہ نہ کرے۔ مروی ہے کہ سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جنگ مؤتہ والے دن اپنے شقراء گھوڑے سے کود آئے تھے اور اس کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں، پھر نہایت بے جگری سے لڑے اور جام شہادت نوش کرلیا، امام مالک اور اہل رائے کا

یہی موقف ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے تو یہاں تک کہا کہ اگر مسلمان دشمن کے مال مویشی پر قبضہ حاصل کرلیں لیکن ان کا ہمراہ لے جانا دشوار ہو تو انہیں ذبح کر کے ان کا گوشت جلا دیا جائے۔

جبکہ اہل علم کی ایک جماعت جانوروں کو ہلاک کرنے کی قائل نہیں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کی غرض کے علاوہ جانوروں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے لہٰذا ایسا کرنا جائز نہیں۔ امام اوزاعی، شافعی اور احمد رحمہم اللہ اس کے قائل ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: اگر دشمنان اسلام کی رسوائی اور ان کو غصے میں مبتلا کرنے کے لیے جانوروں کو ہلاک کرنا جائز ہوتا تو پھر شریعت ان کے بچوں کو قتل کرنا جائز قرار دیتی جبکہ ایسا نہیں ہے۔

فائدہ: جنگی مصالح کے پیش نظر قلعوں اور عمارتوں وغیرہ کو جلانے میں کوئی حرج نہیں اور یہی حکم جانوروں کا بھی ہے البتہ ایسا انتہائی گھمبیر صورتحال میں کیا جائے۔ مقصود دشمن کی رسی کو کاٹنا اور انہیں کمزور کرنا ہی ہو بلاوجہ مال ضائع کرنا ہماری شریعت میں جائز نہیں۔ (ع، س)

یہی حکم گولہ، بارود، میزائل اور بمباری کا ہے۔

(۲۷۰۱)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْفَتْحِ نَصْرُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَحْمَدَ الْحَاكِمُ، أَنَا أَبُو سَعِيدٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى بْنِ الْفَضْلِ بْنِ شَاذَانَ الصَّيْرَفِيُّ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ الأَصَمُّ، نَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ، نَا أَسَدٌ هُوَ ابْنُ مُوسَى، نَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ......

عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَلا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ، وَكَانَ بَيْتًا فِي الْيَمَنِ يُعْبَدُ يُقَالُ لَهُ: الْكَعْبَةُ الْيَمَانِيَّةُ)) قَالَ: فَنَفَرْتُ فِي خَمْسِينَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ، وَكَانُوا أَصْحَابَ خَيْلٍ، فَكُنْتُ لا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَضَرَبَ فِي صَدْرِي حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ أَصَابِعِهِ فِي صَدْرِي، ثُمَّ قَالَ: ((اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ، وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا)) فَأَتَاهَا، فَحَرَّقَهَا بِالنَّارِ،

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ذوالخلصہ کو (برباد کر کے) مجھے راحت کیوں نہیں دے دیتے۔'' یہ ذوالخلصہ یمن میں ایک بت خانہ تھا اور اسے کعبۃ الیمانیۃ کہتے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر میں قبیلہ احمس کے ایک سو پچاس سواروں کو لے کر روانہ ہوا۔ یہ سب حضرات عمدہ گھوڑ سوار تھے لیکن میں گھوڑے کی سواری اچھی طرح نہیں کر پاتا تھا۔ میں نے اس بات کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے میرے سینے پر (اپنا ہاتھ) مارا، میں نے اپنے سینے پر آپ کی مبارک انگلیوں کا نشان دیکھا، پھر آپ نے دعا دی (اَللّٰهُمَّ

(۲۷۰۱) أخرجه البخاري: ۳۰۲۰، ۳۰۳٦، ومسلم: ۲٤٧٦

وَكَسرَهَا ، ثُمَّ بَعَثَ رَجُلا مِنْ أَحْمَسَ يُكَنَّى: أَبَا أَرْطَأَةَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُهُ بِذَلِكَ ، فَلَمَّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا جِئْتُ حَتَّى تَرَكْتُهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْرَبُ ، قَالَ: فَبَرَّكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَحْمَسَ ، وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ وَقَالَ جَرِيرٌ: بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلاةِ ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قَالَ: وَقَالَ جَرِيرٌ: مَا حَجَبَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ ، وَلا رَآنِي إِلَّا تَبَسَّمَ۔

ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا)...... ''اے اللہ! گھوڑے کی پشت پر اسے ثبات اور قرار عطا فرما، اسے دوسروں کو ہدایت کی راہ دکھانے والے اور ہدایت یافتہ بنادے۔ انہوں نے کہا: میں ذوالخلصہ پہنچا۔ میں نے اس میں آگ لگا دی اور اس کی عمارت کو گرا دیا پھر میں نے قبیلہ احمس کے ایک شخص ابوارطاۃ نامی کو آپ کی خدمت میں بشارت دینے کے لیے بھیجا۔ قاصد خدمت نبوی میں حاضر ہوا تو اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث فرمایا ہے! میں اس وقت تک آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا، جب تک ہم نے ذوالخلصہ کو خارش والے اونٹ کی طرح نہیں بنا دیا (مراد یہ ہے کہ ہم نے اسے ویران اور تباہ وبرباد کر دیا) سیدنا جریر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ سن کر آپ نے قبیلہ احمس کے تمام لوگوں کے لیے پانچ مرتبہ برکت کی دعا فرمائی۔

شرح سیدنا جریر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت نماز قائم کرنے، زکاۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر کی تھی۔ (صحيح بخاری: ٥٧، ٥٢٤، صحيح مسلم: ٥٦)

راوی نے کہا اور سیدنا جریر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی (اپنے پاس آنے سے) نہیں روکا اور جب بھی آپ نے مجھے دیکھا تو تبسم ہی فرمایا۔ (صحيح بخاری: ٦٠٨٩، صحيح مسلم: ٢٤٧٥)

(42)......بَابُ الْكَفِّ عَنِ الْقِتَالِ إِذَا رَأَى شِعَارَ الْإِسْلَامِ
اسلام کی علامت (شعار) دیکھ کر جنگ سے رک جانا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ .... ''اور جو تم سے سلام علیک کرے تم اسے یہ نہ کہہ دو کہ تو ایمان والا نہیں۔'' (سورۂ نساء: ۹۴)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ایک شخص اپنی بکریاں چرا رہا تھا، مسلمان اس کے پاس سے گزرے تو چرواہے نے السلام علیکم کہا (بعض صحابہ نے سمجھا کہ شاید وہ جان بچانے کے لیے اپنے کو مسلمان ظاہر کر رہا ہے) چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر ڈالا اور اس کی بکریاں لے لیں (اور انہیں بطور مال غنیمت لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہو گئے) جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (عَرَضَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا) تک، دنیاوی زندگی کے اسباب سے مراد مال غنیمت ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آیت کریمہ کے لفظ (السَّلَمَ) کو (السَّلَام) پڑھا ہے۔

(صحیح بخاری: ٤٥٩١، صحیح مسلم: ٣٠٢٥)

(٢٧٠٢)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الْخِرَقِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الطَّيْسَفُونِيُّ، أَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، نَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، نَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ، نَا حُمَيْدٌ......

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا غَزَا قَوْمًا لَمْ يَغْزُ بِنَا عَلَيْهِمْ حَتَّى يُصْبِحَ، فَيَنْظُرُ، فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا كَفَّ عَنْهُمْ، وَإِنْ لَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا أَغَارَ عَلَيْهِمْ، قَالَ: فَخَرَجْنَا إِلَى خَيْبَرَ، فَانْتَهَيْنَا إِلَيْهِمْ لَيْلًا، فَلَمَّا أَصْبَحَ، وَلَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا، رَكِبَ وَرَكِبْتُ خَلْفَ أَبِي طَلْحَةَ يُرْدِفُنِي وَرَائَهُ وَإِنَّ قَدَمِي لَتَمَسُّ قَدَمَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجُوا عَلَيْنَا بِمَكَاتِلِهِمْ، وَمَسَاحِيهِمْ، فَلَمَّا رَأَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا: مُحَمَّدٌ وَاللَّهِ، مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ، فَلَمَّا رَآهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ۔))

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمارے ساتھ مل کر کسی قوم سے غزوہ کے لیے جاتے تو صبح تک انتظار فرماتے، اگر اذان سن لیتے تو ان پر حملہ کرنے سے رک جاتے اور اگر نہ سنتے تو ان پر حملہ کر دیتے، سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا: جب ہم خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو وہاں رات کے وقت پہنچے، جب صبح ہوئی اور آپ نے اذان نہ سنی تو آپ سوار ہوئے اور میں سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے سوار ہو گیا، وہ مجھے اپنے پیچھے سوار کئے ہوئے تھے، میرے قدم بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کو مس کرتے، وہ (یہودی) ہماری طرف ٹوکرے اور کدالیں لے کر آ رہے تھے، جب انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہنے لگے، اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم! لشکر سمیت موجود ہیں، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: "اللہ اکبر! اللہ اکبر! خیبر ویران ہوا، بلاشبہ جب ہم کسی قوم کے صحن (میدان) میں اتر پڑتے ہیں تو ان ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بہت بری ہو جاتی ہے۔"

شرح: أَلْخَمِيْس سے مراد لشکر جرار ہے، لشکر کو خمیس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے پانچ اہم دستے ہوتے ہیں (اور پانچ کے عدد کو عربی میں خمس کہتے ہیں) سامنے والے حصے کو اَلْمُقَدِّمَة اور لشکر کے پچھلے حصے کو السَّاقه، دائیں

(٢٧٠٢) أخرجه البخاري: ٤٥٩١، ومسلم: ٣٠٢٥

طرف والے کو الْمَيْمَنَة اور بائیں طرف والے کو الْمَيْسَرَه اور درمیان والے کو القلب کہتے ہیں۔ یہ وضاحت امام ازہری نے کی ہے جبکہ باقی لغویوں کا کہنا ہے کہ لشکر کو خمیس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مال غنیمت کے پانچ حصے تقسیم ہوئے ہیں۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اذان دین اسلام کا شعار ہے تبھی تو آپ کا معمول مبارک تھا کہ اگر اذان سنتے تو حملہ نہ کرتے تا کہ وہاں مسلمان حملے میں نہ مارے جائیں اور اگر اذان نہ سنتے تو حملہ کر دیتے کہ سب کافر ہیں، مسلم آبادی کے لیے اذان کا ترک کسی طور جائز نہیں بلکہ اگر کسی شہر والے اذان نہ کہنے پر مصر ہوں تو امیر کے لیے ضروری ہے کہ ان کے ساتھ قتال کرے۔

(٢٧٠٣)۔ أَخْبَـرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ ، أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ الأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ ، قَالا: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ، أَنَا الرَّبِيعُ ، أَنَا الشَّافِعِيُّ ، أَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ مُسَاحِقٍ......

عَنِ ابْنِ عِصَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، كَانَ إِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً ، قَالَ: ((إِذَا رَأَيْتُمْ مَسْجِدًا ، أَوْ سَمِعْتُمْ أَذَانًا ، فَلا تَقْتُلُنَّ أَحَدًا۔))

جناب ابن عصام اپنے والد سے بیان کرتے ہیں، ان کے والد کہتے ہیں جب نبی اکرم ﷺ کوئی دستہ بھیجتے تو ان کو تلقین کرتے ہوئے فرماتے: ”جب تم کوئی مسجد دیکھو یا اذان کی آواز سنو تو کسی کو قتل نہ کرو۔“

شرح: حدیث مبارکہ اس بات کی دلیل ہے کہ لڑائی کے وقت اسلامی شعار کا اظہار واعلان ان کے خون کو محفوظ کر دیتا ہے اور حملہ آوروں کو اس کا احترام کرنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ جو رات کے وقت کسی علاقے پر حملہ آور نہیں ہوتے تھے اور صبح تک انتظار فرماتے رہتے تھے تو اس کی وجہ حرمت نہیں بلکہ حزم اور احتیاط ہے کہ کہیں لاشعوری حالت میں مسلمان آبادی ہی تہ تیغ نہ ہو جائے۔ اگر کسی علاقے میں کفار ہی بستے ہوں اور اس قسم کے اختلاط کا خطرہ نہ ہو تو پھر رات کے وقت بھی حملہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، نبی کریم ﷺ نے بنو مصطلق پر جب حملہ کیا تو وہ بالکل غافل تھے۔

(صحیح بخاری: ٢٥٤١، صحیح مسلم: ١٧٣٠)

آپ علیہ السلام نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: ((أَغِرْ على أُبنى صباحًا وحرِّقْ۔)) ......”ابنی“ کے علاقے پر صبح کے وقت چڑھائی کرنا اور اسے جلا دینا۔“ (ضعیف، ابوداود: ٢٦١٦، ابن ماجه: ٢٦٤٣)

(٢٧٠٣) ضعیف ......أخرجه ابوداود: ٢٦٣٥ ، والترمذي: ١٥٤٩

(43)......بَابُ الصَّفِّ فِی الْقِتَالِ وَالتَّعْبِئَة
جنگ میں صف بندی کرنا اور نشست مقرر کرنا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾ .... ''بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں۔'' (الصف:۴)

اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ﴾ .... ''اے نبی! اس وقت کو بھی یاد کرو جب صبح ہی صبح آپ اپنے گھر سے نکل کر مسلمانوں کو میدان جنگ میں لڑائی کے مورچوں پر باقاعدہ بٹھا رہے تھے۔'' (آل عمران:۱۲۱)

(۲۷۰۴)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْغَسِيلِ......

عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ حِينَ صَفَفْنَا لِقُرَيْشٍ، وَصَفُّوا لَنَا: ((إِذَا أَكْثَبُوكُمْ، فَعَلَيْكُمْ بِالنَّبْلِ۔))

جناب حمزہ بن ابی اسید اپنے والد گرامی سے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے جنگ بدر کے موقع پر، جب ہم قریش کے مقابلہ میں صف آراء ہو کر کھڑے ہوگئے تھے اور وہ ہمارے مقابلہ میں صف بستہ تھے، فرمایا: ''اگر قریش تمہارے قریب آ جائیں تو تم لوگ تیر اندازی شروع کر دینا (تاکہ وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوں)۔''

شرح أَكْثَبُوكُم ''جب وہ تمہارے نزدیک آ جائیں'' لفظ أَلْكَثَبْ کے معنی قریب ہونے کے ہیں۔ آپ کے فرمان کا مقصد ہے کہ جب وہ تمہارے تیر کی رینج (زد) میں آ جائیں تو تیر پھینکو اور ان کے دور ہوتے ہوئے تیر مت پھینکو کہ اس میں تیروں کا ضیاع ہے۔ ان الفاظ میں آپ نے مجاہدین کی جنگی تربیت فرمائی اور جنگ وجہاد اور حرب وضرب کے اصول اور قواعد تعلیم فرمائے۔

حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں: (إِذَا أَكْثَبُوكُمْ) یعنی جب وہ کثرت میں ہوں اور تمہاری زد میں ہوں تو تیر مارنا اور اپنے تیروں کو محفوظ رکھنا۔ (بلاضرورت تیر نہ چلانا، تاکہ تیر محفوظ رہیں)۔

یہ الفاظ بھی مروی ہیں: ((إِذَا أَكْثَبُوكُمْ فَارْمُوهُمْ بِالنَّبْلِ، وَلَا تَسُلُّوا السُّيُوفَ حَتَّى يَغْشَوْكُمْ۔))

(۲۷۰۴) أخرجه البخاري: ۲۹۰۰، ۳۹۸۴

......''جب وہ تمہارے قریب آ جائیں (اور تمہاری زد میں ہوں) تب ان پر تیر مارنا اور تلوار بھی اسی وقت سونتنا جب وہ تم پر چھا جائیں۔'' (اور تلوار کی مار پر ہوں)۔(ضعیف، ابوداود: ٢٦٦٤)

(اَلنَّبَلْ) عربی وضع کے تیر کو کہتے ہیں اسے لطاف بھی کہتے ہیں۔ یہ تیر دراز نہیں ہوتا جیسے نشاب تیر ہوتا ہے، تیروں کی ایک قسم الحسبان ہے جو نبل سے کچھ چھوٹے ہوتے ہیں، ان تیروں کو بڑی کمان سے چلایا جاتا ہے۔اس کا واحد حسبانۃ ہے۔

سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے میدان میں ہماری رات ہی کے وقت نشستیں مقرر فرما دی تھیں۔(ضعیف الاسناد، ترمذی: ١٦٧٧)

(٢٧٠٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، نَا زُهَيْرٌ......

نَا أَبُو إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ، يُحَدِّثُ، قَالَ: جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ أُحُدٍ، وَكَانُوا خَمْسِينَ رَجُلا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جُبَيْرٍ، فَقَالَ: ((إِنْ رَأَيْتُمُونَا تَخَطَّفُنَا الطَّيْرُ، فَلا تَبْرَحُوا مَكَانَكُمْ حَتَّى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ، وَإِنْ رَأَيْتُمُونَا هَزَمْنَا الْقَوْمَ، وَأَوْطَأْنَاهُمْ، فَلا تَبْرَحُوا حَتَّى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ)) فَهَزَمَهُمْ، قَالَ: فَأَنَا وَاللّٰهِ! رَأَيْتُ النِّسَاءَ يُسْنِدْنَ قَدْ بَدَتْ خَلاخِلُهُنَّ، وَأَسْوُقُهُنَّ رَافِعَاتٍ ثِيَابَهُنَّ، فَقَالَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُبَيْرٍ: الْغَنِيمَةَ، أَيْ قَوْمِ الْغَنِيمَةَ، ظَهَرَ أَصْحَابُكُمْ، فَمَا تَنْتَظِرُونَ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جُبَيْرٍ: أَنَسِيتُمْ مَا قَالَ لَكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالُوا: وَاللّٰهِ! لَنَأْتِيَنَّ النَّاسَ، فَلَنُصِيبَنَّ مِنَ

جناب ابو اسحاق رحمہ اللہ نے کہا: میں نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے موقع پر (تیر اندازوں کے) پچاس آدمیوں کا افسر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا، آپ نے انہیں تاکید کردی تھی کہ اگر تم یہ بھی دیکھ لو کہ پرندے ہم پر ٹوٹ پڑے ہیں، پھر بھی اپنی اس جگہ سے مت ہٹنا، جب تک میں تم لوگوں کو کہلا نہ بھیجوں، اسی طرح اگر تم یہ دیکھو کہ کفار کو ہم نے شکست دے دی ہے اور انہیں پامال کر دیا ہے پھر بھی یہاں سے نہ ٹلنا، جب تک میں تمہیں خود نہ بلا بھیجوں، پھر اسلامی لشکر نے کفار کو شکست دے دی، سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: اللہ کی قسم! میں نے مشرک عورتوں کو دیکھا کہ تیزی کے ساتھ بھاگ رہی تھیں، ان کے پازیب اور پنڈلیاں دکھائی دے رہی تھیں، اور وہ اپنے کپڑوں کو اٹھائے ہوئے تھیں۔سیدنا عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے رفقاء نے کہا کہ غنیمت لوٹو، اے قوم! غنیمت

(٢٧٠٥) أخرجه البخاري: ٣٠٣٩

الْـغَـنِيـمَةِ ، فَلَمَّا أَتَوْهُمْ صُرِفَتْ وُجُوهُهُمْ ، فَأَقْبَلُوا مُنْهَزِمِينَ ، فَذَاكَ إِذْ يَدْعُوهُمُ الرَّسُولُ فِـي أُخْـرَاهُـمْ ، فَلَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَـلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلا ، فَأَصَابُوا مِـنَّـا سَبْعِيـنَ ، وَكَـانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّـمَ ، وَأَصْـحَابُهُ أَصَابَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَـوْمَ بَـدْرٍ أَرْبَـعِيـنَ وَمِـائَةً ، سَبْعِينَ أَسِيرًا ، وَسَبْـعِيـنَ قَتِيـلا ، قَالَ أَبُو سُفْيَانَ: أَفِي الْقَوْمِ مُـحَـمَّدٌ؟ ثَلاثَ مَرَّاتٍ ، فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى الـلّٰـهُ عَـلَيْـهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجِيبُوهُ ، ثُمَّ قَالَ: أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ؟ ثَلاثَ مَرَّاتٍ ، ثُمَّ قَالَ: أَفِي الْـقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ؟ ثَلاثَ مَرَّاتٍ ، ثُمَّ رَجَـعَ إِلَـى أَصْـحَـابِهِ ، فَقَالَ: أَمَّا هَؤُلاءِ فَقَدْ قُتِلُوا ، فَمَا مَلَكَ عُمَرُ نَفْسَهُ ، فَقَالَ: كَذَبْتَ يَا عَـدُوَّ الـلّٰهِ! إِنَّ الَّذِي عَدَدْتَ لأَحْيَاءٌ كُلُّهُمْ ، وَقَـدْ بَـقِـيَ لَكَ مَـا يَسُوءُكَ ، قَالَ: يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ ، وَالْحَرْبُ سِجَالٌ ، إِنَّكُمْ سَتَجِدُونَ فِي الْـقَـوْمِ مُثْـلَةً لَمْ آمُرْ بِهَا ، وَلَمْ تَسُؤْنِي ، ثُمَّ أَخَـذَ يَرْتَجِزُ: اعْلُ هُبَلُ اعْلُ هُبَلُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَـلَّـى الـلّٰـهُ عَـلَيْـهِ وَسَلَّمَ: ((أَلا تُجِيبُونَهُ؟)) قَـالُـوا: يَـا رَسُـولَ الـلّٰـهِ! مَـا نَقُولُ ؟ قَالَ: ((قُـولُوا: اللّٰهُ أَعْلَى ، وَأَجَلُّ۔)) قَالَ: إِنَّ لَنَا الْعُزَّى وَلا عُزَّى لَكُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَـلَيْـهِ وَسَـلَّـمَ: ((أَلا تُجِيبُونَهُ ؟)) قَالُوا: يَا رَسُـولَ الـلّٰـهِ! مَا نَقُولُ؟ قَالَ: ((قُولُوا: اللّٰهُ

تمہارے سامنے ہے، تمہارے ساتھی غالب آ گئے ہیں، اب ڈرکس بات کا ہے، اس پر سیدنا عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کیا جو ہدایت رسول اللہ ﷺ نے کی تھی تم اسے بھول گئے ؟ لیکن وہ لوگ اسی پر اڑے رہے کہ دوسرے اصحاب کے ساتھ غنیمت جمع کرنے میں شریک رہیں گے، جب یہ لوگ (اکثریت) اپنی جگہ چھوڑ کر چلے آئے تو ان کے منہ کافروں نے پھیر دیئے، اور (مسلمانوں کو) شکست زدہ پاکر بھاگتے ہوئے آئے، یہی وہ گھڑی تھی (جس کا ذکر سورۃ آل عمران میں ہے کہ) ''جب رسول اللہ ﷺ تم کو پیچھے کھڑے ہوئے بلا رہے تھے'' اس سے یہی مراد ہے، اس وقت رسول کریم ﷺ کے ساتھ بارہ صحابہ کرام کے علاوہ اور کوئی بھی باقی نہ رہ گیا تھا، آخر ہمارے ستر افراد شہید ہوگئے، جنگ بدر میں نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کے ساتھ مشرکین کے ایک سو چالیس آدمیوں کا نقصان کیا تھا، ستر ان میں سے قیدی تھے اور ستر مقتول، (جب جنگ ختم ہوگئی تو ایک پہاڑ پر کھڑے ہوکر) ابوسفیان نے کہا: کیا محمد ﷺ اپنی قوم کے ساتھ موجود ہیں؟ تین مرتبہ انہوں نے یہی پوچھا، لیکن نبی کریم ﷺ نے جواب دینے سے منع فرما دیا تھا، پھر انہوں نے پوچھا، کیا ابن ابی قحافہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) اپنی قوم میں موجود ہیں؟ یہ سوال بھی تین مرتبہ کیا، پھر پوچھا: کیا ابن خطاب (عمر رضی اللہ عنہ) اپنی قوم میں موجود ہیں؟ یہ بھی تین مرتبہ پوچھا، پھر اپنے ساتھیوں کی طرف مڑ کر کہنے لگے کہ یہ تینوں قتل ہو چکے ہیں۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا اور آپ بول پڑے کہ اے اللہ کے دشمن! اللہ شاہد ہے کہ تو جھوٹ بول رہا

مَوْلانَا، وَلا مَوْلَی لَکُمْ۔))

ہے۔جن کے تو نے ابھی نام لیے تھے وہ سب زندہ ہیں اور ابھی تیرا برا دن آنے والا ہے، ابوسفیان نے کہا: اچھا! آج کا دن بدر کا بدلہ ہے اور لڑائی بھی ایک ڈول کی طرح ہے (کبھی ادھر کبھی ادھر) تم لوگوں کو اپنی قوم کے بعض لوگ مثلہ کئے ہوئے ملیں گے، میں نے اس طرح کا کوئی حکم (اپنے آدمیوں کو) نہیں دیا تھا۔ لیکن مجھے ان کا یہ عمل برا بھی نہیں معلوم ہوا۔ اس کے بعد وہ فخریہ رجز پڑھنے لگا، (اعْلُ هُبَلُ اعْلُ هُبَلُ) ہبل بلند ہو، ہبل بلند ہو، نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ جواب کیوں نہیں دیتے؟'' صحابہ نے عرض کیا: کیا جواب دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کہو: اللّٰهُ أَعْلَى، وَأَجَلُّ، اللہ اعلیٰ اور برتر ہے، پھر ابوسفیان نے نعرہ لگایا: لنا عزّی ولا عزی لکم، ہمارے لیے عزی ہے اور تمہارے لیے عزی نہیں۔ نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''جواب کیوں نہیں دیتے؟'' صحابہ نے دریافت کیا: کیا جواب دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (أَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَى لَكُمْ)...... '' اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔''

شرح (تَخَطَّفَنَا الطَّيْرَ) مطلب ہے کہ اگر تم ہمیں شکست سے دوچار ہو کر پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے بھی دیکھو تو اپنی جگہ ثابت قدم اور مورچہ بند رہو، اہل عرب کے جملے (فُلانٌ ساكن الطير) کا مفہوم ہے کہ فلاں شخص باوقار، مضبوط اعصاب کا مالک، حوصلہ مند اور مضبوط دل گردے کا مالک ہے اور ان کے لوگ جملے وقد طار طير فلان کا معنی ہے: وہ چھچھوری حرکتوں والا، ہلکے مزاج والا، بے حوصلہ اور کم ظرف انسان ہے۔

(فَلَا تَبْرَحُوْا) یعنی اپنی جگہ سے سر مونحراف نہ کرنا۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ﴾ ..... ''میں تو اس سرزمین سے نہ ٹلوں گا۔'' (یوسف: ۸۰)

مطلب ہے میں تو یہیں اقامت گزیں رہوں گا (اور اس وقت نہیں جاؤں گا جب تک خود والد صاحب تفتیش کر کے میری بے گناہی کا یقین نہ کرلیں اور مجھے آنے کی اجازت نہ دیں۔ (ع،س)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ﴾ ..... ’’میں تو چلتا رہوں گا یہاں تک کہ دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچوں۔‘‘ (الکھف: ٦٠) یعنی میں مسلسل محوسفر رہوں گا۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: پہلے (اَبْـرَح) میں ایک جگہ ٹکے رہنے کا مفہوم ہے اور دوسرے میں مسلسل رو بہ سفر رہنے کا یعنی مشترکہ بات تسلسل کا برقرار رہنا ہے۔

(وَأَوْطَأْنَاهُمْ) جب ہم ان پر غالب آگئے اور انہیں اچھی طرح لتاڑ دیا۔

(رَأَيْتُ النِّسَاءَ يُسْنِدْنَ) میں نے مشرکوں کی خواتین کو بھاگ کر پہاڑ پر چڑھتے ہوئے دیکھا۔ جب کوئی شخص کوہ پیمائی کرے تو کہا جاتا ہے: أَسْنَدَ الرَّجُلُ فِي الْجَبَلِ، بزبان عربی بلند اور فراز جگہ کو السَّند کہتے ہیں۔

(وَالْحَرْبُ سِجَالٌ) ’’جنگ ڈول کی مانند ہے‘‘ جس طرح کنویں کا ڈول کبھی ایک شخص کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور کبھی دوسرے شخص کے اسی طرح جنگ کا نتیجہ بھی ایک فریق کے حق میں ہوتا ہے اور کبھی دوسرے فریق کے کبھی یہ غالب کبھی وہ فاتح۔

(٢٧٠٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، نَا زُهَيْرٌ......

نَا أَبُو إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ، وَسَأَلَهُ رَجُلٌ: أَكُنْتُمْ فَرَرْتُمْ يَا أَبَا عُمَارَةَ يَوْمَ حُنَيْنٍ؟ قَالَ: لَا وَاللّٰهِ! مَا وَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلٰكِنَّهُ خَرَجَ شُبَّانُ أَصْحَابِهِ، وَأَخِفَّاؤُهُمْ حُسَّرًا، فَأَتَوْا قَوْمًا رُمَاةً جَمْعَ هَوَازِنَ، وَبَنِي نَصْرٍ، مَا يَكَادُ يَسْقُطُ لَهُمْ سَهْمٌ، فَرَشَقُوهُمْ رَشْقًا مَا يَكَادُونَ يُخْطِئُونَ، فَأَقْبَلُوا هُنَالِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ، وَابْنُ عَمِّهِ أَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَقُودُ بِهِ، فَنَزَلَ، وَاسْتَنْصَرَ، ثُمَّ قَالَ: ((أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ۔))

جناب ابو اسحاق کہتے ہیں: میں نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا تھا جبکہ ایک شخص نے ان سے پوچھا، اے ابوعمارہ! کیا آپ لوگ حنین کی جنگ میں واقعی فرار ہو گئے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں! اللہ کی قسم! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے بالکل نہیں ہٹے تھے البتہ آپ کے صحابہ میں سے کچھ نوجوان (ناتجربہ کار) عجلت پسند جو بغیر اسلحہ کے آگے بڑھے جا رہے وہ پیچھے ہٹے تھے۔ ان کا پالا ایک ماہر تیر انداز قوم بنو ہوازن اور بنو نصر کے جتھے سے پڑا تھا، جن کا ایک تیر بھی نشانے سے خطا نہیں کرتا تھا۔ انہوں نے تیروں کی ایسی بوچھاڑ کی جس میں سے ایک بھی نشانے سے نہیں چوکتا تھا تو وہ سب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرف بھاگے۔ آپ اس وقت اپنی سفید خچر

(٢٧٠٦) أخرجه البخاري: ٢٨٦٤، ٢٩٣٠، ومسلم: ١٧٧٦

ثُمَّ صَفَّ أَصْحَابَهُ۔

پر تشریف فرما تھے اور آپ کے چچا زاد سیدنا ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے آپ کے خچر کی لگام پکڑ رکھی تھی، آپ خچر سے نیچے اترے اور نصرت کی دعا فرمائی اور فرمایا:

أَنَـــا الـــنَّبِـــيُّ لَاكَـــذِبْ
أَنَـــا ابْـــنُ عَبْـــدِالْـــمُـــطَّـــلِـــبْ

میں نبی ہوں، یہ جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔
پھر آپ نے اپنے ساتھیوں کی صف بندی فرمائی۔

شرح (أَخْفَافَهُمْ) اور أَخْفَاؤُهُمْ کے الفاظ بھی مروی ہے اس کا واحد خف ہے یعنی جلد باز، عجلت پسند آدمی، جلد حرکت میں آجانے والا، (الحسر) یہ جمع ہے اور اس کا واحد حاسر ہے، ایسا شخص جو لڑائی کے موقع پر اسلحہ اور تیر وتفنگ سے خالی ہو۔ (فَرَشَقُوهُمْ) انہوں نے تیروں کا مینہ برسا دیا۔

(44)...... بَابُ الْمُبَارَزَةِ

جنگ میں مقابلے کے لیے للکارنا

(٢٧٠٧)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، نَا هُشَيْمٌ، أَنَا أَبُو هَاشِمٍ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ......

عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ، يُقْسِمُ قَسَمًا إِنَّ هَذِهِ الْآيَةَ ﴿هَٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ﴾ [الْحج: ١٩]، نَزَلَتْ فِي الَّذِينَ بَرَزُوا يَوْمَ بَدْرٍ: حَمْزَةَ، وَعَلِيٍّ، وَعُبَيْدَةَ بْنِ الْحَارِثِ، وَعُتْبَةَ، وَشَيْبَةَ ابْنَيْ رَبِيعَةَ، وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ۔

جناب قیس بن عبادہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کو سنا وہ قسم کھا کر کہہ رہے تھے: بلاشبہ یہ آیت کریمہ ﴿هَٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ﴾ ..... "یہ دونوں اپنے رب کے بارے میں اختلاف کرنے والے ہیں۔" (الحج: ١٩) ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو جنگ بدر میں مقابلے کے لیے ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے تھے (مسلمانوں کی طرف سے) سیدنا حمزہ، سیدنا علی اور سیدنا عبیدۃ بن الحارث رضی اللہ عنہم تھے (اور دوسری

(٢٧٠٧) أخرجه البخاري: ٤٧٤٣، ومسلم: ٣٠٣٣

طرف سے)عتبہ، شیبہ(ربیعہ کے دونوں بیٹے) اور ولید

بن عتبہ۔

شرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ(جنگ بدر میں)عتبہ بن ربیعہ سامنے آیا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا اور بھائی بھی آ گئے تو اس نے للکارا: کون ہے جو مقابلے میں آئے؟ اس پر انصاری جوان سامنے آئے۔ اس نے پوچھا: تم کون ہو؟ تو انہوں نے اس کو بتا دیا (کہ ہم انصاری جوان ہیں) اس نے کہا: ہمیں تم سے کوئی مطلب نہیں ہم اپنے چچازاد چاہتے ہیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اٹھو، اے حمزہ! اٹھو اے علی! اٹھو، اے عبیدہ بن حارث!'' چنانچہ حمزہ رضی اللہ عنہ عتبہ کے مقابل ہوئے اور میں (علی) شیبہ کے سامنے آیا، عبیدہ اور ولید کے درمیان دو دو واروں کا مقابلہ ہوا اور ہر ایک کو ایک دوسرے سے چوٹیں لگیں (اور زخمی ہوئے) پھر ہم دونوں ولید پر چڑھ دوڑے اور اس کو قتل کر ڈالا اور عبیدہ کو اٹھا لائے۔ (صحیح، ابو داود: ٢٦٦٥)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جنگ میں کفار کو مقابلے کے لیے للکارنا جائز ہے امیر لشکر کی اجازت کے ساتھ۔ اگر یہ معاملہ ہو تو پھر تو کسی عالم نے بھی اس کے جائز ہونے کے بارے میں اختلاف نہیں کیا البتہ اگر امیر لشکر کی اجازت کے بغیر ہو تو تب اس میں اختلاف ہے، اہل علم کی ایک جماعت نے اسے بھی جائز قرار دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جنگ بدر میں سیدنا حمزہ، علی اور عبیدہ رضی اللہ عنہم کی مبارزت سے پہلے جو انصاری جوان دشمن کے سامنے آئے تھے وہ بغیر اجازت کے آئے تھے(اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر ناگواری مروی نہیں) یہ موقف امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا ہے۔

اہل علم کی ایک جماعت نے امام کی اجازت کے بغیر جنگ میں دشمن کو للکارنا جائز قرار نہیں دیا۔ جناب سفیان، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ سے دونوں قسم کے قول مروی ہیں جواز کا بھی اور عدم جواز کا بھی۔

اس حدیث مبارکہ میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ اگر مبارز (دشمن کے مدمقابل آنے والا) فریق مخالف سے کمزور یا زخمی ہو جائے تو اس کا ساتھی معاونت کر سکتا ہے، امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ اسی بات کے قائل ہیں، امام اوزاعی کا کہنا ہے: اس کے ساتھی اس کی اعانت نہیں کریں گے کیونکہ مبارزت اکیلے کسی کی مدد کے بغیر ہوتی ہے۔

اسی طرح اگر مسلمان اور مشرک ایک دوسرے کو دعوت مبارزت دیتے ہیں اور یہ شرط بھی ٹھہرا لیتے ہیں کہ ہمارے علاوہ کوئی شریک قتال نہ ہوگا تو پھر جب تک ان کی لڑائی جاری رہے دونوں فریق اپنے اپنے بندے کی مدد نہیں کریں گے ہاں اگر کافر شکست کھا کر بھاگ نکلے یا اس نے کسی اور مسلمان کو زخمی یا شہید کر دیا تو پھر اس کو قتل کرنا جائز ہوگا اس لیے کہ اب لڑائی ان کے مابین ختم ہو چکی ہے الا یہ کہ شرط کے اندر یہ شق موجود ہو کہ واپس لشکر میں پہنچنے تک کچھ نہ کہا جائے گا تو پھر واقعی کچھ تعرّض نہ کیا جائے گا البتہ اگر وہ جاتے جاتے کسی مسلمان کو زخمی کر دے یا قتل کر دینا چاہتا ہو تو پھر مجاہدین

اسلام پر لازم ہے کہ اپنے ساتھی کو بچائیں لیکن مشرک کو قتل کرنے سے گریزاں رہیں۔

اگر کافر اپنے مبارز ساتھی کو مدد کے لیے میدان جنگ میں آدھمکیں تو مسلمانوں پر اپنے ساتھی کی مدد کرنا فرض ہو جاتا ہے، پھر دیکھا جائے اگر مبارز نے اپنے ساتھیوں سے مدد طلب کی ہے تو اسے ساتھیوں سمیت موت کے گھاٹ اتار دیا جائے کیونکہ اس کی امان (پناہ) ٹوٹ چکی ہے اور اگر وہ اس کی مدد طلب کیے بغیر آموجود ہوئے ہیں تو انہیں تہ تیغ کر دیا جائے اور للکارنے والے کو کچھ نہ کہا جائے کہ اس نے اپنی امان کو توڑا نہیں اور اپنے ساتھیوں سے معاونت کا خواہستگار نہیں ہوا۔

(45)......بَابُ الْفِرَارِ مِنَ الزَّحْفِ

میدان جہاد سے بھاگ جانے کا مسئلہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا﴾ .... ''جب تم کافروں سے روبرو مقابل ہو جاؤ۔'' (الانفال: ۱۵)

یعنی زاحفین۔ دونوں فریقوں کا ایک دوسرے کے مقابل اور روبرو ہو کر آہستہ آہستہ پیش قدمی کرنا۔

نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ﴾ .... ''اور جو شخص ان سے اس موقع پر پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کے لیے پینترا بدلتا ہو'' (الانفال: ۱٦)

اللہ جل ذکرہ کا فرمان ہے: ﴿اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ﴾ .... ''اگر تم میں بیس بھی صبر کرنے والے ہوں گے تو دوسو پر غالب رہیں۔'' (الانفال: ٦۵)

﴿اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ﴾ .... ''یا جو (اپنی) جماعت کی طرف پناہ لینے آتا۔'' (الانفال: ۱٦)

تَـحَیَّزَ کے معنی ملنے اور پناہ لینے کے ہیں۔ کوئی مجاہد لڑتا لڑتا تنہا رہ جائے تو بہ لطائف الحیل میدان جنگ سے ایک طرف ہو جائے تا کہ وہ اپنی جماعت کی طرف پناہ حاصل کرے اور اس کی مدد سے دوبارہ حملہ کرے، کہا گیا ہے: تَحَیَّزَ، تَحَوَّذَاور اِنْحَاذَ تینوں الفاظ کا معنی ایک ہی ہے۔

اَلْحَیِّزَ دراصل کنارے اور گوشے کو کہتے ہیں، عربی محاورہ ہے: فلان مانع لحوزته یعنی فلاں صاحب اپنی گرہ میں موجود چیز کو صرف کرنے سے گریزاں ہیں۔

اَلْفِئَةُ سے مراد فرقہ اور جماعت ہے، اس کی جمع فِئَاتٌ یا فِئُوْنَ آتی ہے۔

(۲۷۰۸)۔ أَخْبَـرَنَـا أَحْـمَـدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّالِحِيُّ ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ ، قَالَا: نَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ ،

(۲۷۰۸) ضعيف ......أخرجه ابوداود: ۲٦٤٧ ، والترمذي: ۱۷۱٦

أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَّالُ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَنَا الرَّبِيعُ، أَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ، فَلَقُوا الْعَدُوَّ، فَحَاصَ النَّاسُ حَيْصَةً، فَأَتَيْنَا الْمَدِينَةَ، وَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! نَحْنُ الْفَرَّارُونَ، قَالَ: ((بَلْ أَنْتُمُ الْعَكَّارُونَ، وَأَنَا فِئَتُكُمْ۔))

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک مہم کے لیے بھیجا، جب مجاہدین کی دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی تو لوگ (مجاہدین) مقابلے سے بھاگ گئے اور ہم مدینہ چلے آئے اور کہا: ہم لوگ بھگوڑے ہیں، اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، تم دوبارہ لڑائی میں جانے والے ہو، اور میں تمہاری جماعت ہوں۔''

شرح: جناب زہیر نے یزید کے واسطے سے یہ الفاظ بیان کیے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، تم دوبارہ لڑائی میں جانے والے ہو'' چنانچہ ہم آپ کے قریب ہوئے اور آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ((أَنَا فِئَةُ الْمُسْلِمِينَ۔))...... ''میں مسلمانوں کی جائے پناہ ہوں۔'' (ضعیف، ابوداود: ۲٦٤٧)

(فَحَاصَ) اپنے راستے سے ہٹ جانا، سیدھا راستہ چھوڑ کر دائیں بائیں ہوجانا۔ (أَنْتُمُ الْعَكَّارُوْنَ) یعنی تم دوبارہ لڑائی کی طرف پلٹنے والے اور حملہ آور ہونے والے ہو، عکرت الی الشیء کا معنی ہے: میں فلاں چیز پر جھک گیا اور اس کی طرف مڑ گیا۔

(وَأَنَا فِئَتُكُمْ) ''میں تمہاری جائے پناں ہوں۔'' اس جملے سے آپ ﷺ نے ان کی دلجوئی فرمائی اور انہیں معذور قرار دیا، بات یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کفار سے مقابلے میں بھاگ جانے کو حرام قرار دیا ہے ماسوائے اس شخص کے جو لڑائی کے لیے پینترا بدلتا ہو یا جو اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو۔ آغاز اسلام میں مسلمانوں پر واجب تھا کہ اگر ایک مسلمان کے مقابلے میں دس کافر ومشرک ہوں تو اسے ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا ہے اور پیٹھ نہیں دکھانی، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے ﴿إِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ﴾ .... ''اگر تم میں بیس بھی صبر کرنے والے ہیں تو دوسو پر غالب رہیں گے۔'' (الانفال: ٦٥)

پھر اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرمائی اور حکم فرمایا کہ اگر ایک اور دو کا تناسب ہو یا اس سے کم تناسب ہو تو دشمن کے مقابلے میں صبر کرنا ہے اور ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہے، چنانچہ اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے: ﴿اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ﴾ .... ''اچھا اب اللہ تمہارا بوجھ ہلکا کرتا ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ تم میں ناتوانی ہے، پس اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں گے تو وہ دوسو پر

غالب رہیں گے۔'' (الانفال:٦٦)

اب اس تناسب پر جہاد ضروری ہے اور اس سے کم پر غیر ضروری ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تعداد کی اس کمی سے اتنی ہی مسلمانوں کے صبر میں کمی ہوگئی۔ (صحيح بخاری: ٤٦٥٣)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جو مسلمان، تین کافروں کے مقابلے سے بھاگ نکلے وہ مفرور نہیں (نہ وہ وعید کا مستحق ہے) اور جو دو کے مقابلے سے بھاگ نکلے وہ مفرور ہے، اس کا مقصد ہے کہ جب کسی مسلمان کا آمنا سامنا دو کافروں سے ہو جائے اور وہ جنگی چال، حکمت عملی یا اپنی فوج کی طرف پناہ لینے کے علاوہ دشمن کے مقابلے سے بھاگ جائے تو وہ اس قرآنی وعید کا مستحق ہے جس کا اللہ عزوجل نے سورۂ انفال میں تذکرہ فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ﴾ .... ''اور جو شخص ان سے اس موقع پر پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کے لیے پینترا بدلتا ہو یا جو (اپنی) جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے، باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آجائے گا۔'' (الانفال:١٦)

اگر ایک مسلمان کے مقابل زائد کافر ہوں تو پھر مسلمان کے پیٹھ پھیر جانے پر کوئی عتاب اور وعید نہیں اور جو دو کافروں کے مقابلے سے بھاگ نکلے اسے بھاگنے کے دوران اشاروں سے نماز پڑھنا جائز نہیں، کیونکہ وہ نافرمان ہے جیسے ڈاکو اور راہزن کا معاملہ ہے (کہ وہ رب کی رخصتوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ (ع،س) اور ایسا کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

جناب حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا: مقابلے والے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا کبیرہ گناہوں میں سے نہیں ہے، یہ کبیرہ گناہ صرف جنگ بدر میں تھا۔

فائدہ: یہ صرف ان کا ذاتی اجتہاد ہو سکتا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ جب مسلمان اور کافر ایک دوسرے کے بالمقابل صف آراء ہوں اور نسبت ایک دو کی ہو تو پیٹھ پھیر کر بھاگنے کی اجازت نہیں۔ ایک حدیث میں ہے: (اِجْتَنِبُوْا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ) ''سات ہلاک کردینے والی چیزوں سے بچو'' ان سات میں ایک (وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ) ''مقابلے والے دن پیٹھ پھیر جانا ہے۔'' (صحيح بخاری: ٢٧٦٦، صحيح مسلم: كتاب الايمان)

(46)......بَابُ حُكْمِ الْجَاسُوْسِ

جاسوس کا حکم

(٢٧٠٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا أَبُو نُعَيْمٍ، نَا أَبُو الْعُمَيْسِ......

(٢٧٠٩) أخرجه البخاري: ٣٠٥١، ومسلم: ١٧٥٤

عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَيْنٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ، وَهُوَ فِي سَفَرٍ ، فَجَلَسَ عِنْدَ أَصْحَابِهِ يَتَحَدَّثُ ، ثُمَّ انْفَتَلَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((اطْلُبُوهُ وَاقْتُلُوهُ ، فَقَتَلْتُهُ ، فَنَفَّلَهُ سَلَبَهُ۔))

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک سفر میں مشرکین کا کوئی جاسوس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، صحابہ کے ساتھ بیٹھا رہا اور باتیں کرتا رہا، پھر خاموشی سے کھسک گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے ڈھونڈو اور قتل کر ڈالو۔'' چنانچہ میں نے اسے قتل کر دیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سامان مجھے ہی بطور نفل (انعام) عنایت فرما دیا۔

شرح عکرمہ بن عمار عن ایاس بن سلمہ کی سند میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: ''اس آدمی کو کس نے قتل کیا ہے؟'' صحابہ نے کہا: ابن اکوع نے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کا سارا سلب اسی کا ہے۔'' (ایضاً)

اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ حربی کافر اگر بغیر پروانہ امن لیے دارالسلام میں آجائے تو اس کو قتل کرنا جائز ہے اور جو ذمی (کافر) مسلمانوں کی کافروں کے لیے جاسوسی کرے تو اس کا جاسوسی کرنا نقض عہد شمار ہوگا اور اسے قتل کر دیا جائے گا۔

اور اگر کوئی مسلمان ہوتے ہوئے مسلمانوں کی جاسوسی کرے اور مسلمانوں کے راز افشا کرے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے تعزیر ہوگی۔ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر مسلمان باوقار ہو اور مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کی تہمت سے متہم نہ ہو تو اس کو معاف بھی کیا جا سکتا ہے۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ نے کہا: امام وقت اسے عبرتناک سزا دے اور اسے دور دراز علاقے کی طرف جلا وطن کر دے، اہل رائے نے کہا: حاکم وقت اسے سزا دے اور طویل عرصے تک پس دیوار زنداں رکھے، امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: امیر المؤمنین جرم اور صورتحال کا جائزہ لیتے ہوئے اپنے اجتہاد سے کوئی سزا دے سکتا ہے۔

(٢٧١٠)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ ، أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَّالُ ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ ، قَالا: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ، أَنَا الرَّبِيعُ ، أَنَا الشَّافِعِيُّ ، أَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ......

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ ، سَمِعْتُ عَلِيًّا ، يَقُولُ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنَا ، وَالزُّبَيْرُ ،

عبیداللہ بن ابی رافع رحمہ اللہ نے کہا: میں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(٢٧١٠) أخرجه البخاري: ٣٠٠٧، ٣٠٨١، ومسلم: ٢٤٩٤

وَالْمِقْدَادُ، فَقَالَ: ((انْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ، فَإِنَّ بِهَا ظَعِينَةً مَعَهَا كِتَابٌ)) فَخَرَجْنَا تُعَادِي بِنَا خَيْلُنَا، فَإِذَا نَحْنُ بِظَعِينَةٍ، فَقُلْنَا: أَخْرِجِي الْكِتَابَ، فَقَالَتْ: مَا مَعِي كِتَابٌ، فَقُلْنَا لَهَا: لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ، أَوْ لَتُلْقِنَّ الثِّيَابَ، فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا، فَأَتَيْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذا فِيهِ: مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلى أُنَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، مِمَّنْ بِمَكَّةَ يُخْبِرُ بِبَعْضِ أَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ((مَا هَذَا يَا حَاطِبُ؟)) فَقَالَ: لا تَعْجَلْ عَلَيَّ، إِنِّي كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِي قُرَيْشٍ، وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِها، وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ يَحْمُونَ بِهَا قَرَابَاتِهِمْ، وَلَمْ يَكُنْ لِي بِمَكَّةَ قَرَابَةٌ، فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي ذَلِكَ أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا، وَاللّٰهِ مَا فَعَلْتُهُ شَكًّا فِي دِينِي، وَلا رِضًا بِالْكُفْرِ بَعْدَ الإِسْلامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّهُ قَدْ صَدَقَ)) فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هَذَا الْمُنَافِقِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا، وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ، فَقَالَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ)) وَنَزَلَتْ: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّى وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَآءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِٱلْمَوَدَّةِ﴾

نے مجھے، زبیر اور مقداد کو روانہ کیا اور فرمایا: ''جاؤ حتی کہ جب تم روضہ خاخ کے مقام پر پہنچو تو تمہیں ایک اونٹنی پر سوار عورت ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے۔'' چنانچہ ہم روانہ ہوئے۔ ہمارے گھوڑے ہمیں بڑی تیزی سے لیے جا رہے تھے حتی کہ ہم مقام روضہ پر پہنچ گئے تو ہم نے وہاں ایک عورت پائی جو اپنی اونٹنی پر سوار تھی، ہم نے اس سے کہا: لاؤ خط دے دو، اس نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں ہے، ہم نے کہا: یا تو خط نکالے گی یا ہم تیرے کپڑے اتار دیں گے، چنانچہ اس نے اپنی چٹیا میں سے خط نکال دیا، اسے لے کر ہم نبی کریم ﷺ کے پاس آ گئے، وہ حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین کو لکھا گیا تھا، اس میں ان کو رسول اللہ ﷺ کے بعض معاملات کے متعلق خبر دی گئی تھی، آپ ﷺ نے پوچھا: ''حاطب! یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھ پر جلدی (میں فیصلہ) نہ کیجیے۔ دراصل میں اہل قریش میں نو آباد تھا، خاص قبیلہ قریش سے میرا تعلق نہیں تھا، جبکہ (مہاجرین) قریش کے وہاں مکہ میں دیگر تعلق دار موجود ہیں جو ان کے اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہیں اور میری اہل مکہ سے کوئی قرابت داری نہیں ہے لہٰذا میں نے چاہا کہ مجھے ان کے ساتھ تعلق داری کا کوئی واسطہ حاصل نہیں ہے، تو میں ان پر ایک احسان کر دوں جس کی بنا پر وہ میرے قرابت داروں کا خیال رکھیں۔ اللہ کی قسم! میں نے یہ کام اپنے دین میں شک اور اسلام کے بعد کفر کو پسند کرتے ہوئے نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سچ کہتا ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے چھوڑیے میں اس منافق کی گردن اڑا دوں، نبی اکرم ﷺ نے

فرمایا: ''یہ تو بدر میں شریک ہو چکا ہے اور تمہیں کیا خبر، شاید اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر نظر فرمائی ہو اور کہا کہ جو چاہے کرو، میں نے تمہیں بخش دیا ہے، اور یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ﴾ ..... ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ تم تو دوستی سے ان کی طرف پیغام بھیجتے ہو۔'' (الممتحنہ:۱)

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ کسی کا خط بغیر اجازت کے دیکھنا جائز ہے اگر چہ اس میں راز ہی کیوں نہ ہو، جب اس کے دیکھنے میں کوئی اخلاقی اور ملی وملکی فائدہ ہو اور کسی اہم راز کے افشا ہونے کا خطرہ ہو جس کی بنا پر بہت بھاری نقصان اٹھانا پڑ سکتا ہو، رہی وہ حدیث مبارکہ جس میں کسی کا مکتوب دیکھنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے مثلاً سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ نَظَرَ فِي كِتَابِ أَخِيهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ فَإِنَّما يَنْظُرُ فِي النَّارِ۔)) ......''جس شخص نے اپنے بھائی تحریر کو اس کی اجازت کے بغیر دیکھا وہ آگ میں دیکھتا ہے۔'' (ضعیف، ابوداود: ۱۴۸۵)

اس سے مراد وہ تحریر ہے جو اماناً کسی کو دی جائے کہ فلاں صاحب تک پہنچا دینا، یا اس سے مراد ایسے خطوط ہیں جو کاتب اور مکتوب الیہ کے درمیان راز تو ہوں مگر کسی مجرمانہ سازش پر مبنی نہ ہوں، مرکز اسلام کے خلاف بغاوت کے مندرجات پر مشتمل نہ ہوں، اس نامہ پیام کا اہل اسلام کو کوئی گزند نہ ہو۔

علمی مکتوبات کے متعلق دو قسم کی آراء پائی جاتی ہیں بعض اہل علم بغیر مکتوب الیہ کی اجازت کے ان کا مطالعہ جائز قرار دیتے ہیں کہ علم کسی کی میراث نہیں اور اس سے کسی کو محروم رکھنا حلال اور جائز نہیں نہ کتمان علم ہی جائز ہے جبکہ بعض اہل علم گزشتہ حدیث مبارکہ کے ظاہری الفاظ کو سامنے رکھتے ہوئے اس بات کے قائل ہیں کہ علمی مکاتیب کو دیکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ کسی چیز کا مالک اس سے منفعت اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے اور خط کا اصل مالک مکتوب الیہ ہے اور علم چھپانے کے زمرے میں تو وہ شخص آتا ہے جو سائل کے سوال کا تسلی بخش جواب نہ دے، خط والا معاملہ اس قبیل سے نہیں، اسے کسی طور کتمان علم سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا اور نہ مکتوب الیہ گنہگار ہی قرار پاتا ہے۔

(فَإِنَّمَا يَنْظُرُ فِي النَّارِ) ''وہ آگ میں دیکھتا ہے'' بعض علماء نے کہا: آگ دیکھنے سے مراد آگ میں داخل ہونا ہے کیونکہ کسی چیز کا دیکھنا تبھی یقینی ہوتا ہے جب آدمی اس میں موجود ہو۔ واللہ اعلم

سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص کسی ناجائز کام کا مرتکب ہوا ہو اور وہ اس کے جواز میں اپنے فہم (تاویل) کا سہارا لے تو اس کا عذر ایک حد تک قبول کیا جائے گا بشرطیکہ اس کے فہم (تاویل) کی گنجائش نکلتی ہو، نیز معلوم ہوا کہ کسی ناجائز کام کا عمداً ارتکاب (بغیر کسی تاویل کے) کرنا شریعت کی نگاہ میں بہت سخت ہے بہ نسبت متأول کے، اور یہ کہ حرام کا مرتکب ہونے کے بعد کوئی تاویل پیش کرنا قطعاً مسموع نہ ہوگا کہ اس طرح تو احکام شریعت بازیچہ بن کے رہ جائیں گے۔

کوئی مسلمان شخص اگر کافروں کے لیے جاسوسی کرے اور اس کی کوئی معقول تاویل بھی رکھتا ہو تو اس سے درگزر کیا جائے گا (اگرچہ مسلمانوں کی جاسوسی حرام کام ہے اور انتہائی کبیرہ گناہ ہے مگر اس کو قتل نہیں کیا جائے گا لیکن تعزیر ضرور ہو گی۔ ع،س)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حد شرعی قائم کرنے کے لیے اجنبی عورت کو دیکھا جا سکتا ہے۔ تحقیق حق اور اصل صورتحال تک پہنچنے کے لیے اس سے سوال وجواب بھی کیے جاسکتے ہیں، ناگزیر حالات میں جب کوئی خاتون موجود نہ ہو تو غیر محرم عورت کی جامہ تلاشی بھی لی جاسکتی ہے۔

حدیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ کسی واضح عمل کی بنا پر اگر کوئی شخص کسی کو کفر یا نفاق کی طرف منسوب کردے تو اس پر کوئی سزا نہیں جیسے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، بالخصوص جب ایسا شخص مجتہدانہ بصیرت بھی رکھتا ہو۔ دیکھیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے الفاظ (دَعْنِي أَضْرِبُ عُنُقَ هَذَا الْمُنَافِقِ) ''مجھے چھوڑیے! میں اس منافق کی گردن اڑادوں۔'' پر کوئی سرزنش نہیں فرمائی حالانکہ آپ علیہ السلام نے سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ کی ایمان کی بھر پور تائید فرمائی ہے۔ دراصل عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کہا وہ صورتحال کا عین مقتضی تھا۔ ان کی کسی بات کو ظلم اور زیادتی کے پلڑے میں نہیں دھرا جاسکتا کیونکہ سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ کا معاملہ بظاہر منافقوں اور اسلام کے بدخواہوں سے بہت ہم آہنگ تھا مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی کہ اللہ کریم نے ان کی اس فروگذاشت کو معاف فرما دیا ہے اور وہ نفاق کی تہمت سے بری ہیں۔

(47)......بَابُ الْأَسِيرِ يُقَيَّدُ وَالْحُكْمِ فِيهِ

قیدی کو بیڑیاں ڈالنے اور اس کے متعلق فیصلہ صادر کرنے کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ﴾ ''انہیں گرفتار کرو، ان کا محاصرہ کرلو۔'' (التوبہ: ۵)

(فَخُذُوهُمْ) کا معنی ہے انہیں قیدی بنالو، عربی زبان میں قیدی کو الاخیذ کہا جاتا ہے تو پھر وَاحْصُرُوهُمْ کا معنی ہوا انہیں محبوس کرلو (وَالْحَصِيرُ) سے مراد جیل ہے جہاں مجرموں کو بند رکھا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِينَ حَصِيرًا﴾ .... ''اور ہم نے منکروں کا قید خانہ جہنم کو بنا رکھا

ہے۔'' (الاسراء:۸)

اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ﴾ .... ''اوران کی تاک میں ہر گھاٹی میں جا بیٹھو۔'' (التوبہ:۵) یعنی ان کے ہر راستے پر گھات لگا کر بیٹھو۔ مطلب یہ ہے کہ ہر وقت تم ان کی ٹوہ میں رہو، ہر راستے سے ان کا تعاقب کروحتی کہ تمہاری اجازت کے بغیر ان کے لیے نقل وحرکت ممکن نہ رہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ .... ''یقیناً تیرا رب گھات میں ہے۔'' (الفجر:۱۴) یعنی جس شاہراۂ حیات سے تو نے گزر کر اللہ کے حضور پہنچنا ہے وہ راستہ اللہ کے پاس سے ہو کر گزرتا ہے یا اس جملے کا مطلب ہے: اللہ تمام مخلوقات کے اعمال دیکھ رہا ہے اور اس کے مطابق وہ دنیا اور آخرت میں جزا دیتا ہے۔

اور جل ذکرہ کا فرمان ہے: ﴿حَتّٰى إِذَآ أَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ﴾ .... ''جب ان کو اچھی طرح کچل ڈالو تو اب خوب مضبوط قید وبند سے گرفتار کرو۔'' (محمد:۴)

بعض نے کہا: اَلْاَثْخَانُ سے مراد زوردار لڑائی اور معرکہ آرائی ہے۔ بعض نے کہا: اس سے مراد زیادہ سے زیادہ ان کے افراد کو قتل کرنا ہے اور ان پر غلبہ اور تسلط پانا ہے، بعض علماء نے (حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ) کا معنی کیا ہے کہ آپ زیادہ سے زیادہ دشمن کو قتل کریں اور ان کا عددی نقصان کریں اور بعض کے نزدیک ان الفاظ کا معنی ہے: تا آنکہ آپ کو زمین میں پوری طرح غلبہ، تسلط اور اقتدار مل جائے۔

(۲۷۱۱)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا غُنْدَرٌ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((عَجِبَ اللهُ مِنْ قَوْمٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ فِي السَّلَاسِلِ.))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگوں پر تعجب آتا ہے جو زنجیروں میں جکڑے جنت میں داخل ہوتے ہیں۔''

شرح (عَجِبَ اللّٰهُ) کا معنی ہے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں وارد شدہ الفاظ اَلْفَرَحُ اور اَلْاَسْتِبْشَارُ وغیرہ کا معنی بھی خوش ہونا ہی ہے۔

قرآن مجید سورۃ الصّف کی آیت نمبر ۱۳ کو ﴿بَلْ عَجِبْتُ وَيَسْخَرُوْنَ﴾ .... ت مضموم بھی پڑھا گیا ہے ''بلکہ میں تو تعجب کر رہا ہوں اور یہ مسخراپن کر رہے ہیں۔'' بعض کے نزدیک یہاں (قُلْ فِيهِ) کے الفاظ پوشیدہ ہیں اور بعض نے اس آیت کریمہ کا معنی کیا ہے: میں ان کے تعجب کی انہیں سزا دوں گا اور اس معنی کی گنجائش اس لیے بھی ہے کہ

(۲۷۱۱) أخرجه البخاري: ۳۰۱۰، ۴۵۵۷

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے ایک مقام میں حق کے بارے میں کافروں کے تعجب کرنے کا تذکرہ فرمایا ہے: ﴿وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ﴾ ''اور کافروں کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان ہی میں سے ایک انہیں ڈرانے والا آ گیا۔'' (ص:۴)

نیز ارشاد خداوندی ہے: ﴿اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ .... ''واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے۔'' (ص:۵)

اس معنی کے اعتبار سے لفظ (عـجـب) کی نسبت اللہ تعالیٰ کی جانب بطور تشاکل ہوگی، جیسے قرآن مجید میں مذاق کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ﴾ .... ''اللہ تعالیٰ بھی ان سے مذاق کرتا ہے۔'' (سورۂ بقرہ:۱۵)

یعنی ان کے فعل استہزاء کی سزا دے گا، جس طرح وہ مسلمانوں کے ساتھ استہزا کا معاملہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی ان سے ایسا ہی معاملہ کرتے ہوئے انہیں ذلت وادبار میں مبتلا کرتا ہے، اس کو استہزاء سے تعبیر کرنا، زبان کا اسلوب ہے (جسے تشاکل کہتے ہیں) ورنہ حقیقتاً یہ استہزاء نہیں ہے۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ﴾ .... ''پس یہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں، اللہ بھی ان سے تمسخر کرتا ہے۔'' (التوبہ:۷۹)

یعنی اللہ تعالیٰ مومنین سے استہزاء کا انہیں بدلہ دے گا اور انہیں ذلیل ورسوا کردے گا۔

اور بسا اوقات لفظ عجب عربی زبان میں ایک بڑے، عظیم اور مہتم بالشان کام پر بولا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے لفظ (بَلْ عَجِبْتُ) کے معنی ہوں گے: ان کا یہ عمل میرے نزدیک بہت بڑا اور ناقابل تلافی جرم ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کافر قیدی کو باندھنا، اس کی مشکیں کسنا اور پابہ جولاں کرنا جائز ہے۔ اگر اس کے چھوٹ کر بھاگ نکلنے کا خطرہ ہو تو اس کو طوق پہنایا جاسکتا ہے، حربی کفار کی عورتیں اور بچے جو حالت جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ لگیں وہ سب مال غنیمت میں تقسیم ہوں گے۔

البتہ ان کے جوان اور عاقل وبالغ افراد کی بابت اختلاف ہے کہ اگر وہ بطور قیدی مسلمانوں کے ہاتھ لگیں تو کیا کیا جائے! صحیح بات یہ ہے کہ حاکم وقت کو ان کے بارے میں اختیار حاصل ہے صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی مناسب فیصلہ کیا جاسکتا ہے، قتل کردے لیکن مثلہ کرنا جائز نہیں، انہیں غلام ہی رہنے دے، ان پر احسان کرتے ہوئے انہیں آزاد کردے، ان سے مال لے کر چھوڑ دے یا ان کے بدلے اپنے مسلمان قیدیوں کو رہائی دلوالے یا کسی بہتر موقع کی تلاش میں انہیں قید ہی میں پڑا رہنے دے یا دوررس فیصلہ کے لیے ان کا معاملہ زیر التواء رکھ لے وغیرہ۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ﴾ .... ''انہیں مارو جہاں بھی پاؤ۔'' (سورۂ بقرہ:۱۹۱) یعنی حربی کافر کو جہاں پاؤ قتل کردو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ خَلْفَهُمْ﴾ .... ''تو انہیں ایسی مار مار کہ ان کے پچھلے بھی بھاگ کھڑے ہوں۔'' (الانفال: ۵۷)

فَشَرِّدْ بِهِمْ کا مطلب ہے کہ ان کو ایسی مار مار کہ جس سے ان کے پیچھے، ان کے حمایتیوں اور ساتھیوں میں بھگدڑ مچ جائے حتیٰ کہ وہ آپ کی طرف اس اندیشے سے رخ ہی نہ کریں کہ کہیں ان کا بھی وہی حشر نہ ہو جو ان کے پیش رؤوں کا ہوا ہے۔

وہ قیدی جن کی بلوغت کی پہچان مشکل ہو رہی ہو ان کے زیر ناف بالوں کو دیکھا جائے اگر وہ اگے ہوئے ہیں تو انہیں بالغ افراد میں شمار کیا جائے اور اگر نہیں تو ان کا شمار بچوں میں کیا جائے، سیدنا عطیہ قرظی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنو قریظہ کی لڑائی والے دن ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا گیا تو جس شخص کے (زیر ناف) بال اگے ہوئے تھے، اسے قتل کر دیا گیا اور جس کے بال اگے ہوئے نہ تھے اسے قتل نہ کیا گیا، میں ان لوگوں میں تھا جن کے بال اُگے ہوئے نہ تھے تو میرا راستہ چھوڑ دیا گیا (یعنی مجھے قتل نہ کیا گیا بلکہ قیدیوں میں داخل کر دیا گیا)۔

(صحیح، ابوداود: ٤٤٠٤، ترمذی: ١٥٨٤، نسائی: ٣٤٣٠، ابن ماجہ: ٢٥٤١)

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں کافروں کو قیدی بنایا عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث کو قتل کیا، ابوعزہ جمحی کو اس شرط پر احسان کرتے ہوئے چھوڑ دیا کہ آئندہ کسی جنگ میں ہمارے مدمقابل نہیں آئے گا لیکن اس نے اس شرط کی پاسداری نہیں کی اور جنگ احد میں غنیم مخالف میں آ حاضر ہوا۔ آپ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! یہ بچ کر نہ جائے، چنانچہ وہ قیدی ہوا، پھر آپ نے ثمامہ بن اثال حنفی کو قید کیا اور احسان کرتے ہوئے چھوڑ دیا، وہ اسلام لے آئے اور بہت عمدہ اسلام والے ثابت ہوئے اور آپ نے دو مسلمانوں کے عوض اس کو بطور فدیہ دے دیا۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عقبہ بن ابی معیط کو قتل کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس نے کہا: میرے بچوں کا کفیل کون ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آگ۔'' (حسن صحیح، ابوداود: ٢٦٨٦)

فائدہ: عقبہ بن ابی معیط بڑا بدبخت انسان تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں بہت بڑھ گیا تھا اور اسی نے دوران نماز میں اونٹ کی اوجھ ڈال دی تھی، جسے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ہٹایا تھا، اسے بدر سے واپسی پر راستے میں قتل کیا گیا، اسے باندھ کر قتل کیا تھا۔ (ع،س)

گزشتہ سطور میں قیدیوں کے متعلق جو تفصیل بیان کی گئی ہے کہ انہیں صورتحال کا بغور جائزہ لیتے ہوئے کوئی فیصلہ بھی کیا جا سکتا ہے مثلاً قتل کر دینا، فدیہ لیے بغیر احسان کرتے ہوئے قیدی کو ویسے ہی رہا کر دینا، مال لے کر قیدی کو رہا کرنا، غلام بنائے رکھنا (یا دشمن قیدیوں کے عوض اپنے قیدی واگزار کرا لینا وغیرہ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے ادوار کے اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے، امام شافعی، ثوری، احمد، اور امام اسحاق رحمہم اللہ

یہی رائے رکھتے ہیں۔

بعض اہل علم کا موقف ہے کہ قیدیوں کے بدلے فدیہ لینا یا یونہی بغیر فدیہ لیے انہیں چھوڑ دینا جائز نہیں، امام اوزاعی اور اہل رائے یہ موقف رکھتے ہیں، بیان کیا جاتا ہے کہ امام اوزاعی نے کہا: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ یہ آیت کریمہ منسوخ ہے:﴿فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَآءً﴾ .... ''خواہ احسان کر کے چھوڑ دو یا فدیہ لے کر۔'' (محمد:۴)

اس کی ناسخ آیت یہ ہے:﴿وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ﴾ ''انہیں مارو جہاں بھی پاؤ۔'' (سورۂ بقرہ:۱۹۱)

بعض اہل علم کا یہ بھی خیال ہے کہ فدیہ لیے بغیر بطور احسان قیدیوں کو رہا کرنا نبی کریم ﷺ کا خاصہ ہے کسی اور کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں، لیکن یہ موقف درست نہیں کیونکہ قرآن مجید کی یہ آیت اپنے اندر عموم اور شمول رکھتی ہے: ﴿فَإِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰٓى إِذَآ أَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ. فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا﴾ .... ''جب کافروں سے گھمسان کا رن پڑے تو ان کی گردنوں پر وار کرو، جب ان کو خوب کاٹ چکو تو اب خوب مضبوط باندھ کر قید کرلو، پھر اختیار ہے خواہ احسان کر کے چھوڑ دو یا فدیہ لے کر، یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے۔'' (محمد:۴)

اس آیت کریمہ میں مخاطب ساری امت ہے، اس کے خطاب کو صرف آپ علیہ السلام کے ساتھ خاص کر دینے کا کوئی موقع نہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے قیدیوں کے تبادلے کو تو جائز قرار دیا ہے لیکن قیدیوں کے عوض رقم وصول کرنے کو جائز قرار نہیں دیا۔

(48)......بَابُ الْمَنِّ وَالْفِدَاء

احسان کرتے ہوئے (بغیر فدیہ لیے) یا فدیہ لے کر قیدی کو رہا کرنا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا﴾ .... ''پھر اختیار ہے خواہ احسان کر کے چھوڑ دو یا فدیہ (عوض اور بدل) لے کر، یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے۔'' (محمد:۴) وزر ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو انسان اٹھائے ہوئے ہو، اسلحہ اور آلات حرب وضرب کو بھی عربی زبان میں اوزار کہہ دیا جاتا ہے کیونکہ ایک مجاہد انہیں ہر وقت اٹھائے رکھتا ہے، اس معنی میں یہ لفظ قرآن مجید میں آیا ہے ﴿يَحْمِلُوْنَ أَوْزَارَهُمْ﴾ .... ''وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھوں پر لادے ہوں گے'' یعنی اپنی پشتوں پر گناہوں کا بار اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

جناب سعید بن جبیر رحمہ اللہ اللہ عزوجل کے فرمان ﴿حَتّٰٓى إِذَآ أَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ. فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَآءً﴾ .... کے متعلق کہا کہ کافروں کے قیدیوں کے عوض فدیہ نہ لیا جائے اور نہ احسان کر کے انہیں چھوڑا ہی

جائے بلکہ ہر حالت میں انہیں قتل ہی کیا جائے، اورانہوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فرمان ﴿حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا﴾ .... ''تاوقتیکہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے۔'' (محمد:۴) کا تعلق سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کے ساتھ جوڑا ہے کہ یہ کیفیت ان کے نزول کے بعد پیش آئے گی۔

(۲۷۱۲)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، نَا اللَّيْثُ، نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ......

سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَائَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ، يُقَالُ لَهُ: ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ، فَرَبَطُوهُ فِي سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ((مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟)) فَقَالَ: عِنْدِي خَيْرٌ يَا مُحَمَّدُ، إِنْ تَقْتُلْنِي تَقْتُلْ ذَا دَمٍ، وَإِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ، وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ، فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ حَتَّى كَانَ الْغَدُ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: ((مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟)) قَالَ: مَا قُلْتُ لَكَ: إِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ، فَتَرَكَهُ، حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ، فَقَالَ: ((مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟)) فَقَالَ: عِنْدِي مَا قُلْتُ لَكَ، قَالَ: ((أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ)) فَانْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، يَا مُحَمَّدُ، وَاللّٰهِ! مَا كَانَ عَلَى الْأَرْضِ وَجْهٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ، فَقَدْ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف کچھ شہ سوار بھیجے۔ وہ قبیلہ بنو حنیفہ کے ایک شخص ثمامہ بن اثال نامی کو پکڑ لائے اور مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا، نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور پوچھا: ثمامہ تو کیا سمجھتا ہے؟ انہوں نے کہا محمد! میرے پاس خیر ہے (اس کے باوجود) اگر آپ مجھے قتل کردیں تو آپ ایک شخص کو قتل کریں گے جو خونی ہے، اور اگر آپ مجھ پر احسان کریں گے تو ایک ایسے شخص پر احسان کریں گے جو (محسن کا) شکریہ ادا کرتا ہے لیکن اگر آپ کو مال مطلوب ہے تو جتنا چاہیں مجھ سے مال طلب کرسکتے ہیں (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے چلے آئے) دوسرے دن آپ نے پھر پوچھا: ثمامہ اب تو کیا سمجھتا ہے؟ انہوں نے کہا: وہی جو میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ نے احسان کیا تو ایک شخص پر احسان کریں گے جو شکریہ ادا کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو (رسی کھول دی گئی) تو وہ مسجد نبوی سے قریب ایک باغ میں گئے اور غسل کرکے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور پڑھا، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا

(۲۷۱۲) أخرجه البخاري: ٤٦٢، ٤٦٩، ٢٤٢٢، ومسلم: ١٧٦٤

أَصْبَحَ وَجْهُكَ أَحَبَّ الْوُجُوهِ إِلَيَّ، وَاللَّهِ مَا كَانَ مِنْ دِينٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ دِينِكَ، فَأَصْبَحَ دِينُكَ أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيَّ، وَاللَّهِ! مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ، فَأَصْبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ الْبِلادِ إِلَيَّ، وَإِنَّ خَيْلَكَ أَخَذَتْنِي، وَأَنَا أُرِيدُ الْعُمْرَةَ، فَمَاذَا تَرَى؟ فَبَشَّرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَعْتَمِرَ، فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ، قَالَ لَهُ قَائِلٌ: صَبَوْتَ، قَالَ: لا، وَلَكِنْ أَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلا وَاللَّهِ! لا يَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةُ حِنْطَةٍ حَتَّى يَأْذَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

رَسُوْلَ اللّٰهِ، ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''اور کہا: اے محمد! اللہ کی قسم! روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے زیادہ میرے لیے برا نہیں تھا لیکن آج آپ کے چہرے سے زیادہ مجھے کوئی چہرہ محبوب نہیں ہے، اللہ کی قسم! کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مجھے برا نہیں لگتا تھا لیکن آج آپ کا دین مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ اور عزیز ہے، اللہ کی قسم! کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ مجھے برا نہیں لگتا تھا لیکن آج آپ کا شہر میرا سب سے زیادہ محبوب شہر ہے، آپ کے سواروں نے مجھے پکڑا تو میں عمرے کا ارادہ کر چکا تھا، اب آپ کا کیا حکم ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بشارت دی اور عمرہ ادا کرنے کا حکم دیا، جب وہ مکہ پہنچے تو کسی نے کہا کہ وہ بے دین ہو گئے ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ میں محمد ﷺ کے ساتھ ایمان لے آیا ہوں اور اللہ کی قسم! اب تمہارے یہاں یمامہ سے گیہوں کا ایک دانہ بھی اس وقت تک نہیں آئے گا جب تک نبی کریم ﷺ اجازت نہ دے دیں۔

شرح اس حدیث مبارکہ سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱)......کسی کافر قیدی کو فدیہ لیے بغیر احسان کرتے ہوئے رہا کر دینا جائز ہے۔

(۲)......مشرک شخص مسجد میں داخل ہوسکتا ہے۔

(۳)......مسجد میں قیدی کو باندھا جاسکتا ہے۔

(۲۷۱۳)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ صَاعِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانِ بْنِ مِهْرَانَ الْمُقْرِي، أَنَا أَبُو طَاهِرٍ الزِّيَادِيُّ، أَنَا أَبُو حَامِدٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ بِلالٍ الْبَزَّازُ،

(۲۷۱۳) أخرجه البخاري: ٤٠٢٤

نَا يَحْيَى بْنُ الرَّبِيعِ الْمَكِّيُّ، نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ......

عَـنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ وَهُوَ جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَوْ كَانَ مُطْعِمٌ حَيًّا، ثُمَّ كَلَّمَنِي فِي هَؤُلَاءِ، لَأَطْلَقْتُهُمْ لَهُ)) يَعْنِي: أُسَارَى بَدْرٍ، قَالَ سُفْيَانُ: وَكَانَتْ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدٌ، وَكَانَ أَجْزَى النَّاسِ بِالْيَدِ.

جناب محمد بن جبیر بن مطعم اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر مطعم (بن عدی) زندہ ہوتا اور مجھ سے ان کی بابت سفارش کرتا تو میں اس کی خاطر ان کو رہا کر دیتا۔'' یعنی بدر کے قیدیوں کے متعلق بات کرتا، مطعم بن عدی کا نبی کریم ﷺ پر ایک احسان تھا اور آپ سب لوگوں سے بڑھ کر احسان کا بدلہ دینے والے تھے۔

شرح ایک سند میں الفاظ کچھ اس طرح مروی ہیں: ''اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور مجھ سے ان نجس بدبوداروں کے متعلق بات کرتا تو میں اس کی خاطر ان کو چھوڑ دیتا۔'' (ایضاً)

النَّتْنیٰ جمع ہے اور النَّتِن واحد ہے جس طرح زَمِن واحد ہے اور اس کی جمع زَمْنیٰ ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: مطعم بن عدی بن عبد مناف روسائے قریش میں سے تھا، یہ وہ شخص ہے جس نے قریش مکہ کے اس صحیفہ کو چاک کر دیا تھا جو انہوں نے بنو ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے بائیکاٹ کے متعلق تحریر کیا تھا، اس کے ساتھی ہشام بن عمرو بن الحارث، زہیر بن ابی اصبہ بن المغیرہ المخزومی، ابوالبختری بن ہشام اور زمعہ بن الاسود بن المطلب تھے، یہ تفصیل ابن اسحاق نے ذکر کی ہے۔

(٢٧١٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَّالُ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالَا: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنَا الرَّبِيعُ، أَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ الثَّقَفِيُّ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ......

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ، قَالَ: أَسَرَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنْ بَنِي عُقَيْلٍ، فَأَوْثَقُوهُ، فَطَرَحُوهُ فِي الْحَرَّةِ، فَمَرَّ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ مَعَهُ، أَوْ قَالَ: أَتَى عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے بنو عقیل کا ایک شخص قید کر لیا اور اسے باندھ کر حرہ کے میدان میں پھینک دیا، رسول اللہ ﷺ کا اس کے پاس سے گزر ہوا، ہم آپ کے ہمراہ تھے یا راوی نے کہا: رسول اللہ ﷺ اس کے پاس گدھے پر سوار ہو کر آئے، اور آپ کے نیچے ایک چادر تھی، اس نے

(٢٧١٤) أخرجه مسلم: ١٦٤١

حِمَارٍ، وَتَحْتَهُ قَطِيفَةٌ، فَنَادَاهُ: يَا مُحَمَّدُ، يَا مُحَمَّدُ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ((مَا شَأْنُكَ؟)) فَقَالَ: فِيمَ أُخِذْتُ، وَفِيمَ أُخِذَتْ سَابِقَةُ الْحَاجِّ؟ قَالَ: ((أُخِذْتَ بِجَرِيرَةِ حُلَفَائِكُمْ ثَقِيفَ)) وَكَانَتْ ثَقِيفُ قَدْ أَسَرَتْ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَرَكَهُ، وَمَضَى، فَنَادَاهُ: يَا مُحَمَّدُ، يَا مُحَمَّدُ، فَرَحِمَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَجَعَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: ((مَا شَأْنُكَ؟)) قَالَ: إِنِّي مُسْلِمٌ، فَقَالَ: ((لَوْ قُلْتَهَا، وَأَنْتَ تَمْلِكُ أَمْرَكَ أَفْلَحْتَ كُلَّ الْفَلَاحِ)) قَالَ: فَتَرَكَهُ، وَمَضَى، فَنَادَاهُ: يَا مُحَمَّدُ، يَا مُحَمَّدُ، فَرَجَعَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: إِنِّي جَائِعٌ، فَأَطْعِمْنِي، قَالَ: وَأَحْسَبُهُ قَالَ: وَإِنِّي عَطْشَانُ، فَاسْقِنِي، قَالَ: ((هٰذِهِ حَاجَتُكَ)) فَفَدَاهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالرَّجُلَيْنِ اللَّذَيْنِ أَسَرَتْهُمَا ثَقِيفُ، وَأَخَذَ نَاقَتَهُ تِلْكَ، قَالَ عِمْرَانُ: سُبِيَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَكَانَتِ النَّاقَةُ قَدْ أُصِيبَتْ قَبْلَهَا، فَكَانَتْ تَكُونُ فِيهِمْ، وَكَانُوا يَجِيئُونَ بِالنَّعَمِ إِلَيْهِمْ، فَانْفَلَتَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ مِنَ الْوَثَاقِ، فَأَتَتِ الْإِبِلَ، فَجَعَلَتْ كُلَّمَا أَتَتْ بَعِيرًا مِنْهَا، فَمَسَّتْهُ رَغَا، فَتَتْرُكُهُ حَتَّى أَتَتْ تِلْكَ النَّاقَةَ، فَمَسَّتْهَا، فَلَمْ تَرْغُ، وَهِيَ نَاقَةٌ هَدِرَةٌ، فَقَعَدَتْ فِي عَجُزِهَا، ثُمَّ صَاحَتْ

آپ کو پکارا، اے محمد! آپ ﷺ اس کے پاس آئے اور پوچھا: ''کیا کہتا ہے؟ وہ بولا: مجھے کس قصور میں پکڑا گیا ہے اور حاجیوں کے اونٹوں سے آگے نکل جانے والی (یعنی عضباء کو) کس قصور میں پکڑا گیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے تمہارے دوست اور حلیف ثقیف کے قصور کے بدلے پکڑا گیا ہے، اور بنوثقیف نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے دو شخصوں کو قید کرلیا تھا، یہ کہہ کر آپ اسے وہیں چھوڑ کر چلے تو اس نے پھر پکارا: اے محمد! اے محمد! رسول اللہ ﷺ کو اس پر ترس آیا، چنانچہ آپ اس کی طرف پلٹے اور دریافت کیا: تو کیا کہتا ہے؟ وہ بولا: میں مسلمان ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو اس وقت یہ کہتا جب تو مختار تھا (یعنی گرفتار نہیں ہوا تھا) تو بالکل نجات پاتا۔ پھر آپ نے اسے اسی حال میں چھوڑا اور چل دیے، اس نے پھر پکارا: اے محمد! آپ پھر آئے تو اس نے کہا: مجھے بھوک لگی ہے مجھے کھانا کھلایئے، راوی نے کہا: مجھے یاد پڑتا ہے اس نے (یہ بھی) کہا کہ میں پیاسا ہوں مجھے پانی پلایئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو تیری ضرورت ہے (اور کھانا پینا اس کو دیا) پھر وہ ان دو شخصوں کے بدلے چھوڑا گیا جن کو ثقیف نے قید کرلیا تھا اور آپ ﷺ نے وہ اونٹنی (عضباء) بھی اپنے پاس رکھ لی۔ سیدنا عمران رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک انصاری خاتون قید ہوگئی اور عضباء اونٹنی اس سے پہلے قید ہو چکی تھی، (یعنی کافروں کے ہاتھ لگ گئی تھی) اور وہ عورت انہیں کے پاس تھی، کافر تمام جانور اسی کے پاس لاکر باندھتے۔ وہ خاتون ایک رات نکل بھاگی اور اونٹوں کے پاس آئی۔ وہ جس اونٹ کے پاس آتی اسے

بِهَا، فَانْطَلَقَتْ، فَطُلِبَتْ مِنْ لَيْلَتِهَا، فَلَمْ يُقْدَرْ عَلَيْهَا، فَجَعَلَتْ لِلَّهِ عَلَيْهَا إِنِ اللّٰهُ أَنْجَاهَا عَلَيْهَا لَتَنْحَرَنَّهَا، فَلَمَّا قَدِمَتِ الْمَدِينَةَ، عَرَفُوا النَّاقَةَ، وَقَالُوا: نَاقَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: إِنَّهَا قَدْ جَعَلَتْ لِلَّهِ عَلَيْهَا لَتَنْحَرَنَّهَا، فَقَالُوا: وَاللّٰهِ! لا تَنْحَرِيهَا حَتَّى نُؤْذِنَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَوْهُ، فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ فُلانَةَ قَدْ جَائَتْ عَلَى نَاقَتِكَ، وَإِنَّهَا قَدْ جَعَلَتْ لِلَّهِ عَلَيْهَا إِنْ أَنْجَاهَا اللّٰهُ عَلَيْهَا لَتَنْحَرَنَّهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((سُبْحَانَ اللّٰهِ بِئْسَ مَا جَزَتْهَا إِنْ أَنْجَاهَا اللّٰهُ عَلَيْهَا لَتَنْحَرَنَّهَا، لا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ، وَلا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيمَا لا يَمْلِكُ الْعَبْدُ)) أَوْ قَالَ: ((ابْنُ آدَمَ.))

ہاتھ لگاتی تو وہ آواز کرتا۔ وہ اس کو چھوڑ دیتی یہاں تک کہ عضباء کے پاس آئی۔ اس نے اس کو چھوا تو اس نے آواز نہ نکالی حالانکہ وہ آواز نکالنے والی اونٹنی تھی، چنانچہ وہ اس کی پیٹھ پر بیٹھ گئی، پھر اس کو ڈانٹا تو وہ چل پڑی، اسی رات اونٹنی کا تعاقب کیا گیا لیکن اس تک رسائی حاصل نہ کی جاسکی۔ اس عورت نے اللہ کی نذر مانی کہ اگر عضباء مجھے بچالے جائے تو میں اس کی قربانی کروں گی۔ جب وہ عورت مدینہ آئی تو لوگوں نے عضباء اونٹنی کو پہچان لیا اور لوگوں نے کہا: یہ تو اللہ کے رسول کی اونٹنی ہے۔ وہ عورت بولی: میں نے نذر کی ہے کہ اگر عضباء پر بیٹھ کر مجھے اللہ نے نجات دی تو میں اس کو راہ للہ قربان کروں گی۔ یہ سن کر صحابہ نے کہا: اللہ کی قسم! تو اس کو ذبح نہیں کرے گی جب تک ہم اللہ کے رسول ﷺ کو اطلاع نہ دے دیں، چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو پورے واقعہ کی خبر دی کہ فلاں خاتون آپ کی اونٹنی لے کر آئی ہے اور اس نے نذر مان رکھی ہے کہ اگر اس کو اللہ نے نجات دی تو وہ اسے نحر کردے گی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سبحان اللہ! کیسا برا بدلہ اس عورت نے عضباء کو دیا (یعنی عضباء نے تو اس کی جان بچائی اور وہ عضباء کی جان لینا چاہتی ہے) اس نے نذر مانی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ عضباء کی پیٹھ پر اس کو نجات دے تو وہ عضباء ہی کی قربانی کرے گی۔ اللہ کی نافرمانی والی نذر کو پورا نہ کیا جائے اور اور نہ اس نذر کو جس کا انسان مالک نہیں یا فرمایا جس کا ابن آدم مالک نہیں۔''

شرح حماد بن زید عن ایوب والی سند میں اس واقعے کی ابتدائی تفصیل کچھ یوں ہے: عضباء اونٹنی بنوعقیل کے ایک شخص کی تھی اور وہ حاجیوں کے سردار اور تیز رفتار اونٹوں میں سے تھی، ثقیف والے بنوعقیل کے حلیف تھے اور قبیلہ

ثقیف نے نبیٔ کریم ﷺ کے دو صحابہ کو قیدی بنا لیا تھا اس لیے نبیٔ کریم ﷺ نے (ثقیف کے حلیف) قبیلہ عقیل کے ایک شخص کو قید کر لیا اور اسی کے ساتھ عضباء اونٹنی بھی ملی اسی پر سوار کر کے بیڑیوں میں اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا تو اس نے کہا: اے محمد......

(نَــاقَةٌ هَــدِرَــةٌ) اونٹ کے چیخنے اور آواز نکالنے کی آواز، بعض روایات میں مروی ہے: (كَــانَــتْ نَــاقَةً مُنَوَّقَةً) ''وہ اونٹنی سواری والی، کام کاج میں استعمال شدہ اور چالو تھی۔

یہ الفاظ بھی مروی ہیں: (كَانَتْ مُجَرَّسَةٌ) ''وہ اونٹنی عاجز اور ملائم یعنی سواری کے لیے استعمال ہونے والی تھی۔

فائدہ: عَضْبَاء رسول اللہ کی اونٹنی تھی وہ اس عورت کی ملکیت نہ تھی، پھر پرائے جانور کی قربانی کرنا گناہ میں داخل ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص گناہ کی نذر مانے جیسے شراب پینے کی تو وہ نذر باطل ہے۔ (ع،س)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث مبارکہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ قیدی کو بیڑیاں ڈالی جاسکتی ہیں۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ کسی کافر شخص کا صرف اتنے الفاظ کہہ دینا کہ میں مسلمان ہوں اس کے اسلام کی یقین دہانی کے لیے کافی نہیں جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی واحدانیت اور رسول اکرم ﷺ کی رسالت کا مقر نہ ہو کیونکہ ہوسکتا ہے وہ (أَنَــــا مُسْــلِم) کے لغوی معنی مراد لیتا ہو کہ میں تمہارے قبضے اور تسلط میں ہوں اور اگر اس کا مسلمان ہونا نبیٔ کریم ﷺ نے قبول کیا ہوتا تو اسے کفار کے سپرد نہ کرتے۔

حدیث مبارکہ کے الفاظ (لَوْ قُلْتَ وَأَنْتَ تَمْلِكُ أَمْرَكَ ، لَأَفْلَحْتَ)...... ''اگر تو یہ الفاظ (میں مسلمان ہو) اس وقت کہتا جب تو اپنے معاملے میں خود مختار تھا تو تو کامیاب ہو جاتا۔'' اس بات کی دلیل ہیں کہ اگر کافر پکڑے جانے کے بعد یہ دعویٰ کر دے کہ میں تو پہلے سے ہی اسلام قبول کر چکا ہوں تو اس کا یہ دعویٰ بغیر دلیل کے تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

اگر کوئی کافر قیدی بننے کے بعد اسلام قبول کرلے تو اس کا قتل حرام قرار پائے گا البتہ اس کو غلام بنائے رکھنا جائز ہے۔

جب کوئی کافر قید میں آنے کے بعد جزیہ کی ادائیگی قبول کرلے تو کیا اس کا قتل حرام ٹھہرے گا؟ اس کے متعلق دو قول ہیں (جواز کا بھی اور عدم جواز کا بھی) اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ فدیہ وصول کرنا جائز ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے بدر کے موقع پر اہل جاہلیت (مشرک قیدیوں) کا فدیہ چار سو (درہم فی کس) مقرر کیا تھا۔ (صحيح دون الاربعة مائة، ابوداود: ٢٦٩١)

اگر حربی کافروں کا بچہ مسلمانوں کی قید میں آجائے تو اسے قید کرنے والے کے بالتبع مسلمان ہی سمجھا جائے گا اور اسے واپس لوٹانا جائز نہیں۔

اگر کافر بچے کے ماں باپ میں سے کوئی ایک اسلام قبول کرلے تو بچے پر اسلام ہی کا حکم لگے گا اور اسے والدین میں سے جو مسلمان ہو گا اس کے ہمراہ کر دیا جائے گا، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ میں ہجرت سے قبل اقامت کے

دوران اپنی والدہ کے ہمراہ رہے اور مستضعفین (کمزور افراد) میں شمار رہے اور انہیں اپنے والد کے دین (جاہلیت) پر نہیں سمجھا گیا۔ یہ اس لیے کہ اسلام کو ہی غلبہ نصیب ہے اور کسی دین کو غلبہ نہیں۔

(49)......بَابُ الْكَافِرِ إِذَا جَاءَ مُسْلِمًا بَعْدَ مَا غُنِمَ مَالُهُ لَا يَجِبُ الرَّدُّ عَلَيْهِ

جب کافر شخص کا مال بطور غنیمت تقسیم ہو جائے تو اس کی واپسی ضروری نہیں

(٢٧١٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ح قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ، نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَخِي ابْنُ شِهَابٍ......

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ شِهَابٍ وَزَعَمَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ مَرْوَانَ، والْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، أخبراه، أن رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ حِينَ جَائَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِينَ، فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ، وَسَبْيَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَعِي مَنْ تَرَوْنَ، وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ، فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، إِمَّا السَّبْيَ، وَإِمَّا الْمَالَ، وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِكُمْ)) وَكَانَ أَنْظَرَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِينَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، قَالُوا: فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا، فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُسْلِمِينَ، فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ،

محمد بن شہاب (زہری رحمہ اللہ) نے کہا کہ ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہیں مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ جب قبیلہ ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ رخصت دینے کھڑے ہوئے۔ انہوں نے آپ سے یہ درخواست کی کہ ان کا مال اور ان کے (قبیلے کے قیدی) انہیں واپس دے دیئے جائیں، تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”جیسا کہ تم لوگ دیکھ رہے ہو، میرے ساتھ کتنے اور لوگ بھی ہیں اور دیکھو سچی بات مجھے سب سے زیادہ پسند ہے، اس لیے تم لوگ ایک چیز پسند کر لو یا تو اپنے قیدی لے لو یا مال لے لو، میں نے تم ہی لوگوں کے خیال سے (قیدیوں کی تقسیم میں) تاخیر کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے طائف سے واپس ہو کر تقریباً دس دن ان کا انتظار کیا تھا۔ آخر جب ان پر واضح ہو گیا کہ رسول اکرم ﷺ انہیں صرف ایک ہی چیز واپس کریں گے تو انہوں نے کہا کہ پھر ہم اپنے (قبیلے کے) قیدیوں کی واپسی چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے

(٢٧١٥) أخرجه البخاري: ٤٣١٩

ثُـمَّ قَـالَ: ((أَمَّـا بَـعْدُ، فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ جَاءُ وْا تَائِبِينَ، وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَـمَـنْ أَحَـبَّ أَنْ يُطَيِّبَ ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ)) فَقَالَ الـنَّاسُ: قَدْ طَيَّبْنَا ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ!، فَقَالَ رَسُـولُ الـلّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّا لا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِي ذَلِكَ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ، فَـارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ)) فَـرَجَـعَ الـنَّـاسُ، فَـكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ، ثُمَّ رَجَـعُـوا إِلَـى رَسُـولِ الـلّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّمَ، فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوا، أَوْ أَذِنُوا، هَذَا الَّذِي بَلَغَنِي عَنْ سَبْيِ هَوَازِنَ۔

مسلمانوں کو خطاب کیا، اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق ثنا کرنے کے بعد فرمایا: ''اما بعد! تمہارے بھائی (قبیلہ ہوازن کے لوگ) توبہ کرکے ہمارے پاس آئے ہیں، مسلمان ہوکر اور میری رائے یہ ہے کہ ان کے قیدی انہیں واپس کر دیئے جائیں، اس لیے جو شخص (بلا کسی دنیاوی معاوضہ کے) اپنی خوشی سے واپس کرنا چاہے وہ واپس کردے۔'' تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم خوشی سے (بلا کسی بدلہ کے) واپس کرنا چاہتے ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس طرح ہمیں اس کا علم نہیں ہوا کہ کس نے اپنی خوشی سے واپس کیا ہے اور کس نے نہیں، اس لیے سب لوگ جائیں اور تمہارے چودھری لوگ تمہارا فیصلہ ہمارے پاس لائیں۔'' چنانچہ سب واپس آگئے اور ان کے چودھریوں نے ان سے گفتگو کی، پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ سب نے خوشی اور فراخ دلی کے ساتھ اجازت دے دی ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہی ہے وہ حدیث جو مجھے قبیلہ ہوازن کے قیدیوں کے متعلق پہنچی ہے۔

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: مذکورہ حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اہل عرب کو عجمیوں کی طرح قیدی بنانا جائز ہے۔ اہل علم کے مابین اس مسئلہ کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس مسئلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قول ہیں۔

اگر کوئی قبیلہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرے، پھر شکست کھالے اور ان کا مال مسلمانوں کے درمیان بطور مال غنیمت تقسیم کر دیا جائے بعد ازاں وہ لوگ اسلام قبول کرلیں تو ان کا مال واپس کرنا واجب نہیں۔

حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ وکیل (نمائندہ) کا اقرار مؤکل (نمائندہ بنانے والے) کی طرف سے سمجھا جائے گا کیونکہ حدیث میں مذکور عرفاء (چودھریوں) کا معاملہ بمنزلہ وکیل مقرر کرنے کے ہے اور آپ علیہ السلام نے ان کے کہنے پر قیدیوں کو رہا کر دیا اور مؤکلین سے نہیں پوچھا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وکیل اور نمائندہ کے اقرار کو مؤکل کی طرف سے ہی سمجھتے ہیں مگر مجلس کی شرط لگاتے ہیں کہ وہ

اقرار فیصلے کی مجلس ہی میں ہونا چاہیے کسی اور مجلس میں نہیں، اہل علم کی ایک جماعت وکالہ کی قائل نہیں ہے، مثلاً ابن ابی لیلیٰ اور امام شافعی رحمہما اللہ۔

فائدہ: وکالہ کے جواز پر امت کا اجماع ہے کیونکہ مصلحت اور ضرورت اس کی متقاضی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے جواز پر اپنی صحیح میں باب قائم کیا ہے (کتاب الوکالۃ) ایک حدیث پیش خدمت ہے اس میں وکالہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک دینار دیا تاکہ وہ اس کے عوض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک بکری خرید لائے، اس نے اس دینار کے عوض دو بکریاں خرید لیں، پھر ان میں سے ایک بکری کو ایک دینار کے بدلے فروخت کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بکری اور دینار دونوں لے کر حاضر ہوا۔ (یہ دیکھ کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دعا کی کہ اس کی تجارت میں برکت ہو، اور پھر وہ یوں تھا کہ مٹی بھی خریدتا تو اس میں نفع ہوتا۔

(صحيح بخاری: ٣٦٤٢)

آپ نے سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ کے معاملے کو رد نہیں کیا بلکہ دعائیہ الفاظ سے خود سند فرمایا جس سے وکالہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ (ع،س)

کوئی شخص (یا قبیلہ) مسلمانوں کی قید میں آنے سے قبل اسلام قبول کر لے تو ان کے بچے اور مال محفوظ ہو جائیں گے اور ان سے تعرض نہیں کیا جائے گا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صخر بن غیلہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: ((إِنَّ الْقَوْمَ إِذا أَسْلمُوا أَحْرزُوا أَمْوالهُمْ ودِماءَ هُمْ۔)) ......''(اے صخر!) کوئی قوم جب مسلمان ہو جائے تو وہ اپنے اموال اور اپنی جانیں محفوظ کر لیتی ہے۔'' (ضعیف، ابوداود: ٣٠٦٧)

فائدہ: یہ روایت گو سنداً ضعیف ہے، تاہم اس میں جو مسئلہ بیان ہوا، وہ دیگر صحیح روایات سے ثابت ہے، یعنی کوئی حربی (جس سے جنگ ہو) مسلمان ہو جائے تو اس کی جان، مال اور آبرو محفوظ ہو جاتی ہے۔ (ع،س)

(50)......بَابُ الْأَمَانِ

امان دینے کا مسئلہ

(٢٧١٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ......

أَنَا أَبُو مُرَّةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِءٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِءٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ،

ابو مرہ مولیٰ ام ہانی بنت ابی طالب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کو بیان کرتے سنا

(٢٧١٦) أخرجه البخاري: ٢٨٠، ٣٥٧، ٣١٧١، ومسلم: ٣٣٦

تَقُولُ: ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ، فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ، وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ بِثَوْبٍ، فَقَالَتْ: فَسَلَّمْتُ، وَقَالَ: ((مَنْ هٰذِهِ؟)) فَقُلْتُ: أَنَا أُمُّ هَانِيءٍ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ، فَقَالَ: ((مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِيءٍ)) فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ، قَامَ، فَصَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَقُلْتُ لَهُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! زَعَمَ ابْنُ أُمِّي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، أَنَّهُ قَاتِلٌ رَجُلًا أَجَرْتُهُ فُلَانَ بْنَ هُبَيْرَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ يَا أُمَّ هَانِيءٍ)) وَذٰلِكَ ضُحًى۔

کہ میں فتح مکہ کے سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی (جب) میں وہاں پہنچی تو آپ غسل فرما رہے تھے اور آپ کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک کپڑے کے ساتھ آپ کو پردے میں کیا ہوا تھا، میں نے سلام کیا تو آپ نے دریافت کیا: یہ کون ہے؟ میں نے جواب دیا، میں ام ہانی ابوطالب کی بیٹی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ام ہانی کو خوش آمدید ہو! جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو آپ نے کھڑے ہو کر ایک کپڑے میں لپٹ کر آٹھ رکعت (نفل) ادا کیے، پھر آپ (میری جانب) متوجہ ہوئے، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرا بھائی علی کہتا ہے کہ وہ ایک شخص فلاں بن ہبیرۃ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جس کو میں نے پناہ دے رکھی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ام ہانی! ہم نے پناہ دی اسے جس کو تو نے پناہ دی، اور یہ چاشت کا وقت تھا۔

شرح (مَرْحَبًا) یعنی اے مخاطب! تو کشادگی اور فراخی پائے یا اللہ تعالیٰ تیرے معاملات کو وسعت پذیر کرے اور انہیں خوب توسیع اور پھیلاؤ سے ہمکنار فرمائے، لفظ الرحب کے لغوی معنی وسعت اور پھیلاؤ کے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے: ﴿وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ﴾ .... ''زمین باوجود اپنی کشادگی کے تم پر تنگ ہوگئی۔'' (التوبہ: ۲۵) یعنی باوجود اپنے تمام تر پھیلاؤ کے۔

و(أَجَرْنَا) ''ہم نے امان دی'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ﴾ .... ''جو پناہ دیتا ہے اور جس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دیا جاتا۔'' (المؤمنون: ۸۸)

یعنی جس کو دوسرے خوف زدہ کریں اللہ اسے امان اور پناہ دے سکتا ہے اور جسے اللہ کریم خوف وہراس میں مبتلا فرمادیں اسے کوئی امن فراہم نہیں کرسکتا۔

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ مسلمان خاتون کی دی ہوئی امان کا لحاظ کیا جائے گا۔ جناب عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((الْمُسْلِمُونَ يَدٌ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ يَسْعَى بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ۔)) ...... ''مسلمان کفار کے مقابلے میں ایک ہاتھ ہیں اور ان میں سے جو بھی کسی کافر کو امان

دے دے تو ان کا ادنیٰ فرد بھی اس کا پاس رکھے (جیسے کہ اعلیٰ رکھتے ہیں)۔"

(حسن صحیح، ابوداود: ۲۷۵۱، ابن ماجہ: ۲۶۸۵)

حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ غلام کی دی ہوئی امان بھی درست تسلیم کی جائے گی (کیونکہ مسلمانوں میں سے کوئی ادنیٰ آدمی بھی اگر کسی کافر کو امان دے دے تو سب پر لازم ہے کہ اس کی امان کا پاس ولحاظ کریں۔ (ع،س)

وہ اپنے آقاؤں کی اجازت کے ساتھ قتال کے لیے حاضر ہوئے ہوں یا بغیر اجازت کے۔ اس موقف کے قائل سیدنا عمر، سیدنا علی اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہم ہیں نیز امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ایسے غلاموں کی دی ہوئی امان کو جائز قرار نہیں دیتے جو اپنے مالک کی اجازت کے بغیر شریک جہاد ہوا ہو۔ یاد رہے! بچے اور مجنون کو دی ہوئی امان باطل ہے اس کا کچھ لحاظ نہیں۔ اگر کافر شخص کسی بچے کی دی ہوئی امان قبول کر کے ہتھیار پھینک دے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا خیال ہے اس کو امان فراہم کی جائے اور اسے محفوظ مقام تک پہنچانے کا بندوبست کیا جائے کیونکہ وہ ہمارے شرعی احکام سے نابلد ہے۔

جناب شقیق بن سلمہ نے کہا: جب ہم خانقین کے مقام پر فروکش ہوئے تو ہمیں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ لکھ بھیجا تھا کہ تمہارا کسی کو مترس "تجھے پناہ گاہ میسر ہے" کہہ دینا اسے گویا امان اور پناہ فراہم کر دینا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبانوں کے تیور جانتا ہے۔

(۲۷۱۷)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْبَغَوِيُّ، نَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَخْبَرَنِي حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ سَلَمَةَ بْنُ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ......

عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ شَدَّادٍ، قَالَ: كُنْتُ أَقُومُ عَلَى رَأْسِ الْمُخْتَارِ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لِي كِذَابَتُهُ، هَمَمْتُ وَايْمُ اللّٰهِ! أَنْ أَسُلَّ سَيْفِي، وَأَضْرِبَ عُنُقَهُ، حَتَّى ذَكَرْتُ حَدِيثًا حَدَّثَنِيهِ عَمْرُو بْنُ الْحَمِقِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((مَنْ آمَنَ رَجُلًا عَلَى نَفْسِهِ، فَقَتَلَهُ، أُعْطِيَ لِوَاءَ الْغَدْرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔))

جناب رفاعہ بن شداد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں مختار ثقفی کے سر کے پاس کھڑا ہوتا تھا (باڈی گارڈ تھا) جب میرے لیے اس کی کذب بیانی واضح ہوئی تو اللہ کی قسم! میں نے ارادہ کیا کہ میں اپنی تلوار سونت لوں اور اس کی گردن اڑادوں، پھر مجھے ایک حدیث یاد آ گئی جو مجھے سیدنا عمرو بن حمق (خزاعی) رضی اللہ عنہ نے بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے: "جس شخص سے کوئی اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہو اور وہ اسے قتل

(۲۷۱۷) صحیح ......أخرجه ابن ماجه: ۲۶۸۸

کر ڈالے تو قیامت والے دن اسے (قاتل) عہد شکنی کا

جھنڈا دیا جائے گا۔‘‘

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اگر مسلمانوں میں سے اکا دکا شخص کسی ایک آدھ کافر کو پناہ دے دے تو اسے درست تسلیم کیا جائے گا اور اس کا لحاظ رکھا جائے گا کسی کا امان دے کر قتل کر دینا بہت بڑا گناہ ہے۔ باقی رہا قوموں اور ملکوں کے درمیان امن اور صلح کے معاہدات طے کرنا تو یہ امیر لشکر، امیر المؤمنین اور زعیم الملہ کا کام ہے ہر کس و ناکس ان باریکیوں اور نزاکتوں کو نہیں جانتا، یہ معاملہ انتہائی حزم واحتیاط، بلیغ اجتہاد اور وسیع النظری کا متقاضی ہے، اسلام اور مسلمانوں کے وسیع تر فوائد ومنافع پر عمیق نگاہ ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے، اس قسم کے معاہدات قوموں کے عروج وزوال میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر ان کی باگ ڈور ہرا یرے غیرے کے ہاتھ میں تھما دی جائے تو جہاد میں پیش کی گئیں عظیم قربانیاں ضائع ہو کر رہ جائیں۔

(51)......بَابُ النُّزُوْلِ عَلَى الْحُكْمِ
کسی کا فیصلہ مان کر (قلعے سے) اتر آنا

(۲۷۱۸)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ هُوَ ابْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ......

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ بَنُو قُرَيْظَةَ عَلَى حُكْمِ سَعْدٍ هُوَ ابْنُ مُعَاذٍ، بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ قَرِيبًا مِنْهُ فَجَاءَ عَلَى حِمَارٍ، فَلَمَّا دَنَا، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ)) فَجَاءَ، فَجَلَسَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: ((إِنَّ هَؤُلَاءِ نَزَلُوا عَلَى حُكْمِكَ۔)) قَالَ: فَإِنِّي أَحْكُمُ أَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَةُ، وَأَنْ تُسْبَى الذُّرِّيَّةُ، قَالَ: ((لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ الْمَلِكِ۔))

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب بنو قریظہ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی ثالثی کی شرط پر ہتھیار ڈال کر قلعہ سے اتر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی (سعد رضی اللہ عنہ) کو بلایا۔ وہ وہیں قریب ہی ایک جگہ پر قیام پذیر تھے (کیونکہ زخمی تھے) سیدنا سعد گدھے پر سوار ہو کر آئے، جب وہ قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ (اور سواری سے اترنے میں معاونت کرو)۔‘‘ آخر آپ اتر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آکر بیٹھ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ان لوگوں (یعنی بنو قریظہ کے یہود) نے آپ کی ثالثی کی شرط پر ہتھیار

(۲۷۱۸) أخرجه البخاري: ۳۰۴۳، ۳۸۰۴، ومسلم: ۱۷۶۸

ڈال دیئے ہیں (اس لیے آپ ان کا فیصلہ کر دیں)۔
''انہوں نے کہا: پھر میرا فیصلہ یہ ہے کہ ان میں جتنے آدمی لڑنے والے ہیں، انہیں قتل کر دیا جائے، اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔''

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث مبارکہ سے یہ علمی نکتہ ہاتھ لگا کہ ایک شخص کسی عالم فاضل اور صاحب تقویٰ وطہارت آدمی کو یا سیدی، اے ! جناب کہہ کر مخاطب کر سکتا ہے اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ کسی فاضل رئیس (قوم کے سردار) اور عادل حکمران کے لیے عوام کا نیز شاگرد کا اپنے استاذ گرامی کے لیے بطور توقیر کھڑا ہو جانا مستحب ہے مکروہ نہیں۔ تیسری بات یہ پتہ چلی کہ امام اور قوم کے سردار کے سر پر حفاظت کے نکتہ نگاہ سے کھڑا رہنا جائز ہے بالخصوص جہاں نقصان ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ کے سر پر چوکس، تلوار تھامے اور خود پہنے کھڑے رہے، رہی وہ حدیث مبارکہ جس میں کھڑے ہونے سے روکا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ سَرَّہُ أَنْ یتمثّل لہُ الرِّجالُ قِیامًا ، فلْیتبوّأْ مقْعدہُ مِن النّارِ۔)) ...... ''جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ لوگ اس کے لیے کھڑے رہیں تو اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔''

(صحیح، ابوداود: ۵۲۲۹، ترمذی: ۲۷۵۵)

تو اس کا مطلب ہے کہ کوئی شخص اپنے پندار کبر ونخوت کی بنا پر اگلے سے مطالبہ نہیں کر سکتا۔

فائدہ: شرع اسلامی میں اس انداز سے احترام کا مطالبہ کرنا حرام ہے جس طرح مجوسی اور دیگر کافر قومیں اپنے بڑے کا احترام اسی طرح کرتے تھے بلکہ اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے کہ کسی بڑے کو احترام دینے کے لیے لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب تک وہ خود نہ بیٹھ جائے یا بیٹھنے کا نہ کہے نہیں بیٹھتے، ہاں اگر کوئی محبت سے از خود کھڑا ہو جائے بالخصوص جب آگے بڑھ کر مصافحہ اور معانقہ کرنا ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (ع،س)

اس حدیث سے یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کہ اگر کافر لوگ کسی مسلمان کے فیصلے پر راضی ہو کر اپنے قلعے سے اتر آئیں تو اس کا فیصلہ حق وصواب ہونے کی صورت میں نافذ العمل سمجھا جائے گا۔

(لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ الْمَلِكِ) اس جملے میں الملک سے مراد اللہ عزوجل ہیں، بعض راویوں نے الملک، لام کے فتحہ کے ساتھ روایت کیا ہے یعنی تیرا فیصلہ اس فرشتے کی وحی کے مطابق ہے جو اس بارے میں وحی لے کر نازل ہوا ہے، لیکن پہلا معنی صحیح ہے اور اس کی صحت کی دلیل نبی کریم ﷺ سے ((قَضَيْتَ بِحُكْمِ اللّٰهِ)) ...... ''تو نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا۔'' (صحیح مسلم: ۱۷۶۸) کے الفاظ کا مروی ہونا ہے۔

(52)......بَابُ حِلِّ الْغَنِيمَةِ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ

امت محمدیہ کے لیے مال غنیمت حلال ہے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ .... ''یہ لوگ آپ سے غنیمتوں کا حکم دریافت کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے! کہ یہ غنیمتیں اللہ کی ہیں اور رسول کی ہیں۔'' (الانفال:۱)

انفال سے مراد غنیمتیں ہیں اس کا واحد نفل ہے جس کے معنی زیادہ کے ہیں۔ ہر وہ چیز جو مطلوبہ مقدار سے زائد ہو اسے نفل کہہ دیا جاتا ہے، مال غنیمت (وہ مال واسباب جو کافروں کے ساتھ جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ لگے) کو نفل (زیادہ) اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ ان چیزوں میں سے ایک ہے جو پچھلی امتوں پر حرام تھیں۔ یہ گویا امت محمدیہ پر ایک زائد چیز حلال کی گئی ہے، اسی بنا پر فرض نمازوں سے آگے پیچھے پڑھی جانے والی زائد رکعات کو نوافل کہا جاتا ہے کیونکہ وہ فرائض سے اضافی ایک چیز ہوتی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا﴾ .... ''پس جو کچھ حلال اور پاکیزہ غنیمت تم نے حاصل کی ہے، خوب کھاؤ پیو۔'' (الانفال:٦٩)

اور نبی مکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئی ہیں اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھیں۔'' (صحیح بخاری: ۳۳۵، صحیح مسلم: ۵۲۱)

(۲۷۱۹)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ حَسَّانُ بْنُ سَعِيدٍ الْمَنِيعِيُّ، أَنَا أَبُو طَاهِرٍ مُحَمَّدُ بْنُ مَحْمِشٍ الزِّيَادِيُّ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْقَطَّانُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ السُّلَمِيُّ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ......

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((غَزَا نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، فَقَالَ لِلْقَوْمِ: لَا يَتْبَعْنِي رَجُلٌ قَدْ كَانَ مَلَكَ بُضْعَ امْرَأَةٍ يُرِيدُ أَنْ يَبْنِيَ بِهَا وَلَمَّا يَبْنِ، وَلَا أَحَدٌ قَدْ بَنَى بِنَاءً لَهُ، وَلَمَّا يَرْفَعُ سُقُفَهَا، وَلَا أَحَدٌ قَدِ اشْتَرَى غَنَمًا، أَوْ خَلِفَاتٍ، وَهُوَ يَنْتَظِرُ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(بنی اسرائیل کے) پیغمبروں میں سے ایک نبی (یوشع علیہ السلام) نے غزوہ کرنے کا ارادہ کیا تو اپنی قوم سے کہا کہ میرے ساتھ کوئی ایسا شخص جس نے ابھی نئی شادی کی ہو اور بیوی کے ساتھ کوئی رات بھی نہ گزاری ہو اور وہ رات گزارنا چاہتا ہو اور وہ شخص جس نے گھر بنایا ہو اور ابھی اس کی چھت نہ ڈال سکا ہو اور وہ شخص جس نے حاملہ بکری یا

(۲۷۱۹) الحديث الاول: أخرجه البخاري: ۳۱۲٤، ومسلم: ۱۷٤۷، والحديث الثاني: أخرجه مسلم: ۱۷٥٦، والحديث الثالث: ۳۱۱۷، ومسلم: ۱۷٤۷

وِلادَهَا، فَغَزَا، فَدَنَا لِلْقَرْيَةِ حِينَ صَلَّى الْعَصْرَ، أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذَلِكَ، فَقَالَ لِلشَّمْسِ: أَنْتِ مَأْمُورَةٌ، وَأَنَا مَأْمُورٌ، اللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيَّ شَيْئًا، فَحُبِسَتْ عَلَيْهِ حَتَّى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، فَجَمَعُوا مَا غَنِمُوا، فَأَقْبَلَتِ النَّارُ لِتَأْكُلَهُ، فَأَبَتْ أَنْ تَطْعَمَهُ، فَقَالَ: فِيكُمْ غُلُولٌ، فَلْيُبَايِعْنِي مِنْ كُلِّ قَبِيلَةٍ رَجُلٌ، فَبَايَعُوهُ، فَلَصِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بِيَدِهِ، فَقَالَ: فِيكُمُ الْغُلُولُ، فَلْتُبَايِعْنِي قَبِيلَتُهُ، فَبَايَعَتْهُ قَبِيلَتُهُ، فَلَصِقَ يَدُ رَجُلَيْنِ، أَوْ ثَلاثَةٍ، فَقَالَ: فِيكُمُ الْغُلُولُ، أَنْتُمْ غَلَلْتُمْ، قَالَ: فَأَخْرَجُوا إِلَيْهِ مِثْلَ رَأْسِ بَقَرَةٍ مِنْ ذَهَبٍ، فَوَضَعُوهُ فِي الْمَالِ، وَهُوَ بِالصَّعِيدِ، فَأَقْبَلَتِ النَّارُ، فَأَكَلَتْ، قَالَ: فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لأَحَدٍ مِنْ قَبْلِنَا ذَلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ رَأَى ضَعْفَنَا، وَعَجْزَنَا، فَطَيَّبَهَا لَنَا)) قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَيُّمَا قَرْيَةٍ أَتَيْتُمُوهَا، وَأَقَمْتُمْ فِيهَا مَسْهَمَكُمْ)) أَظُنُّهُ قَالَ: ((فَهِيَ لَكُمْ)) أَوْ نَحْوَهُ مِنَ الْكَلامِ ((وَأَيُّمَا قَرْيَةٍ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ، فَإِنَّ خُمُسَهَا لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ، ثُمَّ هِيَ لَكُمْ)) قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَا أُوتِيكُمْ مِنْ شَيْءٍ، وَلا أَمْنَعُكُمُوهُ، إِنْ أَنَا إِلَّا خَازِنٌ أَضَعُ حَيْثُ أُمِرْتُ.))

حاملہ اونٹنیاں خریدی ہوں اور اسے ان کے بچے جننے کا انتظار ہو تو (ایسے لوگوں میں سے کوئی بھی) ہمارے ساتھ جہاد میں نہ چلے، پھر انہوں نے جہاد کیا اور جب اس آبادی (اریحا) سے قریب ہوئے تو عصر کا وقت ہو گیا یا اس کے قریب وقت ہوا، انہوں نے سورج سے فرمایا کہ تو بھی اللہ کا تابع فرمان ہے اور میں بھی اس کا تابع فرمان ہوں۔ اے اللہ! میرے لیے اسے اپنی جگہ پر روک دے، چنانچہ سورج رک گیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عنایت فرمائی، پھر انہوں نے اموال غنیمت کو جمع کیا اور آگ اسے جلانے کے لیے آئی لیکن جلا نہ سکی، اس نبی نے فرمایا: تم میں سے کسی نے مال غنیمت میں چوری کی ہے اس لیے ہر قبیلے کا ایک آدمی آ کر میرے ہاتھ پر بیعت کرے (جب بیعت کرنے لگے تو) ایک قبیلے کے شخص کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے ساتھ چمٹ گیا، انہوں نے فرمایا کہ چوری تمہارے ہی قبیلے والوں نے کی ہے۔ اب تمہارے قبیلے کے سب لوگ آئیں اور بیعت کریں، چنانچہ اس قبیلے کے دو یا تین آدمیوں کا ہاتھ اس طرح ان کے ہاتھ سے چپک گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ چوری تمہیں لوگوں نے کی ہے اور تم چور ہو۔ وہ لوگ گائے کے سر کی طرح سونے کا ایک سر لائے (جو غنیمت میں چرا لیا گیا تھا) اور اسے مال غنیمت میں رکھ دیا، تب آگ آئی اور اسے جلا گئی آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہم سے پہلے کسی امت کے لیے غنیمتیں حلال نہیں تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے جب ہماری کمزوری اور عاجزی کو دیکھا تو ہمارے لیے ان کا استعمال پاکیزہ قرار دیا۔'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جس بستی میں تم

آؤ اور وہاں اقامت اختیار کرلو تو اس میں تمہارا حصہ ہے (یعنی جو صلح سے فتح ہو تو فے میں تمہارا حصہ معروف ہے) میرا خیال ہے آپ ﷺ نے فرمایا: وہ بستی سب کی سب تمہاری ہے یا آپ نے اس سے ملتی جلتی کوئی بات کی اور جو بستی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو اس کا خمس (پانچواں حصہ) اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے پھر یہ تمہارے لیے ہے۔'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں جو چیز بھی دیتا ہوں یا نہیں دیتا، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ایک خزانچی کی طرح ہوں، چیزوں کو وہیں رکھتا ہوں جہاں مجھے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔''

شرح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دیگر مال غنیمت (منقولہ) کی طرح اراضی کو بھی تقسیم کیا جائے گا۔ اہل رائے کا موقف ہے کہ حاکم وقت کو اختیار حاصل ہے وہ چاہے تو غنیمت کے طور پر حاصل ہونے والی اراضی کو مجاہدین میں تقسیم کردے اور اگر مناسب خیال کرے تو کافروں پر احسان کرتے ہوئے انہیں زمینیں واپس لوٹا دے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ کے مکانات کے ساتھ کیا، انہیں کافروں کی ملکیت میں رہنے دیا، یا انہیں اسلامی مملکت کی تحویل (وقف) میں دے دے جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں سواد عراق کی اراضی کے ساتھ کیا، ہم کہتے ہیں مکہ تو صلح کے نتیجہ میں فتح ہوا تھا اس لیے مکہ کی سرزمین غنیمت نہ تھی اور سواد عراق کی اراضی مجاہدین اسلام نے بخوشی دے دی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ان کا عوض دے دیا اور تمام زمین کو وقف قرار دے دیا۔

(٢٧٢٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ......

أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، يَقُولُ: أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا أَنْ أَتْرُكَ آخِرَ النَّاسِ بَبَّانًا لَيْسَ لَهُمْ شَيْءٌ مَا

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر اس کا خطرہ نہ ہوتا کہ بعد کی نسلیں بے جائیداد رہ جائیں گی اور ان کے پاس کچھ نہ ہوگا

(٢٧٢٠) أخرجه البخاري: ٤٢٣٥

فُتِحَتْ عَلَیَّ قَرْیَۃٌ إِلَّا قَسَمْتُھَا کَمَا قَسَمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْبَرَ، وَلٰکِنْ أَتْرُکُھَا خِزَانَۃً لَھُمْ یَقْتَسِمُونَھَا۔

تو جو بھی بستی میرے زمانہ خلافت میں فتح ہوتی میں اسے اسی طرح تقسیم کر دیتا جس طرح نبی اکرم ﷺ نے خیبر کی تقسیم کی تھی۔ میں ان مفتوحہ اراضی کو بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لیے محفوظ چھوڑے جا رہا ہوں تاکہ وہ اسے تقسیم کرتے رہیں۔

شرح (بَبَّانًا) (دو بائے موحدہ سے دوسری باء مشدد ہے) ''ابوعبید نے کہا: میں سمجھتا ہوں یہ لفظ عربی زبان کا نہیں ہے (یہ لفظ نادار، مفلس، قلاش اور محتاج کے معنی میں ہے)۔

امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ مال باعث عزت ہے اور بخل آہستہ آہستہ غالب آ رہا ہے، کسریٰ کے خزانے تو مسلمانوں کے ہاتھ لگ چکے۔ اب کوئی اور کسریٰ نہیں جس کے خزانے ہاتھ لگنے کی امید ہو اور مسلمان ان کو بطور مال غنیمت تقسیم کریں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو جو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں بعد کے زمانوں میں آنے والوں کیلئے کچھ بچے ہی نہ اور یہ جائدادیں موجودہ مجاہدین کے نسلوں کی ملکیت بن کر ہی رہ جائیں تو ان کو خیال آیا کہ مجاہدین میں تقسیم کرنے کی بجائے انہیں اسلامی مملکت کی تحویل میں دے دیا جائے تاکہ ان کی آمدنی کو حسب ضرورت ومصلحت استعمال کیا جا سکے اور بعد میں آنے والی اور مسلمان ہونے والی نسلیں اس سے فائدہ اٹھائیں۔ ان کا یہ فیصلہ آئندہ نسلوں پر ترس کھاتے ہوئے تھا۔

فائدہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا تھا وہی ہوا۔ بعد کے زمانوں میں مسلمان بہت بڑھے اور اطراف عالم میں پھیلے، چنانچہ مفتوحہ اراضی کو انہوں نے اسلامی اصولوں کے تحت تقسیم کیا اور حضرت کا فرمانا صحیح ثابت ہوا۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اس تجویز کو تفصیلی مشاورت کے بعد بالاجماع قبول کر لیا تھا۔ (ع،س)

(53)......بَابُ الْغَنِیْمَةِ لِمَنْ شَھِدَ الْوَقْعَةَ

غنیمت اسے ہی ملے گی جو شریک جنگ ہوا ہو

(۲۷۲۱)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِیحِیُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ النُّعَیْمِیُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِیلَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، نَا أَبُو أُسَامَةَ، نَا یَزِیدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ، عَنْ أَبِی بُرْدَةَ......

عَنْ أَبِی مُوسَی، قَالَ: بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ بِالْیَمَنِ،

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ہجرت کی خبر ہمیں ملی تو ہم یمن میں تھے،

(۲۷۲۱) أخرجه البخاري: ۳۱۳۶، ۳۸۷۶، ومسلم: ۲۵۰۲

فَخَرَجْنَا مُهَاجِرِينَ إِلَيْهِ، أَنَا، وَإِخْوَانٌ لِي أَنَا أَصْغَرُهُمْ، أَحَدُهُمَا أَبُو بُرْدَةَ، وَالآخَرُ أَبُو رُهْمٍ، إِمَّا قَالَ فِي بِضْعٍ، وَإِمَّا قَالَ فِي ثَلاثَةٍ وَخَمْسِينَ، أَوِ اثْنَيْنِ وَخَمْسِينَ رَجُلا مِنْ قَوْمِي، فَرَكِبْنَا سَفِينَةً، فَأَلْقَتْنَا سَفِينَتُنَا إِلَى النَّجَاشِيِّ بِالْحَبَشَةِ، فَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَأَصْحَابَهُ عِنْدَهُ، فَقَالَ جَعْفَرٌ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ بَعَثَنَا هَاهُنَا، وَأَمَرَنَا بِالإِقَامَةِ، فَأَقِيمُوا مَعَنَا، فَأَقَمْنَا مَعَهُ حَتَّى قَدِمْنَا جَمِيعًا، فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ، فَأَسْهَمَ لَنَا، أَوْ قَالَ: فَأَعْطَانَا مِنْهَا، وَمَا قَسَمَ لأَحَدٍ غَابَ عَنْ فَتْحِ خَيْبَرَ مِنْهَا شَيْئًا إِلَّا لِمَنْ شَهِدَ مَعَهُ، إِلا أَصْحَابَ سَفِينَتِنَا مَعَ جَعْفَرٍ، وَأَصْحَابِهِ قَسَمَ لَهُمْ مَعَهُمْ، فَكَانَ أُنَاسٌ مِنَ النَّاسِ يَقُولُونَ لَنَا يَعْنِي لأَهْلِ السَّفِينَةِ: سَبَقْنَاكُمْ بِالْهِجْرَةِ، وَدَخَلَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ، وَهِيَ مِمَّنْ قَدِمَ مَعَنَا عَلَى حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَةً، وَقَدْ كَانَتْ هَاجَرَتْ إِلَى النَّجَاشِيِّ فِيمَنْ هَاجَرَ، فَدَخَلَ عُمَرُ عَلَى حَفْصَةَ، وَأَسْمَاءُ عِنْدَهَا، فَقَالَ عُمَرُ حِينَ رَأَى أَسْمَاءَ: ((مَنْ هَذِهِ؟)) قَالَتْ: أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ، قَالَ: الْحَبَشِيَّةُ، هَذِهِ الْبَحْرِيَّةُ هَذِهِ؟ قَالَتْ أَسْمَاءُ: نَعَمْ، قَالَ: سَبَقْنَاكُمْ بِالْهِجْرَةِ، فَنَحْنُ أَحَقُّ بِرَسُولِ اللَّهِ مِنْكُمْ،

اس لیے ہم بھی آپ کی خدمت میں مہاجر کی حیثیت سے حاضر ہونے کے لیے روانہ ہوئے، میں تھا اور میرے دو بھائی تھے۔ میری عمر اُن دونوں سے کم تھی، (دونوں بھائیوں میں) ایک ابو بردہ رضی اللہ عنہ تھے اور دوسرے ابو رہم۔ یا انہوں نے یہ کہا کہ اپنی قوم کے چند افراد کے ساتھ یا یہ کہا کہ ترپن یا باون آدمیوں کے ساتھ (یہ لوگ روانہ ہوئے تھے) ہم کشتی میں سوار ہوئے تو ہماری کشتی نجاشی کے ملک حبشہ پہنچ گئی اور وہاں ہمیں جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ ملے، جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہاں بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ ہم یہیں رہیں۔ اس لیے آپ لوگ بھی ہمارے ساتھ یہیں ٹھہر جائیں، چنانچہ ہم بھی وہیں ٹھہر گئے، اور پھر سب ایک ساتھ (مدینہ) حاضر ہوئے، جب ہم خدمت نبوی میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر فتح کر چکے تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دوسرے مجاہدین کے ساتھ) ہمارا بھی حصہ مال غنیمت میں لگایا، یا انہوں نے یہ کہا کہ آپ نے غنیمت میں سے ہمیں بھی عطا فرمایا حالانکہ آپ نے کسی ایسے شخص کو غنیمت میں حصہ نہیں دیا جو لڑائی میں شریک نہ رہا ہو، صرف انہی لوگوں کو حصہ ملا تھا جو لڑائی میں شریک تھے۔ البتہ ہمارے کشتی کے ساتھیوں اور جعفر اور ان کے ساتھیوں کو بھی آپ نے غنیمت میں شریک کیا تھا۔ کچھ لوگ ہم سے یعنی کشتی والوں سے کہنے لگے کہ ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو ہمارے ساتھ مدینہ آئی تھیں، ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں، ان سے ملاقات کے لیے وہ بھی نجاشی کے ملک میں ہجرت

فَغَضِبَتْ، وَقَالَتْ: كَلَّا وَاللّٰهِ! كُنْتُمْ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطْعِمُ جَائِعَكُمْ، وَيَعِظُ جَاهِلَكُمْ، وَكُنَّا فِي دَارٍ، أَوْ أَرْضِ الْبُعْدَاءِ الْبُغْضَاءِ بِالْحَبَشَةِ، وَذٰلِكَ فِي اللّٰهِ، وَفِي رَسُولِ اللّٰهِ، وَايْمُ اللّٰهِ لا أُطْعَمُ طَعَامًا، وَلا شَرَابًا حَتَّى أَذْكُرَ مَا قُلْتَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَسْأَلُهُ، وَاللّٰهِ لا أَكْذِبُ، وَلا أَزِيغُ، وَلا أَزِيدُ عَلَيْهِ، فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! إِنَّ عُمَرَ قَالَ: كَذَا وَكَذَا، قَالَ: ((فَمَا قُلْتِ لَهُ؟)) قَالَتْ: قُلْتُ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: ((لَيْسَ بِأَحَقَّ فِيَّ مِنْكِ، وَلَهُ وَلِأَصْحَابِهِ هِجْرَةٌ وَاحِدَةٌ، وَلَكُمْ أَنْتُمْ أَهْلَ السَّفِينَةِ هِجْرَتَانِ)) قَالَتْ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ أَبَا مُوسَى وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ يَأْتُونِي أَرْسَالا يَسْأَلُونِي عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ، مَا مِنَ الدُّنْيَا شَيْءٌ هُمْ بِهِ أَفْرَحُ، وَلا أَعْظَمُ فِي أَنْفُسِهِمْ مِمَّا قَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

کرنے والوں کے ساتھ ہجرت کر کے چلی گئی تھیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچے۔ اس وقت سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا وہیں تھیں۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو دریافت فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ اسماء بنت عمیس، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اچھا وہ جو حبشہ سے بحری سفر کر کے آئی ہیں۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جی ہاں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ ہم تم لوگوں سے ہجرت میں آگے ہیں، اس لیے رسول اللہ ﷺ سے ہم تمہارے مقابلہ میں زیادہ قریب ہیں، اسماء رضی اللہ عنہا اس پر بہت غصہ ہو گئیں اور کہا: ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! تم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے ہو، تم میں جو بھوکے ہوتے تھے اسے رسول اللہ ﷺ کھانا کھلاتے تھے اور جو ناواقف ہوتے اسے آپ ﷺ نصیحت وموعظت کیا کرتے تھے، لیکن ہم بہت دور حبشہ میں غیروں اور دشمنوں کے ملک میں رہتے تھے، یہ سب کچھ ہم نے اللہ اور اس کے رسول کے راستے ہی میں تو کیا اور اللہ کی قسم! میں اس وقت تک نہ کھانا کھاؤں گی نہ پانی پیوں گی جب تک تمہاری بات رسول اللہ ﷺ سے نہ کہہ لوں۔ اللہ کی قسم! نہ میں جھوٹ بولوں گی، نہ کج روی اختیار کروں گی اور نہ کسی (خلاف واقعہ بات کا) اضافہ کروں گی۔ چنانچہ جب رسول اکرم ﷺ تشریف لائے تو انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! عمر اس طرح کی باتیں کرتے ہیں، آپ علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ پھر تم نے انہیں کیا جواب دیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے انہیں یہ جواب دیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا ''کہ وہ تم سے زیادہ مجھ سے قریب نہیں ہیں۔ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو

صرف ایک ہجرت حاصل ہوئی اور تم کشتی والوں نے دو ہجرتوں کا شرف حاصل کیا۔'' انہوں نے بیان کیا کہ اس واقعہ کے بعد ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اور تمام کشتی والے میرے پاس گروہ در گروہ آنے لگے اور مجھ سے اس حدیث کے متعلق پوچھنے لگے۔ ان کے لیے دنیا میں رسول اکرم ﷺ کے ان کے متعلق اس ارشاد سے زیادہ خوش کن اور باعث فخر اور کوئی چیز نہیں تھی۔

شرح (یَـأْتُونِی أَرْسَالا) لوگ جوق در جوق میرے پاس آتے تھے۔ اس کا واحد الرَّسَل ہے، ہر وہ چیز جسے آپ کسی کی خدمت میں بھیجیں، اسے رَسَل کہتے ہیں، جیسے بے کار، ردی اور متروک چیز کو الھَمَل کہتے ہیں اور لٹکتی ہوئی چیز کو السَّبَل کہتے ہیں۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: مال غنیمت صرف اس مجاہد کا استحقاق ہے جو جنگ کے وقت میدان معرکہ میں موجود ہو، شریک قتال ہوا ہو یا نہ۔ باقی رہا وہ شخص جو جنگ ختم ہو جانے کے بعد آیا ہو تو اس کا مال غنیمت میں کوئی حصہ نہیں۔ مروی ہے کہ سیدنا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: غنیمت صرف اس بندے کا حق ہے جو جنگ میں شامل ہوگا۔

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ نے کہا: جو شخص دشمن کے علاقے میں داخل ہو جائے، اسے مال غنیمت سے حصہ دیا جائے گا خواہ وہ قتال کے موقع پر موجود نہ ہو۔

اہل رائے کا موقف ہے کہ مرکز سے بھیجی گئی تازہ دم فوج اگر جنگ ختم ہو جانے کے بعد پہنچے تو اس کا حصہ لگایا جائے گا۔ اسی طرح ان کا کہنا ہے جو شخص گھوڑے پر سوار ہو کر دشمن کے علاقے میں داخل ہو اور جنگ میں کام آنے سے پہلے اس کا گھوڑا فوت ہو گیا، تو اس کے گھوڑے کا حصہ اسے دیا جائے گا اور اگر ایسی کیفیت میں گھوڑ سوار فوت ہو جائے (اور میدان معرکہ میں حاضر نہ ہو سکے) تو اہل رائے کا کہنا ہے وہ مال غنیمت میں حصے کا حقدار نہیں قرار پائے گا۔

ان حضرات کے موقف کی دلیل سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر کی غنیمتوں میں انہیں شریک کیا تھا جبکہ وہ فتح خیبر کے بعد وہاں پہنچے تھے۔

دوسرے علماء اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ حبشہ سے آنے والے مسلمانوں کو نبی علیہ السلام نے جو کچھ دیا خمس میں سے دیا جو آپ کا ذاتی حق تھا اور جس کے نبی کریم ﷺ خود متصرف تھے، باقی لوگوں کے حق (مال غنیمت) سے انہیں کچھ نہیں دیا تھا۔ جبکہ موضوع بحث مال غنیمت سے دینا ہے نہ کہ ذاتی حصے سے دینا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو جنگ بدر کی غنیمت سے حصہ دیا تھا۔ (صحیح، ابو داود: ٢٧٢٦)

جبکہ یہ دونوں حضرات جنگ بدر میں شمولیت نہ کر سکے تھے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب مال غنیمت پر کلی تصرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا اور قرآن مجید کی یہ آیت جس میں مال غنیمت کی تقسیم کی تفصیل بیان ہے، ابھی نازل نہیں ہوئی تھی: ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾ .... ''جان لو کہ تم جس قسم کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو۔'' (الانفال: ٤١)

اس لیے آپ نے انہیں جو کچھ عطا فرمایا اپنے حق سے دیا کسی کا حق نہیں دیا۔ مزید یہ کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابان بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو کسی سریہ پر مدینہ سے نجد کی طرف بھیجا تھا، پھر ابان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ خیبر فتح ہو چکا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کا حصہ نہیں مقرر کیا۔ (صحيح بخاري: ٤٢٣٨)

فائدہ: جنگ سے از خود غائب ہونے والے کو مال غنیمت سے کچھ دیا جائے یا نہیں، اس مسئلہ کے متعلق راجح بات یہ ہے کہ یہ حاکم وقت کی رائے پر موقوف ہے وہ امداد کرتے ہوئے مصلحتاً کسی کو کچھ دے یا نہ دے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کی کوئی چیز کسی ایسے شخص کو نہیں دی جو جنگ میں شریک نہیں تھا بلکہ صرف اسے دی جو جنگ میں حاضر تھا البتہ سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کے وہ ساتھی جو ان کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر (حبشہ سے) آئے انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کے ساتھ مال غنیمت کی تقسیم میں شریک فرمایا۔ (صحيح بخاري: ٢١٣٦)

یہ عطیہ یا تو خمس میں سے دیا گیا تھا جس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود متصرف تھے یا دیگر مجاہدین کی رضامندی سے غنیمت میں سے دیا گیا تھا تاکہ ان مہاجرین کی دلجوئی ہو۔ رہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا معاملہ تو وہ جنگ بدر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی خدمت و تیمارداری کے لیے پابند تھے پھر وہ اسی بیماری میں وفات پا گئی تھیں، اسی بنا پر انہیں غنیمت میں سے حصہ دیا گیا تھا۔ (ع،س)

(54)......بَابُ قِسْمَةِ الْغَنَائِمِ
مال غنیمت کی تقسیم (کیسے کی جائے؟)

(٢٧٢٢)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو صَالِحٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْمُؤَذِّنُ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدِ بْنُ الأَعْرَابِيِّ، نَا سَعْدَانُ بْنُ نَصْرٍ، نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْهَمَ لِلرَّجُلِ، وَلِفَرَسِهِ ثَلَاثَةَ

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدل مجاہد کے لیے ایک حصہ اور گھڑ سوار کے لیے تین

(٢٧٢٢) أخرجه البخاري: ٢٨٦٣، ٤٢٢٨، ومسلم: ١٧٦٢

أَسْهُمٍ: سَهْمًا لَهُ، وَسَهْمَيْنِ لِفَرَسِهِ۔ حصے مقرر فرمائے، دو حصے اس کے گھوڑے کے اور ایک حصہ اس کا اپنا۔

شرح امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: (سَهْمًا لَهُ) میں اضافت ملکیت کی ہے اور (سَهْمَيْنِ لِفَرَسِهِ) میں لام سببیت ظاہر کرنے کے لیے ہے کہ گھوڑے کے عوض اسے دو حصے مزید دیے جاتے ہیں۔ بات بالکل واضح اور مدعا صاف ظاہر ہے کہ آپ علیہ السلام نے شہسوار کو تین حصے دیے ہیں ایک حصہ اس کا اور دو اس کے گھوڑے کے اس لیے کہ گھوڑا جنگ میں بہت کام آتا ہے پیدل شخص سے کئی گنا زیادہ مفید ہے اور اس کی دیکھ بھال پر بھی بہت مشقت اٹھانا پڑتی ہے، اتنی مشقت پیدل شخص کو نہیں اٹھانا پڑتی اس لیے گھوڑے کا حصہ دگنا رکھا گیا ہے جو کہ عین حق وصواب ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے علماء میں سے اکثر کا یہی قول ہے، امام ثوری، اوزاعی، مالک، ابن المبارک، شافعی، احمد، اسحاق، ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ ان سب کا یہی موقف ہے کہ پیدل کو ایک حصہ ملے گا اور گھڑ سوار کو تین حصے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ گھڑ سوار کو دو حصے ملیں گے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ گھڑ سوار کے لیے دو حصے ہیں اور پیدل کے لیے ایک حصہ ہے۔

سیدنا مجمع بن جاریہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خیبر کے غنائم اہل حدیبیہ پر تقسیم کیے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اٹھارہ حصے بنائے اور لشکر والوں کی تعداد پندرہ سو تھی جن میں تین سو گھوڑ سوار تھے، پس آپ نے گھوڑ سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ عنایت فرمایا۔(ضعیف، ابو داود: ۲۷۳۶)

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے کہا: ابو معاویہ کی حدیث زیادہ صحیح ہے (اور اسی پر عمل ہے) اور مجمع کی روایت میں وہم ہے کہ یہ گھوڑ سوار تین سو تھے حالانکہ وہ دو سو تھے۔

فائدہ: غنائم خیبر کے اٹھارہ حصے یوں بنتے ہیں کہ اگر مجاہدین کی تعداد پندرہ سو ہو اور ان میں گھوڑ سوار تین سو ہوں اور ہر گھوڑے کا ایک حصہ شمار کیا جائے تو یہ کل تعداد اٹھارہ سو ہوئی، چنانچہ ہر حصہ ایک سو کے لیے ہوا اور گھوڑے کے لیے بھی ایک ہی حصہ دیا گیا مگر یہ بات صحیح تر روایات کے خلاف ہے۔ اس اعتبار سے یہ حدیث ضعیف ہے، جیسے کہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے کہا ہے، صحیح یہ ہے کہ مجاہدین کی تعداد چودہ سو اور ان میں گھوڑ سوار دو سو تھے، گھوڑے کے لیے دو حصے تھے، اس طرح کل حصے جن میں غنیمتیں تقسیم ہوئیں اٹھارہ سو بنے ہر ایک سو کے لیے ایک حصہ تھا اور کل حصے اٹھارہ بنائے گئے۔ (ع،س)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: عجمی گھوڑوں کے لیے بھی ویسے ہی حصے لگائے جائیں گے جیسا کہ عربی گھوڑوں کے لیے لگائے جاتے ہیں، اگر ایک مجاہد گھڑ سوار دو یا کئی گھوڑوں کے ساتھ آئے تو اسے ایک گھوڑے کا ہی حصہ دیا جائے گا، گھوڑوں کے علاوہ باقی جانوروں کا حصہ نہیں لگایا جائے گا مثلاً ہاتھی، اونٹ، خچر، گدھا وغیرہ البتہ ان کے مالکوں کو کچھ نہ

کچھ بطور عطیہ دے دیا جائے گا۔

فائدہ: البرذون کا معنی بعض اہل لغت نے غیر عربی گھوڑا یا بار برداری کا مضبوط گھوڑا کیا ہے۔ (القاموس الوحید)

(55)......بَابُ مَا يَسْتَحِقُّ الرَّضْخَ مِنَ الْغَنِيْمَةِ

مال غنیمت میں سے عطیہ کا مستحق کون ہے؟

(٢٧٢٣)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ ، أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ ، أَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ ، قَالا: أَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ ، أَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ، أَنَا الرَّبِيعُ ، أَنَا الشَّافِعِيُّ ، أَنَا حَاتِمٌ يَعْنِى ابْنَ إِسْمَاعِيلَ ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ يَزِيدَ بْنِ هُرْمُزَ ، أَنَّ نَجْدَةَ كَتَبَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ عَنْ خِلالٍ ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ أُنَاسًا يَقُولُونَ: إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ يُكَاتِبُ الْحَرُورِيَّةَ ، وَلَوْلا أَنِّي أَخَافُ أَنْ أَكْتُمَ عِلْمًا لَمْ أَكْتُبْ إِلَيْهِ ، فَكَتَبَ نَجْدَةُ إِلَيْهِ: أَمَّا بَعْدُ ، فَأَخْبِرْنِي ، هَلْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُو بِالنِّسَاءِ؟ وَهَلْ كَانَ يَضْرِبُ لَهُنَّ بِسَهْمٍ؟ وَهَلْ كَانَ يَقْتُلُ الصِّبْيَانَ؟ وَمَتَى يَنْقَضِي يُتْمُ الْيَتِيمِ؟ وَعَنِ الْخُمْسِ لِمَنْ؟ فَكَتَبَ إِلَيْهِ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّكَ كَتَبْتَ تَسْأَلُنِي هَلْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُو بِالنِّسَاءِ؟ وَقَدْ كَانَ يَغْزُو بِهِنَّ يُدَاوِينَ الْمَرْضَى ، وَيُحْذَيْنَ مِنَ الْغَنِيمَةِ ، وَأَمَّا السَّهْمُ فَلَمْ يَضْرِبْ لَهُنَّ بِسَهْمٍ ، وَأَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقْتُلِ الْوِلْدَانَ ، فَلا تَقْتُلْهُمْ ، إِلَّا أَنْ تَكُونَ تَعْلَمُ

جناب یزید بن ہرمز سے روایت ہے کہ نجدہ حروری (خارجیوں کے سردار) نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو لکھا اور چند باتوں کے متعلق دریافت کیا، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: بلاشبہ لوگ یہ چہ میگوئیاں کرتے ہیں کہ ابن عباس خارجیوں سے خط کتابت کرتے ہیں۔ اگر علم کے چھپانے کی سزا نہ ہوتی تو میں اس کو جواب تحریر نہ کرتا۔ نجدہ نے انہیں یہ لکھ بھیجا تھا: اما بعد! آپ مجھے یہ بتلائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے ساتھ غزوے کرتے تھے؟ اور کیا ان کو کوئی حصہ دیتے تھے؟ (مال غنیمت میں سے) اور کیا آپ بچوں کو بھی قتل کرتے تھے؟ اور یتیم کی یتیمی کب ختم ہوتی ہے؟ اور خمس کا حقدار کون ہے؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواباً تحریر کیا: تو نے بذریعہ تحریر مجھ سے یہ پوچھا ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد میں عورتوں کے ساتھ تھے؟ تو یقیناً آپ خواتین کو ساتھ رکھتے تھے۔ وہ زخمیوں کو دوائی دیتی تھیں اور انہیں غنیمت کے مال سے عطیہ بھی دیا جاتا تھا لیکن آپ نے ان کے لیے کوئی حصہ مقرر نہیں فرمایا۔

(٢٧٢٣) أخرجه مسلم: ١٨١٢

مِنْهُمْ مَا عَلِمَ الْخَضِرُ مِنَ الصَّبِيِّ الَّذِي قَتَلَ، فَتُمَيِّزُ بَيْنَ الْمُؤْمِنِ، وَالْكَافِرِ، فَتَقْتُلُ الْكَافِرَ، وَتَدَعُ الْمُؤْمِنَ، وَكَتَبْتُ مَتَى يَنْقَضِي يُتْمُ الْيَتِيمِ، وَلَعَمْرِي إِنَّ الرَّجُلَ لَتَشِيبُ لِحْيَتُهُ، وَإِنَّهُ لَضَعِيفُ الأَخْذِ، ضَعِيفُ الإِعْطَاءِ، فَإِذَا أَخَذَ لِنَفْسِهِ مِنْ صَالِحِ مَا يَأْخُذُ النَّاسُ، فَقَدْ ذَهَبَ عَنْهُ الْيُتْمُ، وَكَتَبْتَ تَسْأَلُنِي عَنِ الْخُمسِ، وَإِنَّا كُنَّا نَقُولُ: هُوَ لَنَا، فَأَبَى ذَلِكَ عَلَيْنَا قَوْمُنَا، فَصَبَرْنَا عَلَيْهِ۔

اور رسول اللہ ﷺ بچوں کو نہیں مارتے تھے تو بھی بچوں کو قتل مت کر الا یہ کہ تجھے ان کے بچوں کے متعلق وہ کچھ معلوم ہو جائے جو جناب خضر علیہ السلام کو اس بچے کے بارے میں پتہ چل گیا تھا جسے انہوں نے قتل کیا تھا اور اس طرح مومن اور کافر بچے کے درمیان امتیاز کی کوئی صورت پیدا ہو جائے اور تو کافر کو قتل کردے اور مومن (بچے) کو چھوڑ دے (اور ایسا وحی کے بغیر ممکن نہیں) اور تو نے لکھا کہ یتیم کی یتیمی کب ختم ہوتی ہے؟ تو میری عمر کی قسم! کوئی آدمی ایسا ہوتا ہے کہ اس کی داڑھی سفید ہو جاتی ہے لیکن نہ وہ لینے کا شعور رکھتا ہے اور نہ دینے کا وہ یتیم ہے (یعنی اس کا حکم یتیموں کا سا ہے) پھر جب اپنے فائدے کے لیے وہ اچھی باتیں کرنے لگے جیسے کہ لوگ کرتے ہیں تو اس کی یتیمی جاتی رہی، اور تو نے لکھا ہے مجھ سے استفسار کرتا ہے کہ خمس کس کا حق ہے؟ بلاشبہ ہم کہا کرتے تھے، خمس ہمارا (اہل بیت کا) حق ہے لیکن ہماری قوم نہ مانی تو ہم نے صبر سے کام لیا۔

شرح یزید بن ہرمز نے بیان کیا اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: تو نے عورت اور غلام کی بابت سوال کیا ہے کہ ان کا کوئی مخصوص حصہ ہے اگر وہ شریک قتال ہوں؟ تو ان کا کوئی معلوم اور مخصوص حصہ تو نہیں مگر یہ کہ انہیں مال غنیمت سے کچھ عطا کر دیا جائے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اکثر اہل علم اسی بات کے قائل ہیں کہ غلاموں، بچوں اور عورتوں کا کوئی مقرر حصہ نہیں ہے جب یہ لوگ مجاہدین میں موجود ہوں البتہ مال غنیمت سے کچھ نہ کچھ انہیں بطور عطیہ دیا جائے گا، امام اوزاعی رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ ان کے لیے حصہ نکالا جائے گا۔ ان کا کہنا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جنگ خیبر میں بچوں اور عورتوں کو حصہ دیا تھا۔ (سنن بیهقی: ۹/ ۵۳)

مگر اس حدیث کی سند ضعیف ہے، لہٰذا اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہوسکتی۔ بعض علماء نے کہا: جب کوئی خاتون باقاعدہ جنگ کرے یا قریب البلوغت نوجوان لڑائی کرے اور لڑائی پر قدرت بھی رکھتا ہو تو ان دونوں کو حصہ دیا جائے گا۔

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: عورتوں کو مال غنیمت سے حصہ دیا جائے گا نہ عطیہ۔ اگر کوئی ذمی شخص شریک جنگ ہو اور

امام اسے اجرت پر جہاد کرنے کے لیے لے آیا ہو تو اسے طے شدہ اجرت دی جائے گی حصہ نہیں اور اسے اجرت مال غنیمت کے خمس کے خمس (پانچویں حصے) سے دی جائے گی جو کہ دراصل نبی کریم ﷺ کا حصہ ہے۔

فائدہ: مال غنیمت کا پانچواں حصہ جسے عربی میں خمس کہتے ہیں اس کے پھر پانچ حصے کیے جائیں گے، ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کا اور آپ کے بعد اسے مفاد عامہ میں خرچ کیا جائے گا۔ امام بغوی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ ذمی کو اجرت بھی اسی حصے سے دی جائے گی۔ (ع، س)

اور اگر امام ذمی شخص کو اجرت مقرر کر کے نہیں لایا تو اسے صرف غنیمت سے عطیہ ہی دیا جائے گا، اگر امام نے ذمی شخص کو مسلمانوں کے جہاد میں شریک ہونے سے روکا ہو اور وہ اس کے باوجود شریک قتال ہوا ہو تو وہ کسی چیز کا مستحق نہ ہو گا نہ حصے کا نہ عطیے کا۔

اکثر اہل علم تو اس بات کے قائل ہیں کہ ذمی شخص کسی صورت میں بھی مال غنیمت میں سے حصے کا حقدار نہیں خواہ وہ شریک قتال رہا ہو، بعض اہل علم اسے حصہ دینے کے قائل ہیں۔

اور ذمی کو جو عطیہ دیا جائے گا وہ مال غنیمت کے ان چار حصوں سے دیا جائے گا جو مجاہدین میں تقسیم کیے جاتے ہیں، بعض نے کہا: اصل مال غنیمت سے ادائیگی کی جائے گی۔ بعض نے کہا: مال غنیمت کے خمس کے خمس سے دیا جائے گا جو کہ دراصل نبی اکرم ﷺ کا حصہ ہے، بعض حضرات کا کہنا ہے ذمیوں کو عطیات کی ادائیگی خمس کے پانچویں حصے سے ہو گی اور بچوں، عورتوں اور غلاموں کو عطیات مال غنیمت کے ان چار حصوں میں سے دیے جائیں گے۔ جو مجاہدین میں منقسم ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم

(56)......بَابُ السَّلْبِ لِلْقَاتِلِ
سلب قاتل کے لیے ہے

فائدہ: جو مال مقتول کے پاس ہو، اس کا قاتل ہی اس کا حقدار سمجھا جاتا ہے اور اسے اصطلاحاً "سلب" کہتے ہیں۔

(٢٧٢٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرِ بْنِ أَفْلَحَ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ الأَنْصَارِيِّ......

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الأَنْصَارِيِّ، ثُمَّ السُّلَمِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَيْنٍ، فَلَمَّا الْتَقَيْنَا، كَانَتْ

سیدنا ابو قتادہ انصاری السلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ حنین کے سال ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکلے۔ جب ہمارا دشمن سے سامنا ہوا تو (ابتدا میں) اسلامی لشکر ہارنے

(٢٧٢٤) أخرجه البخاري: ٣١٤٢، ٤٣٢١، ومسلم: ١٧٥١

لِلْمُسْلِمِينَ جَوْلَةٌ، قَالَ: فَرَأَيْتُ رَجُلا مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَدْ عَلا رَجُلا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَاسْتَدَرْتُ لَهُ حَتَّى أَتَيْتُهُ مِنْ وَرَائِهِ، فَضَرَبْتُهُ عَلَى حَبْلِ عَاتِقِهِ ضَرْبَةً، فَقَطَعْتُ الدِّرْعَ، قَالَ: وَأَقْبَلَ عَلَيَّ، فَضَمَّنِي ضَمَّةً وَجَدْتُ مِنْهَا رِيحَ الْمَوْتِ، ثُمَّ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ، فَأَرْسَلَنِي، فَلَحِقْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقُلْتُ لَهُ: مَا بَالُ النَّاسِ؟ قَالَ: أَمْرُ اللّٰهِ، قَالَ: ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ رَجَعُوا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ قَتَلَ قَتِيلا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ، فَلَهُ سَلَبُهُ)) قَالَ أَبُو قَتَادَةَ: فَقُمْتُ، ثُمَّ قُلْتُ: مَنْ يَشْهَدُ لِي؟ ثُمَّ جَلَسْتُ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ قَتَلَ قَتِيلا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ، فَلَهُ سَلَبُهُ)) قَالَ أَبُو قَتَادَةَ: فَقُمْتُ، ثُمَّ قُلْتُ: مَنْ يَشْهَدُ لِي؟ ثُمَّ جَلَسْتُ، ثُمَّ قَالَ ذَلِكَ الثَّالِثَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَا لَكَ يَا أَبَا قَتَادَةَ؟)) فَاقْتَصَصْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: صَدَقَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَسَلَبُ ذَلِكَ الْقَتِيلِ عِنْدِي، فَأَرْضِهِ عَنْهُ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: لا هَا اللّٰهِ إِذًا لا يَعْمَدُ إِلَى أَسَدٍ مِنْ أُسُودِ اللّٰهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللّٰهِ، وَعَنْ رَسُولِهِ، فَيُعْطِيكَ سَلَبَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((صَدَقَ، فَأَعْطِهِ إِيَّاهُ)) قَالَ أَبُو

لگا اتنے میں نے دیکھا کہ مشرکین کے لشکر کا ایک شخص ایک مسلمان کے اوپر چڑھا ہوا ہے۔ اس لیے میں فوراً گھوم پڑا اور اس کے پیچھے سے آ کر تلوار اس کی گردن پر ماری، اور میں نے اس کی زرہ کاٹ کر رکھ دی، اب وہ شخص مجھ پر ٹوٹ پڑا، اور مجھے اتنی زور سے اس نے بھینچا کہ میری روح جیسے قبض ہونے کو تھی، آخر جب اس کو موت نے آ دبوچا، تب کہیں جا کر اس نے مجھے چھوڑا، اس کے بعد مجھے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ملے تو میں نے ان سے پوچھا کہ مسلمان اب کس حال میں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ جو اللہ کا حکم تھا وہی ہوا۔ لیکن مسلمان شکست کھانے کے بعد پھر مقابلے پر سنبھل گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے بھی کسی کافر کو قتل کیا ہو اور اس پر وہ گواہ بھی پیش کر دے تو مقتول کا سارا ساز و سامان اسے ہی ملے گا۔ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بھی کھڑا ہوا اور میں نے کہا کہ میری طرف سے کون گواہی دے گا؟ لیکن (جب میری طرف سے کوئی نہ اٹھا تو) میں بیٹھ گیا۔ پھر دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی کافر کو قتل کیا اور اس پر اس کی طرف سے کوئی گواہ بھی ہو تو مقتول کا سارا سامان اسے ملے گا۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس مرتبہ پھر میں نے کھڑے ہو کر کہا کہ میری طرف سے کون گواہی دے گا؟ اور پھر مجھے بیٹھنا پڑا۔ تیسری مرتبہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی ارشاد دہرایا اور اس مرتبہ جب میں کھڑا ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی دریافت فرمایا: ابو قتادہ! تمہارا کیا معاملہ ہے؟ میں نے آپ کے سامنے سارا واقعہ بیان کر دیا تو حاضرین میں سے ایک صاحب (اسود بن خزاعی اسلمی) نے کہا کہ ابو قتادہ سچ کہتے

قَتَادَةَ: فَأَعْطَانِيهِ، فَبِعْتُ الدِّرْعَ، فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِي بَنِي سَلَمَةَ، فَإِنَّهُ لأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الإِسْلامِ۔

ہیں اے اللہ کے رسول! اور اس مقتول کا سامان میرے پاس محفوظ ہے اور میرے حق میں انہیں راضی کر دیجیے (کہ وہ مقتول کا سامان مجھ سے نہ لیں) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں اللہ کی قسم! اللہ کے ایک شیر کے ساتھ، جو اللہ اور اس کے رسول کے لیے لڑے، آپ علیہ السلام ایسا نہیں کریں گے کہ ان کا سامان تمہیں دے دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابوبکر نے سچ کہا ہے۔ تو سامان ابوقتادہ کو دے دے۔'' سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر آپ نے وہ حصہ مجھے دلوا دیا پھر اس کی زرہ بیچ کر میں نے بنی سلمہ میں ایک باغ خرید لیا اور یہ پہلا مال تھا جو اسلام لانے کے بعد میں نے حاصل کیا تھا۔

شرح حدیث کی سند میں مذکور ابومحمد سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں ان کا نام نافع ہے۔

(فَضَرَبْتُهُ عَلَى حَبْلِ عَاتِقِهِ) ''میں نے اس کے کندھے کی رگ پر تلوار ماری'' حَبْلَ الْعَاتِقِ، انسان کے کندھے میں اوپر کی جانب ظاہر ہونے والی ایک رگ ہے وہی رگ گردن کے اندرونی طرف شہ رگ سے جا ملتی ہے۔

(لَا هَا اللّٰهِ إِذًا) ''نہیں اللہ کی قسم! ایسا ہرگز ممکن نہیں'' امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: اس جملے کی درست عبارت (لاهَا اللّٰه ذَا) ہے یعنی ذال سے پہلے الف نہیں ہے۔ اہل عرب کے محاورے میں اس کا معنی بنتا ہے: نہیں اللہ کی قسم۔ اکثر واؤ کی جگہ پر لفظ ھا بول دیا جاتا ہے گویا اصلی عبارت اس طرح ہے: لَا وَاللّٰهِ يَكُوْنُ ذَا۔

(أَلْمَخْرَفُ) (میم کے اوپر زبر کے ساتھ) اس سے مراد کھجوروں کا باغ ہے جس سے کھجوریں چنی جاتی ہیں۔ اگر لفظ أَلْمِخْرَفُ (میم کے نیچے زیر کے ساتھ) پڑھا جائے تو اس مراد وہ ٹوکرا ہے جس میں کھجوریں توڑ کر ڈالی جاتی ہیں۔

(تَأَثَّلْتُهُ) ''میں نے جائداد بنائی'' جب کسی کے پاس مال و دولت کی کثرت اور فراوانی ہو جائے تو کہا جاتا ہے تاثل ملك فلان '' یاد رہے کہ عربی زبان میں کسی بھی چیز کے اصل، جڑ اور بنیاد کو اثل کہا جاتا ہے۔

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کسی نامی گرامی کافر شخص کو مارنے والے مسلمان مرد مجاہد کو مقتول کا سارا مال (سَلَبَ) دے دیا جائے گا اور اس میں اسلامی لشکر کے باقی افراد شریک نہیں ہوں گے اور یہ کہ سلب سے خمس نہیں نکالا جائے گا، وہ سلب تھوڑا ہو یا زیادہ۔ مروی ہے کہ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے ایک مشرک کو قتل کیا تو اس کا اونٹ ہانک کر لے آئے۔ اونٹ پر مقتول کا پالان، جملہ ساز و سامان اسلحہ وغیرہ موجود تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: ''اس کافر شخص کو کس نے قتل کیا ہے؟'' صحابہ نے عرض کیا: ابن اکوع نے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس (مقتول) کا سارے کا

سارا مال اسباب اسی کا ہے۔'' (دیکھیں حدیث نمبر ۲۷۰۹)

سلب سارے کا سارا قاتل کو دیا جائے گا خواہ امیر لشکر نے اس بات کا اعلان کر رکھا ہو یا نہ۔اسی طرح قاتل (مسلمان) نے مقتول (کافر) کو دعوت مقابلہ (مبارزت) دی ہو یا نہ دی ہو، یعنی مقابلے میں آنے کے لیے دشمن کو للکارا ہو یا نہ، دونوں صورتوں میں وہ سلب کا حقدار ہوگا۔اس کی دلیل یہ ہے کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے جس کافر کو قتل کیا تھا اس کا قتل نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان (مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ سَلَبُهُ) ''جس نے کسی کافر کو قتل کیا تو مقتول کا سارا مال اسے ملے گا۔'' (صحیح بخاری: ۴۳۲۱) سے پہلے کا تھا اور ان دونوں کے درمیان مبارزت بھی نہ تھی۔اس کے باوجود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کا سارا مال سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ایک شرعی حکم کی حیثیت رکھتا ہے۔یہی قول حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اکثر اہل علم اور آئمہ عظام میں سے اکثرت فضلاء کا ہے کہ مقتول کا سارا ساز وسامان (سلب) قاتل کا حق ہے، اگرچہ امام کی طرف سے اس کا اعلان نہ بھی کیا گیا ہو۔اور اکثر اہل علم اس میں سے خمس نکالنے کے بھی قائل نہیں، امام اوزاعی، شافعی اور ابوثور کا یہی موقف ہے۔امام شافعی رحمہ اللہ اس موقف میں ایک شرط کا اضافہ کرتے ہیں کہتے ہیں مسلمان قاتل، کافر مقتول کے سلب کا حقدار اسی صورت میں قرار پائے گا جب کافر رو برو جنگ کرتا ہوا مرے، شکست کھا کر پیٹھ پھیر کر بھاگنے کی صورت میں یا شدید زخمی ہو کر قتال سے عاجز آ جانے کی صورت میں اگر کوئی قتل کرتا ہے تو اسے مقتول کا سلب نہیں دیا جائے گا الا یہ کہ کافر کو شکست وہزیمت سے دوچار اور مجروح کرنے والا وہی مسلمان ہو۔

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ سلب سے خمس نکالا جائے گا اور قرآنی تفصیل کے مطابق خمس کے حقداروں میں تقسیم کر دیا جائے گا اور باقی حصہ قاتل کو دے دیا جائے گا۔ایسا موقف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول بھی اس طرح ہے لیکن پہلا موقف ہی اولیٰ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح قاتل کو سلب عطا کر کے تمام غنیمت حاصل کرنے والوں میں سے مخصوص مقام دیا گیا ہے۔اسی طرح اسے خمس کے حقداروں میں سے بھی ممتاز مقام ومرتبہ سے نوازا گیا ہے لہٰذا اس کے حصے کو غنیمت اور خمس دونوں سے مستثنیٰ رکھا جائے گا۔

امام اسحاق رحمہ اللہ نے کہا: سلب قاتل ہی کو دیا جائے گا الا یہ کہ وہ بہت زیادہ اور بیش قیمت ہو تو پھر امام اگر مناسب سمجھے تو سلب سے خمس نکال لے جیسا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں کیا تھا۔

ایک قوم کا خیال ہے کہ اگر امام نے اعلان کر رکھا ہو کہ جو شخص کوئی نامی گرامی دشمن کو مارے گا اسے اس کا سلب دے دیا جائے گا تب قاتل کو بطور انعام اور اضافی طور پر مقتول کا سلب دے دیا جائے گا، اعلان نہ ہونے کی صورت میں وہ حقدار نہ ہوگا۔امام مالک رحمہ اللہ، ثوری رحمہ اللہ، اور اہل رائے کا یہی موقف ہے۔امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: سلب کا مستحق وہ مسلمان اللہ کا شیر ہوگا جس نے اپنے ایسے مد مقابل کو مار گرایا ہو جس نے للکارا تھا، جس کافر نے نہ للکارا ہو اس کے

مارنے والا سلب کا حقدار نہ ہوگا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مقتول کے سارے سازوسامان کا مستحق قاتل ہوگا، مثلاً اس کے کپڑوں کا، اسلحہ کا، کمربند یا پٹی کا اور اس گھوڑے کا جس پر وہ سوار تھا یا جس کو ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھا، امام اوزاعی رحمہ اللہ نے کہا: جس گھوڑے پر سوار ہوکر دشمن میدان میں اترا تھا وہ گھوڑا، اسلحہ، تاج، کمر پر باندھا جانے والا پٹکا، انگشتری اور گھوڑے کی کاٹھی اور اسلحہ میں لگا ہوا سونا چاندی سب بطور سلب قاتل کو دے دیا جائے گا البتہ کمر سے باندھی جانے والی روپے پیسے کی تھیلی، درہم ودینار وغیرہ جو جنگ میں زینت اور سج دھج کے کام نہیں آتے انہیں سلب میں نہیں دیا جائے گا بلکہ وہ مال غنیمت کے طور پر تقسیم ہوں گے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے تاج، کنگن، طوق اور ہر اس چیز کے بارے میں جو آلات جنگ میں شمار نہیں ہوتی کوئی بات کرنے سے گریز کیا ہے، یعنی ان اشیاء کی بابت ان کا قول معلق ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: وہ پٹی (کمربند) جس میں سونا چاندی ہو اسے سلب میں شمار کیا جائے گا اور گھوڑا سلب میں سے نہیں اور ان سے تلوار کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: مجھے کچھ معلوم نہیں۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا: کیا کافر کے جسم سے ہر چیز بطور سلب اتار لی جائے حتی کہ اسے عریاں کر دیا جائے تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ان کی شرمگاہوں پر لعنت کرے (مطلب ہے قیمتی ملبوسات اتار لیے جائیں اور ان کے ننگے ہونے کی کچھ پروانہ کی جائے) جبکہ امام ثوری رحمہ اللہ نے کفار کو بے لباس اور عریاں کرنے کو ناپسند جانا ہے۔

(٢٧٢٥)۔ أَخبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِيرِبَنْدُ كُشَائِيُّ، أَنَا أَبُو سَهْلٍ السِّجْزِيُّ، أَنَا أَبُو سُلَيْمَانَ الْخَطَّابِيُّ، أَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ دَاسَةَ، نَا أَبُو دَاوُدَ السِّجِسْتَانِيُّ، نَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، نَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الأَشْجَعِيِّ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ فِي غَزْوَةِ مُؤْتَةَ، وَرَافَقَنِي مَدَدِيٌّ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ، فَلَقِينَا جُمُوعَ الرُّومِ، وَفِيهِمْ رَجُلٌ عَلَى فَرَسٍ أَشْقَرَ عَلَيْهِ سَرْجٌ مُذَهَّبٌ، وَسِلاحٌ مُذَهَّبٌ، فَجَعَلَ الرُّومِيُّ يَفْرِي بِالْمُسْلِمِينَ، وَقَعَدَ لَهُ الْمَدَدِيُّ خَلْفَ صَخْرَةٍ، فَمَرَّ بِهِ الرُّومِيُّ،

سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ غزوہ موتہ میں روانہ ہوا، اہل یمن سے جو کمک ہمیں ملی ان میں سے ایک شخص میرے ساتھ ہولیا، پھر ہمارا مقابلہ رومی جماعتوں سے ہوا۔ ان میں ایک آدمی اپنے سرخ گھوڑے پر سوار تھا جس کی زین اور ہتھیار سنہری تھے۔ وہ رومی مسلمانوں پر بڑے سخت حملے کر رہا تھا، تو یمن کی کمک والا یہ آدمی ایک چٹان کی

(٢٧٢٥) أخرجه مسلم: ١٧٥٣

فَعَرْقَبَ فَرَسَهُ، فَخَرَّ، وَعَلاهُ فَقَتَلَهُ، وَحَازَ فَرَسَهُ، وَسِلاحَهُ، فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، بَعَثَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ إِلَيْهِ، فَأَخَذَ السَّلَبَ، قَالَ عَوْفٌ: فَأَتَيْتُهُ، فَقُلْتُ: يَا خَالِدُ! أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِالسَّلَبِ لِلْقَاتِلِ؟ قَالَ: بَلَى، وَلٰكِنِّي اسْتَكْثَرْتُهُ، قُلْتُ: لَتَرُدَّنَّهُ إِلَيْهِ، أَوْ لَأُعَرِّفَنَّكُمَا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَبَى أَنْ يَرُدَّهُ عَلَيْهِ، قَالَ عَوْفٌ: فَاجْتَمَعْنَا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَصَصْتُ عَلَيْهِ قِصَّةَ الْمَدَدِيِّ، وَمَا فَعَلَ خَالِدٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((رُدَّ عَلَيْهِ مَا أَخَذْتَ مِنْهُ)) قَالَ عَوْفٌ: فَقُلْتُ: دُونَكَ يَا خَالِدُ! أَلَمْ أَفِ لَكَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((وَمَا ذٰلِكَ؟)) قَالَ، فَأَخْبَرْتُهُ، فَغَضِبَ، وَقَالَ: ((يَا خَالِدُ! لا تَرُدَّ عَلَيْهِ هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُونَ لِي أُمَرَائِي، لَكُمْ صَفْوَةُ أَمْرِهِمْ، وَعَلَيْهِمْ كَدَرُهُ.))

اوٹ میں اس رومی کی تاک میں بیٹھ گیا۔ جب وہ اس کے پاس سے گزرا تو اس یمنی نے اس کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں تو رومی گر پڑا اور یہ یمنی خود اس آدمی پر چڑھ بیٹھا اور اسے قتل کر دیا اور اس کا گھوڑا اور اسلحہ لے لیا۔ جب اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو فتح دی تو سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس یمنی کو بلوایا اور اس کا مال اسباب لے لیا، سیدنا عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ان کے پاس گیا اور کہا: اے خالد! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ہے کہ سلب قاتل کا ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔لیکن میں اسے بہت زیادہ سمجھتا ہوں۔ میں نے کہا: آپ اسے واپس کر دیں ورنہ میں تم دونوں کا معاملہ اللہ کے رسول ﷺ کو بتاؤں گا، مگر انہوں نے اس کو واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ سیدنا عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، پھر ہم رسول اللہ ﷺ کے ہاں جمع ہوئے تو میں نے آپ سے اس یمنی کا قصہ بیان کیا اور وہ بھی جو خالد رضی اللہ عنہ نے کیا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے جو کچھ اس سے لیا ہے وہ اس کو واپس کر دو۔'' عوف کہتے ہیں: میں نے خالد سے کہا: خالد! لو اب میں نے جو بات کہی تھی پوری کر دی؟ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''وہ کیا بات ہے؟'' میں نے آپ کو بتا دیا، تو رسول اللہ ﷺ غصے ہو گئے اور فرمایا: ''خالد! وہ مت واپس کرو، کیا تم لوگ میری خاطر میرے امراء سے کوئی رعایت نہیں کر سکتے؟ (یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ) ان کے معاملات کی عمدگی اور بھلائی تو تمہارے لیے ہو اور ان کی خرابی کے وہ خود ذمہ دار ہوں۔''

شرح میں کہتا ہوں، اس حدیث مبارکہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ قاتل سلب کا حقدار ہوتا ہے خواہ وہ

کثیر مقدار میں ہو اور قاتل گھوڑے کا بھی حقدار ہے اور اس میں سے خمس بھی نہیں لیا جائے گا، نبی کریم ﷺ کا سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کو سلب واپس کر دینے کا حکم صادر فرمانے کے بعد پھر سلب کا کچھ دینے سے روک دینا صرف اور صرف سیدنا عوف رضی اللہ عنہ کو سرزنش کرنے کے لیے تھا اور مقصود ان کو ڈانٹنا اور تنبیہ کرنا تھا کہ لوگ حکام و امراء کو خواہ مخواہ ہر معاملے میں تنقید کی سان پر نہ چڑھائے رکھیں، سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا تھا انہوں نے اپنے اجتہاد سے کیا تھا اس لیے کہ انہوں نے سلب کے مال کو بہت زیادہ سمجھا، نبی کریم ﷺ نے اگرچہ ان کی رائے کو پہلے پہل غلط قرار دیا لیکن بعد ازاں ان کے اجتہاد کو پسند فرمایا کیونکہ اس میں عمومی مصلحت کا پہلو غالب تھا۔ بہرحال انتظامی معاملات میں امیر مجتہد کو کسی قدر تصرف کا حق حاصل ہوتا ہے اور عمومی مصالح کے پیش نظر فرد خاص کو کچھ نقصان سے دوچار کیا جا سکتا ہے نیز کسی کو تھوڑا بہت نقصان دینے میں کوئی حرج نہیں جب اس کے نتیجے میں بہت زیادہ فائدے اور خیر کی امید ہو، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یمن کی کمک والے آدمی کو نبی کریم ﷺ نے خمس سے کچھ دے دلا دیا ہو اور سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کو اسے خمس میں سے کچھ دینے کے سلسلے میں از راہ خیر خواہی راضی کر لیا ہو اور یمنی کو سلب کے حوالے سے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر مطمئن کر لیا ہو، واللہ اعلم۔

امام خطابی رحمہ اللہ کا اس حدیث پر تبصرہ ختم ہوا۔

(57)......بَابُ التَّنْفِيلِ

(غنیمت کے علاوہ) اضافی انعام دینا

(٢٧٢٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا أَبُو عَلِيٍّ زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِيَّةً فِيهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قِبَلَ نَجْدٍ، فَغَنِمُوا إِبِلًا كَثِيرَةً، فَكَانَتْ سُهْمَانُهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا، أَوْ أَحَدَ عَشَرَ بَعِيرًا، وَنُفِّلُوا بَعِيرًا بَعِيرًا۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر نجد کی طرف روانہ کیا جس میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی شریک تھے تو ان لوگوں کو بہت بڑی تعداد میں اونٹ حاصل ہوئے، چنانچہ لشکر کے مجاہدین کا حصہ بارہ بارہ اونٹ یا گیارہ گیارہ اونٹ ہوا اور ایک ایک اور اونٹ بطور نفل مزید دیا گیا۔

شرح اَلنَّفَل سے مراد حکمران کا لشکر کے کچھ حصے کو زائد حصہ عطا کر دینا ہے یعنی جو ان کا حصہ بنتا ہو اس سے زیادہ مرحمت کر دینا، نوافل کو نوافل کہنے کی وجہ یہی ہے کہ وہ فرائض سے زائد ایک چیز ہوتی ہے، پوتے کو بھی عربی

(٢٧٢٦) أخرجه البخاري: ٣١٣٤، ٤٣٣٨، ومسلم: ١٧٤٩

زبان میں نافلہ کہہ دیتے ہیں کیونکہ وہ بیٹے کے بعد ایک اضافی نعمت ہوتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امیر لشکر کچھ فوجیوں کو اضافی انعام سے بہرہ مند کرسکتا ہے اس لیے کہ انہوں نے پرمشقت معرکہ لڑا ہوتا ہے اور بہادری کے خوب جوہر دکھائے ہوتے ہیں تاکہ ان کا انعام باقیوں کے لیے باعث تشویق اور ولولہ انگیز ثابت ہو، یاد رہے! یہ انعام غنیمت کے حصے کے علاوہ ہوتا ہے۔

(۲۷۲۷)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، نَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ، نَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَالِمٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُنَفِّلُ بَعْضَ مَنْ يَبْعَثُ مِنَ السَّرَايَا لِأَنْفُسِهِمْ خَاصَّةً سِوَى قَسْمِ عَامَّةِ الْجَيْشِ۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعض دستوں کو خاص طور پر غنیمت کے حصے کے علاوہ کچھ مزید دیا کرتے تھے، یہ عام فوجی کی تقسیم میں شامل نہیں ہوتا تھا۔

شرح سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر کے دن فرمایا: ((مَنْ فَعَلَ كَذَا وَكَذَا ، فلهُ مِن النّفْلِ كَذَا وَكَذَا۔)) ......''جس نے ایسے ایسے کیا اسے اتنا اتنا انعام (نفل) ملے گا۔''

(صحیح، ابوداود: ۲۷۳۷)

سیدنا حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: شَهِدْتُ النَّبيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نفّل الرّبْع فِي البداءةِ ، والثّلُث فِي الرّجْعةِ۔ ...... میں نبی کریم ﷺ کے ہاں حاضر تھا کہ آپ نے شروع جہاد میں چوتھا حصہ اور لوٹتے وقت (دوسری بار حملہ کرنے کی صورت میں) تیسرا حصہ بطور نفل عنایت فرمایا تھا۔

(صحیح، ابوداود: ۲۷۵۰، ترمذی: ۱۵۶۱، ابن ماجه: ۲۸۵۲)

امام ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ کے نزدیک حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ جب لشکر کسی علاقے میں جہاد کے لیے جاتا تو اس میں سے کوئی ایک گروہ بڑے لشکر سے الگ ہوکر کسی محدود جنگ کے لیے جاتا تو نبی کریم ﷺ اس گروہ میں شامل افراد کو چوتھائی حصہ بطور نفل دیتے اور اگر واپسی میں اس طرح کوئی چھوٹا گروہ بڑے لشکر سے الگ ہوکر کسی جگہ معرکہ آرائی کے لیے جاتا تو واپسی پر، جب کہ گھر کا شوق دید بے قراری میں بدل چکا ہوتا ہے، علاوہ ازیں دشمن بھی زیادہ چوکس اور مستعد ہو جاتا ہے، چونکہ زیادہ پرمشقت اور زیادہ صبر آزما ہوتا ہے لہٰذا نبی کریم ﷺ اس گروہ کو تیسرا حصہ دیتے۔ واللہ اعلم۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ حکمران لشکر کے کچھ حصے کو تیسرا یا چوتھا حصہ بطور

(۲۷۲۷) أخرجه البخاري: ۳۱۳۵، ومسلم: ۱۷۵۰

اضافی انعام کے دے سکتا ہے اس لیے کہ انہوں نے ایک مشکل مہم کو سر کیا ہوتا ہے، پھر امام ایسا بھی کر سکتا ہے کہ مشکل، کٹھن اور نازک ترین مہم پر معمور افراد میں سے بعض افراد کو خصوصی انعام سے نواز دے کہ انہوں نے خطرات کا بے جگری سے مقابلہ کیا ہوتا ہے اور صبر آزما مرحلے سے بلکہ موت کے منہ سے گزرے ہوتے ہیں۔

اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ غنیمت کے علاوہ اضافی انعام دینا بھی چاہیے یا نہیں اور پھر یہ کہ وہ کس مد سے دیا جائے؟ امام مالک رحمہ اللہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا ہے کہ حکمران یوں اعلان کرے کہ جس نے فلاں کو قتل کیا یا فلاں فلاں محاذ پر بہادری کے جوہر دکھائے تو اسے اتنا اتنا انعام دیا جائے گا یا امام لشکر میں سے ایک دستے کو یہ آس دلا کر کسی مہم کے لیے روانہ کر دے کہ جو مال غنیمت حاصل ہوگا اس میں سے نصف صرف تمہیں دیا جائے گا۔ کچھ دوسرے آئمہ نفل (اضافی انعام) دینے کو جائز قرار دیتے ہیں اور اسے شریعت سے ثابت کرتے ہیں، امام ثوری، اوزاعی، شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔

البتہ ان حضرات (مُجَوِّزِین) کے مابین اس بارے میں ضرور اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ اضافی انعام (نفل) کس مد سے دیا جائے، اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ اضافی انعام مال غنیمت کے خمس (پانچویں حصہ) کے خمس (پانچویں حصے کے پھر پانچ حصے کیے جائیں گے ان میں سے ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ کے بعد اسے مفاد عامہ میں خرچ کیا جائے گا) سے عطا کیا جائے گا جو کہ درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ہے۔

جناب سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کا یہی قول ہے، امام شافعی رحمہ اللہ اور ابو عبید رحمہ اللہ بھی اسی طرف گئے ہیں۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی مد سے اضافی انعام عطا فرمایا کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے: ''جو اللہ کی طرف سے تمہیں مال غنیمت حاصل ہوتا ہے میرا اس میں سے پانچواں حصہ ہے اور میرا جو پانچواں حصہ ہے وہ بھی مسلمانوں کے مصالح پر ہی خرچ ہوتا ہے۔''

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا کہ جنگ بدر والے دن آپ نے جو فرمایا تھا: ''جس نے ایسے ایسے کیا اسے اتنا اتنا انعام (نفل) ملے گا''، تو وہ بھی آپ نے اپنے خصوصی حصے سے عطا فرمایا تھا کیونکہ اس وقت مال غنیمت اللہ اور اس کے رسول ہی کا حق تھا اور اس کی تقسیم کے احکامات ابھی نازل نہیں ہوئے تھے، چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ .... ''یہ لوگ آپ سے غنیمتوں کا حکم دریافت کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ یہ غنیمتیں اللہ کی ہیں اور رسول کی ہیں۔'' (الانفال:۱)

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ انعام (نفل) مال غنیمت میں سے خمس نکالنے کے بعد باقی بچ جانے والے چار حصوں میں سے دیا جائے۔ امام احمد اور امام اسحاق رحمہما اللہ کی رائے یہی ہے۔ ان کی دلیل سیدنا حبیب بن سلمہ فہری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (غنیمت میں سے) پانچواں حصہ نکالنے کے بعد تیسرا حصہ اضافی انعام کے طور پر

تقسیم فرمایا کرتے تھے۔(صحیح، ابوداود: ٢٧٤٨)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض دستوں کو خاص طور پر غنیمت کے حصے کے علاوہ کچھ مزید دیا کرتے تھے۔ یہ عام فوجی کی تقسیم میں شامل نہیں ہوتا تھا۔ (دیکھیں حدیث نمبر ٢٧٢٧) نفلی طور پر انعام دینے سے پہلے خمس نکال لینا ضروری اور واجب ہے۔

بعض اہل علم کا یہ بھی موقف ہے کہ انعام (نفل) اصل مال غنیمت سے دیا جائے گا جس سے خمس (پانچواں حصہ) نہ نکالا گیا ہو، جیسے سلب خمس نکالنے سے قبل جمیع مال غنیمت سے دیا جاتا ہے۔ یہ موقف امام ابوثور رحمہ اللہ کا ہے۔ ان کی دلیل سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستہ نجد کی جانب روانہ کیا، میں بھی ان کے ساتھ تھا، ہمیں بہت سے جانور ہاتھ آئے تو ہمارے امیر نے ہم میں سے ہر شخص کو ایک ایک اونٹ بطور نفل دیا، پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور آپ نے ہم میں ہماری غنیمتیں تقسیم کیں تو ہم میں سے ہر شخص کو خمس نکالنے کے بعد بارہ بارہ اونٹ ملے اور ہمارے امیر نے جو ہمیں دیا تھا اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی محاسبہ نہ فرمایا اور نہ اس کی کاروائی پر کوئی عیب ہی لگایا، اس طرح ہمیں نفل سمیت تیرہ تیرہ اونٹ ملے۔(ضعیف، ابوداود: ٢٧٤٣)

امام مالک رحمہ اللہ کا کہنا ہے: حکمران کی صوابدید پر موقوف ہے کہ وہ مال غنیمت کی تقسیم سے قبل اضافی انعام دے یا آخر میں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ غنیمتیں تقسیم ہونے سے پہلے کسی کو کچھ نہ دیا جائے ماسوائے جاسوس اور گائیڈ کے۔علماء کے مابین اس بارے میں اختلاف ہے کہ نفل کتنی مقدار میں جا سکتا ہے امام مکحول اور اوزاعی کا خیال ہے کہ اضافی انعام دیتے ہوئے مال غنیمت کے ایک تہائی حصے (ثلث) سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے جبکہ دیگر علماء کا کہنا ہے کہ نفل دینے کی کوئی حد نہیں جسے متعین کیا جاسکے، یہ سارا معاملہ امام وقت کی صواب دید اور اجتہاد پر موقوف ہے۔ وہ جس کو جتنا چاہے دے دے، یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(58)......بَابُ الْغُلُوْلِ

مال غنیمت میں سے خیانت اور چوری کرنا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ ''ناممکن ہے کہ نبی سے خیانت ہو جائے، ہر خیانت کرنے والا خیانت کو لیے ہوئے قیامت کے دن حاضر ہوگا۔'' (آل عمران: ١٦١)

(يَغُلُّ) کا معنی ہے: وہ خیانت کرتا ہے۔ جب کوئی شخص مال غنیمت میں سے کوئی چیز چرا لے تو کہا جاتا ہے: غل فی الغنم۔ بعض نے اس لفظ کو (يُغَلُّ) یا کے اوپر پیش اور غین کے اوپر زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔تب معنی ہوگا: کسی نبی کی خیانت نہیں کی جاسکتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو خیانت وغیرہ سے باز رہنے کی تلقین فرمائی اور اس کی سخت مذمت فرمائی ہے۔بعض نے کہا: اس لفظ کا معنی ہے کہ کسی پیغمبر کی طرف خیانت کو منسوب نہیں کیا جاسکتا کہ پیغمبر سے کسی قسم کی

خیانت کا صدور ممکن ہی نہیں کیونکہ خیانت نبوت کے منافی ہے۔

خیانت کوغلول کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ہاتھوں کو اس سے رکے رہنے کی تلقین ہے اور لفظ غلت کے معنی روکنے اور بند کرنے کے ہیں۔

(٢٧٢٨)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الدِّيلِيِّ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ مَوْلَى ابْنِ مُطِيعٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عَامَ خَيْبَرَ، فَلَمْ نَغْنَمْ ذَهَبًا، وَلَا فِضَّةً إِلا الأَمْوَالَ، وَالثِّيَابَ، وَالْمَتَاعَ، قَالَ: فَوَجَّهَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ وَادِي الْقُرَى، وَكَانَ رِفَاعَةُ بْنُ زَيْدٍ وَهَبَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدًا أَسْوَدَ يُقَالُ لَهُ: مِدْعَمٌ، فَخَرَجْنَا حَتَّى إِذَا كُنَّا بِوَادِي الْقُرَى، فَبَيْنَمَا مِدْعَمٌ يَحُطُّ رَحْلَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ جَائَهُ سَهْمٌ عَائِرٌ، فَأَصَابَهُ، فَقَتَلَهُ، فَقَالَ النَّاسُ: هَنِيئًا لَهُ الْجَنَّةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((كَلَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَخَذَ يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا۔)) فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ النَّاسُ، جَاءَ رَجُلٌ بِشِرَاكٍ، أَوْ بِشِرَاكَيْنِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((شِرَاكٌ مِنْ نَارٍ، أَوْ شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم خیبر کے سال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے تو ہمیں سونے اور چاندی کی بجائے عام کپڑے اور دیگر مال ومتاع غنیمت میں حاصل ہوا، پھر آپ ﷺ وادی القریٰ کی طرف روانہ ہوگئے۔ آپ کو رفاعہ بن زید نے ایک کالے رنگ کا غلام ہدیہ کیا تھا جس کا نام مدعم تھا۔ جب ہم وادی القریٰ پہنچے اور مدعم رسول اللہ ﷺ کے اونٹ سے پالان اتار رہا تھا کہ ایک انجانا تیر آن لگا جس سے وہ قتل ہوگیا، لوگوں نے کہا: اسے جنت مبارک ہو (کہ اسے دوران جہاد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتے ہوئے موت آئی) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہرگز نہیں، قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بلاشبہ وہ چادر جو اس نے خیبر کے روز تقسیم سے پہلے غنیمت میں سے اٹھائی تھی وہ اس پر آگ بن کر بھڑک رہی ہے۔'' لوگوں نے جب یہ سنا تو کوئی ایک تسمہ لے آیا تو کوئی دو تسمے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک تسمہ آگ کا تھا'' یا فرمایا: ''دو تسمے آگ کے تھے۔''

(٢٧٢٨) أخرجه البخاري: ٤٢٣٤، ٦٧٠٧، ومسلم: ١١٥

شرح (سَهْـمٌ عَـائِرٌ) جس کو پھینکنے والا معلوم نہ ہو، یعنی انجانا یا اندھا تیر۔ جب گھوڑا رسی تڑوا کر بھاگے اور جدھر جی آئے چلا جائے تو اس کیفیت کو عار الفرس کے الفاظ سے بیان کیا جاتا ہے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مثلُ الـمُـنافِقِ كمثلِ الشّاةِ العائِرةِ بين الغنميْنِ، تعِيرُ إِلى هذِهِ مرّةً وإِلى هذِهِ مرّة۔)) ......''منافق شخص کی مثال اس بکری کی ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان میں بھٹکی پھرتی ہے کبھی حیرانگی کے عالم میں اس ریوڑ کی طرف جاتی ہے اور کبھی اس ریوڑ کی طرف۔''

(صحيح مسلم: ٢٧٨٤)

اس حدیث مبارکہ میں العائرہ سے مراد متردد اور متحیر بکری ہے جسے اپنے ریوڑ کی شناخت نہ رہے۔

الشملة سے مراد بڑی چادر جسے عموماً موسم سرما میں مرد حضرات اپنے اوپر اوڑھ لیتے ہیں۔ اس کی جمع الشمال ہے۔

(٢٧٢٩)۔ أَخْبرَنا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُـصْـعَـبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حِبَّانَ، عَنْ أَبِي عَمْرَةَ الأَنْصَارِيِّ......

عَـنْ زَيْـدِ بْـنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: تُوُفِّيَ رَجُلٌ يَوْمَ خَيْبَرَ، فَذَكَرُوهُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى الـلّٰـهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَزَعَمَ زَيْدٌ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَـلَّـى الـلّٰـهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((صَلُّوا عَلَى صَـاحِبِـكُـمْ)) فَتَغَيَّرَتْ وُجُوهُ النَّاسِ لِذَلِكَ، فَـزَعَـمَ زَيْـدٌ أَنَّ رَسُـولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِنَّ صَاحِبَكُمْ قَدْ غَلَّ فِي سَبِيلِ الـلّٰـهِ)) قَالَ: فَفَتَحْنَا مَتَاعَهُ، فَوَجَدْنَا خَرَزَاتٍ مِنْ خَرَزِ الْيَهُودِ مَا تُسَاوِي دِرْهَمَيْنِ۔

سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ خیبر کے روز ایک شخص فوت ہو گیا، لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی تو سیدنا زید رضی اللہ عنہ کا خیال ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم لوگ اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھ لو۔'' اس سے لوگوں کے چہرے فق ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارے اس ساتھی نے اللہ کی راہ میں ہوتے ہوئے خیانت (یا چوری) کی ہے۔'' ہم نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو ہمیں اس میں ایسے مونگے ملے جو یہودی لوگ استعمال کرتے تھے ان کی قیمت دو درہم بھی نہ تھی۔

شرح سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَـنْ مَاتَ وَهُوَ بَرِيءٌ مِنَ الْكِبْرِ، وَالْغُلُولِ، وَالدَّيْنِ، دَخَلَ الْجَنَّةَ۔)) ......''جس شخص نے اس حال میں وفات پائی کہ وہ تکبر، مال غنیمت کی خیانت اور قرض سے پاک ہو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔'' (صحیح، ترمذی: ١٥٧٢، ابن ماجه: ٢٤١٢)

(٢٧٢٩) ضعيف ......أخرجه ابوداود: ٢٧١٠، والنسائي: ١٩٥٨، وابن ماجه: ٢٨٤٨

بعض راویوں نے (مِـنَ الْكَنْزِ) زائے معجمہ اورنون کے ساتھ روایت کیا ہے، یعنی خزانہ جمع کرنے سے پاک ہوا جس کی زکاۃ ادا نہ کی گئی ہو۔

مال غنیمت میں سے چوری کرنے والے کی عقوبت اور سزا کے متعلق سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إذا وجـدْتُـمُ الرّجُل قدْ غلّ فأحْرِقُوا متاعهُ، واضْرِبُوه۔)) ......''جب تم کسی کو پاؤ کہ اس نے غنیمت میں خیانت کی ہوتو اس کا مال واسباب جلا ڈالو اور اسے مارو۔'' (ضـــعیف، ابـــوداود: ۲۷۱۳، ترمذی: ۱٤٦١)

بعض اہل علم کا حدیث مبارکہ کے ظاہری الفاظ کو سامنے رکھتے ہوئے یہ موقف ہے کہ مال غنیمت میں سے خیانت کرنے والے کے مال واسباب کو جلا دیا جائے ماسوائے جانوروں اور مصحف کے۔ جناب حسن بصری رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

کچھ دیگر اہل علم کا موقف ہے کہ اس کے چوری کیے ہوئے مال کو جلایا نہ جائے کیونکہ وہ تو دراصل مجاہدین اسلام کا حق ہے۔اسے مجاہدین میں تقسیم کردیا جائے اور اگر خائن نے کچھ مال ضائع کردیا ہوتو اس سے تاوان وصول کیا جائے۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ نے کہا: اس کا وہ سامان جلا دیا جائے جو وہ گھر سے جہاد کرنے کیلئے لے کر نکلا تھا، مثلاً جانور کی زین اور مہار وغیرہ البتہ اس کا جانور، سفرخرچ (زادراہ) اسلحہ اور پہنے ہوئے کپڑے نہ جلائے جائیں۔

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ خائن کا پالان وغیرہ نہ جلایا جائے البتہ اسے جسمانی سزا دی جائے۔امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور اہل رائے کا یہی موقف ہے۔ان حضرات نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ کو زجر وتوبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ پر محمول کیا ہے اس سے وجوب مراد نہیں کہ ضرور ہی اس کے مال کو جلا ڈالا جائے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ نے کہا: مال غنیمت میں سے خیانت کرنے والے کی وعید سے متعلق بہت سی احادیث مروی ہیں لیکن کسی میں سامان جلانے کا حکم موجود نہیں۔

فائدہ: اس باب میں کوئی مرفوع حدیث ثابت نہیں، اس لیے یہ معاملہ امیر المجاہدین کی صوابدید پر موقوف ہے کہ وہ غنیمت میں خیانت کرنے والے کو جسمانی سزا دے، یا اس کو مال سے محروم کردے یا کوئی اور سزا تجویز کرے، لیکن سامان جلانے سے گریز کرے، کیونکہ اس کی بابت مرفوع اور موقوف کوئی بھی روایت صحیح نہیں ہے۔(ع،س)

(۲۷۳۰)۔ أَخْبـرَنَـا الإِمَـامُ أَبُـو عَـلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ بْنِ بَـامَـوَيْـهِ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ الْفَاكِهِيُّ، بِمَكَّةَ، نَا أَبُو يَحْيَى بْنُ أَبِي مَسَرَّةَ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِءُ، نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، حَدَّثَنِي أَبُو الأَسْوَدِ......

(۲۷۳۰) أخرجه البخاري: ۳۱۱۸

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ ثَامِرٍ، أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ الدُّنْيَا خَضِرَةٌ، وَإِنَّ رِجَالًا يَخُوضُونَ فِي مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ لَهُمُ النَّارُ۔))

نعمان بن ابی عیاش زرقی، خولہ بنت ثامر رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے: ''بلاشبہ دنیا (کا مال) سرسبز ہے اور کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے مال کو بے جا اڑاتے ہیں، ان کے لیے آگ ہے۔''

(59)......بَابُ إِبَاحَةِ مَا يُصَابُ مِنَ الطَّعَامِ بِقَدْرِ الْحَاجَةِ

اگر مال غنیمت میں خورد ونوش کی چیزیں ہاتھ لگیں تو بقدر ضرورت ان میں سے کھانا جائز ہے۔

(٢٧٣١)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا مُسَدَّدٌ، نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ......

أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، قَالَ: كُنَّا نُصِيبُ فِي مَغَازِينَا الْعَسَلَ وَالْعِنَبَ، فَنَأْكُلُهُ، وَلَا نَرْفَعُهُ۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ (نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں) غزوات میں ہمیں شہد اور انگور ہاتھ لگتے تو ہم اسی وقت کھا لیتے اور تقسیم کے لیے اٹھا نہ رکھتے۔

(٢٧٣٢)۔ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، نَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، نَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، نَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ، نَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: أَصَبْتُ جِرَابًا مِنْ شَحْمٍ يَوْمَ خَيْبَرَ، قَالَ: فَالْتَزَمْتُهُ، فَقُلْتُ: لَا أُعْطِي الْيَوْمَ أَحَدًا مِنْ هٰذَا شَيْئًا، قَالَ: فَالْتَفَتُّ، فَإِذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَبَسِّمًا۔

سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ جنگ خیبر میں چربی کی بھری ہوئی ایک کپی مجھے ملی تو میں اسے چھا مار لیا اور کہنے لگا: آج اس میں سے میں کسی کو کچھ نہیں دوں گا، مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ مسکرا رہے تھے۔

(٢٧٣٣)۔ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، نَا مُسْلِمُ بْنُ حَجَّاجٍ، حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ، نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ......

(٢٧٣١) أخرجه البخاري: ٣١٥٤

(٢٧٣٢) أخرجه البخاري: ٣١٥٣، ٤٢١٤، ومسلم: ١٧٧٢

(٢٧٣٣) أخرجه مسلم: ٥٦٥

عَـنْ أَبِـى سَـعِيـدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: لَمْ نَعْدُ أَنْ فُتِـحَـتْ خَيْبَرُ، فَوَقَعْنَا أَصْحَابَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تِلْكَ الْبَقْلَةِ الثُّومِ، وَالـنَّاسُ جِيَاعٌ، فَأَكَلْنَا مِنْهَا أَكْلًا شَدِيدًا، ثُمَّ رُحْـنَـا إِلَى الْـمَسْـجِدِ، فَوَجَدَ رَسُولُ اللّٰهِ صَـلَّـى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرِّيحَ، فَقَالَ: ((مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ الْخَبِيثَةِ، فَلَا يَقْرَبَنَا فِي الْمَسْجِدِ)) فَقَالَ النَّاسُ: حُرِّمَتْ، فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ((يَا أَيُّهَا الـنَّاسُ، إِنَّهُ لَيْسَ بِي مِنْ تَحْرِيمِ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لِي، وَلَكِنَّهَا شَجَرَةٌ أَكْرَهُ رِيحَهَا۔))

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوٹے نہ تھے کہ خیبر کا قلعہ فتح ہو گیا۔ اس روز ہم لوگ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ لہسن پر گرے، لوگ بھوکے تھے، ہم نے اس کو خوب کھایا۔ پھر مسجد میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بو معلوم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اس بدبودار درخت میں سے کھائے وہ مسجد میں ہمارے پاس نہ پھٹکے۔'' لوگ بولے: لہسن حرام ہو گیا، یہ خبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگو! میں وہ چیز حرام نہیں کرتا جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے حلال کیا ہے لیکن لہسن کی بو مجھے بری معلوم ہوتی ہے۔''

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ مال غنیمت میں ہاتھ لگنے والی کھانے پینے کی چیزیں غازیان اسلام کے لیے مال غنیمت تقسیم ہونے سے قبل کھا پی لینا جائز ہے جب تک وہ دار الحرب میں قیام پذیر رہیں، نیز ان اشیاء میں خمس نہیں نکالا جائے گا جس طرح باقی اشیاء میں نکالا جاتا ہے، خورد ونوش کی اشیاء میں یہ اختصاص سنت مطہرہ کی بنا پر ہے جس طرح سنت ہی کی بنا پر سلب مسلمان قاتل کو دے دیا جاتا ہے۔

اکثر اہل علم نے اسی طرح جانوروں کے چارے کے بارے میں رخصت کی بات کی ہے کہ اسے بھی بقدر ضرورت اپنے جانوروں کو کھلایا پلایا جا سکتا ہے اور وہ بھی بمنزلہ طعام کے ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: میرے خیال کے مطابق تو اونٹ، گائے اور بکریاں بھی طعام اور خورد ونوش ہی کی ذیل میں آتے ہیں۔ مجاہدین اسلام جب تک دشمن کے علاقے میں اقامت گزیں ہوں انہیں کام میں لائیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: اگر ان اشیاء کا استعمال ضرورت سے بڑھ کر کیا جائے تو مال غنیمت میں اس کی قیمت جمع کروائی جائے اسی طرح اگر کوئی ایسی ادوایات (ٹانک اور مشروبات) پی لیتا ہے جن کے بغیر گزارہ ہو سکتا ہے اور جو خوراک کی ذیل میں نہیں آتے تو ان کی بھی قیمت امیر المجاہدین کو ادا کی جائے۔

اسی طرح شکرے اور باز کو مال غنیمت میں سے گوشت کھلانے والا اس کی قیمت ادا کرے گا۔

استعمال کنندہ کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ دار الحرب میں مال غنیمت میں سے اسے استعمال کی اجازت دی گئی ہے تو یہ بقدر ضرورت اور بامر مجبوری ہے، وہ تمام چیزیں اس کی ملکیت نہیں ہیں، وہ ان میں سے کسی چیز کو فروخت

کرنے کا مجاز نہیں۔ مال غنیمت میں سے مہمان کھانا تو کھا سکتا ہے بیچ نہیں سکتا، سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمتیں تقسیم ہونے سے پہلے فروخت کرنے سے منع فرمایا۔

(صحیح، ترمذی: ١٥٦٣، ابن ماجہ: ٢١٩٦)

اس بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص خورد ونوش کی اشیاء مال غنیمت میں سے لے کر دار الحرب سے دور لے جاتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اکثر اہل علم کا خیال ہے کہ اسے وہ اشیاء امام وقت کی خدمت میں واپس کرنا ہوں گی اس کے قائل امام ثوری رحمہ اللہ اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا اصح قول بھی یہی ہے لیکن انہوں نے ایک مقام پر یہ بھی کہا کہ جو کچھ وہ اپنے ساتھ لے گیا اس کا واپس کرنا کچھ ضروری نہیں۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں لیکن وہ ساتھ یہ شرط عائد کرتے ہیں کہ ان اشیاء کی تجارت جائز نہیں صرف ان کو اکل وشرب کے کام میں لایا جائے۔

امام مالک رحمہ اللہ قلیل مقدار میں کھانے پینے کی اشیاء کو ساتھ لے جانے کی رخصت دیتے ہیں، مثلاً چند روٹیاں، تھوڑی مقدار میں گوشت وغیرہ، ان کا کہنا ہے کہ اگر تھوڑی مقدار میں خوردونوش کی چیزیں گھر پہنچ کر بھی استعمال کر لی جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

مال غنیمت تقسیم ہونے سے قبل بلاضرورت شرعی اس کو استعمال میں لانا ناجائز ہے یعنی مال غنیمت کی سواری پر سوار نہ ہوا جائے اور نہ کپڑے ہی پہنے جائیں۔ ہاں اگر موقع محل کے اعتبار سے اشد ضرورت ہو تو لے بھی سکتا ہے، مثلاً سخت سردی میں مال غنیمت کا کمبل اوڑھا جا سکتا ہے، سیدنا رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین والے دن فرمایا: ((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلَا يَرْكَبْ دَابَّةً مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِين حَتَّى إِذَا أَعْجَفَهَا رَدَّهَا فِيهِ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلَا يَلْبَسْ ثَوْبًا مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِين حَتَّى إِذَا أَخْلَقَهُ، رَدَّهُ فِيهِ۔)) ......"جس شخص کا اللہ پر اور قیامت پر ایمان ہے، اسے روا نہیں کہ مسلمانوں کی غنیمت میں سے کسی جانور پر سواری کرتا رہے حتی کہ جب اسے لاغر کر ڈالے تو اسے غنیمت میں واپس کر دے۔ اور جس کا اللہ پر اور قیامت پر ایمان ہے اسے جائز نہیں کہ مسلمانوں کی غنیمت میں سے کپڑا پہنے اور جب اسے بوسیدہ کر دے تو اسے اس میں واپس کر دے۔" (حسن صحیح، ابوداود: ٢٧٠٨)

البتہ دوران معرکہ میں جہادی ضرورت کے پیش نظر اسلحہ اور جانور استعمال میں لائے جا سکتے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کا سر اسی کی تلوار سے کاٹا تھا۔ (صحیح، ابوداود: ٢٧٠٩)

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: اگر اٹھائی جانے والی چیز معمولی نوعیت کی ہو تو اٹھانے والا اس سے اکیلا فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔

(60)......بَابُ مَا يُصِيبُ الْكُفَّارُ مِنْ مَالِ الْمُسْلِمِينَ

کفار کسی مسلمان کا مال لے اڑیں (پھر اس کا مالک مال غنیمت میں اپنا مال پالے تو اس کا کیا حکم ہے؟)

(٢٧٣٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ، نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: ذَهَبَتْ فَرَسٌ لَهُ، فَأَخَذَهَا الْعَدُوُّ، فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُونَ، رُدَّ عَلَيْهِ فِي زَمَنِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَقَ عَبْدٌ لَهُ، فَلَحِقَ بِالرُّومِ، فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُونَ، فَرَدَّ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کا ایک گھوڑا بھاگ گیا تو دشمن نے اسے پکڑ لیا، پھر مسلمان ان پر غالب آ گئے تو وہ گھوڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کو واپس دے دیا گیا۔ (ایک اور موقع پر) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک غلام بھاگ گیا اور رومیوں سے جاملا، مسلمان ان پر غالب آئے تو سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یہ ان کو واپس کر دیا اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کا واقعہ ہے۔

شرح: حدیث ہذا میں اس بات کی دلیل ہے کہ کفار اگر مسلمانوں کا مال لے اڑیں اور اس پر قبضہ کر لیں تو وہ اس کے مالک قرار نہیں پائیں گے اور جب مسلمان ان پر غلبہ پا کر اپنا مال واگذار کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو مسلمان اپنے مال کے حقدار قرار پائیں گے خواہ مال غنیمت تقسیم ہو چکا ہو یا نہ، امام شافعی رحمہ اللہ اس بات کے قائل ہیں۔

امام اوزاعی، ثوری اور امام مالک رحمہم اللہ کا کہنا ہے اگر کسی چیز کا مسلمان مالک اپنی چیز کو مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے پالے تو اسے وہ چیز دے دی جائے گی اور اگر اسے مال غنیمت تقسیم ہو جانے کے بعد پائے تو قیمتاً خرید کر اس کا حقدار بن سکتا ہے وگرنہ نہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی اسی موقف کے قائل ہیں۔ یہ حکم ان اشیاء کی بابت ہے جن پر کفار بطور جنگ غالب آئیں۔ رہیں وہ اشیاء جو بھاگ کر ان کی طرف چلی جائیں اور ان کے ہاتھ لگ جائیں مثلاً غلام یا گھوڑا بھاگ جائے تو مال غنیمت میں ملنے کے بعد مالک ہی ان کا حقدار قرار پائے گا، مال غنیمت تقسیم ہو چکا ہو یا نہ۔

تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ کفار غلبہ پانے کی صورت میں آزاد مسلمانوں اور ام ولد لونڈیوں کی گردنوں کے مالک نہیں بنیں گے جبکہ مسلمان کافروں پر غلبہ پانے کی صورت میں ان کی ہر چیز کے مالک قرار پائیں گے۔

(٢٧٣٤) أخرجه البخاري: ٣٠٦٧، ٣٠٦٨

(61)......بَابُ إِخْرَاجِ الْخُمُسِ مِنَ الْغَنِيمَةِ وَبَيَانِ سَهْمِ ذَوِي الْقُرْبٰى

مال غنیمت میں سے خمس نکالنے اور قرابت داروں کے حصے کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ﴾ .... ''جان لو کہ تم جس قسم کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے۔'' (الانفال:۴۱)

اور نبی مکرم ﷺ نے قبیلہ عبدالقیس کے وفد سے فرمایا تھا:''جو تمہیں غنیمت حاصل ہو اس میں سے خمس نکالنا۔'' (صحيح بخاری: ٤٣٦٩، صحيح مسلم: ١٧)

(٢٧٣٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَّالُ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَنَا الرَّبِيعُ، أَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنَا مُطَرِّفُ بْنُ مَازِنٍ، عَنْ مَعْمَرِ بْنِ رَاشِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ......

أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، لَمَّا قَسَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهْمَ ذِي الْقُرْبٰى بَيْنَ بَنِي هَاشِمٍ، وَبَنِي الْمُطَّلِبِ، أَتَيْتُهُ، وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! هَؤُلاءِ إِخْوَانُنَا مِنْ بَنِي هَاشِمٍ لا نُنْكِرُ فَضْلَهُمْ لِمَكَانِكَ الَّذِي وَضَعَكَ اللّٰهُ مِنْهُمْ، أَرَأَيْتَ إِخْوَانَنَا مِنْ بَنِي الْمُطَّلِبِ أَعْطَيْتَهُمْ، وَتَرَكْتَنَا، أَوْ مَنَعْتَنَا، وَإِنَّمَا قَرَابَتُنَا، وَقَرَابَتُهُمْ وَاحِدَةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَمَّا بَنُو هَاشِمٍ، وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ، هَكَذَا)) وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ۔

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے قرابت داروں کے حصے بنو ہاشم اور بنو مطلب میں تقسیم کیے تو میں اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ہمیں اپنے بھائی بنو ہاشم کی فضیلت کا انکار نہیں ہے کہ جو تعلق اور مقام اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے ساتھ دیا ہے سو دیا ہے مگر ہمارے بھائی بنو مطلب، کیا وجہ ہے کہ آپ نے انہیں دیا ہے اور ہمیں چھوڑ دیا ہے (یا ہمیں محروم رکھا ہے) حالانکہ ہماری اور ان کی (آپ کے ساتھ) قرابت داری ایک سی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک شے ہیں بالکل اس طرح۔'' اور آپ نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے کے اندر ڈالیں۔

(٢٧٣٥) أخرجه البخاري: ٣١٤٠

(٢٧٣٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَّالُ، نَاأَبُوالْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالَا: أَنَا أَبُوبَكْرٍ الْحِيرِيُّ، نَا الْأَصَمُّ، أَنَا الرَّبِيعُ، أَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنَا الثِّقَةُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ...... عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، قَالَ: قَسَمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ سَهْمَ ذِي الْقُرْبَى بَيْنَ بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ، وَلَمْ يُعْطِ مِنْهُ أَحَدًا مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ، وَلا بَنِي نَوْفَلٍ شَيْئًا۔

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے قرابت داروں کا حصہ بنو ہاشم اور بنومطلب میں تقسیم فرمایا اور اس میں سے بنوعبدشمس اور بنونوفل کو کچھ نہیں دیا۔

شرح (أَمَّا بَنُوْهَاشِمٍ، وَبَنُوالْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ) ''بنو ہاشم اور بنومطلب ایک شے ہیں'' اس سے مراد وہ مخالفت اور معاونت (حمایتی ہونا) ہے جو بنو ہاشم اور بنومطلب کے درمیان ایام جاہلیت میں پائی گئی تھی۔

فائدہ: اس کی تفصیل یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے چوتھے دادا عبدمناف کی چار اولادیں تھیں: ہاشم، مطلب، نوفل اور عبدشمس۔ ایام جاہلیت میں خاندانی آویزشوں میں بنونوفل اور بنوعبدشمس ایک دوسرے کے حمایتی اور حلیف بن گئے تھے جبکہ بنومطلب نے بنو ہاشم کی تائید ونصرت کی تھی، حتی کہ رسول اللہ ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد جب قریش نے بنو ہاشم کے ساتھ معاہدے کا فیصلہ کیا اور انہیں شعب ابی طالب میں محصور ہونا پڑا تو بنومطلب نے بنو ہاشم کا پورا پورا ساتھ دیا۔ اس کے بعد تو یہ دونوں خاندان معاشرتی اور معاشی طور پر پہلے سے بھی زیادہ باہم مربوط ہو گئے اور مخالفین کی مخالفت میں بھی شدت کا عنصر غالب آ گیا۔ (ع، س)

قریش اور بنوکنانہ نے اس بات پر ایکا کر لیا کہ وہ سب بنو ہاشم اور بنومطلب سے شادی بیاہ اور لین دین کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں رکھیں گے تا آنکہ وہ نبی کریم ﷺ کو ہمارے سپرد کر دیں۔ ایک اور روایت میں بنو ہاشم اور بنومطلب کے اس تعلق کی گہرائی کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ ہم (بنوہاشم اور بنومطلب) جاہلیت اور اسلام میں جدا جدا نہیں ہوئے۔

امام یحیٰ بن معین رحمہ اللہ ان الفاظ کو یوں روایت کیا کرتے تھے: (إِنَّمَا بَنُوْهَاشِمٍ، وَبَنُوالْمُطَّلِبِ سِيٌّ وَاحِدٌ) سین کے ساتھ ''دراصل بنو ہاشم اور بنومطلب یکجان ہیں'' یعنی ان میں اور ان میں ذرہ برابر کوئی فرق نہیں۔ عربی زبان میں ایک دوسرے سے بہت زیادہ اور حیران کن حد تک مشابہت رکھنے والی چیزوں کو هذا سِيٌّ هذا کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ مال غنیمت میں سے خمس نکالا جائے گا اور خمس، خمس کے مستحق افراد کے مابین تقسیم کیا جائے گا جیسا کہ قرآن مجید میں تفصیل موجود ہے اور خمس کے علاوہ باقی چاروں حصے مجاہدین

(٢٧٣٦) أخرجه البخاري: ٣١٤٠، ٣٥٠٢

اسلام میں بانٹ دیے جائیں گے۔ رہی یہ بات کہ (فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ) ''اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ تعالیٰ کا ہے'' اس آیت کریمہ میں خمس کی نسبت اللہ کریم کی طرف کی گئی ہے تو اس کا کیا مطلب ہے؟ اہل علم کا خیال ہے اللہ کا لفظ یہاں بطور تبرک ہے اور یہ نسبت مال غنیمت کے شرف اور مقام و مرتبہ کے اظہار کے لیے ہے، اس آیت کریمہ میں پہلے تو اللہ کریم نے مال غنیمت کی نسبت اور اضافت اپنی طرف فرمائی، بعدازاں اس کے مصارف بیان کیے اور وہ پانچ مصارف ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ابو العالیہ الریاحی نے کہا: اللہ تعالیٰ کے حصے کو کعبۃ اللہ پر خرچ کیا جائے گا جبکہ باقی اہل علم کا موقف ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا حصہ ایک ہی ہے۔ حدیث مذکورہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کو مال غنیمت کے خمس (پانچویں حصے) سے حصہ دیا جائے گا جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى﴾ .... ''اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کا، رسول کا اور (رسول کے) قرابت داروں کا۔ (الانفال:۴۱)

ذوی القربیٰ (رسول اللہ ﷺ کے خاص قرابت داروں) کے حصے کے بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ انہیں حصہ نہیں دیتے تھے اور سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما انہیں حصہ دیا کرتے تھے۔ اور ادھر ایک اثر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان میں ذوی القربیٰ کا حصہ تقسیم کیا کرتے تھے۔ اہل علم کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بھی ذوالقربیٰ کا حصہ موجود ہے اور اسے نکالا جائے گا امام مالک اور امام شافعی رحمہ اللہ اس کے قائل ہیں، اہل رائے کا خیال ہے کہ اب ان کا حصہ ثابت نہیں۔ انہوں نے اب خمس کو تین مدات میں منقسم مانا ہے یعنی یتیموں، مسکینوں اور مسافروں میں۔ بعض اہل علم کا یہ بھی موقف ہے کہ ذوی القربیٰ میں سے ضرورت مندوں، فقیروں (مقروضوں) اور ناداروں کو تو حصہ دیا جائے باقیوں کو نہیں۔

فائدہ: سیدنا جبیر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ ''ذَوِي الْقُرْبٰى'' کی ذیل میں بنو ہاشم اور بنو مطلب دونوں خاندان آتے ہیں جو اقتصادی اور معاشرتی معاملات میں ہر طرح سے ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ تھے۔ (ع،س)

(۲۷۳۷)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَّالُ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَنَا الرَّبِيعُ، أَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ مَطَرٍ الْوَرَّاقِ، وَرَجُلٍ لَمْ يُسَمِّهِ، كِلاهُمَا عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ......

(۲۷۳۷) اسناده ضعيف ......أخرجه ابو داود: ۲۹۸۴

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: لَقِيتُ عَلِيًّا عِنْدَ أَحْجَارِ الزَّيْتِ، فَقُلْتُ لَهُ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، مَا فَعَلَ أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ فِي حَقِّكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ مِنَ الْخُمْسِ؟ فَقَالَ عَلِيٌّ: أَمَّا أَبُو بَكْرٍ، فَلَمْ يَكُنْ فِي زَمَانِهِ أَخْمَاسٌ، وَمَا كَانَ، فَقَدْ أَوْفَانَاهُ وَأَمَّا عُمَرُ، فَلَمْ يَزَلْ يُعْطِينَا حَتَّى جَائَهُ مَالُ السُّوسِ، وَالأَهْوَازِ، أَوْ قَالَ: الأَهْوَازِ، أَوْ قَالَ: فَارِسَ- شَكَّ الشَّافِعِيُّ- فَقَالَ فِي حَدِيثِ مَطَرٍ، أَوْ فِي حَدِيثِ الآخَرِ، فَقَالَ: فِي الْمُسْلِمِينَ خَلَّةٌ، فَإِنْ أَحْبَبْتُمْ تَرَكْتُمْ حَقَّكُمْ، فَجَعَلْنَاهُ فِي خَلَّةِ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى يَأْتِينَا مَالٌ، فَأُوَفِّيكُمْ حَقَّكُمْ مِنْهُ، فَقَالَ الْعَبَّاسُ لِعَلِيٍّ: لا تُطْمِعْهُ فِي حَقِّنَا، فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَبَا الْفَضْلِ، أَلَسْنَا أَحَقَّ مَنْ أَجَابَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ وَرَفَعَ خَلَّةَ الْمُسْلِمِينَ، فَتُوُفِّيَ عُمَرُ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُ مَالٌ، فَيَقْضِينَاهُ وَقَالَ الْحَكَمُ فِي حَدِيثِ مَطَرٍ، وَالآخَرِ إِنَّ عُمَرَ قَالَ: لَكُمْ حَقٌّ، وَلا يَبْلُغُ عِلْمِي إِذَا كَثُرَ أَنْ يَكُونَ لَكُمْ كُلُّهُ، فَإِنْ شِئْتُمْ أَعْطَيْتُكُمْ بِقَدْرِ مَا أَرَى لَكُمْ، فَأَبَيْنَا عَلَيْهِ إِلَّا كُلَّهُ، فَأَبَى أَنْ يُعْطِينَا كُلَّهُ۔

جناب عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ احجار زیت (مقام) کے پاس میری ملاقات سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو میں نے ان سے دریافت کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! خمس میں تم اہل بیت کے حق کے متعلق سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما نے کیا طرز عمل اختیار کیا تھا؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مال غنیمت کے خمس کے باقاعدہ پانچ حصے تو نہیں کیے جاتے تھے، بہرحال جو کچھ ہوتا وہ ہمیں ہمارا حصہ مکمل عنایت کردیتے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو مسلسل ہمیں دیتے رہے حتی کہ آپ کے پاس سوس اور اہواز کے علاقے سے مال غنیمت آیا یا کہا کہ اہواز کے علاقے سے آیا یا راوی نے سوس کے علاقے کا نام لیا۔ یہ شک امام شافعی رحمہ اللہ کو ہے۔ مطرالوراق راوی کی حدیث میں یا کسی دوسرے راوی کی حدیث میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مسلمان سخت غربت اور بدحالی کا شکار ہیں، اگر تم (نبی کے قرابت دار) اپنے حق سے دستکش ہونا پسند کرو تو ہم اس سے مسلمانوں کی ضرورت پوری کرلیں، تاآنکہ ہمارے پاس (کسی اور طرف سے) مال آجائے تو ہم اس سے تمہارا حق پورا ادا کردیں گے۔ اس پر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اے علی! اے ابوالفضل! کیا ہم اس بات کے زیادہ حقدار نہیں کہ امیر المؤمنین کی بات مانیں؟ اور مسلمانوں کی ضرورت کا خیال کریں، پھر وہ مال مسلمانوں کی ضرورت میں خرچ کردیا گیا) پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ وفات پا گئے قبل اس کے کہ ان کے پاس کہیں سے مال آتا اور وہ اس میں سے ہمارے

حق کی ادائیگی کرتے۔

مطر الوراق اور اس کے ساتھی کی بیان کردہ روایت میں ہے کہ جناب حکم نے بیان کیا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: (یہ خمس) تمہارا حق ہے، لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ اگر یہ کثیر تعداد میں ہو پھر بھی تمہیں سارے کا سارا دیا جائے گا، اگر تم چاہو تو میں تمہیں صرف اسی قدر دے دوں جتنا تمہارے لیے مناسب خیال کروں، ہم نے پورا حصہ لینے پر ان سے اصرار کیا اور وہ مکمل حصہ نہ دینے پر مصر رہے۔

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث مبارکہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی ذوی القربیٰ کا حصہ برقرار ہے (اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صاف صاف ان کے حق کو تسلیم کیا) اس سے ان لوگوں کا رد ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بطور نصرت اور معاونت کے دیتے تھے اور آپ کے بعد یہ نصرت ومعاونت اور عطیہ منقطع ہو گیا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء نے آپ کی وفات کے بعد بھی اس سلسلے کو جاری رکھا اور انہیں اس مد سے نوازتے رہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں پر صدقہ حرام ہے اور اس کے عوض انہیں اس مد سے دیا جائے گا۔

جس طرح صدقہ لینا ان پر قیامت تک کے لیے حرام ہے تو اس کا عوض اور بدل ان پر قیامت تک حلال ہے۔ آپ نے انہیں قرابت کی بنیاد پر دیا تھا تو جس طرح وراثت کے احکام قیامت تک جاری ہیں اس طرح قرابت کے احکام بھی جاری رہیں گے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس مد کو میراث ہی کے ساتھ ملایا ہے اور کہا ہے کہ دور نزدیک سب قرابت داروں کو اس سے دیا جائے گا، نیز اہل بیت میں خوشحال اور بدحال، آسودہ حال اور مفلس وقلاش کا فرق روا نہیں رکھا جائے گا بلکہ سب کو نوازا جائے گا، مرد کو دو حصے اور عورت کو ایک حصہ۔ انہوں نے اس موقف کی دلیل اس بات سے اخذ کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو اس مد سے عنایت فرمایا تھا حالانکہ ان کے پاس مال ودولت کی کثرت اور فراوانی تھی جس کی بنا پر وہ بنو مطلب کے کافی سارے افراد کی کفالت کرتے تھے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کو جو کچھ دیا قرابت کی بنیاد پر دیا نہ کہ غربت وافلاس کے پیش نظر۔ اس بات کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ آپ مال غنیمت کی تقسیم میں یہ اصول پیش نگاہ رکھتے تھے کہ معرکے میں حاضر ہر شخص کو حصہ دیتے قطع نظر اس بات کے کہ وہ امیر ہو یا غریب، یعنی حاضری اور موجودگی کو بنیاد بناتے۔ اسی طرح وارث، وراثت کا حقدار ہوتا ہے تو نگر ہو یا نادار بعینہ اسی طرح آپ سے قرابت اور تعلق داری کا شرف

رکھنے والا ہر فرد اس مد سے حاصل کرے گا آسودہ حال ہو یا بدحال۔

(62)......بَابُ حُكْمِ الْفَيْءِ

مال فے کا حکم

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ﴾ .... ''اور ان کا جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ہاتھ لگایا ہے جس پر نہ تو تم نے اپنے گھوڑے دوڑائے ہیں اور نہ اونٹ۔'' (الحشر: ٦)

کہا جاتا ہے: وَجِيْفُهَا یعنی سواری کے چلنے کی تیزی اور سرعت عربی کے جملے أَوْجَفَهَا رَاكِبُهَا اِيْجَافًا کا معنی ہے سوار نے اپنی سواری کو سرپٹ دوڑایا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ﴾ .... ''(بہت سے) دل اس دن دھڑکتے ہوں گے۔'' (النازعات: ٨) یعنی قیامت کے اہوال اور شدائد سے دھک دھک کرتے ہوں گے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى﴾ .... ''بستیوں والوں کا جو (مال) اللہ تعالیٰ تمہارے لڑے بھڑے بغیر اپنے رسول کے ہاتھ لگائے۔'' (الحشر: ٧)

نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً م بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ﴾ .... ''تا کہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھ میں ہی یہ مال گردش کرتا نہ رہ جائے۔'' (الحشر: ٧)

(أَلدُّوْلَةُ) سے مراد ہر وہ چیز ہے جو مال کے عوض حاصل کی جا سکتے نیز (أَلدَّوْلَةُ) سے مراد تنگی اور بدحالی کی حالت سے نکل کر آسودگی، خوشحالی اور ایسی حالت میں پہنچ جانا ہے جو قابل رشک اور باعث صد افتخار ہو۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ .... ''ہم ان دنوں کو لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔'' (آل عمران: ١٤٠)

"أَدَالَ اللّٰهُ فُلَانًا مِنْ فُلَان" کا معنی ہے: اللہ کریم نے فلاں کو فلاں پر غلبہ عطا فرمایا ہے۔ غالب اور کامیاب شخص کو أَلْمُدَالُ کہا جاتا ہے۔ لفظ أَلدُّوْلَةِ کی جمع دُوَلٌ اور دُوْلَاتٌ آتی ہے۔

(٢٧٣٨)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرَوِيُّ، نَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ......

عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، قَالَ: بَيْنَمَا

سیدنا مالک بن اوس بن حدثان بیان کرتے ہیں کہ میں

(٢٧٣٨) أخرجه البخاري: ٤٠٣٤

أَنَا جَالِسٌ فِي أَهْلِي حِينَ مَتَعَ النَّهَارُ، إِذَا رَسُولُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَأْتِينِي، فَقَالَ: أَجِبْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ حَتَّى أَدْخُلَ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلَى رِمَالِ سَرِيرٍ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ، مُتَّكِءٌ عَلَى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ جَلَسْتُ، فَقَالَ: يَا مَالِ، إِنَّهُ قَدْ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ قَوْمِكَ أَهْلُ أَبْيَاتٍ، وَقَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ بِرَضْخٍ، فَأَقْبِضْهُ، فَأَقْسِمْهُ بَيْنَهُمْ قُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، لَوْ أَمَرْتَ بِهِ غَيْرِي؟ قَالَ: اقْبِضْهُ أَيُّهَا الْمَرْءُ فَبَيْنَمَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَهُ، أَتَاهُ حَاجِبُهُ يَرْفَأُ، فَقَالَ: هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَالزُّبَيْرِ، وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ يَسْتَأْذِنُونَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمْ، فَدَخَلُوا، فَسَلَّمُوا وَجَلَسُوا، ثُمَّ جَلَسَ يَرْفَأُ يَسِيرًا، ثُمَّ قَالَ: هَلْ لَكَ فِي عَلِيٍّ، وَعَبَّاسٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمَا، فَدَخَلَا، فَسَلَّمَا، فَجَلَسَا، فَقَالَ عَبَّاسٌ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، اقْضِ بَيْنِي، وَبَيْنَ هَذَا، وَهُمَا يَخْتَصِمَانِ فِيمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ بَنِي النَّضِيرِ، فَقَالَ الرَّهْطُ عُثْمَانُ، وَأَصْحَابُهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! اقْضِ بَيْنَهُمَا، وَأَرِحْ أَحَدَهُمَا مِنَ الْآخَرِ، قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: تَيْدَكُمْ، أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ، وَالْأَرْضُ، هَلْ تَعْلَمُونَ

اپنے گھر والوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا جبکہ دن چڑھ آیا تھا کہ اتنے میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قاصد میرے پاس آیا اور کہنے لگا: امیر المؤمنین کی بات سنیے، میں اس کے ساتھ ہو لیا حتی کہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ ایک کھری چارپائی پر بیٹھے تھے۔ اس پر کوئی بچھونا نہیں تھا، وہ چمڑے کے ایک تکیے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں سلام عرض کیا اور گیا، انہوں نے کہا: اے مالک! تیری قوم کے کچھ لوگ اپنے اہل وعیال سمیت آہستہ آہستہ چلے میرے پاس پہنچے ہیں، میں نے ان کے لیے کسی قدر مال اور عطیات کا کہہ دیا ہے، اسے لے لو اور ان میں تقسیم کردو، میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! اگر آپ یہ کام میرے سوا کسی اور سے کہہ دیں (تو بہتر رہے) انہوں نے کہا: اے شخص! تم ہی اسے لو۔ میں ابھی ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ان کا دربان (خادم) یرفا آ گیا، اس نے کہا: عثمان، عبدالرحمان بن عوف، زبیر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم آپ سے ملنے کی اجازت طلب کررہے ہیں، تو انہوں نے کہا: ہاں، اور ان کے لیے اجازت دے دی اور وہ اندر آئے، انہوں سلام کیا اور بیٹھ گئے، یرفا تھوڑی دیر بیٹھا (پھر ان کے پاس آیا) اور کہا: عباس اور علی رضی اللہ عنہما آئے ہیں، آپ نے کہا: ہاں! اور ان دونوں کے لیے اجازت دے دی تو وہ بھی اندر آ گئے، انہوں نے سلام کہا اور بیٹھ گئے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المؤمنین میرے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے درمیان فیصلہ کردیں۔ ان دونوں کا جھگڑا بنو نضیر کی اس زمین کے متعلق تھا جسے اللہ نے اپنے رسول کو بطور مال فے عطا فرمایا تھا۔

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ؟)) يُرِيدُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسَهُ، قَالَ الرَّهْطُ: قَدْ قَالَ ذٰلِكَ، فَأَقْبَلَ عُمَرُ عَلَى عَلِيٍّ، وَعَبَّاسٍ، فَقَالَ: أَنْشُدُكُمَا اللّٰهَ، أَتَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ ذٰلِكَ؟ قَالَ عُمَرُ: فَإِنِّي أُحَدِّثُكُمْ عَنْ هٰذَا الْأَمْرِ: إِنَّ اللّٰهَ قَدْ خَصَّ رَسُولَهُ فِي هٰذَا الْفَيْءِ بِشَيْءٍ لَمْ يُعْطِ أَحَدًا غَيْرَهُ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ﴾.... إِلَى قَوْلِهِ: ﴿قَدِيرٌ﴾ فَكَانَتْ هٰذِهِ خَالِصَةً لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاللّٰهِ! مَا احْتَازَهَا دُونَكُمْ، وَلا اسْتَأْثَرَ بِهَا عَلَيْكُمْ، قَدْ أَعْطَاكُمُوهُ، وَبَثَّهَا فِيكُمْ حَتَّى بَقِيَ مِنْهَا هٰذَا الْمَالُ، فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هٰذَا الْمَالِ، ثُمَّ يَأْخُذُ مَا بَقِيَ، فَيَجْعَلُهُ مَجْعَلَ مَالِ اللّٰهِ، فَعَمِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ حَيَاتَهُ، أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُونَ ذٰلِكَ؟ قَالُوا: نَعَمْ، ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ، وَعَبَّاسٍ: أَنْشُدُكُمَا هَلْ تَعْلَمَانِ ذٰلِكَ؟ قَالَ عُمَرُ: ثُمَّ تَوَفَّى اللّٰهُ نَبِيَّهُ ﷺ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَبَضَهَا أَبُو بَكْرٍ، فَعَمِلَ فِيهَا بِمَا عَمِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

اہل مجلس میں سے سیدنا عثمان اور ان کے رفقاء نے کہا: اے امیر المؤمنین! ان کا فیصلہ کردیں اور ایک کو دوسرے سے راحت دیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ذرا ٹھہرو (پھر گویا ہوئے) میں تمہیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''ہم (انبیاء) کا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو بھی چھوڑ جائیں، صدقہ ہوتا ہے؟'' ان الفاظ سے رسول اللہ ﷺ اپنی ذات اقدس کو مراد لے رہے تھے۔اس جماعت نے کہا: واقعی آپ ﷺ نے ایسا کہا ہے، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: میں تم دونوں کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ہے؟ اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اب میں تمہیں اس معاملے کی تفصیل بیان کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مال فے کے سلسلہ میں ایک خصوصیت عطا فرمائی تھی جو آپ کے علاوہ کسی کو عطا نہیں کی گئی، پھر انہوں نے آیت تلاوت کی: ﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾.... ''اور ان کا جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف پھیر دیا ہے اس پر تم نے نہ تو گھوڑے دوڑائے ہیں اور نہ اونٹ، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو جس پر چاہے غالب کردیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' (حشر: ٦) پس یہ اموال خالص اللہ کے رسول ﷺ کے لیے تھے، اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے تم لوگوں کو چھوڑ

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ لَصَادِقٌ فِيهَا ، بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ، ثُمَّ تَوَفَّى اللّٰهُ أَبَا بَكْرٍ ، فَكُنْتُ أَنَا وَلِيَّ أَبِي بَكْرٍ ، فَقَبَضْتُهَا سَنَتَيْنِ مِنْ إِمَارَتِي أَعْمَلُ فِيهَا بِمَا عَمِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَمَا عَمِلَ فِيهَا أَبُو بَكْرٍ ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنِّي فِيهَا لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ، ثُمَّ جِئْتُمَانِي تُكَلِّمَانِي ، وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ ، وَأَمْرُكُمَا وَاحِدٌ ، جِئْتَنِي يَا عَبَّاسُ! تَسْأَلُنِي نَصِيبَكَ مِنِ ابْنِ أَخِيكَ ، وَجَاءَ نِي هٰذَا ، يُرِيدُ عَلِيًّا ، يُرِيدُ نَصِيبَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا ، فَقُلْتُ لَكُمَا: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ)) فَلَمَّا بَدَا لِي أَنْ أَدْفَعَهُ إِلَيْكُمَا ، قُلْتُ: إِنْ شِئْتُمَا ، دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا عَلَى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللّٰهِ ، وَمِيثَاقَهُ لَتَعْمَلانِ فِيهَا بِمَا عَمِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَبِمَا عَمِلَ فِيهَا أَبُو بَكْرٍ ، وَبِمَا عَمِلْتُ فِيهَا مُنْذُ وَلِيتُهَا ، فَقُلْتُمَا: ادْفَعْهَا إِلَيْنَا ، فَبِذَلِكَ دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا ، فَأَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ ، هَلْ دَفَعْتُهَا إِلَيْهِمَا بِذَلِكَ؟ قَالَ الرَّهْطُ: نَعَمْ ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ ، وَعَبَّاسٍ ، فَقَالَ: أَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ ، هَلْ دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا بِذَلِكَ؟ قَالا: نَعَمْ ، قَالَ: فَتَلْمِسَانِ مِنِّي قَضَاءً غَيْرَ ذَلِكَ ، فَوَاللّٰهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالأَرْضُ! لا أَقْضِي فِيهَا غَيْرَ ذَلِكَ ، فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا ، فَادْفَعَاهَا

کر اپنے لیے مختص نہیں کر لیے، نہ تمہارے بغیر خود ہی رکھ لیے تھے یقیناً آپ ﷺ نے اس مال سے تمہیں عطا فرمایا اور تمہارے اندر ان کو تقسیم کیا یہاں تک کہ یہ مال بچ گیا، آپ ان میں سے اپنے گھر والوں کا ایک سال کا خرچ رکھ لیا کرتے تھے اور باقی ماندہ کو دیگر اموال کی طرح اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے، نبی کریم ﷺ اپنی پوری زندگی اسی طرح کرتے رہے، میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم لوگ یہ جانتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں، پھر انہوں نے سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کیا تمہیں یہ معلوم ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو فوت کر لیا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کا ولی (ان کی طرف سے معاملے کا ذمہ دار) ہوں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس مال کو اپنی تحویل میں لے لیا اور اس میں وہی کچھ کرتے رہے جو اللہ کے رسول ﷺ کرتے رہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ اس مسئلے میں سچے، ہدایت یافتہ اور حق کی پیروی کرنے والے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فوت کر لیا۔ تو میں ابوبکر کا خلیفہ ہوں، میں نے اپنی خلافت و امارت کے دو سال اس کا انتظام و انصرام کیا اور اس میں وہی کچھ کیا جو اپنے زمانہ میں اللہ کے رسول ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کرتے رہے اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس معاملے میں سچا، ہدایت پر اور حق کی اتباع کرنے والا ہوں، پھر تم دونوں میرے پاس آئے، تمہاری بات ایک تھی اور تمہارا مسئلہ بھی ایک تھا، اے عباس! آپ اس غرض سے آئے کہ اپنے بھتیجے سے اپنا حصہ الگ کرنے کا

إِلَيَّ، فَأَنَا أَكْفِيكُمَاهَا۔

مطالبہ کرتے ہو اور یہ یعنی سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ (فاطمہ رضی اللہ عنہا) کا حصہ اپنے باپ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی وراثت سے مانگنے کے لیے آئے، میں نے تم دونوں سے کہا: یقیناً اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے پھر جب میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں وہ حصہ تم دونوں کے حوالے کر دوں تو میں نے کہا: اگر تم چاہتے ہو تو یہ زمین میں تم دونوں کے سپرد کر دیتا ہوں لیکن تمہیں اللہ کا عہد یاد دلاتا ہوں کہ تم اس میں وہی کرو گے جو اللہ کے رسول، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور خلافت سنبھالنے کے بعد اب تک جو کچھ میں نے کیا، تو تم دونوں نے کہا: اس اراضی کو ہمارے سپرد کر دیجئے، چنانچہ اس شرط پر میں نے اس زمین کو تمہارے سپرد کر دیا، میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا میں نے وہ زمین اسی شرط پر ان کے سپرد نہیں کی تھی؟ حاضرین کی جماعت نے کہا، جی ہاں، پھر وہ سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں: کیا میں نے وہ زمین اسی شرط پر تمہارے حوالے نہیں کی تھی؟ دونوں نے کہا: جی ہاں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اب کیا تم سابقہ فیصلے کے خلاف مجھ سے کسی اور فیصلے کے خواہاں ہو؟ اس اللہ کی قسم جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں! ان اموال میں ان کے سوا کوئی اور فیصلہ نہیں کروں گا۔ اگر تم ان کا انتظام وانصرام کرنے سے عاجز آ گئے ہو تو مجھے واپس کر دو، میں تمہیں کافی ہو جاؤں گا۔

شرح امام ابوداود سجستانی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں یہ روایت بیان کی تو تبصرہ کرتے ہوئے کہا: ان دونوں حضرات کا سوال یہ تھا کہ اس کا انتظام باقاعدہ طور پر ان دونوں کے مابین آدھا آدھا کر دیا جائے، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے

کہا: میں اس مال پر تقسیم کا نام نہیں آنے دوں گا، علامہ ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ نے کہا: امام ابو داؤد رحمہ اللہ کا تبصرہ کس قدر خوبصورت اور جچا تلا ہے، نفس حدیث سے بھی امام ابو داؤد رحمہ اللہ کے تبصرے کی تائید ہوتی ہے، مثلاً سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ: ''تم دونوں میرے پاس آئے تم دونوں متفق تھے اور تمہاری بات بھی ایک تھی'' سے خوب واضح ہوتا ہے کہ ان دونوں بزرگوں کا جھگڑا نگرانی، نگہداشت اور انتظام و انصرام کے متعلق تھا (وگرنہ یہ بات نہیں تھی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے لاعلم تھے) دراصل ہر ایک کا یہ مطالبہ تھا کہ زمین کی دیکھ بھال کے معاملات میں اسے تنہا کر دیا جائے تاکہ ہر کوئی بے روک ٹوک اپنے معاملات سرانجام دے سکے، ان دونوں بزرگوں کا مطالبہ قطعاً اس نوعیت کا نہیں تھا کہ بنونضیر سے بطور رفے ملنے والی اراضی کو وراثتاً ان دونوں کے مابین تقسیم کر دیا جائے اور وہ جگہ ان کی ذاتی جائداد اور ملکیت قرار پائے جب کہ انہوں نے اس کا وقف ہونا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تسلیم کر رکھا تھا، یہ کیونکر ہوسکتا ہے جبکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ انہیں اللہ کی قسم دے کر کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''ہمارا کوئی وارث نہیں، جو کچھ ہم چھوڑ جائیں، وہ سب صدقہ ہوتا ہے۔'' اور وہ دونوں اس فرمان نبوی کو مان رہے ہیں، نیز ارباب حل وعقد کی ایک جماعت تشریف فرما ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی سچائی پر شہادت کناں ہے، یہ ساری باتیں امام ابو داؤد رحمہ اللہ کے تبصرے کی حقانیت پر شاہد عدل ہیں۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: سیدنا مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم دونوں چاہتے ہو کہ میں تم میں سے ہر ایک کو آدھی آدھی زمین دے دوں؟ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس استفسار کے متعلق امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس مال پر تقسیم کا نام نہیں آنے دیتے تھے۔ ان کے پیش نظر صدقہ کے مال میں احتیاط کا پہلو تھا کیونکہ تقسیم اور حصے داری کا معاملہ ذاتی جائیدادوں میں ہوتا ہے اوقاف میں نہیں، وراثتی جائیدادوں میں تو من مرضی کے تصرفات ہوتے رہتے ہیں، اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ وہ اراضی ان کے مابین آدھی آدھی تقسیم کر دیتے تو زیادہ منتظم اور نگران ہونے کی صورت میں اس بات کا قوی اندیشہ رہتا کہ کچھ وقت گزرنے کے بعد بالخصوص ان دو بزرگوں سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کی وفات پا جانے کے بعد اسے ملکیتی زمین سمجھ لیا جاتا۔ بہت ممکن ہے بعد والی نسلیں اصل حقیقت حال سے نابلد رہتے ہوئے یا دین وتقویٰ اور علم نافع سے محرومی کی بنا پر اس پر قابض ہو جاتیں۔ ان سارے خدشات کے پیش نظر یہی بات اولیٰ تھی کہ ان اموال کو جوں کا توں رہنے دیا جاتا اور بغیر کسی تقسیم کے مشترک انتظام ہی چلتا رہنے دیا جاتا تاکہ بعد میں آنے والوں کے لیے اس جائیداد کو بطور وراثت لے لینے کا کوئی امکان موجود نہ رہے۔

مروی ہے کہ اس زمین پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ غالب آ گئے پھر وہ اپنی زندگی میں اس کے منتظم رہے۔ ان کے بعد سیدنا

حسن، پھر سیدنا حسین رضی اللہ عنہما پھر حسین بن علی پھر علی بن حسین اور حسن بن حسن باری باری اس کے منتظم رہے، پھر زید بن حسن رحمہ اللہ علیہ اس کے منتظم رہے۔ (دوسو ہجری تک معاملہ اسی طرح چلتا رہا، بعدازاں احوال بدل گئے)

(حِيْنَ مَتَعَ النَّهَارُ) ''جب دن چڑھا اور بلند ہوا'' أَلْمَانِعْ کا معنی ہے: طویل، أَمْتع اللّٰهُ بِكَ کا معنی ہے: اللہ آپ کے وجود کو دیر تک نفع مند بنائے رکھے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ﴾ .... ''اچھا یہ بھی بتاؤ کہ اگر ہم نے انہیں کئی سال بھی فائدہ اٹھانے دیا۔'' (الشعراء: ۲۰۵)

یعنی ہم نے انہیں لمبی عمریں دیں اور وہ دنیاوی مال واسباب سے خوب فائدہ اٹھاتے رہے۔

(وَهُوَ جَالِسٌ عَلٰى رِمَالِ سَرِيْرٍ) ''ایسی چارپائی جو بان سے بنی ہوئی تھی۔''

(يَـــا مَـــالِ) باوقار آدمی کو اس کے نام سے یا اس کے نام کو مخفف (مرخم) کر کے بھی پکارا جاسکتا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مالک کو مال کہہ کر پکارا جس طرح اہل عرب حارث کو یا حار کہہ کر پکارتے ہیں اور جیسے کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ﴾ .... ''اور پکار پکار کر کہیں گے: اے مالک! تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کردے۔'' (الزخرف: ۷۷)

(تَيْـدَكُمْ) ''سکون کے ساتھ، ٹھہر ٹھہر کر'' اس لفظ کا اصل ماخذ أَلتَّـوْدَةُ ہے جس کا معنی ہے: تحمل، حوصلہ وقار اور آہستگی۔ مطلب ہے سکون واطمینان کو لازم پکڑو، یہ باب تاد تادا سے ہے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جو لفظ بولا وہ دراصل یوں ہے: تأدکم پھر ہمزہ کو ی میں بدل گیا ہے۔

(اِنَّ اللّٰهَ قَدْ خَصَّ رَسُوْلَهُ فِي هَذَا الْفَيْءِ بِشَيْءٍ لَمْ يُعْطِ أَحَدًا) ''اللہ تعالیٰ نے مال فے میں اپنے رسول کے لیے ایک خصوصیت عطا فرمائی تھی جو عام لوگوں میں سے کسی کو عطا نہیں کی گئی۔''

ان الفاظ میں اس بات کی دلیل ہے کہ مال فے کے پانچ حصوں میں سے چار حصے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کے لیے خاص تھے۔ آپ کی وفات کے بعد ان کا مصرف کیا ہونا چاہیے اس بارے میں اختلاف ہے، بعض اہل علم کا خیال ہے کہ یہ حصہ آپ بطور مسلمانوں کے حکمران کے لیتے تھے لہٰذا اب جو حکمران ہوں وہ لیں۔ اسی طرح مال غنیمت کے خمس کا معاملہ ہے، اس کی دلیل سیدنا ابوالطفیل سے مروی روایت ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو جو رزق (ذریعہ معاش) دیا ہے، یہ اس کے لیے ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس ذمہ داری کو سنبھالے۔''

اس بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قول ہیں ایک تو یہ کہ اس مال کو مسلمان مجاہدین کے درمیان تقسیم کردیا جائے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ حصہ اس لیے لیتے تھے کہ آپ کے وجود مسعود کا دشمن پر ایک رعب اور دبدبہ تھا، اعداء آپ سے خوف زدہ اور پر ہیبت رہتے تھے اور اب یہ کام مسلم فوج کر رہی ہے، دشمن ان کی موجودگی سے لرزہ براندام رہتا ہے لہٰذا

یہ حصہ انہیں ہی ملنا چاہیے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس حصہ کو مفاد عامہ میں خرچ کر دیا جائے اور اس کا آغاز مسلمان مجاہدین سے کرنا چاہیے، ان کی ضروریات پوری ہو جانے کے بعد پھر مرحلہ وار اہمیت کے حامل مصارف میں خرچ کر دیا جائے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس حصے کو ذاتی مصرف میں لاتے تو اس کی وجہ آپ کا خصوصی شرف اور مقام و مرتبہ ہے۔ اب کسی بھی حکمران کو وہ عزت وتوقیر اور فضیلت حاصل نہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ اور امتیاز تھا، لہٰذا اسے مفاد عامہ میں خرچ کیا جائے، جیسا کہ مال غنیمت میں سے خصوصی حصہ (اَلصَّفِيّ) لے لینا آپ کا خاصہ اور امتیاز تھا، صفی یہ ہوتا ہے کہ مال غنیمت میں خمس نکالنے سے پہلے کوئی چیز اپنے لیے پسند کر کے اسے الگ کر لیا جائے، مثلاً غلام، لونڈی، گھوڑا، تلوار، وغیرہ۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور حکمران کے لیے صفی رکھنے کی اجازت نہیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے (كَانَتْ صَفِيَّةُ مِنَ الصَّفِيِّ) ''سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا خاص حصے میں سے تھیں۔'' (صحیح، ابوداود: ۲۹۹۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص حمیدہ میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کا حصہ ہر مال غنیمت سے نکالا جاتا جس طرح شریک معرکہ کا حصہ لگایا جاتا ہے، آپ اس جنگ میں بنفس نفیس شریک ہوئے ہوں یا نہ، امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: مال فے کے چار حصے مسلمانوں کے مصالح میں خرچ ہوں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں بھی اسی طرح ہوتا تھا۔ مال فے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتا تھا۔

(۲۷۳۹)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ الطَّاهِرِيُّ، أَنَا جَدِّي عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْبَزَّازُ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَكَرِيَّا الْعُذَافِرِيُّ، أَنَا إِسْحَاقُ الدَّبَرِيُّ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ......

عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، يَقُولُ: مَا عَلَى وَجْهِ الأَرْضِ مُسْلِمٌ إِلَّا لَهُ فِي هَذَا الْفَيْءِ حَقٌّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم۔

سیدنا مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا: زمین کی پشت پر رہنے والے ہر مسلمان کا اس مال فے میں حق ہے سوائے غلاموں کے۔

(۲۷۴۰)۔ وَأَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ الطَّاهِرِيُّ، أَنَا جَدِّي عَبْدُ الصَّمَدِ الْبَزَّازُ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَكَرِيَّا الْعُذَافِرِيُّ، أَنَا إِسْحَاقُ الدَّبَرِيُّ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ......

(۲۷۳۹) سنده ضعيف ...... أخرجه الامام الشافعي فى المسند: ۱۵۰۱، وعبد الرزاق فى المصنف: ۲۰۰۳۹

(۲۷۴۰) صحيح موقوف ......أخرجه الامام الشافعي فى المسند: ۱۵۰۲، وعبد الرزاق فى المصنف: ۲۰۰۴۰

عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، قَالَ: قَرَأَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ﴾ حَتَّى بَلَغَ ﴿عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ [التوبة: ٦٦]، فَقَالَ: هَذِهِ لِهَؤُلَاءِ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ﴾ حَتَّى بَلَغَ: ﴿وَابْنِ السَّبِيلِ﴾ [الْأَنْفَال: ٤١]، ثُمَّ قَالَ: هَذِهِ لِهَؤُلَاءِ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى﴾ حَتَّى بَلَغَ: ﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ﴾ [الْحَشْر ٧- ١٠]، ثُمَّ قَالَ: هَذِهِ اسْتَوْعَبَتِ الْمُسْلِمِينَ عَامَّةً، فَلَئِنْ عِشْتُ، فَلَيَأْتِيَنَّ الرَّاعِيَ وَهُوَ بِسَرْوِ حِمْيَرَ نَصِيبُهُ مِنْهَا لَمْ يَعْرَقْ فِيهَا جَبِينُهُ۔

سیدنا مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کریمہ ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ، فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ .... ”صدقے صرف فقیروں کے لیے ہیں اور مسکینوں کے لیے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لیے اور ان کے لیے جن کے دل پر چائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور راہر و مسافروں کے لیے، فرض ہے اللہ کی طرف سے، اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔“ (سورۂ توبہ: ٦٠) تلاوت کی اور کہا: اس آیت میں تو ان لوگوں کا تذکرہ ہے پھر یہ آیت ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ .... ”جان لو کہ تم جس قسم کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں اور مسکینوں کا اور مسافروں کا۔“ (الانفال: ٤١) پڑھی اور کہا: اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے، اس کے بعد سورۂ حشر کی آیت ﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۔ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۔ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ .... ”بستیوں والوں کا جو (مال) اللہ تعالیٰ

تمہارے لڑے بھڑے بغیر اپنے رسول کے ہاتھ لگائے وہ
اللہ کا ہے اور رسول کا، قرابت والوں کا، یتیموں مسکینوں کا
اور مسافروں کا ہے تا کہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھ
میں ہی یہ مال گردش کرتا نہ رہ جائے اور تمہیں جو کچھ رسول
دے لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے
ڈرتے رہا کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا
ہے۔(الحشر: ۷) (فے کا مال) ان مہاجر مسکینوں کے
لیے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال
دیئے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا مندی کے
طلب گار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مدد
کرتے ہیں یہی راست باز لوگ ہیں اور (ان کے لیے)
جنہوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ) اور ایمان میں ان
سے پہلے جگہ بنا لی ہے اور اپنی طرف ہجرت کر کے آنے
والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا
جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے بلکہ
خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت
حاجت ہو (بات یہ ہے) کہ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے
بچایا گیا وہی کامیاب (اور بامراد) ہے۔ اور (ان کے لیے
جو ان کے بعد آئیں)۔ (الحشر: ۷تا۱۰) تلاوت کی اور کہا:
یہ (آخری) آیت تمام مسلمانوں کو شامل ہے۔ اگر میں زندہ
رہا تو سرو حمیر مقام کے چرواہے کو (مال فے سے) اس کا
حصہ مل کر رہے گا حالانکہ مال فے کے جمع کرنے میں ان
کی پیشانی پر پسینہ تک نہیں آیا۔

شرح سیدنا مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دن سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مال فے کا ذکر کیا اور کہا: اس مال کا میں تم سے زیادہ حقدار نہیں ہوں اور نہ ہم میں سے کوئی ایک دوسرے پر زیادہ حق رکھتا ہے،

سوائے اس کے کہ ہم اللہ کی کتاب کی رو سے اور رسول اللہ ﷺ کی تقسیم کے مطابق اپنے اپنے مرتبہ پر ہیں، یا تو کوئی اسلام قبول کرنے میں سبقت کر چکا ہے یا کوئی اسلام کے لیے اپنی بہادری کے جوہر دکھانے والا ہے یا کوئی عیال دار ہے یا کوئی حاجت مند (لہٰذا ان ہی اعتبارات سے یہ مال تقسیم کیا جاتا ہے)۔ (حسن موقوف، ابو داود: ۲۹۵۰)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا مال فے سے خمس نکالا جائے گا یا نہیں، یاد رہے! جو مال کفار اور دار الحرب سے بغیر جنگ وقتال اور گھوڑے اور سواریاں دوڑانے کے حاصل ہو ''فے'' کہلاتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ مال فے سے خمس نکالا جائے گا اور پھر اس خمس کے آگے پانچ حصے بنائے جائیں گے جس طرح مال غنیمت سے خمس نکالا جاتا ہے اور اس کے پھر پانچ حصے کیے جاتے ہیں اور مال فے کے خمس کا ایک حصہ تو رسول اللہ ﷺ کا اور باقی چاروں حصے مسلمان فوجیوں پر یا مفاد عامہ میں خرچ کیے جائیں گے۔ انہوں نے اللہ کے اس فرمان مبارک سے دلیل پکڑی ہے ﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِیالْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنَ السَّبِیْلِ﴾ .... ''لڑے بھڑے بغیر بستیوں والوں کا جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے تصرف میں دیا ہے وہ اللہ، اس کے رسول، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، اور مسافروں کا حق ہے۔'' (حشر: ۷)

مفسرین کی ایک جماعت کا یہی موقف ہے۔ جناب عطاء بن ابی رباح اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کا حصہ ایک ہی ہے اور جناب قتادہ رحمہ اللہ نے ﴿فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ﴾ .... ''اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے۔'' (الانفال: ۴۱) کے متعلق کہا کہ مال غنیمت کے پانچویں حصے میں سے اللہ کا حق ہے اس کے بعد دیگر مصارف ہیں۔

اکثر اہل علم وفضل کا خیال ہے کہ مال فے میں سے پانچواں حصہ (خُمُس نہیں نکالا جائے گا بلکہ تمام مال فے کا ایک ہی مصرف ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی یہی موقف رکھتے تھے، امام زہری رحمہ اللہ نے کہا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سورۂ حشر کی آیت: ''اور ان (لوگوں) کا جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف پھیر دیا ہے اس کے لیے تم نے کوئی گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے'' کے بارے میں کہا: یہ رسول اللہ ﷺ کے لیے خاص ہے۔ اس میں عرب کی بستیاں، فدک وغیرہ شامل ہیں (اس کے بعد ساتویں آیت میں ہے) ''لڑے بھڑے بغیر بستیوں والوں کو جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے تصرف میں دیا ہے وہ اللہ، رسول، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، اور مسافروں کا حق ہے۔'' (اور آگے آٹھویں آیت میں ہے کہ یہ مال فے) ''ان فقراء مہاجرین کا حق ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔'' (اور اس کے بعد یہ بیان ہوا ہے کہ اس مال فے میں ان لوگوں کا بھی حق ہے) جنہوں نے ان (مہاجرین کی آمد) سے پہلے (مدینے میں) ٹھکانا بنا لیا تھا اور ایمان قبول کر لیا تھا (انصار مدینہ) اور (پھر دسویں آیت میں ہے) ''اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے۔ یہ (آخری) آیت تمام لوگوں کے متعلق ہے اور مسلمانوں میں سے کوئی بھی نہیں بچتا مگر اس کا اس فے

میں حصہ ہے سوائے تمہارے کچھ ایسے لوگوں کے جن کی گردنوں کے تم مالک ہو، (غلام جو آزاد نہیں ہوئے اور ان کی پوری ذمہ داری ان کے آقاؤں پر ہے)۔ (صحیح، ابوداود: ٢٩٦٦)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا موقف ہے کہ سورۂ حشر کی ان آیات میں ترتیب وار سب کا ذکر ہے اور یہ کہ مکمل مال فے (بغیر پانچواں حصہ نکالے) سب مسلمانوں کا مشترکہ حق ہے۔ اس کو مسلمانوں کا امیر مسلمانوں ہی کے مصالح میں خرچ کرے اور کوئی ترتیب پیش نظر رکھ لے (یعنی میرٹ بنالے) یہی قول اکثر اہل فتویٰ علمائے کرام اور ائمہ عظام کا ہے ماسوائے ابوعبید کے (وہ کہتے ہیں) مروی ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آزادوں اور غلاموں دونوں کو (مال فے) سے دیا کرتے تھے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ منقول ہیں (اِلَّا مَامَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ) ''سوائے ان کے جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے'' سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس جملے کے دو مطلب بیان کیے گئے ہیں، ایک مطلب تو وہ ہے جو جناب ابوعبید نے بیان کیا کہ اس استثناء کا تعلق جنگ بدر میں شمولیت اختیار کرنے والے چند علاقوں کے ساتھ خاص ہے اور انہوں نے اپنی سند کے ساتھ مخلد غفاری سے بیان کیا کہ بنوغفار کے دو یا تین غلام جو شرکائے بدر میں سے تھے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان میں سے ہر ایک کو ہر سال تین تین ہزار درہم مرحمت کیا کرتے تھے انہوں نے کہا میرا گمان ہے کہ غلاموں سے حضرت کی مراد یہی غلام ہیں۔ ابوعبید نے علاوہ باقی علماء کا خیال کہ اس جملے سے مراد تمام غلام اور کنیزیں ہیں۔

فائدہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک بار نبی کریم ﷺ کے پاس ایک تھیلی لائی گئی، اس میں نگینے تھے، آپ ﷺ نے انہیں آزاد عورتوں اور لونڈیوں میں تقسیم فرما دیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میرے والد (سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ) بھی آزاد اور غلام سب میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ (صحیح، ابو داؤد: ٢٩٥٢)(ع،س)

امام احمد رحمہ اللہ اور اسحاق رحمہ اللہ نے کہا: مال فے میں سے امیر اور غریب کو ایک جیسا حصہ دیا جائے گا اور غلاموں کو محروم رکھا جائے گا، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو بحرین کے علاقے سے آنے والے مال سے حصہ دیا تھا جب کہ وہ ایک تونگر اور مالدار شخص تھے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے مال فے کی تقسیم کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا: حکمران کو چاہیے کہ ساکنان شہر میں سے لڑائی کے قابل افراد کا ایک گوشوارہ ترتیب دے، لڑائی کے قابل ان افراد کو سمجھا جائے گا جن کو احتلام ہوا ہو یا جن کی عمر پندرہ سال ہو۔ اسی طرح شہر کے بچوں کا ایک ریکارڈ مرتب کیا جائے اور بچوں سے مراد وہ نابالغ افراد ہیں جو ابھی مبتلائے احتلام نہیں ہوئے یا جن کی عمر پندرہ سال سے کم ہے۔ اسی طرح شہر کی بڑی چھوٹی خواتین کی ایک فہرست تیار کی جائے اور پھر ان کی ضرورتوں کا علاقے کی نوعیت کو سامنے رکھ کر ایک محتاط اندازہ لگایا جائے، اس کے بعد مقاتلین (لڑائی کے قابل افراد) کو ہر سال ان کا مقرر شدہ وظیفہ دیا جائے، بچوں اور عورتوں کو سال بھر کی گزران کے لیے کپڑے اور خرچ

اخراجات دے دیے جائیں۔

یاد رہے ! مال فے میں مقرر شدہ حصہ صرف اورصرف بالغ اور مقاتل افراد کا حق ہے کسی اور کا نہیں۔امام شافعی رحمہ اللہ کا کہنا ہے: میں نے مال فے کے مسئلہ میں جس عالم سے بھی بات کی ہے اوراس مسئلہ کی چھان بین کے لیے میں جس سے بھی ملاہوں اس نے اس موقف سے ذرا اختلاف نہیں کیا کہ مالی فے کے عطیہ میں غلاموں کا کوئی حق نہیں نہ ان اعراب (ڈیروں ڈیپروں میں رہنے والے) کا حق ہے جو جانوروں وغیرہ کی زکاۃ ادا کرنے والے ہیں (اور اپنے جانوروں میں ہی قیام پذیر ہیں اور انہیں جہادی مہمات سے کوئی سروکار نہیں بس وہ اپنی زمینوں میں مگن ہیں اور سالانہ اونٹوں، بکریوں اور گایوں وغیرہ کی زکاۃ حکومت اسلامیہ کو ادا کر دیتے ہیں۔(ع،س)

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: اگر مندرجہ صدر ترتیب سے ادائیگی کرنے کے بعد مال فے میں سے کچھ بچ رہے تو مسلمانوں کا حکمران اس مال کو قلعوں کی مرمت اور تعمیر میں صرف کر دے یا پھر اس سے ہتھیاروں اور گھوڑوں کی خریداری کرلے بہرحال کسی ایسے مصرف میں اس رقم کو خرچ کیا جاسکتا ہے جس سے مسلمانوں کی شان وشوکت، عزت و وقار اور رعب دبدبہ میں اضافہ ہو۔ اگر اس مد میں بھی خرچ کی ضرورت نہ ہو اور مسلمانوں کی تیاری ہر اعتبار سے مکمل ہو تو مال فے کو پہلی ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے دوبارہ اسلامی معاشرے میں تقسیم کر دیا جائے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: مال فے سے حکام وقت، سربراہان مملکت اور مساجد کے ائمہ وغیرہ کو بھی نوازا جائے اسی طرح ہر وہ چھوٹا بڑا فرد جو مال فے کے جمع، حفاظت اور ترسیل وغیرہ میں اپنی خدمات پیش کیے ہوتے ہیں جن کے بغیر یہ کام منضبط انداز میں نہیں چل سکتا۔ ان کو بھی ضرور ان کے روزینے دیے جائیں مثلاً، کلرک، چوکیدار اور عملے کے دیگر افراد۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ مال فے کی تقسیم میں سبقت اسلام یا شرافت نسب کا لحاظ رکھا جائے گا یا نہیں، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا موقف ہے کہ تمام مسلمانوں کے درمیان برابری اور مساوات ملحوظ رکھی جائے اور وہ سبقت اسلام وغیرہ کے قائل نہیں حتی کہ ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: آپ ان لوگوں کو جو اسلام میں نہ چاہتے ہوئے داخل ہوئے اور ان لوگوں کو جنہوں نے غلبہ اسلام کے لیے بہادری کے جوہر دکھائے اور اللہ کے راستے میں اپنے جان ومال سے جہاد کیا، ان دونوں کو برابر کر رہے ہیں؟ اس پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: انہوں نے جو کچھ کیا ہے اللہ کے لیے کیا ہے، ان کا اجر وثواب اللہ کے ذمے ہے اور یہ دنیا تو ایک راہ گزر ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مال فے (اور غنائم) کی تقسیم کے سلسلے میں سبقت اسلام اور عالی نسبی کا خیال رکھتے تھے، مشہور ہے کہ اپنے بیٹے سیدنا (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) کے ہمجولیوں کو انہی امور کی وجہ سے ان پر ترجیح دیتے اور کہتے: تو نے اپنے والد کے ساتھ ہجرت کی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو فضیلت دیتے اور کہتے: وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھ سے زیادہ محبوب تھی، اور اس کا باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، تیرے باپ سے زیادہ عزیز تھا۔ جناب نافع نے سیدنا

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا حصہ میرے حصے سے زیادہ مقرر کیا تو میں نے عرض کیا: میں نے اور اسامہ نے ایک وقت میں ہجرت کی ہے؟ تو کہا: بلاشبہ اس کا والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھ سے زیادہ محبوب تھا اور تو نے اپنے والد کے ہمراہ ہجرت کی ہے (اور انہوں نے تنہا ہجرت کی ہے)۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس معاملے کو پھر برابری کی طرف لوٹا دیا تھا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا میلان بھی برابری ہی کی طرف ہے اور انہوں نے مال فے کی تقسیم کو وراثت کی تقسیم کے مشابہہ قرار دیا ہے جس طرح وراثت میں صالح اور نافرمان اولاد کو ایک جیسا حصہ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح غنائم میں بھی بہادر افراد جن کے ہاتھوں فتح یقینی ہوئی اور بزدل افراد جنہوں نے محض جنگ میں شمولیت کی کو حصہ برابر ہی دیا جائے گا۔

(۲۷٤۱)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، نَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكَ، وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ)) إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِي هَذَا الْمَالِ، وَإِنِّي وَاللّٰهِ لا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَدْفَعَ إِلَى فَاطِمَةَ مِنْهَا شَيْئًا۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ دختر رسول سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں کہلا بھیجا کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ورثے سے حصہ دیا جائے جو آپ بطور فے مدینہ منورہ، فدک اور خیبر کے خمس کا بقیہ چھوڑ گئے ہیں تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے، البتہ آل محمد کا خرچہ (حسب سابق) اس مال سے پورا کیا جائے گا۔'' اللہ کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ کو اس حالت سے، جس پر آپ اسے اپنی زندگی میں چھوڑ گئے ہیں، تبدیل نہیں کرسکتا، میں اس میں اس طرح عمل کروں گا جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے رہے ہیں۔ الغرض سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس میں سے کچھ دینے سے انکار کردیا۔

(۲۷٤۱) أخرجه البخاري: ۳۰۹۲، ۳۷۱۱، ومسلم: ۱۷۵۹

شرح جناب صالح نے امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے بیان کیا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ دینے سے) انکار کر دیا اور کہا: جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے رہے ہیں، میں اس میں سے کچھ ترک نہیں کروں گا، اگر میں نے آپ کے طریقے میں سے کچھ بھی ترک کر دیا، تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں گمراہ نہ ہو جاؤں، البتہ آپ کا وہ صدقہ جو مدینے میں تھا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کی تولیت میں دے دیا، بعدازاں اس معاملے میں علی رضی اللہ عنہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ پر غالب آ گئے تھے، خیبر اور فدک کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی نگرانی میں رکھا اور کہا: یہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ صدقہ ہیں جو آپ کے اتفاقی حقوق واخراجات کے لیے تھے، ان کی تولیت خلیفہ وقت کے ہاتھ میں ہوگی، چنانچہ وہ آج تک اسی طرح ہیں۔

سیدنا سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو دو حصوں میں تقسیم کیا، ایک حصہ آپ کے اتفاقی اخراجات اور ذاتی ضروریات کے لیے خاص تھا اور آدھا مسلمانوں کے لیے، آپ نے اسے ان میں اٹھارہ حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ (حسن صحیح، ابوداود: ۳۰۱۰)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: مروی ہے کہ اس وقت لشکر اسلام کی تعداد ایک ہزار پانچ سو تھی۔ ان میں سے تین سو گھوڑ سوار تھے۔ چنانچہ آپ نے گھوڑ سوار کو دو حصے دیے اور پیدل کو ایک حصہ، ایک قول یہ بھی ہے کہ لشکر کی یہ تعداد وہم ہے اور صحیح یہ ہے کہ گھوڑ سوار دو سو تھے اور گھوڑ سوار کو تین حصے دیے اور پیدل کو ایک حصہ اور خیبر کی اراضی کا معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور لشکر کے مابین آدھا آدھا ہو گیا، دراصل خیبر کا علاقہ بہت ساری بستیوں پر مشتمل تھا ان میں سے بعض بستیاں قہر وقوت سے فتح ہوئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں سے مال غنیمت کے خمس کا پانچواں حصہ ملا اور بعض بستیاں صلح کے نتیجے میں بغیر لڑے حاصل ہوئیں، ان کی آمدنی قرآن مجید کے حکم کے مطابق آپ کے لیے بطور مال فے کے تھی، آپ انہیں اللہ کے حکم سے جہاں چاہتے صرف کرتے ذاتی اور خاندانی ضروریات کے لیے اور مسلمانوں کے اتفاقی اور ہنگامی اخراجات کے لیے۔ اس طرح خیبر کے علاقے کی مجموعی آمدن مسلمانوں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان نصف نصف ہوگئی۔

جناب بشیر بن یسار رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ اللہ کے نبی کے بہت سارے صحابہ سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے رسول کو خیبر کے علاقے پر غلبہ نصیب فرمایا تو آپ نے اسے کل چھتیس حصوں میں تقسیم فرمایا۔ ہر حصہ سو حصوں پر مشتمل تھا۔ آپ نے آدھے حصے یعنی اٹھارہ حصص مسلمانوں کے الگ کر دیے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہمراہ تھے اور آپ کا حصہ بھی ایک عام مسلمان کے حصے کی طرح تھا اور باقی آدھے یعنی اٹھارہ حصے آپ نے مسلمانوں کی اتفاقی ضروریات اور حوادث کے لیے علیحدہ کر لیے یعنی قلعہ، کتیبہ، وطیحہ، سلالم اور اس کے ساتھ ملحق اراضی وغیرہ۔

(صحیح، ابوداود: ۳۰۱٤)

(63)...... بَابُ الدِّيْوَانِ

رجسٹر بنانا (غنیمت اور فے لینے والوں کے نام ضبط تحریر میں لانا)

(٢٧٤٢)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ الطَّاهِرِيُّ ، أَنَا جَدِّي أَبُو سَهْلٍ عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْبَزَّازُ ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَكَرِيَّا الْعُذَافِرِيُّ ، أَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّبَرِيُّ ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، أَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ......

عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ ، قَالَ: لَمَّا أُتِيَ عُمَرُ بِكُنُوزِ كِسْرَى ، قَالَ لَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الأَرْقَمِ الزُّهْرِيُّ: أَلا تَجْعَلُهَا فِي بَيْتِ الْمَالِ حَتَّى تَقْسِمَهَا؟ قَالَ: لا يُظِلُّهَا سَقْفٌ حَتَّى أُمْضِيَهَا ، فَأَمَرَ بِهَا ، فَوُضِعَتْ فِي صُوحِ الْمَسْجِدِ ، وَبَاتُوا يَحْرُسُونَهَا ، فَلَمَّا أَصْبَحَ ، أَمَرَ بِهَا ، فَكُشِفَ عَنْهَا ، فَرَأَى فِيهَا مِنَ الْحَمْرَاءِ ، وَالْبَيْضَاءِ مَا يَكَادُ يَتَلأْلأُ مِنْهُ الْبَصَرُ ، قَالَ: فَبَكَى عُمَرُ ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: مَا يُبْكِيكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ فَوَاللّٰهِ إِنْ كَانَ هَذَا لَيَوْمُ شُكْرٍ ، وَيَوْمُ سُرُورٍ ، وَيَوْمُ فَرَحٍ ، فَقَالَ عُمَرُ: كَلَّا إِنَّ هَذَا لَمْ يُعْطَهُ قَوْمٌ إِلَّا أُلْقِيَ بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةُ ، وَالْبَغْضَاءُ ، ثُمَّ قَالَ: أَنَكِيلُ لَهُمْ بِالصَّاعِ ، أَمْ نَحْثُو؟ فَقَالَ عَلِيٌّ: بَلِ احْثُ لَهُمْ ، ثُمَّ دَعَا حَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ أَوَّلَ النَّاسِ ، فَحَثَا لَهُ ، ثُمَّ دَعَا حُسَيْنًا ، ثُمَّ أَعْطَى النَّاسَ ، وَدَوَّنَ الدَّوَاوِينَ ، وَفَرَضَ لِلْمُهَاجِرِينَ لِكُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ خَمْسَةَ آلافِ دِرْهَمٍ فِي كُلِّ سَنَةٍ ، وَلِلأَنْصَارِ لِكُلِّ رَجُلٍ

جناب ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف کہتے ہیں جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کے خزانے لائے گئے تو عبداللہ بن ارقم زہری نے ان سے کہا: آپ انہیں بیت المال میں کیوں نہیں رکھوا دیتے تاکہ پھر (آہستہ آہستہ) انہیں تقسیم کرتے رہیں؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کسی چھت کا سایہ ان پر پڑنے سے پہلے پہلے میں انہیں تقسیم کروں گا، چنانچہ آپ نے ان کی بابت حکم دیا اور انہیں مسجد نبوی کے صحن میں رکھ دیا گیا، رات بھر صحابہ کرام اس کی حفاظت کرتے رہے۔ جب صبح ہوئی، آپ نے حکم دیا تو ان سے کپڑا ہٹایا گیا۔ آپ نے ان خزانوں میں سرخ اور سفید رنگ کے ایسے قیمتی موتی دیکھے جن سے نظریں خیرہ ہوتی تھیں، راوی نے کہا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رو دیے، سیدنا عبدالرحمان بن عوف نے کہا: اے امیر المؤمنین آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! یہ تو شکر گزاری، خوشی اور فرحت و مسرت کا دن ہے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہرگز نہیں! جب اس قسم کا مال و دولت کسی قوم کو دیا جاتا ہے تو ان کے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دیا جاتا ہے، پھر پوچھا: کیا ہم لوگوں کو صاع کے ساتھ ناپ کر دیں یا لپ بھر بھر کر دیں؟ سیدنا علی علیہ السلام نے کہا: آپ لوگوں کو لپ بھر بھر کر دیں،

(٢٧٤٢) سنده ضعيف ...... أخرجه عبد الرزاق في المصنف: ٢٠٠٣٦

مِنْهُمْ أَرْبَعَةَ آلافِ دِرْهَمٍ، وَفَرَضَ لأَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفَ دِرْهَمٍ إِلَّا صَفِيَّةَ وَجُوَيْرِيَةَ، فَرَضَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا سِتَّةَ آلافِ دِرْهَمٍ۔ قَالَ مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَقَتَادَةَ، قَالا: فَرَضَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لأَهْلِ بَدْرٍ لِلْمُهَاجِرِينَ مِنْهُمْ لِكُلِّ رَجُلٍ سِتَّةَ آلافِ دِرْهَمٍ۔

اس کے بعد (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ) نے سب سے پہلے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور لپ بھر کر دی پھر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو بلا کر دیا بعد ازاں باقی لوگوں کو دیا، اور فہرستیں مرتب کی گئیں اور آپ نے مہاجرین کے ہر فرد کے لیے سالانہ پانچ ہزار درہم مقرر کیے اور ہر انصاری کے لیے چار ہزار درہم اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں سے ہر ایک کے لیے بارہ، بارہ ہزار درہم سالانہ مقرر کیے سوائے سیدہ صفیہ اور سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہما کے کہ ان میں سے ہر ایک کے لیے چھ، چھ ہزار درہم کا تعین کیا۔ جناب معمر نے جناب زہری اور قتادہ رحمہ اللہ سے نقل کیا، ان دونوں کا کہنا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شرکائے بدر کے مہاجرین میں سے ہر ایک کے لیے چھ چھ ہزار درہم کا تقرر کیا۔

(٢٧٤٣)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الكِسَائِيُّ، أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَنَا الرَّبِيعُ، أَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ......

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، أَنَّ عُمَرَ لَمَّا دَوَّنَ الدَّوَاوِينَ، قَالَ: بِمَ تَرَوْنَ أَنْ أَبْدَأَ؟ فَقِيلَ لَهُ: أَبْدَأُ بِالأَقْرَبِ فَالأَقْرَبِ بِكَ، قَالَ: بَلْ أَبْدَأُ بِالأَقْرَبِ، فَالأَقْرَبِ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

جناب ابو جعفر محمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب (مال غنیمت اور فے لینے والوں) کی فہرستیں مرتب کرنا چاہیں تو دریافت کیا: لوگو! تمہارا کیا خیال ہے میں ادائیگی کا آغاز کن لوگوں سے کروں؟ آپ سے کہا گیا: آپ ابتداء اپنے قریبیوں سے کریں، آپ نے کہا: بلکہ میں ابتداء اللہ کے رسول ﷺ کے قریبیوں سے کروں گا۔

شرح سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنا نام رجسٹر سے مٹوا دیا اور جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سانحہ رونما ہوا تو سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے دیوان سے اپنا نام کٹوا دیا۔

(٢٧٤٣) سنده ضعيف ...... أخرجه الامام الشافعی فی المسند: ١٥٠٤

(٢٧٤٤)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنَا أَبُو سَعِيدٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الصَّيْرَفِيُّ، أَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّفَّارُ، نَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى الْبِرْتِيُّ، نَا أَبُو حُذَيْفَةَ، نَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ......

عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((اكْتُبُوا مَنْ تَلَفَّظَ بِالإِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ۔)) فَكَتَبْنَا لَهُ أَلْفًا وَخَمْسَمِائَةٍ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَنَخَافُ، وَنَحْنُ أَلْفٌ وَخَمْسُمِائَةٍ، فَلَقَدْ رَأَيْتُ أَحَدَنَا يُصَلِّي وَحْدَهُ فَيَخَافُ۔

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو لوگ اسلام کا کلمہ پڑھ چکے ہیں ان کے نام لکھ کر میرے پاس لاؤ، چنانچہ ہم نے ایک ہزار اور پانچ سو افراد کے نام لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کئے اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ہماری تعداد ڈیڑھ ہزار ہو گئی ہے، اب ہمیں کیا ڈر ہے؟ اور اب میں دیکھ رہا ہوں کہ ہم میں سے کوئی ایک تنہا نماز پڑھتے ہوئے بھی ڈرتا ہے۔'' (یعنی فتنوں نے ہمیں اس قدر گھیر رکھا ہے)

(64)......بَابُ فَتْحِ مَكَّةَ وَحُكْمِ رِبَاعِهَا

فتح مکہ کا بیان اور مکہ کے گھروں کا حکم

(٢٧٤٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا أَبُو أُسَامَةَ......

عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: لَمَّا سَارَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ، فَبَلَغَ ذَلِكَ قُرَيْشًا، خَرَجَ أَبُو سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ، وَحَكِيمُ بْنُ حِزَامٍ، وَبُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ يَلْتَمِسُونَ الْخَبَرَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَتَوْا مَرَّ الظَّهْرَانِ، فَرَآهُمْ نَاسٌ مِنْ حَرَسِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَأَخَذُوهُمْ، فَأَتَوْا بِهِمْ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ،

جناب ہشام بن عروہ رحمہ اللہ نے اپنے والد محترم (سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ) سے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لیے روانہ ہوئے تو قریش کو اس کی خبر مل گئی تھی، چنانچہ ابو سفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں معلومات کے لیے مکہ سے نکلے، یہ لوگ چلتے چلتے جب مرالظہر ان کے مقام پر پہنچے تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ دستے نے دیکھ لیا اور ان کو پکڑ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے، پھر

(٢٧٤٤) أخرجه البخاري: ٣٠٦٠، ومسلم: ١٤٩

(٢٧٤٥) أخرجه البخاري: ٤٢٨٠

فَأَسْلَمَ أَبُو سُفْيَانَ، فَلَمَّا سَارَ، قَالَ لِلْعَبَّاسِ: احْبِسْ أَبَا سُفْيَانَ عِنْدَ حَطْمِ الْجَبَلِ حَتَّى يَنْظُرَ إِلَى الْمُسْلِمِينَ، فَحَبَسَهُ الْعَبَّاسُ، فَجَعَلَتِ الْقَبَائِلُ تَمُرُّ كَتِيبَةً كَتِيبَةً عَلَى أَبِي سُفْيَانَ حَتَّى أَقْبَلَتْ كَتِيبَةٌ لَمْ يُرَ مِثْلُهَا، قَالَ: يَا عَبَّاسُ! مَنْ هَذِهِ؟ قَالَ: هَؤُلَاءِ الْأَنْصَارُ عَلَيْهِمْ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ، وَمَعَهُ الرَّايَةُ، وَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ: يَا أَبَا سُفْيَانَ! الْيَوْمُ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ، الْيَوْمُ تُسْتَحَلُّ الْكَعْبَةُ، فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ لِلْعَبَّاسِ: يَا عَبَّاسُ! حَبَّذَا يَوْمُ الذِّمَارِ، ثُمَّ جَاءَتْ كُتَيْبَةٌ، وَهِيَ أَقَلُّ الْكَتَائِبِ فِيهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ، وَرَايَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ، فَلَمَّا مَرَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي سُفْيَانَ، قَالَ: أَلَمْ تَعْلَمْ مَا قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ؟ قَالَ: مَا قَالَ؟ قَالَ: كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ: كَذَبَ سَعْدٌ، وَلَكِنْ هَذَا يَوْمٌ يُعَظِّمُ اللّٰهُ فِيهِ الْكَعْبَةَ، وَيَوْمٌ تُكْسَى فِيهِ الْكَعْبَةُ، وَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُرْكَزَ رَايَتُهُ بِالْحَجُونِ، قَالَ عُرْوَةُ: فَأَخْبَرَنِي نَافِعُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُولُ لِلزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ: يَا أَبَا عَبْدَ اللّٰهِ! هَاهُنَا أَمَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ تَرْكُزَ الرَّايَةَ؟ قَالَ: وَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابوسفیان نے اسلام قبول کرلیا، اس کے بعد رسول اکرم ﷺ (مکہ کی طرف) بڑھے تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ابو سفیان کو وادی کے تنگنائے پر پہاڑ کے ناکے کے پاس روک رکھیں تاکہ وہ مسلمانوں کی فوجی قوت کو دیکھ لیں، چنانچہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے ایسے ہی کیا، ادھر قبائل کے دستے ایک ایک کرکے ابوسفیان کے سامنے سے گزرتے، آخر ایک دستہ سامنے آیا، اس جیسا فوجی دستہ نہیں دیکھا گیا ہوگا۔ ابو سفیان نے پوچھا: اے عباس! یہ کون لوگ ہیں؟ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ انصار کا دستہ ہے، سعد بن عبادہ (رضی اللہ عنہ) اس کے امیر ہیں اور انہیں کے ہاتھ میں (انصار کا) پھریرا ہے، سعد بن عبادہ نے کہا: اے ابوسفیان! الْيَوْمُ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ، الْيَوْمُ تُسْتَحَلُّ الْكَعْبَةُ۔ یعنی آج خون ریزی اور مار دھاڑ کا دن ہے۔ آج کعبہ میں لڑنا حلال قرار دیا گیا ہے، ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) اس پر بولے، اے عباس! آج کے دن قریش کی ذلت اور ہلاکت وبربادی مقدر کردی گئی ہے، پھر ایک اور دستہ آیا، یہ سب سے چھوٹا دستہ تھا، اس میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے، آپ علیہ السلام کا علم سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اٹھائے ہوئے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو ابوسفیان نے کہا: آپ نے وہ بات نہیں سنی جو سعد بن عبادہ نے کہی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: سعد نے کیا کہا ہے؟ ابوسفیان نے کہا: یہ اور یہ بات کہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سعد نے غلط کہا ہے بلکہ آج کا دن وہ ہے جس میں اللہ کعبہ کی عظمت اور زیادہ کردے گا، آج کعبہ کو لباس پہنایا جائے گا۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ آپ کا

يَـوْمَـئِـذٍ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ أَنْ يَدْخُلَ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ مِنْ كَدَاءَ ، وَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كُدَا۔

علم مقام حجون میں نصب کر دیا جائے، عروہ نے بیان کیا: مجھے نافع بن جبیر بن مطعم نے خبر دی، کہا کہ میں نے عباس رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے کہا: (فتح مکہ کے بعد) اے ابوعبداللہ! آپ کو رسول اقدس ﷺ نے یہیں پرچم اسلام گاڑنے کے لیے حکم فرمایا تھا، راوی نے بیان کیا کہ اس دن اللہ کے رسول ﷺ نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ مکہ کے بالائی علاقہ کداء کی طرف سے داخل ہوں اور خود نبی اکرم ﷺ کداء کے (نشیبی علاقہ) کی طرف سے داخل ہوئے۔

شرح: (حَطْمُ الْجَبَل) پہاڑ کا کٹا ہوا کنارہ جس کا معنی ہم نے وادی کی تنگنائے پر پہاڑ کے ناکے کے پاس کیا ہے (أَلْمَلحَمَةُ) بڑی جنگ۔

(حَبَّذَا يَوْمَ الذِّمَار) اس سے مراد قتال کا دن ہے، الذمر کا معنی ہے کسی کو لڑائی پر ابھارنا اور اکسانا۔ اہل عرب کہتے ہیں: ذَمَرَ الـرَّجُلُ صَاحِبَهٗ يَذْمُرُهٗ ، فلاں نے اپنے ساتھی کو آمادہ جنگ کر لیا۔ جب کوئی شخص غصے سے آگ بگولا ہو جائے اور قتل وغارت پر تل جائے تو کہتے ہیں: فلاں جامي الذمار۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے جو نبی اکرم ﷺ کو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی بات پہنچائی تو ان کا مطلب یہ تھا کہ میری طرف سے ایک احسان ہو جائے اور آپ ﷺ اپنی قوم کی حمایت کریں اور ان کے دفاع اور بچاؤ پر کمر بستہ ہو جائیں۔

(٢٧٤٦)۔ أَخْبَـرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ ، أَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى ، نَـا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ ، نَا مُسْلِمُ بْنُ حَجَّاجٍ ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ ، أَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ ، نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ ، أَنَا ثَابِتٌ......

عَـنْ عَبْدِ الـلّٰـهِ بْـنِ رَبَاحٍ ، قَالَ: قُلْتُ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ ، لَوْ حَدَّثْتَنَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ ، فَجَعَلَ خَالِدَ بْنَ الْـوَلِيدِ عَلَى الْمُجَنَّبَةِ الْيُمْنَى ، وَجَعَلَ الزُّبَيْرَ

سیدنا عبداللہ بن رباح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے فرمائش کی کہ ابوہریرہ آپ ہمیں اللہ کے رسول ﷺ کی کوئی حدیث بیان کر دیں، انہوں نے کہا: ہم فتح مکہ والے دن رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے، آپ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دائیں پہلو (میمنہ) پر مقرر فرمایا اور زبیر رضی اللہ عنہ

(٢٧٤٦) أخرجه مسلم: ١٧٨٠

عَلَى الْمُجَنَّبَةِ الْيُسْرَى، وَجَعَلَ أَبَا عُبَيْدَةَ عَلَى الْبَيَاذِقَةِ وَبَطْنِ الْوَادِي، فَقَالَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! ادْعُ لِي الْأَنْصَارَ، فَدَعَوْتُهُمْ، فَجَاءُوا يُهَرْوِلُونَ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ! هَلْ تَرَوْنَ أَوْبَاشَ قُرَيْشٍ؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: انْظُرُوا إِذَا لَقِيتُمُوهُمْ غَدًا أَنْ تَحْصُدُوهُمْ حَصْدًا، وَقَالَ: مَوْعِدُكُمُ الصَّفَا، قَالَ: فَمَا أَشْرَفَ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ إِلَّا أَنَامُوهُ، قَالَ: وَصَعِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّفَا، وَجَاءَتِ الْأَنْصَارُ، وَأَطَافُوا بِالصَّفَا، فَجَاءَ أَبُو سُفْيَانَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أُبِيدَتْ خَضْرَاءُ قُرَيْشٍ، لَا قُرَيْشَ بَعْدَ الْيَوْمِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ)) فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: أَمَّا الرَّجُلُ، فَقَدْ أَخَذَتْهُ رَأْفَةٌ بِعَشِيرَتِهِ، وَرَغْبَةٌ فِي قَرْيَتِهِ، وَنَزَلَ الْوَحْيُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((قُلْتُمْ: أَمَّا الرَّجُلُ، فَقَدْ أَخَذَتْهُ رَأْفَةٌ بِعَشِيرَتِهِ، وَرَغْبَةٌ فِي قَرْيَتِهِ، أَلَا فَمَا اسْمِي إِذًا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ أَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، هَاجَرْتُ إِلَى اللَّهِ، وَإِلَيْكُمْ، فَالْمَحْيَا مَحْيَاكُمْ، وَالْمَمَاتُ مَمَاتُكُمْ)) قَالُوا: وَاللَّهِ! مَا قُلْنَا إِلَّا ضَنًّا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ، قَالَ: فَإِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُصَدِّقَانِكُمْ،

کو بائیں پہلو (میسرہ) پر اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو پیادوں کا سردار بنایا اور ان کو وادی کے اندر سے جانے کا حکم دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابو ہریرہ! انصار کو بلاؤ۔'' میں نے انہیں آواز دی، وہ دوڑتے ہوئے آئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے انصار کے لوگو! تم قریش کے جتھوں کو دیکھتے ہو؟'' انہوں نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''دیکھو، کل جب تمہارا ان سے پالا پڑے تو ان کو (پکی ہوئی) فصل کی طرح کاٹ دینا۔'' اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''اب تم ہم سے کوہ صفا پر ملنا'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تو اس روز جو ان کے سامنے آیا انہوں نے اس کو (ابدی نیند) سلا دیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کوہ صفا پر چڑھے، انصار آئے اور انہوں نے صفا کو گھیرے میں لے لیا، اتنے میں ابو سفیان آئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! قریش کا دستہ ہٹ گیا اب آج سے قریش نہ رہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی ابو سفیان کے گھر داخل ہو گیا اس کو امن ہے اور جس نے ہتھیار ڈال دیے اس کو بھی امن ہے اور جو اپنا دروازہ بند کر لے اس کو بھی امن ہے۔'' انصار نے کہا: آپ کو اپنے عزیزوں اور خاندان کی محبت آ گئی اور اپنے شہر کی رغبت پیدا ہوئی۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے کہا: مجھے کنبے کی محبت اور شہر کی الفت لاحق ہو گئی، تم جانتے ہو میرا کیا نام ہے (تین مرتبہ فرمایا) میں محمد ہوں، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول، میں نے اللہ کے لیے ہجرت کی اور تمہاری طرف گیا۔ اب مرنا اور جینا دونوں تمہارے ساتھ ہے۔'' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم نے جو

وَيَعْذِرَانِكُمْ۔ کچھ کہا وہ اللہ اور اس کے رسول پر حرص کرتے ہوئے کہا: آپ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً اللہ اور اس کا رسول دونوں تمہیں سچا جانتے ہیں اور تمہارا عذر قبول کرتے ہیں۔''

شرح (أَلْمُجَنَّبَةُ الْيُمْنَى) سے مراد لشکر کا دائیاں پہلو یعنی میمنہ ہے اور (أَلْمُجَنَّبَةُ الْيُسْرَى) سے مراد بائیں پہلو یعنی میسرہ ہے، ابن الاعرابی نے کہا: عربوں کی جملے اَرْسَلُوْا مُجَنَّبَتَيْنِ کا معنی ہے: انہوں نے دو دستے بھیجے جو راستے کے دونوں کناروں پر دائیں اور بائیں چلے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ مکہ صلح کے نتیجے میں فتح ہوا یا قہر وتسلط کے ساتھ؟ امام اوزاعی اور اہل رائے نیز ابوعبید کا موقف ہے کہ مکہ بزور شمشیر قہرمانیت کے ساتھ فتح کیا گیا کیونکہ آپ نے انصار مدینہ سے فرمایا تھا: ''دیکھنا، کل جب تمہارا ان سے (قریش مکہ سے) پالا پڑے تو انہیں کھیتی کی طرح کاٹ کے رکھ دینا۔''

اہل علم کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ مکہ بطور صلح فتح ہوا، امام شافعی رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اہل مکہ کیلئے کھلے عام امان کا اعلان فرمایا: جس نے ہتھیار پھینک دیے وہ امن میں ہے، جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کرلیا اس کو بھی امن ہے۔ فتح مکہ کے متعلق تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ شروع شروع میں جب آپ نے اہل مکہ کو صلح کی پیشکش کی تو معاملہ واضح نہیں تھا بلکہ گومگو کا شکار تھا یہ بھی ممکن تھا کہ وہ صلح کی پیشکش قبول کرکے امان حاصل کرلیں اور یہ بھی ہوسکتا تھا کہ وہ امان کو ٹھکرا دیں اور لڑائی کے لیے تیار ہو جائیں اس لیے نبی اکرم ﷺ جنگ کی مکمل تیاری میں تھے اور سامان حرب وضرب سے پوری طرح لیس تھے یہی وجہ ہے کہ جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود تھا کیونکہ معاملہ بے یقینی کا شکار تھا اور آپ کو مشرکین مکہ پر بالکل اعتماد نہیں تھا۔ بالآخر ان کی طرف سے امان قبول کرنے کا عندیہ ظاہر ہوا اور انہوں نے صلح کو قبول کرلیا، درحقیقت ابتدائے امر میں ان کا معاملہ التباس کا شکار تھا اور یہ پتہ نہیں تھا کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

اہل علم کے مابین یہ معاملہ مختلف فیہ ہے کہ مکہ کے گھروں کو فروخت کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ مکہ کی سرزمین کسی کی ذاتی ملکیت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ مکہ کے گھروں اور عمارتوں کا کرایہ وصول کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اہل علم کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ مکہ کے گھروں کی ملکیت صحیح اور ثابت ہے، ان کے اصل مالک کے لیے ان کا کرایہ وصول کرنا اور انہیں فروخت کرنا جائز ہے۔ مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جیل بنانے کے لیے ایک گھر چار ہزار میں خریدا۔

جناب طاؤس اور عمرو بن دینار کا یہی موقف ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ بھی اسی طرف میلان رکھتے ہیں، انہوں اللہ سبحانہ وتعالی کے اس فرمان سے دلیل اخذ کی ہے: ﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ﴾ ..... ''(فےء کا مال) ان مہاجر مسکینوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں۔'' (الحشر:۸)

تو اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے گھروں کی نسبت لوگوں کی طرف کی ہے اور یہ نسبت واضافت ملکیت کی دلیل ہے، مروی ہے کہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے موقع پر دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! کل ہم کہاں قیام کریں گے؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عقیل نے ہمارے لیے کوئی گھر کب چھوڑا ہے؟''

(صحیح بخاری: ۱۵۸۸، صحیح مسلم: ۱۳۵۱)

(۲۷۴۷)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، قَالا: أَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ مَعْقِلٍ الْمَيْدَانِيُّ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ......

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَيْنَ نَنْزِلُ غَدًا؟ وَذٰلِكَ فِي حَجَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ((وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيلُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ شَيْئًا)) ثُمَّ قَالَ: ((لا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ، وَلا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ)) ثُمَّ قَالَ: ((نَحْنُ نَازِلُونَ غَدًا بِخَيْفِ الأَبْطَحِ۔))

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! کل ہم (مکہ میں) کہاں قیام کریں گے؟ اور یہ حجۃ الوداع کی بات ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عقیل بن ابی طالب نے ہمارے لیے کوئی مکان چھوڑا ہی کب ہے؟'' پھر ارشاد فرمایا: ''مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوسکتا اور نہ ہی کافر مسلمان کا'' اس کے بعد فرمایا: ''کل ہمارا قیام خیف بنی کنانہ کے مقام ابطح (مُحَصَّب) میں ہوگا۔'' امام زہری رحمہ اللہ نے کہا: خیف ایک وادی کا نام ہے اور یہیں پر قریش نے بنوبکر سے مل کر بنو ہاشم کے خلاف قسمیں کھائی تھیں (مقاطعہ کیا تھا) کہ ان سے نشست و برخاست کا کوئی تعلق نہیں رکھیں گے، نہ رشتہ ناتہ ہی کریں گے، نہ ان سے خرید وفروخت کی جائے اور نہ انہیں اپنے گھروں میں آنے دیا جائے۔

شرح: امام زہری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ خیف ایک وادی ہے، قریش نے بنو ہاشم کے مقابلے میں بنو بکر قبیلے کے ساتھ اتفاق کیا تھا کہ نہ وہ بنو ہاشم میں بیٹھا کریں، نہ ان کو نکاح دیں، نہ ان کے ساتھ خرید وفرخت کریں گے اور نہ ان کو جگہ دیں گے۔

(۲۷۴۷) أخرجه البخاري: ۳۰۵۸

(وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيلٌ شَيْئًا) ''ہمارے لیے عقیل نے کوئی چیز چھوڑی کب ہے'' مطلب یہ ہے کہ ابو طالب کی وفات کے بعد اس کے دو بیٹے عقیل اور طالب وارث ہوئے کیونکہ ابو طالب کی وفات حالت کفر پر ہوئی تھی، سیدنا علی اور سیدنا جعفر رضی اللہ عنہما مسلمان ہو گئے تھے اس لیے ابو طالب کے وارث نہیں بنے (کیونکہ قاعدہ ہے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوسکتا اور عقیل اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے اور مکہ ہی میں مقیم تھے) عقیل ابو طالب کے وارث ہوئے اور اپنے باپ دادا کی جائداد اور مکانات کو فروخت کر دیا اور اس کا روپیہ خوب اڑایا۔ نبی کریم ﷺ نے عقیل کی خرید وفروخت کو صحیح سمجھا اور اس کی ملکیت کو تسلیم کیا (تو جب عقیل کے تصرفات اسلام سے پہلے نافذ ہوئے تو اسلام کے بعد بطریق اولیٰ نافذ رہیں گے۔ (ع،س) تبھی تو آپ نے ارشاد فرمایا: عقیل نے ہمارے لیے کوئی گھر چھوڑا ہی کب ہے؟ اگر بالفرض عقیل نے یہ گھر فروخت نہ بھی کیے ہوتے اور بدستور ان کی ملکیت میں ہوتے تب بھی آپ ان مکانات میں رہائش نہ کرتے کیونکہ آپ ان کو اللہ کے لیے چھوڑ گئے تھے اور ہجرت کا یہ اصول ہے کہ جہاں سے ترک وطن کیا جائے وہاں دوبارہ نہیں بسا جاتا اور ہم تک ایسی کوئی بات نہیں پہنچی کہ کسی مہاجر نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے سابقہ مکی گھر میں سکونت اختیار کی ہو تو نبی کریم ﷺ بطریق اولیٰ رہائش اختیار نہیں رکھ سکتے۔

فائدہ: ابو طالب سردار عبدالمطلب کے بڑے بیٹے تھے۔ عبدالمطلب کی وفات کے بعد جاہلیت کی رسم کے موافق تمام جائداد پر ابو طالب نے قبضہ کر لیا پھر جب ابو طالب کا انتقال ہوا تو ان کے انتقال کے کچھ دن بعد آپ ﷺ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ ہجرت کر آئے اور وراثت سے محروم رہے، ویسے بھی اسلامی قاعدہ وراثت کی رو سے ایک مسلمان کافر کا وارث نہیں بن سکتا، عقیل اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے اس لیے سب جائداد پر قبضہ کر کے اس کو بیچ ڈالا اور چند دن خوب مزے کیے۔ اس وراثت میں نبی کریم ﷺ کا بھی حصہ بنتا تھا کیونکہ آپ بھی سردار عبدالمطلب کے پوتے تھے، اس لیے فرمایا، عقیل نے ہمارے لیے کوئی گھر چھوڑا ہی کب ہے؟ دوسری بات باب سے موافقت ثابت ہوئی کہ آپ نے عقیل کی خرید وفروخت کو برقرار رکھا اور فتح مکہ کے بعد بھی اس کو تسلیم کیا لہٰذا مکہ کے گھر فروخت کیے جاسکتے ہیں۔ (ع،س)

اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ مکہ کے مکانات اور گھروں کی بیع جائز نہیں نہ انہیں کرائے ہی پر دینا حلال ہے کیونکہ مکہ کی ساری زمین وقف ہے، کسی کی ملکیت نہیں ہوسکتی جس طرح مسجد کسی کی ملکیت نہیں ہوتی۔ ایسا موقف سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

مروی ہے کہ جناب عطاء اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے مکہ کے مکانات کو کرائے پر دینے سے منع کیا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا: میں مکہ کے مکان کرائے پر دینے سے بچتا ہوں رہا ان کو خریدنا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک گھر جیل بنانے کے لیے خریدا تھا۔

امام اسحاق رحمہ اللہ نے کہا: مکہ کے مکانات کی خرید وفروخت اور ان کا کرایہ وصول کرنا سب کچھ مکروہ اور ناپسندیدہ ہے البتہ بیچ ڈالنا کچھ کم حیثیت کا گناہ ہے۔

جناب ابوعبید کا موقف ہے کہ مکہ قہر مانیت اور تسلط کے نتیجے میں فتح ہوا تھا پھر نبی کریم ﷺ نے باشندگان مکہ پر احسان فرمایا اور ان کے گھر انہیں لوٹا دیے اور انہیں اسلامی فوج میں تقسیم نہیں کیا۔ یاد رہے! یہ رسول کریم ﷺ کا خاص رویہ تھا جو اہل مکہ کے ساتھ اختیار کیا گیا کسی اور حکمران کے لیے یہ روا نہیں کہ وہ کسی شہر کو فتح کرکے پھر ساکنان شہر کو لوٹا دے اور اسلامی عساکر میں تقسیم نہ کرے۔ آپ نے ایسا اس لیے کیا کہ سرزمین مکہ ایک مسجد کی حیثیت رکھتی ہے اور یہ ہزاروں سالوں سے اللہ کے گھر آنے والوں کے لیے پڑاؤ کی حیثیت رکھتی ہے، مکہ کے مکانات کا کرایہ وصول کرنا کچھ پسندیدہ عمل نہیں اور اس کے گھروں کو بیچنا بھی کچھ اچھا نہیں، یہ حکم اس دنیا کے کسی اور شہر کا ہرگز نہیں۔

(نَحْنُ نَازِلُوْنَ بِخَيْفِ بَنِى كِنَانَةَ) ''ہم کل خیف بنو کنانہ میں پڑاؤ کریں گے'' بہت ممکن ہے آپ نے حجۃ الوداع میں یہاں پڑاؤ شکرانے کے طور پر کیا ہو کہ وہ جگہ جہاں چند برس قبل بنو ہاشم کے خلاف بیٹھ کر قسمیں کھائی گئیں اور انہیں معاشرتی طور پر تنہا کر دینے کا معاہدہ ہوا آج اللہ کریم نے اپنا خاص فضل وکرم کرتے ہوئے اسے آپ کے زیر نگیں کر دیا اور مشرکین کا نام ونشان مٹا دیا۔ آپ کو شہر بدر کرنے والے ناکام ونامراد ہوئے اور مکہ پر آپ کی عظمت کا پرچم لہرانے لگا۔

(أَلْخَيْفُ) پہاڑ کے دامن کو جو بارشی پانی کی گزرگاہ سے ذرا بلند اور محفوظ مقام ہو کو خیف کہتے ہیں۔ وہاں تعمیر شدہ مسجد کو اسی لیے مسجد خیف کہتے ہیں۔ بعض نے کہا: یہ خاص طور پر اس وادی کا نام ہے۔

(65)......بَابُ الْمُهَادَنَةِ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ
مشرکوں سے صلح کرنا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَإِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا﴾ .... ''اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی صلح کی طرف جھک جا۔'' (الانفال:٦١)

(٢٧٤٨)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، نَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ مَرْوَانَ، وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، يُخْبِرَانِ......

عَنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَمَّا كَاتَبَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو يَوْمَئِذٍ

خلیفہ مروان اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ یہ دونوں اصحاب رسول اللہ ﷺ سے خبر دیتے ہیں کہ جب سہیل بن عمرو نے

(٢٧٤٨) أخرجه البخاري: ٢٧١١

كَانَ فِيمَا اشْتَرَطَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ لا يَأْتِيكَ مِنَّا أَحَدٌ وَإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا، وَخَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ، فَكَرِهَ الْمُؤْمِنُونَ ذٰلِكَ، وَأَبَى سُهَيْلٌ إِلَّا ذٰلِكَ فَكَاتَبَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ذٰلِكَ، فَرَدَّ يَوْمَئِذٍ أَبَا جَنْدَلٍ إِلَى أَبِيهِ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو، وَلَمْ يَأْتِهِ أَحَدٌ مِنَ الرِّجَالِ إِلَّا رَدَّهُ فِي تِلْكَ الْمُدَّةِ، وَإِنْ كَانَ مُسْلِمًا، وَجَاءَتِ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ، وَكَانَتْ أُمُّ كُلْثُومٍ بِنْتُ عُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ فِيمَنْ خَرَجَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ وَهِيَ عَاتِقٌ، فَجَاءَ أَهْلُهَا يَسْأَلُونَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرْجِعَهَا إِلَيْهِمْ، فَلَمْ يُرْجِعْهَا إِلَيْهِمْ لَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيهِنَّ: ﴿إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ﴾ قَالَ عُرْوَةُ: فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُهُنَّ بِهٰذِهِ الْآيَةِ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ قَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((قَدْ بَايَعْتُكِ)) كَلَامًا يُكَلِّمُهَا بِهِ، وَاللّٰهِ! مَا مَسَّتْ يَدُهُ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ، مَا بَايَعَهُنَّ إِلَّا بِقَوْلِهِ۔

(مقام حدیبیہ میں کفار کی طرف سے معاہدہ صلح) لکھوایا تو جو شرائط نبی کریم ﷺ کے سامنے سہیل نے رکھی تھیں، ان میں یہ شرط بھی تھی کہ ہم میں سے کوئی بھی شخص اگر آپ کے یہاں (فرار ہو کر) چلا جائے خواہ وہ آپ کے دین ہی پر کیوں نہ ہو تو آپ کو اسے ہمارے حوالے کرنا ہوگا۔ مسلمان یہ شرط پسند نہیں کر رہے تھے۔ لیکن سہیل نے اس شرط کے بغیر صلح قبول نہ کی، آخر نبی اقدس ﷺ نے اسی شرط پر صلح نامہ لکھوا لیا، اتفاق سے اسی دن ابوصندل رضی اللہ عنہ کو جو مسلمان ہو کر آیا تھا (معاہدہ کے تحت بادل ناخواستہ) ان کے ولد سہیل بن عمرو کے حوالے کر دیا گیا، اسی طرح مدت صلح میں جو مرد بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں (مکہ سے بھاگ کر آیا) آپ نے اسے ان کے حوالے کر دیا، خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ رہا ہو، لیکن چند ایمان والی عورتیں بھی ہجرت کر کے آ گئی تھیں، ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہا بھی ان میں شامل تھیں جو اسی دن (مکہ سے نکل کر) آپ کی خدمت میں آئی تھیں، وہ جوان تھیں اور جب ان کے گھر والے آئے اور رسول اللہ ﷺ سے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا، تو آپ نے انہیں ان کے حوالے نہیں فرمایا، بلکہ عورتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَاۗءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ﴾ ..... ’’اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان لو، دراصل ان کے ایمان کو بخوبی جاننے والا تو

اللہ ہی ہے لیکن اگر وہ تمہیں ایمان دار معلوم ہوں تو اب تم انہیں کافروں کی طرف واپس نہ کرو، یہ ان کے لیے حلال نہیں اور نہ وہ ان کے لیے حلال ہیں۔'' (الممتحنۃ: ۱۰)
جناب عروہ رحمہ اللہ نے کہا: مجھے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرنے والی عورتوں کا اس آیت کی وجہ سے امتحان لیا کرتے تھے ﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ .....
''اے پیغمبر! جب مسلمان عورتیں آپ سے ان باتوں پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا کاری نہ کریں گی، اپنی اولاد کو نہ مار ڈالیں گی اور کوئی ایسا بہتان نہ باندھیں گی جو خود اپنے ہاتھوں پیروں کے سامنے گھڑ لیں اور کسی نیک کام میں تیری بے حکمی نہ کریں گی تو آپ ان سے بیعت کرلیا کریں اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے اور معاف کرنے والا ہے۔'' (الممتحنۃ: ۱۲) (جو خواتین اس شرط کا اقرار کرلیں) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ میں نے ان باتوں پر تجھ سے بیعت کی۔ اللہ کی قسم! بیعت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔ آپ صرف زبان سے بیعت لیا کرتے تھے۔

شرح جناب مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم رحمہما اللہ سے منقول ہے کہ قریش نے اس بات پر صلح کی کہ دس سال تک کوئی جنگ نہیں ہوگی۔ لوگ اس مدت میں ہر طرح امن سے رہیں گے، (اس معاہدے کے متعلق) ہم دونوں

فریقوں کے دل صاف رہیں گے، چوری چھپے یا خیانت سے اس کی مخالفت نہ ہوگی۔ (حسن، ابوداود: ۲۷۶۶) (عيبة) وہ گھڑی ہوتی ہے جس میں خاص مال اور کپڑے سنبھال کر رکھے جاتے ہیں، چونکہ دل بھی عہد و پیمان اور رازوں کا مخزن ہوتا ہے اس لیے اہل عرب اس کو "عيبة" سے تشبیہ دیتے ہیں۔ "مكفوفه" سے مراد بندھی ہوئی تھیلی ہے، اس عرب ضرب المثل (کہاوت) کا مطلب ہے کہ معاہدۂ صلح کے بعد ہم دونوں فریقوں کے دل صاف رہیں گے اور ہم ذہن میں کوئی فتور نہیں لائیں گے، نیز عہد کی پاسداری اور محافظت کی مکمل کوشش کریں گے، ان الفاظ کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ہمارے مابین کینہ، بغض اور بدلہ وانتقام کی جو آگ سلگ رہی تھی ہم اسے اس معاہدہ کے بعد ہوا نہیں دیں گے بلکہ اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کریں گے گویا اب وہ کینہ اور جذبہ انتقام ایک برتن میں ڈال کر اسے سیل بند کر دیا گیا ہے۔

لفظ "اِسْلَال" السِّلَة سے ماخوذ ہے جس کا معنی چوری کرنا ہے اور "اَلْأَغْلَال" کا معنی خیانت کرنا ہے۔ جب کوئی خیانت کا مرتکب ہو تو اہل عرب کہتے ہیں: أَغَلَّ الرُّجل اور غلّ فِي الْغَنِيْمَةِ غَلُوْلًا کا معنی ہے: فلاں نے مال غنیمت سے چوری کی، مطلب ہے کہ دونوں فریق امن کی کوششوں کو سبوتاژ نہیں کریں گے بلکہ امن کے قافلے کو آگے بڑھائیں گے اور ایک دوسرے کے جان و مال کی ظاہر اور پوشیدہ دونوں اعتبار سے حفاظت کریں گے۔ مقصد یہ ہے کہ کسی طرح جنگ نہیں کی جائے گی۔

(۲۷۴۹)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: وَقَالَ مُوسَى بْنُ مَسْعُودٍ، نَا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ......

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: صَالَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ عَلَى ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ: عَلَى أَنَّ مَنْ أَتَاهُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ رَدَّهُ إِلَيْهِمْ، وَمَنْ أَتَاهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِينَ لَمْ يَرُدُّوهُ، وَعَلَى أَنْ يَدْخُلَهَا مِنْ قَابِلٍ، وَيُقِيمُ بِهَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَلَا يَدْخُلَهَا إِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ: السَّيْفِ، وَالْقَوْسِ وَنَحْوِهِ، فَجَاءَ أَبُو جَنْدَلٍ يَحْجُلُ فِي قُيُودِهِ، فَرَدَّهُ إِلَيْهِمْ۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ (مشرکین کے ساتھ) تین شرائط پر کی تھی (1) یہ کہ مشرکین میں سے کوئی آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آجائے تو آپ اسے واپس کر دیں گے، لیکن اگر مسلمانوں میں سے کوئی مشرکین کے ہاں پناہ لے گا تو یہ لوگ ایسے شخص کو واپس نہیں کریں گے۔ (2) یہ کہ آپ آئندہ سال مکہ آسکیں گے اور صرف تین دن ٹھہریں گے (3) یہ کہ ہتھیار تلوار، تیر وغیرہ نیام اور ترکش میں ڈال کر ہی مکہ میں داخل ہوں گے، چنانچہ ابو جندل رضی اللہ عنہ جو مسلمان ہو گئے تھے

(۲۷۴۹) أخرجه البخاري: ۲۷۰۰، ومسلم: ۱۷۸۳

اور قریش نے ان کو قید کر رکھا تھا) بیڑیوں کو گھسٹتے ہوئے
آئے، تو آپ نے انہیں (شرائط معاہدہ کے مطابق)
مشرکوں کو واپس کر دیا۔

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: لفظ "اَلْجُلُبَان" کی وضاحت ایک حدیث مبارکہ میں مذکور ہے، راوی نے کہا: میں نے دریافت کیا کہ "جُلُبَان السِّلاح" کا کیا مطلب ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہتھیاروں کا نیام اور پر تلے میں ہونا، اس شرط سے مشرکین کا مقصود یہ تھا کہ عمرے کی ادائیگی کے دوران بھی صلح کی نشانی ہتھیاروں کے بند ہونے کی صورت میں ظاہر ہوتی رہے اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ مسلمان مکہ میں بزور بازو داخل ہوئے ہیں اور مشرک دب گئے ہیں۔

ازہری رحمہ اللہ نے کہا: القراب سے مراد تلوار کا نیام اور پر تلہ ہے اور الجُلُبَان چمڑے کا ایک تھیلا جس میں نیام دار تلوار کو رکھا جاتا ہے اور اس میں اونٹنی سوار اپنی سفری ضروریات (زادِ راہ) مثلاً کوڑا، توشہ اور دیگر اشیاء کو رکھ کر اسے پالان کے وسط یا آخر میں لٹکا لیتا ہے۔

شمر نے کہا: لگتا ہے اس لفظ کا مادہ اشتقاق لفظ الجلبه سے ماخوذ ہے اور اس سے مراد چمڑے کا وہ ٹکڑا ہے جسے جانور کی پشت پر رکھ کر اوپر پالان کسا جاتا ہے یا اس سے مراد چمڑے کا وہ ٹکڑا ہے جس کے اندر تعویذ کو مڑھا جاتا ہے۔ اس ٹکڑے میں بھی تعویز یوں چھپ جاتا ہے جس طرح تلوار نیام میں غائب ہو کر نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ مقصود یہی ہے کہ ہتھیاروں کی سر عام نمائش نہ ہو بلکہ وہ بند ہوں۔

امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: اکثر محدثین "جُلُبّان" لام کے اوپر پیش اور باء کے اوپر تشدید کے ساتھ اس لفظ کو روایت کرتے ہیں، بعض اہل لغت کا کہنا ہے اس لفظ میں چھپ جانے اور مخفی ہو جانے کا معنی پایا جاتا ہے نیام وغیرہ کو جلبان کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس میں تلوار چھپ جاتی ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ لفظ جُلْبَان ہو یعنی لام کے اوپر جزم اور بائے غیر مشددہ کے ساتھ، اس صورت میں یہ لفظ جلت کی جمع ہوگا۔ ویسے یہ لفظ (اِلَّا بِجَلْبِ السِّلاح) بھی مروی ہے (اِلَّا بِجُلُبَانِ السِّلَاح کی بجائے)

اس صوردت میں مطلب ہوگا کہ آنے والے صرف اور صرف تلوار لا سکتے ہیں دیگر ہتھیار نہیں لا سکتے تا کہ امن وامان کی نشانی برقرار رہے (اور لڑا کا قوموں کے لیے تلوار ساتھ ہونا ایک معمول کی چیز ہے، حدیث میں وارد لفظ الحجل کا معنی ہے بندھے ہوئے پیروں سے کودنا یا قیدی کا دونوں پاؤں اٹھا کر کودنا، قیدی کا بیڑیوں سمیت چلنا۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: نبی اکرم ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر جن شرائط پر صلح کی (وہ اگرچہ بالکل نامناسب تھیں) مگر رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی کمزوری اور بہت سے مصالح کے پیش نظر ان کو تسلیم فرمالیا، مسلمان کفار کے ساتھ نبرد آزما ہونے کی پوزیشن میں نہ تھے اور ان کے غالب آجانے کا شدید خطرہ تھا لیکن اب جبکہ اللہ کے فضل وکرم

سے اسلام غالب اور اہل اسلام پوری شان وشوکت اور آب وتاب رکھتے ہیں تو کڑی شرائط مانتے ہوئے دب کر صلح کرنے کی ضرورت نہیں الا یہ کہ کوئی علاقہ دارالکفر کے ساتھ ہو اور اس جغرافیائی قرب کی بنا پر ان کی طرف سے بلوے کا اندیشہ رہتا ہو تو مصلحتاً دب کر صلح کر لینا اور بات ہے۔ (اور بعض مواقع پر ایسا کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ (ع، س)

نبی کریم ﷺ نے اہل مکہ سے دس سال تک جنگ نہ کرنے پر صلح کی تھی۔ اہل علم کا اس بابت خاصا اختلاف ہے کہ کفار سے صلح کتنی مدت کے لیے ہونی چاہیے؟ یعنی جب کہیں مسلمان کمزور پوزیشن میں ہوں تو کتنی مدت کے لیے کافروں سے صلح کرنا جائز ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ صلح کی زیادہ سے زیادہ مدت دس سال طے کی جاسکتی ہے اس سے زیادہ نہیں کیونکہ کفار کے بارے میں اصل حکم جہاد وقتال کا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہی منشا ہے، اس سے عدول کسی طور جائز نہیں، اتنی طویل مدت کے لیے صلح کرنا کہ جہاد کالعدم ہو کر رہ جائے ہرگز جائز نہیں البتہ صرف اتنی مدت کے لیے صلح جائز ہے جو اسوہ رسول ﷺ سے ثابت ہے اور وہ ہے صلح حدیبیہ کے موقع پر دس سال تک کے لیے صلح کرنا۔

اہل علم کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ چار سال سے زیادہ مدت کے لیے صلح کرنا جائز نہیں۔ کچھ اہل علم تین سال کی مدت کے قائل ہیں، کیونکہ مشرکین مکہ سے کی ہوئی صلح تین سال ہی چل سکی، پھر انہوں نے خود ہی معاہدے کو تار تار کر دیا اور نقض عہد کے مرتکب ہوئے۔ نبی کریم ﷺ ان کی سرکوبی کے لیے نکلے اور فتح مکہ کا واقعہ پیش آیا۔

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ صلح کے لیے کسی مدت کا تعین نہیں کیا جاسکتا، وقت کا مسلم حکمران جس مدت میں مصلحت اور خیر وبھلائی جانے اس کا تعین کرسکتا ہے۔

جب مسلمان غلبے اور قوت میں ہوں تو پھر بغیر جزیہ کے ایک سال تک کے لیے بھی صلح کرنا جائز نہیں البتہ چار ماہ کی مدت کے لیے صلح کی جاسکتی ہے۔

اس کی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ﴾ .... ''پس (اے مشرکو!) تم ملک میں چار مہینے تک تو چل پھر لو۔'' (التوبہ:۲)

اور اس موقف پر دوسری دلیل یہ ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد صفوان کو چار ماہ کی مہلت دی تھی، چار ماہ سے ایک سال تک کی مدت کے لیے کفار کے ساتھ صلح کرنے کے متعلق دو قول ہیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اتنی مدت کے لیے صلح کرنا جائز نہیں۔

کفار کے ساتھ غیر مؤقت معاہدہ کیا جاسکتا ہے جبکہ ساتھ یہ شرط ہو کہ ہم جب چاہیں گے معاہدہ ختم کر دیں گے یا ان کی طرف سے عہد کی پاسداری کا اہتمام نظر نہ آیا تو ہم معاہدہ توڑ دینے کے مجاز ہوں گے۔

آپ علیہ السلام کی طے شدہ شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ مشرکین میں سے اگر کوئی آدمی مسلمانوں کے پاس آجائے

تو مسلمان اسے واپس کر دیں گے اور مسلمانوں کا کوئی شخص ...... پناہ کی غرض سے بھاگ کر ......قریش کے پاس آئے گا تو قریش اسے واپس نہیں کریں گے۔ پھر صلح کی اس شق کا لحاظ رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے سیدنا ابو جندل بن سہیل رضی اللہ عنہ کو واپس کیا اور اسی طرح سیدنا ابوبصیر رضی اللہ عنہ کو ان کی قوم کی طرف لوٹا دیا، لیکن کافروں کی جانب سے مسلمان ہو کر آنے والی خواتین کو واپس نہیں فرمایا۔ اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ دفعات صلح کے تحت خواتین کو واپس کرنا بھی لازم تھا یا نہیں۔ اس کے بارے میں دو قول مروی ہیں ایک موقف تو یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں ہر دو کو واپس کرنا ضروری تھا کیوں کہ معاہدے کے الفاظ تھے (لَا يَأْتِيْكَ مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا رَدَدْتَّهٗ) ''ہماری طرف سے آپ کے پاس جو بھی آئے گا اسے آپ کو واپس کرنا ہوگا'' ان الفاظ کے مطابق عورتوں کو بھی واپس کرنا لازم ٹھہرتا ہے لیکن پھر اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا، چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ﴾ .... ''تو اب تم انہیں کافروں کی طرف واپس نہ کرو۔'' (الممتحنۃ: ١٠)

فائدہ: معاہدہ حدیبیہ میں ایک شق یہ تھی کہ مکے سے کوئی مسلمانوں کے پاس چلا جائے تو اس کو واپس کرنا پڑے گا، لیکن اس میں مرد و عورت کی صراحت نہیں تھی۔ بظاہر ''کوئی'' (احـــد) میں دونوں ہی شامل تھے، چنانچہ بعد میں بعض عورتیں مکے سے ہجرت کر کے مسلمانوں کے پاس چلی گئیں تو کفار نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا جس پر اللہ نے اس آیت میں مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی اور یہ حکم دیا کہ خواتین کو واپس نہ بھیجا جائے۔ (ع، س)

جو لوگ یہ موقف رکھتے ہیں ان کے نزدیک سنت کا نسخ کتاب اللہ سے جائز ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ صلح میں واپسی کا تعلق صرف مردوں کے ساتھ خاص تھا، خواتین کا اس میں کوئی تذکرہ نہیں تھا کیونکہ معاہدے کے الفاظ ہیں (عَلٰى اَنَّهٗ لَا يَأْتِيْكَ مِنَّا رَجُلٌ وَاِنْ كَانَ عَلٰى دِيْنِكَ اِلَّا رَدَدْتَّهٗ) ''ہماری طرف سے اگر کوئی مرد بھاگ کر آپ کے پاس آ گیا خواہ اس نے آپ کا دین اختیار کر لیا ہو تو آپ اسے ضرور واپس کریں گے۔'' اس شق ''رجـل'' (مرد) کے الفاظ ہیں، خواتین دفعات معاہدہ میں شامل ہی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد مضبوط اعصاب کا مالک ہوتا ہے اور قہر و جبر سہنے کی طاقت رکھتا ہے، اس پر فتنے میں مبتلا ہونے کا وہ اندیشہ نہیں جو عورت کی ذات پر ہے۔ عورت کمزور دل کی مالک ہے، اگر اسے کافروں اور مشرکوں کی طرف لوٹایا جائے گا تو ان کے ظلم وستم کے سامنے اس کے پائے ثبات میں تزلزل آ جائے گا اور وہ اپنے دین وعقیدہ کو سلامت نہ رکھ سکے گی، اسے ہراساں کر کے کافر بنا دیا جائے گا، عورتیں چونکہ سادہ لوح ہوتی ہیں اس لیے ممکن ہے توریہ بھی نہ کر سکیں۔ توریہ یہ ہے کہ دل میں تو ایمان ویقین کا دریا پوری طرح موجزن ہو لیکن آزمائشوں اور فتنوں سے بچنے کے لیے زبان سے کلمہ کفر کا اظہار کر دیا جائے۔

مردوں کے حق میں یہ اندیشہ نہیں ہے، مرد حضرات کو واپس کرنے میں کوئی خاص مضائقہ نہیں نہ اسے ہلاکت وتباہی کے سپرد کرنا ہی کہا جا سکتا ہے کیونکہ خطرات وحوادث کے سیل رواں کا سامنا کرنا مردوں کی فطرت میں ودیعت ہے،

مردوں کے لیے کفار ومشرکین کے قیدوبند سے نکل بھاگنا بھی کچھ مشکل نہیں۔ بہر تفصیل اگر کبھی اہل اسلام ضعف وناتوانی کے عالم میں ہوں اور کفر قہر مانیت رکھتا ہو تو بھی صلح کرتے ہوئے مسلم خواتین کو واپس کرنے کی شرط پر صلح کرنا جائز نہیں۔ ہاں! مرد حضرات کو واپس کر دینے کی شرط طے کی جا سکتی ہے ساتھ اس بات کا بھی دھیان رہے کہ اگر کسی مسلم فرد کی طلب میں اس کے خاندان اور کنبے کے علاوہ کوئی اور لوگ چارہ جوئی کریں تو اسے ہرگز واپس نہ کیا جائے۔ ہاں اگر اس کے اقرباء اور قبیلے والے آحاضر ہوں اور اپنے فرد کو لے جانے پر مصر ہوں تو صلح کی دفعات کے تحت اسے ان کے حوالے کیا جا سکتا ہے۔

اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ اس کے قبیلے والوں پر اسے قتل کر دینے کا اندیشہ نہیں بلکہ اگر کوئی دوسرا شخص ایسا خطرناک ارادہ رکھتا بھی ہو تو وہ اپنے خاندان اور قوم برادری کے فرد کا دفاع کریں گے اور قرابت داری کا خیال رکھتے ہوئے اس کے ساتھ شفقت ورافت کا معاملہ کریں گے، زیادہ سے زیادہ زدوکوب کر لیں گے اور بس، اسی پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے سیدنا ابو جندل رضی اللہ عنہ کو ان کے والد کے حوالے اور سیدنا ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو ان کے قبیلے کے سپرد کر دیا تھا کہ وہ خود ہی اپنے اپنے فرد کا پاس ولحاظ اور دفاع کریں گے۔

سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (صلح حدیبیہ کے موقع پر) قریشیوں نے مجھے رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ کیا، جب میں نے آپ کو دیکھا تو میرے دل میں اسلام کی رغبت ڈال دی گئی، پس میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں ان کی طرف نہیں جاؤں گا، آپ ﷺ نے فرمایا: ((إِنِّی لَا أَخِیسُ بِالعَهْدِ، وَلَا أَحْبِسُ البُرُدَ، ولٰكِنِ ارْجِعْ فَإِنْ كَانَ فِی نَفْسِكَ الَّذِی فِی نَفْسِكَ الْآنَ، فَارْجِعْ۔)) ...... ''میں عہد کو نہیں توڑتا اور نہ قاصدوں کو قید کرتا ہوں، تمہیں چاہیے کہ واپس جاؤ، اگر تمہارے دل میں وہی بات رہے جو اب ہے تو واپس آجانا۔'' (صحیح، ابوداود: ۲۷۵۸)

(لَاأَخِیسُ بِالْعَهْدِ) ''میں عہد نہیں توڑتا'' خاس فلان وعده کا معنی ہے فلاں نے وعدہ خلافی کی اور خَاسَ بِالْعَهْدِ کا معنی ہے فلاں نے عہد و پیماں توڑ دیا، پھر جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمان ہو کر آنے والی عورتوں کو کافروں کی طرف واپس لوٹانے سے منع فرمایا تو ساتھ یہ حکم بھی دیا کہ ان کے کافر خاوندوں نے جو ان پر خرچ کیا ہے یعنی مہر ادا کیا ہے، وہ تم انہیں ادا کر دو، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاسْأَلُوا مَا أَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنْفَقُوا﴾ .... ''اور جو خرچ تم نے کیا ہو، اس کا ان سے مطالبہ کر لو اور جو ان کافروں نے خرچ کیا ہو وہ اس کا تقاضا کر لیں۔'' (الممتحنۃ: ۱۰)

اس آیت کریمہ میں خرچ کرنے سے مراد، حق مہر ہے۔

اہل علم کا اختلاف ہے کہ اب اگر مشرکین سے اس قسم کا معاہدہ طے پا جائے تو کیا اس پر عمل کیا جائے گا یا نہیں، اہل علم وفضل کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ ایسے معاہدے پر عمل کرنا واجب نہیں اور ان حضرات کے خیال کے مطابق یہ آیت منسوخ ہے۔ اس موقف کے قائل امام عطاء، مجاہد، قتادہ، زہری اور ثوری رحمہم اللہ ہیں، امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی ایک

قول یہی ہے جبکہ کچھ اہل علم کا خیال ہے کہ یہ آیت کریمہ منسوخ نہیں بلکہ اب بھی اگر کافروں کی عورتیں مسلمان ہو کر دارالسلام میں آجائیں تو ان کے کافر خاوندوں کے دیے ہوئے مہران کو واپس لوٹانے ہوں گے۔ امام مجاہد رحمہ اللہ سے یونہی مروی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول بھی یہی ہے۔

انہوں نے کہا: اگر معاہدۂ صلح والے کافروں کی کوئی آزاد عورت مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس آجائے اور پھر اس کو طلب کرنے کے لیے اس کے خاوند کے علاوہ کوئی اور شخص آئے تو عورت کی واپسی تو کجا حق مہر کی ادائیگی بھی نہیں کی جائے گی ہاں اگر خاوند آجائے اور اس نے حق مہر کی ادائیگی کر رکھی ہو تو اس کا دیا ہوا مہر واپس کر دیا جائے گا اور اس کی ادائیگی بیت المال سے ہوگی اور اگر کافر خاوند نے حق مہر ادا نہ کیا ہو تو اسے کچھ بھی نہیں دیا جائے گا۔

اگر کافروں کا غلام مسلمان ہو کر آجائے تو اسے آزاد تصور کیا جائے گا اور کافروں کی طرف واپس نہیں لوٹایا جائے گا، پھر اگر تو اس کے ڈھونڈنے کے لیے اس کا آقا آجائے تو اسے غلام کی قیمت ادا کر دی جائے گی (اور غلام اس کے حوالے نہیں کیا جائے گا)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فرمان ﴿وَاسْأَلُوا مَآ أَنفَقْتُمْ﴾ .... ''اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہے مانگ لو۔'' کا مطلب ہے کہ اے مومنو! جن کی بیویاں مرتد ہو کر معاہدہ والے کافروں سے جا ملیں تو ان سے نکاح کرنے والے کافروں اور مشرکوں سے کہا جائے گا ان کا مہر ادا کرو اور جب کافروں کی عورتیں اسلام قبول کر کے مسلمانوں کے پاس آجائیں تو مسلمانوں سے کہا جائے گا ان کا مہران کے کافر خاوندوں کو ادا کریں جب سورۃ الممتحنہ کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو مسلمانوں نے اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور بلا چوں چرا عمل کرنے لگے اور مسلمانوں نے مشرک خاوندوں کو ان کی مسلمان ہو کر آنے والی عورتوں کے حق مہر ادا کیے لیکن مشرکوں نے اس حکم سے سرتابی کی تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَإِن فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ﴾ .... ''اور اگر تمہاری کوئی بیوی تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور کافروں کے پاس چلی جائے تو پھر تم اس کا بدلہ لو۔'' (الممتحنہ:۱۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اگر تمہاری عورتوں میں سے کوئی عورت مرتد ہو کر چلی جائے اور وہ اس کا حق مہر واپس نہ کریں تو تم ان سے بدلہ لو یعنی میدان معرکہ میں ان کو اتنا مارو کہ وہ بھاگ جائیں اور تمہیں غنیمت حاصل ہو جائے (اس میں تقسیم سے پہلے ان مسلمانوں کو، جن کی بیویاں دارالکفر چلی گئی ہیں، ان کے خرچ کے بقدر ادا کر دو، گویا مال غنیمت سے مسلمانوں کے نقصان کا ازالہ یہ بھی سزا ہے۔ (ع،س)

فائدہ: ایک قول یہ بھی ہے کہ کافروں سے جہاد کرو حتی کہ انجام تمہارے ہاتھ رہے۔ مراد یہی ہے کہ مال غنیمت حاصل ہو اور تم فاتح ٹھہرو۔ عَاقَبْتُمْ کو (فَعَقَّبْتُمْ) بھی پڑھا گیا ہے (یہ سیدہ عائشہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت ہے) یہ لفظ تَعْقِيبُ سے ماخوذ ہے اور معنی ہے کہ تم کفار سے بار بار لڑائی کرو اور معرکے پر معرکہ لڑو تا آنکہ انہیں نشان

عبرت بنا کر رکھ دو اور جنگ سے حاصل ہونے والی غنیمت سے ان لوگوں کا نقصان پورا کرو جن کی بیویاں دارالکفر چلی گئی ہیں، چنانچہ ارشاد ہے: ﴿ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ﴾ .... ''تو جن کی بیویاں چلی گئی ہیں انہیں ان کے اخراجات کے برابر ادا کردو۔'' (الممتحنۃ: ۱۱) (اگر مال غنیمت سے بھی ازالہ کی صورت نہ ہو تو بیت المال سے تعاون کیا جائے۔ ع،س)

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے روز صلح سے پہلے کچھ غلام بھاگ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئے تو ان کے مالکوں نے آپ کو لکھا (کہ ہمارے غلام واپس کر دیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ اللہ عزوجل کے آزاد کردہ لوگ ہیں۔'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں واپس کرنے سے انکار کردیا۔

(صحیح، ابوداود: ۲۷۰۰، ترمذی: ۳۷۱۵)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ حربی کافروں کے غلام اگر اسلام قبول کر کے مسلمانوں سے آملیں تو وہ آزاد ہیں۔ انہیں کفار کے پاس واپس بھیجنے کی کوئی وجہ نہیں نہ ان کی قیمت دینا ضروری ہے۔

اگر کافر مالک اپنے کافر غلام کے ہمراہ دارالسلام میں آئے اور مسلمانوں کے قبضہ میں آنے سے پہلے دونوں ہی مسلمان ہو جائیں تو غلام پر اس کے آقا کے قبضہ، ملکیت اور تسلط کو برقرار سمجھا جائے گا اور غلام پہلے کی طرح اپنے آقا کا غلام ہی رہے گا۔

اگر کسی غلام نے دار الحرب میں ہی اپنے آقا پر غلبہ اور تسلط پالیا ہو پھر وہیں سے دونوں اسلام قبول کر کے مسلمانوں کے پاس آجائیں اور غلام کا تسلط اپنے آقا پر برقرار ہو تو سابقہ آقا کو مملوک اور سابقہ مملوک کو مالک ہی تصور کیا جائے گا۔

جو مسلمان دار الکفر سے ہجرت کر کے دارالسلام میں آبسے تو جنگ کے بعد اس کی تمام املاک اور اس کے نابالغ بچے محفوظ ہوں گے اس کی جائداد اور بال بچے دارالسلام میں ہوں خواہ دار الکفر میں، جائداد منقولہ ہو خواہ غیر منقولہ۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوقریظہ کا محاصرہ کیا تو سعیہ کے دونوں بیٹے ثعلبہ اور اسید مسلمان ہو گئے تو ان کے اسلام قبول کرنے کی بنا پر ان کا مال و دولت اور چھوٹی (نابالغ) اولاد محفوظ ہو گئے۔

اسی طرح اگر ایک مسلمان نے دارالحرب میں کوئی جائداد اور جاگیر خرید رکھی ہو، پھر اس علاقے پر مسلمانوں کو غلبہ اور تسلط حاصل ہو جائے تو وہ جائداد مسلمان خریدار ہی کی ہوگی اسے مال غنیمت کے طور پر تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ اہل رائے کا خیال ہے کہ اسے مال غنیمت کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔ بہرحال وہ اس بات پر تو متفق ہیں کہ جائداد من کو بطور مال غنیمت تقسیم نہیں کیا جائے گا۔

اگر مسلمانوں کا امام کسی قوم سے صلح کا معاہدہ کرے تو وقت مقررہ کے ختم ہونے سے قبل ان کی جانب پیش قدمی

کرنا جائز نہیں وہ اس طرح کہ عساکر اسلام کو نقل وحرکت مخفی رکھ کر بارڈر کی طرف روانگی کا حکم دے دیا جائے اور مدت معاہدہ ختم ہوتے ہی حملہ آور ہوا جائے۔ اس کی دلیل سلیم بن عامر رحمہ اللہ سے مروی روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے درمیان معاہدہ (صلح وامن) ہو چکا تھا اور (معاویہ رضی اللہ عنہ ان ایام معاہدہ میں) ان کے علاقوں کی طرف کوچ کر رہے تھے تا کہ جونہی معاہدے کی مدت ختم ہو (اچانک) ان پر چڑھائی کر دیں، چنانچہ کسی جانور پر یا عربی گھوڑے پر سوار ایک شخص ان کی طرف آیا، وہ اللہ اکبر اللہ اکبر، وفاداری ہو، غدر نہیں، پکارتا آ رہا تھا، لوگوں نے دیکھا تو وہ صحابی رسول سیدنا عمرو بن عبینہ رضی اللہ عنہ تھے، معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بلوایا اور پوچھا، تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ((مَنْ كَانَ بينَهُ وبيْن قومٍ عهْدٌ، فَلا يشُدُّ عُقْدةً، ولا يحِلُّها حتّى ينْقضِي أمدُها، أوْ ينْبِذْ إليهِمْ على سواءٍ۔)) ......"جس کا دوسری قوم سے کوئی معاہدہ ہو تو وہ اس وقت تک اپنا کوئی معاہدہ نہ کرے اور نہ اسے ختم کرے جب تک کہ پہلے معاہدے کی مدت باقی ہو یا برابری کی سطح پر اسے توڑنے کا اعلان کر دے۔" چنانچہ معاویہ رضی اللہ عنہ لوٹ آئے۔ (صحیح، ابوداود: ٢٧٥٩، ترمذی: ١٥٨٠)

(أَوْ يَنْبِذَ أَلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ) "تو برابری کی حالت میں ان کا عہد نامہ توڑ دے" کا مطلب ہے کہ انہیں باقاعدہ مطلع کیا جائے کہ آئندہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں تا کہ دونوں فریق اپنے اپنے طور پر اپنی حفاظت کے ذمہ دار ہوں، کوئی فریق لاعلمی اور مغالطے میں نہ مارا جائے۔

ممکن ہے سیدنا عمرو بن عبینہ رضی اللہ عنہ نے اختتام معاہدے کے فوراً بعد چڑھائی کرنے کو اس لیے دھوکے میں شمار کیا ہو کہ جب معاہدہ ہوا تھا تو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے دارالخلافہ میں تھے اب اس مدت کا اختتام بھی دارالخلافہ میں رہتے ہوئے ہونا چاہیے۔ گویا معاہدہ کی مدت کے ختم ہونے سے قبل کوئی نقل وحرکت اور کوچ نہ کرنا معاہدے کی شرائط میں شامل ہے۔ معاہدے کے دن ابھی باقی ہوں اور چڑھائی کی تیاریاں شروع کر دی جائیں تو اسے یوں سمجھتے جیسے مدت معاہدہ میں ہی چڑھائی کر دی گئی ہو، اس لیے حضرت نے اسے عذر اور دھوکہ دہی سے تعبیر کیا اور اصول وضوابط کو ہر حال میں پیش نظر رکھنے کی تلقین فرمائی۔ واللہ اعلم

اگر معاہدہ صلح والی قوم نقض عہد کی مرتکب ہو جائے تو پھر ان پر حملہ آور ہونے کے لیے نقل وحرکت کو صیغہ راز میں رکھا جا سکتا ہے کہ انہیں غفلت میں پا کر خوب سبق سکھایا جائے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کے ساتھ کیا اور اگر معاہد قوم سے خیانت اور نقض عہد کا خطرہ ہو یا آثار ظاہر ہو رہے ہوں تو برابری کی حالت میں ان کا عہد توڑا جا سکتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ﴾ .... "اور اگر تجھے کسی قوم کی خیانت کا ڈر ہو تو برابری کی حالت میں ان کا عہد نامہ توڑ دے۔" (الانفال: ٥٨)

مسلمانوں کی طرف آنے والے قاصد اور سفیر کو ادائیگی فرض کے بعد اپنے وطن (یا محفوظ مقام) پہنچنے تک امان

حاصل ہے نبی اکرم ﷺ نے ابن نواحہ سے کہا تھا: ''اگر تو سفیر اور قاصد نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔''

(صحیح، ابوداود: ۲۷۶۲)

(66)......بَابُ أَخْذِ الْجِزْيَةِ مِنَ الْمَجُوسِ

مجوسیوں سے جزیہ وصول کرنا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾ .... ''ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے جو اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ شے کو حرام نہیں جانتے، نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے، یہاں تک کہ وہ ذلیل وخوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔'' (التوبہ: ۲۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد (عَنْ يَدٍ) کا مطلب ہے ذلیل وخوار ہو کر اور اس اعتراف سے جزیہ دیں کہ دین اسلام ہی تمام ادیان پر غالب اور بلند ہے، اس لفظ کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ کفار سے جزیہ لے کر انہیں زندگی کی ضمانت دینا کافروں پر مسلمانوں کی طرف سے ایک انعام اور احسان ہے۔ ''يد'' کا لفظ عربی زبان میں احسان کے لیے مستعمل ہے، بعض نے (عَنْ يَدٍ) کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جزیہ کی رقم کی نقد ادائیگی ہو ادھار نہیں۔

﴿وَهُمْ صَاغِرُوْنَ﴾ .... ''اور وہ ذلیل وخوار ہوں'' صغار کا معنی ہے ذلت ونکبت یعنی جزیہ وصول کرنے والا مسلمان افسر کرسی پر تمکنت اور وقار کے ساتھ براجمان ہو اور جزیہ کی ادائیگی کرنے والے قطار میں کھڑے ہو کر جزیہ ادا کریں کہ جس سے ان پر اسلام کا حکم نافذ ہو اور اسلام کا حکم اہل شرک کے حکم پر غلبہ رکھتا ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ﴾ .... ''اور ان پر ذلت اور مسکینی ڈال دی گئی ہے۔'' (سورۂ بقرہ: ۶۱)

بعض کے نزدیک ذلت سے مراد جزیہ کی ادائیگی ہے اور مسکنت سے مراد دل کا افلاس ہے۔ آدمی خواہ کتنا ہی مالدار ہو مگر اس کا دل مفلسی کا شکار ہو یہی کیفیت یہود کی ہے۔

(۲۷۵۰)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَّالُ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالَا: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَنَا الرَّبِيعُ، أَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنَا سُفْيَانُ......

عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ بَجَالَةَ، يَقُولُ: لَمْ يَكُنْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخَذَ

جناب عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے بجالہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے

(۲۷۵۰) أخرجه البخاري: ۳۱۵۶

الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوسِ حَتَّى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا مِنْ مَجُوسِ هَجَرَ۔

پارسیوں سے جزیہ نہیں لیا تھا حتی کہ سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر علاقہ کے پارسیوں سے جزیہ لیا تھا (تو وہ بھی لینے لگے تھے)

(۲۷۵۱)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ......

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ذَكَرَ الْمَجُوسَ، فَقَالَ: مَا أَدْرِي كَيْفَ أَصْنَعُ فِي أَمْرِهِمْ؟ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ: أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: ((سُنُّوا بِهِمْ سُنَّةَ أَهْلِ الْكِتَابِ۔))

جناب جعفر بن محمد اپنے والد گرامی (محمد رحمہ اللہ) سے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں کا ذکر کیا اور کہا: مجھے کچھ معلوم نہیں کہ میں ان کے ساتھ کیسا سلوک کروں؟ تو سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے: ''مجوس سے اہل کتاب کا سا سلوک کرو۔''

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: تمام امت اس بات پر متفق ہے کہ اہل کتاب یہودی ہوں خواہ نصاریٰ ان سے جزیہ وصول کیا جائے گا جبکہ وہ اہل عرب نہ ہوں کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾ .... ''ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے جو اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ شے کو حرام نہیں جانتے نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے، یہاں تک کہ وہ ذلیل وخوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔'' (التوبہ: ۲۹)

البتہ ساکنان عرب، اہل کتاب اور عجم میں رہنے والے اہل کتاب کے علاوہ دیگر کفار کی بابت اختلاف ہے کہ ان سے جزیہ وصول کیا جائے گا یا نہیں، امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ جزیہ کی وصولی کا تعلق دین ومذہب سے ہے حسب ونسب سے نہیں۔ اس اصول کے تحت ان کا خیال ہے کہ اہل کتاب عربی ہوں خواہ عجمی ہر دو سے جزیہ لیا جائے گا اور بت پرستوں سے کسی بھی حال میں نہیں لیا جائے گا، ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دومۃ الجندل کے رئیس اکیلے سے جزیہ وصول فرمایا تھا اور وہ عربی تھا، کہا جاتا ہے کہ وہ اہل غسان میں سے تھا اور آپ نے یمن کے ذمیوں سے جزیہ وصول فرمایا جن کی اکثریت عربیوں پر مشتمل تھی۔ اسی طرح آپ نے نجران کے رہنے والوں سے جزیہ وصول فرمایا اور ان

(۲۷۵۱) ضعیف ......أخرجه الامام مالك فی "المؤطأ": ٦١٧

میں اہل عرب بھی تھے (اور یہ سارے واقعات اس بات کی دلیل ہیں کہ غیر مسلم عرب سے بھی جزیہ لیا جانا ضروری ہے جیسے عجمیوں سے لیا جاتا ہے۔ع،س)

امام مالک رحمہ اللہ اور امام اوزاعی رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ مرتد کے علاوہ تمام کافروں سے جزیہ لیا جائے گا۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مجوسیوں سے جزیہ وصول کرنے سے رک جانے میں اس بات کی دلیل ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات کے قائل تھے کہ کسی مشرک سے جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا اور صرف اہل کتاب ہی سے وصول کیا جائے گا حتی کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے شہادت دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علاقہ ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا۔

تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا جائے گا اور اکثر اہل علم کا موقف ہے کہ ان کا شمار اہل کتاب میں نہیں، ان سے جزیہ کی وصولی سنت کی بنا پر کی جاتی ہے جس طرح یہود ونصاریٰ سے جزیہ کتاب اللہ کے حکم کے تحت وصول کیا جاتا ہے۔

بعض اہل علم کا موقف ہے کہ ان کا شمار اہل کتاب میں ہے کیونکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کی ایک کتاب تھی جسے وہ پڑھا کرتے تھے۔ایک رات ان کی کتاب کو زائل کرکے ان کے درمیان سے اٹھا لیا گیا اور انہوں نے صبح بغیر کتاب کے کی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہل کتاب تھے، علماء کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ مجوس سے نکاح کرنا اور ان کا ذبیحہ کھانا حرام ہے، صرف امام ابوثور سے اباحت کا قول بیان کیا جاتا ہے، رہے یہود ونصاریٰ جن کا نسبی تعلق بنی اسرائیل سے ہے تو تمام اہل علم اس بارے میں متفق ہیں کہ ان کی خواتین سے نکاح کرنا اور ان کا ذبیحہ کھانا حلال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ أُوْ تُو االْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ .... ''اور اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے اور پاک دامن مسلمان عورتیں اور جو لوگ تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں ان کی پاک دامن عورتیں بھی حلال ہیں۔'' (سورۂ مائدہ: ۵)

رہے وہ مشرک جنہوں نے یہودیت یا عیسائیت کو بطور مذہب اپنا لیا ہے تو ان کے معاملے میں غور خوض کیا جائے گا اگر تو وہ یہودیت وعیسائیت میں ان کے منسوخ یا تحریف وتبدیلی ہو جانے سے پہلے کے داخل ہیں تو (ان کا حکم اصل یہود ونصاریٰ کا سا ہے) اور ان سے جزیہ وصول کیا جائے گا البتہ ان کی عورتوں سے شادی کرنے اور ان کے ہاتھوں سے ذبح کیے ہوئے جانور کے متعلق اختلاف ہے لیکن اصح قول کے مطابق یہ دونوں چیزیں حلال ہیں۔

اور اگر وہ ان ادیان کے منسوخ ہو جانے یا تحریف وتبدل کے بعد ان میں داخل ہوئے ہوں تو پھر ان سے جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا، ان کی عورتوں سے نکاح جائز ہے نہ ان کے ہاتھوں کا ذبیحہ۔اور جن کی بابت شک ہو اور کسی

فیصلے پر پہنچنا مشکل ہو کہ آیا وہ نسخ اور تبدیلی سے قبل یہودیت وعیسائیت میں داخل ہوئے ہیں یا بعدازاں تو ان سے جزیہ وصول کیا جائے گا لیکن ان سے نکاح درست نہیں اور نہ ان کا ذبیحہ ہی حلال ہے، اس فرق کی وجہ کہ جزیہ لینا تو جائز ہو اور نکاح اور ذبیحہ ناجائز ہو یہ ہے کہ جزیہ کی وصولی، ادائیگی کرنے والے کے خون کی حفاظت کی ضمانت ہے اور خون کا معاملہ جب خون بہانے اور نہ بہانے کے مابین لٹکا ہوا ہو تو نہ بہانے والے پہلو کو ترجیح دی جاتی ہے اور جزیہ کی ادائیگی اس کے خون کی حفاظت کی نشانی ہے اور شرمگاہ اور ذبیحہ کی حلت وحرمت کے درمیان جب تردد کی کیفیت ہو تو حرمت کی جانب ترجیح پائی جاتی ہے، اسی قسم سے اہل عرب کے ان نصاریٰ کا تعلق ہے جو قبیلہ تنوخ، بکر اور بنو تغلب سے ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے جزیہ تو وصول کیا لیکن ساتھ ہی فرمایا: ہمارے لیے ان کا ذبیحہ جائز نہیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا، بنو تغلب کے عیسائیوں کا ذبیحہ نہ کھاؤ، بلاشبہ شراب نوشی کے علاوہ عیسائیت کے کسی حکم پر عمل پیرا نہیں ہیں (اصلاً عیسائیت اللہ کا دین ہے اور اس میں شراب نوشی حرام ہے مگر آج کل کی طرح تب بھی سارے عیسائی شراب نوشی میں غرق تھے اس لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بنو تغلب کے مشرکوں نے عیسائیت کو قبول تو کیا لیکن شراب نوشی کے علاوہ اور کسی بات پر عمل نہ کیا۔ (ع،س)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ اہل عرب نصاریٰ کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے تو انہوں نے کہا: کوئی حرج نہیں۔ امام زہری رحمہ اللہ نے کہا: عربی نصاریٰ کے ذبیحہ کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر آپ (اپنے کانوں سے) سنیں کہ انہوں نے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا ہے تو مت کھایئے اور اگر آپ نہ سنیں تو یاد رہے کہ اللہ نے ان کا ذبح حلال قرار دیا ہے اور وہ ان کے کفر سے بخوبی واقف ہے۔

اگر ہمارے زمانے میں کوئی یہودی یا عیسائی وثنیت (بت پرستی) اختیار کر لے تو اس سے جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا جس طرح اب اگر کوئی بت پرست یہودی یا عیسائی مذہب اختیار کر لے تو اس سے بھی جزیہ نہیں لیا جائے گا۔

اگر کوئی یہودی عیسائیت اختیار کر لے یا کوئی نصرانی یہودیت اپنا لے تو کیا اس سے بدستور جزیہ لیا جائے گا اور یہ کہ اس سے نکاح کا تعلق اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے؟ اس کے بارے میں دو قول ہیں پہلا قول جواز کا ہے کہ ان کا ذبیحہ اور ان سے رشتہ لینا جائز ہے اور اس کے قائل اہل رائے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ان دونوں دینوں کی اصل ایک ہے اور دونوں ہی اہل کتاب ہیں۔ دوسرا قول عدم جواز کا ہے کہ وہ جس دین کو اب تک باطل کہہ رہا تھا اب اسی کا پیروکار ہو گیا ہے اور اس کا معاملہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی مسلمان مرتد ہو جائے۔ العیاذ باللہ عزوجل۔

اگر کوئی مجوسی یہودیت اختیار کر لے یا کوئی یہودی مجوسیت میں چلا جائے تو ایسے شخص سے مناکحت کا تعلق رکھا جا سکتا ہے نہ اس کا ذبیحہ حلال ہے اور ایسے شخص سے جزیہ لینے کے بارے میں اختلاف ہے۔

(67)......بَابُ قَدْرِ الْجِزْيَةِ
جزیہ کی مقدار کتنی ہو؟

(۲۷۵۲)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ سَعِيدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الضَّبِّيُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْمَحْبُوبِيُّ، نَا أَبُو عِيسَى التِّرْمِذِيُّ، نَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ......

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ كُلِّ حَالِمٍ دِينَارًا، أَوْ عِدْلَهُ مَعَافِرَ۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب مجھے یمن کی طرف روانہ کیا تو ان کو حکم دیا کہ ہر بالغ سے ایک دینار یا اس کے برابر معافری کپڑا وصول کریں۔

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث مبارکہ میں مذکور لفظ ”حَالِم“ سے مراد بالغ فرد ہے اسے احتلام ہوا ہو یا نہ اور ”اَلْمَعَافِرَ“ یمن کے علاقے میں بنے جانے والے کپڑے کی ایک قسم ہے۔ حدیث مبارکہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ جزیہ صرف بالغ مرد حضرات سے لیا جائے گا بچوں اور عورتوں سے نہیں اور نہ یہ دیوانوں اور غلاموں پر واجب ہے، جزیہ کی کم سے کم مقدار ہر کافر بالغ فرد پر ہر سال میں ایک دینار ہے اس سے کم جائز نہیں اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک دینار ایک معقول مقدار ہے جو مالدار، متوسط اور محتاج وفقیر دے سکتا ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کے الفاظ ہیں کہ ہر بالغ سے ایک دینار وصول کیا جائے اور آپ نے غنی اور فقیر کا فرق نہیں کیا حالانکہ معاشرے میں تو سبھی قسم کے افراد ہوتے ہیں خوشحال بھی اور بدحال بھی، امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک اور قول بھی ہے کہ مفلس وقلاش ذمی پر کوئی جزیہ نہیں۔ اہل رائے کا موقف ہے کہ مالدار کافروں سے ہر سال چار دینار وصول کیے جائیں، متوسط سے دو دینار اور غرباء ومساکین سے ایک دینار۔

ابن نجیح نے کہا کہ میں نے مجاہد سے پوچھا! اس کی کیا وجہ ہے کہ شام کے اہل کتاب پر چار دینار (جزیہ) ہے اور یمن کے اہل کتاب پر صرف ایک دینار تو انہوں نے کہا کہ شام کے کافر زیادہ مالدار ہیں۔

ایک دینار سے زیادہ مقدار پر صلح کرنا بھی جائز ہے نیز اہل ذمہ (مملکت اسلامیہ میں غیر مسلم رعایا) پر یہ شرط بھی عائد کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے علاقے سے گزرنے والے مسلم فوج کے قافلوں کی ضیافت کرنے کے پابند ہوں گے، پیدل اور سوار کی تعداد، ایام ضیافت اور مہمان نوازی کی نوعیت کو بھی متعین کیا جاسکتا ہے اور یہ کہ انہیں گزرنے والے قافلوں کے جانوروں کے چارے کا بندوبست اور انتظام بھی کرنا ہوگا۔ مہمانی اور ضیافت کی نوعیت کو برقرار رکھتے ہوئے امیر

(۲۷۵۲) صحیح ......أخرجه ابوداود: ۳۰۳۹، والترمذی: ۶۲۳، والنسائی: ۲۴۴۹

اورغریب میں مہمانوں کی تعداد اورایام ضیافت میں فرق کیا جاسکتا ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ دو ہزار حلے (کپڑوں کے جوڑے) ادا کیا کریں گے، آدھے ماہ صفر میں اور آدھے رجب میں، علاوہ ازیں تیس زرہیں، تیس گھوڑے، تیس اونٹ اور ہر قسم کا اسلحہ جو جنگ میں استعمال ہوتا ہے تیس تیس کی تعداد میں عاریتاً دیا کریں گے اور مسلمان ان چیزوں کے واپس کرنے تک ان کے ضامن ہوں گے، (یہ عاریت اس وقت لی جائے گی) جب یمن میں کوئی فساد یا غدر ہوا (اور ان کی ضرورت پڑی) اور (ان کے ساتھ عہد تھا کہ) ان کا کوئی معبد نہیں گرایا جائے گا، کسی پادری کو نہیں نکالا جائے گا اور ان کے دین میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی جب تک کہ یہ دین میں کوئی نئی بات نہ نکالیں اور سود نہ کھائیں۔(ضعیف الاسناد، ابوداود: ۳۰۴۱)

نوشتہ صلح میں آنے والے الفاظ (الــکَیْـد) سے مراد جنگ وجدال ہے نیز اس معاہدہ سے معلوم ہوا کہ عاریتاً اور ادھار لی ہوئی چیز کا اگر نقصان ہو جائے تو اسے بھرنا ہوگا اور استعمال کنندہ کے ذمے تاوان ہے۔

مروی ہے:أنّ الـنّبـی صَـلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضرب علی نَصارَی أيْلة ثَلاث مائةِ دِينارٍ كُلّ سنةٍ، وأنْ يُضيفُوا منْ مرّ بِهِمْ مِن المُسْلِمين ثَلاثًا، وَلا يغُشُّوا مُسْلِمًا...... نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر ایلہ کے نصاریٰ پر سالانہ تین سو دینار جزیہ مقرر کیا تھا اور ساتھ یہ شرط عائد کی تھی کہ وہ اپنے علاقے سے گزرنے والے مسلمانوں کی تین دن تک مہمانی کریں گے اور کسی مسلمان سے عذر اور دھوکہ نہیں کرینگے۔

(ضعیف و منقطع، مسند شافعی: ۱۰۱۰، بیہقی: ۹/ ۱۹۵)

یہ بھی مروی ہے کہ اس وقت ان کی مجموعی تعداد تین سو ہی تھی (گویا فی کس ایک دینار رہی ہو)

مروی ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہل ذمہ پر سالانہ فی نفر چار دینار یا چالیس درہم چاندی بطور جزیہ عائد کیا تھا اور ساتھ یہ شرط عائد کی تھی کہ وہ کچھ غلہ بھی مسلمانوں کوارسال کریں گے اور گزرنے والے مسلم قافلوں کی تین روز تک ضیافت کرنے کے پابند ہوں گے۔(مؤطا امام مالك: ٦١٨)

اگر حاکم وقت کافروں سے صلح کرے اور خراج ان کی اراضی پر لگان دے تو جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ حاصل ہونے والی آمدن ہر بالغ کافر کے اعتبار سے ایک دینار سالانہ ضرور ہو، کم نہ ہو، یہ جائز نہیں کہ معاہدۂ صلح اس بات پر طے ہو کہ ان کے غلوں اور پھلوں سے عشر (دسواں حصہ) لیا جائے اس لیے کہ یہ مقدار مجہول ہے، عشر کم بیش ہوتا رہتا ہے، کھیتیاں کسی سال آفات ارضی وسماوی کے بھینٹ چڑھ سکتی ہیں اور غلہ کم ہوسکتا ہے اور جزیہ کی کم سے کم مقدار ایک دینار سالانہ ہے، اس سے تھوڑا لینا جائز نہیں ہاں اگر ساتھ یہ شرط لگا دی جائے کہ عشر کم ہونے کی صورت میں انہیں جزیہ کی اقل مقدار کو پورا کرنا ہوگا تو جائز ہے۔

اگر کافر جزیہ کے لفظ سے چیں بجبیں ہوں اور امام وقت ان پر جزیہ کی بجائے زکاۃ کی مقدار کو دگنا کر دے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مال کی ہر قسم میں جو اللہ کا حق زکاۃ ایک مسلمان پر عائد ہوتا ہے کافر سے دوگنا وصول کیا جائے گا مثلاً چالیس بکریوں پر دو بکریاں، پانچ اونٹوں پر دو بکریاں اور تیس گائیوں پر دو تبیعے وصول کیے جائیں گے۔ اسی طرح فصلوں پر خمس (پانچواں حصہ) ہوگا نیز درہم و دینار اور اموال تجارت پر بھی نصف عشر لیا جائے گا۔ رکاز (جاہلی دور کا مدفون خزانہ اگر کسی کو مل جائے) پر دو خمس وصول کیے جائیں، اگر کسی کافر کے پاس زکاۃ والی کوئی جنس نہ ہو تو اس سے جزیہ کی کم از کم مقدار ایک دینار سالانہ وصول کیا جائے گا۔

مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب عرب کے نصرانیوں پر جزیہ لگانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا: ہم عربی ہیں ہم وہ ٹیکس ادا نہیں کریں گے جو عجمی کرتے ہیں بلکہ ہم سے وہ کچھ وصول کیا جائے جو تم مسلمانوں سے لیتے ہو یعنی زکاۃ اور عشر وغیرہ۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ تو مسلمانوں پر اللہ کی طرف سے فرض کیا گیا ہے تو انہوں نے کہا: اسی نام پر آپ جتنا چاہیں زیادہ وصول کر لیں، جزیہ کے نام پر نہیں تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے زکاۃ کی دگنی مقدار ادا کرنے پر سمجھوتہ کیا۔

(68)......بَابُ سُقُوْطِ الْجِزْيَةِ عَنِ الذِّمِّيِّ إِذَا أَسْلَمَ

کافر (ذمی) جب مسلمان ہو جائے تو اس پر جزیہ کی ادائیگی نہیں

(٢٧٥٣)۔ أَخْبَـرَنَا أَبُو عُثْمَانَ سَعِيدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الضَّبِّيُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْمَحْبُوبِيُّ، نَا أَبُو عِيسَى مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى التِّرْمِذِيُّ، نَا يَحْيَى بْنُ أَكْثَمَ، نَا جَرِيرٌ، عَنْ قَابُوسَ بْنِ أَبِي ظَبْيَانَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَـنِ ابْـنِ عَبَّـاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((لا يَصْلُحُ قِبْلَتَانِ فِي أَرْضٍ وَاحِدَةٍ، وَلَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ جِزْيَةٌ۔))

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک زمین میں دو قبلہ کے پجاریوں کا رہنا جائز نہیں اور مسلمان پر جزیہ نہیں۔''

شرح **فائدہ**: یعنی یہ جائز نہیں کہ ایک علاقے میں دو مختلف دینوں کے پیروکار بطور غالب رہیں ہاں اگر ایک غالب ہوں اور دوسرے مغلوب ہوں تو اور بات ہے، کافر جزیہ دے کر اسلامی مملکت میں رہ سکتا ہے ویسے نہیں اور جزیہ صرف کافر سے ہی وصول کیا جاتا ہے مسلمان سے نہیں مسلمان سے سوسائٹی کی بہبود کے لیے زکاۃ لی جاتی ہے، یہ ایک اعزاز ہے غیر مسلم رعایا سے زکاۃ وصول نہیں کی جاتی بلکہ اس سے کم مقدار بھی جزیہ وصول کیا جاتا ہے۔ (ع،س)

(لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ جِزْيَةٌ) اس جملے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک تو یہ کہ یہاں جزیہ سے مراد خراج ہے۔

(٢٧٥٣) ضعيف ......أخرجه ابوداود: ٣٠٥٣، والترمذي: ٦٣٣

(جزیہ سے مراد وہ ٹیکس ہے جو غیر مسلم رعایا کے جسموں پر لگایا جاتا ہے اور خراج وہ ٹیکس ہے جو ان کی زمینوں پر لگایا جاتا ہے یعنی کفار اپنی زیر کاشت زمینوں سے جو حصہ ادا کرتے ہیں "خراج" کہلاتا ہے۔ ع،س)

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ اگر مسلم حکمران کسی علاقے کو صلح کے ذریعے سے مفتوح کرے اور یہ شرط طے پا جائے کہ اراضی کے مالک وہی لوگ (کفار) رہیں گے لیکن ان کی زمینوں پر ایک متعین رقم خراج کی لگا دی جائے تو ایسے خراج کو جزیہ پر قیاس کیا جائے گا، پھر جب وہ اسلام قبول کر لیں تو یہ رقم بھی ان سے موقوف کر دی جائے گی جس طرح مسلمان ہونے کے بعد جزیہ ساقط ہو جاتا ہے اور ان کے لیے وہ زمینیں بیچنا جائز ہوگا۔

اور اگر صلح اس شرط پر ہو کہ اراضی کے مالک مسلمان ہوں گے اور وہ ان زمینوں میں رہنے کی مقرر شدہ خراج کی رقم ادا کیا کریں گے تو مسلمان ہونے کے بعد بھی وہ یہ رقم بدستور دیں گے اس لیے کہ یہ رقم ان کی زمینوں کی اجرت اور معاوضہ ہے ان کے اجسام کا نہیں اور زمین مسلمانوں کی ملکیت ہے اس لیے وہ زمین فروخت کرنے کے بھی مجاز نہیں ہوں گے۔

مسئلے کی یہی کیفیت اس وقت بھی بنے گی جب مسلمان کسی علاقے کو بزورِ قوت اور قہر و تسلط کے ساتھ فتح کریں اور ان کی اراضی مسلمانوں کی ملکیت قرار پائے اور مسلمان اہل ذمہ کو خراج کے تعین کے بعد انہی زمینوں میں رہنے دیں تو یہ خراج ان کے مسلمان ہو جانے کے بعد بھی موقوف نہیں ہوگا بلکہ ادائیگی کرنا ہوگی۔ یاد رہے کہ یہ جزیہ نہیں خراج ہے کیونکہ جزیہ مسلمان پر نہیں، حدیث میں وارد جملے ''مسلمان پر جزیہ نہیں'' کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ ایک کافر (ذمی) شخص سال مکمل ہونے کے بعد جب ادائیگی جزیہ کا وقت ہو تو وہ اسلام قبول کر لے اور جزیہ کی ادائیگی ابھی باقی ہو تو اس کے مسلمان ہونے کے ساتھ اس سے جزیہ کی ادائیگی ساقط ہو جائے گی، اہل علم نے اس کیفیت کے متعلق اگرچہ اختلاف کیا ہے لیکن اکثر اہل علم کا موقف ہے کہ جزیہ کی ادائیگی اس سے ساقط ہو جائے گی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ابوعبید رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اگر ذمی سال مکمل ہونے کے بعد جزیہ ادا کرنے سے قبل وفات پا جائے تو اس کے ترکے سے جزیہ کی رقم وصول نہیں کی جائے گی۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ ایسی صورت میں اسلام لانے یا وفات پانے سے جزیہ کی ادائیگی ساقط نہیں ہوگی کیونکہ یہ اس کے ذمے قرض ہے اور ادا کرنے کی مدت پوری ہو چکی ہے۔ اس کا معاملہ باقی قرضوں کی طرح ہے۔

اگر کوئی ذمی دورانِ سال مسلمان ہو جائے یا فوت ہو جائے تو اس بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے اضطراب کا شکار ہے کہ اس سے گزری ہوئی مدت کے حساب سے جزیہ وصول کیا جائے گا یا نہیں؟ ان کے اصح قول کے مطابق ادائیگی کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا جبکہ ایک قول کے مطابق مطالبہ کیا جائے گا اور اس کو مکان اور گھر کے کرائے پر قیاس کیا جائے گا۔

جناب زبیر بن عدی سے مروی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک فارسی دھقان (جٹ) نے اسلام قبول کرلیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تو اپنی جاگیر میں ہی رہائش پذیر رہے تو تیری ذات سے تو جزیہ موقوف ہے مگر ہم تیری زمین کا خراج، کرایہ اور ٹھیکہ وصول کریں گے اور اگر تو نقل مکانی کرلے تو تیری جاگیر اور اراضی کے ہم زیادہ حقدار ہیں۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: میرے نزدیک اس مسئلے کی صورت یہ بنتی ہے کہ ایسی زمین مسلمانوں کے لیے بطور مال فے ہوگی اور خراج اس کا کرایہ یا اجرت ہوگا جو ان لوگوں کے مسلمان ہو جانے سے ساقط نہیں ہوگا۔ ایک ذمی ان میں خراج اور جزیہ کی ادائیگی کے بعد ہی رہ سکے گا۔ اور اگر ذمی مسلمان ہو جائے تو اس سے جزیہ تو ساقط ہو جائے گا خراج نہیں کیونکہ خراج اجرت اور ٹھیکے کی طرح ہے۔ جب تک وہ زمین کاشت کریں گے خراج ادا کرتے رہیں گے کیونکہ اب وہ اراضی ان کی ملکیت نہیں بلکہ کسی اور کی ہے جس کا انہیں ٹھیکہ دینا ہے۔

(٢٧٥٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْبَغَوِيُّ، نَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنَعَتِ الْعِرَاقُ دِرْهَمَهَا وَقَفِيزَهَا، وَمَنَعَتِ الشَّامُ مُدْيَهَا، وَدِينَارَهَا، وَعُدْتُمْ مِنْ حَيْثُ بَدَأْتُمْ)) قَالَهَا ثَلَاثًا، شَهِدَ عَلَى ذَلِكَ لَحْمُ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَدَمُهُ۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(ایک وقت آنے والا ہے کہ) عراق اپنے (خراج کے) قفیز اور درہم روک لے گا اور شام اپنے مد اور دینار دینے بند کردے گا اور پھر تم ادھر ہی لوٹ جاؤ گے جہاں سے ابتدا کی تھی۔" زہیر نے اس تین بار دہرا کر کہا: اس پر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا گوشت اور خون گواہ ہے۔ عبید بن یعیش عن یحیٰ بن آدم عن زہیر کی سند میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ: "مصر اپنے اردب اور دیناروں کی ادائیگی روک دے گا۔"

شرح: (قَفِيز) اہل عراق کا غلہ بھرنے کا پیمانہ ہے جس میں آٹھ مکوک آتے ہیں اور مکوک ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے گویا ایک قفیز میں بارہ صاع آتے ہیں اور (مــدی) م کی پیش اور دال ساکن اور اس کے بعد "ی" اہل شام کا پیمانہ ہے جس میں پینتالیس رطل یعنی ساڑے بائیس صاع آتے ہیں اور (اِرْدَبٌّ) (ہمزہ کی زیر، راء ساکن، دال پر زبر اور باء مشدد ہے) اہل مصر کا پیمانہ ہے جس میں چھیالیس من آتے ہیں یعنی چوبیس صاع، اور (القنقل) ایک پیمانہ ہے

(٢٧٥٤) أخرجه مسلم: ٢٨٩٦

جس میں بیس من آتے ہیں اس حدیث مبارکہ کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ ان علاقوں کے لوگ اسلام قبول کر لیں گے اور جزیہ کے نام سے ان کے اوپر جو ٹیکس لگایا گیا تھا وہ ساقط کر دیا جائے گا گویا وہ مسلمان ہو کر اس ٹیکس کی رکاوٹ کا سبب بنے اور یہی مطلب ہے نبی ﷺ کے فرمان (وَعُدْتُمْ مِنْ حَيْثُ بَدَأْتُمْ) ''اور پھر تم ادھر ہی لوٹ جاؤ گے جہاں سے ابتدا کی تھی۔'' کا کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں طے شدہ ہے کہ ان علاقوں کے لوگ اسلام قبول کر لیں گے اور مسلمانوں کے ہم پلہ ہو جائیں گے یعنی مسلمان ہو جانے کی بنا پر خراج ساقط ہو جائے گا۔ اس حدیث مبارکہ کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ ان علاقوں کے لوگ اطاعت امیر سے سرتابی کریں گے، اور ایک وقت کے بعد جزیہ کی ادائیگی روک دیں گے تو اس لحاظ سے یہ حدیث مبارکہ علامات نبوت میں سے ہے جس میں پہلے تو خوشخبری ہے کہ یہ علاقے مسلمانوں کے قبضے میں آئیں گے اور ان سے غنائم اور خراج حاصل ہوں گے، اور پھر یہ علاقے مرکز اسلام سے ٹوٹ کر الگ الگ اور مستقل ہو جائیں گے اور جیسا کہ آج کل ہے۔

یہ حدیث مبارکہ اس بات پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مفتوحہ علاقوں کے لوگوں پر جو ٹیکس لگایا تھا وہ درست تھا، ویسے اس ٹیکس کی مقدار کے بارے میں اختلاف مروی ہے جو آپ نے سواد علاقے کی زمینوں پر عائد کیا تھا۔

اس حدیث مبارکہ سے ان حضرات کے موقف کو بھی تقویت پہنچتی ہے جو کہتے ہیں خراج کی ادائیگی کر دینے سے غیر مسلموں پر ان کی تجارت کے اموال سے دسویں حصے کی ادائیگی منفی نہیں ہو گی کیونکہ حدیث مبارکہ میں قفیروں اور نقدی کا ایک ساتھ تذکرہ ہے، دسواں حصہ غلے سے وصول کیا جائے گا اور خراج نقدی کی صورت میں میں اس کی دلیل وہ روایت ہے جو حرب میں عبداللہ رحمہ اللہ اپنے نانا (عمر ثقفی) سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّمَا العُشُورُ على اليهُودِ والنَّصارى، وليْسَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ عُشُوْرٌ۔)) ......''دسواں حصہ (جزیہ اور ٹیکس) یہودیوں اور عیسائیوں پر ہے اور مسلمانوں پر کوئی دسواں نہیں۔'' (ضعیف، ابوداود: ٣٠٤٦)

(لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ عَشُور) ''مسلمانوں پر کوئی دسواں نہیں'' اس عشور (دسویں حصے) سے مراد تجارتی ٹیکس یعنی کسٹم ہے زرعی آمدنی والا عشر مراد نہیں۔ وہ تو مسلمانوں کی زرعی آمدنی پر بھی لگتا ہے، یہود و نصاریٰ کو وہ دسواں حصہ دینا ہو گا جو معاہدۂ صلح میں طے ہو جائے۔ اگر معاہدہ صلح میں کوئی ایسی شق نہ ہو تو ان پر جزیہ کی رقم سے زیادہ کی ادائیگی لازم نہ ہو گی۔ اگر حربی کفار بغیر اجازت اور پروانۂ امن لیے دارالسلام میں تجارت کی غرض سے آنکلیں تو ان کا سارا سامان ضبط کر لیا جائے گا اور اس مال کا حکم مال غنیمت کا ہو گا۔

اور اگر وہ امان لے کر معاہدے کے تحت آئیں تو پھر معاہدے کی دفعات کے تحت ان سے معاملہ کیا جائے گا۔ اگر

دسواں حصہ لینا قرار پایا ہے تو دسواں حصہ لیا جائے گا اور اگر اس سے کم وبیش معاہدہ طے پا جاتا ہے تو مقرر شدہ رقم ہی وصول کی جائے گی، ایسے معاہدے کے بعد وہ تمام ممالک اسلامیہ میں آزادانہ گھوم پھر سکیں گے اور سال بھر میں صرف ایک مرتبہ ہی ٹیکس لیا جائے گا اور انہیں ایک سال کا پروانہ امن دے دیا جائے گا۔

اور اگر ان سے کوئی شرط شروط طے نہ ہوئی تو ان سے کچھ بھی وصول نہ کیا جائے گا خواہ وہ اپنے علاقوں میں مسلمان تاجروں سے کچھ وصول کرتے ہوں یا نہ۔امام مالک رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ اگر حربی کفار یا ذمی کافر مسلمانوں کے علاقے میں بغرض تجارت آئیں تو ان سے دسواں حصہ لیا جائے گا اور اگر دوران سال میں ان کے کئی چکر لگیں تو ہر بار کا الگ الگ دسواں حصہ وصول کیا جائے گا۔امام مالک رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے زمانے میں اور اپنے شہر مدینہ منورہ میں علم وتقویٰ کے لحاظ سے پسندیدہ اہل علم کو اسی موقف کا قائل پایا ہے۔اہل رائے کا کہنا ہے کہ اگر کافر اپنے علاقوں میں مسلمان تاجروں سے دسواں حصہ ہر چکر کے اعتبار سے الگ الگ وصول کریں تو ہم بھی غیر مسلم تجار سے اسی طرح کا سلوک کریں گے وگرنہ نہیں۔

شرائط طے کرتے وقت بہتر انداز سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ہے وہ مسلمانوں کے مال تجارت سے چالیسواں حصہ وصول کرتے اور ذمی لوگوں سے بیسواں حصہ لیتے اور حربی کافروں سے دسواں حصہ وصول کرتے۔

جناب زیاد بن حدیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں زکاۃ لینے کے لیے بھیجا تو حکم کیا کہ بنو تغلب کے نصاریٰ سے عشر لینا اور اہل کتاب نصرانیوں سے نصف عشر بھی وصول کرنا، جناب صفوان بن سلیم نے رسول اللہ ﷺ کے کئی صحابہ کے بیٹوں سے روایت کی، وہ اپنے قریبی آباء سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أَلا مَنْ ظَلَمَ مُعاهِدًا، أَو انْتقصهُ، أَوْ كلّفهُ فوْق طاقتِهِ، أَوْ أَخذ مِنْهُ شيْئًا بِغيْرِ طِيبِ نفْسٍ، فَأَنا حجِيجُهُ يوْم القِيامةِ۔)) ...... ''خبردار! جس کسی نے کسی عہد والے (ذمی) پر ظلم کیا یا اس کی تنقیص کی (یعنی اس کے حق میں کمی کی) یا اس کی ہمت سے بڑھ کر اسے کسی بات کا مکلّف کیا یا اس کی دلی رضامندی کے بغیر کوئی چیز لی تو قیامت کے روز میں اس کی طرف سے جھگڑا کروں گا۔'' (صحیح، ابوداود: ٣٠٥٢)

(69)......بَابُ إِخْرَاجِ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ

یہود ونصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال باہر کرنا

(٢٧٥٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا قَبِيصَةُ، نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ الأَحْوَلِ......

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ: جناب سعید بن جبیر رحمہ اللہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان

(٢٧٥٥) أخرجه البخاري: ١١٤، ٣٠٥٣، ٣١٦٨، ومسلم: ١٦٣٧

يَوْمُ الْخَمِيسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ؟ ثُمَّ بَكَى حَتَّى خَضَبَ دَمْعُهُ الْحَصْبَاءَ، فَقَالَ: اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ يَوْمَ الْخَمِيسِ، فَقَالَ: ((ائْتُونِي بِكِتَابٍ أَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا)) فَتَنَازَعُوا، وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ، فَقَالُوا: هَجَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((دَعُونِي، فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ، وَأَوْصَى عِنْدَ مَوْتِهِ بِثَلَاثٍ، أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ، وَنَسِيتُ الثَّالِثَةَ۔

کرتے ہیں کہ انہوں نے جمعرات کے دن کا ذکر کیا اور کہا: تمہیں معلوم ہے کہ جمعرات کا دن، ہائے یہ کون سا دن ہے! اس کے بعد وہ اتنا روئے کہ ان کے آنسوؤں سے کنکریاں تر ہوگئیں (پھر) انہوں نے کہا کہ جمعرات کے روز ہی آپ ﷺ کی تکلیف میں اضافہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے لکھنے کے لیے ایک کاغذ دے دو تاکہ میں تمہارے لیے ایک ایسی تحریر لکھ جاؤں، جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو۔“ اس پر لوگوں کا اختلاف ہو گیا (پھر آپ ﷺ نے خود ہی فرمایا) کہ نبی کی موجودگی میں جھگڑنا غیر مناسب ہے، دوسرے لوگ کہنے لگے: آپ بیماری کی وجہ سے بڑبڑا رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے میری حالت پر چھوڑ دو، کیونکہ اس وقت میں جس عالم میں ہوں، وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو۔“ اس کے بعد آپ نے اپنی وفات کے قریب تین باتوں کا حکم دیا، مشرکوں کو جزیرہ عرب سے نکال دینا اور وفود کے ساتھ اسی طرح خاطر تواضع کا معاملہ کرنا، جس طرح میں کیا کرتا تھا، تیسری بات میں بھول گیا۔

شرح جناب یعقوب بن محمد نے کہا: میں نے مغیرہ بن عبدالرحمٰن سے جزیرۃ العرب کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا: مکہ، مدینہ، یمامہ اور یمن (کا نام جزیرۃ العرب) ہے۔ یعقوب نے کہا: عرج سے تہامہ شروع ہوتا ہے۔

جناب سعید بن عبدالعزیز نے کہا: جزیرۃ العرب سے مراد وادی کے درمیان سے لے کر اقصائے یمن تک کا علاقہ نیز عراق کے اطراف اور ادھر ساحل سمندر تک کا علاقہ ہے۔

جناب ابوعبید رحمہ اللہ نے کہا: جزیرۃ العرب، حفر ابی موسیٰ کا درمیانی علاقہ، یمن کے انتہائی علاقے تک طول میں اور عرض میں صحرائے یبرین سے سماوہ کے اخیر تک کا علاقہ ہے۔ امام اصمعی رحمہ اللہ نے کہا: جزیرۃ العرب طول کے لحاظ سے عدن ابین سے لے کر عراق کے شاداب علاقے تک اور عرض کے اعتبار سے جدہ کے گردونواح یعنی ساحل سمندر سے اطراف شام تک ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نجران کے یہودیوں کو جلاوطن کیا مگر تیماء سے نہیں نکالا کیونکہ یہ تیماء عرب کا علاقہ نہیں ہے، میرا خیال ہے کہ وادی تیماء میں بسنے والے یہودیوں کو جلاوطن نہیں کیا گیا کیونکہ ان کے نزدیک تیماء سرزمین عرب میں شامل نہیں ہے۔

فائدہ: بحر ہند، بحر شام، پھر دجلہ وفرات نے جتنے علاقے پر احاطہ کیا ہوا ہے یا طول کے لحاظ سے عدن ابین کے درمیان سے لے کر اطراف شام تک کے علاقے اور عرض کے اعتبار سے جدہ سے لے کر آبادی عراق کے اطراف تک کا علاقہ جزیرۃ العرب کہلاتا ہے، اسے جزیرہ اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ سمندروں نے اسے گھیرا ہوا ہے (یعنی بحر ہند، بحر فارس، بحر احمر) اور عرب کی طرف نسبت اس وجہ سے ہے کیونکہ قبل از اسلام یہ علاقہ انہی کا مسکن تھا۔ (ع،س)

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اہل نجران کو جلاوطن کیا تھا لیکن تیماء کے رہنے والوں کو جلاوطن نہیں کیا کیونکہ تیماء کا شمار عرب کے علاقہ میں نہیں ہوتا۔

(٢٧٥٦)۔ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْجُلُودِيُّ، نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، نَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ......

أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((لأُخْرِجَنَّ الْيَهُودَ، وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ حَتَّى لا أَدَعُ إِلَّا مُسْلِمًا۔))

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بتایا، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرۃ العرب سے ضرور نکال دوں گا، یہاں تک کہ اس میں صرف مسلمانوں کو رہنے دوں گا۔'' اور ایک روایت میں ہے: ''اگر میں زندہ رہا تو ان شاء اللہ میں یہود ونصاریٰ کو ضرور جزیرۃ العرب سے نکال دوں گا۔''

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: تمام اسلامی علاقوں کا کفار کے ساتھ تین نوعیتوں کا تعلق ہے:

(ا)......حرم پاک کی سرزمین۔ اس مقدس زمین پر کسی کافر کو کسی بھی حال میں داخل ہونے کی اجازت نہیں، وہ ذمی ہو خواہ حربی۔ اس کی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا﴾ .... ''اے ایمان والو! بے شک مشرک بالکل ہی ناپاک ہیں وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں۔'' (التوبہ: ٢٨)

(٢٧٥٦) أخرجه مسلم: ١٧٦٧

اور آیت میں مذکورہ مسجد حرام سے پورا حرم مراد ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے ﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ﴾ .... ''پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔'' (الاسراء:۱)

اور درحقیقت آپ کے سفر اسراء کا آغاز سیدہ ام ھانی رضی اللہ عنہا کے گھر سے ہوا تھا۔ (جو مسجد حرام سے الگ حرم ہی کے اندر تھا بہرحال اس سے مسئلہ زیر بحث واضح ہوا کہ مسجد حرام سے مراد پورا حرم پاک ہے۔ ع،س)

اگر کافروں کا کوئی سفیر اور ایلچی مسلمانوں کے حکمران سے ملاقات کیلئے آئے اور امام حرم کے اندر ہو تو یہ ہرگز جائز نہیں کہ سفیر کو حرم کے اندر امام وقت تک لے آیا جائے بلکہ امام وقت حرم سے باہر نکل کر خود اس کی بات سنے یا اپنا نمائندہ بھیجے۔

(۲)......سرزمین حجاز: کفار خاص حجاز کے علاقے میں اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتے اور آ جانے کی صورت میں مدت مسافرت جو کہ تین روز ہے سے زیادہ قیام نہیں کر سکتے، کیونکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو جلاوطن کر دینے کے بعد انہیں بطور تاجر تین روز تک قیام کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی اس سے زیادہ کی نہیں، ہاں اگر اس اثنا میں کوئی بیمار پڑ جائے تو صحت یاب ہونے تک ٹھہر سکتا ہے اور فوت ہو جانے کی صورت میں اسے دفن کیا جا سکتا ہے۔ یاد رہے! ایسی گنجائش حرم پاک کے متعلق ہرگز نہیں، حرم میں مریض ہو جانے کی صورت میں کافر کو تندرستی تک رکے رہنے کی اجازت نہیں اور نہ فوت ہو جانے کی صورت میں کافر کو حرم پاک میں دفن ہی کیا جا سکتا۔

(۳)......تمام ممالک اسلامیہ: وقت کا مسلم حکمران ذمی اہل کتاب کافروں سے کوئی بھی ڈیل کر سکتا ہے اور وہ اس ڈیل کے تحت مسلم ممالک میں رہ سکتے ہیں۔ اسی طرح حربی کفار بھی دارالاسلام میں پروانۂ امن حاصل کر کے داخل ہو سکتے ہیں اور معاہدے کی مدت ختم ہونے تک اقامت گزیں رہ سکتے ہیں، لیکن وہ مساجد میں مسلمانوں کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتے۔

(۲۷۵۷)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ، نَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ، نَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَجْلَى الْيَهُودَ، وَالنَّصَارَى مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ، وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا

جناب نافع سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہود و نصاریٰ کو سرزمین حجاز سے نکال کر دوسری جگہ بسا دیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب

(۲۷۵۷) أخرجه البخاري: ۳۱۵۲، ومسلم: ۱۵۵۱

ظَهَرَ عَلَى أَهْلِ خَيْبَرَ أَرَادَ أَنْ يُخْرِجَ الْيَهُودَ مِنْهَا، وَكَانَتِ الأَرْضُ، لَمَّا ظَهَرَ عَلَيْهَا، لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ، وَلِلْمُسْلِمِينَ، فَسَأَلَ الْيَهُودُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتْرُكَهُمْ عَلَى أَنْ يَكْفُوا الْعَمَلَ، وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((نُقِرُّكُمْ عَلَى ذَلِكَ مَا شِئْنَا، فَأَقَرُّوا حَتَّى أَجْلاهُمْ عُمَرُ فِي إِمَارَتِهِ إِلَى تَيْمَاءَ، وَأَرِيحَا۔))

خیبر فتح کیا تو آپ کا بھی ارادہ ہوا تھا کہ یہودیوں کو یہاں سے نکال دیا جائے، جب آپ نے فتح پائی تو اس وقت وہاں کی زمین اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں کی تھی لیکن پھر یہودیوں نے آپ ﷺ سے درخواست کی آپ زمین انہیں کے پاس رہنے دیں، وہ (کھیتوں اور باغوں میں) کام کیا کریں گے اور آدھی پیداوار لیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک ہم چاہیں گے اس وقت تک کے لیے تمہیں اس شرط پر یہاں رہنے دیں گے۔'' چنانچہ یہ لوگ وہیں رہے اور پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے دور خلافت میں (مسلمانوں کے خلاف ان کے فتنوں اور سازشوں کی وجہ سے) تیماء یا اریحا بستیوں کی طرف نکال دیا تھا۔

(70)......بَابُ اِسْتِقْبَالِ الْقَادِمِ وَرُكُوبِ ثَلَاثَةٍ الدَّابَةَ

مہمان کا استقبال کرنا اور ایک سواری پر تین افراد کا سوار ہونا

(٢٧٥٨)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ يُوسُفَ الْجُوَيْنِيُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ شَرِيكٍ الشَّافِعِيُّ الْخَدَاشَاهِيُّ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ أَبُو بَكْرٍ الْجُورَبَذِيُّ، نَا أَحْمَدُ بْنُ حَرْبٍ، نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، نَا عَاصِمٌ، عَنْ مُورِقٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا جَاءَ مِنْ سَفَرٍ تُلُقِّيَ بِصِبْيَانِ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَإِنَّهُ جَاءَ مِنْ سَفَرٍ، فَسُبِقَ بِي إِلَيْهِ، فَحَمَلَنِي بَيْنَ يَدَيْهِ، ثُمَّ جِيءَ بِأَحَدِ ابْنَيْ فَاطِمَةَ، فَأَرْدَفَهُ خَلْفَهُ، إِمَّا حَسَنٌ، وَإِمَّا حُسَيْنٌ، فَدَخَلْنَا الْمَدِينَةَ ثَلَاثَةً عَلَى دَابَّةٍ۔

سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب سفر سے تشریف لاتے تو گھر کے بچے آپ کو جا کر ملتے۔ ایک بار آپ سفر سے آئے اور میں آپ سے ملنے کے لیے آگے گیا تو آپ نے مجھ کو اپنے سامنے بٹھا لیا، پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ایک صاحبزادے آئے۔ آپ نے ان کو اپنے پیچھے بٹھا لیا، وہ حسن تھے یا حسین رضی اللہ عنہما، پھر ہم تینوں ایک ہی جانور پر بیٹھے ہوئے مدینہ میں آئے۔

(٢٧٥٨) أخرجه مسلم: ٢٤٢٨

شرح حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ ایک جانور پر دو یا تین افراد کا سواری کرنا جائز ہے جب جانور مضبوط، قوی اور تندرست ہو اور تین افراد کی سواری اس کے لیے باعث مشقت نہ ہو۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ جب جانور طاقتور اور توانا ہو تو دس افراد کا سوار ہو جانا میرے نزدیک کچھ برا نہیں۔

(٢٧٥٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا مُسَدَّدٌ، نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، نَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ اسْتَقْبَلَهُ أُغَيْلِمَةُ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَحَمَلَ وَاحِدًا بَيْنَ يَدَيْهِ، وَآخَرَ خَلْفَهُ۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے (فتح مکہ کے موقع پر) تو بنی عبدالمطلب کے لڑکوں نے آپ کا استقبال کیا، آپ نے (ازراہ محبت) ایک بچے کو اپنے سامنے اور ایک کو اپنے پیچھے بٹھا لیا۔

شرح لفظ أُغَيْلِمَة۔ الغلمة کی تصغیر ہے جس کا معنی ہے لڑکا۔

(٢٧٦٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، نَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ......

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، أَذْكُرُ أَنِّي خَرَجْتُ مَعَ الصِّبْيَانِ تَتَلَقَّى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ، مَقْدَمَهُ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ۔

سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے تو میں بچوں کے ہمراہ نکلا۔ تمام بچوں نے ثنیۃ الوداع کے مقام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا۔

(٢٧٦١)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ بِشْرَانَ، أَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّفَّارُ، نَا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ الرَّمَادِيُّ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ الطَّاهِرِيُّ، نَا جَدِّي أَبُو سَهْلٍ الْبَزَّازُ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَكَرِيَّا الْعُذَافِرِيُّ، أَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّبَرِيُّ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ ثَابِتٍ......

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

(٢٧٥٩) أخرجه البخاري: ١٧٩٨، ٥٩٦٥

(٢٧٦٠) أخرجه البخاري: ٣٠٨٣، ٤٤٢٦

(٢٧٦١) صحيح الاسناد ...... أخرجه ابوداود: ٤٩٢٣

الْـمَـدِيـنَةَ ، لَـعِبَـتِ الْحَبَشَةُ بِحِرَابِهِمْ فَرَحًا لِقُدُومِهِ۔

مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ کے آنے کی خوشی میں حبشیوں نے چھوٹے نیزوں کا (مخصوص حبشی) کھیل پیش کیا۔

(71)......بَابُ إِذَا قَدِمَ لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ لَيْلًا

جب آدمی واپس آئے تو رات کو اپنی اہل کے پاس نہ پہنچے

(٢٧٦٢)۔ أَخْبَـرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ يُوسُفَ الْجُوَيْنِيُّ ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدِ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ شَرِيكٍ الشَّافِعِيُّ ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ أَبُو بَكْرٍ الْجُورَبَذِيُّ ، نَا أَحْمَدُ بْنُ حَرْبٍ ، نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ، عَنْ عَاصِمٍ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَـلَّـى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِذَا أَطَالَ أَحَدُكُمُ الْغَيْبَةَ عَنْ أَهْلِهِ ، فَلا يَأْتِي أَهْلَهُ طُرُوقًا))

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص زیادہ دنوں تک اپنے گھر سے دور رہا ہو تو اچانک رات کو اپنے گھر میں نہ جائے۔''

شرح (لَا يَأْتِي أَهْلَهُ طُرُوقًا) ''رات کو اچانک اپنے گھر نہ آجائے'' رات کو آنے والی ہر چیز کو طارق کہتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَالسَّمَـاءِ وَالطَّـارِقِ﴾ .... ''قسم ہے آسمان کی اور اندھیرے میں روشن ہونے والے کی۔'' (الطارق:۱)

یہاں الطارق سے مراد ستارہ ہے کیونکہ وہ رات کے وقت طلوع ہوتا ہے۔

(٢٧٦٣)۔ أَخْبَـرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَنَا مُحَمَّدُ بْـنُ يُوسُفَ ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، نَا شُعْبَةُ ، عَنْ سَيَّارٍ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ......

عَـنْ جَـابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَـلَيْـهِ وَسَـلَّـمَ قَالَ: ((إِذَا دَخَلْتَ لَيْلا ، فَلا تَـدْخُـلْ عَـلَى أَهْلِكَ حَتَّى تَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ ، وَتَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ۔))

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب رات کے وقت تم مدینہ پہنچو تو اس وقت تک گھروں میں نہ جانا تا آنکہ وہ خاتون جس کا خاوند گھر نہیں تھا زیرناف بال صاف کرلے اور پراگندہ بالوں والی کنگھی کرلے۔''

(٢٧٦٢) أخرجه البخاري: ٥٢٤٤ ، ومسلم: ٧١٥

(٢٧٦٣) أخرجه البخاري: ٥٢٤٦ ، ومسلم: ٧١٥

شرح الاِسْتِحْدَاد کا معنی ہے بالوں کو استرے کے ساتھ مونڈھ دینا۔ استرے کو عربی زبان میں موسیٰ کہتے ہیں اور الْمُغِيبَةُ سے مراد ایسی عورت ہے جس کا خاوند گھر موجود نہ ہو اور اس کے برعکس جس عورت کا خاوند گھر پر ہو اسے المُشْهِد کہتے ہیں۔

(٢٧٦٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا هَمَّامٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ......

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لا يَطْرُقُ أَهْلَهُ، كَانَ لا يَدْخُلُ إِلا غُدْوَةً، أَوْ عَشِيَّةً۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی سفر سے آتے تو رات کے وقت گھر تشریف نہ لے جاتے، آپ بوقت صبح یا بوقت سہ پہر گھر داخل ہوتے۔

شرح سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں (سفر سے واپسی پر) رات کے وقت عورتوں کے پاس اچانک جانے سے منع فرمایا، آپ ﷺ کے منع کرنے کے باوجود دو شخص رات کے وقت اپنے گھر اچانک چلے گئے تو ہر ایک نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک شخص کو ملوث پایا۔ (ترمذی: ۲۷۱۲، اس حدیث کا مرفوع حصہ صحیح ہے)

(72)......بَابُ مَنْ قَدِمَ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلَّى فِيهِ

سفر سے آنے والا پہلے مسجد میں آکر نفل نماز پڑھے

(٢٧٦٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، وَعَمِّهِ عُبَيْدِ الله بن كعب......

عَنْ كَعْبٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ ضُحًى دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ۔

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب چاشت کے وقت سفر سے واپس ہوتے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھتے۔

شرح ایک روایت میں ہے: آپ جب سفر سے واپس آتے تو دن چڑھے ہی لوٹتے اور جب تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں آتے اور دو رکعت نماز نفل پڑھتے، پھر مسجد میں تشریف فرما ہوتے۔ (ایضاً)

(٢٧٦٤) أخرجه البخاري: ١٨٠٠، ومسلم: ١٩٢٨

(٢٧٦٥) أخرجه البخاري: ٣٠٨٨، ومسلم: ٧١٦

(٢٧٦٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، قَالَ:......

سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ، قَالَ لِي: ((ادْخُلِ الْمَسْجِدَ، فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ۔))

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''پہلے مسجد میں جا اور دو رکعت (نفل) نماز پڑھ۔''

(٢٧٦٧)۔ بِهَذَا الإِسْنَادِ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا مُحَمَّدٌ، نَا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَارِبٍ......

عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ نَحَرَ جَزُورًا، أَوْ بَقَرَةً وَقَالَ مُعَاذٌ: عَنْ شُعْبَةَ: فَلَمَّا قَدِمَ صِرَارًا أَمَرَ بِبَقَرَةٍ، فَذُبِحَتْ، فَأَكَلُوا مِنْهَا۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (غزوہ تبوک یا غزوہ ذات الرقاع) سے مدینہ تشریف لائے تو اونٹ یا گائے ذبح کی۔ معاذ راوی نے جناب شعبہ سے بیان کیا جب آپ مقام صرار پر پہنچے تو آپ نے حکم دیا اور گائے ذبح کی گئی اور لوگوں نے اس کا گوشت کھایا۔

(٢٧٦٦) أخرجه البخاري: ٣٠٨٧، ومسلم: ٧١٥

(٢٧٦٧) أخرجه البخاري: ٣٠٨٩

(31)......كِتَابُ الصَّيْدِ وَالذَّبَائِح
شکاراور ذبح شدہ جانوروں کی کتاب

(1)......بَابُ مَايَجُوْزُ الصَّيْدُ به
ان چیزوں کا بیان، جن کے ذریعے سے شکار کرنا جائز ہے

اللہ سبحان وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا﴾ .... ''جب احرام اتار ڈالو تو شکار کھیل سکتے ہو۔'' (سورۂ مائدہ:۲)

''صید'' شکار کو کہتے ہیں اور اس سے مراد حلال جنگلی جانوروں کا شکار ہے جو بالعموم کسی کے قبضہ میں نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ بِمَا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّآ أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ﴾ .... اور جن شکار کھیلنے والے جانوروں کو تم نے سدھا رکھا ہے یعنی جنہیں تم تھوڑا بہت وہ سکھاتے ہو جس کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے تمھیں دے رکھی ہے پس جس شکار کو وہ تمھارے لیے پکڑ کر روک رکھیں تو تم اس سے کھاؤ'' (سورۂ مائدہ:۴)

(مِنَ الْجَوَارِحِ) شکار کھیلنے والے جانوروں سے، جارحة کی جمع ہے۔ أَلصَّوَائِدِ شکاری جانور کے معنی میں ہے، نیز یہ لفظ ''كَاسِب'' (کمانے والا) کے معنی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَيَعْلَمُ مَاجَرَحْتُمْ﴾ .... اور جو کچھ تم دل میں کرتے ہو۔'' یعنی کماتے ہو (الانعام:۶۰)

(مُكَلِّبِيْنَ) شکار کے اوپر کتا چھوڑنے والے شخص کو ''مُكَلِّب'' کہتے ہیں اور اس کو بھی جو کتے کو سکھلاتا اور تربیت دیتا ہے۔ اسی طرح لفظ ''كَلَّابٌ'' کتے کے مالک اور شکار کنندہ ہر دو اشخاص پر بولا جاتا ہے۔

(۲۷۶۸)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيدَ، نَا عَاصِمٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ......

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تو اپنا

(۲۷۶۸) أخرجه البخاري: ۵۴۷۶، ۵۴۸۴، ومسلم: ۱۹۲۹

وَسَمَّيْتَ، فَأَمْسَكَ، وَقَتَلَ، فَكُلْ، وَإِنْ أَكَلَ، فَلا تَأْكُلْ، فَإِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ، وَإِذَا خَالَطَ كِلابًا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهَا، فَأَمْسَكْنَ، وَقَتَلْنَ، فَلا تَأْكُلْ، فَإِنَّكَ لا تَدْرِي أَيُّهَا قَتَلَ، وَإِذَا رَمَيْتَ الصَّيْدَ، فَوَجَدْتَهُ بَعْدَ يَوْمٍ، أَوْ يَوْمَيْنِ لَيْسَ بِهِ إِلَّا أَثَرُ سَهْمِكَ، فَكُلْ، إِنْ وَقَعَ فِي الْمَاءِ، فَلا تَأْكُلْ.))

کتا (شکار کے پیچھے) چھوڑے اور تو نے (اللہ کا) نام لیا ہو اور اس نے شکار کو روک رکھا ہو یا وہ مر گیا ہو تو اسے کھا لے اور اگر (کتے نے) اس میں سے (کچھ) کھا لیا ہو تو مت کھا۔" کیونکہ کتے نے تو اسے اپنے لیے پکڑا ہے اور جب (شکار کرتے وقت) اور کتے بھی مل جائیں جن کو چھوڑتے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو خواہ وہ روک کے رکھیں یا مار دیں دونوں صورتوں میں تو نہ کھا کیونکہ تجھے علم نہیں کہ ان میں سے کس کتے نے اسے قتل کیا ہے اور جب تو شکار کو تیر مارے اور وہ تجھے ایک دن یا دو دن بعد ملے اور اس میں تیرے تیر ہی کا نشان ہو تو اسے کھا لے، اگر وہ پانی میں گر جائے تو اسے نہ کھا۔"

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث مبارکہ سے شکار کے متعلق بہت سے مسائل پر روشنی پڑتی ہے اور گوناگوں فوائد کا استنباط ہوتا ہے، مثلاً جب کوئی شخص بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ کر شکار کے اوپر کتا چھوڑے اور وہ اسے پکڑ کر مار دے تو وہ شکار حلال ہوگا یہی حکم دیگر تمام تربیت یافتہ درندوں کا ہے مثلاً چیتا، باز، شکرا، شاہین وغیرہ۔ شرط یہ ہے کہ وہ سدھائے ہوئے ہوں۔ یاد رہے غیر تربیت یافتہ جانور کا کیا ہوا شکار ہرگز حلال نہ ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے، سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ((مَا عَلَّمْتَ مِنْ كَلْبٍ، أَوْ بَازٍ ثُمَّ أَرْسَلْتَهُ، وذكرْت اسْم اللهِ عليْهِ فكُلْ مِمَّا أَمْسَكَ عليْك.)) ......"جس کتے یا باز کو تو نے (شکار کرنے کے لیے) تربیت دی ہے، اسے تو نے بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ کر چھوڑا تو جس شکار کو وہ تیرے لیے روک لے تو اسے کھا لے۔"

(ابو داود: ٢٨٥١، ترمذی: ١٤٦٧، یہ روایت باز کے لفظ کے علاوہ صحیح ہے)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: کتے کے سدھائے ہونے کی تین شرائط ہیں۔ ایک یہ کہ جب شکاری اسے چھوڑے تو وہ شکار کرے دوسرے جب وہ اسے بلائے تو پلٹ آئے، تیسرا شکار کو مالک کے لیے پکڑے نہ کہ اپنے لیے اور اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ شکار کو صرف پکڑے کھائے نہ، اگر کھا لے تو وہ سدھایا ہوا شمار نہ ہوگا۔ یہ تین امور اس کی عادت بن چکے ہوں اور کم از کم تین مرتبہ ان کا تجربہ ہو جائے تو ایسا کتا تربیت یافتہ قرار پائے گا اور اس کا کیا ہوا شکار حلال اور مباح ہوگا۔

(إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ) "جب تو اپنا کتا چھوڑے" کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ شکاری کی طرف سے مذکورہ

بالاشرطوں سے متصف کتا شکار کے لیے چھوڑنا شرط ہے، تب اس کا کیا ہوا شکار حلال ہوگا،، اگر اس نے اپنی مرضی سے بغیر چھوڑے شکار کرلیا تو وہ شکار جائز نہ ہوگا، اس بات پر پوری امت کا اتفاق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَآ أَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَاذَكَّيْتُمْ﴾ .... ''جسے درندوں نے پھاڑ کھایا ہو لیکن اسے تم ذبح کر ڈالو تو حرام نہیں۔'' (المائدہ:۳)

آیت کریمہ میں اس بات کی وضاحت ہے کہ ذبح کرتے وقت جانور پر اللہ کا نام لینا یعنی بِسْمِ اللّٰه پڑھنا شرط (ضروری) ہے۔ اسی طرح شکار پر کتا چھوڑتے وقت بِسْمِ اللّٰه پڑھ کر چھوڑنا اور تیر چلاتے وقت بِسْمِ اللّٰه پڑھنا شرط ہے۔ اگر بِسْمِ اللّٰه پڑھے بغیر یہ کام کیے جائیں تو ایسے ذبیحہ اور شکار کی حلت وحرمت کے بارے میں علماء کے مابین اختلاف ہے۔ ایک جماعت حلت کی قائل ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایسے ہی مروی ہے۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اللہ عزوجل کے نام لینے سے مراد دل میں استحضار ہے اور وہ یہ ہے کہ کتا بغرض شکار چھوڑا جائے نہ کہ شوقیہ طور پر کھیل تماشا کرتے ہوئے۔

علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ ایسا جانور حلال نہیں خواہ بِسْمِ اللّٰهِ جان بوجھ کر نہ پڑھی ہو یا بھول چوک کر۔ کتاب وسنت کے ظاہری نصوص سے یہ موقف زیادہ قریب ہے۔ جناب ابن سیرین اور امام شافعی سے یونہی مروی ہے۔ ابوثور اور داود ظاہری بھی اسی کے قائل ہیں۔

ایک جماعت کا خیال ہے کہ اگر کوئی بِسْمِ اللّٰهِ جان بوجھ کر نہیں پڑھتا تو وہ جانور حلال نہیں ہوگا البتہ بھول چوک کر بِسْمِ اللّٰهِ رہ جانے کی صورت میں جانور کھانا جائز ہوگا اس کے قائل امام ثوری رحمہ اللہ اور امام اسحاق رحمہ اللہ ہیں: بِسْمِ اللّٰهِ کو شرط قرار دینے والوں کی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ﴾ .... ''اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ کام نافرمانی ہے۔'' (الانعام:۱۲۱)

اور جو حضرات بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنے کو شرط قرار نہیں دیتے وہ اس آیت کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ عمداً جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کا کھانا فسق اور ناجائز ہے بلکہ غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو، وہ'' وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ'' کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے گئے جانور سے متعلق قرار دیتے ہیں۔ اس موقف کی مزید تاکید اسی سورۃ کے آخر میں موجود آیت کریمہ سے ہوتی ہے: ﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْدَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْلَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْفِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ .... ''اور آپ کہہ دیجیے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی حرام نہیں پاتا کسی کھانے والے کے لیے جو اس کو کھائے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو، کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو کہ غیر اللہ کے لیے نامزد کیا گیا ہو۔'' (الانعام: ۱۴۵)

(٢٧٦٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، نَا أَبُو خَالِدٍ الأَحْمَرُ، قَالَ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ، يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ هُنَا أَقْوَامًا حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِشِرْكٍ، يَأْتُونَا بِلُحْمَانٍ، لا نَدْرِي يَذْكُرُونَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا أَمْ لا؟ قَالَ: ((اذْكُرُوا أَنْتُمُ اسْمَ اللّٰهِ وَكُلُوا۔))

ام المومنین سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہاں کچھ لوگ ہیں جو نئے مسلمان ہوئے ہیں۔وہ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں۔ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے ذبح کرتے وقت اس پر بِسْمِ اللّٰهِ پڑھی ہے یانہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اس پر ''بِسْمِ اللّٰه'' پڑھواور اسے کھاؤ۔''

شرح: ان حضرات کا کہنا ہے کہ اگر ذبح کے وقت ''بِسْمِ اللّٰه'' پڑھنا اباحت اور حلت کے لیے شرط ہوتا تو اس کے پڑھے جانے میں شک کی صورت میں اس کا کھانا ناجائز قرار پاتا جس طرح اگر کسی جانور کے ذبح ہونے کے متعلق شک ہوجائے تو اس کا کھانا حرام قرار پائے گا۔

فائدہ: جب شکاری کتا شکار کے لیے چھوڑا جائے تو اس وقت بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ کر چھوڑا جائے کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے یہی حکم تیر اور دوسرے آلات شکار کا ہے۔ان کے ذریعے سے بھی بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ کر ہی شکار کیا جائے۔اگر تیر یا بندوق وغیرہ بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ کر چلائی جائے اور شکار مر جائے تو وہ شکار حلال ہے بصورت دیگر ناجائز ہوگا۔تاہم اگر بندوق چلاتے وقت شکاری اللہ کا نام لینا بھول جائے تو ایسی صورت میں اس شکار کو کھانا جائز ہوگا کیونکہ اللہ تعالی نے اس امت کو بھول چوک معاف فرمائی ہے(واللہ اعلم)

مذکورہ بالا حدیث سے یہ نہ سمجھا جائے کہ کھانے کے وقت بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ لینا ذبح کے وقت بِسْمِ اللّٰهِ نہ پڑھنے سے کفایت کرے گا، بلکہ مقصد یہ ہے کہ کھانے کے وقت بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنا مستحب ہے۔اگر ذبح کرنے والے ایسے لوگ ہیں جن کا ذبیحہ کھانا حلال ہے اور ان کے بارے میں علم نہیں کہ انہوں نے ذبح کرتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ پڑھی ہے یانہیں تو اس کے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں۔اس لیے کہ مسلمان کے بارے میں حسن ظن رکھنا چاہیے لیکن اس حدیث سے یہ استدلال کرنا کہ ذبیحہ پر ''بِسْمِ اللّٰه'' پڑھنا ضروری نہیں، غلط ہے نیز حدیث مبارکہ

(٢٧٦٩) أخرجه البخاري: ٢٠٥٧، ٥٥٠٧

اس قاعدے کی دلیل بھی ہے کہ تصرفات کو حجت پر محمول کیا جائے جب تک حجت کے خلاف دلیل نہ ہو۔

(فتح الباری: ۸/ ۷۲، ۷۳)

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے (بشرطیکہ انہوں نے ذبح کے وقت اس پر اللہ کا نام لیا ہو ورنہ حلال نہیں۔)

(اِنْ أَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ) ''اگر وہ کھالے تو تو نہ کھا'' ان الفاظ سے پتہ چلا کہ اگر شکاری جانور شکار کو خود کھانا شروع کردے تو اس کا کھانا حرام ہے۔ اہل علم کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ اکثر علمائے کرام ایسے شکار کی حرمت کے قائل ہیں۔ سیدنا ابن عباس اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے۔ جناب عطا، ثوری، ابن مبارک، احمد، اسحاق رحمہم اللہ اور اہل رائے کا یہی موقف ہے۔ امام شافعی کا واضح قول بھی یہی ہے۔

بعض اہل علم نے ایسے شکار کے کھانے کی رخصت دی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں: جناب ابوادریس خولانی سیدنا ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کے شکار کے متعلق فرمایا: ((إِذا أَرْسَلْت كَلْبك وذكرْت اسْم اللهِ، فكُلْ وإِنْ أكل مِنْه۔)) ......''جب تم اپنا کتا چھوڑو اور اللہ کا نام ذکر کیا ہو تو اسے کھالو اگرچہ کتے نے اس سے کھا بھی لیا ہو۔'' (منکر، ابوداود: ۲۸۵۲، ۲۸۵۷)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((كُل وإِنْ لَمْ تُدْرِكْ إِلا بِضْعةً واحِدة۔)) ......''کھالے خواہ تجھے شکار کردہ جانور سے ایک ٹکڑا ہی ملے۔''

(ضعيف، هو من بلاغات مالك، مؤطا امام مالك: ۱۰۶۹)

فائدہ: اصل مسئلہ وہی ہے جس پر صحیح احادیث دلالت کناں ہیں۔ اگر کتے نے شکار میں سے کھایا ہو، خواہ تھوڑا سا حصہ ہی سہی، تو اس کا کھانا جائز نہیں۔ حکمت اس کی یہی معلوم ہوتی ہے کہ امت اور مخلوق کے حقیقی اور سچے خیر خواہ انھیں کتے کے زہریلے جراثیم کے خطرناک نتائج سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ اسی لیے بعض علماء نے اس حدیث کے الفاظ (وَاِنْ أَكَلَ مِنْهُ) کو منکر (صحیح احادیث کے خلاف) قرار دیا ہے اور یہی بات زیادہ صحیح ہے اور بعض حضرات ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے شکار کے کتے کے کھانے کے باوجود اس کی حلت کے قائل ہیں ان کا یہ موقف مرجوح ہے۔ (ع،س)

بعض اہل علم نے کتے کے شکار اور باز کے شکار میں فرق کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ اگر کتا شکار میں سے کچھ کھالے تو وہ حرام ہوگا لیکن اگر باز کھالے تو وہ حرام نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ کتے کی تربیت شکار وغیرہ کو نہ

کھانے کی عادت ڈال کر کی جاتی ہے۔ جبکہ باز کی تربیت کسی چیز کو کھانے کی عادت ڈال کر کی جاتی ہے۔ اس لیے باز کے کھا لینے سے شکار حرام نہ ہوگا۔ امام مازنی رحمہ اللہ نے اس قول کو پسند کیا ہے۔ جو حضرات شکار کے کتے کے کھانے کے باوجود اس کی حلت کے قائل ہیں ان کی دلیل سیدنا ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ ہے اور وہ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں وارد نہی کو تنزیہہ (ارشار و تعلیم کی ممانعت) پر محمول کرتے ہیں اور اس کو تحریمی (حرمت والی) نہیں سمجھتے اور جو حضرات ایسے شکار کی حرمت کے قائل ہیں وہ سیدنا ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں آنے والے الفاظ (فَكُلْ وَإِنْ أَكَلَ) ...... ''سے کھا لو اگرچہ کتے نے اس سے کھا بھی لیا ہو۔'' کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اگرچہ وہ گزشتہ شکاروں میں کھاتا بھی رہا ہو، مگر اس شکار میں اس نے کچھ نہ کھایا ہو۔

فائدہ: یہ تاویل بھی مناسب ہے کہ شکاری کتے نے پہلے شکار کو پکڑ کر مار ڈالا، پھر اسے مالک کے لیے رکھ چھوڑا، اور وہاں سے وہ چلا گیا، پھر دوبارہ واپس آکر اس سے کچھ کھا لے تو اس طرح اس کا کھا لینا مضر نہیں، مالک کے لیے اس شکار کا کھانا جائز ہے کیونکہ اس سے پہلے تو مالک ہی کے لیے شکار کیا اور اسی کے لیے اسے روکے رکھا۔ اور کھایا اس نے بعد میں اس لیے اس کھانے کا اعتبار نہیں ہوگا۔

پھر حرمت کے قائلین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ موجودہ کھائے ہوئے شکار سے پہلے کے کیے ہوئے شکاروں کا کیا حکم ہے جن میں اس نے کچھ نہیں کھایا، کیا وہ بھی حرام ہیں؟ بعض حضرات کا موقف ہے کہ جب اس نے ایک شکار سے کھا لیا تو اس سے پہلے کے کیے ہوئے تمام شکار بھی حرام ٹھہریں گے (کیونکہ وہ غیر تربیت یافتہ ثابت ہوگیا) کچھ دوسرے حضرات کا خیال ہے کہ صرف وہی شکار حرام قرار پائے گا جس میں سے کتے نے کھایا ہے البتہ جب کھائے نہ صرف خون پی لے تو حرام نہ ہوگا۔ اس بات کے قائل جناب عطاء اور اکثر اہل علم ہیں۔

''اور جب (شکار کرتے ہوئے اور کتے بھی مل جائیں جن کو چھوڑتے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور وہ مار دیں تو نہ کھا۔'' ان الفاظ میں اس بات کی دلیل ہے کہ اگر کتا بغیر شکاری کے چھوڑے خود بخود جا کر شکار کر لیتا ہے تو اس کا کیا ہوا شکار حلال نہیں ہوگا۔

فائدہ: اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اگر کسی چیز کو ذبح کرنے میں ایسے مختلف افراد شریک ہو جاتے ہیں کہ ان میں سے کچھ کا ذبیحہ حلال ہے اور کچھ کا ذبیحہ حلال نہیں مثلاً کسی جانور کو مسلمان، مجوسی اور مرتد اشخاص مل کر ذبح کرتے ہیں یا کسی شکار پر مسلمان اور مجوسی مل کر کتا چھوڑتے ہیں یا تیر چلاتے ہیں اور وہ تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھتا ہے اور شکار ہو

جاتا ہے تو ایسا ذبیحہ اور شکار حرام ہوگا۔ اسی طرح اگر ان میں سے ہر ایک نے الگ الگ کتا چھوڑا ہو یا تیر چلایا ہو لیکن وہ ایک ساتھ شکار پر پہنچے اور فیصلہ مشکل ہو کہ کس کے کتے یا تیر سے جانور شکار ہوا تو اس کا کھانا بھی حرام ہوگا۔ ہاں اگر مسلمان کے چھوڑے ہوئے کتے نے یا پھینکے ہوئے تیر نے ذبح میں (مرنے میں) اپنا کردار ادا کیا ہو اور مجوسی کا کتا یا تیر وفات سے قبل پہنچا ہو تو وہ جانور حلال ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ آخری اور فیصلہ کن مرحلے میں مسلمان کے ارسال کردہ جانور یا تیر نے اپنا کام کیا ہے۔ اس لیے مجوسی کا عمل حرمت میں موثر نہ ہوگا، اگر مسلمان مجوسی کے کتے سے شکار کرلے تو حلال ہوگا اور اگر مجوسی مسلمان کے کتے سے شکار کرلے تو جائز نہ ہوگا الا یہ کہ شکار زندہ حالت میں مل جائے اور اس کو ذبح کرنے کا موقع مل جائے تو ذبح کے بعد اس کا کھانا جائز ہوگا۔

فائدہ: کتا چھوڑنے کا حکم چھری چلانے کی مانند ہے، چھری کسی کی ہو اگر مسلمان اس کو چلاتا ہے اور بِسْمِ اللّٰہِ پڑھتا ہے تو ذبیحہ حلال ہوگا اور اگر چھری تو مسلمان کی ہے لیکن چلانے والا ایسا شخص ہے جس کا ذبیحہ حلال نہیں مثلاً بت پرست، مجوسی، مرتد یا آتش پرست وغیرہ تو ذبح شدہ جانور حلال نہ ہوگا کیونکہ اس کے ذبح پر بِسْمِ اللّٰہِ واللہ اکبر نہیں پڑھا گیا یہی حکم شکاری کتے اور دیگر شکاری جانوروں کا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص کتا چھوڑے یا تیر چلائے اور شکار زخمی ہو کر نظروں سے اوجھل ہو جائے، بعدازاں فوت شدہ حالت میں ملے اور اس میں زخم کے نشان وہی ہوں تو کیا وہ حلال ہوگا؟ اس بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ اکثر اہل علم کا خیال ہے کہ وہ شکار حلال ہے الا یہ کہ اس میں کسی اور کتے یا تیر سے زخمی ہونے کے آثار پائے جائیں یا وہ پانی میں سے ملے تو تب اس کا کھانا حلال نہ ہوگا اس لیے کہ اب یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں کہ اس جانور کی موت اسی تیر سے ہوئی جو اس شخص نے پھینکا یا کسی ایسے شخص کے تیر وغیرہ سے ہوئی جس کا ذبیحہ حلال نہیں یا پانی میں گر کر اس کی موت واقع ہوئی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے ایسے جانور کے متعلق دو قول ہیں ان میں سے ایک یہی ہے۔

ایسے شکار کی بابت علماء کا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ حرام ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جو شکار تیری نظروں کے سامنے فوت ہو جائے اسے کھالے اور جو نظروں سے اوجھل ہو کر فوت اسے مت کھا۔

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: اگر شکار والے دن ہی مل جائے تو اس کا کھانا مباح ہے اور اگر اگلے روز ملے تو کھانا جائز نہیں یاد رہے اگر یہ یقین ہو کہ شکار کی موت اسی کے چلائے ہوئے تیر یا چھوڑے ہوئے کتے سے ہوئی ہے تو اس کا کھانا حلال ہوگا، خواہ پانی میں سے ملے یا کسی اور کا تیر اس میں شریک ہوا ہو کیونکہ شکار کی موت اسی کے تیر سے واقع ہوئی۔ اب اس کی حلت کا حکم مرجانے کے بعد پیش آنے والے کسی واقعہ سے (تالاب میں گر جانے سے)

نہیں بدل سکتا۔

سیدنا عدی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں مذکور ہے: اگر کتا شکار کو تمہارے لیے پکڑے رہے اور شکار تمہیں زندہ مل جائے تو تب تمہیں چاہیے کہ اسے ذبح کرو۔'' (صحيح مسلم: ١٩٢٩)

اہل علم کا یہی قول ہے کہ جب کتے یا تیر سے کیا ہوا شکار زندہ حالت میں مل جائے تو وہ اس وقت تک حلال نہ ہوگا جب تک اسے گردن سے ذبح نہ کر دیا جائے اور اس کی شہ رگ کو کاٹ نہ دیا جائے۔ اگر زندہ حالت میں شکار ملنے کی صورت میں ذبح کرنے میں سستی برتی گئی خواہ کسی وجہ سے ہی ہو مثلاً چھری دستیاب نہیں یا کوئی وجہ آڑے آگئی اور شکار اسی حالت میں مر گیا تو اس کا کھانا حلال اور مباح نہ ہوگا۔ یہی حکم ہر اس جانور کا ہے جسے کوئی درندہ زخمی کر جائے اور وہ زندہ حالت میں پالیا جائے، زندگی کی رمق اس میں موجود ہو تو ذبح کر دینے کی صورت میں وہ حلال ہوگا وگرنہ ناجائز ہوگا کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَآ أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ﴾ .... اور جسے درندوں نے پھاڑ کھایا ہو لیکن اسے تم ذبح کر ڈالو تو حرام نہیں۔''

لفظ ''زکاة'' کے لغوی معنی کسی چیز کے مکمل ہو جانے اور مقصد کو پہنچ جانے کے ہیں۔ زَكَيْتُ النَّارَ کا معنی ہے: میں نے آگ کو خوب روشن کر لیا۔

فائدہ: ...... درندوں کے کھائے ہوئے جانور کا یہ حکم ہے کہ اگر اسے اس حال میں پالیا جائے کہ اس میں زندگی کے آثار موجود ہوں اور پھر اسے شرعی طریقے سے ذبح کر لیا جائے تو اس کا کھانا حلال ہوگا۔ زندگی کی علامت یہ ہے کہ ذبح کرتے وقت جانور پھڑکے اور ٹانگیں مارے، اگر چھری پھیرتے وقت یہ اضطراب وحرکت نہ ہو تو سمجھ لینا چاہیے یہ مردہ ہے۔ ذبح کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ کر تیز دھار آلے سے اس کا گلا اس طرح کاٹا جائے کہ رگیں کٹ جائیں، ذبح کے علاوہ نحر بھی مشروع ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ کھڑے جانور کے لبے پر چھری ماری جائے۔ اونٹ کو عموماً نحر کیا جاتا ہے جس سے نرخرہ اور خون کی خاص رگیں کٹ جاتی ہیں اور سارا خون نچڑ جاتا ہے۔

(٢٧٧٠)۔ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْجُلُودِيُّ، نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، نَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ، نَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ الْخَيَّاطُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا | سیدنا ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

(٢٧٧٠) أخرجه مسلم: ١٩٣١

رَمَيْتَ سَهْمَكَ، فَغَابَ عَنْكَ، فَأَدْرَكْتَهُ، فَكُلْ مَا لَمْ يَنْتِنْ.)) وَيُرْوَى: ((مَا لَمْ يَصِلَّ، يَعْنِي مَا لَمْ يَنْتِنْ.))

نے فرمایا: ''جب تم شکار کو تیر مارو، تیر لگنے کے بعد اگر شکار نہ مل سکے اور تلاش کے بعد وہ مل جائے تو اگر وہ بدبودار نہیں ہوا تو اسے کھالو۔'' اور (مَالَمْ يَصِلّ) جب تک متعفن نہ ہو کے الفاظ بھی مروی ہیں۔

شرح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر شکار مرنے کے بعد نظروں سے اوجھل ہو جائے تو جب تک بدبودار نہ ہو جائے کھانا جائز ہے البتہ متعفن ہو جانے کی صورت میں مضرصحت ہونے کی بنا پر اس کا نہ کھانا مستحب ہے، ہلکی پھلکی بدبو سے گوشت یا کوئی اور چیز حرام نہیں ٹھہرتی، مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایسی باسی چربی کا استعمال کیا تھا جس کی بو بدل چکی تھی۔ (صحیح بخاری: ۲۵۰۸)

البتہ اس بات کی جانچ پڑتال کر لی جائے کہ وہ تبدیل کسی کیڑے مکوڑے کے اثر سے نہ ہو۔ اسی طرح ممکن ہے جانور کے گوشت میں تغیر ذائقے میں تبدیلی اور بو کا بدلنا کسی زہریلے جانور کے ڈنگ کی بنا پر ہو کہ اس کا گوشت کھانا ہلاکت خیز ثابت ہو۔

(۲۷۷۱)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، نَا حَيْوَةُ، أَخْبَرَنِي رَبِيعَةُ بْنُ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيُّ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ......

عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ، قَالَ: قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! إِنَّا بِأَرْضِ قَوْمٍ أَهْلِ الْكِتَابِ، أَفَنَأْكُلُ فِي آنِيَتِهِمْ؟ وَبِأَرْضِ صَيْدٍ، أَصِيدُ بِقَوْسِي وَبِكَلْبِي الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ، وَبِكَلْبِي الْمُعَلَّمِ، فَمَا يَصْلُحُ لِي؟ قَالَ: ((أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَإِنْ وَجَدْتُمْ غَيْرَهَا، فَلَا تَأْكُلُوا مِنْهَا، وَإِنْ لَمْ تَجِدُوا، فَاغْسِلُوهَا، وَكُلُوا فِيهَا، وَمَا صِدْتَ بِقَوْسِكَ، فَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ، فَكُلْ، وَمَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ الْمُعَلَّمِ، فَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ،

سیدنا ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے پیغمبر! ہم اہل کتاب کے علاقے میں ہوتے ہیں، تو کیا ان کے برتنوں میں کھا سکتے ہیں؟ اور (جب) ہم شکار کے علاقے میں ہوتے ہیں، تو ہم کمان اور ایسے کتے کے ساتھ شکار کرتے ہیں جو سدھایا ہوا نہیں ہوتا، نیز اس کتے کے ساتھ بھی جو سدھایا ہوا ہوتا ہے تو ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اہل کتاب کے برتنوں کے علاوہ تمہیں اور برتن دستیاب ہوں تو ان کے برتنوں کو استعمال میں نہ لاؤ اور اگر ان کے برتنوں کے علاوہ تمہیں کوئی اور

(۲۷۷۱) أخرجه البخاري: ۵۴۷۸، ۵۴۸۸، ومسلم: ۱۹۳۰

فَکُلْ ، وَمَا صِدْتَ بِکَلْبِكَ غَیْرِ مُعَلَّمٍ ، فَأَدْرَکْتَ ذَکَاتَهُ ، فَکُلْ۔))

برتن دستیاب نہ ہوں تو انہیں صاف کر کے ان میں کھاؤ اور جب تم کمان کے ساتھ شکار کرو اور بِسْمِ اللّٰہِ پڑھی ہو تو (شکار) کو کھاؤ اور اگر ایسے کتے کے ساتھ شکار کرو جو سدھایا ہوا نہیں ہے لیکن شکار زندہ ہے تو اس کو ذبح کر کے کھاؤ۔''

شرح ولید بن ابی مالک عن عائذ اللہ عن ابی ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا: بلاشبہ ہم سفر کرنے والے لوگ ہیں۔ ہم یہودیوں، عیسائیوں اور مجوسیوں کے پاس سے گزرتے ہیں۔ ہمیں ان کے برتنوں کے علاوہ اور برتن دستیاب نہیں ہوتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا غَیْرَهَا ، فَاغْسِلُوهَا بِالْمَاءِ ، ثُمَّ کُلُوا فِیهَا وَاشْرَبُوا۔)) ......''اگر تمہیں ان کے علاوہ برتن دستیاب نہ ہوں تو انہیں پانی کے ساتھ صاف کرو بعد ازاں ان میں کھاؤ پیو۔'' (صحیح، ابوداود: ٣٨٣٩، ترمذی: ١٤٦٤، ابن ماجه: ٣٢٠٧)

راوی حدیث عائذ اللہ کا نام ابو ادریس خولانی ہے اور سیدنا ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا نام جرثوم ہے، بعض نے کہا جرہم بن ناشب ہے اور انہیں ابن ناشر بھی کہا جاتا ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: کفار کے متعلق جب یہ یقین ہو کہ ان کے برتن صاف نہیں بلکہ کسی حرام شے سے آلودہ ہیں تو ان کا دھو کر استعمال کرنا ضروری ہے۔ سیدنا ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم اہل کتاب کی ہمسائیگی میں رہتے ہیں جب کہ وہ اپنی ہانڈیوں میں خنزیر پکاتے ہیں اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِنْ لَمْ تَجِدُوا غَیْرَهَا فَأَرْحَضُوهَا بِالْمَاءِ۔)) ......''اگر تمہیں کوئی اور برتن مل جائیں تو ان میں کھاؤ پیو اور اگر ان کے علاوہ کوئی اور نہ ملیں تو انہیں پانی سے اچھی طرح دھو کر استعمال کرو۔'' (ایضاً)

ہاں اگر اس بات کا یقین ہو کہ ان کے برتن پاک صاف ہیں اور کسی حرام شے سے آلودہ نہیں تو ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں اصل ہر چیز میں طہارت ہے اور یہی حکم ان کے پانی اور کپڑوں وغیرہ کا ہے کہ اصل ان میں طہارت ہے، مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشرکہ عورت کے مشکیزے سے وضو کیا۔

(صحیح بخاری: ٣٤٤، صحیح مسلم: ٦٨٢)

اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک نصرانی خاتون کے مٹکے سے پانی لے کر وضو کیا تھا۔

فائدہ: خصوصاً عیسائی، یہودی اور مشرک ممالک میں غالب گمان ہوتا ہے کہ وہ لوگ حرام چیزوں سے پرہیز نہیں کرتے تو وہاں احتیاطاً دھو لینا ضروری ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: اہل کتاب کا تیار کردہ پنیر کھا لیا کرو۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے (اہل کتاب وغیرہ کا

تیار کردہ) پنیر کے متعلق کہا: "بِسْمِ اللّٰه" پڑھ کر کھا لیا کرو۔

جناب حسن بصری رحمہ اللہ پھلوں کے علاوہ مجوسیوں کے ہر قسم کے پکوانوں کا کھانا ناپسند کرتے تھے۔

(۲۷۷۲)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، نَا قَبِيصَةُ ، نَا سُفْيَانُ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ......

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّا نُرْسِلُ الْكِلَابَ الْمُعَلَّمَةَ؟ قَالَ: ((كُلْ مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكَ)) قُلْتُ: وَإِنْ قَتَلْنَ؟ قَالَ: ((وَإِنْ قَتَلْنَ۔)) قُلْتُ: إِنَّا نَرْمِي بِالْمِعْرَاضِ؟ قَالَ: ((كُلْ مَا خَرَقَ ، وَمَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ ، فَلَا تَأْكُلْ۔))

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم تربیت یافتہ کتے (شکار پر) چھوڑتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شکار کو وہ تمہارے لیے روک لیں اسے تم کھاؤ۔'' میں نے دریافت کیا: اگرچہ شکار مر جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگرچہ مر جائے۔'' (پھر) میں نے دریافت کیا: ہم معراض تیر کے ساتھ شکار کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر اس کی دھار اسے زخمی کر کے پھاڑ ڈالے تو کھا لو لیکن اگر اس کے عرض (چوڑائی) سے شکار مارا جائے تو اسے نہ کھاؤ۔''

شرح: ((مِعْرَاض)) ایک خاص قسم کا چوڑا تیر ہوتا تھا جس کے نہ تو پر ہوتے تھے نہ نوک، اور وہ وزنی بھی ہوتا تھا۔

فائدہ: اس کی چوٹ سے شکار مر جاتا ہے جبکہ تیر کے شکار میں ضروری ہے کہ تیر کی نوک لگے تاکہ جانور خون نکل کر ختم ہو۔ اگر تیر بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ کر چھوڑا گیا تو خون نکل کر ختم ہونے کی وجہ سے یہ ذبح کے قائم مقام ہے لہٰذا اس کا کھانا جائز ہے، البتہ چوٹ لگے تو پھر ذبح شرط ہے ورنہ وہ جانور حرام ہوگا۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تیر پھینکنے کی وجہ سے جو جانور تیر کی نوک سے شکار ہو اس کا کھانا حلال ہے اور اگر تیر کے پہلو سے شکار ہو اور اس کا جسم پھٹ جائے تو اس کا کھانا حلال نہیں کہ وہ موقوذہ ہے (چوٹ سے مرنے والا جانور) اور اس کا کھانا نص قرآنی کے ساتھ حرام ہے۔ سیدنا عدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إذا أصبْت بِحدِّهِ، فكُلْ، وإذا أصاب بِعرْضِهِ فقتل، فإنّهُ وقِيذٌ فَلَا تأْكُلْ۔))......''جب تو

(۲۷۷۲) أخرجه البخاري: ٥٤٧٧ ، ومسلم: ١٩٢٩

جانور تیر کی نوک سے شکار کرے تو اسے کھالے اور جب جانور کو تیر پہلو کے بل لگے اور وہ مر جائے تو وہ چوٹ سے مرا ہے، اسے نہ کھا۔'' (صحیح بخاری: ٥٤٧٧، صحیح مسلم: ١٩٢٩)

وَقِیْذ سے مراد وہی ہے جس کا تذکرہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں حرام کردہ اشیاء میں کیا ہے ﴿وَالْمَوْقُوْذَةُ﴾ .... ''اور جو کسی ضرب سے مر گیا ہو۔'' (سورۂ مائدہ:٣)

اس سے مراد پتھر، لاٹھی یا کسی اور چیز سے بغیر ذبح کیے مر جانے والا جانور ہے جو چوٹ سے مرے نوک وغیرہ سے نہیں۔ اسی طرح بندوق سے کیا گیا شکار بھی حرام ہے۔

فائدہ: بندوق کا شکار کیے ہوئے جانور کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ نے ایک حدیث سے استدلال کرتے ہوئے بندوق کے شکار کو حلال قرار دیا ہے۔ (فتح القدیر)

یعنی اگر بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ کر گولی چلائی گئی اور شکار ذبح سے پہلے ہی مر گیا تو اس کا کھانا اس قول کے مطابق حلال ہے، کیونکہ اس کی گولی لاٹھی یا چھڑی کی طرح جسم سے نہیں ٹکراتی بلکہ تیر، نیزہ، کیل یا کسی بھی تیز دھار آلے کی طرح جسم کو پھاڑ کے نکل جاتی ہے، نیز جن روایات میں بندوق کے شکار کی ممانعت یا کراہت موجود ہے اس سے مراد موجودہ گولی نہیں بلکہ مٹی کی بنی ہوئی گولی ہے جو ''مَوْقُوْذَة'' کی مانند جسم سے ٹکراتی تھی اور یہی بات راجح ہے۔ (سبل السلام: ٤/ ١٨٥)

کتے اور دیگر شکاری جانوروں کا کیا ہوا شکار جو وہ دانت، ناخن یا پنجے وغیرہ سے کریں وہ حلال ہے اور اگر شکار جانور کے وزن اور بوجھ کی تاب نہ لا کر زخمی ہو جائے تو اس کے متعلق علماء کے دو قول ہیں۔ ایک تو وہ جسے امام مزنی رحمہ اللہ نے پسند کیا ہے کہ ایسے جانور کا کھانا حرام ہے جیسے معراض سے کیے ہوئے شکار کا حکم ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ حلال ہے کیونکہ شکاری جانور کو شکار کے متعلق اتنے گہرے آداب سکھلانا بہت دشوار ہے کہ زخمی کیونکر کرنا چاہیے لہٰذا اس چیز کا کچھ اعتبار نہیں۔ اگر کوئی شخص فضا میں اڑتے ہوئے پرندے کو تیر مارے اور وہ زخمی ہو جائے اور زمین پر گر کر فوت ہو جائے تو اس کا کھانا حلال ہے اگرچہ یہ نہ معلوم ہو سکے کہ اس کی موت فضا میں واقع ہوئی ہے یا زمین پر گرنے کے بعد، اس لیے کہ زمین پر تو بالآخر اس نے گرنا ہی ہے، ہاں اگر وہ پانی میں گر پڑے یا پہاڑ یا درخت پر گر کر پھر لڑھکا ہو (اور فضا میں اس کی موت کا یقین نہ ہو) تو اس کا کھانا حلال نہیں کیونکہ وہ ''متردیہ'' میں سے ہے (جو اونچی جگہ سے گر کر مرا ہو) الا یہ کہ اس کے مرنے کا یقین فضا ہی میں ہو جائے تو اس کا کھانا حلال ہوگا خواہ وہ پانی میں گرا ہو یا پہاڑ کی چوٹی میں اٹک کر پھر گرا ہو۔

اگر کسی نے شکار کو تیر مارا اور اس کا سر تن سے جدا ہو گیا یا تیر نے اسے دولخت کر دیا تو اس کا کھانا حلال ہے، خواہ جدا ہونے والا ایک ٹکڑا چھوٹا اور دوسرا بڑا ہو۔ اہل رائے کا موقف ہے کہ اگر جانور کے دو ٹکڑے برابر کے ہوئے ہوں تو دونوں کا کھانا حلال ہے اور اگر ایک ٹکڑا بڑا اور دوسرا چھوٹا ہے تو بڑا ٹکڑا حلال ہوگا چھوٹا نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے

نزدیک ہر حال میں دونوں ٹکڑے حلال ہوں گے خواہ ایک چھوٹا اور دوسرا بڑا ہو۔

اگر کسی نے تیر چلایا اور اس نے شکار کے جسم کا ایک عضو جدا کر دیا یا تربیت یافتہ کتے نے شکار کے جسم کا ایک ٹکڑا کاٹ لیا اور جانور مر گیا تو جانور کا دھڑ حلال ہے، باقی رہا جدا ہونے والا عضو تو اس کے بارے میں اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ وہ حرام ہے، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یونہی مروی ہے حسن بصری رحمہ اللہ اور ابراہیم بھی اسی کے قائل ہیں، اہل رائے بھی یہی موقف رکھتے ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: اگر دونوں سے روح ایک ساتھ نکلی ہو تو دونوں حلال ہوں گے اور اگر جانور کے جسم کا اصلی حصہ دیر تک زندہ رہا ہو تا آنکہ اسے ذبح کرنا پڑا ہو تو اس صورت میں جانور کے جسم سے جدا ہونے والا ٹکڑا حرام ہوگا۔ کیونکہ ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جانور سے جو گوشت کاٹا جائے، جبکہ وہ جانور زندہ ہو تو وہ گوشت مردار (حرام) ہے۔'' (صحیح، ابوداود: ۲۸۵۸، ترمذی: ۱۴۸۰)

لیکن اگر روح نہیں نکلی اور کوئی حصہ الگ ہو چکا ہو پھر وہ ذبح کرنے سے پہلے پہلے تیر ہی کے صدمے سے فوت ہو جائے تو اس کا کھانا حلال ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگردوں نے جدا ہونے والے عضو کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے اس کی حلت کی بات کی ہے اور بعض نے حرمت کی۔

فائدہ: شکاری کتے نے یا تیر اور گولی وغیرہ نے جانور کا کوئی حصہ علیحدہ کر دیا ہو اگر اسی حالت میں جان نکل گئی ہو تو دونوں ٹکڑے حلال ہیں، لیکن اگر روح نہیں نکلی اور کوئی حصہ الگ ہو چکا ہو اور پھر اسے ذبح کیا جا رہا ہو تو ذبح سے پہلے علیحدہ ہو جانے والا حصہ کھانے میں احتیاط کرنی چاہیے، ورنہ نشانہ مارتے ہوئے "بِسْمِ اللّٰه" تو پڑھی جا چکی ہے۔ اسے بھی کھایا جا سکتا ہے۔

(2)......بَابُ ذَبِيحَةِ أَهْلِ الشِّرْكِ وَأَهْلِ الْكِتَابِ

اہل شرک اور اہل کتاب کے ذبح شدہ جانور کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ﴾ ..... اور اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا ان کے لیے حلال ہے۔'' (سورۂ مائدہ: ۵)

(۲۷۷۳)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا أَبُو الْوَلِيدِ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: كُنَّا مُحَاصِرِينَ قَصْرَ خَيْبَرَ، فَرَمَى إِنْسَانٌ بِجِرَابٍ فِيهِ شَحْمٌ، فَنَزَوْتُ لِآخُذَهُ، فَالْتَفَتُّ، فَإِذَا

سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم خیبر کے قلعے کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے ایک تھیلا پھینکا جس میں (یہودیوں کے ذبیحہ کی) چربی تھی۔ میں اس پر

(۲۷۷۳) أخرجه البخاري: ۳۱۵۳، ومسلم: ۱۷۷۲

النَّبِیُّ ﷺ ، فَاسْتَحْیَیْتُ مِنْهُ۔

جھپٹا کہ اٹھالوں لیکن مڑ کے جو دیکھا تو پیچھے رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔ میں آپ کو دیکھ کر شرما گیا۔

(۲۷۷٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمدَ الْمَلِیحِیُّ ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَیْمِیُّ ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوسُفَ ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِیلَ ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِی بَكْرٍ ، نَا فُضَیْلُ بْنُ سُلَیْمَانَ ، نَا مُوسَی ، حَدَّثَنِی سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ، أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقِیَ زَیْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَیْلٍ بِأَسْفَلَ بَلْدَحٍ قَبْلَ أَنْ یَنْزِلَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْیُ ، فَقُدِّمَتْ إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُفْرَةٌ ، فَأَبَی أَنْ یَأْكُلَ مِنْهَا ، ثُمَّ قَالَ زَیْدٌ: إِنِّی لَسْتُ آكُلُ مِمَّا تَذْبَحُونَ عَلَی أَنْصَابِكُمْ ، وَلا آكُلُ إِلَّا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی زید بن عمرو بن نفیل سے مقام بلدح کے نشیبی حصہ میں ملاقات ہوئی۔ یہ آپ پر وحی نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ آپ کی خدمت میں بطور ضیافت دسترخوان پیش کیا گیا (جس میں ایسا گوشت تھا جس پر ذبح کے وقت بتوں کا نام لیا گیا تھا) آپ نے اس میں سے کھانے سے انکار کردیا، پھر آپ نے زید سے کہا: تم جو جانور اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہو میں انہیں نہیں کھاتا، میں صرف اسی جانور کا گوشت کھاتا ہوں جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے ذبیحہ کو حلال قرار دیا ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ ان کا ذبیحہ ہر حال میں حلال ہے، خواہ انہوں نے ذبح کے وقت جناب مسیح علیہ السلام کا نام لیا ہو یا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا نام لے کر ذبح کیا، ہو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبیحے کو علی الاطلاق بغیر کسی شرط کے حلال قرار دیا ہے۔

اس کے برعکس اہل علم کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ اگر وہ مسیح علیہ السلام یا اللہ کے علاوہ کسی کے نام پر بھی ذبح کریں تو ان کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا اور بعض علماء نے گرجوں اور کلیساؤں کے نام پر ذبح کیے گئے جانوروں کو مکروہ (حرام) جانا ہے اور صرف انہیں حلال قرار دیا ہے جو انہوں نے اپنے کھانے کیلئے ذبح کیے ہوں۔ امام زہری رحمہ اللہ نے کہا: یعنی عرب کے نصاریٰ کا ذبیحہ درست ہے۔ ہاں اگر سنو کہ اس نے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا ہے تو پھر اس کا ذبیحہ نہ کھاؤ اور اگر نہ سنا ہو تو اس کا ذبیحہ باوجود ان کے کافر ہونے کے حلال ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

(۲۷۷٤) أخرجه البخاری: ۳۸۲٦، ۵٤۹۹

فائدہ: امام زہری رحمہ اللہ کا موقف درست اور واضح ہے۔ دیکھیے جب کوئی مسلمان غیر اللہ کے نام پر ذبح کر لے تو اس کا ذبیحہ حرام ٹھہرتا ہے تو کسی اہل کتاب کا غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور حرام کیوں نہ ہو گا، صرف آیت کے اطلاق کو سامنے رکھ کر ان کے ہر قسم کے ذبیحہ کو جائز قرار دینا ٹھیٹھ حرفیت پسندی ہے۔ باقی نصوص کا بھی پاس ولحاظ ہونا چاہیے۔ (ع،س) بعض علماء نے اس کیفیت کو مکروہ جانا ہے کہ کوئی مسلمان اپنا جانور کسی مشرک (اہل کتاب) سے ذبح کروائے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے ان ذبیحوں کو حلال قرار دیا ہے جو وہ اپنی ملکیت سے کریں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾ .... ''اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے۔'' (سورۂ مائدہ: ۵)

بیان کیا جاتا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ یہودیوں کے ذبیحہ کی چربی کے استعمال کو ناپسند جانتے تھے کیونکہ اس کا استعمال ان پر حرام تھا۔

امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: میرا خیال ہے امام مالک رحمہ اللہ کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہے: ﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾ .... ''اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے۔'' (سورۂ مائدہ: ۵)

اور چربی ان کے حلال کھانوں میں سے نہ تھی اس کا استعمال ان پر حرام تھا، لیکن یاد رہے! سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی روایت اہل کتاب کی چربی کے جائز ہونے پر بڑی واضح دلیل ہے کیونکہ اس میں مروی ہے کہ مجھے جنگ خیبر والے دن چربی کا ایک تھیلا ملا، میں اس سے لپٹ گیا اور میں نے کہا: میں اس میں سے کسی کو کچھ نہ دوں گا۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے۔ (صحیح بخاری: ۵۵۰۸، صحیح مسلم: ۱۷۷۲)

واضح رہے کہ مشرکین اور مجوسیوں کا ذبیحہ حرام ہے اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی حدیث میں جو مذکور ہے کہ آپ علیہ السلام کی ملاقات زید بن عمرو بن نفیل کے ساتھ بلدح مقام کے نشیبی حصہ میں ہوئی، اس نے آپ کو کھانے کی دعوت دی لیکن آپ نے قبول نہ فرمائی۔ امام خطابی رحمہ اللہ نے اس کے متعلق کہا: آپ کا رک رہنا اس اندیشے کے پیش نظر تھا کہ یہ گوشت کہیں ایسے جانور کا نہ ہو جو انہوں نے اپنے بتوں کے نام پر ذبح کیا ہو۔ رہے وہ جانور جو مشرکین اپنی خوردنی ضرورت کے لیے ذبح کرتے تھے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے کھانے سے اجتناب نہیں کیا کرتے تھے اس لیے کہ آپ ان کے درمیان رہائش پذیر تھے اور ان کے کھانے تناول فرما لیا کرتے تھے اور ایسا کچھ بھی مروی نہیں کہ مشرکین کے ذبیحوں کی حرمت سے قبل آپ نے ان کے کھانے سے اجتناب برتا ہو، سوائے مردہ جانوروں کے جنہیں مشرک تو کھا جایا کرتے تھے مگر آپ اپنی طبع سلیم اور نفیس مزاج کی بنا پر ان سے گھن کرتے تھے۔ اسی طرح بتوں کے نام پر ذبح کیے گئے جانوروں کے کھانے سے بھی گریز کرتے تھے تاکہ غیر اللہ کی تعظیم ثابت نہ ہو اور اللہ کریم کے نام پاک کی عصمت برقرار رہے۔ آپ علیہ السلام شروع ہی سے شریعت ابراہیم علیہ السلام کے پابند تھے اور جو دین ابراہیمی میں حرام تھی آپ اسے نہیں کھاتے تھے۔

مشرکین جو جانور اپنی غذائی ضرورت کے لیے ذبح کرتے تھے وہ نہ تو مردار کے زمرے میں آتے ہیں اور نہ غیر اللہ کے نام پر ذبح شدہ جانوروں کے زمرے میں اور نہ ان کی بابت الگ سے کوئی حرمت کے احکام نازل ہوئے تھے اس لیے ان کا کھانا حلال اور مباح تھا جس طرح نکاح کا معاملہ تھا، آپ نے اپنی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو العاص بن الربیع سے کیا تھا درآں حالیکہ وہ مشرک تھا۔ آپ کی ہجرت مدینہ کے بعد ایک مدت تک سیدہ زینب رضی اللہ عنہا مکہ میں رہیں۔ بعدازاں مشرکین سے مناکحت کی حرمت نازل ہوئی، پس یہی حکم مشرکین کے کھانوں کا تھا۔

(3)......بَابُ اِتِّخَاذِ الْكَلْبِ لِلصَّيْدِ

شکار کے لیے کتا پالنا

(٢٧٧٥)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا إِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ، أَوْ ضَارِيًا، نَقَصَ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطَانِ۔))

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص نے چوپایوں کی حفاظت یا شکار کی خاطر رکھے ہوئے کتے کے علاوہ کوئی کتا رکھا تو روزانہ اس کے اعمال میں سے دو قیراط کم ہوتے رہیں گے۔“

(٢٧٧٦)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْحِيرِيُّ، أَنَا حَاجِبُ بْنُ أَحْمَدَ الطُّوسِيُّ، أَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُنِيبٍ، نَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، أَنَا عَوْفٌ، عَنِ الْحَسَنِ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنِ اتَّخَذَ كَلْبًا إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ، أَوْ كَلْبَ غَنَمٍ، أَوْ كَلْبَ زَرْعٍ، فَإِنَّهُ يَنْقُصُ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطَانِ۔))

سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص نے کتا رکھا جو نہ شکاری ہو اور نہ بکریوں یا کھیتی کی حفاظت کے لیے ہو تو اس کے ثواب سے ہر روز دو قیراط کی کمی ہوتی رہے گی۔“

(٢٧٧٧)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بِشْرَانَ، أَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّفَّارُ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ الرَّمَادِيُّ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ،

(٢٧٧٥) أخرجه البخاري: ٥٤٨٠، ومسلم: ١٥٧٤

(٢٧٧٦) أخرجه مسلم: ١٥٧٣

(٢٧٧٧) أخرجه البخاري: ٢٣٢٢، ومسلم: ١٥٧٥

نَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنِ اتَّخَذَ كَلْبًا إِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ، أَوْ صَيْدٍ، أَوْ زَرْعٍ، انْتَقَصَ مِنْ أَجْرِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے کتا رکھا جو نہ جانوروں کی حفاظت کے لیے ہو، نہ شکاری ہو اور نہ کھیتی کی حفاظت کے لیے ہو تو اس کے ثواب سے ہر روز ایک قیراط کی کمی ہوتی رہے گی۔''

شرح امام زہری رحمہ اللہ نے کہا: جب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث مبارکہ کا تذکرہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے کیا گیا تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ابو ہریرہ پر رحم فرمائے وہ کھیتی باڑی والے تھے۔ امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ تبصرہ ''کہ اللہ ابو ہریرہ پر رحم فرمائے وہ کھیتی والے تھے'' سے مقصود ان کی تصدیق اور ان کی بات کو مدلل کرنا ہے نیز زراعت کے ذکر سے اس مسئلہ کے متعلق ان کے علم کو سراہا گیا ہے اس لیے کہ آدمی کا جو ذریعہ معاش ہوتا ہے وہ اس کے متعلق اصحاب علم سے شرعی مسائل دریافت کرتا رہتا ہے تا آنکہ مسائل میں خوب پختگی اور کمال رسوخ حاصل کر لیتا ہے اور یہی حال سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہے وہ کھیتی باڑی کے پیشہ سے متعلق تھے اور اس مسئلہ میں ان کی بات اور بیان کردہ روایت ایک علمی حوالہ اور سند کی حیثیت رکھتی ہے۔ ویسے اس حدیث مبارکہ کو سیدنا عبداللہ بن مغفل مزنی اور سیدنا سفیان بن زہیر رضی اللہ عنہما نے بھی بیان کیا اور انہوں نے اس حدیث میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرح کھیتی کا ذکر کیا ہے۔

(4)......بَابُ قَتْلِ الْكِلَابِ

کتوں کو قتل کرنے کا بیان

(٢٧٧٨)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا۔

(٢٧٧٩)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الصَّالِحِيُّ، أَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ بِشْرَانَ، أَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّفَّارُ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ الرَّمَادِيُّ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ بِالْمَدِينَةِ، فَأُخْبِرَ بِامْرَأَةٍ لَهَا كَلْبٌ

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں کتوں کو مار دینے کا حکم صادر فرمایا۔ آپ کو

(٢٧٧٨) أخرجه البخاري: ٣٣٢٣، ومسلم: ١٥٧٠

(٢٧٧٩) أخرجه مسلم: ١٥٧٠

فِی نَاحِیَةِ الْمَدِینَةِ ، فَأَرْسَلَ إِلَیْهَا ، فَقُتِلَ۔

بتایا گیا مدینہ کے مضافات میں ایک خاتون کے پاس کتا ہے۔ آپ نے اس کی طرف ایک شخص کو بھیجا اور اس کو قتل کر دیا گیا۔

(۲۷۸۰)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِیحِیُّ ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِی شُرَیْحٍ ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیزِ الْبَغَوِیُّ ، نَا عَلِیُّ بْنُ الْجَعْدِ ، أَنَا الْمُبَارَكُ هُوَ ابْنُ فَضَالَةَ ، عَنِ الْحَسَنِ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَوْلَا أَنَّ الْكِلَابَ أُمَّةٌ ، لَأَمَرْتُ بِقَتْلِهَا ، فَاقْتُلُوا كُلَّ أَسْوَدَ بَهِیمٍ۔))

سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر یہ بات نہ ہوتی کہ کتے اللہ کی ایک مخلوق ہیں تو میں ان کے قتل کا حکم دے دیتا سو تم ہر انتہائی سیاہ رنگ کے کتے کو قتل کرو۔''

شرح بعض کے نزدیک ((اَلْأَسْوَدُ الْبَهِیْم)) سے مراد ایسا کتا ہے جس کے جسم پر ذرہ بھر سفید نشان نہ ہو۔ امام ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی مخلوق اور امتوں میں سے ایک امت کو بالکل فنا کر دینا ناپسند جانا ہے اس طرح کہ ان کی بیخ کنی ہو جائے اور ایک فرد بھی باقی نہ بچے کیونکہ اللہ کی پیدا کردہ مخلوقات میں سے ہر ایک کی پیدائش میں کوئی نہ کوئی حکمت اور مصلحت ضرور پائی جاتی ہے۔ اگر معاملہ اس طرح ہے تو پھر ان کو بالکلیہ معدوم کر دینا جائز نہیں البتہ ان میں سے جو وحشت ناک، مضرت رساں، شکل وصورت میں کریہہ ہو اور وہ کالا کتا ہے اسے قتل کر دیا جائے اور باقی کو موجود رکھا جائے تاکہ ان سے دیگر فوائد اور منافع مثلاً چوکیداری وغیرہ میں مدد لی جا سکے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث میں مذکور ہے کہ ''کالا کتا شیطان ہے۔'' (صحیح مسلم: ۵۱۰)

امام احمد اور امام اسحاق رحمہما اللہ کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا: کالے کتے کا شکار حلال نہیں۔

امام بغوی نے کہا: کالے کتے کو شیطان اس کی خبث طبع کی بنا پر کہا گیا ہے اس لیے کہ کالا کتا حد درجہ ضرر رساں، کاٹ کھانے والا، منفعت سے خالی، چوکیداری میں غیر معتمد، بدترین خصلت والا، فن شکار سے یکسر کورا اور بہت زیادہ سونے والا ہے۔

بعض کے نزدیک مدینہ منورہ میں موجود کتوں کو بطور خاص مروانے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ مدینہ مہبط وحی اور فرشتوں کے نزول کا مقام تھا اور فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا موجود ہو۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی

(۲۷۸۰) صحیح ......أخرجه ابوداود: ۲۸۴۵ ، والترمذی: ۱۴۸۶ ، والنسائی: ۴۲۹۱ ، وابن ماجه: ۳۲۰۵

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شکاری، یا بکریوں یا چوپایوں کی حفاظت کی غرض سے پالے گئے کتوں کے علاوہ دیگر کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح مسلم: ۱۵۷۱)

(۲۷۸۱)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو طَاهِرٍ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْفَاشَانِيُّ، أَنَا الشَّرِيفُ أَبُو عَمْرٍو الْقَاسِمُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو عَلِيٍّ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَمْرٍو اللُّؤْلُئِيُّ، نَا أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ الأَشْعَثِ، نَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، نَا أَبُو التَّيَّاحِ، عَنْ مُطَرِّفٍ......

عَنِ ابْنِ مُغَفَّلٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ، ثُمَّ قَالَ: ((مَا لَهُمْ وَلَهَا)) فَرَخَّصَ فِي كَلْبِ الصَّيْدِ، وَفِي كَلْبِ الْغَنَمِ، وَقَالَ: ((إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الإِنَاءِ، فَاغْسِلُوهُ سَبْعَ مِرَارٍ، وَالثَّامِنَةَ عَفِّرُوهُ بِالتُّرَابِ۔))

سیدنا ابن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک بار) کتوں کو مارنے کا حکم دیا مگر اس کے بعد فرمایا: ''لوگوں کو ان کے قتل کی کیا ضرورت ہے؟ اور ان کتوں کا قصور کیا ہے؟ پھر آپ نے شکار اور بکریوں (وغیرہ) کی حفاظت کے لیے ان کے رکھنے کی اجازت دے دی اور فرمایا: ''جب کتا برتن میں منہ مار جائے تو اسے سات بار دھوو اور آٹھویں بار مٹی سے مانجھو۔''

فائدہ: کالا کتا یعنی خالص سیاہ کتا بہت ڈراؤنا ہوتا ہے بالخصوص وہ جس کی آنکھوں پر دو نقطے سے ہوں، اسے شیطان سے تعبیر کیا گیا ہے، اس لیے اس کو مارنے کا حکم ہے، اگر کسی آبادی میں عام کتے بڑھ جائیں اور لوگوں کے لیے اذیت کا باعث ہوں تو ان کو قتل کرنا اور کم کرنا بھی جائز ہے لیکن بالکل فنا کر دینا جائز نہیں کہ ان کی نسل کلی طور پر تباہ ہو جائے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو بے فائدہ نہیں بنایا خواہ وہ وقتی طور پر کسی کے لیے نقصان دہ ثابت ہو مگر مجموعی طور پر ہر مخلوق انسان کے لیے بلاواسطہ یا بالواسطہ مفید ہے، مثلاً شکار بھی کرتے ہیں اور بھی بہت سے فوائد ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جو خالق و رازق ہے اس لیے کسی بھی مخلوق کو مکمل طور پر ختم کر دینا حکمت الٰہیہ کے منافی ہے۔ (ع،س)

(5)......بَابُ الْبَعِيرِ إِذَا نَدَّ

بدک جانے والے اونٹ کا بیان

(۲۷۸۲)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ......

(۲۷۸۱) أخرجه مسلم: ۲۷۹، ۲۸۰، ورواه البخاري: ۱۷۲ بلفظ: إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا۔

(۲۷۸۲) أخرجه البخاري: ۲۴۸۸، ۲۵۰۷، ومسلم: ۱۹۶۸

عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، فَأَصَابَ النَّاسَ جُوعٌ، وَأَصَبْنَا إِبِلًا، وَغَنَمًا، وَكَانَ النَّبِيُّ فِي أُخْرَيَاتِ النَّاسِ، فَعَجَّلُوا فَنَصَبُوا الْقُدُورَ، فَدَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ، فَأَمَرَ بِالْقُدُورِ، فَأُكْفِئَتْ، ثُمَّ قَسَّمَ، فَعَدَلَ عَشَرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِبَعِيرٍ، فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيرٌ، وَكَانَ فِي الْقَوْمِ خَيْلٌ يَسِيرَةٌ، فَطَلَبُوهُ، فَأَعْيَاهُمْ، فَأَهْوَى إِلَيْهِ رَجُلٌ بِسَهْمٍ، فَحَبَسَهُ اللّٰهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّ لِهَذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَمَا نَدَّ عَلَيْكُمْ، فَاصْنَعُوا بِهِ هَكَذَا)) قَالَ: وَقَالَ جَدِّي: إِنَّا لَنَرْجُو، أَوْ نَخَافُ أَنْ نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَ مَعَنَا مُدًى، أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ؟ فَقَالَ: ((مَا أَنْهَرَ الدَّمَ، وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، فَكُلْ لَيْسَ السِّنَّ، وَالظُّفْرَ، وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذَلِكَ، أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ، وَأَمَّا الظُّفْرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ.))

سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ذوالحلیفہ میں تھے کہ (ہم) لوگ بھوک اور فاقہ میں مبتلا ہوگئے، پھر ہمیں (غنیمت میں) کچھ اونٹ اور بکریاں ملیں، رسول اللہ ﷺ لوگوں کے آخر میں تھے، لوگوں نے جلدی کی (اور نبی کریم ﷺ کی اجازت اور تقسیم کے بغیر) اور ہانڈیاں (یادیگیں) چڑھا دیں۔ جب نبی ﷺ ان کے پاس پہنچے تو آپ نے حکم دیا کہ دیگیں الٹ دی جائیں، پھر آپ نے غنیمت ان میں تقسیم فرمائی اور دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا۔ اس دوران میں ایک اونٹ بھاگ کھڑا ہوا۔ لوگوں کے پاس خال خال گھوڑے تھے۔ لوگوں نے اس کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن وہ قابو میں نہ آسکا، ایک آدمی نے اس کو تیر مارا تو وہ رک گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”ان گھریلو جانوروں میں بھی بعض کبھی کبھی وحشی بن جاتے ہیں (جنگلی جانوروں کی طرح انسانوں سے بھاگنے لگتے) ہیں، لہٰذا اگر کوئی جانور بھاگ نکلے تو تم اس سے یہی سلوک کرو۔ عبایہ نے بیان کیا کہ میرے دادا (رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ) نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ کل ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوگا اور ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں کیا ہم (دھاردار) لکڑی سے ذبح کرلیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو چیز بھی خون بہادے اور (ذبح کے وقت) جانور پر اللہ کا نام لیا ہو تو اسے کھاؤ البتہ (ذبح کرنے والا آلہ) دانت اور ناخن نہ ہو۔ دانت اس لیے نہیں کہ یہ ہڈی ہے (اور ہڈی سے ذبح کرنا جائز نہیں ہے) اور ناخن اس لیے کہ حبشی لوگ ان کو چھری کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔“

شرح (أَوَابِدَ) ''بھاگنے لگتے ہیں''یعنی وحشت محسوس کرتے اور متنفر ہو جاتے ہیں۔ابدالرجل کا لفظ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی شخص تنہا جا بیٹھے اور معاشرے سے الگ تھلگ ہو جائے، جب کسی کا گھر آبادی سے دور سنسان اور ویران جگہ میں ہو تو عرب کہتے ہیں:تابدت الدیار (هَذِہِ آبِدَة مِنَ الأَوَابِد) کا جملہ اس وقت کسی چیز پر بولا جاتا ہے جب وہ چیز نادر، انوکھی اور نایاب ہو۔ جب کوئی شخص غیر معیاری اور چھچھوری حرکت کر گزرے تو کہتے ہیں: جَاءَ فُلَانٌ بِآبِدَةٍ۔

فائدہ: عربی میں لفظ اَوَابِد استعمال ہوا ہے جو آبِدَة کی جمع ہے۔اس کے معنی غیر مانوس، وحشی بدکنے اور بھاگنے والے جانور کے ہیں، چونکہ جنگلی جانور انسان سے غیر مانوس ہوتے ہیں اور دیکھتے ہی بھاگتے ہیں اس لیے انہیں اوابد کہا جاتا ہے۔

(مَا أَنْهَرَ الدَّمَ) ''جو چیز بھی خون بہا دے''نہر کو نہر اسی لیے کہتے ہیں کہ اس میں پانی بہتا اور رواں رہتا ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ مال غنیمت وغیرہ میں آئے جانوروں کا تقسیم بھی جائز ہے نیز مخلوط اور ملے جلے مال غنیمت میں ہر چیز کی الگ الگ تقسیم ضروری نہیں بلکہ تعدیل وتقویم (مختلف اشیاء میں کمی بیشی کر کے انہیں قیمتاً ایک دوسرے کے برابر قرار دینا) بھی جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا تھا۔

آپ نے جو لوگوں کو ہانڈیاں الٹنے کا حکم فرمایا تو اس کی بابت ایک قوم کا خیال ہے کہ یہ اس لیے کہ ذبح کرنے والوں نے باقیوں سے اجازت نہیں لی تھی اس لیے نہیں کھایا گیا یعنی مشترکہ مال میں اجازت کے بغیر انفرادی اور شخصی تصرف ناجائز ہے اگرچہ وہ مال تھوڑا ہی ہو خواہ ضرورت کا تقاضا یہی کیوں نہ ہو۔جناب طاوس اور عکرمہ رحمۃ اللہ علیہم نے چور کے ذبیحہ کے متعلق کہا کہ اسے پھینک دیا جائے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اکثر اہل علم کا خیال ہے مشترکہ جانور کا گوشت تو حلال ہے۔آپ ﷺ نے شاید تربیت کی غرض سے ڈانٹا اور جھڑکا اور ایسا آپ نے ان کو سزا دینے کے لیے کیا اس لیے کہ انہوں نے جلدی کی اور مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے جانوروں کو ذبح کر دیا حالانکہ مال غنیمت امیر کی معرفت تقسیم ہونا چاہیے ان کی یہ صورت ڈاکے سے زیادہ مماثلت رکھتی تھی اس لیے آپ نے اسے ناپسند کیا۔

فائدہ: صحابہ کے کمال درجے کی اطاعت کا جذبہ لائق تحسین ہے، سخت بھوکے ہونے کے باوجود انہوں نے ابلتی ہانڈیاں الٹا دیں اور اف تک نہ کیا اور رسول اللہ ﷺ کے حکم سے سرمو انحراف نہیں کیا۔(ع،س)

اس حدیث مبارکہ میں دلیل ہے کہ گھریلو جانور جب وحشی بن جائے اور انسانوں سے متنفر ہو کر بھاگ کھڑا ہو تو

اس پر وحشی (جنگلی) جانور والا حکم لگے گا۔ایسی صورت میں جب اس قسم کے جانور پر قابو پانا اور اسے ذبح کرنا ممکن نہ ہوتو اسے خشکی کے شکار کی طرح زخمی کیا جاسکتا ہے، پھر ذبح کرنے سے پہلے مرجانے کی صورت میں اس پر جنگلی شکاری جانور والا حکم ہی لاگو ہوگا۔اسی طرح اگر کوئی اونٹ کنویں میں الٹا گر جائے اور اس کو گردن سے ذبح کرنا کسی طرح ممکن نہ ہوتو اس کے جسم کے کسی بھی حصہ پر جو دسترس میں ہو بِسْمِ اللّٰهِ و الله اکبر پڑھ کر چھری پھیر دینی چاہیے یا نیزہ، بھالا یا تیر چبھو دینا چاہیے، اس صورت میں وہ حلال ہوگا۔

ابوالعشر اء کے والد محترم بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا ذبح صرف حلق اور سینے کے گڑھے ہی میں ہوسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو اس کے ران میں نیزہ یا برچھی وغیرہ مار دے تو بھی کفایت کر جائے گا۔'' (منکر، ابوداود: ٢٨٢٥، ترمذی: ١٤٨١، نسائی: ٤٤٢٠، ابن ماجه: ٣١٨٤)

یاد رہے! ایسا کرنا مجبوری کے وقت ہی ہے (اصل تو یہی ہے کہ حلق میں ذبح کیا جائے اور سینے کے گڑھے میں نحر کیا جائے کیونکہ اس طریقے سے خون تیزی سے نکل جائے گا۔

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ نے کہا: ابوالعشر اء کی اپنے والد محترم سے صرف یہی روایت معروف ہے۔ جناب ابوالعشر اء کے نام کے بارے میں خاصا اختلاف ہے۔بعض کے نزدیک ان کا نام اسامہ بن مالک بن قہطم الدارمی ہے، بعض کے نزدیک یسار بن برز اور بعض ان کا نام عطارد بتلاتے ہیں۔

جناب ربیعہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ جب گھریلو جانور وحشی بن جائے تو اس کا حکم نہیں بدلتا۔اسے حلق سے ہی ذبح کیا جائے گا لیکن ان کا یہ موقف جمہور اہل علم کے خلاف ہے۔اس کے برعکس اگر جنگلی جانور انسانوں سے مانوس ہو جائے اور گھریلو جانور کا درجہ اختیار کرلے تو اس کو لٹا کر ہی ذبح کیا جائے گا۔اس بات پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔

جب کوئی شکار کو تیر مارے اور شکار اس سے نڈھال ہو جائے مثلاً وہ جانور ہے اور اب دوڑنے سے عاجز آ گیا ہے، پرندہ ہے تو بھاگ نکلنے یا اڑان بھرنے سے رہ گیا ہے تو ایسی صورت میں شکار کنندہ ہی اس کا مالک قرار پائے گا، پھر اگر وہ اسی تیر سے بے جان ہو جائے تب کوئی حرج نہیں، وہ حلال ہوگا۔ ہاں اگر وہ خون نکلنے سے کمزور ہو جائے لیکن زندہ ہو تو اس کو پکڑ کر ذبح کیا جائے گا۔اگر شکاری اس کی جانب چلے لیکن اس کے پاس پہنچنے سے قبل اس کی موت واقع ہو جائے یا اس کو پکڑ تو زندہ حالت میں لیا گیا مگر اس کی حالت اس قدر نازک تھی کہ چھری یا چاقو چلانے سے پہلے اس کی روح پرواز کر گئی تو ان ہر دو صورتوں میں وہ شکار حلال ہوگا۔

یاد رہے! اگر شکاری نے شکار کرنے میں خواہ مخواہ سستی اور غفلت کا مظاہرہ کیا ہو یا آلہ ذبح (چھری، چاقو وغیرہ) تلاش کرنے میں دیر کر دی ہو یا چھری کو تیز کرنے لگ گیا ہو یا چھری کو خول سے نکالتے ہوئے تاخیر سے کام لیا ہو اور اتنے میں شکار مر گیا تو ایسی تمام صورتوں میں وہ شکار حرام ہوگا۔حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی بھی تیز دھار چیز

کے ساتھ جانور کو ذبح کیا جا سکتا ہے مثلاً لوہا، تیز دھار اور نوکیلی لکڑی، پتھر اور شیشہ وغیرہ، دانت اور ناخن کے علاوہ۔
سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کی بکریاں ایک لونڈی سلع پہاڑ کے دامن میں چرا رہی تھی، اس نے دیکھا کہ ایک بکری مر رہی ہے، اس نے ایک پتھر توڑا اور اس کے ساتھ بکری کو ذبح کر دیا۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے اس بکری کو کھانے کا حکم صادر فرمایا۔

(صحیح بخاری: ٢٣٠٤، ٥٥٠١)

(لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفْرَ) ''دانت اور ناخن کے علاوہ'' حدیث مبارکہ میں یہ الفاظ محلاً منصوب ہیں اور استثنا پیدا کر رہے ہیں۔ امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: ان دونوں چیزوں سے ذبح کرنا جائز اور درست نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دانت تو ہڈی ہے اور اسلوب کلام سے پتہ چلتا ہے کہ اہل عرب کے نزدیک یہ بات واضح اور مشہور تھی کہ ہڈی سے ذبح نہیں کیا کرتے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اتنا کہنے پر اکتفا کیا کہ وہ تو ہڈی ہے۔ اکثر اہل علم کا یہی قول ہے، خواہ ہڈی اور دانت انسان سے الگ ہوں یا نہ ہوں، امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔ ان کے بعض اصحاب کا موقف ہے کہ ماکول اللحم جانور کی ہڈی سے ذبح کیا جا سکتا ہے لیکن ان کے اکثر تلامذہ یہ موقف نہیں رکھتے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: جب کوئی جانور ہڈی سے ذبح کیا جائے اور وہ ہڈی تیز ہو، لوہے کی طرح پھر جائے تو اس سے ذبح شدہ جانور جائز ہوگا۔ دراصل آپ کے منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ہڈی عموماً اس قدر تیز نہیں ہوتی جتنا کہ لوہا تیز ہوتا ہے اور اس سے جانور کو ناجائز تکلیف ہوگی۔

اہل رائے کا موقف ہے کہ ہڈی یا دانت انسانی جسم سے الگ ہوں تو ان سے ذبح کرنا درست ہے اور اگر وہ اپنی جگہ قائم ہوں، الگ نہ ہوں تو پھر ان سے ذبح کرنا درست نہیں کیونکہ یہ عمل گلا گھوٹنے کے مترادف ہوگا جیسے کوئی اپنی انگلیوں اور ہاتھ سے جانور کو دبا کر مار دے (الگ ہونے کی صورت میں آلہ ذبح متصور ہوگا مگر ان کی یہ بات صحیح نہیں، جمہور امت کے خلاف ہے، فحوائے حدیث کے بھی مخالف ہے۔

مندرجہ بالا اختلاف علمائے کرام کے مابین اس صورت میں ہے جب کوئی شخص کسی ایسے جانور کو ہڈی سے ذبح کرے جو اس کے قابو میں ہے یا کسی شکار کو ہڈی مار کر شکار کرے اور اگر کتے نے کسی جانور کو دانت یا ناخن سے زخمی کر دیا ہو اور پھر اس سے اس کی موت واقع ہوگئی ہو تو وہ بالاتفاق حلال ہے۔ امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: اگر تیر انداز شکار کو ہڈی سے بنا ہوا تیر مارے اور وہ شکار ہو جائے تو اس جانور کا کھانا جائز ہوگا، امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: قیاس صحیح تو یہی ہے کہ وہ جائز نہیں جس طرح قبضے میں موجود جانور کو ہڈی وغیرہ سے ذبح کرنا جائز نہیں البتہ شکاری جانور کے پنجوں (اور دانتوں) سے متاثر ہو کر کسی جانور کا مرجانا اور بات ہے کہ اس سے بچاؤ ممکن نہیں۔

(أَمَّا الظُّفُرُ فَمِدَى الْحَبْشَةِ) ''ناخن تو اہل حبشہ کی چھریاں ہیں۔'' حبشہ کے باشندے اپنے ناخنوں کے

ساتھ بکریوں کو خون آلود کر دیتے تھے اور ان ہی سے چھری کا کام لیتے یعنی مسلمان جانور ذبح کرتے ہوئے جو کام چھری سے لیتے وہ ناخنوں سے لیتے تھے۔ یاد رہے! اس بارے میں کوئی دوسری رائے نہیں کہ کافروں کے استعمال میں رہنے والی چھری یا کسی اور چیز سے اگر جانور ذبح کیا جائے تو وہ جائز ہوگا۔ شرط یہ ہے کہ ذبح کرنے والا مسلمان (یا اہل کتاب) ہو۔

جناب حسن بصری اور جناب ابراہیم رحمۃ اللہ علیہم نے کہا: غیر مختون (اہل کتاب) کے ذبیحہ میں کوئی حرج نہیں۔ تمام اہل علم کا یہی قول ہے۔ اسی طرح لونڈی اور بچے کا ذبیحہ بھی حلال ہے۔ مجنون اور دیوانے شخص کے ذبیحہ کی بابت اختلاف ہے۔ جناب حکم نے کہا: میں حالت جنابت میں ہرگز ذبح نہ کروں گا۔

(6)......بَابُ الْإِحْسَانِ فِي الْقَتْلِ وَتَحْدِيدِ الشَّفْرَةِ

قتل کرنے میں احسان کرنے اور چھری کو تیز کرنے کا بیان

(٢٧٨٣)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، نَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَنَا شُعْبَةُ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ......

عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا ذَبَحْتُمْ، فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ، وَإِذَا قَتَلْتُمْ، فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ۔))

سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ احسان کو واجب کیا ہے، سو جب تم ذبح کرو تو اچھے انداز سے ذبح کرو اور جب قتل کرو تو اچھائی کے ساتھ قتل کرو اور ذبح کرنے والا اپنی چھری کو تیز کرلے اور اپنے جانور کو راحت پہنچائے۔''

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: جانوروں کو قتل یا ذبح کرتے وقت حسن سلوک سے کام لینا فرض ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں مذکور ہے اور جانور کے ساتھ احسان یہی ہے کہ چھری کو خوب تیز کیا جائے اور مطلوبہ مقام پر چھری رکھی جائے تاکہ ذبح کرنا آسان رہے۔ سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مروی ہے کہ جب انہوں نے دریافت کیا کہ کل ہمارا دشمن سے آمنا سامنا ہوگا اور ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں۔ کیا ہم تیز لکڑی سے ذبح کرلیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (أَعْجِلْ وَأَرِنْ)......''جلدی کرلو اور جانور پر تخفیف کرو۔'' (صحيح بخاري: ٥٥٠٩، صحيح مسلم: ١٩٦٨)

یعنی ذبح کرتے وقت جلدی کرو تاکہ جانور کو تکلیف نہ ہو، کیونکہ جب ذبح لوہے کے تیز دھار آلہ سے نہیں ہوگا تو اس وقت جلدی اور سرعت کی اشد ضرورت ہے کہ کہیں گلا دبائے رکھنے کی بنا پر جانور گلا گھوٹنے سے مر ہی نہ جائے۔

(٢٧٨٣) أخرجه مسلم: ١٩٥٥

مروی ہے کہ ایک شخص نے چھری اس وقت تیز کرنا شروع کی جب اس نے بکری ذبح کے لیے پکڑ لی تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے درے سے پیٹا اور کہا: کیا تو اس کی روح کو عذاب دیتا ہے؟ تو نے جانور پکڑنے سے قبل چھری تیز کیوں نہ کی؟ (مستدرك حاكم: ٧٥٧٠)

اونٹ کے حوالے سے پسندیدہ بات یہی ہے کہ اسے نحر کیا جائے۔ نحر کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا بایاں گھٹنا باندھ کر اس کے حلق کے گڑھے میں چھری کی نوک یا نیزہ وغیرہ مارا جائے۔ اس طرح خون نچڑنے سے نڈھال ہو کر وہ گر پڑے گا۔ بے جان ہونے کی صورت میں اس کی کھال اتار کر اس کا گوشت بنالیا جائے۔

گائے اور بکری وغیرہ کو ذبح کرنا چاہیے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کی گردن کے بالائی حصہ پر چھری چلا کر رگیں کاٹ دی جائیں۔ اونٹ کی گردن طویل ہوتی ہے۔ اس کی گردن اگر نیچے سے کاٹی جائے تو روح جلد نکل جاتی ہے۔

اگر گائے یا بکری کو نحر کر لیا جائے تو بھی جائز ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: اگر اونٹ کو ذبح کر دیا جائے اور بکری کو نحر کر دیا جائے تو ان کا کھانا حلال نہیں البتہ گائے کی بابت اختیار ہے نحر کیا جائے خواہ ذبح ......سیدنا عمر اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے: ہیں ذبح کرنا حلق اور لبے (گردن کے گڑھے) سے ہوتا ہے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مزید کہا: ذبح کرنے کے بعد جانور کی کھال جلد نہ اتاری جائے حتی کہ اس کی روح نکلنے کا تیقن کر لیا جائے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حرام مغز کاٹنے سے منع کیا ہے۔ نخع سے مراد سخت انداز میں ذبح کرنا اور چھری اس انداز میں چلانا کہ گردن کی رگیں کٹ کر گردن کے اندر موجود سفید پٹھہ بھی کٹ جائے۔ اس کو بخع بھی کہتے ہیں۔ یہ لفظ قرآن میں مستعمل ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ﴾ .... "شاید کہ آپ اپنے آپ کو ہلاک کر لیں۔" (الکھف: ٦)

یعنی آپ ان کے اسلام لانے کی حرص میں اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالیں گے۔ کم از کم ذبح یہ ہے کہ گردن کی رگیں کٹ جائیں اور کمال ذبح یہ ہے کہ خوراک اور سانس کی دونوں رگیں کٹ جائیں۔

(7)......بَابُ النَّهْيِ عَنْ أَنْ يُصْبَرَ الْحَيَوَانُ

حیوان کو باندھ کر مارنے سے ممانعت کا بیان

(٢٧٨٤)- أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، يُحَدِّثُ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا تَتَّخِذُوا شَيْئًا فِيهِ الرُّوحُ غَرَضًا۔))

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جاندار چیز کو نشانہ مت بناؤ۔"

(٢٧٨٤) أخرجه مسلم: ١٩٥٧

(٢٧٨٥)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ الْقُهُسْتَانِيُّ، نَا إِسْحَاقُ بْنُ الْحَسَنِ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ نَهَى أَنْ يُقْتَلَ شَيْءٌ مِنَ الدَّوَابِّ صَبْرًا۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ اللہ کے رسول ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے جانور کو باندھ کر مارنے سے منع فرمایا۔

شرح: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ منع فرماتے تھے کہ جانور کو یا کسی اور چیز کو قتل کرنے کے لیے باندھا جائے۔(بخاری: ٥٥١٤، صحیح مسلم: ١٩٥٧، ١٩٥٨)

(٢٧٨٦)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، أَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الطَّحَّانُ، أَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ قُرَيْشٍ، أَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، أَنَا أَبُو عُبَيْدٍ، نَا هُشَيْمٌ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنْ قَتْلِ كُلِّ شَيْءٍ مِنَ الدَّوَابِّ صَبْرًا۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کسی جانور کو بھی باندھ کر مارنے سے منع فرمایا۔

شرح: (أَنْ تُصْبَرَ بَهِيمَةٌ) اس سے مراد یہ ہے کہ کسی جانور کو باندھ دیا جائے جبکہ وہ زندہ ہو، پھر اسے تیر مارے جائیں اور وہ تیروں کے صدمے سے مرجائے۔ لفظ الصبر کے لغوی معنی روکنے اور پابند کرنے کے ہیں۔

فائدہ: اہل عرب کے اندر ظلم وستم اور وحشت وبربریت کا یہ انداز موجود تھا کہ لڑکے بھالے جمع ہو جاتے اور نشانہ بازی کے لیے کسی جانور مرغی یا بکری وغیرہ کو باندھ دیتے، پھر اسے اپنے ظلم کا خوب تختہ مشق بناتے، اس طرح جانور تیروں سے چھلنی ہوجاتا اور بالآخر مرجاتا، اس کے بعد وہ اسے کھا لیا کرتے تھے۔ شریعت اسلامیہ نے جانوروں کے ساتھ ہونے والی اس سفاکیت سے منع فرمایا اور ذبح کرتے ہوئے جانور کے ساتھ حسن سلوک کا درس دیا۔ یاد رہے! ذبح کرنے کی خاطر جانور کو مضبوطی سے پکڑنا یا اس کی ٹانگیں وغیرہ باندھ لینا کہ بھاگ نہ جائے، اس کے ساتھ احسان ہے جو کہ مطلوب ہے۔ حدیث میں اس سے نہیں روکا گیا بلکہ پہلی کیفیت سے روکا گیا ہے کہ جانور کے تڑپنے، پھڑکنے سے لطف اندوز ہونا حرام ہے۔(ع،س)

(عبید) ابن یعلیٰ کی روایت ہے کہ ہم نے عبدالرحمان بن خالد بن ولید کی معیت میں جہاد کیا۔ ان کے سامنے

(٢٧٨٥) أخرجه مسلم: ١٩٥٩

(٢٧٨٦) أخرجه البخاري: ٥٥١٥، ومسلم: ١٩٥٨

دشمن کافر کے چار افراد لائے گئے جو عجمی تھے اور بڑے طاقتور تھے، پس انہوں نے حکم دیا اور انہیں بندھے بندھے تیر مار کر قتل کر دیا گیا۔ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے آپ اس طرح قتل کرنے سے منع فرماتے تھے۔ جناب عبدالرحمان بن خالد کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے چار گردنیں آزاد کیں۔

(ضعیف، ابوداود: ٢٦٨٧)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کسی جانور کو باندھ کر نشانے لگا کر مارا جائے اور گندگی خور جانور کے دودھ سے روکا اور یہ کہ مشکیزے کے منہ سے منہ لگا کر پیا جائے۔

(صحیح، ابوداود: ٣٧١٩، ترمذی: ١٨٢٥، نسائی: ٤٤٦٠)

(مُجَثَّمَةِ) سے مراد وہ جانور ہے جسے باندھ کر نشانہ مار کر قتل کیا جائے، ایسا کرنا حرام ہے۔

فائدہ: گندگی خور جانور کو جلالہ کہتے ہیں ایسے جانور کا دودھ، گوشت اور اس کی سواری سب منع ہے۔ ذبح کرنا ہو تو پہلے کم از کم تین دن تک باندھ کر رکھا جائے۔ (ارواء الغلیل: ٢٥٠٥) (ع،س)

(8)......بَابُ كَرَاهِيَةِ ذَبْحِ الْحَيَوَانِ لِغَيْرِ الْأَكْلِ

کھانے کے علاوہ جانور کو ذبح کرنے کی کراہت کا بیان

(٢٧٨٧)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَّالُ، نَا أَبُو عَبَّاسٍ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالَا: أَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنَا الرَّبِيعُ، أَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ صُهَيْبٍ مَوْلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ قَتَلَ عُصْفُورًا فَمَا فَوْقَهَا بِغَيْرِ حَقِّهَا، سَأَلَهُ اللّٰهُ عَنْ قَتْلِهِ۔)) قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَمَا حَقُّهَا؟ قَالَ: ((أَنْ يَذْبَحَهَا، فَيَأْكُلَهَا، وَلَا يَقْطَعْ رَأْسَهَا، فَيَرْمِي بِهَا۔))

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے چڑیا یا اس سے بڑے کسی جانور کو ناحق قتل کیا، اللہ تعالیٰ اس کے قتل کی بابت پوچھے گا۔'' پوچھا گیا، اللہ کے رسول! اس کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کا حق یہ ہے کہ اسے ذبح کر کے کھائے، اس کا سر کاٹ کر پھینک نہ دے۔''

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث سے بے فائدہ کھانے کے مقصد کے بغیر شغل اور کھیل کے طور پر کسی جانور کو ذبح کرنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔

(٢٧٨٧) ضعيف ......أخرجه النسائي: ٤٣٤٩، ٤٤٤٥

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: نهى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُعاقرةِ الأعْــرابِ۔ ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے بدوؤں کے اس عمل سے منع فرمایا ہے جس میں وہ مقابلے بازی میں اونٹ ذبح کرتے تھے۔ (حسن صحيح، ابوداود: ۲۸۲۰)

((مُعَــاقَـرَةِ الْأَعْرَابِ)) سے مراد بدوی لوگوں کا فخر ومباہات کے طور پر جانور ذبح کرنا ہے۔ عربوں میں یہ رواج تھا کہ ایک دوسرے کے مقابلے میں اونٹوں کو ذبح کرنا شروع کر دیتے تھے اور ان کا یہ مقابلہ ہوتا رہتا حتی کہ آخر میں ایک عاجز آجاتا اور اس مقابلے میں ان کی اپنی بڑائی غنا اور بڑے دل والا ہونے کا اظہار ہوتا۔ حالانکہ واقعتاً جانور ذبح کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ تو ایسے جانوروں کے گوشت سے منع فرمایا گیا کہ کہیں یہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کے معنی میں نہ آجائے (کیونکہ یہ اتباع ہویٰ یعنی خواہش نفس) کی وجہ سے ذبح کیے جاتے تھے، نہ کہ اللہ کے لیے اور نہ اس کے بتائے ہوئے مشروع مقاصد کے لیے، نیز اس میں اسراف وتبذیر اور بے مقصد مال ضائع کرنا بھی ہے۔

امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: جو جانور بادشاہوں اور رؤسائے قوم کی آمد پر ذبح کیے جاتے ہیں اسی طرح کسی خوشی کے موقع پر بے دریغ جانور ذبح کیے جاتے ہیں (مثلاً الیکشن کی جیت پر، یا میچ کی فتح پر) وہ بھی اسی قبیل سے ہیں۔

(۲۷۸۸)۔ أَخْبَـرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ ، أَنَّ عَبْدَ الْغَافِرِ بْنَ مُحَمَّدٍ ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى ، نَـا إِبْـرَاهِيـمُ بْـنُ مُـحَـمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ ، نَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، نَا شُعْبَةُ ، قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ أَبِي بَزَّةَ ، يُحَدِّثُ......

عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ ، قَالَ: سُئِلَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: هَلْ خَصَّكُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ؟ فَقَالَ: مَا خَصَّنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ لَمْ يَعُمَّ بِهِ النَّاسَ إِلَّا مَا فِي قِرَابِ سَيْفِي ، فَأَخْرَجَ صَحِيفَةً فِيهَا: ((لَعَنَ اللَّهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللَّهِ ، وَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْأَرْضِ ، وَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَهُ ، وَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ آوَى مُحْدِثًا۔))

جناب ابو الطفیل سے روایت ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں کوئی خاص بات بتائی ہے؟ انہوں نے کہا: تمام لوگوں سے ہٹ کر ہم سے کوئی خاص بات نہیں فرمائی البتہ یہ چند باتیں ہیں جو میری تلوار کے غلاف میں ہیں، پھر انہوں نے ایک ورق نکالا اس میں یہ تحریر تھا: ''غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے والے پر اللہ نے لعنت کی، زمین کی نشانی بدلنے والے پر اللہ نے لعنت کی، جو اپنے باپ پر لعنت کرے اس پر اللہ نے لعنت کی اور اس پر اللہ نے لعنت کی جو بدعتی کو جگہ فراہم کرے۔''

(۲۷۸۸) أخرجه مسلم: ۱۹۷۸

شرح **فائدہ:** یعنی بدعتی کو اپنے گھر اتارنا، اس کو شیلٹر فراہم کرنا، کھانے پکانا، بدعت کی ترویج کیلئے بینر بنوا کر دینا، اس کی مدد کرنا وغیرہ غور فرمائیے! بدعتی کے مددگار پر لعنت ہے تو خود بدعت ایجاد کرنے والے پر کتنی بڑی پھٹکار اور لعنت ہوگی، اللہ بچائے۔ بدعت یعنی دین میں نئی بات نکالنا جس کی دلیل کتاب وسنت سے نہ ہو۔ (ع،س)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: زمین کی علامات بدلنے سے مراد دو آدمیوں کی مملوکہ زمین کے درمیان میں موجود حد کو بدلنا ہے اسی طرح صحرائی اور ریتلے علاقوں میں زمین کی حد بندی کیلئے کوئی بھاری پتھر یا وزنی لکڑ رکھ دی جاتی ہے یا کوئی کھونٹا ٹھونک دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ حد بندی کے لیے کوئی علامت نہیں ہوتی۔ اس کو آگے پیچھے کر دینا تاکہ دوسرے کی زمین اپنی طرف ملا لے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَا عَقْرَ فِی الإِسْلامِ۔)) ......''اسلام میں عقر (جانوروں کو قبر پر ذبح کرنا) نہیں ہے۔'' (صحیح، ابوداود: ۳۲۲۲)

امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: یہ ایک جاہل رسم تھی کہ گویا صاحب اپنی زندگی میں بڑا سخی اور جواد تھا، تو اس کے اقارب موت کے بعد اس کی قبر کے پاس جانور ذبح کر کے چھوڑ دیتے تھے کہ جانور، درندے اور پرندے کھائیں، یعنی جس طرح وہ اپنی زندگی میں مہمان نواز تھا مرنے کے بعد بھی اس کا لنگر جاری ہے۔

فائدہ: اسلام نے اس کام سے روک دیا ہے اور اب کسی بھی نیت سے قبر پر جانور ذبح کرنا، چڑھاوا چڑھانا یا دیگیں پکا کر تقسیم کرنا حرام ہے۔ (ع،س)

(9)......بَابُ زَكَاةِ الْجَنِيْنِ
جنین کے ذبح کا بیان

(۲۷۸۹)۔ قَرَأْتُ عَلَى أَبِی عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدِ بْنِ الْفَضْلِ الْخِرَقِیِّ، فَقُلْتُ: قُرِءَ عَلَى أَبِی سَهْلٍ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ طَرَفَةَ السِّجْزِیِّ، وَأَنْتَ حَاضِرٌ، فَقِيلَ لَهُ: حَدَّثَكُمْ أَبُو سُلَيْمَانَ الْخَطَّابِیُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ دَاسَةَ، نَا أَبُو دَاوُدَ السِّجِسْتَانِیُّ، نَا مُسَدَّدٌ، نَا هُشَيْمٌ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنْ أَبِی الْوَدَّاكِ......

عَنْ أَبِی سَعِيدٍ، قَالَ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! نَنْحَرُ النَّاقَةَ، وَنَذْبَحُ الْبَقَرَةَ، وَالشَّاةَ، فَنَجِدُ فِی بَطْنِهَا الْجَنِينَ، أَنُلْقِيهِ، أَمْ نَأْكُلُهُ؟ قَالَ: ((كُلُوهُ إِنْ شِئْتُمْ، فَإِنَّ ذَكَاتَهُ ذَكَاةُ أُمِّهِ۔))

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں! میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم کوئی اونٹنی، گائے یا بکری ذبح کرتے ہیں تو اس کے پیٹ سے بچہ نکل آتا ہے، کیا ہم اسے کھالیں یا پھینک دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

(۲۷۸۹) صحیح ......أخرجه ابوداود: ۲۸۲۷، وابن ماجه: ۳۱۹۹، والترمذی: ۱۴۷۶

فرمایا: ''اگر چاہو تو کھالو، بلاشبہ اس کی ماں کا ذبح کرنا ہی اس کے لیے ذبح ہے۔''

شرح: راوی حدیث ابوالوداک کا نام جبر بن نوف ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ اونٹ میں سنت طریقہ یہ ہے کہ اسے نحر کیا جائے اور گائے، بکری میں ذبح کرنا ہے، نیز معلوم ہوا کہ ماں کو ذبح کے بعد اگر پیٹ سے فوت شدہ بچہ برآمد ہوتا ہے تو اس کا کھانا حلال اور جائز ہے کیونکہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ((ذكـاةُ الـجنينِ ذكاةُ أُمِّهِ۔)) ......''بچے کا ذبح کرنا اس کے ماں کے ذبح کرنے میں ہے۔'' (ابوداود: ۲۸۲۸)

صحابہ میں سے جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے جناب ابراہیم کا یہی قول ہے، امام ثوری، ابن المبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں۔ بعض حضرات نے جنین کی حلت کے لیے اس کے جسم پر بال اُگ آنے کی شرط لگائی ہے (کہ اس سے قبل تو وہ خون کا لوتھڑا ہی ہے) ان کی دلیل سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے: جب تو اونٹنی نحر کرے تو اس کے پیٹ کے بچے کا ذبح کرنا اس کی ماں کے ذبح کرنے میں ہے جب اس کی تخلیق مکمل ہوجائے اور بال اُگ آئیں۔ جناب سعید بن مسیّب اسی کے قائل ہیں۔

جناب حکم بھی یہی موقف رکھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: پیٹ کا بچہ اسی صورت میں کھانا جائز ہے کہ بچہ زندہ نکلے، پھر اسے ذبح کیا جائے۔ امام ابن المنذر نے کہا: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس مسئلہ میں پوری امت سے الگ تھلگ موقف رکھتے ہیں (اوران کا یہ موقف صحیح اور صریح احادیث کے بھی خلاف ہے اس لیے قابل رد ہے، عمل صحیح احادیث پر ہی ہے) اگر بچہ زندہ نکلے تو اس کو ذبح کرنا لازم ہوگا تب اس کا کھانا حلال ہوگا۔ اس بات پر سب علماء کا اتفاق ہے۔

(10)......بَابُ وَسْمِ الدَّوَابِّ

جانوروں کو علامت لگانے کا بیان

(۲۷۹۰)۔ أَخْبَـرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْـنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، نَا الْوَلِيدُ، نَا أَبُو عَمْرٍو، حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ......

حَـدَّثَـنِـي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، قَالَ: غَدَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَلْحَةَ لِيُحَنِّكَهُ، فَوَافَيْتُهُ فِي يَدِهِ الْمِيسَمُ يَسِمُ إِبِلَ الصَّدَقَةِ۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں صبح صبح عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا تاکہ آپ اس کی تحنیك (گھٹی) فرمادیں، جب میں

(۲۷۹۰) أخرجه البخاري: ۱۵۰۲، ومسلم: ۲۱۱۹

آپ کے پاس پہنچا تو آپ کے ہاتھ میں داغنے کا ٹھپہ تھا، آپ زکوۃ کے اونٹوں کو نشان لگا رہے تھے۔

(٢٧٩١)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا أَبُو الْوَلِيدِ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ......

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَخٍ لِي يُحَنِّكُهُ وَهُوَ فِي مِرْبَدٍ لَهُ، فَرَأَيْتُهُ يَسِمُ شَاءً، حَسِبْتُهُ قَالَ: فِي آذَانِهَا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بھائی (عبداللہ بن ابی طلحہ نومولود) کو لایا تاکہ آپ اس کی تحنیک فرمادیں۔ آپ علیہ السلام اس وقت اونٹوں کے باڑے میں تشریف فرما تھے، میں نے دیکھا کہ آپ ایک بکری کو داغ رہے تھے (شعبہ نے کہا کہ) میں سمجھتا ہوں (ہشام نے) کہا کہ اس کے کانوں کو داغ رہے تھے۔

شرح (مِـرْبَد) اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں اونٹوں اور بکریوں کو اکٹھا محبوس کردیا جاتا ہے، یعنی باڑہ۔ لفظ الربد کے لغوی معنی روکنے اور بند کرنے کے ہیں۔

فائدہ: کسی بزرگ اور نیک شخص کو منہ میں کھجور نرم کرکے بچے کے حلق میں ڈال دینے کو تحنیک کہا جاتا ہے۔ (ع،س)

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جانوروں کو داغنا جائز ہے اور ایسا کرنا زکاۃ اور جزیہ کے جانوروں میں مسنون ہے تاکہ وہ آپس میں خلط ملط نہ ہوں اور اس طرح ان کی الگ الگ پہچان باقی رہے کیونکہ دونوں مدوں میں حاصل شدہ جانوروں کا مصرف جداجدا ہے۔ زکاۃ کے جانوروں کو داغنے کی ایک اور حکمت بھی ہے کہ زکاۃ دہندہ کہیں اسی جانور کو دوبارہ نہ خرید لے اور اسے اس چیز کی خبر ہی نہ ہو۔ یاد رہے! بصورت زکاۃ دی گئی چیز کو اسی مالک کے لیے خریدنا ناپسندیدہ ہے۔

بکریوں کو اونٹوں اور گاؤں کی بہ نسبت ہلکا داغا جاتا ہے، اونٹوں اور گائیوں کو ان کی پچھلی ران پر داغا جاتا ہے جبکہ بکری کے کانوں کی جڑوں میں، کسی بھی جانور کے چہرے پر داغنا جائز نہیں۔ اس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ ہے۔

(٢٧٩٢)۔ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى،

(٢٧٩١) أخرجه البخاري: ٥٥٤٢، ومسلم: ٢١١٩

نَـا إِبْـرَاهِيـمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، نَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، نَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ......

عَنْ جَابِرٍ رضي الله عنه، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الضَّرْبِ فِي الْوَجْهِ، وَعَنِ الْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چہرے پر مارنے اور چہرے پر داغ لگانے سے منع فرمایا۔

شرح سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اس مسئلہ کی دلیل ہے کہ کان چہرے میں داخل نہیں۔ اس لیے کہ آپ بکری کے کانوں کو داغ رہے تھے جبکہ آپ نے چہرے کو داغنے سے منع فرمایا ہے۔ (یعنی اگر کان چہرے میں داخل ہوتے تو آپ ان کو نہ داغتے مگر یہ بامر مجبوری استثناء ہے)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے ایک گدھے کو دیکھا جس کے چہرے کو داغا گیا تھا تو آپ نے اس پر اظہار ناراضی کیا۔ (صحيح مسلم: ۲۱۱۸)

جناب ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے گھوڑوں کو خصی کرنے سے منع کیا، سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ﴾ .... ''وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورتوں کو ضرور ضرور بگاڑ دیں گے'' (سورۂ نساء: ۱۱۹) کے بارے میں مروی ہے کہ اس سے مراد جانوروں کو خصی کرنا ہے۔

فائدہ: جانوروں کو اس لیے خصی کرنا کہ ان سے زیادہ انتفاع ہو سکے یا ان کا گوشت زیادہ بہتر ہو سکے یا اسی قسم کا کوئی اور صحیح مقصد ہو تو جائز ہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خصی جانور قربانی میں ذبح فرمائے ہیں۔ اگر جانور کو خصی کرنے کا جواز نہ ہوتا تو آپ ﷺ ان کی قربانی نہ کرتے۔ (ع،س)

(11)......بَابُ النَّهْيِ عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ
کچلی والے درندوں کو کھانے سے ممانعت کا بیان

(۲۷۹۳)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ......

عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ۔

سیدنا ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر کچلی والے درندے کو کھانے سے منع فرمایا۔

(۲۷۹۲) أخرجه مسلم: ۲۱۱٦

(۲۷۹۳) أخرجه البخاري: ۵۵۳۰، ومسلم: ۱۹۳۲

(٢٧٩٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي حَكِيمٍ، عَنْ عُبَيْدَةَ بْنِ سُفْيَانَ الْحَضْرَمِيِّ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((أَكْلُ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ حَرَامٌ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر کچلی والے درندے کا کھانا حرام ہے۔''

(٢٧٩٥)۔ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْجُلُودِيُّ، نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، نَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ، نَا أَبِي، نَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ، وَكُلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلی والے درندے اور پنجے والے پرندے (کے کھانے) سے منع فرمایا۔

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: ((ذِیْ نَـــابٍ)) سے مراد ہر وہ جانور ہے جو اپنے تیز، نوکیلے اور لمبے دانتوں یعنی کچلیوں سے لوگوں اور جانوروں پر حملہ آور ہوتا ہے مثلاً بھیڑیا، شیر، کتا، چیتا، ببر شیر، ریچھ اور بندر وغیرہ، مذکورہ صدر اور اس قماش کے تمام جانور حرام ہیں۔ اسی طرح ہر وہ پرندہ جو پنجوں سے شکار کرتا ہے جیسے گدھ، شکرا اور باز وغیرہ شکاری پرندے کے پہونچوں کو مخلب کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان سے شکار کو زخمی کرتا اور پھاڑتا ہے اور اس لفظ کے لغوی معنی یہی ہیں۔ اسی لیے عربی زبان میں درانتی کو بھی مخلب کہہ دیتے ہیں۔

مروی ہے کہ ہر وہ پرندہ کھا لیا جائے جو اڑتے وقت اپنے پروں کو حرکت دیتا رہتا ہے اور ہر اس پرندے سے اجتناب کیا جائے جو پروں کو جھکا کر اور روک کر اڑان بھرتا ہے، جیسے گدھ اور شکرا وغیرہ کو نہ کھایا جائے۔

اہل علم نے الــضبع (لگڑ بگڑ) (Hyena) کی اباحت کے متعلق اختلاف کیا ہے، بعض حضرات حدیث کے ظاہری الفاظ کی رعایت رکھتے ہوئے اس کی حرمت کے قائل ہیں جبکہ کچھ دوسرے اس کی اباحت اور حلت کے کیونکہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لگڑ بگڑ کے متعلق دریافت کیا کہ کیا وہ شکار ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں (وہ شکار ہے)۔'' ان سے پوچھا گیا: کیا آپ نے یہ بات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تو انہوں نے کہا: جی ہاں۔ (صحیح، مسند شافعی: ١٥٥٦)

(٢٧٩٤) أخرجه مسلم: ١٩٣٣

(٢٧٩٥) أخرجه مسلم: ١٩٣٤

ہم نے اس حدیث مبارکہ کا تذکرہ کتاب الحج میں کیا ہے، لومڑ کے متعلق بھی علماء مختلف ہیں۔ ایک قوم نے اس کے کھانے کو جائز قرار دیا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کا رجحان اسی طرف ہے جبکہ دوسرے علماء اس کو حرام قرار دیتے ہیں۔

فائدہ: لگڑ بگڑ ایک ذوناب (کچلیوں سے شکار کرنے والا) مردار خور جانور ہے جو افریقہ، عرب، ایران، پاکستان، بھارت، افغانستان اور وسط ایشیا میں پایا جاتا ہے۔ نر کا وزن تقریباً ایک من اور مادہ کا وزن اس سے تقریباً دس پاؤنڈ کم ہوتا ہے۔ بسا اوقات یہ تھوڑی عمر والے اور چھوٹے قد والے زندہ جانوروں مثلاً بکری وغیرہ پر حملہ کر کے اسے اٹھا لے جاتا ہے، سمجھنے والی بات یہ ہے کہ ہر ذوناب درندہ حدیث کی رو سے حرام ہے۔ پھر اسے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ والی حدیث میں حلال کیوں قرار دیا گیا؟ امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ لگڑ بگڑ (ضَبُـــع) بھی اگر چہ درندہ ہی ہے، لیکن ہر درندے میں حرمت کی دو وجہیں ہیں۔ ایک کچلیوں کا ہونا اور دوسرا عادی درندہ ہونا۔ اور درندگی وصف کچلیاں ہونے کے مقابلے میں زیادہ اہم اور خاص ہے۔ اس لیے کہ دونوں وصف رکھنے والے جانوروں کے کھانے سے کھانے والے کے اندر بھی درندگی والی قوت آجاتی ہے، جیسے شیر، چیتا، لومڑی وغیرہ ہیں اور لگڑ بگڑ کچلیوں والا تو ہے لیکن اس میں درندگی والی وہ قوت نہیں ہے جو مذکورہ جانوروں میں ہے، اس لیے اس کو حلال قرار دے دیا گیا۔ واللہ اعلم (تفصیل کیلئے دیکھے عون المعبود) (ع،س)

(12)......بَابُ أَكْلِ الضَّبِّ

سانڈے کو کھانے کا بیان

(٢٧٩٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْحَسَنُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ الْمَخْلَدِيُّ، أَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ السَّرَّاجُ، نَا قُتَيْبَةُ، نَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ الضَّبِّ، فَقَالَ: ((لا آكُلُهُ، وَلا أُحَرِّمُهُ۔))

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سانڈا کھانے کے متعلق پوچھا تو آپ نے کہا: ''نہ میں اسے کھاتا ہوں اور نہ اسے حرام قرار دیتا ہوں۔''

(٢٧٩٧)۔ وَأَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْمَخْلَدِيُّ، أَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ السَّرَّاجُ، أَنَا قُتَيْبَةُ، نَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ......

(٢٧٩٦) أخرجه البخاري: ٥٥٣٦، ومسلم: ١٩٤٣

(٢٧٩٧) انظر الحديث السابق

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ عَنِ الضَّبِّ، قَالَ: ((لا آكُلُهُ، وَلا أُحَرِّمُهُ۔))

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سانڈے کے متعلق دریافت کیا گیا جبکہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہ میں اسے کھاتا ہوں اور نہ اسے حرام قرار دیتا ہوں۔''

(۲۷۹۸)۔ وَأَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، وَنَافِعٍ……

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَجُلا نَادَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا تَرَى فِي الضَّبِّ؟ فَقَالَ: ((لَسْتُ بِآكِلِهِ، وَلا مُحَرِّمِهِ۔))

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے باآواز بلند رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ کا سانڈے کے متعلق کیا خیال ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہ میں اس کو کھاتا ہوں اور نہ اسے حرام قرار دیتا ہوں۔''

(۲۷۹۹)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ……

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا، وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ الْمُغِيرَةِ، مع رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ، فَأُتِيَ بِضَبٍّ مَحْنُوذٍ، فَأَهْوَى إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، فَقَالَ بَعْضُ النِّسْوَةِ الَّتِي فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ: أَخْبِرُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يُرِيدُ أَنْ يَأْكُلَ، فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ يَدَهُ، قَالَ: فَقُلْتُ: أَحَرَامٌ هُوَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((لا، وَلَكِنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِي، فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ)) قَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں اور خالد بن ولید بن مغیرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ام المؤمنین سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے گھر گئے انہیں بھونا ہوا سانڈا پیش کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی جانب اپنا ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ کسی عورت نے جو سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھیں کہا: نبی ﷺ جو کھانے لگے ہیں انہیں اس کے متعلق بتادو (چنانچہ آپ کو بتایا گیا) رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ اٹھالیا، حضرت خالد کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ حرام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں'' لیکن یہ میرے وطن میں نہیں پائی جاتی۔ اس لیے میں طبعی کراہت کی بنا پر اس سے

(۲۷۹۸) صحيح على شرط الشيخين ……أخرجه الامام احمد فى المسند: ٤٨٨٢، والامام مالك فى المؤطأ: ١٨٠٦

(۲۷۹۹) أخرجه البخارى: ٥٥٣٧، ومسلم: ١٩٤٥

فَاجْتَرَرْتُهُ، فَأَكَلْتُهُ، وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ۔

بچتا ہوں۔'' خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر میں نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا اور کھالیا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے۔

شرح مَحْنُوذ کا معنی ہے بھنی ہوئی۔ اہل عرب گوشت کا گرم پتھروں پر رکھ رکھ کر بھونتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے: ﴿فَجَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ﴾ .... ''وہ گائے کا بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔'' (ھود: ٦٩)

یعنی گرم پتھروں پر لٹکا کر بھونا ہوا سالم بچھڑا جس سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ یہ لفظ عربوں کے جملے ''حَنَاذَ الْخَيل'' سے ماخوذ ہے اور یہ جملہ وہ اس وقت بولتے ہیں جب گھوڑے کے اوپر دوہرا جل ڈال دیا جائے تا کہ اسے خوب پسینہ آئے۔

(اور اس کی زائد چربی گھل جائے، تا کہ اسے سانس نہ چڑھے اور وہ لمبی دوڑ کے قابل ہو جائے)

(أَعَافُهُ) ''میں اس کے کھانے سے نفرت کرتا ہوں'' یہ لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی چیز کو کھانے سے طبعی کراہت محسوس ہو۔ پرندوں کو اڑانے کے لیے یہ لفظ بولا جاتا ہے لیکن اس وقت مصدر عِيَافَة ہوتا ہے اور عَافَتِ الطَّيْرُ، تَعِيفُ عَيْفًا کا لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب پرندے پانی کے تالاب کے اوپر گول چکر کھا رہے ہوں۔

(٢٨٠٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، نَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي أَبُو بِشْرٍ، سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ......

يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَهْدَتْ أُمُّ حُفَيْدٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمْنًا، وَأَقِطًا، وَأَضُبًّا، فَأَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ السَّمْنِ، وَالأَقِطِ، وَتَرَكَ الضَّبَّ تَقَذُّرًا، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَأُكِلَ عَلَى مَائِدَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَوْ كَانَ حَرَامًا مَا أُكِلَ عَلَى مَائِدَتِهِ۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ام حفید نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گھی، پنیر اور سانڈہ بطور ہدیہ بھیجا، آپ نے گھی اور پنیر کھا لیا مگر سانڈے کو طبیعت کے نہ چاہنے پر چھوڑ دیا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: تاہم آپ کے دسترخوان پر رکھا گیا، اگر حرام ہوتا تو آپ کے دسترخوان پر نہ کھایا جاتا۔

شرح راوی حدیث ابو بشر یشکری کا نام جعفر بن ایاس بن ابی وحشیہ ہے ان کا شمار بصریوں میں ہوتا ہے۔ وفات ۱۲۳ھ یا ۱۲۴ھ میں ہوئی اور ام حفید بنت الحارث بن حزن سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ محترمہ ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سانڈے کے کھائے جانے پر انکار نہ کرنا اس کی اباحت پر دلیل ہے۔ ویسے اس کے بارے میں

(٢٨٠٠) أخرجه البخاري: ٢٥٧٥، ٥٣٨٩، ومسلم: ١٩٤٧

اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آئمہ عظام نے اختلاف کیا ہے کہ اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں۔ اہل علم کی ایک جماعت اس کی اباحت کی قائل ہے، مثلاً سیدنا عمر اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما امام مالک، امام اوزاعی، اور امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے اور ایک قوم نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ ایسا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نیز یہ اہل رائے کا موقف ہے۔ سانڈے کے گوشت سے ممانعت میں ایک حدیث مروی لیکن وہ روایت سنداً ضعیف ہے، سیدنا عبدالرحمان بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سانڈے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

(حسن، ابو داود: ٣٧٩٦)

اہل علم نے یربوع کی حلت وحرمت کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت اس کے کھانے کو جائز قرار دیتی ہے مثلاً عروہ، عطاء، شافعی، ابوثور رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ اور ایک جماعت حرمت کی قائل ہے مثلاً ابن سیرین، حکم، حماد اور اہل رائے۔

فائدہ: ((يَرْبُوْعٌ)) ایک قسم کا چھوٹا چوہا ہے جس کی اگلی ٹانگیں چھوٹی اور پچھلی لمبی ہوتی ہیں۔

(القاموس الوحید) (ع.س)

آخر الذکر علماء وبر کو بھی حرام قرار دیتے ہیں جبکہ اہل علم کی ایک جماعت اس کی حلت کی قائل ہے مثلاً جناب عطاء، مجاہد، طاوس، امام مالک، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ۔

فائدہ: أَلْوَبَرْ: ایک جانور جو لبنان میں زیادہ ہوتا ہے، خرگوش اور نیولے سے ملتا جلتا ہے۔

(القاموس الوحید) (ع.س)

قُنْفُذ (سیہہ، خارشیت) کی حرمت کے متعلق ایک حدیث مروی ہے لیکن وہ سنداً ضعیف ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا اگر سیہہ کی حرمت کے متعلق کوئی صحیح حدیث مل جائے تو میں اس کی حرمت کا قائل ہو جاؤں گا۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اس کی اباحت کے قائل ہیں۔ ابوثور رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ سے بھی یونہی مروی ہے، اہل رائے اس کی حرمت کے قائل ہیں، امام مالک رحمہ اللہ سے اس کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: اس کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں۔

جناب عیسیٰ بن نمیلہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں: میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ آپ سے قُنْفُذ (سیہہ) کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمان تلاوت کیا: ﴿قُلْ لَّآ أَجِدُ فِيْمَآ أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا﴾ .... ''کہہ دیجئے کہ بذریعہ وحی جو احکام میرے پاس آئے ہیں ان میں سے کسی کھانے والے کے لیے کوئی چیز جسے وہ کھانا چاہے حرام نہیں پاتا۔'' (الانعام: ١٤٥)

تو ان کے پاس بیٹھے ہوئے ایک شیخ نے کہا: میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے نبی کریم ﷺ کے پاس اس چیز کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: (خَبِيْثَةٌ مِنَ الْخَبَائِثِ) ''سیہہ خبیث اشیاء میں سے ہے۔'' اس پر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے تو پھر وہ ویسے ہی ہے، جیسے آپ ﷺ نے فرمایا۔(ضعیف الاسناد، ابوداود: ۳۷۹۹)

فائدہ: سیہہ کی حلت اور حرمت کی بابت علماء میں اختلاف ہے، بعض نے اسے حلال اور بعض نے حرام قرار دیا ہے، مذکورہ بالا روایت سنداً ضعیف ہے لہٰذا سیہہ کھانا حلال ہے کیونکہ اس سے ممانعت کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ (ع،س)

شیخ ابن باز رحمہ اللہ اس کی بابت رقم طراز ہیں کہ زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ حلال ہے کیونکہ حیوانات کے بارے میں اصلی حلت ہے اور ان میں صرف وہی حرام ہیں جن کو شریعت نے حرام قرار دیا ہو اور اس کی بابت شریعت میں ایسی کوئی دلیل وارد نہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ یہ جانور حرام ہے، یہ خرگوش اور ہرن کی طرح نباتات کھاتا ہے اور کچلی سے شکار کرنے والے درندوں میں سے بھی نہیں ہے اور اس کے حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ واللہ اعلم!

(فتاوی اسلامیہ:۳) (ع،س)

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جن جانوروں کی حلت اور حرمت پر نص وارد نہیں ہوئی یا جن کو قتل کرنے یا نہ کرنے کا کوئی تذکرہ شریعت میں موجود نہیں ان کے بارے میں اصل یہ ہے کہ وہ حلال ہیں۔ اور ان کے بارے میں اہل عرب کی طبعی عادت کو دیکھا جائے گا کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو قرآن مجید میں مخاطب فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ﴾ ..... ''آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ ان کے لیے کیا کچھ حلال ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ تمام پاک چیزیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں۔'' (سورۂ مائدہ:۴)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ وہ تمام چیزیں حلال ہیں جن کو مخاطبین قرآن اہل عرب کی طبیعتیں اچھا جانتی تھیں اور انہیں مرغوب تھیں نیز ان اشیاء کے خورد ونوش کا ان کے ہاں عام چلن تھا اور جو چیزیں ان کے معاشرے میں نہیں کھائی جاتی تھیں ان کا تعلق خبائث سے ہے۔ یاد رہے ہر حلال طیب ہے اور ہر حرام خبیث ہے۔

رہیں وہ اشیاء جن کو شریعت میں قتل کرنے یا نہ کرنے کا حکم ہے تو وہ حلال نہیں مثلاً نبی علیہ السلام کا فرمان ہے: ''پانچ جانور فاسق (موذی) ہیں انہیں حل وحرم میں قتل کر دیا جائے۔'' (صحیح بخاری: ۱۸۲۹، صحیح مسلم: ۱۱۹۸)

مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے چھپکلی کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ (صحیح بخاری: ۳۳۰۷، صحیح مسلم: ۲۲۳۷)

مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے مینڈک کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح، ابوداود: ۳۸۷۱، ۵۲۶۹، نسائی: ٤٣٦٦)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار جانوروں کے قتل سے منع فرمایا ہے: چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور ممولا۔ (صحيح، ابوداود: ٥٢٦٧، ابن ماجه: ٣٢٢٤) کچھوے کی حلت وحرمت کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ جناب حسن بصری رحمہ اللہ اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں جانتے۔

(13)......بَابُ أَكْلِ الْأَرْنَبِ

خرگوش کو کھانے کا بیان

(٢٨٠١)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: أَنْفَجْنَا أَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ فَسَعَى النَّاسُ، فَلَغَبُوا، فَأَدْرَكْتُهَا، فَأَخَذْتُهَا، فَأَتَيْتُ بِهَا أَبَا طَلْحَةَ، فَذَبَحَهَا، وَبَعَثَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَرِكِهَا، أَوْ فَخِذَيْهَا، قَالَ: فَخِذَيْهَا لَا شَكَّ فِيهِ، فَقَبِلَهُ قُلْتُ: وَأَكَلَ مِنْهُ؟ ثُمَّ قَالَ بَعْدُ: قَبِلَهُ۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم نے مرظہران مقام پر ایک خرگوش کو بھگایا، اس کو پکڑنے کے لیے لوگ دوڑے، لیکن وہ تھک گئے، البتہ میں اس کے پیچھے لگا رہا، یہاں تک کہ اس کو پا لیا اور اس کو سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا، انھوں نے اس کو ذبح کیا اور اس کے ران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ قبول فرما لیے، میں نے کہا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا بھی تھا؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، کھایا بھی تھا، اس کے بعد انھوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا تھا۔

فائدہ: خرگوش حلال جانور ہے۔ (ع،س)

(14)......بَابُ أَكْلِ الْجَرَادِ

ٹڈی کو کھانے کا بیان

(٢٨٠٢)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، نَا حَاجِبُ بْنُ أَحْمَدَ الطُّوسِيُّ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، نَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي يَعْفُورَ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے

(٢٨٠١) أخرجه البخاري: ٢٥٧٢، ٥٤٨٩، ومسلم: ١٩٥٣

(٢٨٠٢) أخرجه البخاري: ٥٤٩٥، ومسلم: ١٩٥٢

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ نَأْكُلُ الْجَرَادَ۔	رسول اللہ ﷺ کی معیت میں سات غزوات میں شرکت کی، ہم ٹڈی کھاتے تھے۔

شرح ابو یعفور کی سند سے مروی ایک روایت میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے سات یا چھ غزوات میں شرکت کی۔ ایک اور سند میں صرف ''سات غزوات'' کا ذکر ہے۔

فائدہ: ٹڈی ایک پر والا کیڑا ہے، جو تین سے پانچ انچ لمبا اور تقریباً ایک انچ چوڑا ہوتا ہے فصلوں کو تباہ کرتا ہے، میگنیاں کرتا ہے حلال ہونے کی وجہ سے اسے ذبح کیے بغیر کھایا جاتا ہے۔ (ع،س)

مندرجہ بالا حدیث کے راوی ابو یعفور کا نام واقد ہے، بعض نے کہا ''وقدان'' ہے۔ ایک اور بھی ابو یعفور ہیں جن کا نام عبدالرحمان بن عبید بن نسطاس ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ٹڈی کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: میری خواہش ہے کہ ہمارے پاس ایک ٹوکری ٹڈیوں کی ہو اور ہم اس سے کھائیں۔

(مصنف عبد الرزاق: ۸۷۵۰، سنن بیهقی: ۹/ ۲۸۵)

ابوعبید نے کہا: أَلْقَفْعَةُ، زنبیل نما ایک چیز ہوتی ہے جو کھجور کے پتوں سے بنتی ہے (اوپر سے تنگ اور نیچے سے کشادہ ہوتی ہے) بہت بڑی نہیں ہوتی اور اس میں پکڑنے کیلئے کڑے بھی نہیں ہوتے۔ یہ وہی چیز ہے جسے یمن والے الجلة کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے: فلاں شے تو قفعہ کی طرح ہے یعنی اوپر سے تنگ اور نیچے سے بہت فراخ ہے۔

مروی ہے کہ جناب سعید بن مسیّب رحمہ اللہ پکڑنے سے قبل مرجانے والی ٹڈیوں کو کھانا ناپسند جانتے تھے۔ انہوں نے کہا: اگر پکڑنے کے بعد فوت ہو جائیں تو ان کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(۲۸۰۳)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالِ، أَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، أَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَنَا الرَّبِيعُ، أَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ، وَدَمَانِ: الْمَيْتَتَانِ: الْحُوتُ، وَالْجَرَادُ، وَالدَّمَانِ: أَحْسَبُهُ قَالَ: الْكَبِدُ، وَالطُّحَالُ۔))	سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمارے لیے دو مردار جانور اور دو خون حلال کیے گئے ہیں دو مردار تو مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون، جگر اور تلی ہیں۔''

(۲۸۰۳) صحیح ......أخرجه ابن ماجه: ۳۳۱٤

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: یہ حدیث مبارکہ اس بات پر دلالت کناں ہے کہ مچھلی جس طرح بھی مرجائے اس کا کھانا جائز ہے، سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَا أَلْقَاهُ الْبَحْرُ ، أَوْ جَزَرَ عَنْهُ فَكُلُوهُ ، وَمَا مَاتَ فِيهِ وطفا ، فَلَا تَأْكُلُوهُ۔)) ......''سمندر جو پیچھے پھینک دے یا پانی پیچھے ہٹ جانے کی صورت میں جو زمین پر رہ جائے اسے کھالو اور جو اس میں مرگئی ہو اور پر تیر آئے تو اسے مت کھاؤ۔''

(ضعیف، ابوداود: ۳۸۱۵)

اہل علم کا ایسی مچھلی کے متعلق اختلاف ہے جو مرکر پانی کی سطح پر ابھر آئے، ایک جماعت نے اس کا کھانا جائز قرار دیا ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے اس کی اباحت مروی ہے۔ جناب عطاء بن ابی رباح، مکحول اور ابراہیم نخعی کا یہی موقف ہے۔ امام مالک، امام شافعی، اور امام ابوثور رحمہم اللہ بھی یہی رائے رکھتے ہیں۔

اہل علم کی ایک جماعت ازخود مرنے والی مچھلی کا کھانا جائز نہیں سمجھتی۔ سیدنا جابر اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یونہی مروی ہے۔ جابر بن زید اور طاؤس اس کے قائل ہیں اور اہل رائے بھی اسی طرف گئے ہیں۔

فائدہ: ازخود مرکر اوپر تیر آنے والی مچھلی حلال ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ (ع،س)

(15)......بَابُ حَيَوَانَاتِ الْبَحْرِ

سمندری جانوروں کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ﴾ .... ''تمہارے لیے دریا کا شکار پکڑنا اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے۔ تمہارے فائدے کے واسطے اور مسافروں کے واسطے۔'' (سورۂ مائدہ: ۹۶)

(۲۸۰۴)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، نَا مُسَدَّدٌ ، نَا يَحْيَى ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو......

أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا ، يَقُولُ: غَزَوْتُ جَيْشَ الْخَبَطِ ، وَأُمِّرَ أَبُو عُبَيْدَةَ ، فَجُعْنَا جُوعًا شَدِيدًا ، فَأَلْقَى الْبَحْرُ حُوتًا مَيِّتًا لَمْ نَرَ مِثْلَهُ ، يُقَالُ لَهُ: الْعَنْبَرُ ، فَأَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ ، فَأَخَذَ أَبُو عُبَيْدَةَ عَظْمًا مِنْ عِظَامِهِ ، فَمَرَّ الرَّاكِبُ تَحْتَهُ ، وَأَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ ، أَنَّهُ

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ''جیش الخبط'' کی جنگ لڑی، ہمارے امیر ابوعبید رضی اللہ عنہ تھے، ہم نے شدید بھوک محسوس کی تو سمندر نے (ساحل پر) مردہ مچھلی پھینکی۔ ہم نے اتنی بڑی مچھلی نہیں دیکھی تھی۔ اس کا نام ''عنبر'' تھا۔ ہم اسے پندرہ روز تک کھاتے رہے تو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی ہڈیوں میں سے ایک ہڈی اٹھائی تو

(۲۸۰۴) أخرجه البخاري: ٤٣٦٢ ، ومسلم: ١٩٣٥

سَمِعَ جَابِرًا، يَقُولُ: قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ: كُلُوا، فَلَمَّا قَدِمْنَا، ذَكَرْنَا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ((كُلُوا، رِزْقًا أَخْرَجَهُ اللّٰهُ، أَطْعِمُونَا إِنْ كَانَ مَعَكُمْ)) فَأَتَاهُ بَعْضُهُمْ فَأَكَلَهُ۔

(سواری پر) سوار اس کے نیچے سے گزر گیا۔ مجھے ابو زبیر نے بیان کیا کہ انہوں نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کھالو! جب ہم نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو ہم نے آپ کے سامنے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ نے تمہارے لیے جو رزق نکالا اسے تناول کرو بلکہ اگر تمہارے پاس ہے تو ہمیں بھی کھلاؤ۔'' چنانچہ کسی نے آپ کی خدمت میں مچھلی کا کچھ حصہ بھیجا تو آپ نے اسے نوش فرمایا۔

شرح: (أَلْخَبَط) باء کے فتح کے ساتھ، درخت سے پتے جھاڑنے کے عمل کو کہتے ہیں۔ اس جنگ کا نام جیش الخبط اس لیے رکھا گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس میں بھوک کی بنا پر درختوں کے پتے کھانے پر مجبور ہوگئے تھے۔

(۲۸۰۵)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، نَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: خَرَجْنَا، وَنَحْنُ ثَلَاثُ مِائَةٍ نَحْمِلُ زَادَنَا عَلَى رِقَابِنَا، فَفَنِيَ زَادُنَا حَتَّى كَانَ الرَّجُلُ مِنَّا يَأْكُلُ فِي كُلِّ يَوْمٍ تَمْرَةً، قَالَ رَجُلٌ: يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ، وَأَيْنَ كَانَتِ التَّمْرَةُ تَقَعُ مِنَ الرَّجُلِ؟، قَالَ: لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِينَ فَقَدْنَاهَا حَتَّى أَتَيْنَا الْبَحْرَ، فَإِذَا حُوتٌ قَدْ قَذَفَهُ الْبَحْرُ، فَأَكَلْنَا مِنْهَا ثَمَانِيَةَ عَشَرَ يَوْمًا مَا أَحْبَبْنَا۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک (جہادی) سفر کیلئے نکلے، ہم تین سو تھے، ہم نے اپنا زاد راہ کندھوں پر اٹھا رکھا تھا (اثنائے میں) ہمارا زاد سفر ختم ہوگیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ہم دن بھر میں ایک کھجور سے گزارہ کرنے لگے، ایک شخص نے کہا: اے ابوعبداللہ! ایک کھجور سے بھلا آدمی کا کہاں گزارہ ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا: جب وہ ایک کھجور بھی ملنا ختم ہوگئی تو ہمیں اس کی اہمیت کا پتہ چلا حتی کہ ہم سمندر کے پاس پہنچ گئے، ناگہاں وہاں ایک (بڑی) مچھلی پڑی ہے جسے سمندر نے پھینک رکھا ہے، ہم نے خوب جی بھر کر اٹھارہ دن اسے کھایا۔

(۲۸۰۵) أخرجه البخاري: ۲۹۸۳، ومسلم: ۱۹۳۵

(٢٨٠٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي نُعَيْمٍ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا قِبَلَ السَّاحِلِ، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ، وَهُمْ ثَلاثُمِائَةٍ، قَالَ: وَأَنَا فِيهِمْ، فَخَرَجْنَا حَتَّى إِذَا كُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ، فَنِيَ الزَّادُ، فَأَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِأَزْوَادِ ذَلِكَ الْجَيْشِ، فَجُمِعَ كُلُّهُ، فَكَانَ مِزْوَدَيْ تَمْرٍ، قَالَ: فَكَانَ يَقُوتُنَا كُلَّ يَوْمٍ قَلِيلا قَلِيلا حَتَّى فَنِيَ، وَلَمْ يُصِبْنَا إِلَّا تَمْرَةٌ تَمْرَةٌ، فَقُلْتُ: وَمَا تُغْنِي تَمْرَةٌ؟ فَقَالَ: لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِينَ فَنِيَتْ، قَالَ: ثُمَّ انْتَهَى إِلَى الْبَحْرِ، فَإِذَا حُوتٌ مِثْلُ الظَّرِبِ، فَأَكَلَ مِنْهُ ذَلِكَ الْجَيْشُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ لَيْلَةً، ثُمَّ أَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِضِلَعَيْنِ مِنْ أَضْلاعِهِ، فَنُصِبَا، ثُمَّ أَمَرَ بِرَاحِلَةٍ، فَرُحِلَتْ، ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهُمَا، فَلَمْ يُصِبْهُمَا۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ساحل سمندر کی طرف ایک لشکر بھیجا اور ان کا امیر ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ اس میں تین سو آدمی شریک تھے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بھی شرکاء میں تھا۔ ہم مدینہ سے روانہ ہوئے اور ابھی راستے ہی میں تھے کہ زادراہ ختم ہوگیا، جو کچھ بچ رہا تھا وہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے جمع کیا گیا تو وہ دو تھیلے کھجوروں کے جمع ہوگئے۔ اب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ہمیں روزانہ تھوڑا تھوڑا اسی میں سے کھانے کو دیتے رہے۔ آخر جب یہ بھی ختم کے قریب پہنچ گیا تو ہمارے حصے میں صرف ایک ایک کھجور آتی تھی، میں (وہب) نے کہا: ایک کھجور سے کیسے گزارہ ہوتا ہوگا؟ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ ایک کھجور ہی غنیمت تھی، جب وہ بھی نہ رہی تو اس کی قدر معلوم ہوئی تھی، آخر ہم سمندر کے کنارے پہنچ گئے، وہاں کیا دیکھتے ہیں بڑے ٹیلے کی طرح ایک مچھلی نکل کر پڑی ہے۔ اس مچھلی کو سارا لشکر اٹھارہ راتوں تک کھاتا رہا۔ بعد میں ابوعبیدہ کے حکم سے اس کی پسلی کی دو ہڈیاں کھڑی کی گئیں۔ وہ اتنی اونچی تھیں کہ اونٹ پر کجاوہ کسا گیا تو وہ ان کے نیچے سے نکل گیا اور ہڈیوں کو بالکل نہیں لگا۔

شرح (أَلظَّرْبُ) چھوٹے پہاڑ کو کہتے ہیں جس کا ترجمہ ٹیلا کے لفظ سے کیا گیا ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ سمندر میں طبعی طور پر وفات پا جانے والے سب جانور مباح اور حلال ہیں۔ قرآن وحدیث کے ظاہری نصوص سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

(٢٨٠٦) أخرجه البخاري: ٤٣٦٠، ومسلم: ١٩٣٥

﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ﴾ ..... ''تمہارے لیے دریا کا شکار پکڑنا اوراس کا کھانا حلال کیا گیا ہے تمہارے فائدے کے واسطے۔'' (سورۂ مائدہ:۹٦)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: صید سے مراد زندہ جانور ہے جو شکار کرلیا جائے اور طعامہ سے مراد وہ مردہ (مچھلی وغیرہ) ہے جسے سمندر یا دریا باہر پھینک دے یا پانی کے اوپر آجائے۔ (صحيح بخاری معلقا: كتاب الذبائح والصيد، باب قول الله تعالى ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ﴾)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: طعامہ سے مراد سمندر یا دریا میں از خود مرجانے والا جانور ہے ماسوائے اس کے جو بدبودار ہو جائے اور الجری مچھلی (بام، جھینگا) کو یہودی نہیں کھاتے لیکن ہم کھاتے ہیں۔ (ایضاً)

أَلْجِرِيُّ کا دوسرا نام الجریت بھی ہے اور یہ سانپ نما مچھلی ہوتی ہے جسے فارسی میں "مار ماهی" کہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمندری شکار کے متعلق فرمایا: ''سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔''

(صحیح، ترمذی: ٦٩، ابن ماجه: ٣٨٦)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: سمندر کا شکار، خواہ نصرانی کرے یا یہودی کرے یا مجوسی اسے کھالو۔ (صحيح بخاری معلقا: كتاب الذبائح والصيد، باب قول الله تعالى ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ﴾)

سمندر یا دریا میں مرجانے والے ہر قسم کے جانور کی حلت کے قائل سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا ابن عباس، سیدنا ابن عمر، سیدنا زید بن ثابت اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ جناب شریح، حسن، عطاء اور شعبی اسی کے قائل ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

امام شعبی رحمہ اللہ نے کہا: اگر میرے گھر والے مینڈک کھانا چاہیں تو میں انہیں کھلا دوں گا۔

امام عطاء نے کہا: دریائی پرندے کے بارے میں میری رائے ہے کہ ذبح کیا جائے۔ امام اوزاعی نے کہا: ہر وہ چیز جس کی سکونت پانی کے اندر ہو اس کا کھانا حلال ہے۔ ان سے دریافت کیا گیا، کیا مگرمچھ بھی؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ دریائی کتے کے چمڑے سے بنی ہوئی زین پر سوار ہوئے اور حسن بصری رحمہ اللہ کچھوا کھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ تمام سمندری جانور حلال ہیں ماسوائے مینڈک کے کیونکہ اس کو مارنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے اور دریائی جانور کا پکڑ لینا ہی اس کے ذبح کے قائم مقام ہے۔ مزید ذبح کی کوئی ضرورت نہیں۔

امام ابوثور کہا کرتے تھے: پانی میں رہائش پذیر ہر چیز حلال ہے اور ان میں سے جس کو ذبح کرنا ممکن ہے اس کا استعمال ذبح کے بغیر جائز نہیں اور جو چیز ذبح نہیں ہو سکتی مثلاً مچھلی وہ مردار بھی حلال ہے۔

اہل علم کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ خشکی میں پایا جانے والا جو جانور حلال ہے اس کی نظیر پانی میں بھی حلال ہے اسی طرح جو جانور خشکی میں حرام ہے اس کی مثل پانی میں پایا جانے والا جانور بھی حرام ہے، مثلاً دریائی کتا، دریائی

خنزیر اور دریائی گدھا وغیرہ اور سمندر میں ازخود مر جانے والے جانور حلال ہیں۔

جناب لیث بن سعد سے پانی کے جانوروں کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: سمندری انسان اور سمندری خنزیر کو تو نہ کھایا جائے البتہ کتے خواہ وہ خشکی کے ہوں یا تری کے ان کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔

فائدہ: خشکی کا کتا کھانا حرام ہے کیونکہ یہ درندہ ہے، اسے حل وحرم میں مارنے کا حکم ہے، نیز مردار خور ہے اور کتے کو تو شیطان تک کہہ دیا گیا ہے ممکن ہے امام لیث کو اس کی حرمت کا علم نہ ہو، بہرحال کتا نجس العین اور پلید ہے۔ اس کے جھوٹے کو انڈیل دینے کی تلقین ہے اور اس کے منہ ڈالے ہوئے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم ہے۔ (ع،س)

جناب سفیان ثوری رحمہ اللہ نے کہا: مجھے امید ہے سرطان (کیکڑا) کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مچھلی کے علاوہ تمام سمندری جانور حرام ہیں لیکن پہلا موقف کہ تمام سمندری جانور حلال ہیں یہی درست ہے کیونکہ یہ سب جانور مچھلی ہی کی قسم سے تعلق رکھتے ہیں، اگرچہ ان کی شکلیں مختلف ہیں جیسے جھینگا اور بام مچھلی، اسے پانی کا سانپ کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی شکل بالکل سانپ جیسی ہے اور اس کا کھانا بالاتفاق حلال ہے اور یہی موقف قرآن وسنت کے نصوص کے زیادہ قریب ہے۔

(16)......بَابُ أَكْلِ الدَّجَاجِ وَالْحُبَارَى

مرغی اور سرخاب کو کھانے کا بیان

(٢٨٠٧)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ الشَّاشِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عِيسَى التِّرْمِذِيُّ، نَا هَنَّادٌ، نَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ......

عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، فَأَتَى بِلَحْمِ دَجَاجٍ، فَتَنَحَّى رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، فَقَالَ: مَا لَكَ؟ قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُهَا تَأْكُلُ نَتْنًا، فَحَلَفْتُ أَنْ لَا آكُلَهَا، فَقَالَ: ادْنُ، فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ لَحْمَ دَجَاجٍ۔

جناب زہدم جرمی بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی محفل میں بیٹھے تھے کہ ان کی خدمت میں مرغی کا گوشت پیش کیا گیا تو حاضرین مجلس میں سے ایک شخص پیچھے ہو گیا۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا: میں نے اس کو گندگی کھاتے دیکھا تو میں نے مرغی نہ کھانے کی قسم کھائی تھی۔ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: قریب آکر کھا، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغی کا گوشت کھاتے دیکھا ہے۔

(٢٨٠٧) أخرجه البخاري: ٥٥١٧، ومسلم: ١٦٤٩

(۲۸۰۸)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْخُزَاعِيُّ، أَخْبَرَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى، نَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ الأَعْرَجُ الْبَغْدَادِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ......

عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُمَرَ بْنِ سَفِينَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: أَكَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَحْمَ حُبَارَى۔

ابراہیم بن عمر بن سفینہ اپنے والد سے وہ، ان کے باپ سے، ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ ''حبارٰی'' کا گوشت کھایا تھا۔

فائدہ: حُبَارىٰ راکھ کے رنگ کا لمبی گردن والا پرندہ ہے جو بہت تیز اور دور تک اڑتا ہے اور بے حد سادہ طبیعت کا پرندہ ہے، حباریٰ تلور کی ایک قسم ہے جو پاکستان کے صحراؤں اور جزیرۃ العرب میں ملتی ہے۔ یہ لمبی اڑان کرنے والے حلال پرندوں میں سے سب سے وزنی ہوتا ہے، عرب اس کا شکار کرنے پاکستان آتے ہیں۔(ع،س)

(17)......بَابُ أَكْلِ الْجَلَّالَةِ

جلّالہ کو کھانے کا بیان

(۲۸۰۹)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِيرْبَنْدُ كُشَائِيُّ، أَنَا أَبُو سَهْلٍ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ طَرَفَةَ السِّجْزِيُّ، أَنَا أَبُو سُلَيْمَانَ الْخَطَّابِيُّ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرِ بْنِ دَاسَةَ، نَا أَبُو دَاوُدَ السِّجِسْتَانِيُّ، نَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ ابْنِ نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ الْجَلَّالَةِ، وَأَلْبَانِهَا۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گندگی خور جانور کھانے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا۔

شرح: جَلَّالَةُ اس جانور کو کہتے ہیں جو گندگی کھائے، عربی میں انسانی گندگی اور نجاست کو الجلۃ کہتے ہیں، اصل میں تو یہ لفظ اونٹ کی مینگنی پر بولا جاتا ہے، وہاں سے اس کا استعمال پاخانہ پر ہونے لگا۔ جب لونڈیاں ایندھن کے لیے باہر سے گوبر اور اونٹ کی مینگنیاں چننے کے لیے جائیں تو کہا جاتا ہے: خَرَجَ الْأَمَاءُ يَجْتَلِلْنَ۔

جلالہ کے بارے میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگر کوئی جانور کبھی کبھار گندگی کھاتا ہے تو وہ جلالہ کے حکم میں نہیں آئے گا اور نہ وہ قلیل مقدار میں گندگی کھانے کی بنا پر حرام قرار پائے گا، مثلاً مرغی وغیرہ کو گندگی میں چونچ مارنے

(۲۸۰۸) ضعيف ......أخرجه ابوداود: ۳۷۹۷، والترمذي: ۱۸۲۸

(۲۸۰۹) صحيح ......أخرجه ابوداود: ۳۷۸۵، ۳۸۱۱، والترمذي: ۱۸۲٤، وابن ماجه: ۳۱۸۹

کی عادت ہوتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جانور کو پاک اور طیب غذا کا پابند نہیں بنایا جا سکتا۔ہاں اگر کسی جانور کی خوراک کا غالب انحصار نجاست پر ہو حتی کہ نجاست کا اثر اس کے گوشت اور دودھ میں ظاہر ہو جائے تو اس کا گوشت اور دودھ حرام ہو جائے گا۔

اہل علم کا ایسے جانور کے گوشت کھانے کے بارے میں اختلاف ہے۔ایک جماعت کا موقف ہے کہ ایسے جانور کو چند دنوں تک باندھ کر رکھا جائے اور صاف چارہ ڈالا جائے تا آنکہ اس کا گوشت نجاست کے اثرات سے پاک ہو جائے تب اس کا کھانا حلال ہوگا۔یہ اہل رائے کو موقف ہے،امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

ایک حدیث میں مروی ہے کہ ایسی گائے کو چالیس روز تک باندھ کر صاف چارہ دیا جائے بعدازاں اس کا گوشت کھایا جائے۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما جلالہ مرغی کو تین روز بند رکھا کرتے تھے۔جناب حسن بصری رحمہ اللہ جلالہ جانور کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔امام مالک رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔امام اسحاق رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ایسے جانور کے گوشت کو اچھی طرح دھونے کے بعد نوش کرنے میں کوئی حرج نہیں۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جلالہ پر سواری کرنے سے منع کیا گیا ہے۔(حسن صحیح، ابوداود: ۳۷۸۷)

ایسے جانور کی سواری ممنوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب ایسے جانور کو پسینہ آئے گا تو اس سے سوار کے کپڑے پلید ہو جائیں گے کیونکہ پسینہ گوشت ہی سے نکلتا ہے اور اس کا گوشت پہلے ہی سے بدبودار ہو چکا ہے۔

فائدہ: جلالہ کی گندگی والی حالت بدل جانے سے حرمت کا حکم بھی حلت میں تبدیل ہو جائے گا جیسا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ تین دن جلالہ مرغی کو قید کر رکھتے تھے، ثابت ہوا کہ جلالہ جانور سے اگر نجاست و بدبو زائل ہو جائے تو وہ حلال ہو جائے گا۔(ع،س)

(18)......بَابُ إِبَاحَةِ لَحْمِ الْخَيْلِ وَتَحْرِيمِ لَحْمِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ
گھوڑے کے گوشت کی حلت اور گھریلو گدھے کے گوشت کی حرمت کا بیان

(۲۸۱۰)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ، وَرَخَّصَ فِي لُحُومِ الْخَيْلِ۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر والے دن گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا اور گھوڑوں کے گوشت کی رخصت دی۔

(۲۸۱۰) أخرجه البخاري: ۵۵۲۰، ومسلم: ۱۹۴۱

شرح حدیث میں مذکوہ حمر سے مراد گھریلو گدھے ہیں نہ کہ جنگلی گدھے یعنی (نیل گاؤ) تمام اہل علم کا ان کی اباحت پر اتفاق ہے، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے ایک سند میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر والے دن گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا اور گھوڑوں کے گوشت کی اجازت دی تھی۔

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں مدینہ منورہ کے اندر گھوڑا ذبح کیا اور اسے کھایا۔(صحیح بخاری: ٥٥١٩، صحیح مسلم: ١٩٤٢)

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ (ضعیف، ابوداود: ٣٧٩٠، نسائی: ٤٣٣١، ابن ماجہ: ٣١٩٨)

فائدہ: اس حدیث کی سند میں بقیہ بن ولید راوی متکلم فیہ ہے اور صالح بن یحیٰ مقدام راوی کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: "فيه نظر" اس لیے اس کی سند ضعیف ہے۔(میزان الاعتدال: ٣٠٤/٢)

گھوڑے کے گوشت کی حلت کے متعلق لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت اس کی اباحت کی قائل ہے مثلاً شریح، حسن بصری، عطاء بن ابی رباح، سعید بن جبیر، حماد بن ابی سلیمان نیز امام شافعی، امام احمد اور امام اسحٰق رحمہم اللہ اور ایک جماعت گھوڑے کے گوشت کی حرمت کی قائل ہے۔ ایسا موقف سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ہر حکم اسی کے قائل ہیں امام مالک اور اہل رائے کا بھی یہی موقف ہے۔

(٢٨١١)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْفَرَجِ الْمُظَفَّرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ التَّمِيمِيُّ الْجُرْجَانِيُّ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ حَمْزَةُ بْنُ يُوسُفَ السَّهْمِيُّ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيٍّ الْحَافِظُ، نَا الْحَسَنُ بْنُ الْفَرَجِ، نَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْجَزَرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ......

عَنْ جَابِرٍ، أَنَّهُمْ كَانُوا يَأْكُلُونَ لُحُومَ الْخَيْلِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَهَى عَنْ لُحُومِ الْبِغَالِ، وَالْحَمِيرِ۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں گھوڑوں کا گوشت کھاتے تھے اور آپ نے خچروں اور گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا تھا۔

شرح ابوداود کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "ذَبَحْنَا يَوْمَ خَيْبَرَ الْخَيْلَ، وَالْبِغَالَ، وَالْحَمِيرَ، فَنَهَانَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِغَالِ، وَالْحَمِيرِ، وَلَمْ يَنْهَنَا عَنِ الْخَيْلِ۔" ......ہم نے خیبر والے دن گھوڑے، خچر اور گدھے ذبح کیے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خچروں اور گدھوں سے منع فرما دیا اور گھوڑوں سے منع نہیں فرمایا۔(م،م)

پالتو گدھوں کا گوشت کھانا حرام ہے۔ اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے اسی طرح خچر کا گوشت بھی حرام ہے

(٢٨١١) صحيح ......أخرجه ابوداود: ٣٧٨٩، والنسائي: ٤٣٤١، وابن ماجه: ٣١٩٧، والترمذي: ١٧٩٣

امام مالک رحمہ اللہ نے یہ آیت تلاوت کی ﴿وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً﴾ .... ''گھوڑوں کو، خچروں کو، گدھوں کواس نے پیدا کیا کہ تم ان کی سواری لواور وہ باعث زینت بھی ہیں۔'' (النحل:٨)

اور اللہ تعالیٰ نے چوپاؤں کے متعلق فرمایا ﴿لِتَرْكَبُوا مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ﴾ .... ''جن میں سے بعض پر تم سوار ہوتے ہو اور بعض کو تم کھاتے ہو۔'' (المومن:٧٩)

امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے گھوڑے، خچر اور گدھے کا تذکرہ سواری اور زینت کے لیے کیا ہے اور چوپاؤں کا تذکرہ سواری اور کھانے کے لیے۔ ان کا کہنا ہے (گھوڑے کی حرمت کی بابت) یہ عمدہ بات ہے جو میں نے سنی ہے۔

فائدہ: بعض فقہاء نے سورۃ النحل کی آیت نمبر ٨ سے استدلال کیا ہے کہ گھوڑا بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح گدھا اور خچر، علاوہ ازیں کھانے والے چوپایوں کا پہلے ذکر آچکا ہے، اس لیے اس آیت میں جن تین جانوروں کا ذکر ہے، یہ صرف سواری کے لیے ہے، لیکن یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ صحیح احادیث سے گھوڑے کی حلت ثابت ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کا گوشت کھانے کی اجازت دی ہے ((اذن فِي لُحُومِ الْخَيْلِ))۔ (صحيح بخاری: ٥٥٢٠)

اسی لیے جمہور علماء اور سلف وخلف کی اکثریت گھوڑے کی حلت کی قائل ہے، گھوڑے کا گوشت حلال اور طیب ہے، ہمارے ہاں اس کا رواج نہ ہونا الگ بات ہے۔ یاد رہے! آیت کریمہ کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ یہ جانور محض سواری اور زینت ہی کے لیے ہیں، یہاں گھوڑے کا ذکر محض سواری کے ضمن میں اس لیے کیا گیا ہے کہ اس کا غالب ترین استعمال اسی مقصد کے لیے ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ بلا دلیل گھوڑے کو حرام قرار دیا جائے۔ (ع،س)

ہر وہ جانور جس کا گوشت کھانا حلال نہیں اس کا دودھ پینا بھی حلال نہیں سوائے انسانوں کے (کہ والدہ کا دودھ بچہ پیتا ہے)۔

جناب حکم اور حماد سے گدھی کے دودھ کے متعلق دریافت کیا گیا تو دونوں بزرگوں نے اسے حرام قرار دیا اور کہا اصول یاد رکھو! جس جانور کا گوشت حرام ہے، اس کا دودھ بھی حرام ہے۔ جناب مجاہد اور حسن رحمہما اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ جناب سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے گدھی کی بابت کہا: اس کا گوشت اور دودھ حرام ہے۔

جناب ابراہیم نے کہا: گھوڑی کا دودھ استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ جناب جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے بھی اسی قسم کا قول مروی ہے۔ اصول بالا کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہا جائے گا کہ ہر وہ پرندہ جس کا گوشت کھانا حلال نہیں اس کا انڈہ بھی حلال نہیں۔

فائدہ: جناب طاؤس اور جناب جعفر بن محمد کا قول کہ گدھی کا دودھ حلال ہے، شاذ قول ہے اور پوری امت کے

خلاف ہونے کی بنا پر نا قابل التفات ہے لہٰذا پریشان نہیں ہونا چاہیے، ہر مسئلہ میں کوئی نہ کوئی شاذ قول ہوتا ہے اور اس کی کوئی نہ کوئی وجہ بھی ہوتی ہے مثلاً ان تک حدیث کا نہ پہنچنا، حدیث تو پہنچی ہو لیکن وہ اس کی سند کو لائق اعتبار نہ جانتے ہوں یا طرز استدلال کا فرق بھی ہوسکتا ہے بہر حال کوئی وجہ بھی ہو ہمارے لیے احوط اور محفوظ ترین راستہ یہی ہے کہ ہم سبیل المؤمنین اور جمہور امت کی رائے پر عمل کریں۔ (ع،س)

(19)......بَابُ الْفَأْرَةِ تَمُوتُ فِي السَّمْنِ

چوہیا کا گھی میں مر جانا

(٢٨١٢)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، وَأَبُو حَامِدٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، قَالا: أَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ مَعْقِلٍ الْمَيْدَانِيُّ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفَأْرَةِ تَمُوتُ فِي السَّمْنِ، قَالَ: ((إِنْ كَانَ جَامِدًا، فَأَلْقُوهَا وَمَا حَوْلَهَا، وَإِنْ كَانَ مَائِعًا فَلا تَقْرَبُوهُ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اگر چوہا گھی میں گر جائے تو کیا کرنا چاہیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر وہ جما ہوا ہو تو چوہا اور اس کے اردگرد جو ہو اسے گرا دو اور اگر وہ سیال (پگھلا ہوا) ہو تو اس کے قریب مت جاؤ۔''

شرح: یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ صحیح ہے: عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ فَأْرَةً وَقَعَتْ فِي سَمْنٍ فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: ((أَلْقُوْا مَا حَوْلَهَا وَكُلُوْا۔)) ......سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک چوہیا گھی میں گر گئی، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے بارے میں بتلایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو گھی اس کے اردگرد ہے، اس کو پھینک دو اور باقی کھالو۔'' (ابوداود: ٣٨٤١، نسائی: ٤٢٥٨، ترمذی: ١٧٩٨) (م،م)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ پانی کے علاوہ باقی سب حلال سیّال (مائع) چیزوں میں اگر نجاست گر جائے تو ان کا استعمال حرام ٹھہرے گا وہ سیال چیز کم ہو یا زیادہ، بخلاف پانی کے کہ اس کے بارے میں حدیث مبارکہ میں ایک اصول بیان کر دیا گیا ہے (ماء قلیل اور کثیر کا) تو ماء کثیر (پانچ من ستائیس کلو یا اس سے زیادہ) ہونے کی صورت میں وہ نجاست گرنے سے پلید نہیں ہوتا الا یہ کہ اس نجاست سے اس کا رنگ، بو یا ذائقہ تبدیل ہو جائے۔

اہل علم کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ اگر تیل کے اندر چوہا مر جائے یا کوئی اور نجاست گر جائے تو وہ پلید ٹھہرے گا

(٢٨١٢) شاذ ......أخرجه ابوداود: ٣٨٤٢

اور اس کا کھانا جائز نہ ہوگا نہ ہی اکثر اہل علم کے نزدیک اس کی خرید وفروخت درست ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس کا بیچنا جائز قرار دیا ہے۔ کیا ایسی چیز سے کھانے کے علاوہ کوئی اور فائدہ لے لیا جائے تو جائز ہوگا یا نہیں۔ ایک جماعت کا خیال ہے کہ ایسی چیز سے کسی قسم کا انتفاع جائز نہیں کیونکہ نبی کریم علیہ السلام کا فرمان ہے: (فَلَا تَقْرَبُوْهُ) ''اس کے قریب مت جاؤ'' امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول بھی یہی ہے۔

اہل علم کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ ایسی چیز کو کھانے کے علاوہ کسی اور استعمال میں لایا جاسکتا ہے مثلاً، موم بتیاں بنائی جاسکتی ہیں یا بحری جہازوں کو چکنا یا جاسکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کا اظہر قول بھی یہی ہے۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ ''اس کے قریب مت جاؤ'' کے الفاظ کا مطلب ہے کھانے پینے کے اعتبار سے نزدیک مت جاؤ نہ کہ کوئی اور فائدہ لینے کے اعتبار سے۔

فائدہ: بعض محدثین نے گھی یا تیل چاہے پگھلا ہوا ہواس میں اردگرد سے سارا متاثرہ تیل نکال کر باقی کو استعمال کرنے کی اجازت دی ہے اور غالباً اس کو پانی پر قیاس کیا ہے جس حدیث میں جمے ہوئے اور پگھلے ہوئے گھی میں فرق بیان کیا گیا ہے محدثین بلکہ خود امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کئی علل اور اوہام کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے۔ گھی بنانے والی فیکٹریوں اور ملوں میں نیز خوردنی تیل لانے والے بڑے بڑے بحری جہازوں میں چوہے مستقل بسیرا کر لیتے ہیں۔ اگر ایک چوہا گرنے سے سارا تیل ضائع کرنا پڑے تو یہ ناقابل تلافی نقصان ہوگا۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے بھی اس کی مؤید ہے البتہ ذمہ دار افراد کو بہت احتیاط برتنی چاہیے اس لیے کہ چوہا طاعون کا مبدأ ہے۔ (ع،س)

(20)......بَابُ الذُّبَابِ يَقَعُ فِي الشَّرَابِ
مکھی کا مشروب میں گر جانا

(٢٨١٣)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الْخِرَقِيُّ، أَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الطَّيْسَفُونِيُّ، أَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، نَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، نَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عُتْبَةَ بْنِ مُسْلِمٍ مَوْلَى بَنِي تَمِيمٍ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ مَوْلَى بَنِي زُرَيْقٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي شَرَابِ أَحَدِكُمْ، فَلْيَغْمِسْهُ كُلَّهُ، ثُمَّ لِيَطْرَحْهُ، فَإِنَّ فِي أَحَدِ جَنَاحَيْهِ شِفَاءً، وَفِي الْآخَرِ دَاءً))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کے مشروب میں مکھی گر جائے تو اسے ساری کو ڈبو لینا چاہیے پھر اسے (باہر) پھینک دینا چاہیے، بلاشبہ اس کے ایک پر میں شفا اور دوسرے میں بیماری ہے۔

(٢٨١٣) أخرجه البخاري: ٥٧٨٢

(٢٨١٤)ـ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ ، أَنَا أَبُو سَعِيدٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الصَّيْرَفِيُّ ، نَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّفَّارُ ، نَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ غَالِبِ بْنِ حَرْبٍ التَّمَّامُ الضَّبِّيُّ ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ ، نَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ ، عَنْ عُتْبَةَ بْنِ مُسْلِمٍ......

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، أَنَّهُ قَالَ: ((إِذَا سَقَطَ الذُّبَابُ فِي شَرَابِ أَحَدِكُمْ ، فَلْيَغْمِسْهُ كُلَّهُ ، ثُمَّ لِيَنْزِعْهُ ، فَإِنَّ فِي أَحَدِ جَنَاحَيْهِ دَاءً ، وَفِي الْآخَرِ شِفَاءً))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کے مشروب میں مکھی گر جائے تو اسے ساری کو ڈبولینا چاہیے بعدازاں اسے نکال دینا چاہیے بلاشبہ اس کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں شفا ہوتی ہے۔''

شرح: مذکورہ صدر حدیث سے معلوم ہوا کہ مکھی پاک ہے اور یہی حکم تمام حیوانات کے جسموں کا ہے کہ ان کے اجسام پاک ہیں ماسوائے ان کے جن کی حرمت کی صراحت حدیث میں کر دی گئی ہے مثلاً کتا اور خنزیر۔

حدیث سے پتہ چلا کہ ایسی اشیاء (حشرات الارض وغیرہ) جن میں بہنے والا خون نہیں ہوتا جب ان کی موت قلیل مقدار میں موجود پانی یا کسی اور مشروب میں ہو جائے تو وہ چیز پلید نہیں ہوگی۔ مثلاً مکھی، چیونٹی، بچھو، کنکھجورا، بھڑ وغیرہ

ذرا غور کیجئے! شریعت نے مشروب وغیرہ میں مکھی گرنے کے بعد اسے مزید ڈبونے کا حکم دیا ہے جس سے اس کی موت کا واقع ہو جانا ایک یقینی امر ہے اور اس عمل سے مشروب پلید نہیں ہوتا تو خود بخود گر کر مر جانے سے کوئی مشروب پلید کیونکر ہوسکتا ہے؟ اگر مکھی کا مشروب میں مرجانا اس کی پلیدگی کا باعث ہوتا تو شریعت اس کو ڈبونے کا حکم قطعاً نہ دیتی، اکثر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں مگر امام شافعی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں کوئی بات کہنے سے گریز برتا ہے۔

مروی ہے کہ جناب یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ نے بچھو کے متعلق کہا: اگر بچھو پانی کے اندر مرجائے تو پانی نجس ہو جائے گا جبکہ اکثر اہل علم کا موقف اس کے خلاف ہے۔

اگر کسی مشروب کے اندر وہ چیز مرجائے جس کی نشوونما اسی چیز کی رہین منت ہے مثلاً سرکہ بنانے والا کیڑا سرکے کے اندر مرجائے تو تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ وہ چیز پلید نہیں ہوگی۔ اسکی دلیل سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إذا وقع الذُّبابُ فِي إِناءِ أحدِكُمْ ، فإنّ فِي أحدِ جناحيْهِ دَاء ، وفِي الآخرِ شِفاءً ، وإِنّهُ يتّقِي بِجناحِهِ الّذِي فِيهِ الدّاءُ ، فلْيغْمِسْهُ كُلّهُ۔)) ......''جب تمہارے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے بلاشبہ اس کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں شفا ہوتی ہے اور یہ اپنے بیماری والے پر سے اپنا بچاؤ کرتی ہے، تو اسے چاہیے کہ ساری کو ڈبو دے۔''

(٢٨١٤) صحيح ......أخرجه ابوداود: ٣٨٤٤ ، وابن ماجه: ٣٥٠٥

(٢٨١٥)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، أَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الطَّحَّانُ، أَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ قُرَيْشٍ، أَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، أَنَا أَبُو عُبَيْدٍ الْقَاسِمُ بْنُ سَلامٍ، حَدَّثَنِيهِ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ......

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي الطَّعَامِ، فَامْقُلُوهُ، فَإِنَّ فِي أَحَدِ جَنَاحَيْهِ سُمًّا، وَفِي الآخَرِ شِفَاءً، وَإِنَّهُ يُقَدِّمُ السُّمَّ، وَيُؤَخِّرُ الشِّفَاءَ۔))

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب مکھی کھانے میں گر جائے تو اسے ڈبو دو (پھر نکال کر پھینک دو) بلاشبہ اس کے ایک پر میں زہر ہوتا ہے اور دوسرے میں شفا ہوتی ہے کیونکہ وہ زہر (والا پر) آگے اور شفا (والا پر) پیچھے رکھتی ہے۔''

شرح (فَامْقُلُوهُ) ''اسے ڈبودو'' تاکہ دوسرے پر سے شفا نکل آئے جس طرح ایک پر سے بیماری کے جراثیم مشروب میں حل پذیر ہو گئے ہیں۔

امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث مبارکہ کے متعلق بعض آخرت فراموش اور عقل وشعور سے کورے لوگوں نے دوراز کار باتیں کی ہیں۔ اس پر اوچھے قسم کے اعتراضات وارد کیے ہیں جن کی اہمیت تارعنکبوت سے زیادہ کی نہیں۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ ایک ہی مکھی میں دو چیزیں کیسے جمع ہو گئیں؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک پر میں شفا ہو اور دوسرے میں زہریلے جراثیم ہوں اور مکھی میں اتنا شعور کہاں کہ وہ گرتے وقت بیماری والا پر آگے کرے اور شفا والا پر پیچھے کرے؟

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: یہ سوال ایک جاہل شخص یا تجاہل عارفانہ سے کام لینے والے شخص کی ذہنی اُپج (گندگی) سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ ایک شخص بھلا اس قسم کی بات کیسے کرسکتا ہے خود جس کے اپنے وجود میں اور تمام جانداروں کے وجود میں دو متضاد چیزیں پائی جاتی ہیں۔ ہر جاندار میں حرارت اور برودت نیز خشکی اور تری موجود رہتی ہے حالانکہ بظاہر ان دونوں چیزوں کا ایک ساتھ پایا جانا ممکن نہیں اور اگر مل جائیں تو موجب بگاڑ ہوں مگر اللہ تعالیٰ نے حسن تدبیر کے ساتھ ان دونوں میں کمال موزونیت اور یگانگت پیدا کر دی ہے اور ان دونوں کی ایک ساتھ موجودگی کو انسان کی قوت وطاقت کا سرچشمہ بنا دیا ہے اور اسی میں انسانی اور حیوانی زندگی کی بقا مضمر ہے۔

اس تفصیل کے بعد یہ ممکن نہیں رہتا کہ کوئی شخص ایک ہی حیوان کے (جسم کے) دو مختلف حصوں میں دو الگ الگ چیزوں یعنی شفا اور بیماری کی موجودگی کا انکار کرے۔ ویسے عام مشاہدے کی بات ہے کہ شہد کی مکھی میں شہد بھی ہوتا ہے جو باعث شفا ہے اور ڈنگ بھی، دوسرے اعتراض کے متعلق بس اتنا جان لینا کافی ہے کہ جوذات شہد کی مکھی کو عجائبات

(٢٨١٥) صحيح ......أخرجه ابن ماجه: ٣٥٠٤، والنسائي: ٤٢٧٣

کا حامل چھتا بنانا اور پھولوں، پھلوں سے رس چوسنا سکھا سکتی ہے اور جس ذات پاک نے چیونٹی کو اپنی روزی حاصل کرنے اور پھر ذخیرہ کرنے کا شعور بخشا ہے اسی ذات بے ہمتا نے مکھی کو تخلیق کیا ہے اور اسے یہ آگاہی دی ہے کہ وہ کسی چیز میں گرتے وقت بیماری والا پر مقدم کرتی ہے اور شفا والا موخر۔ یہ سارا کچھ اسی لیے ہے کہ حضرت انسان کا امتحان ہوتا رہے اور اس کی عبودیت والی سرشت کو پرکھا جاسکے۔ شریعت کے تمام احکامات کا دارومدار اسی بات پر ہے کہ کون مان کر دیتا ہے اور کون ہے جو قیاس آرائیاں کرنے لگتا ہے۔ یاد رہے کہ مولیٰ کریم کی بنائی ہوئی ہر چیز میں حکمت اور عبرت وموعظت پذیری کے ہزاروں دفتر پنہاں ہیں۔

(21)......بَابُ الْعَقِيقَةِ

عقیقہ کا بیان

(٢٨١٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا أَبُو النُّعْمَانِ، نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، ......

عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: ((مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ۔))

سیدنا سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے بیان فرمایا: ''لڑکے کے لیے عقیقہ لازمی ہے۔''

(٢٨١٧)۔ وَقَالَ أَصْبَغُ، أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ، عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ......

نَا سَلْمَانُ بْنُ عَامِرٍ الضَّبِّيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ، فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا، وَأَمِيطُوا عَنْهُ الأَذَى۔))

سیدنا سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرتے ہوئے سنا: ''لڑکے کے لیے عقیقہ لازمی ہے لہٰذا اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس کی میل کچیل دور کرو۔''

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: عقیقہ اس بکری کو کہتے ہیں جو بچے کی ولادت کے موقع پر ذبح کی جاتی ہے۔ علماء کرام اس کے اشتقاق کے بارے میں مختلف فیہ ہیں۔ بعض کا کہنا ہے، ان بالوں کو عقیقہ کہتے ہیں جو ولادت کے بعد بچے کے سر سے مونڈے جاتے ہیں، پھر مجازاً بکری کو عقیقہ کہا جانے لگا۔ عرب میں معمول تھا کہ وہ بچے کے بال منڈاتے وقت بکری ذبح کرتے تھے۔

(٢٨١٦) أخرجه البخاري: ٥٤٧١

(٢٨١٧) أخرجه البخاري: ٥٤٧٢

بعض حضرات کا کہنا ہے یہ اصل میں ایسی تقریب میں ذبح ہونے والی بکری کو کہتے ہیں کیونکہ اسے چیرا پھاڑا اور ٹکڑے ٹکڑے کیا جاتا ہے اور العَقّ کے لغوی معانی چیرنے، پھاڑنے، کاٹنے اور گوشت بنانے کے ہیں اسی سے والدین کی نافرمانی کو ''عقوق الوالدین'' کہتے ہیں کہ وہ اپنے والدین سے قطع تعلقی اور جفا کا مرتکب ہوتا ہے ان کے دل پاش پاش کرتا، اوران کی آرزؤں کا خون بہاتا ہے۔

حدیث میں جو مذکور ہے کہ بچے سے میل کچیل دور کروتو اس سے مراد اس کا سر مونڈنا ہے۔عقیقہ کرنا اکثر اہل علم کے نزدیک سنت (موکدہ) ہے مگر اہل رائے کا موقف ہے کہ عقیقہ سنت نہیں ان کی دلیل عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے مروی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے عقیقہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل عقوق کو پسند نہیں فرماتا۔'' (حسن، ابوداود: ٢٨٤٢، نسائی: ٤٢٢٣)

مگر اکثر اہل علم نے اس حدیث مبارکہ سے یہ ہرگز نہیں سمجھا کہ آپ ﷺ نے عقیقہ کے معاملے میں رخصت اور ڈھیل دے دی ہے اور یہ کہ عقیقہ کرنا ضروری نہیں بلکہ اس کا یہ مطلب لیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے اپنے مزاج کے مطابق لفظ عقیقہ کو پسند نہیں کیا اس لیے کہ اس کا مادہ عقوق ہے جس کے معنی نافرمانی کے ہیں۔آپ ہمیشہ برے نام کو اچھے نام سے بدل دیا کرتے تھے، یہاں بھی اسی اصول کے تحت آپ نے اس لفظ کو مناسب خیال نہیں کیا بلکہ آپ کا مطلوب یہ تھا کہ اس کی جگہ پر نسیکہ یا ذبیحہ یا کوئی اور اچھا سا لفظ بول دیا جائے جیسا کہ اسی حدیث مبارکہ میں مروی ہے: میں لفظ عقوق کی پسند نہیں کرتا (کیونکہ عقیقہ اور عقوق کا مادہ ایک ہے) جس کے ہاں بچے کی ولادت ہو اور وہ اس کی طرف سے صدقہ اور قربانی کرنا چاہتا ہو تو کرے۔

فائدہ: قارئین محترم! بہت سارے الفاظ اشتراک مادہ کے باوجود ایک دوسرے سے مختلف معانی میں استعمال ہوتے ہیں اس اعتبار سے لفظ عقیقہ میں ایک گونہ معنوی کراہت ضرور پائی جاتی ہے۔اس کے باوجود اس کے استعمال سے روکا نہیں گیا اس لیے اس کا استعمال بھی صحیح ہے۔

جناب حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا: جب آپ کو معلوم ہو جائے کہ آپ کا عقیقہ نہیں ہوا تو خود اپنے عقیقہ کا بندوبست کیجیے، جناب ابن سیرین رحمہ اللہ نے کہا: میں نے اپنے عقیقے میں ایک بختی اونٹنی کو ذبح کیا جبکہ میں پوری طرح جوان تھا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ اپنے بچوں کے عقیقہ میں اونٹ ذبح کیا کرتے تھے۔اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا لڑکا اور لڑکی عقیقہ کے معاملہ میں برابر ہیں یا نہیں، جناب حسن اور قتادہ رحمہما اللہ کا تو موقف ہے کہ لڑکی کی طرف سے عقیقہ کرنا ضروری نہیں ہے، اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ اس مسئلہ میں دونوں برابر ہیں اور دونوں کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح کی جائے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک بکری ذبح کی تھی۔(ابوداود: ٢٨٤١، ترمذی: ١٥١٩، نسائی: ٤٢٣٠، دو دو جانوروں والی روایت زیادہ صحیح ہے)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بابت مروی ہے کہ وہ اپنی اولاد میں سے مذکر اور مونث دونوں کے لیے ایک ایک بکری بطور عقیقہ ذبح کرتے تھے۔(مؤطا امام مالك: ۱۰۸۵)

جناب عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی اس طرح مروی ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے متعلق مروی ہے کہ وہ اپنے بچوں، بچیوں اور پوتوں، پوتیوں کے عقیقہ میں ایک ایک بکری ذبح کیا کرتی تھیں، پھر مقدور بھر عمدہ اور ایک خوبصورت دعوت کا اہتمام کرتیں اور لوگوں کو بلاتیں۔

اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری قربان کی جائے، ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہی موقف ہے جناب عطاء اور امام شافعی بھی اسی طرف گئے ہیں۔ ان حضرات کی دلیل مندرجہ ذیل روایت ہے۔

(۲۸۱۸)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِيرْبَنْدُ كُشَائِيُّ، أَنَا أَبُو سَهْلٍ السِّجْزِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو سُلَيْمَانُ الْخَطَّابِيُّ، أَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ دَاسَةَ، نَا أَبُو دَاوُدَ السِّجِسْتَانِيُّ، نَا مُسَدَّدٌ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سِبَاعِ بْنِ ثَابِتٍ......

عَنْ أُمِّ كُرْزٍ، قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((أَقِرُّوا الطَّيْرَ عَلَى مَكِنَاتِهَا)) قَالَتْ: وَسَمِعْتُهُ، يَقُولُ: ((عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ، وَلَا يَضُرُّكُمْ ذُكْرَانًا كُنَّ، أَوْ إِنَاثًا۔))

سیدہ ام کرز رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے: ''پرندوں کو اپنے گھونسلوں میں رہنے دو۔'' (انہیں اچھا یا برا شگون لینے کے لیے نہ اڑاؤ) کہتی ہیں: میں نے آپ سے سنا ہے، فرماتے تھے: ''لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری، اور کوئی حرج نہیں مذکر ہوں یا دونوں مونث۔''

شرح (أَقِرُّو الطَّيْرَ عَلَى مَكِنَاتِهَا) ''پرندوں کو اپنے گھونسلوں میں رہنے دو۔'' ماہر لغت ابوزیاد کلابی کا کہنا ہے کہ پرندوں کے گھونسلوں کے لیے لفظ ''مَـكِـنَـاتٌ'' لغت عربی میں معروف نہیں بلکہ اس کے لیے ''أَلْوُكُنَاتِ'' کا لفظ مستعمل ہے جس کے معنی پرندوں کے آشیانے کے ہیں۔

ابوعبید نے کہا: الـمَكِنَات سے مراد گوہ کے انڈے ہیں۔ اس کا واحد مکنة ہے، پھر یہ لفظ پرندوں کے لیے بطور استعارہ استعمال ہونے لگا بمعنی انڈے پر بیٹھے پرندوں کو نہ اڑاؤ۔ بعض نے کہا: مکـنـات سے مراد ان کے گھونسلے ہیں (وہ وقت ان کے بچے نکالنے اور انڈوں پر بیٹھنے کا ہو یا نہ ہو) یعنی ان کے آرام میں خلل واقع نہ کرو۔

جناب شمر نے کہا: یہ لفظ الـمـكـنة کی جمع ہے اور اس کے معنی جگہ پکڑنے اور قرار حاصل کرنے کے ہیں جیسے

(۲۸۱۸) صحیح ......أخرجه ابوداود: ۲۸۳۵، والترمذی: ۱۵۱٦، والنسائی: ٤٢٢٩، وابن ماجه: ۳۱٦۲

لفظ التَّبعة ، التبع اور الـطِلبة ، التطلب کے معنی میں استعمال ہوتا رہتا ہے، پھر علماء میں ان الفاظ کے معنی کی تعیین میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ان الفاظ کا مفہوم ہے کہ رات کے وقت پرندوں کا شکار مت کرو۔ بعض نے اس سے مراد یہ لیا ہے کہ پرندوں کو اچھے یا برے شگون کے لیے ہراساں اور خوف زدہ نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے وجود کے ساتھ اس طرح کا کوئی نفع نقصان وابستہ نہیں کیا، انہیں اپنے گھونسلوں میں سکون سے رہنے دو۔

امام شافعی رحمہ اللہ سے یہی معنی مروی ہیں کہ اس سے مراد پرندوں کو فال لینے کے لیے ان کے مقام سے اڑانا ہے، اہل عرب، عیافت اور فال گیری کے شوقین تھی۔ جب کسی کو سفر کے لیے نکلنا ہوتا یا کوئی اور کام کرنا مقصود ہوتا تو جھٹ ایک جھنڈ کے پاس جا کھڑا ہوتا اور تالی بجانے لگتا پھر اگر اس جھنڈ سے کوئی پرندہ اڑ کر دائیں سمت پرواز کر جاتا تو اسے اپنے حق میں نیک شگون سمجھتا اور اسے بارح کا نام دیتا اور اگر وہ پرندہ بائیں طرف اڑ جاتا تو اسے اپنے حق میں براشگون خیال کرتا اور اس عمل کو سانح قرار دیتا اور اپنے کام کے لیے رختِ سفر نہ باندھتا، نبی اکرم ﷺ نے اس بے فائدہ اور بدعقیدگی پر مبنی عادت سے منع فرماتے ہوئے کہا کہ پرندوں کو اپنے گھونسلوں میں رہنے دو اور نہ انہیں اڑاؤ اور نہ انہیں حواس باختہ کرو۔

حدیث میں مذکور ہے: (لَا يَضُرُّكُمْ ذُكْرَانًا كُنَّ أَوْ أَنَاثًا) ''دونوں جانوروں کا مذکر ہونا یا مؤنث ہونا کچھ نقصان دہ نہیں'' مقصود اس بات سے یہ ہے کہ عقیقے کے جانور مذکر کی جنس سے ہوں یا مؤنث، شرعی طور پر ان کے ذبح میں کوئی قباحت نہیں نہ ثواب ہی میں کوئی کمی واقع ہوتی ہے البتہ بڑے ہوں جو ذبح کے قابل ہوں۔

سیدہ ام کرز رحمہا اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا: ''لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ہوں جو برابر ہوں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔''

(صحیح، ابوداود: ٢٨٣٤، ابن ماجه: ٣١٦٢، ترمذی: ١٥١٦، نسائی: ٤٢١٥)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: (مُكَافِئَتَانِ) کا معنی ہے برابر ہوں یا قریب قریب ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ ایک جانور تو بڑا ہو لیکن گوشت اور ذبح کے قابل ہو لیکن دوسرا چھوٹا ہو اس قسم کا تفاوت نہیں ہونا چاہیے۔

امام مالک نے کہا: عقیقہ کرنا واجب اور ضروری نہیں البتہ ایک مستحب عمل ہے نیز ان کا کہنا ہے کہ عقیقہ کے جانور میں قربانی کے جانور کی شرائط ملحوظ رکھی جائیں یعنی عقیقہ کے جانور میں وہ عیوب ونقائص نہیں ہونے چاہیں جن کا پایا جانا شریعت نے قربانی کے جانور میں منع قرار دیا ہے مثلاً عقیقہ کا جانور لنگڑا، لاغر، مریض، کانا نہ ہو اس کی کوئی ہڈی بھی ٹوٹی ہوئی نہ ہو، اس کا گوشت اور چمڑا فروخت نہ کیا جائے، گھر والے خود بھی نوش کریں اور صدقہ بھی کریں اس کی ہڈی نہ توڑیں عقیقہ کے جانور کا خون نومولود کو بالکل نہ لگایا جائے۔ جناب عطاء نے کہا: عقیقہ کے جانور کے اعضاء کاٹے جائیں اور انہیں پانی اور نمک میں پکایا جائے۔

جناب حسن اور ابن سیرین نے کہا: قربانی کا جانور عقیقہ کی جگہ کفایت کر جاتا ہے اور ان سے عقیقہ کے متعلق پوچھا

گیا تو انہوں نے کہا: اس کا معاملہ بھی قربانی ہی کی طرح ہے، کھایا بھی جائے اور کھلایا بھی جائے۔

جناب محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے والد گرام سے سنا، عقیقہ کرنا مستحب ہے خواہ ایک چڑیا ہی ذبح کر دی جائے۔

جناب ربیعہ رائے کے متعلق مروی ہے کہ وہ عقیقہ کرنے کو مستحب جانتے تھے خواہ چڑیا یا مرغی ہی کیوں نہ ذبح کر دی جائے۔ ویسے بطور عقیقہ اونٹ، گائے اور بکری ذبح کرنا بھی (بعض بزرگوں سے) مروی ہے۔

عقیقہ کب کیا جائے؟ اس کے وقت کے متعلق سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے عقیقہ کے متعلق مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((الْغُلامُ مُرْتَهِنٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ ، وَيُسَمّى ، وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ۔)) ...... ''بچہ اپنے عقیقہ کے ساتھ گروی ہوتا ہے لہٰذا ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے، اس کا نام رکھا جائے اور اس کا سر مونڈا جائے۔'' (صحیح، ابوداود: ۲۸۳۸، ترمذی: ۱۵۲۲، نسائی: ۴۲۳۱)

علمائے کرام نے حدیث کے الفاظ (مُرْتَهَنٌ بِعَقِيْقَتِهِ) بچے کے گروی ہونے کے متعلق مختلف باتیں کی ہیں مگر ان میں سے عمدہ ترین بات امام احمد رحمہ اللہ کی ہے کہ بچے کا اگر عقیقہ نہ کیا جائے تو وہ اپنے ماں باپ کی شفاعت نہیں کر سکے گا۔ جناب قتادہ رحمہ اللہ سے بھی یوں ہی مروی ہے کہ اسے والدین کی شفاعت سے محروم رکھا جائے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''بچہ اپنے عقیقہ کے ساتھ گروی ہوتا ہے'' کا معنی ہے: بچہ اپنے بالوں اور میل کچیل کے ساتھ گروی ہوتا ہے، یعنی ان کا ازالہ ضروری ہے اور اس کی مزید وضاحت ''أَمِيطُوْا عَنْهُ الْأَذَى'' اس سے بال دور کرو کے الفاظ سے کر دی گئی ہے۔

اہل علم نے اس بات کو پسند کیا ہے کہ عقیقہ ساتویں روز ہی کیا جائے، اگر کسی وجہ سے ممکن نہ ہو تو چودھویں روز، اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اکیسویں روز عقیقہ کرنا چاہیے۔ جانور ذبح کرنے کے بعد بچے کا سر مونڈ دیا جائے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کی جائیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری، پھر عقیقہ میں ذبح شدہ جانور میں چھوٹی بوٹیاں نہ بنائی جائیں نہ ہڈیوں کو توڑا جائے بلکہ جانور کا ایک ایک پورا عضو جوڑ سے کاٹ لیا جائے اور پکایا جائے، خود بھی کھایا جائے اور دوسروں کو بھی کھلایا جائے نیز صدقہ بھی کیا جائے، ان کا کہنا ہے عقیقہ ساتویں روز کیا جائے، اگر نہ ہو سکے تو چودھویں دن، اگر نہ ہو سکے تو اکیسویں دن۔

(جُدُوْلًا) کا معنی ہے کہ پورے اعضاء کاٹے جائیں۔ الجدل، عضو کو کہتے ہیں: بہت سارے اہل علم اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ بچے کا نام ساتویں دن سے پہلے نہ رکھا جائے۔ جناب حسن بصری رحمہ اللہ سے یونہی مروی ہے، امام مالک رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ ایک حدیث مبارکہ میں (وَيُدْمى) ''خون لگایا جائے'' کے الفاظ مروی ہیں بجائے (وَيُسَمّى) ''اور نام رکھا جائے'' کے۔ مروی ہے کہ جناب حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا: نومولود کے سر کو عقیقہ کے جانور کے خون سے ''چوپڑ'' دیا جائے۔

جناب قتادہ رحمہ اللہ بچے کو خون لگانے کے طریقے کو یوں بیان کرتے تھے کہ جب جانور ذبح کیا جا رہا ہو تو اس کے چند بال لے کر اس کی (کٹنے والی) رگوں کے آگے کر کے بچے کی چندیا پر رکھ دیے جائیں حتی کہ وہ (تازہ تازہ خون) اس کے سر پر دھاگے کی مانند بہنے لگے۔ پھر اس کا سر دھویا جائے اور بال مونڈ دیے جائیں۔ اکثر اہل علم نے بچے کے سر کو خون لگانا اچھا نہیں جانا اور اس کو سخت ناپسند کیا ہے اور انہوں نے کہا: یہ زمانۂ جاہلیت کی باتوں میں سے ہے۔ اسی طرح علمائے کرام نے اس روایت کو جس میں (ویُدْمَی) مروی ہے کہ ضعیف قرار دیا ہے (امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (ویُدْمَی) خون لگانے والی بات ہمام کا وہم ہے) اور انہوں نے کہا کہ اصل الفاظ (ویُسَمّٰی) بچے کا نام رکھا جائے، کے ہیں اور مروی ہے کہ بچے کے سر کو خوشبو زعفران اور خلوق کے ساتھ چیڑ دیا جائے بجائے خون کے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے باسند صحیح مروی ہے، سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((وُلِدَ لِی اللَّیْلَة غُلامٌ، فسمّیْتُهُ بِاسْمِ أَبِی إِبْراهِیم۔)) ......''آج رات میرے ہاں بچے کی ولادت ہوئی تو میں نے اس کا نام اپنے باپ کے نام پر ابراہیم رکھا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۲۳۱۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچے کا نام ولادت کے معاً بعد رکھا جا سکتا ہے۔

(۲۸۱۹)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّیرَزِیُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِیُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ......

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ، عَنْ أَبِیهِ، أَنَّهُ قَالَ: وَزَنَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِشَعْرِ حَسَنٍ، وَحُسَیْنٍ، وَزَیْنَبَ، وَأُمِّ كُلْثُومٍ، فَتَصَدَّقَتْ بِزِنَتِهِ فِضَّةً۔

جناب جعفر بن محمد بن علی اپنے والد گرامی محمد بن علی سے بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حسن، سیدنا حسین رضی اللہ عنہما اور سیدہ زینب اور سیدہ ام کلثوم کے بالوں کا وزن کر کے اس وزن کے برابر چاندی صدقہ کی۔

شرح مروی ہے کہ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنْ حَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ شَاةً، وَأَمَرَ فَاطِمَةَ یَوْمَ سَابِعِهِ حِینَ یُحْلَقُ شَعْرُهُ أَنْ یُتَصَدَّقَ بِزِنَةِ شَعْرِهِ۔ ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کی اور ساتویں دن جب بچے کو سر مونڈا گیا تو آپ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ بچے کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دو۔ بالوں کا وزن ایک درہم سے کچھ زیادہ یا ایک درہم سے کچھ کم بنتا تھا، بہرحال اتنی چاندی صدقہ کر دی گئی۔ (حسن، ترمذی: ۱۵۱۹ بنحوہ)

مروی ہے کہ سیدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے بالوں کا وزن مونڈنے کے فوراً بعد کیا گیا تھا، جبکہ بال ابھی گیلے ہی تھے۔

(۲۸۱۹) منقطع ...... أخرجه الامام مالك فی المؤطأ: ۱۰۸۳

جناب ابو رافع سے مروی ہے کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو انہوں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں اپنے بیٹے کی طرف ایک جانور عقیقہ نہ کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَا، ولٰكِن احْلِقِي شعْرهُ، فتصدّقِي بِوزْنِهِ مِن الورقِ على الأوْفاضِ، أوْ على المساكِينِ۔)) ...... ''نہیں، بلکہ اس کے بال مونڈوا دے اور بالوں کے وزن کے برابر فقرائے صفہ یا عام مساکین پر چاندی صدقہ کر دے۔'' چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا۔ پھر جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی تو بھی انہوں نے اسی طرح کیا۔

(اسناده ضعیف، مسند احمد: ۲۷۲۵۳)

جناب شریک نے کہا: الاوفاض سے مراد اہل صفہ ہیں۔

ابو عبید نے کہا: اس سے مراد ملے جلے اور مختلف قبیلوں، خاندانوں اور علاقوں کے لوگ ہیں۔ امام نحو ولغت فراء نے کہا: اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جس کے پاس ایک تھیلی ہو جس میں وہ اپنا کھانا اور ضروریات زندگی کی جملہ اشیاء رکھتا ہو۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ علیہ السلام سے کہا: کیا میں اپنے بیٹے کی طرف سے عقیقہ نہ کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں۔ تو اس کی بابت کہا گیا ہے کہ آپ نے انہیں عقیقہ کرنے سے منع نہیں کیا بلکہ آپ کا مقصود یہ تھا کہ عقیقہ میں کردوں گا اور پھر احادیث میں مروی بھی ہے کہ آپ نے سیدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی طرف عقیقہ کیا۔

فائدہ: لاریب! عقیقہ سنت موکدہ ہونے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ذاتی عمل بھی ہے، عقیقے کی احادیث کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ مثلاً عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مسعود، ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہم لہٰذا منکرین کا قول نا قابل توجہ ہے۔ (ع،س)

نامکمل پیدا ہونے والے بچے (سِقْط) کا نام رکھنا مستحب ہے، مروی ہے کہ عبدالرحمان بن زید بن معاویہ نے جناب عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں کہا، مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ نامکمل پیدا ہونے والا بچہ روز قیامت اپنے باپ کے پیچھے بھاگے گا اور کہے گا، تو نے مجھے ضائع کر دیا اور مجھے بے نام رہنے دیا۔ اس پر جناب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کہا: اس کا نام کیسے رکھا جا سکتا ہے حالانکہ اس کی حالت ایسی ہے کہ اس کا مذکر یا مؤنث ہونا واضح نہیں تو عبدالرحمان نے کہا: بعض نام مشترکہ نوعیت کے ہوتے ہیں جو مذکر اور مؤنث، لڑکے اور لڑکی دونوں کو شامل ہو سکتے ہیں مثلاً حمزہ، عمارہ، طلحہ، اور عنسبہ وغیرہ۔ جناب محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اگر بچہ بے جان لوتھڑا پیدا ہو اور پیدائش کے وقت بالکل نہ چیخے تو بھی اس کا نام رکھنا چاہیے۔

فائدہ: عقیقہ میں اقرب الی السنہ یہی ہے کہ بکری، بکرا ذبح کیا جائے، دیگر جانوروں مثلاً اونٹ، گائے اور بھیڑ وغیرہ سے گریز کیا جائے، صحیح احادیث میں صرف بکری اور دنبی ذبح کرنے کا ذکر ملتا ہے تاہم جمہور کے نزدیک دیگر

جانوروں کا ذبح کرنا بھی درست ہے۔

یاد رہے! لڑکے کی طرف سے دو جانور ذبح کرنا ہی زیادہ صحیح ہے اور یہی بات اصح روایتوں سے ثابت ہے اس لیے اسی کے مطابق عمل کرنا چاہیے، اس مسئلہ میں کچھ تفصیل یوں ہے۔

(۱)......جن احادیث میں دو بکریوں کا ذکر ہے وہ زیادتی پر مشتمل ہیں، لہٰذا اس حیثیت سے وہ قبول کیے جانے کی زیادہ مستحق ہیں کیونکہ ثقہ راوی کی زیادت مقبول ہوتی ہے۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے دو دو دنبے ذبح کیے۔

(۲)......قول کو فعل پر ترجیح ہوتی ہے یعنی اگر چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود لڑکے کی طرف سے بھی ایک دنبہ ذبح کیا ہے لیکن ہمیں لڑکے کی طرف سے دو جانور ذبح کرنے کا کہا اس لیے ہمیں اس پر عمل کرتے ہوئے لڑکے کی طرف سے دو جانور ذبح کرنے چاہئیں۔

(۳)......آپ کا ایک بکری پر اکتفا کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں متعین نہیں بلکہ مستحب ہیں اور ایک بکری مستحب نہیں بلکہ جائز ہے۔

(۴)......آپ نے اپنے دونوں نواسوں کی طرف سے ایک ایک دنبہ ذبح کیا اور ایک ایک ان کی طرف سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ذبح کیا جیسا کہ بعض روایات میں مذکور ہے کل دو دو ہو گئے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ قواعد شریعت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ لڑکے کے لیے دو جانور ذبح کیے جائیں اس لیے کہ شریعت نے کئی احکام میں مرد کو عورت پر فضیلت عطا کی ہے۔

(22)......بَابُ التَّحْنِيكِ

گڑتی دینے کا بیان

(۲۸۲۰)۔ أَخْبَـرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ......

عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: وُلِدَ لِي غُلَامٌ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَمَّاهُ إِبْرَاهِيمَ، فَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ، وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ، وَدَفَعَهُ إِلَيَّ، وَكَانَ أَكْبَرَ وَلَدِ أَبِي مُوسَى۔

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے یہاں لڑکے کی پیدائش ہوئی تو میں اسے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور کو اپنے دندان مبارک سے نرم کرکے اسے چٹایا اور

(۲۸۲۰) أخرجه البخاري: ۶۱۹۸، ومسلم: ۲۱۴۵

اس کے لیے برکت کی دعا کی ،پھر مجھے دے دیا۔ یہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے لڑکے تھے۔

شرح: اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نومولود کا نام جلدی رکھا جاسکتا ہے، دیکھیے آپ نے گھٹی دینے کے ساتھ ہی بچے کا نام ابراہیم رکھ دیا۔

(۲۸۲۱)۔ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ ، أَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى ، نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ ، نَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ ، نَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ، نَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتَى بِالصِّبْيَانِ ، فَيُبَرِّكُ عَلَيْهِمْ وَيُحَنِّكُهُمْ۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بچوں کو لایا جاتا،آپ ان کے لیے برکت کی دعا فرماتے اور انہیں گھٹی دیتے۔

شرح: ابوعبید نے کہا: تحنیك (گڑھتی دینا) یہ ہے کہ کھجور کو چبایا جائے پھر اسے بچے کے منہ کے اندر تالو کے ساتھ لگا دیا جائے۔ یہ لفظ تخفیف اور تشدید دونوں طرح مستعمل ہے، جس بچے کو گھٹی دی جائے اسے محنوك یا محنك کہا جاتا ہے

جناب ابراہیم تیمی نے کہا: اکابر اس بات کو پسند کرتے تھے کہ بچہ جب بولنے لگے تو اسے سات مرتبہ لَا اِلٰــهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھایا جائے کہ اس کی زبان سے نکلنے والا پہلا جملہ یہی کلمہ توحید ہو۔

(23)......بَابُ الْأَذَانِ فِي أُذُنِ الْمَوْلُودِ

نومولود کے کان میں اذان دینے کا بیان

(۲۸۲۲)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ ، أَخْبَرَنَا حَاجِبُ بْنُ أَحْمَدَ الطُّوسِيُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَلِيٍّ الْكُرْكَانِيُّ ، نَا أَبُو طَاهِرٍ الزِّيَادِيُّ ، أَنَا حَاجِبُ بْنُ أَحْمَدَ الطُّوسِيُّ ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَاشِمٍ ، نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ، نَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ......

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذَّنَ فِي

جناب عبیداللہ بن ابو رافع نے اپنے والد سے روایت کیا، وہ کہتے ہیں کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ

(۲۸۲۱) أخرجه مسلم: ۲۱٤۷

(۲۸۲۲) حسن ......أخرجه ابوداود: ۵۱۰۵ ، والترمذي: ۱۵۱٤

أُذُنِ الْحَسَنِ حِيْنَ وَلَدَتْهُ فَاطِمَةُ بِالصَّلَاةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔ کو جنم دیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے کان میں نماز والی اذان کہی تھی۔

شرح مروی ہے کہ جناب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر کہا کرتے تھے۔(مصنف عبد الرزاق: ۷۹۸۵)

فائدہ: ...... نومولود کے کان میں اذان دینا، اس اعتبار سے یہ ایک اہم مسئلہ ہے کہ قدیم و جدید زمانے میں جمہور امت نے اس پر عمل کیا ہے اور اہل علم نے اپنی کتب میں اس سے متعلقہ عنوان قائم کیے ہیں اور اس کو مستحب سمجھا ہے، جبکہ اس کے حق میں کوئی مضبوط حدیث نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد کہا: والعمل علیه۔ (اور اسی حدیث پر عمل ہے)

اس مسئلے سے متعلقہ باقی تین روایات درج ذیل ہیں، یہ تینوں احادیث سخت ضعیف ہونے کی وجہ سے ناقابل حجت ہیں، اس موضوع کی تمام احادیث میں مذکورہ بالا روایت کا ضعف کم ہے۔ ہر حدیث کے بعد اس کی وجۂ ضعف بھی بیان کر دی گئی ہے:

سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَذَّنَ فِی أُذُنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رضی اللہ عنہما حِيْنَ وُلِدَا، وَأَمَرَ بِهِ۔ ...... جب سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کے کانوں میں اذان دی اور پھر اس کا حکم بھی دیا۔(معجم کبیر للطبرانی: ۹۲۶)

وجۂ ضعف: اس حدیث کی سند میں حماد بن شعیب ہے، جس کے ضعیف ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے، اس کے علاوہ اس کی سند میں وہ عاصم بن عبیداللہ بھی ہے، جو مذکورہ بالا روایت کی وجۂ ضعف بنا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ أَذَّنَ فِی أُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ يَوْمَ وُلِدَ فَأَذَّنَ فِی أُذُنِهِ الْيُمْنٰى وَأَقَامَ فِی أُذُنِهِ الْيُسْرٰى ۔ ......جس دن سیدنا حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، نبی کریم ﷺ نے ان کے دائیں کان میں اذان دی اور بائیں کان میں اقامت کہی۔(شعب الایمان: ۸۶۲۰)

وجۂ ضعف: اس کی سند میں حسن بن عمرو سیف سدوسی ہے، یہ متروک راوی ہے، بلکہ امام ابن مدینی رحمہ اللہ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو متہم بالکذب قرار دیا ہے۔

سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ وُلِدَ لَهُ فَأَذَّنَ فِی أُذُنِهِ الْيُمْنٰى وَأَقَامَ فِی أُذُنِهِ الْيُسْرٰى لَمْ تَضُرُّهُ أُمُّ الصِّبْيَانِ۔)) ......''جس آدمی کا بچہ پیدا ہوا اور اس نے اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی تو ام صبیان اس کو نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔''(مسند ابو یعلی: ٦٧٨٠) ام صبیان کوئی جننی ہے۔

وجۂ ضعف: اس حدیث کی سند میں یحیی بن علاء اور مروان بن سالم دو راوی متہم بالوضع ہیں اور جبارہ بن مغلس ضعیف ہے۔

ضروری تنبیہ: ...... یہ کوئی قانون نہیں ہے کہ امت میں کسی عمل کے شروع ہو جانے کی کوئی نہ کوئی دلیل ہو۔ جب عوام الناس کسی چیز کو مستحسن سمجھ لیتے ہیں تو وہ چیز جنگل میں پھیل جانے والی آگ کی طرح بہت جلد مقبول اور عام ہو جاتی ہے، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ پاکستان کے ایک علاقے میں دعوتِ ولیمہ کے موقع پر کھانے کی ابتداء سے پہلے تلاوت اور اجتماعی دعا کا سلسلہ شروع کیا گیا، لوگوں نے اس سلسلے کو اس قدر سراہا اور اپنے ولیموں میں اس طرح اہتمام کیا کہ خود یہ عمل شروع کرنے والے شخص کو یہ فکر لاحق ہوگئی کہ وہ اس رواج کا بانی قرار پائے گا، اس لیے اس نے آئندہ اس پر عمل نہ کرنے کا عزم کیا اور لوگوں کو بھی متنبہ کر دیا، اگر اس آدمی کو یہ فکر لاحق نہ ہوتی تو اللہ جانے یہ بدعت کہاں تک فروغ پا جاتی، لیکن پھر بھی دور دراز سے آنے والے لوگ اس رواج کو اپنا رہے ہوں گے۔ اس طرح ظاہری طور پر مستحسن چیزیں غیر محسوس انداز میں اس طرح رواج پا جاتی ہیں کہ ان کی مخالفت کرنے والا اجنبی بن جاتا ہے، العیاذ باللہ۔ (م،م)

(32)......كِتَابُ الْأَطْعِمَةِ
کھانوں کی کتاب

(1)......بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى الْأَكْلِ وَالْحَمْدِ فِي آخِرِهِ
کھانے کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنا اوراس کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرنا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:﴿وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ .... ''اوران کی اخیر بات یہ ہوگی تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سارے جہان کا مالک ہے۔'' (یونس:۱۰)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ عزوجل کے فرمان ﴿دَعْوٰهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ﴾ .... ان کے منہ سے یہ بات نکلے گی ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ'' (یونس:۱۰) کے متعلق مروی ہے کہ جب اہل جنت کو کسی چیز کی طلب ہوگی تو وہ کہیں گے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ تو ان کا مطلوب حسب منشا ان کے پاس آجائے گا، جب وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتیں نوش کرلیں گے تو کہیں گے: أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ تو یہ کلمہ ان کی اخیر بات ہوگی۔

(٢٨٢٣)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، نَا سُفْيَانُ، قَالَ الْوَلِيدُ بْنُ كَثِيرٍ: ......

أَخْبَرَنِي أَنَّهُ سَمِعَ وَهْبَ بْنَ كَيْسَانَ أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ، يَقُولُ: كُنْتُ غُلَامًا فِي حِجْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَتْ يَدِي تَطِيشُ فِي الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((يَا غُلَامُ سَمِّ اللّٰهَ، وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ)) فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طُعْمَتِي بَعْدُ۔

جناب وھب بن کیسان رحمہ اللہ نے کہا: میں نے سیدنا عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے سنا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں پرورش پانے والا ایک بچہ تھا اور میرا ہاتھ (کھانے کے دوران) پلیٹ میں (ادھر ادھر) گھومتا رہتا تھا۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی: ''او بچے! اللہ کا نام لو (بِسْمِ اللّٰهِ پڑھو) دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔'' (عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:) اس کے بعد (زندگی بھر) میرا کھانے کا یہی انداز رہا۔

(٢٨٢٣) أخرجه البخاري: ٥٣٧٦، ومسلم: ٢٠٢٢

شرح سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((اُذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ، وَلْيأْكُلْ كُلُّ رجُلٌ مِمّا يليه۔)) ......''اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ اور تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے سامنے سے کھائے۔''

(صحيح بخاری: ٥١٦٣)

(٢٨٢٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى التِّرْمِذِيُّ، نَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، نَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ رَاشِدٍ الْيَافِعِيِّ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَوْسٍ......

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الأَنْصَارِيِّ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقُرِّبَ طَعَامٌ، فَلَمْ أَرَ طَعَامًا كَانَ أَعْظَمَ بَرَكَةً مِنْهُ أَوَّلَ مَا أَكَلْنَا، وَلَا أَقَلَّ بَرَكَةً فِي آخِرِهِ قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، كَيْفَ هَذَا؟ قَالَ: ((إِنَّا ذَكَرْنَا اسْمَ اللّٰهِ حِينَ أَكَلْنَا، ثُمَّ قَعَدَ مَنْ أَكَلَ، وَلَمْ يُسَمِّ اللّٰهِ، فَأَكَلَ مَعَهُ الشَّيْطَانُ۔))

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی رحمت ﷺ کی محفل میں تھے، آپ کے سامنے کھانا رکھا گیا۔ میں نے کوئی ایسا کھانا نہیں دیکھا کہ جب ہم اسے کھانے لگے تو شروع میں وہ سب سے زیادہ برکت والا اور آخر میں وہ سب سے کم برکت والا تھا۔ ہم نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جب ہم نے کھانا شروع کیا تو ہم "بِسْمِ اللّٰهِ" پڑھی۔ اس کے بعد کچھ لوگ ایسے شریک ہو گئے جنہوں نے بِسْمِ اللّٰهِ نہیں پڑھی تو ان کے ساتھ شیطان بھی کھانا کھانے لگا۔

شرح سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ أَنْ لَا يُذْكَرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔)) ......''شیطان اس کھانے کو (اپنے لیے) حلال گردانتا ہے جس پر "بِسْمِ اللّٰهِ" نہ پڑھی جائے۔'' (صحیح مسلم: ٢٠١٧)

(٢٨٢٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ، أَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى، أَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ، نَا وَكِيعٌ، نَا هِشَامٌ الدُّسْتُوَائِيُّ، عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ الْعُقَيْلِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أُمِّ كُلْثُومٍ......

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَأْكُلُ

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

(٢٨٢٤) ضعيف ......أخرجه الترمذى فى الشمائل: ١/ ٢٨٥

(٢٨٢٥) صحيح ......أخرجه الترمذى فى "الشمائل": ١/ ٢٩٢

فِـي سِتَّةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ، فَأَكَلَهُ بِـلُقْمَتَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَوْ سَمَّى، لَكَفَاكُمْ۔))

رسول اللہ ﷺ اپنے چھ اصحاب کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے، اتنے میں ایک دیہاتی آیا اور وہ سارا کھانا دو لقموں میں چٹ کر گیا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ ''بِسْمِ اللّٰهِ'' پڑھتا تو کھانا تمہیں کافی ہو جاتا۔''

(۲۸۲۶)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ، أَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى، نَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، نَا أَبُو دَاوُدَ، نَا هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ، عَنْ بُدَيْلٍ الْعُقَيْلِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أُمِّ كُلْثُومٍ......

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ، فَنَسِيَ أَنْ يَذْكُرَ اللّٰهَ عَلَى طَعَامِهِ، فَلْيَقُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ۔))

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں کوئی شخص کھانا کھائے اور (شروع میں) کھانے پر بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنا بھول جائے تو (یاد آنے پر) یوں کہہ لے، (بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ) ''اللہ کے نام کے ساتھ اس کے شروع اور اس کے آخر میں۔''

(۲۸۲۷)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ، أَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى، نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، نَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ، نَا خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ......

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رُفِعَتِ الْمَائِدَةُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ، يَقُولُ: ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ، غَيْرَ مُوَدَّعٍ، وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا۔))

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے جب دسترخوان اٹھا لیا جاتا تو آپ یہ دعا کرتے تھے: ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ، غَيْرَ مُوَدَّعٍ، وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا۔))...... ''ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، بہت پاکیزہ اور برکت ڈالی گئی ہے اس میں اور نہ اسے چھوڑا گیا ہے اور نہ اس سے بے نیاز ہوا جا سکتا اے ہمارے رب۔''

(۲۸۲۶) صحيح ......أخرجه ابوداود: ۳۷۶۷، والترمذی: ۱۸۵۸، وابن ماجه: ۳۲٦٤

(۲۸۲۷) أخرجه البخاری: ٥٤٥٩

شرح (غَيْـرَ مُـوَدَّعٍ) ''اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی ضرورت کبھی منقطع نہیں ہوسکتی'' آدمی ہمیشہ رب کے خزانوں کا محتاج اور طلب گار رہتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿مَـا وَدَّعَكَ رَبُّكَ﴾ ...... ''تیرے رب نے تجھے چھوڑا نہیں ہے'' (الضحیٰ:۳)

یعنی تیرے رب نے تجھ سے ترک تعلق نہیں کیا۔ متروک کا مطلب ہے جس کے بغیر کام چل جائے اور اس سے بے نیاز ہوا جا سکتا ہو، بعض علماء نے اس لفظ کو غیر مودع پڑھا ہے (یعنی اسم فاعل کے وزن کے ساتھ) تو اس صورت میں معنی ہوگا: میں کبھی بھی اپنے پروردگار کی اطاعت اور بندگی سے دستبردار نہیں ہوسکتا۔

(٢٨٢٨)۔ وَحَـدَّثَـنَـا الْـمُـطَهَّـرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الصَّالِحَانِيُّ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُـحَـمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ بُزْرَجٍ، نَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، وَوَكِيعٌ، وَأَبُو عَاصِمٍ، قَالُوا: نَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ......

عَـنْ أَبِـي أُمَـامَةَ الْبَـاهِـلِيِّ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رُفِعَتِ الْمَائِدَةُ مِنْ بَيْـنِ يَـدَيْـهِ، قَـالَ: ((الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ، غَيْرَ مَكْفِيٍّ، وَلَا مُوَدَّعٍ، وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا۔))

سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے جب دستر خوان اٹھایا جاتا تو آپ یہ دعا پڑھتے ((الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ، غَيْـرَ مَـكْـفِـيٍّ، وَلَا مُـوَدَّعٍ، وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّـنَـا۔)) ...... ''تمام تعریفیں، بہت زیادہ، عمدہ اور برکت سے بھرپور صرف اللہ کے لیے ہیں جو ختم نہ ہوں، نہ ان کو چھوڑا جائے۔ (بلکہ ہمیشہ ہمیشہ ان کا سلسلہ جاری رہے) اور نہ اس سے بے نیازی دکھائی جائے اے ہمارے پروردگار!''

(٢٨٢٩)۔ أَخْبَـرَنَـا عَبْـدُ الـلّٰـهِ بْـنُ عَبْـدِ الـصَّمَدِ، أَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْـبٍ، حَـدَّثَنَا أَبُو عِيسَى، نَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ رَبَاحِ بْنِ عُبَيْدَةَ......

عَـنْ أَبِـي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ الـلّٰـهِ صَـلَّـى الـلّٰـهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَـامِهِ، قَالَ: ((اَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا،

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ پڑھا کرتے تھے: ((اَلْـحَـمْـدُ لِـلّٰـهِ الَّذِي أَطْعَمَـنَـا،

(٢٨٢٨) انظر الحديث السابق

(٢٨٢٩) ضعيف ......أخرجه ابوداود: ٣٨٥٠، والترمذي: ٣٤٥٧، وابن ماجه: ٣٢٨٣

وَسَقَانَا ، وَجَعَلَنَا مُسْلِمِينَ۔))

وَسَقَانَا ، وَجَعَلَنَا مُسْلِمِينَ۔)) ''سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور مسلمان بنایا۔''

(۲۸۳۰)۔ وَحَدَّثَنَا الْمُطَهَّرُ بْنُ عَلِيٍّ الْفَارِسِيُّ ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الصَّالِحَانِيُّ ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ ، أَنَا بُهْلُولُ الأَنْبَارِيُّ ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَمُّوَيْهِ ، نَا لَيْثٌ ، عَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ......

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الأَنْصَارِيِّ ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَكَلَ ، وَشَرِبَ ، قَالَ: ((الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا ، وَسَقَانَا ، وَسَوَّغَهُ ، وَجَعَلَ لَهُ مَخْرَجًا۔))

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھاتے پیتے تو یوں کہا کرتے تھے: ((الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا ، وَسَقَانَا ، وَسَوَّغَهُ ، وَجَعَلَ لَهُ مَخْرَجًا۔))...... '' حمد اس اللہ کی جس نے کھلایا پلایا، اسے خوش گوار بنایا اور اس کے باہر نکلنے کا نظام بھی بنایا۔''

(۲۸۳۱)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ التَّفْلِيسِيُّ ، أَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدٍ الطَّرَازِيُّ ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ، نَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ الْحَارِثِيُّ ، نَا أَبُو أُسَامَةَ ، نَا زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ ح وَأَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ ، أَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْخُزَاعِيُّ ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ ، نَا أَبُو عِيسَى ، نَا هَنَّادٌ ، وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ ، قَالَا: نَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ يَأْكُلُ الأَكْلَةَ ، أَوْ يَشْرَبُ الشَّرْبَةَ ، فَيَحْمَدُهُ عَلَيْهَا۔))

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے خوش ہوتا ہے جو کھانا کھا کر اس کی تعریف کرتا ہے یا پانی پی کر اس کی تعریف کرتا ہے۔''

(۲۸۳۲)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ ، أَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بِشْرَانَ ، نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّفَّارُ ، نَا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ الرَّمَادِيُّ ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ،

(۲۸۳۰) صحيح ......أخرجه ابو داود: ۳۸۵۱

(۲۸۳۱) أخرجه مسلم: ۲۷۳٤

(۲۸۳۲) صحيح ......أخرجه الترمذي: ۲٤۸٦ ، وابن ماجه: ۱۷٦٤

عَنْ مَعْمَرٍ، حَدَّثَنِی رَجُلٌ مِنْ غِفَارَ، أَنَّهُ سَمِعَ سَعِيدًا الْمَقْبُرِیَّ، يُحَدِّثُ ......

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ كَالصَّائِمِ الصَّابِرِ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی نعمتوں کو کھانے والا اور شکر ادا کرنے والا اس شخص جیسا ہے جو روزہ دار ہے اور صبر کر رہا ہے۔''

شرح: جناب ابراہیم رحمہ اللہ نے کہا: کھانے کا شکر یہ ہے کہ آپ کھاتے وقت ''بِسْمِ اللّٰهِ'' کہیں اور کھانے سے فارغ ہو کر الحمد للہ کہیں۔

(2)......بَابُ وُضُوْءِ عِنْدَ الطَّعَامِ

کھانے سے پہلے وضو کرنے کا بیان

(٢٨٣٣)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ، أَنَا عَلِیُّ بْنُ أَحْمَدَ الْخُزَاعِیُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى، نَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ، نَا قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ، عَنْ أَبِی هَاشِمٍ، عَنْ زَاذَانَ......

عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ: قَرَأْتُ فِی التَّوْرَاةِ أَنَّ بَرَكَةَ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ بَعْدَهُ، فَذَكَرْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قَرَأْتُ فِی التَّوْرَاةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ قَبْلَهُ، وَالْوُضُوءُ بَعْدَهُ۔))

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے تورات میں پڑھا کہ کھانے کے بعد وضوء کر لینا، باعث برکت ہوتا ہے، میں نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھانے کی برکت وضو میں ہے کہ کھانے سے پہلے کیا جائے اور بعد میں بھی۔''

(٢٨٣٤)۔ وَأَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الدَّاوُدِیُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ يَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا الْبَيِّعُ، بِبَغْدَادَ، أَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْحُسَيْنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْمَحَامِلِیُّ، نَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ، نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى، نَا قَيْسٌ، بِهَذَا الإِسْنَادِ مِثْلَهُ

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے تورات میں پڑھا کہ کھانے کے بعد وضو کر لینا باعث برکت ہوتا ہے، میں نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کھانے کی برکت وضو میں ہے کہ کھانے سے پہلے وضو کیا جائے اور بعد میں بھی۔

(٢٨٣٣) ضعيف ......أخرجه ابوداود: ٣٧٦١، والترمذي: ١٨٤٦

(٢٨٣٤) انظر الحديث السابق

(٢٨٣٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ، أَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى، نَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْخَلاءِ، فَقُدِّمَ إِلَيْهِ طَعَامٌ، فَقَالُوا: أَلا نَأْتِيكَ بِوُضُوءٍ؟ قَالَ: ((إِنَّمَا أُمِرْتُ بِالْوُضُوءِ إِذَا قُمْتُ إِلَى الصَّلاةِ۔))

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے نکلے تو آپ کو کھانا پیش کیا گیا۔صحابہ نے کہا: کیا آپ کے لیے وضو کا پانی نہ لے آئیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مجھے وضو کا حکم اسی وقت ہے جب میں نماز کے لیے کھڑا ہوں۔‘‘

شرح: جناب یحییٰ بن سعید نے کہا: امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کھانے سے پہلے ہاتھوں کو دھونے کو ناپسند جانتے تھے اسی طرح روٹیوں کے اوپر سالن کا برتن رکھنے کو بھی اچھا نہیں جانتے تھے۔

فائدہ: اگر ہاتھ صاف ہوں تو کھانے کے وقت دوبارہ دھونے کا اہتمام سنت نہیں، اسی طرح کھانے کے وقت وضو کا اہتمام بہتر ہے، ضروری نہیں۔ (ع س)

(3)......بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْأَكْلِ بِالشِّمَالِ
بائیں ہاتھ سے کھانے کی ممانعت کا بیان

(٢٨٣٦)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، نَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ يَحْيَى الْمَرْوَزِيُّ، نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ......

عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ، فَلْيَأْكُلْ بِيَمِينِهِ، وَإِذَا شَرِبَ، فَلْيَشْرَبْ بِيَمِينِهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ، وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ۔))

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب تم میں سے کوئی کھائے تو اپنے دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب پیے تو اپنے دائیں ہاتھ سے پیے، بلاشبہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور اپنے بائیں سے پیتا ہے۔‘‘

(٢٨٣٥) أخرجه مسلم: ٣٧٤

(٢٨٣٦) أخرجه مسلم: ٢٠٢٠

(4)......بَابُ الْأَكْلِ عَلَى السُّفَرِ

دسترخوان پر کھانے کا بیان

(٢٨٣٧)۔ حَدَّثَنَا الْمُطَهَّرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، نَا بُنْدَارٌ ح وَأَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى، نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ يُونُسَ، عَنْ قَتَادَةَ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: مَا أَكَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خِوَانٍ، وَلَا فِي سُكُرُّجَةٍ، وَلَا خُبِزَ لَهُ مُرَقَّقٌ، قال: فقُلْتُ لِقتادة: فعلى ما كانُوا يأْكُلُون؟ قال: على هذِهِ السُّفرِ۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میز یا تپائی پر رکھ کر کھانا نہیں کھایا اور نہ طشتری اور تھالی ہی میں اور نہ آپ کے لیے میدے کی روٹی تیار کی گئی، راوی حدیث یونس نے کہا، میں نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: پھر لوگ کسی چیز پر رکھ کر کھانا کھاتے تھے؟ انہوں نے کہا: دسترخوان پر۔

فائدہ: خوان کا معنی چھوٹی میز یا تپائی وغیرہ کیا جاتا ہے، یاد رہے! میز، چوکی یا تپائی پر کھانا رکھ کر کھانا دولت مندوں اور متکبروں کی عادت ہے تاکہ انہیں کھانا کھاتے وقت جھکنے یا سر جھکانے کی ضرورت نہ پڑے، اس طرح پیٹ سیدھا رہنے کی بنا پر کھانا زیادہ بھی کھایا جاتا ہے، اس کیفیت میں تکلف پایا جاتا ہے، جس سے اسلامی شریعت پاک ہے، متکبرین کے طور طریقوں کی مخالفت کرنا چاہیے۔ سکرجہ چھوٹی پلیٹ یا تھالی اور رکابی وغیرہ کو کہتے ہیں جن میں چٹنیاں، اچار، ٹماٹو کیچپ اور سلاد وغیرہ رکھا جاتا ہے۔ وہ لوگ جو جیتے ہی کھانے کیلئے ہیں وہ کھانے میں اس قسم کے لوازمات کا اہتمام کرتے ہیں یہ چیز لذت پسندی اور عیش پرستی کا مظہر ہے۔ اس لفظ کا معنی طشتری بھی کیا جا سکتا ہے یعنی بڑی پلیٹ جس طرح آجکل ایک مرتبہ کھانے پر بیسیوں برتن آلودہ کر دیے جاتے ہیں اور کھانے کی ہر قسم کے لیے الگ سے برتن وجود میں آچکے ہیں اور پھر بیش قیمت کراکری استعمال کی جاتی ہے۔ اسلامی معاشرہ اس قسم کے لایعنی تکلفات میں بری طرح گھرا ہوا ہے، یورپی تہذیب کے تصنعات کے چنگل میں ہم گرفتار ہیں اور اسلامی سادگی جو انبیاء کی تہذیب اور طرز زندگی کا مابہ الامتیاز ہے موجود نہیں رہی۔ آپ علیہ السلام ایک ہی معمولی قسم کے برتن میں کھا پی لیا کرتے تھے، سفرہ (دسترخوان) سے مراد کپڑے یا چمڑے کا ٹکڑا ہے جسے بچھا کر اس پر کھانا رکھا جاتا ہے، پاکستان

(٢٨٣٧) أخرجه البخاري: ٥٤١٥، ٦٤٥٠

کے مدارس دینیہ میں اب بھی نبوی سادگی کا یہ نمونہ دیکھا جا سکتا ہے، اہل عرب بھی زمین پر دسترخوان بچھا کر کھانا کھانے کے عادی ہیں۔(ع،س)

(5)......بَابُ كَرَاهِيَةِ الْأَكْلِ مُتَّكِئًا
ٹیک لگا کر کھانے کی کراہت کا بیان

(٢٨٣٨)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّالِحِيُّ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، نَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ دُحَيْمٍ الشَّيْبَانِيُّ، نَا أَحْمَدُ بْنُ حَازِمِ بْنِ أَبِي غَرْزَةَ، نَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ......

عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَا آكُلُ مُتَّكِئًا۔))

سیدنا ابو جحیفہ (وہب بن عبداللہ) رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔''

شرح: امام ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ نے کہا: اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ متکئا کا معنی ہے تکیہ یا ٹیک لگا کر کھانا کھانا، یعنی بیٹھنے کی وہ کیفیت جس میں ایک شخص ایک طرف سہارا لگا کر بیٹھ جاتا ہے، مگر حدیث مبارکہ میں یہ مراد نہیں بلکہ کھانا تناول کرتے وقت جس اتکاء (ٹیک لگانے) سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد ہے بیش قیمت اور نرم و گداز قالینوں، گدوں اور غالیچوں پر خوب جم کر اور بکھر کر بیٹھنا، چوڑا ہو کر نشست جمانا جیسے بسیار خور حضرات کا انداز نشست ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کے فرمان کا مدعا ہے کہ میں عاجزانہ انداز میں بیٹھ کر کھانا کھاتا ہوں اور متکبرین کے انداز سے بچتا ہوں، میں بقدر کفایت کھانا کھاتا ہوں اور کھانے کے لیے اکڑوں بیٹھتا ہوں اور مروی ہے کہ آپ ﷺ جب کھانا نوش فرماتے تو اس انداز میں بیٹھتے جیسے اٹھنے کے لیے تیار ہوں اور آپ ﷺ نے فرمایا: ((آكُلُ كَمَا يَأْكُلُ الْعَبْدُ، وَأَجْلِسُ كَمَا يَجْلِسُ الْعَبْدُ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ۔)) ......''میں اس طرح کھاتا ہوں جس طرح ایک غلام کھاتا ہے اور میں اس طرح بیٹھتا ہوں جس طرح ایک غلام بیٹھتا ہے اور میں تو ایک عاجز بندہ ہوں۔''

(مرسل معضل اعنی ضعیف، جامع معمر بن راشد: ١٩٥٤٣)

مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تحفہ پیش کیا گیا۔ آپ کے پاس کوئی ایسی چیز موجود نہ تھی کہ جس پر تحفہ رکھا جائے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((ضَعْهُ بِالْحَضِيضِ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ آكُلُ كَمَا يَأْكُلُ الْعَبْدُ۔)) ...... ''اسے زمین ہی پر رکھ دو، میں (اللہ کا) ایک عاجز بندہ ہوں اور میں یوں کھاتا ہوں جیسے ایک غلام کھانا کھاتا ہے۔''

(مسند ابن ابی شیبه: ٩٦٣)

(٢٨٣٨) أخرجه البخاري: ٥٣٩٨، ٥٣٩٩

فائدہ: درج بالا دونوں احادیث کا کچھ حصہ آنے والی احادیث میں ملاحظہ فرمائیں۔ (م،م)

الحضیض سے مراد زمین ہے۔

مروی ہے: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ زجر أنْ یعْتمِد الإنْسانُ على یدِہِ الیُسْری، إذا کَانَ یأْکُلُ۔ ...... نبی اکرم ﷺ نے سختی سے اس سے منع فرمایا کہ ایک شخص کھانا کھاتے وقت بائیں ہاتھ کے ساتھ ٹیک لگائے۔ (ضعیف)

(۲۸۳۹)۔ حَدَّثَنَا الْمُطَهَّرُ بْنُ عَلِیٍّ الْفَارِسِیُّ، أَنَا أَبُو ذَرٍّ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِیمَ بْنِ عَلِیٍّ الصَّالِحَانِیُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ الْمَعْرُوفُ بِأَبِی الشَّیْخِ، نَا إِبْرَاهِیمُ بْنُ إِبْرَاهِیمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَارِثِ، نَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ الْعَسْکَرِیُّ، حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِیُّ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ الْوَلِیدِ الْوَصَّافِیِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَیْدِ بْنِ عُمَیْرٍ......

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ: یَا رَسُولَ اللّٰهِ! کُلْ، جَعَلَنِی اللّٰهُ فِدَاكَ، مُتَّکِئًا، فَإِنَّهُ أَهْوَنُ عَلَیْكَ، فَأَصْغَى بِرَأْسِهِ حَتَّى کَادَ أَنْ تُصِیبَ جَبْهَتُهُ الأَرْضَ، قَالَ: ((لا، بَلْ آکُلُ کَمَا یَأْکُلُ الْعَبْدُ، وَأَجْلِسُ کَمَا یَجْلِسُ الْعَبْدُ۔))

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ مجھے آپ پر فدا کرے ......آپ سہارا لیکر کھانا نوش فرمالیں کہ یہ انداز آپ کے لیے آسانی کا باعث ہے، آپ نے اپنا سر جھکا لیا، حتی کہ پیشانی مبارک زمین کے ساتھ لگنے کے قریب ہو گئی اور فرمایا: ''نہیں بلکہ میں تو یوں کھاؤں گا جیسے ایک کھاتا ہے اور میں یوں بیٹھوں گا جیسے ایک غلام بیٹھتا ہے۔''

(۲۸۴۰)۔ حَدَّثَنَا الْمُطَهَّرُ بْنُ عَلِیٍّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِیمَ، أَنَا أَبُو الشَّیْخِ الْحَافِظُ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ الصُّوفِیُّ، نَا عَلِیُّ بْنُ الْجَعْدِ، نَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِیِّ......

عَنْ شُعَیْبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِیهِ، قَالَ: مَا رُئِیَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَکَلَ مُتَّکِئًا قَطُّ، وَلا یَطَأُ عَقِبَهُ رَجُلانِ۔

جناب شعیب بن عبداللہ بن عمرو علیہ السلام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا گیا کہ آپ نے تکیہ لگا کر کھانا کھایا ہو یا دو آدمی آپ کے پیچھے پیچھے چلے ہوں۔

(۲۸۳۹) صحیح ......أخرجه الامام احمد فی الزهد: ۵، ٦

(۲۸۴۰) صحیح ......أخرجه ابوداود: ۳۷۷۰، وابن ماجه فی المقدمة: ۲۴۴

(٢٨٤١)۔ وَحَدَّثَنَا الْمُطَهَّرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَنَا أَبُو الشَّيْخِ الْحَافِظُ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ الْمَقَابِرِيُّ، نَا أَبُو إِسْمَاعِيلَ الْمُؤَدِّبُ، عَنْ مُسْلِمٍ الأَعْوَرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْلِسُ عَلَى الأَرْضِ، وَيَأْكُلُ عَلَى الأَرْضِ۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ زمین ہی پر بیٹھ جاتے اور زمین پر بیٹھ کر ہی کھانا نوش فرمالیتے تھے۔

شرح جناب ابن سیرین اور زہری رحمہما اللہ سہارا لگا کر کھانے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔ جناب یزید بن ابی زیاد رحمہ اللہ نے کہا: مجھے اس شخص نے بتایا جس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی زیارت کی کہ وہ ٹیک لگا کر کھا لیا کرتے تھے۔

فائدہ: سیدنا ابن عباس اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہما سے ٹیک لگا کر کھانے کا جواز مروی ہے، مگر خود آپ علیہ السلام کے قول وفعل سے اس کی ممانعت ثابت ہے لہٰذا اس سے بچنا ہی بہتر ہے۔ (ع،س)

(6)......بَابُ الْأَكْلِ مُقْعِيًا

اِقعاء کی حالت میں بیٹھ کر کھانا کھانے کا بیان

(٢٨٤٢)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى، نَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، نَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، نَا مُصْعَبُ بْنُ سُلَيْمٍ......

قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ، فَرَأَيْتُهُ يَأْكُلُ وَهُوَ مُقْعٍ مِنَ الْجُوعِ۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کھجوریں پیش کی گئیں۔ میں نے دیکھا آپ انہیں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کھا رہے تھے۔ آپ ایسا شدید بھوک کی بنا پر کر رہے تھے۔

شرح سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں کھجوریں پیش کی گئیں آپ انہیں اکڑوں بیٹھ کر تقسیم فرما رہے تھے اور تیز تیز کھا رہے تھے۔ (صحيح مسلم: ٢٠٤٤)

(وَهُوَ مُحْتَفِزٌ) اس طرح بیٹھنا کہ انسان اٹھنے کے لیے تیار ہو، جم کر نہ بیٹھنا بلکہ غیر مطمئن حالت میں بیٹھنا۔

(٢٨٤١) صحيح ......أخرجه ابو الشيخ فى "اخلاق النبى ﷺ": صـ ٢١٢

(٢٨٤٢) أخرجه مسلم: ٢٠٤٤

(مُـقْـعٍ) اقعاء کی حالت میں بیٹھنا، یعنی اس طرح زمین پر بیٹھ جانا کہ پنڈلیاں سامنے کھڑی ہوں۔ (اس صورت میں بعض اوقات پیچھے سہارا بھی لینا پڑتا ہے) احتفاز کی کیفیت بھی یہی ہے۔

(حَثِيْثاً) جلدی جلدی تناول فرما رہے تھے۔ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے: ﴿وَيَطْلُبُهُ حَثِيْثًا﴾ .... ''وہ شب اس دن کو جلدی سے آلیتی ہے۔'' (الاعراف: ۵۴)

(7)......بَابُ لَا يَعِيبُ الطَّعَامَ

کھانے کا عیب نہ نکالنے کا بیان

(۲۸۴۳)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، نَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: مَا عَابَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ، إِنِ اشْتَهَاهُ أَكَلَهُ، وَإِلا تَرَكَهُ۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے میں کبھی عیب نہیں نکالا اگر چاہت ہوتی تو کھا لیتے اور اگر ناپسند جانتے تو اسے چھوڑ دیتے۔

(8)......بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْكُلُهُ

ان کھانوں کا بیان جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تناول فرماتے تھے

(۲۸۴۴)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، نَا هَمَّامٌ......

عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَنَسٍ، وَعِنْدَهُ خَبَّازٌ لَهُ، فَقَالَ: مَا أَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا مُرَقَّقًا، وَلا شَاةً مَسْمُوطَةً حَتَّى لَقِيَ اللّٰهَ۔

جناب قتادہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے پاس تھے۔ ان کی روٹی پکانے والا ان کے پاس ہی تھا، انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میدے کی پتلی روٹی (پھلکا) نہیں کھائی اور نہ کبھی آپ نے سالم بھنی ہوئی بکری کھائی یہاں تک کہ آپ اللہ سے جا ملے۔

(۲۸۴۵)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، نَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ

(۲۸۴۳) أخرجه البخاري: ۵۴۰۹، ومسلم: ۲۰۶۴

(۲۸۴۴) أخرجه البخاري: ۵۴۲۱

(۲۸۴۵) أخرجه البخاري: ۵۴۱۰، ۵۴۱۳

بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، نَا يَعْقُوبُ......

عَنْ أَبِى حَازِمٍ، قَالَ: سَأَلْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ، فَقُلْتُ: هَلْ أَكَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ؟ فَقَالَ سَهْلٌ: مَا رَأَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ مِنْ حِينِ ابْتَعَثَهُ اللّٰهُ حَتَّى قَبَضَهُ اللّٰهُ، قَالَ: فَقُلْتُ: هَلْ كَانَتْ لَكُمْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنَاخِلُ، قَالَ: مَا رَأَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْخُلًا مِنْ حِينِ ابْتَعَثَهُ اللّٰهُ حَتَّى قَبَضَهُ اللّٰهُ، قَالَ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَأْكُلُونَ الشَّعِيرَ غَيْرَ مَنْخُولٍ؟ قَالَ: كُنَّا نَطْحَنُهُ، وَنَنْفُخُهُ، فَيَطِيرُ مَا طَارَ، وَمَا بَقِيَ ثَرَّيْنَاهُ، فَأَكَلْنَاهُ۔

جناب ابو حازم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میدے کی چپاتی نوش فرمائی ہے؟ تو سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا اس وقت سے فوت ہونے تک آپ نے کبھی میدے کی چپاتی نہیں دیکھی۔ انہوں نے کہا: میں نے پوچھا، کیا رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چھلنیاں ہوتی تھیں؟ انہوں نے کہا: جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا تو اس وقت سے فوت ہونے تک آپ نے کبھی چھلنی نہیں دیکھی۔ انہوں نے کہا: تم ''جو'' کے آٹے کو بغیر چھانے کیسے کھاتے تھے؟ انہوں نے بتایا: ہم اسے پیتے اور اس میں پھونکیں مارتے، پھونکوں سے جو کچھ اڑنا ہوتا اڑ جاتا اور جو بچ جاتا ہم گوندھ کر پکاتے اور کھا لیتے۔

شرح (ثرَّیناہ) یعنی ہم بھگو دیتے۔ لفظ الثری کے لغوی معنی نم آلود مٹی کے ہیں۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آٹا چھانا نہ کرو، یہ سارے کا سارا ہی طعام ہے۔

(9)......بَابُ أَكْلِ الشِّوَاءِ

بھونا ہوا گوشت کھانا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ﴾ .... ''اور (ابراہیم علیہ السلام) بغیر کسی تاخیر کے گائے کا بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔'' (ھود: ۶۹)

(أَلْحَنِيذُ) اس گوشت کو کہتے ہیں جسے گرم پتھروں پر بھونا گیا ہو۔

(۲۸۴۶)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى، نَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ، نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ......

(۲۸۴۶) صحیح ......أخرجه الترمذي: ۱۸۲۹، والنسائي: ۱۸۴

أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا قَرَّبَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنْبًا مَشْوِيًّا فَأَكَلَ مِنْهُ، ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، وَمَا تَوَضَّأَ۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دستی کا بھونا ہوا گوشت پیش کیا اور آپ نے اس سے تناول فرمایا، پھر آپ نماز ادا کرنے کے لیے تشریف لے گئے اور وضو نہیں کیا۔

(۲۸۴۷)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى، نَا قُتَيْبَةُ، نَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ زِيَادٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: أَكَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ شِوَاءً فِي الْمَسْجِدِ۔

سیدنا عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بھونا ہوا گوشت کھایا۔

(۲۸۴۸)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى التِّرْمِذِيُّ، نَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا وَكِيعٌ، نَا مِسْعَرٌ، عَنْ أَبِي صَخْرَةَ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ......

عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: ضِفْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَأَمَرَ بِجَنْبٍ، فَشُوِيَ، ثُمَّ أَخَذَ الشَّفْرَةَ، فَجَعَلَ يَحُزُّ لِي بِهَا مِنْهُ، قَالَ: فَجَاءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ، فَأَلْقَى الشَّفْرَةَ، فَقَالَ: ((مَا لَهُ؟ تَرِبَتْ يَدَاهُ)) قَالَ: وَكَانَ شَارِبُهُ وَفَاءً، فَقَالَ لِي: ((أَقُصُّهُ لَكَ عَلَى سِوَاكٍ، أَوْ قُصَّهُ عَلَى سِوَاكٍ۔))

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہوا۔ آپ نے (بکری کے) پہلو کے بارے میں فرمایا تو وہ بھونا گیا۔ پھر آپ نے چھری لی اور اس سے میرے لیے کاٹنے لگے۔ راوی نے کہا (اس اثنا میں) بلال رضی اللہ عنہ آئے اور آپ کو نماز کی خبر دی تو آپ نے چھری رکھ دی اور فرمایا: ''اسے کیا ہوا ہے، خاک آلود ہوں اس کے ہاتھ! اور مغیرہ رضی اللہ عنہ کہا کہ میری دو مونچھیں لمبی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کہا: مسواک رکھ کر کاٹ دیتا ہوں، یا یوں کہا: مسواک رکھ کر اوپر سے کاٹ دو۔''

شرح: (تَرِبَتْ يَدَاهُ) ''اس کے ہاتھ خاک آلود ہوں'' یہ ملامت کے لیے استعمال ہونے والا ایک جملہ ہے جس کا اہل عرب استعمال کرتے ہیں۔ اس کے لغوی معنی میں احتیاج، فقر اور معدومیت کی بددعا ہے مگر آپ نے جو کلمہ استعمال فرمایا وہ عام سا جملہ تھا، بددعا مقصود نہ تھی، جس طرح اہل عرب اپنے روزمرہ استعمال میں عقریٰ (کونچیں کٹا ہوا

(۲۸۴۷) صحيح ......أخرجه ابن ماجه: ۳۳۰۰، ۳۳۱۱

(۲۸۴۸) صحيح ......أخرجه ابو داود: ۱۸۸

ہونا) اور حَلْقٰی (سر منڈے ہوئے ہونا) کے الفاظ بول دیتے ہیں مگر حقیقت مراد نہیں ہوتی اسی طرح لَا وَاللّٰہِ (نہیں، اللہ کی قسم ہے) اور بَلٰی وَاللّٰہِ (کیوں نہیں، اللہ کی قسم ہے) کے الفاظ کلام کے طور پر بولے جاتے ہیں مگر قسم مقصود نہیں ہوتی۔

(أَقُصُّهٗ لَکَ عَلٰی سِوَاکٍ) ''میں مسواک رکھ کر کاٹے دیتا ہوں۔'' مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کی مونچھیں بڑھی ہوئی دیکھیں تو ایک مسواک اور چھری کو منگوایا اور مسواک کو اس کی مونچھوں کے نیچے رکھ کر انہیں کاٹ دیا۔ (ضعیف، مسند بزار بحوله مجمع الزوائد: ٥/ ١٦٦)

(٢٨٤٩)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى، نَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، نَا سُفْيَانُ هُوَ ابْنُ عُيَيْنَةَ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُقَيْلٍ، سَمِعَ جَابِرًا ح قَالَ سُفْيَانُ: وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ......

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا مَعَهُ، فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَذَبَحَتْ لَهُ شَاةً، فَأَكَلَ مِنْهَا، وَأَتَتْهُ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ، فَأَكَلَ مِنْهُ، ثُمَّ تَوَضَّأَ لِلظُّهْرِ، وَصَلَّى، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَأَتَتْ بِعُلَالَةٍ مِنْ عُلَالَةِ الشَّاةِ، فَأَكَلَ، ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ، وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ (گھر سے) چلے، میں آپ کے ہمراہ تھا، آپ انصار کی ایک خاتون کے ہاں تشریف لے گئے، اس نے آپ کی خاطر بکری ذبح کی، آپ نے اس میں سے تناول فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے ظہر کے لیے وضو کیا اور نماز ظہر ادا کی، پھر واپس تشریف لائے تو اس عورت نے بکری کے گوشت میں سے باقی ماندہ کچھ حصہ آپ کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے اس کھایا پھر نماز عصر ادا کی اور وضو نہیں کیا۔

شرح (العُلالة) ''باقی ماندہ گوشت'' ایک مرتبہ دودھ دوہنے کے بعد تھن میں باقی بچ رہنے والے دودھ کو علالۃ کہتے ہیں، اسی طرح گھوڑے کے ایک مرتبہ دوڑنے کے بعد دوبارہ دوڑنے کو اور کسی سالخوردہ شخص کی بچی کھچی قوت کو بھی علالہ کہتے ہیں۔ لفظ عُلالـه ماخوذ ہے الـعَلَل سے وقفے وقفے سے کچھ کھانے کے لیے دینا (جس سے وہ مصروف رہے) (الغرض ہر چیز کے بقیہ کو عُلالہ کہہ سکتے ہیں۔)

(٢٨٥٠)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْفَتْحِ نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْحَاكِمُ، أَنَا أَبُو سَعِيدٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الصَّيْرَفِيُّ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الصَّنْعَانِيُّ، أَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ زِيَادٍ......

(٢٨٤٩) حسن صحيح ......أخرجه الترمذي: ٨٠

(٢٨٥٠) صحيح دون مسح الايدى ......أخرجه ابن ماجه: ٣٣١١

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ الزُّبَيْدِيِّ، قَالَ: أُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزٍ وَلَحْمٍ، وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ، فَأَكَلَ، وَأَكَلْنَا مَعَهُ، ثُمَّ آذَنَهُ الْمُؤَذِّنُونَ بِالصَّلَاةِ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّى، وَصَلَّيْنَا مَعَهُ، وَلَمْ نَزِدْ عَلَى أَنْ مَسَحْنَا أَيْدِينَا بِالْحَصْبَاءِ۔

سیدنا عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے، آپ کے پاس گوشت روٹی لائی گئی آپ نے اسے تناول فرمایا اور ہم نے بھی کھایا، بعدازاں آپ کھڑے ہوئے آپ نے نماز ادا کی۔ ہم نے بھی آپ کی معیت میں نماز ادا کی اور ہم نے اس سے زیادہ کچھ نہ کیا کہ ہم نے اپنے ہاتھ (دھونے کی بجائے) کنکریوں کے ساتھ صاف کیے۔

شرح حدیث مبارکہ میں ایک ادب کی تعلیم ہے کہ اگر احباب کے جھرمٹ میں بیٹھے ہوئے کسی شخص کو کھانا وغیرہ بطور ہدیہ پیش کیا جائے تو اس میں سبھی کو شریک سمجھا جائے۔ یہ بات ایک حدیث میں بتصریح الفاظ بھی مروی ہے، ارشاد نبوی ہے: ((مَنْ أَتَتْهُ هَدِيَّةٌ وَعِنْدَهُ قَوْمٌ جُلُوسٌ، فَهُمْ شُرَكَاؤُهُ فِيهَا۔)) ......"جس کے پاس کوئی تحفہ لایا جائے اور اس کے پاس لوگ تشریف رکھتے ہوں تو وہ سب اس میں شریک ہیں۔" (ضعیف، معجم کبیر طبرانی)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: یہ مشارکت صرف کھانے اور خورد نوش کی اشیاء میں ہوگی باقی اشیاء میں نہیں، کیونکہ کھانے کی طرف انسانی طبیعت جلد بیتاب ہو جاتی ہے اور اس میں مشارکت ممکن بھی ہے کہ تھوڑا تھوڑا سب کو دے دیا جائے۔ اسی لیے اس کے معاملے میں نرمی کی تلقین کی گئی ہے۔

(10)......بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يُحِبُّ مِنَ اللَّحْمِ

گوشت کی اس قسم کا بیان جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی

(٢٨٥١)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى، نَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفُضَيْلِ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ، فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ، وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ، فَنَهَشَ مِنْهَا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت لایا گیا۔ آپ کو (اس میں سے) ذراع (دستی) کا گوشت پیش کیا گیا جو آپ کو بہت پسند تھا۔ آپ نے اس میں سے دانتوں سے نوچ کر کھایا۔

(٢٨٥١) أخرجه البخاري: ٤٧١٢، ومسلم: ١٩٤

شرح مروی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ دستی کا گوشت رسول اکرم ﷺ کا پسندیدہ گوشت نہیں تھا دراصل بات یہ تھی کہ آپ کو گوشت بہت دیر کے بعد میسر آتا اور دستی کا گوشت جلد از جلد آپ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا جاتا اس لیے کہ یہ پک جلدی جاتا ہے۔ (منکر، ترمذی: ۱۸۳۸)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث مبارکہ سے دانتوں کے ساتھ نوچ کر کھانے کا استحباب معلوم ہوا۔ النھس کہتے ہیں دانتوں کے کناروں سے نوچ کر کھانے کو اور النھش کہتے ہیں ہڈی کے اوپر موجود گوشت کو داڑھوں کے ساتھ نوچ کر کھانے کو۔

سیدنا عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے ایک غریب سند سے مروی ہے کہ جب میرے والد نے میری شادی کی تو جن لوگوں کو دعوت ولیمہ پر مدعو کیا گیا ان میں سیدنا صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، انہوں نے کہا: یقیناً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((انْهشُوا اللّحْم نهْشًا ، فإِنّهُ أهْنأُ وأمْرأُ۔)) ......''گوشت دانتوں سے کاٹ کر اور نوچ کر کھاؤ اس طرح یہ زیادہ لذت دیتا ہے اور خوب ہضم ہوتا ہے۔'' (ضعیف، ابوداود: ۳۷۷۸، ترمذی: ۱۸۳۵)

اہل علم کے ہاں عاجزی، انکساری کو ملحوظ رکھتے ہوئے گوشت کو چھری سے کاٹ کر کھانے کے بجائے دانتوں سے نوچ کر کھانا مستحب ہے، اس سے تکبر کی نفی ہوتی ہے (ایسا کرنا زیادہ مفید اور لذت کا باعث بھی ہے اور سنت بھی) البتہ چھری کانٹے سے کھانا جائز ہے اور اس بات کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ ہے۔

(۲۸۵۲)۔ أَخْبَـرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَنَا مُحَمَّدُ بْـنُ يُوسُفَ ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، نَا أَبُو الْيَمَانِ ، أَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، أَخْبَرَنِي جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ......

أَنَّ أَبَاهُ عَمْرَو بْنَ أُمَيَّةَ ، أَخْبَرَهُ ، أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّـى الـلّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فِـي يَـدِهِ ، فَـدُعِـيَ إِلَـى الصَّلَاةِ ، فَأَلْقَاهَا ، وَالسِّكِّينَ الَّذِي يَحْتَزُّ بِهَا ، ثُمَّ قَامَ ، فَصَلَّى ، وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

سیدنا عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ نبی ﷺ کے ہاتھ میں بکری کی دستی کا گوشت تھا، آپ اس سے (کاٹ کر) کھا رہے تھے، جب آپ کو نماز کی جانب بلایا گیا تو آپ نے گوشت کے ٹکڑے اور چھری کو رکھ دیا جس کے ساتھ آپ اسے کاٹ رہے تھے، پھر آپ نے کھڑے ہو کر نماز ادا کی اور وضو نہیں کیا۔

شرح (يَحْتَزُّ) کا لفظ الحز سے ماخوذ ہے جس کا معنی ضرورت کے مطابق کسی چیز کو کاٹنا اور الحزة کا معنی ہے گوشت کے ٹکڑے کو کاٹنا۔

(۲۸۵۲) أخرجه البخاري: ۲۰۸ ، ۶۷۵ ، ومسلم: ۳۵۵

امام شعبی رحمہ اللہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: تبوک میں نبی کریم ﷺ کو پنیر پیش کیا گیا تو آپ نے چھری منگوائی اور پھر بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ کر اسے کاٹا۔ (حسن، ابوداود: ٣٨١٩)

(٢٨٥٣)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى التِّرْمِذِيُّ، نَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا أَبُو أَحْمَدَ، نَا مِسْعَرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ شَيْخًا مِنْ فَهْمٍ......

قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جَعْفَرٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: ((إِنَّ أَطْيَبَ اللَّحْمِ لَحْمُ الظَّهْرِ۔))

سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''بلاشبہ سب سے عمدہ گوشت پشت کا گوشت ہوتا ہے۔''

(٢٨٥٤)۔ وَحَدَّثَنَا الْمُطَهَّرُ بْنُ عَلِيٍّ الْفَارِسِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الصَّالِحَانِيُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ الْخَالِقِ، نَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مِسْعَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي شَيْخٌ مِنْ فَهْمٍ، قَالَ يَحْيَى: اسْمُهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَطْيَبُ اللَّحْمِ لَحْمُ الظَّهْرِ۔))

سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے عمدہ گوشت پشت کا گوشت ہوتا ہے۔''

(11)......بَابُ الثَّرِيدِ وَالتَّلْبِينَةِ

ثرید اور تلبینہ کا بیان

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ((فضلُ عائشة على النِّساء كفضلِ الثّريدِ على الطّعامِ۔)) ......
''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام خواتین پر ایسی ہے جیسے تمام کھانوں پر ثرید کی فضیلت ہے۔''

(صحیح بخاری: ٣٧٧٠، صحیح مسلم: ٢٤٣١)

سیدنا عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ کو خزیرہ (حریرہ کی ایک قسم) کیلئے جو ہم نے تیار کیا تھا روک لیا۔ (صحیح بخاری: ٥٤٠١)

(٢٨٥٣) ضعيف ......أخرجه ابن ماجه: ٣٣٠٨

(٢٨٥٤) انظر الحديث السابق

(٢٨٥٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، نَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا كَانَتْ إِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ مِنْ أَهْلِهَا، فَاجْتَمَعَ لِذٰلِكَ النِّسَاءُ، ثُمَّ تَفَرَّقْنَ إِلَّا أَهْلَهَا، وَخَاصَّتَهَا أَمَرَتْ بِبُرْمَةٍ مِنْ تَلْبِينَةٍ، فَطُبِخَتْ، ثُمَّ صُنِعَ ثَرِيدٌ، فَصُبَّتِ التَّلْبِينَةُ عَلَيْهَا، ثُمَّ قَالَتْ: كُلْنَ مِنْهَا، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((التَّلْبِينَةُ مُجِمَّةٌ لِفُؤَادِ الْمَرِيضِ، تَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ۔))

نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب کسی گھر میں کوئی فوت ہو جاتا تو اس کی وجہ سے عورتیں جمع ہوتیں اور پھر وہ چلی جاتیں۔ صرف میت کے اہل خانہ اور خاص خاص عورتیں رہ جاتیں تو آپ ہانڈی میں تلبینہ پکانے کا حکم دیتیں، وہ پکایا جاتا پھر ثرید بنایا جاتا اور تلبینہ اس پر ڈالا جاتا۔ پھر ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتیں کہ اسے کھاؤ کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ تلبینہ مریض کے دل کو تسکین دیتا ہے اور اس کا غم دور کرتا ہے۔

شرح ((تَلْبِينَه)) ایک قسم کا سوپ (شوربا) ہے، جسے آٹے یا بھوسی (آٹے کے چھان، دلیہ) وغیرہ سے دودھ ڈال کر بنایا جاتا تھا۔ بسا اوقات اس میں شہد بھی ڈال دیتے تھے، اس کو تلبینہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ پی جانے والی شے تیار ہوتی ہے تو نرمی، ملائمت اور سفید رنگت میں دودھ (لبن) سے ملتی جلتی ہوتی ہے۔

(مُجِمَّةٌ) مریض کے دل سے بوجھ ہٹا کر اس کے غم کو کافور کر دیتا ہے، ایک حدیث مبارکہ میں بہی کے پھل کے متعلق آیا ہے: ((أَنَّهَا تُجِمُّ الْفُؤَادَ۔)) ......''اس سے دل کو راحت اور قوت حاصل ہوتی ہے۔''

(ضعیف الاسناد، ابن ماجہ: ٣٣٦٩)

یعنی اس کا کھانا مریض کے لیے باعث راحت اور وجہ نشاط ہے۔

فائدہ: شوربے میں روٹی کے ٹکڑے بھگو لیے جائیں تو اسے ''ثرید'' کہتے ہیں کبھی اس میں گوشت کے ٹکڑے بھی شریک کر دیے جاتے ہیں۔

(٢٨٥٦)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِيرْبَنْدُ كُشَائِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سِرَاجٍ الطَّحَّانُ، أَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ قُرَيْشٍ، أَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْمَكِّيُّ،

(٢٨٥٥) أخرجه البخاري: ٥٤١٧، ٥٦٨٩، ومسلم: ٢٢١٦

(٢٨٥٦) ضعيف ......أخرجه الترمذي: ٢٠٣٩، وابن ماجه: ٣٤٤٥

نَا أَبُو عُبَيْدٍ الْقَاسِمُ بْنُ سَلامٍ، نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ السَّائِبِ بْنِ بَرَكَةَ، عَنْ أُمِّهِ......

عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحِسَاءِ ((أَنَّهُ يَرْتُو فُؤَادَ الْحَزِينِ، وَيَسْرُو عَنْ فُؤَادِ السَّقِيمِ.))

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے شوربے (سوپ) کے متعلق کہا کہ یہ غمگین شخص کے دل کو تقویت دیتا ہے اور بیمار کے دل سے تنگی کو ختم کرتا ہے

شرح: (یَرْتُوْ) تقویت دیتا ہے اور قوت فراہم کرتا ہے۔ یہ لفظ کبھی قوت دینے، کسی چیز کو سختی سے باندھنے کے بارے میں آتا ہے اور کبھی ڈھیلا کر دینے کے بارے میں۔

(يَسْـرو عن فُؤَادالسَّقِيمِ) ''مریض کے لیے دلی راحت کا باعث ہے'' جب آپ کسی کپڑے کو بار بار پہن کر بوسیدہ کر دیں اور وہ ہلکا ہو جائے تو اس وقت کہتے ہیں: سـروت الثـوب۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے (سرى عنه) جب ان سے خوف جاتا رہا۔

(٢٨٥٧)۔ وَأَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَوْزَجَانِيُّ، نَا أَبُو الْقَاسِمِ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى، أَنَا عَبْدُ اللهِ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ الْعَوَّامِ، عَنْ حُمَيْدٍ، ......

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْجِبُهُ الثُّفْلُ.

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھرچن (تہہ دیگی) پسند تھی۔

شرح: جناب عبداللہ نے کہا: اَلثُّفْلُ سے مراد کھانے کا آخری بچا ہوا حصہ ہے، ''ثا'' کے اوپر ضمہ پڑھنا فصیح ہے۔

(12)......بَابُ الْمَرَقِ وَالدُّبَّاءِ

شوربا اور کدو کھانے کا بیان

(٢٨٥٨)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ......

أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ، قَالَ أَنَسٌ: فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَرَّبَ إِلَيْهِ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے پر بلایا جو اس نے تیار کیا تھا، سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

(٢٨٥٧) صحيح ......أخرجه الامام احمد فى المسند: ١٣٢٩٨، والترمذى فى "الشمائل": ١٨٥

(٢٨٥٨) أخرجه البخارى: ٢٠٩٢، ومسلم: ٢٠٤١

خُبْزًا مِنْ شَعِيرٍ، وَمَرَقًا فِيهِ دُبَّاءٌ، وَقَدِيدٌ، قَالَ أَنَسٌ: فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّبِعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوْلِ الصَّحْفَةِ، قَالَ: فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ۔

ساتھ اس کھانے میں گیا تھا۔ پس اس نے رسول اللہ ﷺ کو جو کی روٹی اور شوربا پیش کیا جس میں کدو اور خشک گوشت تھا، سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ پیالے کے اطراف سے کدو کے ٹکڑے تلاش کررہے تھے، چنانچہ اس دن کے بعد میں کدو کو بہت پسند کرنے لگا ہوں۔

(٢٨٥٩)۔ وَأَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الدَّاوُدِيُّ، أَنَا أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسَى بْنِ الصَّلْتِ، نَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، بِهٰذَا الإِسْنَادِ مِثْلَهُ، وَقَالَ: يَتَّبِعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حُرُوفِ الْقَصْعَةِ۔ وَرَوَاهُ ثَابِتٌ......

عَنْ أَنَسٍ وَزَادَ: فَلَمَّا رَأَيْتُ ذٰلِكَ، جَعَلْتُ أُلْقِيهِ إِلَيْهِ، وَلا أَطْعَمُهُ۔ وَقَالَ ثَابِتٌ: سَمِعْتُ أَنَسًا، يَقُولُ: فَمَا صُنِعَ لِي طَعَامٌ بَعْدُ أَقْدِرُ عَلَى أَنْ يُصْنَعَ فِيهِ دُبَّاءٌ إِلا صُنِعَ۔

ثابت عن انس رضی اللہ عنہ کی سند میں یہ اضافہ ہے کہ جب میں نے آپ کی یہ چاہت دیکھی تو میں کدو کے ٹکڑے آپ کو پیش کرنے لگا اور خود نہ کھاتا۔ جناب ثابت نے کہا: میں نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اس کے بعد میرے لیے جو کھانا بھی تیار کیا جاتا اور میرے بس میں ہوتا کہ اس میں کدو ڈلواؤں تو کدو ضرور ڈلواتا۔

(٢٨٦٠)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْخِرَقِيُّ، أَنَا أَبُو الْحَسَنِ الطَّيْسَفُونِيُّ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، نَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، نَا حُمَيْدٌ ......

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: بَعَثَتْ مَعِي أُمُّ سُلَيْمٍ بِشَيْءٍ مِنْ رُطَبٍ فِي مِكْتَلٍ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ أَجِدْهُ فِي بَيْتِهِ، فَذَهَبْتُ قَرِيبًا، فَإِذَا هُوَ عِنْدَ خَيَّاطٍ مَوْلًى لَهُ

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا: میری والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے میرے ہاتھ کھجوروں کا ایک ٹوکرا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا، آپ مجھے (گھر میں) نہ ملے۔ میں قریب ہی آپکی موجودگی کی اطلاع

(٢٨٥٩) انظر الحديث السابق

(٢٨٦٠) صحيح ......أخرجه ابن ماجه: ٣٣٠٣

صَنَعَ لَهُ طَعَامًا فِيهِ لَحْمٌ ، وَدُبَّاءٌ ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الدُّبَّاءُ ، فَجَعَلْتُ أَضَعُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ ، فَرَجَعَ إِلَى بَيْتِهِ ، فَوَضَعْتُ الْمِكْتَلَ بَيْنَ يَدَيْهِ ، فَمَا زَالَ يَأْكُلُ ، وَيَقْسِمُ حَتَّى لَمْ يَبْقَ فِي الْمِكْتَلِ شَيْءٌ۔

پاکر) ملنے گیا۔ آپ اپنے ایک آزاد کردہ غلام کے ہاں تشریف لے گئے تھے۔ اس نے آپ کو دعوت دی تھی۔ اس کھانے میں گوشت اور کدو تھے۔ میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ کدو کو پسند فرماتے ہیں تو میں کدو کے ٹکڑے آپ کے سامنے رکھنے لگا، پھر آپ گھر واپس تشریف لے گئے۔ میں نے (کھجوروں کا) ٹوکرا آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ کھاتے رہے اور تقسیم کرتے رہے حتی کہ ٹوکرے میں کچھ نہ بچا۔

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اگر کھانا مختلف قسم کا ہو یا مختلف قسم کی چیزیں ہوں تو اپنی پسند کی چیز دوسری طرف سے بھی لی جاسکتی ہے یا شریک طعام کو اگر ناگوار نہ گزرے تب بھی دوسری طرف سے کھانا لیا جاسکتا (البتہ جب برتن میں ایک ہی قسم کا کھانا ہو تو ہر ایک کو اپنے سامنے ہی سے کھانا چاہیے)

سیدنا عکراش بن ذوہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: ہمارے پاس ایک بڑے پیالے میں کثیر مقدار میں ثرید لائی گئی تو میرا ہاتھ اس میں ہر طرف گھوم رہا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ((كُلْ مِنْ مَوْضِعٍ وَاحِدٍ فَإِنَّهُ طَعَامٌ وَاحِدٌ۔)) ......''ایک جگہ سے کھاؤ یہ ایک ہی کھانا ہے، پھر ہمارے سامنے ایک تھال رکھا گیا جس میں مختلف قسم کی کھجوریں تھیں۔ میں تو اپنے سامنے سے کھاتا رہا اور رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ تھال میں گھومنے لگا اور آپ ﷺ نے (مجھ سے) فرمایا: ((يَا عِكْرَاشُ ، كُلْ مِنْ حَيْثُ شِئْتَ ، فَإِنَّهُ غَيْرُ لَوْنٍ۔)) ......''اے عکراش! جہاں سے چاہو کھاؤ، یہ ایک ہی قسم نہیں۔'' (ضعیف، ابن ماجه: ٣٢٧٤، ترمذی: ١٨٤٨)

(٢٨٦١)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَوْزَجَانِيُّ ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْخُزَاعِيُّ ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ ، نَا أَبُو عِيسَى ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ، قَالَا: نَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الدُّبَّاءُ ، فَأُتِيَ بِطَعَامٍ ، وَدُعِيَ لَهُ ، فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُهُ ، فَأَضَعُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ لِمَا أَعْلَمُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو کدو بے حد پسند تھے (ایک مرتبہ) آپ کے لیے کھانا لایا گیا اور آپ کو نوش فرمانے کے لیے کہا گیا: میں کدو (کے ٹکڑے) تلاش کر کر کے آپ کے سامنے رکھنے لگا، اس لیے کہ مجھے آپ کی پسند کا علم تھا۔

(٢٨٦١) صحیح ......أخرجه ابوداود: ٣٧٨٢، الترمذی: ١٨٥٠

شرح حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ایک مہمان دوسرے مہمان کو یا میزبان، مہمان کو اس کی پسندیدہ ڈش پیش کرسکتا ہے، امام ابن مبارک رحمہ اللہ نے کہا: دسترخوان پر موجود افراد کا ایک دوسرے کا کھانا دینے میں کچھ مضائقہ نہیں، البتہ یہ مناسب نہیں کہ دسترخوان سے کچھ اٹھا کر اگلے وقت کے لیے محفوظ کرلیا جائے۔

(٢٨٦٢)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ مُحَمَّدُ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى، نَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ...... عَنْ حَكِيمِ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَأَيْتُ عِنْدَهُ دُبَّاءً يُقَطَّعُ، فَقُلْتُ: مَا هٰذَا؟ فَقَالَ: نُكَثِّرُ بِهِ طَعَامَنَا۔

جناب حکیم بن جابر رحمہ اللہ اپنے والد (سیدنا جابر بن طارق احمس رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں داخل ہوا، میں نے آپ کے پاس کدو دیکھا جسے کاٹا جارہا تھا، میں نے کہا: یہ کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم اس کے ساتھ اپنے کھانے (سالن) میں اضافہ کرتے ہیں۔''

شرح اہل عرب گوشت کھانے کے عادی تھے اکثر اوقات خالی گوشت ہی سالن کے طور پر کھاتے تھے اس لیے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے لاعلمی کا اظہار کیا، کدو ایک مفید سبزی ہے ٹھنڈی تاثیر رکھتی ہے اور گوشت کی گرمی ختم کردیتی ہے گوشت میں سبزی، خصوصاً کدو ڈال کر پکانا برکت اور لذت کا باعث ہے۔

حدیث کے راوی سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مراد سیدنا جابر بن طارق رضی اللہ عنہ ہیں، جنہیں ابن ابی طارق بھی کہتے ہیں۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں اور ان سے مروی صرف یہی حدیث مبارکہ ہی ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ نے کہا ان کے بیٹے حکیم بن جابر بن طارق بن عوف الکوفی احمسی ہیں انہوں نے اپنے والد گرامی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے احادیث سنی ہیں۔

(13)......بَابُ السِّلْقِ وَالشَّعِيرِ
سِلْق اور جو کا بیان

سِلْق: ایک قسم کی سبزی جس کے پتے لمبے اور جڑ گہری ہوتی ہے، پکا کر کھائی جاتی ہے۔ (ع،س)

(٢٨٦٣)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى، حَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ، نَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، نَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ،

(٢٨٦٢) صحيح ......أخرجه ابن ماجه: ٣٣٠٤، والترمذى معلقا بعد الحديث: ١٨٥٠

(٢٨٦٣) حسن ......أخرجه ابوداود: ٣٨٥٦، والترمذى: ٢٠٣٧، وابن ماجه: ٣٤٤٢

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ......

عَنْ أُمِّ الْمُنْذِرِ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَعَهُ عَلِيٌّ، وَلَنَا دَوَالٍ مُعَلَّقَةٌ، قَالَتْ: فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ، وَعَلِيٌّ مَعَهُ يَأْكُلُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ: مَهْ ((يَا عَلِيُّ، فَإِنَّكَ نَاقِهٌ)) قَالَ: فَجَلَسَ عَلِيٌّ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ، قَالَتْ: فَجَعَلْتُ لَهُمْ سِلْقًا، وَشَعِيرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((يَا عَلِيُّ، مِنْ هَذَا فَأَصِبْ، فَإِنَّهُ أَوْفَقُ لَكَ.))

سیدہ ام منذر سلمٰی بنت قیس انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے، آپ کے ہمراہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ہمارے ہاں نیم پختہ کھجوروں کے خوشے لٹک رہے تھے۔ کہتی ہیں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے لے لے کر (کھجوریں) کھار ہے تھے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی کھانے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''علی! رک جاؤ تم ابھی (بیماری سے اٹھے ہو، اس لیے) کم زور ہو'، راوی نے کہا: علی رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوش فرماتے رہے، ام منذر رحمہ اللہ نے کہا: میں نے ان کے لیے چقندر اور جو پکائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''علی! اس میں سے کھاؤ یہ تمہارے لیے زیادہ موزوں ہے۔''

شرح أَلدَّوَالِي: کھجور کے لٹکے ہوئے خوشے جب وہ پک کر تازہ کھجوریں بن جاتی ہیں تو انہیں کھایا جاتا ہے اس کا واحد دالیہ ہے

(٢٨٦٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، نَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، ......

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: إِنَّا كُنَّا لَنَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ، كَانَتْ لَنَا عَجُوزٌ تَأْخُذُ أُصُولَ السِّلْقِ، فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ لَهَا، فَتَجْعَلُ فِيهِ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِيرٍ، إِذَا صَلَّيْنَا، زُرْنَاهَا فَقَرَّبَتْهُ إِلَيْنَا، وَكُنَّا نَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ، وَمَا كُنَّا نَتَغَدَّى، وَلَا نَقِيلُ إِلَّا بَعْدَ

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمیں جمعہ کے دن بڑی خوشی رہتی تھی۔ ہماری ایک بوڑھی خاتون تھیں وہ سِلق کی جڑیں لے کر اپنی ہانڈی میں پکاتی تھیں، اوپر سے کچھ دانے جو کے اس میں ڈال دیتی تھی، ہم جمعہ کی نماز پڑھ کر ان کی ملاقات کو جاتے تو وہ ہمارے سامنے یہ کھانا پیش کرتیں۔ جمعہ کے دن

(٢٨٦٤) أخرجه البخاري: ٥٤٠٣

الْجُمُعَةِ، وَاللّٰهِ مَا فِيهِ شَحْمٌ وَلَا وَدَكٌ۔

ہمیں بہت خوشی اسی وجہ سے رہتی تھی، ہم نماز جمعہ کے بعد ہی کھانا کھایا کرتے اللہ کی قسم! نہ اس میں چربی ہوتی نہ گھی۔

(14)......بَابُ الْحَلْوَاءِ وَالْعَسَلِ

میٹھی چیز اور شہد کا بیان

(۲۸۶۵)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْخُزَاعِيُّ، نَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى، نَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ، وَسَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالُوا: أَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ، وَالْعَسَلَ۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میٹھی چیز اور شہد کو پسند فرماتے تھے۔

(۲۸۶۶)۔ وَحَدَّثَنَا الْمُطَهَّرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الصَّالِحَانِيُّ، أَنَا أَبُو الشَّيْخِ الْحَافِظُ، نَا أَبُو بَكْرٍ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفِرْيَابِيُّ، نَا سِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ، نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْعَسَلَ، وَالْحَلْوَاءَ۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میٹھی چیز اور شہد کو پسند فرماتے تھے۔

(15)......بَابُ الْخَلِّ

سرکہ کا بیان

(۲۸۶۷)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى، نَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُزَاعِيُّ، نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ۔))

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سرکہ اچھا سالن ہے۔''

(۲۸۶۵) أخرجه البخاري: ۵۴۳۱، ومسلم: ۱۴۷۴

(۲۸۶۶) انظر الحديث السابق

(۲۸۶۷) صحيح ......أخرجه ابوداود: ۳۸۲۰، والترمذي: ۱۸۴۲، وابن ماجه: ۳۳۱۷، والنسائي: ۳۷۹۶

شرح امام ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ نے کہا: سرکے کی مدح کرنے کا مطلب ہے کہ کھانے پینے میں سادگی مستحسن ہے اور یہ کہ اپنے آپکو چسکوں کی طلب اور لذتوں اور چٹخاروں کے شوق سے بچایا جائے اور ہر وقت لذیذ کھانوں کی تلاش میں نہ رہے، سادہ غذا اور معمولی سالن بھی اللہ کا انعام ہے۔ اس حدیث مبارکہ سے یہ فقہی فائدہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص نے سالن استعمال کرنے پر قسم کھائی ہوئی ہو مثلاً کہا ہو میں روٹی سالن کے ساتھ نہ کھاؤں گا اور پھر اس نے روٹی سرکے میں ڈبو کر کھالی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی کیونکہ سرکہ اچھا سالن ہے۔

(٢٨٦٨)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، أَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الطَّحَّانُ، أَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ قُرَيْشٍ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، أَنَا أَبُو عُبَيْدٍ، حَدَّثَنِيهِ يَزِيدُ هُوَ ابْنُ هَارُونَ، عَنْ حَجَّاجِ بْنِ أَبِي زَيْنَبَ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ......

عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((نِعْمَ الإِدَامُ الْخَلُّ۔))

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سرکہ عمدہ سالن ہے۔''

(٢٨٦٩)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، أَنَا أَبُو عِيسَى، نَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، نَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ الثُّمَالِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ......

عَنْ أُمِّ هَانِيءٍ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ((أَعِنْدَكِ شَيْءٌ؟)) قُلْتُ: لَا، إِلَّا خُبْزٌ يَابِسٌ وَخَلٌّ، فَقَالَ: ((هَاتِي، مَا أَقْفَرَ بَيْتٌ مِنْ أُدْمٍ فِيهِ خَلٌّ۔))

سیدہ ام ھانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے اور دریافت فرمایا: ''آپ کے پاس کچھ (کھانے کو) ہے؟'' میں نے کہا، نہیں! البتہ یہ خشک روٹی اور سرکہ پڑا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لے آؤ، جس گھر میں سرکہ موجود ہو وہ گھر سالن سے خالی نہیں ہے۔''

شرح (مَا أَقْفَرَ) خالی نہیں، یہ لفظ الـقَفَار سے ماخوذ ہے اور اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو سالن لگائے بغیر کھائی جاسکے، عرب کہتے ہیں: اَکَلْتُ طَعَامًا قَفَارًا، میں نے کھانا بغیر سالن کے کھایا۔ اسی سے بنجر اور بے آب وگیاہ زمین کو ''القَفر'' کہتے ہیں کیونکہ وہاں کچھ بھی نہیں ہوتا۔

(٢٨٦٨) أخرجه مسلم: ٢٠٥٢

(٢٨٦٩) حسن ......أخرجه الترمذي: ١٨٤٢

(16)......بَابُ أَكْلِ الزَّيْتِ
زیتون کا تیل کھانا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَاءَ تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ﴾ .... ''اور وہ درخت جو طور سینا پہاڑ سے نکلتا ہے جو تیل نکالتا ہے اور کھانے والے کے لیے سالن ہے۔'' (مومنون: ۲۰)

یعنی زیتون کے پھل میں روغن ہوتا ہے، امام ازہری نے کہا: یہ درخت اگتا ہے اور اس میں روغن موجود ہوتا ہے، یہ ترکیب عربیت کی اس ترکیب کی طرح ہے جَاءَ زَيْدٌ بِالسَّيْفِ زید تلوار سمیت آیا۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿وَصِبْغٍ لِّلْآكِلِيْنَ﴾ .... ''اور کھانے والوں کے لیے سالن ہے۔'' (المؤمنون: ۲۰)

یعنی زیتون کے تیل سے روٹی کھانے والا رنگتا ہے عربی میں سالن کو صبـــغ (رنگ) کہا جاتا ہے کیوں کہ روٹی، سالن میں ڈبو کر گویا رنگی جاتی ہے۔

(۲۸۷۰)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، نَا أَبُو الْحَسَنِ الْقَاسِمُ بْنُ بَكْرٍ الطَّيَالِسِيُّ، نَا أَبُو أُمَيَّةَ الطَّرْسُوسِيُّ، نَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ، نَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِيسَى، عَنْ عَطَاءٍ الَّذِي كَانَ بِالشَّامِ، وَلَيْسَ بِابْنِ أَبِي رَبَاحٍ......

عَنْ أَسِيدِ بْنِ ثَابِتٍ، أَوْ أَبِي أَسِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((كُلُوا الزَّيْتَ، وَادَّهِنُوا بِهِ، فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ۔))

سیدنا ابو اسید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زیتون کا تیل کھاؤ اور اسے (سر اور بدن میں) لگاؤ کیونکہ یہ مبارک درخت سے حاصل ہوتا ہے۔''

(۲۸۷۱)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى، نَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، وَأَبُو نُعَيْمٍ، قَالَا: نَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِيسَى، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ، يُقَالُ لَهُ: عَطَاءٌ......

عَنْ أَبِي أَسِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((كُلُوا الزَّيْتَ، وَادَّهِنُوا بِهِ، فَإِنَّهُ شَجَرَةٌ مُبَارَكَةٌ۔))

سیدنا ابو اسید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زیتون کا تیل کھاؤ اور اسے (سر اور بدن میں) لگاؤ، بلاشبہ یہ مبارک درخت سے حاصل ہوتا ہے۔''

(۲۸۷۰) صحيح ......أخرجه الترمذي: ۱۸۵۲، وابن ماجه: ۳۳۱۹

(۲۸۷۱) انظر الحديث السابق

(۲۸۷۲)۔ وَيُرْوَى عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، قَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نَتَدَاوَى مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ بِالْقُسْطِ الْبَحْرِيِّ، وَالزَّيْتِ۔

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم ذات الجنب (پسلی کے درد) کا علاج عود ہندی اور زیتون کے تیل سے کریں۔

شرح: مروی ہے کہ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْعَتُ الزَّيْتَ، وَالْوَرْسَ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ۔...... نبی اکرم ﷺ ذات الجنب (پسلی کے درد) میں زیتون کا تیل اور ورس (ایک بوٹی) تجویز فرمایا کرتے تھے۔ (ضعیف، ترمذی: ۲۰۷۸، ابن ماجہ: ۳۴۶۷)

(17)......بَابُ كَرَاهِيَةِ الْأَكْلِ مِنْ وَسَطِ الْقَصْعَةِ

پلیٹ کے درمیان سے کھانے کی کراہت کا بیان

(۲۸۷۳)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، نَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أُتِيَ بِقَصْعَةٍ مِنْ ثَرِيدٍ، فَقَالَ: ((كُلُوا مِنْ جَوَانِبِهَا، وَلَا تَأْكُلُوا مِنْ وَسَطِهَا، فَإِنَّ الْبَرَكَةَ تَنْزِلُ فِي وَسَطِهَا۔))

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ثرید کا پیالہ پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے کناروں سے کھاؤ، درمیان سے نہ کھاؤ، اس لیے کہ درمیان میں برکت نازل ہوتی ہے۔''

(18)......بَابُ لَعْقِ الْأَصَابِعِ

انگلیوں کو چاٹنے کا بیان

(۲۸۷۳)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْبَغَوِيُّ، نَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ......

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَكَلَ، لَعِقَ أَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جب کھانا تناول فرماتے تو اپنی تین انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے

(۲۸۷۲) ضعيف ......أخرجه الترمذی: ۲۰۷۹، وابن ماجه: ۳۴۶۷

(۲۸۷۳) صحيح ......أخرجه ابوداود: ۳۷۷۲، ۳۷۷۳، والترمذی: ۱۸۰۵

(۲۸۷۳) أخرجه مسلم: ۲۰۳۴

وَبِـهِ عَـنْ أَنَـسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَـرَ بِإِسْلاتِ الْـقَـصْـعَةِ، وَقَـالَ: ((إِنَّـهُ لا يُدْرَى فِي أَيِّ طَعَامِهِ يُبَارَكُ فِيهِ۔))

تھے۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پیالے کو مکمل صاف کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: ''اسے کیا معلوم کہ کھانے کے کس حصے میں اس کیلئے برکت ہے۔''

شرح اسی سند سے نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ((إِذَا أَكَـلَ أَحَـدُكُـمْ، فَلْيَلْعَقْ أَصَابِعَهُ الثَّلاثَ۔))......''جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو اپنی تین انگلیوں کو چاٹ لے۔''

(٢٨٧٤)۔ حَدَّثَنَا الْمُطَهَّرُ بْنُ عَلِيٍّ الْفَارِسِيُّ، أَنَا أَبُو ذَرٍّ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الصَّالِحَانِيُّ، أَنَا أَبُو مُـحَـمَّـدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ الْمَعْرُوفُ بِأَبِي الشَّيْخِ، نَا أَبُو خَالِدٍ مُوسَى بْنُ مُحَمَّدٍ الأَنْـصَـارِيُّ، نَـا عَـلِـيُّ بْنُ حَرْبٍ، نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنٍ لِكَعْبٍ......

عَـنْ كَـعْبِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰـهُ عَـلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ بِثَلاثَةِ أَصَابِعَ، وَلا يَمْسَحُ يَدَهُ حَتَّى يَلْعَقَهَا۔

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ تین انگلیوں کے ساتھ تناول فرماتے اور ہاتھ کو صاف کرنے سے پہلے چاٹ لیا کرتے تھے۔

(٢٨٧٥)۔ أَخْبَـرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْـنُ يُـوسُفَ، نَـا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءٍ......

عَـنِ ابْـنِ عَبَّـاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّـمَ قَالَ: ((إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ، فَلا يَمْسَحْ يَدَهُ حَتَّى يَلْعَقَهَا، أَوْ يُلْعِقَهَا۔))

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص (کھانا) کھائے تو اپنا ہاتھ نہ پونچھے جب تک اسے چاٹ نہ لے، یا چٹوا نہ لے۔''

(٢٨٧٦)۔ أَخْبَـرَنَـا إِسْـمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْجُلُودِيُّ، نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، نَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، نَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، نَا جَرِيرٌ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ......

عَـنْ جَـابِـرٍ، قَـالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے

(٢٨٧٤) أخرجه مسلم: ٢٠٣٢

(٢٨٧٥) أخرجه البخاري: ٥٤٥٦، ومسلم: ٢٠٣١

(٢٨٧٦) أخرجه مسلم: ٢٠٣٣

يَقُولُ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ أَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَأْنِهِ حَتَّى يَحْضُرَهُ عِنْدَ طَعَامِهِ، فَإِذَا سَقَطَتْ مِنْ أَحَدِكُمُ اللُّقْمَةُ فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ أَذًى، ثُمَّ لِيَأْكُلْهَا، وَلا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ، فَإِذَا فَرَغَ، فَلْيَلْعَقْ أَصَابِعَهُ، فَإِنَّهُ لا يَدْرِي فِي أَيِّ طَعَامِهِ تَكُونُ الْبَرَكَةُ.))

سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ شیطان تمہارے کاموں کے وقت حاضر ہوتا ہے یہاں تک کہ کھانا کھانے کے وقت (بھی) حاضر ہوتا ہے، جب تم میں سے کسی کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو اسے چاہیے کہ اس پر لگے گرد وغبار کو صاف کرے اور اس کو کھا لے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور جب (کھانے سے) فارغ ہو جائے تو اپنی انگلیوں کو چاٹ لے کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔''

(٢٨٧٧)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَبُو مَنْصُورٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَمْعَانَ، نَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ الرَّيَّانِيُّ، نَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، نَا الْمُعَلَّى الْهُذَلِيُّ......

قَالَ: أَخْبَرَتْنِي جَدَّتِي أُمُّ عَاصِمٍ، وَكَانَتْ أُمَّ وَلَدٍ لِسِنَانِ بْنِ سَلَمَةَ الْهُذَلِيِّ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيْنَا رَجُلٌ مِنْ هُذَيْلٍ، يُقَالُ لَهُ: نُبَيْشَةُ الْخَيْرِ، وَنَحْنُ نَأْكُلُ فِي قَصْعَةٍ، فَقَالَ لَنَا: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ أَكَلَ فِي قَصْعَةٍ، ثُمَّ لَحَسَهَا، اسْتَغْفَرَتْ لَهُ الْقَصْعَةُ.))

جناب (ابوالیمان) معلیٰ بن راشد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میری دادی ام عاصم نے بتایا اور وہ سنان بن سلمہ ہذلی کی ام ولد (لونڈی) تھیں، انہوں نے کہا: ہمارے پاس قبیلہ بنو ھذیل کے ایک فرد سیدنا نبیشہ (بن عبداللہ) الخیر رضی اللہ عنہ تشریف لائے جبکہ ہم ایک پیالے میں کھانا کھا رہے تھے، انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص پیالے میں کھانا کھائے، پھر اس (پیالے) کو چاٹ لے تو پیالہ اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہے۔''

(19)......بَابُ كَرَاهِيَةِ الْبَيْتُوتَةِ وَفِي يَدِهِ غَمَرٌ

اس حال میں رات گزارنے کی کراہت کا بیان کہ ہاتھ میں چکناہٹ لگی ہوئی ہو

(٢٨٧٨)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْبَغَوِيُّ، نَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَنَا زُهَيْرٌ هُوَ ابْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ

(٢٨٧٧) ضعيف ......أخرجه الترمذي: ١٨٠٤، و ابن ماجه: ٣٢٧١

(٢٨٧٨) صحيح...... أخرجه ابوداود: ٣٨٥٢، والترمذي: ١٨٦٠، وابن ماجه: ٣٢٩٧

أَبِی صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ بَاتَ وَفِی يَدِهِ غَمَرٌ لَمْ يَغْسِلْهُ، فَأَصَابَهُ شَیْءٌ، فَلا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ.))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے اس حال میں رات گزاری کہ اس کے ہاتھ میں چکنائی تھی اور اس نے ہاتھ نہیں دھویا تھا، پھر اسے کوئی تکلیف پہنچ گئی تو وہ اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔''

(20)......بَابُ الْمُؤْمِنِ يَأْكُلُ فِي مِعْيَ وَاحِدٍ

مومن ایک آنت میں کھاتا ہے

(٢٨٧٩)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِیُّ، أَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ بِشْرَانَ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّفَّارُ، نَا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ الرَّمَادِیُّ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو عَلِیٍّ حَسَّانُ بْنُ سَعِيدٍ الْمَنِيعِیُّ، أَنَا أَبُو طَاهِرٍ مُحَمَّدُ بْنُ مَحْمِشٍ الزِّيَادِیُّ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْقَطَّانُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ السُّلَمِیُّ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ......

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هٰذَا مَا حَدَّثَنَا بِهِ أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((الْكَافِرُ يَأْكُلُ فِی سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ، وَالْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِی مِعًى وَاحِدٍ.))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک آنت میں کھاتا ہے۔''

(٢٨٨٠)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِیُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِیُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِی صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَافَهُ ضَيْفٌ كَافِرٌ، فَأَمَرَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ، فَحُلِبَتْ، فَشَرِبَ حِلَابَهَا، ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِأُخْرَى، فَشَرِبَ حِلَابَهَا حَتَّى شَرِبَ حِلَابَ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک کافر شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان بنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے حکم دیا کہ بکری کا دودھ دوہا جائے، چنانچہ دودھ دوہا گیا، اس نے وہ دودھ بھی پی لیا۔ پھر آپ نے اس کے لیے دوسری بکری کا دودھ دوہنے کا حکم دیا، اس نے اس کا دودھ بھی پی

(٢٨٧٩) أخرجه البخاری: ٤٣٩٦، ومسلم: ٢٠٦٠

(٢٨٨٠) أخرجه مسلم: ٢٠٦٣

سَبْعِ شِيَاهٍ، ثُمَّ إِنَّهُ أَصْبَحَ، فَأَسْلَمَ، فَأَمَرَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ، فَحُلِبَتْ، فَشَرِبَ حِلَابَهَا، ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِأُخْرَى، فَلَمْ يَسْتَتِمَّهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَشْرَبُ فِي مِعًى وَاحِدٍ، وَالْكَافِرُ يَشْرَبُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ.))

لیا یہاں تک کہ وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا، پھر صبح ہوئی تو وہ مسلمان ہو گیا چنانچہ نبی ﷺ نے اس کے لیے ایک بکری کا دودھ دوہنے کے لیے حکم دیا۔ چنانچہ دودھ دوہا گیا اور وہ اسے پی گیا، پھر آپ نے دوسری بکری کا دودھ دوہنے کا حکم دیا (اور اسے پلانے کو کہا) لیکن وہ دودھ نہ پی سکا (اس پر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ مومن ایک آنت میں پیتا ہے اور کافر سات آنتوں میں پیتا ہے۔''

شرح جناب ابو عبید نے کہا: آپ کا یہ تبصرہ صرف اس شخص کے لیے ہی تھا (یہ تبصرہ بطور قاعدہ اور کلیہ کے نہ تھا) کیونکہ یہ بات تو عام مشاہدے کی ہے کہ بعض مسلمان بسیار خور ہوتے جبکہ بعض کافر کم خوراک ہوتے ہیں اور حدیث نبوی تو سچی اور حقیقت پر مبنی ہے، اس میں کوئی جھوٹ اور خلاف حقیقت بات نہیں اور وہ اسی صورت میں ہی درست رہ سکتی ہے کہ اس تبصرے کو خاص اسی فرد کے لیے مانا جائے، بطور کلیہ اور اصول کے نہ جانا جائے۔

جناب ابو عبید نے کہا: اس حدیث کا ایک مطلب یہ بھی درست ہے کہ مومن کھانے سے پہلے ''بِسْمِ اللّٰهِ'' پڑھتا ہے تو برکت ہو جاتی ہے اور شیطان اس کے ساتھ شریک نہیں ہوتا جبکہ کافر کے کھانے میں شیطان شریک ہوتا ہے اور برکت مفقود ہوتی ہے۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حدیث کے مفہوم کو ظاہر پر محمول کیا جائے گا اور اسے مومن اور کافر کی طرز زندگی کی ایک مثال سمجھا جائے گا کہ مومن حریص نہیں ہوتا اس میں قناعت ہوتی ہے، وہ دنیا سے زہد برتتا ہے جبکہ کافر میں حرص ولالچ زیادہ ہوتا ہے۔ مومن جینے کیلئے کھاتا ہے اور روح وجسم کا رشتہ بحال رکھنے کیلئے چند لقموں پر گزارہ کر لیتا ہے جبکہ کافر جیتا ہی کھانے کیلئے ہے، وہ لذتوں اور چٹخاروں کا متلاشی رہتا ہے، کھانے کی حرص میں ہر دم گھلتا رہتا ہے اس لیے وہ تھوڑے کھانے سے سیر نہیں ہوتا جبکہ مومن چند ٹکڑے حلق سے نیچے اتار کر مطمئن اور شاکر وصابر رہتا ہے۔

(21)......بَابُ طَعَامِ الْإِثْنَيْنِ يَكْفِي الثَّلَاثَةَ

دو افراد کا کھانا تین کو کفایت کرتا ہے

(٢٨٨١)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

(٢٨٨١) أخرجه البخاري: ٥٣٩٢، ومسلم: ٢٠٥٨

((طَعَامُ الاثْنَيْنِ كَافِي ثَلاثَةٍ ، وَطَعَامُ الثَّلاثَةِ كَافِي الأَرْبَعَةِ۔)) فرمایا: ''دو آدمیوں کا کھانا تین کے لیے کافی ہوتا ہے اور تین آدمیوں کا کھانا چار افراد کے لیے کافی ہوتا ہے۔''

(۲۸۸۲)۔ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ ، أَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى ، نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ ، نَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ ، نَا رَوْحٌ ، نَا ابْنُ جُرَيْجٍ ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ......

أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الاثْنَيْنِ ، وَطَعَامُ الاثْنَيْنِ يَكْفِي الأَرْبَعَةَ ، وَطَعَامُ الأَرْبَعَةِ يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ۔))

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرمار ہے تھے: ''ایک آدمی کا کھانا دو کے لیے کافی ہوتا ہے، دو آدمیوں کا کھانا چار افراد کے لیے کافی ہوتا ہے اور چار افراد کا کھانا آٹھ افراد کے لیے کافی ہوتا ہے۔''

شرح جناب اسحاق بن راہویہ نے اس حدیث کی توضیح جناب جریر سے یہ نقل کی ہے کہ ایک شخص کا مکمل کھانا دو آدمیوں کی گزران کا باعث ہوتا ہے۔ اسی طرح دو آدمیوں کا پیٹ بھر کر کھانا، چار افراد کی گزران زندگی کے لیے کافی ہوتا ہے۔

جناب عبداللہ بن عروہ نے کہا: اس حدیث کی توضیح وہی ہے جو رمادہ (ایک شدید قحط) والے سال سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی کہ میرا ارادہ بنا کہ میں ہر مسلمان گھر کے ذمے اتنے افراد کی کفالت کر دوں جتنے اس گھر کے افراد ہیں کیونکہ ایک شخص اپنے حصے کی آدھی روٹی کھانے سے ہلاک نہیں ہوتا۔

فائدہ: اگر کھانا کم ہو تو مسلمان کو چاہیے کہ دوسرے ساتھیوں کا خیال رکھ کر کھائے، مل کر کھانا کھانے سے تھوڑا کھانا زیادہ افراد کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور کھانے میں برکت ہوتی ہے۔ باہمی ہمدردی اور خیر خواہی مسلمانوں کی امتیازی خوبی ہے۔ (ع،س)

(22)......بَابُ التَّمْرِ

کھجور

(۲۸۸۳)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، نَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ ، نَا إِسْحَاقُ هُوَ

(۲۸۸۲) أخرجه مسلم: ۲۰۵۹

(۲۸۸۳) أخرجه البخاري: ٦٤٥٥ ، ومسلم: ۲۹۷۱

الأَزْرَقُ، عَنْ مِسْعَرِ بْنِ كِدَامٍ، عَنْ هِلالٍ، عَنْ عُرْوَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا أَكَلَ آلُ مُحَمَّدٍ أَكْلَتَيْنِ فِي يَوْمٍ إِلَّا إِحْدَاهُمَا تَمْرٌ.

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے اگر کبھی ایک دن میں دو مرتبہ کھانا کھایا تو ضرور اس میں ایک وقت صرف کھجوریں ہوتی تھیں۔

شرح جناب حمید بن ہلال کی سند میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے نے ایک دن میں دو مرتبہ گندم کی روٹی سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا مگر ضرور اس میں ایک وقت کھجوریں ہوتی تھیں۔

(٢٨٨٤)۔ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْجُلُودِيُّ، نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، نَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ، أَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، نَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ((لا يَجُوعُ أَهْلُ بَيْتٍ عِنْدَهُمُ التَّمْرُ۔))

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایسے گھر والے جن کے پاس کھجوریں ہیں وہ بھوکے نہیں رہتے۔''

(٢٨٨٥)۔ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْجُلُودِيُّ، نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، نَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ، نَا يَعْقُوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ طَحْلاءُ، عَنْ أَبِي الرِّجَالِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أُمِّهِ......

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((يَا عَائِشَةُ! بَيْتٌ لا تَمْرَ فِيهِ جِيَاعٌ أَهْلُهُ، أَوْ جَاعَ أَهْلُهُ قَالَهَا مَرَّتَيْنِ، أَوْ ثَلاثًا۔))

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عائشہ! جس گھر میں کھجور نہ ہو وہ گھر والے بھوکے ہیں۔'' یا آپ نے (جَاعَ أَهْلُهُ) کے الفاظ بولے، آپ نے یہ جملہ دو یا تین مرتبہ دہرایا۔''

(٢٨٨٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجُوزَجَانِيُّ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، نَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، نَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَحْيَى الأَسْلَمِيِّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ الأَعْوَرِ......

(٢٨٨٤) أخرجه مسلم: ٢٠٤٦

(٢٨٨٥) انظر الحديث السابق

(٢٨٨٦) ضعيف ......أخرجه ابو داود: ٣٨٣٠

عَـنْ يُـوسُفَ بْـنِ عَبْـدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ كِسْرَةً مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ، فَوَضَعَ عَلَيْهَا تَمْرَةً، فَقَالَ: ((هَذِهِ إِدَامُ هَذِهِ)) وَأَكَلَ۔

سیدنا یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے جو کی روٹی کا ٹکڑا لیا اور اس پر کھجور رکھی اور فرمایا: ''یہ اس کا سالن ہے'' اور وہ (ٹکڑا) نوش فرمالیا۔

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: مذکورہ حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھا رکھی ہو کہ سالن کے ساتھ روٹی نہیں کھائے گا پھر اس نے کھجور کے ساتھ روٹی کھالی تو وہ حانث (گنہگار) ہوجائے گا اور اسے قسم کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ یہی معاملہ نمک، لہسن اور پیاز کا ہے کہ وہ بھی سالن ہی کے زمرے میں آتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: کھجور کے ساتھ روٹی کھانے سے اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی، قسم اسی صورت میں ٹوٹے گی جب وہ کسی مائع چیز کے ہمراہ روٹی کھائے جس سے روٹی رنگی جاسکتی ہو مثلاً سرکہ، زیتون کا تیل، چٹنی اور دودھ وغیرہ۔

(٢٨٨٧)۔ حَدَّثَنَا الْمُطَهَّرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الصَّالِحَانِيُّ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْـنِ جَعْـفَرٍ، نَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى بْنِ فَضَالَةَ، نَا ابْنُ مُصَفًّى، نَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُمَيْرٍ......

قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بُسْرٍ، يَقُولُ: دَخَلَ عَـلَيْـنَـا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَاهُ أَبِي بِتَمْرٍ وَسُوَيْقٍ، فَجَعَلَ يَأْكُلُ التَّمْرَ، وَيُـلْـقِي النَّوَى عَلَى ظَهْرِ إِصْبُعَيْهِ، ثُمَّ يُلْقِيهِ يَعْنِي: السَّبَّابَةَ، وَالْوُسْطَى۔

سیدنا عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے۔ میرے والد صاحب نے آپ کی خدمت میں کھجور اور ستو پیش کیا۔ آپ کھجوریں نوش فرماتے جاتے اور گٹھلیاں اپنی انگشت شہادت اور درمیان والی انگلی کے بیچ میں رکھتے جاتے، پھر انہیں پھینک دیا۔

شرح **فائدہ:** کھجور ایک اسلامی پھل ہے، انبیاء کی سرزمین کا خصوصی پودا ہے، بالخصوص نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتہائی محبوب ومرغوب فروٹ ہے، مقوی ہے، مسلمانوں کو ترغیب دی گئی کہ اس مبارک پھل سے بھر پور استفادہ کریں اس کی بنی مصنوعات کو مارکیٹ میں لائیں اس کی کاشت بڑھائیں۔ یہ چیز مادی لحاظ سے بھی بہت نفع آور ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور وہ ان دونوں امیر المؤمنین تھے کہ ان کے سامنے کھجوریں پیش کی گئیں تو وہ تناول کرنے لگے حتی کہ ردی کھجوریں بھی کھا گئے (مسلمان امراء میں کیسی سادگی اور بے تکلفی تھی، یہی سادگی اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تکلفات سے کوسوں دور تھے۔)

(٢٨٨٧) أخرجه مسلم: ٢٠٤٢

(23)......بَابُ مَا فِي التَّمْرِ مِنَ الشِّفَاءِ

اس چیز کا بیان کہ کھجور میں شفا ہے

(٢٨٨٨)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْكِيَالِيُّ، حَفِيدُ أَبِي مُحَمَّدٍ الْكَيَّالِ، أَنَا أَبُو نَصْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْفَضْلِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عُقَيْلِ بْنِ خُوَيْلِدٍ الْخُزَاعِيُّ يُعْرَفُ بِفَضْلَانَ، أَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، أَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو طُوَالَةَ......

عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ أَكَلَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً مِمَّا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِينَةِ، لَمْ يَضُرَّهُ ذَلِكَ الْيَوْمَ سُمٌّ حَتَّى يُمْسِيَ۔))

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے مدینہ کے دونوں میدانوں کے درمیانی علاقے میں پیدا ہونی والی سات عجوہ کھجوریں کھائیں اس کو شام تک کوئی زہر نقصان نہیں کرے گا۔''

(٢٨٨٩)۔ أَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الْخِرَقِيُّ، أَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الطَّيْسَفُونِيُّ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، نَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، نَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، نَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ......

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِنَّ فِي عَجْوَةِ الْعَالِيَةِ شِفَاءً، وَإِنَّهَا تِرْيَاقٌ أَوَّلَ الْبُكْرَةِ۔))

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ ''عالیہ'' کی عجوہ کھجوروں میں شفا ہے، علی الصبح (نہار منہ) ان کا کھانا تریاق ہے (یعنی زہر کیلئے نافع ہے)۔''

(٢٨٩٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، نَا أَبُو أُسَامَةَ، نَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَامِرَ بْنَ سَعْدٍ......

(٢٨٨٨) أخرجه البخاري: ٥٤٤٥، ومسلم: ٢٠٤٧

(٢٨٨٩) أخرجه مسلم: ٢٠٤٨

(٢٨٩٠) أخرجه البخاري: ٥٧٦٩، ومسلم: ٢٠٤٧

سَمِعْتُ سَعْدًا، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((مَنْ تَصَبَّحَ بِسَبْعِ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً، لَمْ يَضُرَّهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ۔))

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص صبح کے وقت سات ''عجوہ'' کھجوریں کھاتا ہے، اس روز اسے زہر اور جادو نقصان نہیں دے گا۔''

شرح (مَنْ تَصَبَّحَ) ''جس نے علی الصبح، نہار منہ کھائیں'' صبح سویرے اور نہار منہ کھانا شرط ہے زہر اور جادو کے تریاق کے لیے، بعض نے کہا: یہ تریاق نبی کریم ﷺ کی دعا کی برکت سے ہے جو آپ نے عجوہ کھجور کے لیے کی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((العجْوةُ مِن الجنّةِ فِيها شِفَاءٌ مِنَ السُّمِّ، والكمْأةُ مِن المنِّ، وماؤُها شِفَاءٌ لِلْعيْنِ۔)) ...... ''عجوہ کھجور جنت سے ہے، اس میں زہر سے شفا ہے اور کھمبی من (جو بنی اسرائیل پر نازل ہوا) سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لیے شفا ہے۔''

(حسن صحیح، ترمذی: ٢٠٦٦، ابن ماجه: ٣٤٥٥، ٣٤٥٦)

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں بیمار ہو گیا تو نبی کریم ﷺ میری بیمار پرسی کے لیے میرے پاس تشریف لائے۔ آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا تو میں نے اپنے دل میں آپ کے ہاتھ کی ٹھنڈک محسوس کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((إِنّك رجُلٌ مفْئُودٌ، وأْتِ الحارِث بْن كلدة أَخا ثقيفٍ، فإِنّهُ رجُلٌ يتطبّبُ، فلْيأْخُذْ سبْع تمراتٍ مِنْ عجْوةِ المدينةِ، فلْيجأْهُنّ بِنواهُنّ ثُمّ لِيلدك بِهِنّ۔)) ...... ''تم اختلاج قلب کے مریض ہو، تم حارث بن کلدہ ثقفی کے پاس جاؤ۔ وہ شخص فن طب سے واقف ہے۔ وہ مدینہ کی سات عجوہ کھجوریں لے کر انہیں گٹھلیوں سمیت باریک کرے، پھر وہ انہیں تیرے حلق میں ان کو اتار دے۔''

(ضعیف، ابوداود: ٣٨٧٥)

(فَلْيَجَأْهُنَّ) ''انہیں باریک کوٹ لے'' (أَلْوَجِيْئَة) ایسی چیز کو کہتے ہیں جسے باریک کوٹ کر ایک دوسرے میں ملا دیا جائے اور اجزاء خوب مل جائیں۔ لفظ أَلْوَجَاء ''خصی کرنا'' اسی سے ماخوذ ہے کہ اس میں بھی رگوں کو کوٹ دیا جاتا ہے۔ حدیث مبارک میں ہے: ((أَلصَّوْمُ لَهُ وِجَاءٌ۔)) ...... ''نفلی روزے رکھنا اس کے لیے خصی ہونے کے مترادف ہیں۔'' (صحیح بخاری: ٥٠٦٥، صحیح مسلم: ١٤٠٠)

(24)......بَابُ النَّهْيِ عَنْ أَنْ يَقْرِنَ بَيْنَ تَمْرَتَيْنِ

دو دو کھجوریں ملا کر کھانے کی کراہت کا بیان

(٢٨٩١)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ،

(٢٨٩١) أخرجه البخاري: ٢٤٥٥، ومسلم: ٢٠٤٥

أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى، نَا سُفْيَانُ، نَا جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ......

سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقْرِنَ الرَّجُلُ بَيْنَ التَّمْرَتَيْنِ جَمِيعًا حَتَّى يَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَهُ۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص اپنے رفقاء کی اجازت کے بغیر دو کھجوریں ملا کر نہ کھائے۔''

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ بہت سارے دوستوں کا باہمی چندہ ملا کر کھانے پینے کا پروگرام بنالینا جائز ہے (جس کو آج کل لوگ امریکن سسٹم کے تحت کھانا کہتے ہیں جو فی الحقیقت اسلامک سسٹم ہے) مسلمان اس انداز میں کھانے کا پروگرام بنانے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے، جب تمام شریک پروگرام افراد بظاہر کھانے پینے میں برابر ہوں اور کسی کی نیت میں دوسرے کا حصہ کھا جانے کی سوچ نہ ہو۔

ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ نے کہا: نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد گرام میں جو دو دو کھجوریں ملا کر کھانے کی ممانعت آئی ہے تو یہ ایک خاص سبب کی بنا پر ہے کہ جب لوگوں میں عسر اور تنگی کا دور دورہ ہو، معاشرہ سخت غذائی قلت کا شکار ہو، تو بسا اوقات اجتماعی طور پر بیٹھ کر کھانے کی صورت میں ایک شدید بھوک والا شخص، اس اندیشے سے کہ کہیں کھانا ختم نہ ہو جائے، جلدی، جلدی کھانا شروع کر دیتا ہے، دو دو کھجوریں ایک ساتھ کھانا شروع کر دیتا ہے یا لقمہ بڑا اٹھانے لگ جاتا ہے تو ایسی صورت میں آپ نے آداب مجلس اور آداب طعام سے متعلق حسن ادب کی تعلیم فرمائی کہ دوسروں کے حقوق کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیے اور سخت ضرورت یا جلدی درپیش ہو تو اپنے ساتھیوں سے اجازت لے لینی چاہیے تاکہ ان کے دلوں میں کدورت اور نفرت کے جراثیم پیدا نہ ہوں اور دل صاف رہیں۔ آج جب کہ اشیائے خوردنی کی کثرت اور بہتات ہے، خوب فراوانی ہے، حالات میں وسعت اور کشادگی ہے اور لوگ اکٹھا کھانے کی صورت میں باہم مروت اور رواداری سے کام لینے لگے ہیں اور کسی کے کم وبیش کھانے کا دوسرے پر کوئی نقصان نہیں تو ایسی صورتحال میں رفقائے مجلس سے اجازت کی ضرورت نہیں الا یہ کہ حالات میں پھر سے تنگی اور گھٹن پیدا ہو جائے۔ واللہ اعلم

(۲۸۹۲)۔ حَدَّثَنَا الْمُطَهَّرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الصَّالِحَانِيُّ، أَنَا أَبُو الشَّيْخِ الْحَافِظُ، نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ، نَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، نَا عَبْدُ السَّلَامِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنِ ابْنِ جُبَيْرٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ يَنْبِذُ إِلَيْنَا التَّمْرَ تَمْرَ الْعَجْوَةِ، وَكُنَّا عُزَّابًا، فَكَانَ إِذَا قَرَنَ، فَقَالَ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ہمراہ ایک کھانے پر تھے۔ آپ ہماری جانب عجوہ کھجوریں پھینکتے جاتے اور ہم سب کنوارے تھے، آپ جب دو

(۲۸۹۲) ضعیف ...... أخرجه ابو الشيخ فی "اخلاق النبی ﷺ": ص۔ ۲۲۱

إِنِّي قَدْ قَرَنْتُ، فَأَقْرِنُوا۔ کھجوریں ملاتے تو فرمادیتے، میں نے دو کھجوریں لی ہیں تم بھی دو کھجوریں لے لو۔

فائده: اس بارے میں مزید ایک روایت درج ذیل ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ فِي أَصْحَابِ الصُّفَّةِ فَبَعَثَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بتمرِ عَجْوَةٍ فَكُبَّتْ بَيْنَنَا فَجَعَلْنَا نَأْكُلُ الثِّنْتَيْنِ مِنَ الْجُوعِ وَجَعَلَ أَصْحَابُنَا إِذَا قَرَنَ أَحَدُهُمْ قَالَ لِصَاحِبِهِ: إِنِّي قَدْ قَرَنْتُ فاقْرُنُوا۔ ......سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں اصحاب صفہ میں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف عجوہ کھجوریں بھیجیں، برتن کو ہمارے درمیان الٹا کر دیا گیا اور ہم نے بھوک کی وجہ سے دو دو کھجوریں کھانا شروع کر دیں، جب ہمارے ساتھیوں میں سے کوئی ایک سے زائد اکٹھی کھجوریں کھاتا تو وہ کہتا: میں بھی اکٹھی کھا رہا ہوں، تم بھی اکٹھی کھاؤ۔ (صحيح لغيره، صحيح ابن حبان) (م،م)

(25)......بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ فِي الْأَكْلِ

کھانے میں دو مختلف چیزوں کو جمع کرنا

(٢٨٩٣)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، أَنَا أَبُو عِيسَى التِّرْمِذِيُّ، نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى الْفَزَارِيُّ، نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ الْقِثَّاءَ بِالرُّطَبِ۔ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی اور تازہ کھجور ملا کر کھایا کرتے تھے۔

(٢٨٩٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى، نَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُزَاعِيُّ الْبَصْرِيُّ، نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنِ ابْنِ سُفْيَانَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْكُلُ الْبِطِّيخَ بِالرُّطَبِ۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تربوز اور تازہ کھجور ملا کر کھایا کرتے تھے۔

شرح ابو اسامہ عن ہشام کی سند میں یہ الفاظ زیادہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: ((يَكْسِرُ حَرُّ هٰذَا بَرْدَ هٰذَا، وَبَرْدُ هٰذَا حَرَّ هٰذَا۔)) ......''کھجور کی گرمی تربوز کی ٹھنڈک کو ختم کردے گی اور اس کی

(٢٨٩٣) أخرجه البخاري: ٥٤٤٧، ومسلم: ٢٠٤٣

(٢٨٩٤) صحيح ......أخرجه ابوداود: ٣٨٣٦، والترمذي: ١٨٤٣

ٹھنڈک اس کی گرمی کا توڑ ہے۔'' (صحیح، ابوداود: ٣٨٣٦)

(٢٨٩٥)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى، نَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ، نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُخْتَارِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ......

عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ، قَالَتْ: بَعَثَنِي مُعَوِّذُ بْنُ عَفْرَاءَ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ، وَعَلَيْهِ أَجْرٌ مِنْ قِثَّاءٍ زُغْبٍ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْقِثَّاءَ، فَأَتَيْتُهُ بِهَا وَعِنْدَهُ حِلْيَةٌ قَدْ قَدِمَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَمَلأَ يَدَهُ مِنْهَا، فَأَعْطَانِيهِ۔

سیدہ ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے تازہ کھجوروں کا ایک ٹوکرا بھیجا جس کے اوپر چھوٹے چھوٹے کھیرے بھی ڈال دیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھیرے بہت پسند تھے۔ میں کھیرے آپ کے لیے لے کر آئی تو آپ کے پاس بحرین سے آئے ہوئے زیورات پڑے تھے، آپ نے ہاتھ بھر کر وہ زیورات مجھے دے دیے۔

شرح (أَجْرِ) چھوٹے کھیرے''، چھوٹے انار''(الـجـرو) چھوٹی چیز کو کہتے ہیں اس کی قریبی جمع اَلْاَجْرِی ہے اور جمع الجمع ''الجِرَاء'' کھیرے کی بیل جب کمزور ہو تو اہل عرب قد اَجَرَت کا لفظ بولتے ہیں اور جب مضبوط ہو جائے تو قـد اَحْدَجَتْ کا لفظ بولتے ہیں۔ ایک روایت میں چھوٹے کھیروں کے ضَـغَـابِيس کا لفظ آیا ہے (أُهْدِيَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ضَغَابِيسُ) ...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چھوٹے چھوٹے کھیرے بطور تحفہ بھیجے گئے۔

(صحیح، ابوداود: ٥١٧٦، ترمذی: ٢٧١٠)

ابو عبید نے کہا: یہ لفظ چھوٹے چھوٹے کھیروں کی مانند ایک سبزی پر بولا جاتا ہے جو کھانے کے کام آتی ہے، اس کو ''الشَّعَارِيْر'' بھی کہتے ہیں

(26)......بَابُ الْكَمْأَةِ
کھمبی کا بیان

(٢٨٩٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا أَبُو نُعَيْمٍ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ هُوَ ابْنُ عُمَيْرٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ......

عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم:

سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

(٢٨٩٥) ضعيف ......أخرجه الترمذي في "الشمائل": ١/ ٣٠٠، والامام احمد في المسند: ٢٧٠٩١

(٢٨٩٦) أخرجه البخاري: ٤٤٧٨، ومسلم: ٢٠٤٩

((الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ ، وَمَاؤُهَا شِفَاءُ الْعَيْنِ۔)) نے فرمایا:''کھمبی ''مَـــنّ'' میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفا بخش ہے۔''

شرح مسلم کی روایت میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:((الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ الَّذِى أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى عَلَى بَنِى إِسْرَائِيلَ ، وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ۔)) ...... ''کھمبی اس ''مَنّ'' میں سے ہے جو اللہ نے بنی اسرائیل پر نازل کیا تھا اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفا ہے۔''

(مِنَ الْمَنِّ) بعض کے نزدیک من میں سے ہونے کا مطلب ہے کہ وہ بغیر کسی مشقت اور محنت کے حاصل ہو جاتی ہے جس طرح بغیر کسی محنت کے بنی اسرائیل پر من نازل ہو جاتا تھا۔

(وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ) اور اس کا پانی آنکھ کے لیے شفا ہے'' بعض علماء کے نزدیک کھمبی کے پانی کے شفا ہونے کا مطلب ہے کہ اس میں دیگر ادویات ملا کر امراض چشم کے لیے استعمال کیا جائے اور ڈاکٹر کی ہدایات کے مطابق استعمال کیا جائے تب نافع ہوگا۔ یہ معنیٰ نہیں کہ آنکھوں کے جملہ امراض میں کھمبی کا خالص پانی ٹپکا دیا جائے تو فائدہ مند ہوگا کھمبی کا پانی امراض چشم کے لیے ضرور مفید ہے لیکن کونسی بیماری میں اور کتنی مقدار میں اس کا تعین ماہر طبیب ہی کرے گا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے تین، پانچ یا سات کھمبیاں لیں اور ان کو نچوڑ کر پانی ایک شیشی میں جمع کر لیا اور اپنی ایک لونڈی کو سلائی کے ساتھ استعمال کراتا رہا تو وہ ٹھیک ہوگئی۔(ضعيف موقوف، ترمذی: ۲۰۶۹)

(۲۸۹۷)۔ وَأَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ ، أَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الطَّحَّانُ ، أَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ قُرَيْشٍ ، أَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ ، نَا أَبُو عُبَيْدٍ ، حَدَّثَنِيهِ عُتْبَةُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ......

عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ ، وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ۔))

سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:''کھمبی من سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لیے شفا ہے۔''

(۲۸۹۸)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّاوُدِيُّ ، أَنَا أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسَى بْنِ الصَّلْتِ ، نَا أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْهَاشِمِيُّ ، نَا الْحَسَنُ بْنُ الْحُسَيْنِ ، نَا أَبُو عَبْدِ الصَّمَدِ الْعَمِّيُّ ، نَا مَطَرٌ الْوَرَّاقُ ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ......

(۲۸۹۷) أخرجه البخاري: ٤٤٧٨ ، ٤٦٣٩ ، ومسلم: ٢٠٤٩

(۲۸۹۸) صحيح ......أخرجه الترمذي: ٢٠٦٨ ، وابن ماجه: ٣٤٥٣

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ، قَالَ: کُنَّا نَتَحَدَّثُ عَلَى عَهْدِ عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّ الْكَمْأَةَ جُدَرِیُّ الأَرْضِ، وَنُمِیَ الْحَدِیثُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ((الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ، وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَیْنِ، وَالْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَهِیَ شِفَاءٌ مِنَ السُّمِّ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم باتیں کیا کرتے تھے کہ کھمبی زمین کی چیچک ہے اور حدیث کو رسول اکرم ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کھمبی مَنّ کی قسم سے ہے، اس کا پانی آنکھ کے لیے شفا ہے، عجوہ کھجور جنت سے ہے اور زہر سے شفا ہے۔''

(27)......بَابُ الْكَبَاثِ وَهُوَ ثَمَرُ الْإِرَاكِ

پیلو کے پھل کباث کا بیان

(۲۸۹۹)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِیحِیُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَیْمِیُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِیلَ، نَا سَعِیدُ بْنُ عُفَیْرٍ، نَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ یُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِی أَبُو سَلَمَةَ، ......

أَخْبَرَنِی جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: کُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ نَجْنِی الْكَبَاثَ، فَقَالَ: ((عَلَیْكُمْ بِالأَسْوَدِ مِنْهُ، فَإِنَّهُ أَطْیَبُ)) فَقِیلَ: أَكُنْتَ تَرْعَى الْغَنَمَ؟ قَالَ: ((نَعَمْ، وَهَلْ مِنْ نَبِیٍّ إِلَّا رَعَاهَا؟))

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مَرّ الظھران مقام پر تھے، ہم پیلو چن رہے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سیاہ رنگ کے پیلو چنا اس لیے کہ وہ عمدہ اور لذیذ ہوتے ہیں۔'' آپ سے دریافت کیا گیا: کیا آپ بکریاں چرایا کرتے تھے؟ آپ نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں۔''

شرح (نَجْنِي الكَبَاثَ) ''پیلو کا پختہ، پکا ہوا پھل توڑ رہے تھے'' پیلو کے پھل کو کباث کہتے ہیں۔ اس کا ایک نام البریز بھی ہے۔

(وَهَلْ مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا رَعَاها) ''کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں''

امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: اس جملے سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کا شرف مالداروں کو عنایت نہیں فرمایا بلکہ بکریوں کے چرواہوں، پیکران عجز و نیاز، محنت اور کلفت کرنے والوں اور اصحاب حرفت کو اس شرف سے مشرف

(۲۸۹۹) أخرجه البخاری: ۵۴۵۳، ومسلم: ۲۰۵۰

فرمایا گیا جیسا کہ مروی ہے کہ سیدنا ایوب علیہ السلام درزی تھے اور زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے اور اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید میں بڑے بسط وتفصیل کے ساتھ بیان فرمایا کہ وہ سیدنا شعیب علیہ السلام کے مزدور تھے اور اجرت پر بکریاں چرایا کرتے تھے۔

(28)......بَابُ كَيْلِ الطَّعَامِ

کھانے کو ماپنے کا بیان

(٢٩٠٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، نَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى ، أَنَا الْوَلِيدُ ، عَنْ ثَوْرٍ ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ......

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِ يكْرِبَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((كِيلُوا طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ۔))

سیدنا مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی خوراک (والی جنس) کو ماپ لیا کرو، ایسا کرنے سے تمہارے لیے برکت ہوگی۔''

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ خریدتے وقت جنس کو ماپ تول لیا جائے لیکن روزانہ ماپ تول کر نکالنا اور اسے استعمال کرنا درست نہیں، اس چیز کا گھر میں اچھا اثر نہیں پڑتا بلکہ اس سے برکت بھی جاتی رہتی ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میرے پاس جو تھے، میں ان میں سے ایک لمبا عرصہ کھاتی رہی لیکن ایک روز میں نے انہیں ماپ لیا تو وہ جلد ہی ختم ہوگئے۔ (صحیح بخاری: ٣٠٩٧، ٦٤٥١، صحیح مسلم: ٢٩٧٣) (ع،س)

(29)......بَابُ إِكْرَامِ الضَّيْفِ

مہمان کا اکرام کرنے کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ﴾ .... ''کیا تجھے ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی خبر بھی پہنچی ہے؟'' (الذاریات: ٢٤)

بعض کے نزدیک ان کے معزز ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے انہیں بہت جلد مہمانی سے مشرف فرمایا: ان کی خاطر تواضع بنفس نفیس فرمائی، ان سے خندہ پیشانی ارکشادہ روئی سے پیش آئے جبکہ بعض کے نزدیک مہمانوں کا تعزز اس پہلو سے تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند مقام ومرتبہ کے حامل تھے کیونکہ فرشتے تھے، چنانچہ فرشتوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ﴾ .... ''بلکہ وہ سب اس کے باعزت بندے ہیں۔'' (الانبیاء: ٢٦)

(٢٩٠٠) أخرجه البخاري: ٢١٢٨

(٢٩٠١)۔ أَخبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، نَا أَبُو يَحْيَى زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى الْمَرْوَزِيُّ، نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَأَخبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنُ هَوَازِنَ الْقُشَيْرِيُّ، أَنَا أَبُو نُعَيْمٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الْحَسَنِ الإِسْفِرَايِينِيُّ، أَنَا أَبُو عَوَانَةَ يَعْقُوبُ بْنُ إِسْحَاقَ، نَا شُعَيْبُ بْنُ عَمْرٍو الدِّمَشْقِيُّ، نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، سَمِعَ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ، يُخْبِرُ......

عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيُحْسِنْ إِلَى جَارِهِ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْرًا، أَوْ لِيَصْمُتْ)) وَفِي رِوَايَةِ زَكَرِيَّا بْنِ يَحْيَى: ((أَوْ لِيَسْكُتْ۔))

سیدنا ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جوشخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرے، جوشخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی عزت کے اور جوشخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے'' اور زکریا بن یحییٰ سے مروی روایت میں (أَوْلِيَسْكُتْ) کے الفاظ مروی ہیں ''یعنی وہ سکوت اختیار کرے۔''

(٢٩٠٢)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ......

عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْكَعْبِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْرًا، أَوْ لِيَصْمُتْ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، جَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ، وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، فَمَا كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ، وَلَا يَحِلُّ أَنْ يَثْوِيَ عِنْدَهُ

سیدنا ابو شریح کعبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جوشخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسائے کی تکریم کرے اور جوشخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے اور جوشخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔ایک دن ایک رات خوب اہتمام کرے اور مہمان نوازی تین دن تک ہے، اس کے بعد صدقہ ہے اور یہ جائز نہیں کہ کوئی شخص کسی کے

(٢٩٠١) أخرجه البخاري: ٦٠١٩، ومسلم: ٤٨

(٢٩٠٢) انظر الحديث السابق

حَتَّى يُخْرِجَهُ۔)) ہاں مقیم رہے یہاں تک کہ اسے تنگی میں ڈال دے۔‘‘

شرح (جَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ) ’’ایک دن ایک رات خوب اہتمام کرے‘‘ کا مطلب سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: خوب گرم جوشی کا مظاہرہ کرے، کھانے پینے کی اشیاء میں قدرے تکلف اور اہتمام سے کام لے اور آؤ بھگت میں کوئی کسر نہ چھوڑے۔

امام ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث مبارکہ کا مطلب ہے کہ پہلے روز مہمان کی خوب خاطر مدارت کرے، اس کی جملہ ضروریات وآسائش کا اہتمام کرے، بھر پور وقت دے، طرح طرح کے پکوانوں سے اس کی ضیافت کرے، لطف وکرم کی حد کردے، دوسرے اور تیسرے روز جو کچھ گھر میں حاضر ہے پیش کردے اور روزمرہ کے معمول سے بڑھ کر کچھ نہ کرے، تین دن کے بعد وہ اپنے مہمان کی جو آؤ بھگت کرے گا وہ عام صدقہ اور اچھے برتاؤ کی ذیل میں آئے گا مگر چاہے تو اپنی نوازشوں کا سلسلہ جاری رکھے اور اگر نہ چاہے تو ترک کردے۔(لیکن تین دن مہمان نوازی کرنا شریعت کا مطالبہ ہے وہ ضرور کرے)

سیدنا ابوشریح رضی اللہ عنہ سے باسند صحیح مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:((الضِّيافةُ ثلاثةُ أيّامٍ وجائِزَتُهُ يومٌ وليْلةٌ۔)) ......’’مہمان نوازی تین دن تک ہے اور خصوصی مہمانی ایک دن اور رات تک۔‘‘

(صحيح مسلم: بعد ١٧٢٦)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: مندرجہ صدر حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جائزہ (خاص عطیہ) مہمانی کے بعد کی چیز ہے کیونکہ حدیث میں ضیافت کے ذکر کے بعد جائزہ کا تذکرہ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ مہمان کو ایک دن اور رات کا راشن دیا جائے، بزبان عربی ”الجيزة“ دو گھاٹوں کی درمیانی مسافت کو کہتے ہیں۔ میزبان مہمان کو اس قدر کھانے پینے کی اشیاء ساتھ دے کہ وہ اگلے چشمے تک پہنچ جائے۔

(وَلَايَحِلُّ لَهُ أَنْ يَثْوِيَ عِنْدَهُ حَتَّى يُحْرِجَهُ) ’’اور اسکے پاس اتنے دن نہ ٹھہرے کہ وہ تنگی میں پڑ جائے۔‘‘ یہ الفاظ بھی مروی ہیں (أَنْ يُقِيمَ عِنْدَهُ حَتَّى يُؤْثِمَهُ) ’’اس کے پاس اس قدر قیام نہ کرے کہ اسے گناہ میں مبتلا کردے۔‘‘ مطلب یہ ہے کہ کسی مہمان کیلئے یہ مناسب نہیں کہ وہ بغیر میزبان کے مطالبے اور روکنے کے تین دن کے بعد تک اس کے ہاں پڑا رہے حتی کہ میزبان تنگ دل ہو جائے۔ لفظ حرج کے لغوی معنی تنگی کے ہیں (حَتَّى يُؤْثِمَهُ) اس لفظ کو اگر مد کے ساتھ پڑھا جائے تو معنیٰ ہو گا کسی کو گناہ میں واقع کرنا کہ میزبان کیلئے مہمان کو نکالنے کی نوبت آجائے اور وہ اس عمل سے عنداللہ گناہ گار ہو۔ اگر کسی عذر کی بنا پر جانا دشوار ہو جائے مثلاً شدید بارشیں شروع ہوگئیں ہیں، برف باری ہونے لگی ہے یا مہمان بیمار پڑ گیا ہے تو مہمان کو چاہیے کہ اپنی گرہ سے خرچ کرے۔ اگر کسی شخص کو اپنے علاقے میں قتل کردیے جانے کا اندیشہ ہے اور وہ کسی کے ہاں پناہ لے لیتا ہے تو پناہ دہندہ کے ذمے اس کی مہمانی ہے،

اسے پناہ دے اور اس کی عزت وتکریم بجا لائے اگر وہ بدعتی نہیں، یاد رکھیے کہ بدعتی کیلئے کوئی پناہ نہیں، ارشاد نبوی ہے: ((مَنْ أَحْدثَ حَدثا، أَوْ آوی مُحْدِثًا، فعلیْهِ لعْنةُ اللّٰهِ۔)) ......''جس نے کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ فراہم کی اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔'' (صحیح بخاری: ٧٣٠٦، صحیح مسلم: ١٣٦٦)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ چیز کسی شخص کیلئے باعث ہلاکت ہے کہ اس کا کوئی دوست اس سے ملنے آئے اور وہ ضیافت نہ کرے یا گھر میں جو موجود (ماحضر) ہے اسے پیش کرنا اپنی ہتک سمجھے (اور زیادہ منگوانے کی ہمت نہ ہو) اور لوگوں کی تباہی وہلاکت اس میں ہے کہ میزبان کی مہمان نوازی کو خاطر میں نہ لائیں، ناک بھوں چڑھائیں کسی کی ضیافت کو حقیر جانیں اور مذاق اڑائیں۔

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ہاں جب کوئی مہمان جاتا تو وہ گھر میں جو موجود ہوتا مثلاً روٹی، نمک منگوا لیتے اور کہتے: اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ہمیں مہمان کیلئے تکلف کرنے سے روکا گیا ہے تو میں تمہارے لیے تکلف کرتا۔ (مسند احمد: ٢٣٧٩٤)

امام اوزاعی رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا، مہمان کی عزت وتکریم سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا: خندہ پیشانی سے پیش آنا۔

(30)......بَابُ حَقِّ الضَّیْفِ

مہمان کے حق کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَایُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلاَّ مَنْ ظُلِمَ﴾ .... ''برائی کے ساتھ آواز بلند کرنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا مگر مظلوم کو اجازت ہے۔'' (سورۂ نساء: ۱۴۸)

امام مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: اس آیت کریمہ سے مراد وہ شخص ہے جو کسی کا مہمان ٹھہرا ہو لیکن اس نے ضیافت نہ کی ہو تو مہمان کیلئے جائز ہے کہ وہ اپنے میزبان سے قدرے تند وتیز لہجے میں استفسار کرے تو نے میری ضیافت کیوں نہیں کی۔

(٢٩٠٣)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِیحِیُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَیْمِیُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِیلَ، نَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیدٍ، نَا اللَّیْثُ، عَنْ یَزِیدَ بْنِ أَبِی حَبِیبٍ، عَنْ أَبِی الْخَیْرِ......

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، أَنَّهُ قَالَ: قُلْنَا: یَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّكَ تَبْعَثُنَا، فَنَنْزِلُ بِالْقَوْمِ، فَلا یَقْرُونَنَا، فَمَا تَرَى؟ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، آپ ہمیں بھیجتے ہیں تو ہم ایسے لوگوں کے پاس ٹھہرتے ہیں جو ہماری مہمان نوازی

(٢٩٠٣) أخرجه البخاری: ٦١٣٧، ومسلم: ١٧٢٧

((إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ ، فَأَمَرُوا لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ ، فَاقْبَلُوا ، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوا ، فَخُذُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ الَّذِي يَنْبَغِي لَهُمْ۔))

نہیں کرتے، آپ کا کیا حکم ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم کسی قوم کے مہمان بنو، وہ تمہارے لیے مہمان نوازی کا مناسب اہتمام کریں تو تم اسے قبول کرو اگر وہ مناسب اہتمام نہ کریں تو ان سے مہمان نوازی کا مناسب حق وصول کر سکتے ہو۔''

شرح: امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث ہذا کے متعلق تفصیلی بات کچھ اس طرح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غزوات کے لیے دور دراز کے سفر کرتے اور ان کا گزر ایسے قبائل سے ہوتا جو حق ضیافت سے گریزاں تھے پھر وہ علاقہ ایسا ہوتا کہ اگر انسان دام سے کوئی چیز خریدنا چاہے تو بھی دستیاب نہیں ہوتی تھی تو ایسی صورتحال کے پیش نظر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((إِنْ أَبَوا أَنْ يبيعُوا إِلّا أَنْ تأْخُذُوا كرْهًا فخُذُوا۔)) ......''اگر اس علاقے کے باشندے چیزیں بیچنے سے انکار کردیں اور زبردستی لینے کے بغیر چارہ نہ رہے تو زبردستی لے لو۔''

(صحیح، ترمذی: ۱۵۸۹)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ عساکر اسلام کو اسی طرح کا حکم فرمایا کرتے تھے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: بعض اوقات حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا گزر ایسے ذمی قبائل سے ہوتا (جو مملکت کے دور افتادہ علاقوں میں رہائش پذیر ہوتے) اور امیر المؤمنین نے ان سے یہ شرط طے کی ہوتی کہ جب ہماری فوج ادھر سے گزرے گی تمہیں ان کی مہمانی کرنا ہوگا، پھر اگر وہ نہ کرتے تو مسلمان فوجی ان سے اپنا حق ضیافت زبردستی وصول کر لیتے اور اگر اس قسم کی کوئی شرط طے نہ ہو اور اس علاقے کا سفر کرنے والا حالت اضطرار میں بھی نہ ہو تو پھر بغیر ان کی رضا مندی کے کچھ لینا درست اور جائز نہ ہوگا۔

(۲۹۰۴)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي ، أَنَا أَبُو طَاهِرٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَحْمِشٍ الزِّيَادِيُّ ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْقَطَّانُ ، نَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ الدَّارَابَجَرْدِيُّ ، حَدَّثَنَا أَبُو جَابِرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ ، نَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي الْجُودِيِّ ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ أَبِي الْمُهَاجِرِ......

أَنَّهُ سَمِعَ الْمِقْدَامَ ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((أَيُّمَا مُسْلِمٍ ضَافَ قَوْمًا ، فَأَصْبَحَ الضَّيْفُ مَحْرُومًا ، كَانَ حَقًّا

سیدنا مقدام (بن معدیکرب) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرمارہے تھے: ''جو مسلمان کسی قوم کا مہمان ہو پھر وہ ضیافت سے محروم رہے تو

(۲۹۰۴) ضعیف ......أخرجه ابوداود: ۳۷۵۱

عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ نَصْرُهُ حَتَّى يَأْخُذَ لَهُ بِقِرَاهُ مِنْ مَالِهِ وَزَرْعِهِ۔))

اس کی نصرت کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے حتی کہ وہ ان سے اپنی (ایک رات کی) ضیافت حاصل کرلے۔ اس کی کھیتی سے اور مال سے۔''

شرح: ایک روایت میں ہے: ((أَيُّمَا رَجُلٍ ضَافَ قَوْمًا، فَلَمْ يَقْرُوهُ، فَإِنَّ لَهُ أَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ)) ...... ''جو شخص کسی قوم کا مہمان ہو پھر وہ اس کی ضیافت نہ کریں تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ان سے اپنی مہمانی کے بقدر وصول کرلے۔'' (صحیح، ابوداود: ٣٨٠٤)

لیکن یہ حکم اس مضطر اور مجبور شخص کے لیے ہے جس کا راشن اور سفر خرچ دوران سفر ختم ہو گیا ہو اور اب اسے ہلاکت کا شدید خطرہ ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ دوسرے کے مال سے بقدر ضرورت لے لے۔

اگر کوئی مضطر شخص ایک ساتھ مردار بھی پاتا ہے اور کسی کا مال بھی تو اسے کیا کرنا چاہیے اس بارے میں اہل علم کی آراء مختلف ہیں، اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ وہ کسی کے مال سے اپنی ضرورت کے بقدر اٹھالے اور اس کی قیمت ادا کردے۔ جناب عبداللہ بن دینار اسی موقف کے قائل ہیں جبکہ ایک قوم کا خیال ہے کہ وہ مردار کھالے، یہ قول جناب سعید المسیب اور زید بن اسلم رحمہما اللہ کا ہے۔

(31)......بَابُ دُعَاءِ الضَّيْفِ لِصَاحِبِ الطَّعَامِ

مہمان کا کھانا پیش کرنے والے میزبان کے لیے دعا کرنا

رسول اکرم ﷺ نے سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں کشمش کھائی اور فراغت کے بعد یہ دعا دی، (أَكَلَ طَعَامَكم الأَبْرَارُ، وصَلَّتْ عليكمُ الْمَلَائِكَةُ وأفطرَ عندكم الصائِمُوْنَ) ...... ''نیک صالح لوگ تمہارا کھانا کھایا کریں، فرشتے تمہیں دعائیں دیا کریں، اور روزے دار تمہارے ہاں افطار کیا کریں۔''

(صحیح، ابوداود: ٣٨٥٤)

(٢٩٠٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَارَ أَهْلَ بَيْتٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَطَعِمَ عِنْدَهُمْ طَعَامًا، فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبیلہ انصار کے گھرانہ میں صدقات کے لیے تشریف لے گئے اور انہیں کے ہاں کھانا کھایا، جب آپ

(٢٩٠٥) أخرجه البخاري: ٦٧٠، ١١٧٩

أَمَرَ بِمَكَانٍ مِنَ الْبَيْتِ، فَنُضِحَ لَهُ عَلَى بِسَاطٍ، فَصَلَّى عَلَيْهِ، وَدَعَا لَهُمْ۔

واپس تشریف لانے لگے تو آپ کے حکم سے ایک چٹائی پر پانی چھڑکا گیا اور آپ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی اور گھر والوں کیلئے دعا کی۔

شرح سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے والد صاحب کے پاس تشریف لائے تو ہم نے آپ کی خدمت میں کھانا اور وطبہ (ایک کھانا جو کھجور، پنیر اور گھی کو ملا کر بنتا ہے) پیش کیا، آپ نے نوش فرمایا، بعدازاں خشک کھجوریں آپ کی خدمت میں پیش کی گئیں آپ ان کو کھاتے تھے اور گٹھلیاں دونوں انگلیوں کے درمیان میں رکھتے جاتے، شہادت اور درمیان والی انگلی کے درمیان، پھر پینے کیلئے کچھ آیا آپ نے پیا، پھر دائیں طرف بیٹھنے والے کو عنایت فرمایا، پھر میرے والد نے آپ کے جانور کی باگ تھامی اور عرض کیا: آپ اللہ سے ہمارے لیے دعا کردیجئے۔ آپ نے دعا فرمائی (اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيمَا رَزَقْتَهُمْ، وَاغْفِرْ لَهُمْ، وَارْحَمْهُمْ) ......''اے اللہ! ان کی روزی میں برکت عطا فرما، انہیں بخش دے اور ان پر رحم فرما۔'' (صحیح مسلم: ۲۰۴۲)

(32)......بَابُ الْمُضْطَرِّ إِلَى الْمَيْتَةِ

مردار کھانے پر مجبور آدمی کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ .... ''پھر اگر کوئی شخص بے بس کر دیا جائے نہ وہ خواہشمند ہو اور نہ حد سے گزرنے والا ہو تو یقیناً اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔'' (النحل: ۱۱۵)

(غَيْرَ بَاغٍ) کا ایک معنی ہے، وہ بغاوت کرنے والا نہ ہو کہ مضطر نہ ہونے کی صورت میں بھی مردار کھالے اور (وَلَا عَادٍ) کا معنی ہے گزارہ ہو جانے کے بعد پیٹ بھرنا نہ شروع کردے۔ دوسرا معنی ہے کہ جتنی مقدار اس کے لیے شریعت نے جائز قرار دی ہے اس سے تجاوز نہ کرے اور (وَلَا عَادٍ) کا معنی ہے کہ سخت مجبور ہو جانے کی صورت میں بھی نہ کھائے اور کوتاہی کرلے۔

(غَيْرَ بَاغٍ) کا تیسرا معنی ہے اسے کھانے کی کوئی چیز دستیاب ہو سکتی ہو مگر وہ اس کی تلاش بھی نہ کرے اور حرام کھانے کے درپے ہو جائے اور (وَلَا عَادٍ) کا معنی ہے شریعت کی مقرر کردہ حد سے آگے نہ بڑھے۔

(غَيْرَ بَاغٍ) کا ایک چوتھا معنی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال جاننے کا مرتکب نہ ہو اور (وَلَا عَادٍ) کا معنی ہے حد اعتدال سے آگے نہ بڑھے۔ بعض کے نزدیک (غَيْرَ بَاغٍ) کا معنی ہے کہ وہ شخص حکومت اسلامیہ کے خلاف بغاوت کرنے والا نہ ہو، ڈاکو نہ ہو، اگر کوئی شخص زمین میں فساد برپا کرنے اور معصیت کی غرض سے نکلا ہو یا ڈاکہ ڈالنے کیلئے نکلا ہو اور مردار کھانے کیلئے مجبور ہو گیا تو ایسے افراد کے حق میں مردار کھانا حلال نہ ہوگا۔ یہ قول امام مجاہد اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے، ان بزرگوں نے معصیت کا سفر کرنے والے کو مردار

خوری کی رخصت نہیں دی۔اہل رائے نے اہل معاصی کیلئے حالت اضطرار میں مردارخوری کی اجازت دی ہے اور ان کا کہنا ہے کہ بغاوت اورعدوان کاتعلق کھانے سے ہے سفر سے نہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ..... ''پس جوشخص شدت کی بھوک میں بے قرار ہوجائے بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اس کا میلان نہ ہوتو یقیناً اللہ معاف کرنے والا اور بہت بڑا مہربان ہے۔'' (سورۂ مائدہ:۳)

یہاں مَخْمَصَه کا معنی المجاعة ''بھوک'' ہے کیونکہ بھوک سے انسان کا پیٹ ساتھ لگ جاتا ہےاور اللہ تعالیٰ کا فرمان﴿غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ﴾ ..... کا معنی ہے وہ کسی گناہ کی طرف میلان نہ رکھتا ہو، کسی چیز کی طرف مائل ہوجانے والے کو بزبان عربی (أَجْنَفَ) کہا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا﴾ ..... ''جوشخص وصیت کرنے والے کی جانب داری یا گناہ کی وصیت کردینے سے ڈرے۔'' (سورۂ بقرہ:۱۸۲)

جناب مسروق رحمہ اللہ نے کہا: جوشخص حرام چیز (مردار) دم مسفوح اور خنزیر کا گوشت کھانے کے لیے مجبور ہوجائے اور نہ کھائے پیے حتی کہ یونہی فوت ہوجائے وہ آگ میں داخل ہوگا اور جناب معمر رحمہ اللہ نے کہا: میں نے اضطراری حالت میں شراب پی لینے کی بات کسی سے نہیں سنی۔

امام زہری رحمہ اللہ نے کہا: اضطراری حالت میں انسانی پیشاب پینا حلال نہ ہوگا خواہ مشکل کتنی بھی شدید کیوں نہ ہو کیونکہ وہ رجس (پلید) ہےاور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:﴿أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ﴾ ..... ''اور تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں۔''

(۲۹۰۶)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِيرَبَنْدُ كُشَائِيُّ، أَنَا أَبُو سَهْلٍ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ السِّجْزِيُّ، أَنَا أَبُو سُلَيْمَانَ الْخَطَّابِيُّ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ زَكَرِيَّا بْنُ دَاسَةَ، نَا أَبُو دَاوُدَ السِّجِسْتَانِيُّ، نَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، نَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، نَا عُقْبَةُ بْنُ وَهْبِ بْنِ عُقْبَةَ الْعَامِرِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي، يُحَدِّثُ......

عَنِ الْفُجَيْعِ الْعَامِرِيِّ، أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَا يَحِلُّ لَنَا مِنَ الْمَيْتَةِ؟ قَالَ: ((مَا طَعَامُكُمْ)) قُلْنَا: نَغْتَبِقُ، وَنَصْطَبِحُ۔

سیدنا فجیع عامری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے پوچھا: ہمارے لیے مردار (کا گوشت) کس قدر حلال ہے؟ آپ نے دریافت کیا: تمہاری خوراک کیا ہے؟ ہم نے کہا: صبح شام دودھ پیتے ہیں۔ابونعیم (راوی) نے بیان

(۲۹۰۶) ضعیف الاسناد ......أخرجه ابوداود: ۳۸۱۷

کیا کہ جناب عقبہ نے مجھ سے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا، ایک پیالہ صبح ایک پیالہ شام، آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے والد کی قسم! یہ تو بھوک ہے۔'' چنانچہ آپ نے ایسی حالت میں ان کے لیے مردار کو حلال قرار دیا۔

شرح امام ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ نے کہا: شام کے وقت دودھ پینے کو "الغبوق" کہتے ہیں اور صبح کے وقت دودھ پینے کو "الصبوح" کہتے ہیں۔ صبح کے وقت صرف دودھ کا ایک پیالہ اور اسی طرح شام کے وقت دودھ کا ایک پیالہ پیا جائے جبکہ کوئی دوسری غذا نہ ہو تو اس سے صرف جسم وروح کا رشتہ ہی برقرار رہ سکتا ہے انسان سیر نہیں ہوسکتا یعنی اس سے پیٹ نہیں بھر سکتا اس لیے نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے مردار کھانا حلال قرار دیا، تو اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ مردار کا گوشت اتنی مقدار میں جائز ہے کہ جس کے کھانے سے جسم وروح کا رشتہ قائم رہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ سیر ہو کر بھی کھا سکتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول بھی یہی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا صرف قلیل مقدار میں کھانا جائز ہے جس سے جسم وجان کا رشتہ بحال رہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ سے ایک قول اس طرح بھی مروی ہے۔ امام مزنی بھی اسی طرف گئے ہیں۔ اس قول کی حکمت یہ ہے کہ مضطر ہونے سے قبل جب پیٹ بھر کر کھانا ملتا تھا تب حرام چیز کھانے کی اجازت نہ تھی تو حالت اضطرار کے بعد پیٹ بھر کر کھانا کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔ بس سدرمق کیلئے حرام چیز کے کھانے کی اجازت ہے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ سے یہی موقف مروی ہے۔ جناب قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: مجبور شخص حرام چیز سے کوکھ بھر کر نہ کھائے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اگر مضطر شخص کو حلال چیز اتنی مقدار میں ملتی ہے کہ جس سے اس کے جسم کی ضرورت پوری نہیں ہوتی تو اسکے لیے حرام چیز کے کھانے کی اجازت ہے تا آنکہ کچھ سیری حاصل ہو جائے۔ دیکھیے ایک جوان اور کام کاج والے شخص کیلئے بطور غذا ایک پیالہ دودھ صبح اور ایک پیالہ شام ناکافی ہے۔ اس سے تو صرف جسم وجان کا رشتہ ہی بمشکل برقرار رکھا جا سکتا ہے اتنی مقدار میں دودھ ملتے رہنے سے انسان مرتا نہیں۔ اس کے باوجود شریعت نے ایسے شخص کیلئے مردار کا کھانا جائز قرار دیا ہے۔

اس کے برعکس وہ شخص جسے طعام کی احتیاج اور ضرورت تو ہے لیکن وہ ابھی تک اضطراری حالت تک نہیں پہنچا یعنی اسے اپنے اوپر موت کا اندیشہ نہیں تو تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اس کے لیے مردار کھانا حلال نہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے: مردار کھانے پر مجبور ہو جانے والا شخص خوب سیر ہو کر کھا سکتا ہے اور ساتھ بھی لے سکتا ہے، جہاں اس کی ضرورت محسوس نہ کرے، پھینک دے۔

(۲۹۰۷)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِيرْبَنْدُ كُشَائِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سِرَاجِ الطَّحَّانُ، أَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ قُرَيْشِ بْنِ سُلَيْمَانَ، أَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْمَكِّيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عُبَيْدٍ الْقَاسِمُ بْنُ سَلامٍ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنِ الأَوْزَاعِيِّ، عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ......

عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ، أَنَّ رَجُلا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّا نَكُونُ بِالأَرْضِ فَيُصِيبُنَا بِهَا الْمَخْمَصَةُ، فَمَتَى تَحِلُّ لَنَا الْمَيْتَةُ؟ فَقَالَ: ((مَا لَمْ تَصْطَبِحُوا، أَوْ تَغْتَبِقُوا، أَوْ تَحْتَفِئُوا بِهَا بَقْلا، فَشَأْنُكُمْ بِهَا۔))

سیدنا ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! ہم ایسی سرزمین میں ہوتے ہیں جہاں ہمیں بھوک ستاتی ہے تو ہمارے لیے مردار گوشت کب حلال ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم صبح وشام دودھ کا پیالہ نہیں پیتے یا تمہیں ساگ پات (ترکاریاں) کھانے کو نہیں ملتا تو اس وقت تم مردار گوشت کھا سکتے ہو۔“

شرح (أَوْ تَحْتَفِئُوْا بِهَا بَقْلًا) ”تمہیں ساگ پات بھی کھانے کو نہ ملے۔“

ابوعبید نے کہا: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ یہ لفظ (الحفاء) سے ماخوذ ہے جو کہ مہموز اور مقصور ہے۔ یہ لفظ اصلاً ایک سفید اور تازہ انگوری پر بولا جاتا ہے جسے کھایا جاتا ہے، یعنی جب تمہیں یہ سبزی بھی میسر نہیں کہ تم اسے اکھیڑ کر استعمال کرسکو تو تمہارے لیے مردار حلال ہے۔ بعض نے کہا: (مَا لَمْ تَحْتَفِئُوا بِهَا بَقْلا) کے الفاظ زیادہ صحیح ہیں، یعنی فا مخففہ ہے اور یہ لفظ غیر مہموز ہے۔ جس چیز کو بھی جڑ سے اکھیڑا جائے اس کیلئے لفظ (اِحْتَفٰی) بولا جاتا ہے۔ اِحْفَاءُ الشَّعْر کا معنی ہے بالوں کا مونڈ دینا۔ اسی طرح اِحْتَفَى الرَّجُلُ يَحْتَفِي کا جملہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی چیز کو ہاتھوں سے کھینچ کر جڑوں سمیت زمین سے نکال لیا جائے۔

امام اصمعی رحمہ اللہ نے کہا: میں اس معنی میں (تَحْتَفِئُوْ) کے لفظ کے استعمال کو نہیں جانتا۔ میرا خیال ہے یہ لفظ (تَخْتَفُوْ) ہے خائے معجمہ (نکتے والی) کے ساتھ اور اس کا معنی ہے تم اسے زمین سے جڑ سے نکال لو۔ اِخْتَفَيْتُ الشَّيْءَ کا معنی ہے: میں نے فلاں چیز کو جڑوں سمیت نکال لیا، اسی لیے کفن چور کو مختفی کہتے ہیں کیونکہ وہ کفن نکال لیا کرتا ہے۔ لفظ خفیت کا معنی ہوتا ہے: کسی چیز کو نکال باہر کرنا اور اخفیت کا معنی ہے کسی چیز کو چھپا کر اور پوشیدہ رکھنا اور جناب حسن نے ﴿اَكَادُ اَخْفِيْهَا﴾ ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے یعنی قیامت آنے والی ہے جسے میں ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ اعرابی نے کہا: شاید یہ لفظ تَجْتَفِئُوْ ہے جس کے معنی جڑ سے اکھیڑ دینے کے ہیں۔ جفات الرجل کا معنی ہے

(۲۹۰۷) حسن بطرقه وشواهده ......أخرجه الامام احمد فى المسند: ۲۱۹۵۷

میں نے فلاں کو زمین پر چاروں شانے چت کر دیا۔

ابو عبید نے کہا حدیث مبارکہ کا مطلب ہے کہ اضطراری حالت میں تم صبح اور شام مردار کھانا جمع نہ کرو یعنی دونوں اوقات میں مردار مت کھاؤ لیکن ابو عبید کے اس معنی کی تردید کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ جب تمہیں صبح شام دودھ کا پیالہ میسر نہ آئے اور ساگ پات بھی کھانے کے لیے نہ ملے تو تمہارے لیے مردار کھانا حلال ہے اور اگر کسی کو صبح دودھ مل جائے اور دوپہر کو کھانا تو اس کے لیے پورا دن مردار کھانا حلال نہ ہوگا اسی طرح اگر شام کو دودھ پینے کو مل جائے تو رات بھر مردار کھانا حلال نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ دودھ کی اتنی مقدار سے اگلے وقت تک پہنچ سکتا ہے۔

اگر مضطر شخص کا گزر کسی کی کھجوروں، کھیتی یا جانوروں کے پاس سے ہو اور وہ کھا لے تو مالک کو منع نہیں کرنا چاہیے۔ اگر وہ منع کر دے اور بھوک سے مضطر کی موت واقع ہو جائے تو مالک کے ذمے اس کا خون بہا ہوگا۔

(33)......كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ
مشروبات کی کتاب

(1)......بَابُ تَحْرِيمِ الْخَمْرِ
شراب کی حرمت کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ﴾ .... ''بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو۔'' (سورۂ مائدہ: ۹۰)

اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا﴾ .... ''تم شراب بنا لیتے ہو اور عمدہ روزی بھی۔'' (النحل: ٦٧)

بعض کے نزدیک یہ آیت اس وقت اتری جب شراب حرام نہیں تھی، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: سکر سے مراد وہ چیز ہے جو حرام ہے یعنی شراب اور رزق حسن سے مراد حلال چیزیں ہیں یعنی انگور اور کھجوریں وغیرہ۔ اور لفظ السکر ہر اس چیز پر بولا جاتا ہے جو نشہ آور ہو۔

(٢٩٠٨)- أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو مَنْصُورٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَسْعَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ حَفْدَةَ الْعَطَّارِيُّ، أَدَامَ اللهُ ظِلَّهُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الإِمَامُ أَبُو مُحَمَّدٍ الْحُسَيْنُ بْنُ مَسْعُودٍ الْبَغَوِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، نَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ......

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِتْعِ، فَقَالَ: ((كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ حَرَامٌ.))

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ''بتع'' کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مشروب نشہ آور ہو وہ حرام ہے۔''

(٢٩٠٨) أخرجه البخاري: ٥٥٨٥، ومسلم: ٢٠٠١

(۲۹۰۹)۔ وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَنَا حَاجِبُ بْنُ أَحْمَدَ الطُّوسِيُّ، نَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُنِيبٍ، نَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ۔))

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر وہ مشروب جو نشہ آور ہو حرام ہے۔''

شرح سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب سرزمین یمن کی طرف بھیجا تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے علاقے میں جو کی ایک شراب تیار کی جاتی ہے جسے ''مزر'' کہا جاتا ہے۔ اسی طرح شہد کی ایک شراب بنائی جاتی ہے جسے ''بتع'' کہا جاتا ہے (ان کا کیا حکم ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔'' (صحیح بخاری: ۴۳۴۳، صحیح مسلم: ۱۷۳۳)

(۲۹۱۰)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الْخِرَقِيُّ، أَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الطَّيْسَفُونِيُّ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، نَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، نَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ بَكْرِ بْنِ أَبِي الْفُرَاتِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ، فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ۔))

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس چیز کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔''

(۲۹۱۱)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ، نَا يَحْيَى، عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: خَطَبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى مِنْبَرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ، وَهِيَ مِنْ خَمْسَةِ أَشْيَاءَ: الْعِنَبِ، وَالتَّمْرِ،

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے کہا: جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو وہ پانچ اشیاء سے بنتی تھی، انگور سے، کھجور سے، گندم سے، جو اور شہد سے اور

(۲۹۰۹) أخرجه البخاري: ٥٥٨٦، ومسلم: ٢٠٠١

(۲۹۱۰) حسن صحيح ......أخرجه ابوداود: ٣٦٨١، والترمذي: ١٨٦٥، وابن ماجه: ٣٣٩٣

(۲۹۱۱) أخرجه البخاري: ٤٦١٩، ٥٥٨١

وَالْـحِنْطَةِ ، وَالشَّعِيرِ ، وَالْعَسَلِ ، وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ ، وَثَلَاثٌ وَدِدْتُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَـلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُفَارِقْنَا حَتَّى يَعْهَدَ إِلَيْنَـا عَهْدًا: الْجَدُّ ، وَالْكَلَالَةُ ، وَأَبْوَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الرِّبَا۔

شراب (خمر) سے مراد ہر وہ چیز ہے جو عقل پر پردہ ڈال دے اور تین باتوں کے متعلق میری خواہش یہ رہی ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کی وضاحت کرنے سے پہلے ہم سے جدا نہ ہوئے ہوتے۔ دادا کی وراثت، کلالہ کا حصہ اور سود کے بعض مسائل۔

شرح (الـخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ) ''خمر سے مراد ہر وہ چیز ہے جو عقل پر پردہ ڈال دے'' یعنی جب ایک شخص اس کو پیتا ہے تو اس کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے، اس سے مراد ہر نشہ آور مشروب ہے اور لفظ الْـخَـمْر کو ''میم'' کے فتحہ کے ساتھ پڑھنا ہے، اس سے مراد ہر وہ چیز جو آپ کو اوٹ فراہم کر دے خواہ وہ درخت ہو یا کوئی عمارت وغیرہ۔

البِتْع سے مراد وہ نبیذ ہے جو شہد سے تیار کی جاتی تھی اور الـمِـزْرُ سے مراد وہ نبیذ ہے جو جَو سے تیار کی جاتی تھی، بعض کے نزدیک مکئی سے تیار شدہ نبیذ کو المزر کہتے ہیں اور الجِعة سے مراد جو کا نبیذ ہے اور السَّكَرُ سے مراد کھجور کا ایسا نبیذ ہے جو آگ پر پکایا نہ گیا ہو۔

امام بغوی ؒ نے کہا: اس حدیث مبارکہ میں ان لوگوں کا واضح رد ہے جن کا کہنا ہے کہ شراب وہی ہے جو انگور سے بنے یا کھجور سے تیار کی جائے۔ اسی طرح اس حدیث مبارکہ میں ان لوگوں کا بھی واشگاف رد ہے جن کا خیال ہے کہ شراب صرف وہی ہے جو ان چار پھلوں، انگور، کشمش، تازہ کھجور اور خشک کھجور سے بنائی جائے بلکہ ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور یہ کہ ہر وہ مشروب خمر ہے جو عقل پر پردہ ڈال دے۔

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّ مِـنَ الـعِنبِ خمْرًا ، وإِنَّ مِن التَّـمْـرِ خمْرًا ، وإِنَّ مِن العسلِ خمْرًا ، وإِنَّ مِن البُرِّ خمْرًا ، وإِنَّ مِن الشّعيرِ خمْرًا۔)) ...... ''انگور سے شراب ہے، کھجور سے شراب ہے، شہد سے شراب ہے، گندم سے شراب ہے اور جو سے بھی شراب ہے۔''

(صحیح، ابوداود: ٣٦٧٦، ترمذی: ١٨٧٢، ابن ماجہ: ٣٣٧٩)

اس حدیث مبارکہ کے الفاظ سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ شراب انگور اور کھجور کے علاوہ کسی اور چیز سے بھی ہو سکتی ہے۔ ان اشیاء کی تخصیص کا یہ مطلب نہیں کہ شراب صرف وہی ہوگی جو ان پھلوں سے بنائی جائے گی بلکہ ہر وہ چیز جو کسی بھی جنس سے تیار کی جائے مثلاً مکئی سے (حجاز وغیرہ میں پیدا ہونے والی جو جو گیہوں کے مشابہہ ہوتی ہے) سے یا کسی درخت کے رس سے۔ رس کا حکم ان چیزوں سے تیار کردہ شراب ہی کی طرح ہے یعنی جو عقل پر پردہ ڈال دے خمر ہے اور حرام ہے، چاہے وہ کسی چیز کی بھی بنی ہوئی ہو۔ ان اشیاء کا ذکر بطور خاص اس لیے ہو گیا کہ آپ علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں عام طور پر ملنے والی اور رائج شراب انہی پھلوں سے بنائی جاتی تھی۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((الْخَمْرُ مِنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ: النَّخْلَةِ، والعِنبَةِ۔)) ...... ''شراب ان دو درختوں سے ہے یعنی کھجور اور انگور سے۔'' (صحيح مسلم: ١٩٨٥)

یہ حدیث مبارکہ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ کے مخالف نہیں بلکہ مقصد یہ ہے عموماً اہل عرب یا اہل مدینہ ان دو چیزوں سے شراب تیار کرتے تھے، اغلبیت کی بنا پر ان دو پھلوں کا تذکرہ بطور خاص کر دیا گیا (ورنہ جس پھل یا غلے سے بھی نشہ آور مشروب تیار کیا جائے اسے شراب، یعنی خمر کا حکم حاصل ہوگا اور اس کا ایک گھونٹ بھی حرام ہوگا۔)

(ما أَسْكَرَ كثيره، فقليلُهُ حرام) جس چیز کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔ یہ حدیث مبارکہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہر نشہ آور مشروب حرام ہے۔ خمر اسم جنس ہے اور ہر نشہ آور مشروب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، حرمت کا مدار نشہ آنے یا نہ آنے پر نہیں بلکہ نشہ آور مشروب کی تھوڑی سی مقدار یعنی ایک گھونٹ بھی حرام ہے، پہلے گھونٹ کی حرمت بھی ویسے ہی ہے جیسے آخری گھونٹ کی حرمت ہے اور یہی معاملہ حد کا ہے۔ ایک مشروب کے تمام اجزاء مل کر نشہ پیدا کرتے ہیں ایک قطرہ دوسرے قطرے اور ایک گھونٹ دوسرے گھونٹ کے لیے معاون ثابت ہوتا ہے۔ جب ایک مشروب کا آخری گھونٹ نشہ آور ہے تو پہلا کیوں نہیں؟ آخری گھونٹ کا نشہ بھی تو پہلے گھونٹ کا مرہون منت ہے، اگر وہ پہلے گھونٹ نہ پیتا تو کیا صرف اس گھونٹ سے نشہ آتا؟ بس اتنی بات ہے کہ نشے کا اظہار آخری گھونٹ پر ہوا یعنی زیادہ پینے سے ہوا جس طرح زعفران کا ایک ایک جزء مل کر ایک خاص رنگت دیتا ہے اور وہ رنگت کثیر اجزاء ہی سے بنتی اور نمایاں ہوتی ہے۔ ایک ذرہ اگرچہ تنہا کچھ نہیں مگر دیگر ذرّات سے باہم مل کر اس نے ایک مخصوص رنگ وروپ دھار لیا ہے اب اس رنگ کی اضافت ونسبت تمام اجزاء کی طرف ہوگی نہ کہ صرف آخری جزء کی طرف، تمام محدثین کا یہی موقف ہے (کہ قلیل وکثیر کا فرق نہیں جو مشروب نشہ آور ہے اس کا ایک گھونٹ بھی حرام ہے)

ان کا کہنا ہے اگر کوئی شخص شراب نہ پینے کی قسم کھاتا ہے اور پھر کوئی مسکر (عقل میں فتور ڈالنے والا) مشروب پی لیتا ہے تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی۔

جناب سائب بن یزید نے کہا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے فلاں سے شراب کی بُو آتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں نے طلا (آگ پر پکا کر تیار کیا ہوا نبیذ) پیا ہے۔ میں اس سے پوچھتا ہوں کہ اس نے کیا پیا ہے اگر پیے ہوئے مشروب نے اسے نشہ میں مبتلا کیا ہے تو میں اسے حد ماروں گا پھر حضرت نے اسے پوری حد لگائی۔ (مؤطا امام مالك: ١٥٨٧)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پاس جو بھی شراب نوش یا نشہ آور نبیذ پینے والا شخص لایا جائے گا، میں اسے ضرور حد لگاؤں گا۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہر نشہ آور نبیذ خمر ہے اور یہی قول امام مالک اور امام شافعی رحمہ اللہ کا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے ہر نشہ آور اور مسکر مشروب خمر ہے۔ اسی طرح کی بات امام شافعی رحمہ اللہ، امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور ابورزین سے بھی منقول ہے ان بزرگوں کا کہنا ہے کہ ہر نشہ آور چیز خمر (شراب) ہے۔

امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے ایک ایسے شخص کو نماز لوٹانے کا حکم دیا جس کے کپڑوں میں نشہ آور مشروب کا داغ ایک درہم کے برابر یا اس سے کچھ زیادہ لگا ہوا تھا۔ جناب معن نے کہا: میں نے امام مالک رحمہ اللہ سے فقاع (ایک قسم کی شراب جو کشمش سے تیار کی جاتی تھی) کی بابت پوچھا تو انہوں نے کہا: اگر اس میں نشہ نہ ہو تو اس کے پینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

جناب طلحہ بن مصرف سے نبیذ (نشہ آور) کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: یہ شراب ہے، اس کا حکم شراب والا ہے۔

فائدہ: (نشہ آور نبیذ کا حکم شراب کا سا ہے یعنی اسے پینا حرام ہے کیونکہ شرعی طور پر نشہ آور مشروب اور شراب کا حکم ایک ہے البتہ نشے سے پاک نبیذ کا پینا جائز ہے۔ آپ علیہ السلام بذات خود اسے استعمال فرماتے تھے اور یہ آپ کا مرغوب مشروب تھا۔ کسی پھل کو پانی میں ڈال دیا جاتا ہے، پھر جب وہ نرم ہو جاتا ہے تو پھل کو ہاتھوں سے پانی میں مسل دیا جاتا ہے اور پھر کسی کپڑے سے وہ پانی نچوڑ لیا جاتا ہے تاکہ پھل کا پھوک الگ ہو جائے اور پھر وہ پھل کے اثر والا پانی پی لیا جاتا ہے، اسے نبیذ کہتے ہیں۔ یہ ذائقہ دار اور مقوی ہوتی ہے اسے پینے میں کوئی حرج نہیں مگر اسے زیادہ دیر نہ رکھا جائے ورنہ اس میں نشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر وہ نشہ آور ہو جائے تو پھر وہ شراب کی طرح حرام ہے جناب طلحہ بن مصرف کی مراد ایسی ہی نبیذ سے ہو گی وگرنہ نشے سے پاک نبیذ پینا تو جائز ہے۔ (ع،س)

(2)......بَابُ وَعِيدِ شَارِبِ الْخَمْرِ
شراب پینے والے کی وعید کا بیان

(٢٩١٢)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا، ثُمَّ لَمْ يَتُبْ مِنْهَا، حُرِمَهَا فِي الْآخِرَةِ۔))

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دنیا میں شراب پی اور پھر اس سے توبہ نہیں کی تو آخرت میں وہ اس سے محروم رہے گا۔''

شرح (حُرِمَهَا فِي الْآخِرَةِ) ''آخرت میں وہ اس سے محروم رہے گا،، اس جملے میں بہت سخت وعید ہے یعنی وہ جنت میں جانے ہی نہ پائے گا تو وہاں کی شراب اسے کیسے نصیب ہو سکے گی؟ کیونکہ اہل جنت کا مشروب جنتی

(٢٩١٢) أخرجه البخاري: ٥٥٧٥، ومسلم: ٢٠٠٣

شراب ہوگی جس سے نہ ان کے سر چکرائیں گے اور نہ انہیں نشہ ہی آئے گا اور جس شخص کو جنت کا داخلہ نصیب ہو گیا وہ اس کے پینے سے محروم نہیں ہوسکتا، محروم وہی ہوگا جس کو جنت کا داخلہ نہیں ملے گا۔

(٢٩١٣)۔ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْجُلُودِيُّ، نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، نَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، نَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، نَا أَيُّوبُ......

عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ، وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا، فَمَاتَ وَهُوَ يُدْمِنُهَا، لَمْ يَتُبْ، لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الآخِرَةِ۔))

جناب نافع رحمہ اللہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر نشہ آور شے خمر (شراب) ہے اور ہر نشہ آور حرام ہے اور جو شخص اس حالت میں مرگیا کہ وہ شراب پیتا تھا تو وہ آخرت میں نہیں پیے گا۔“

(٢٩١٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفُورَانِيُّ، نَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الطَّيْسَفُونِيُّ، نَا أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ مَحْمُودٍ الْمَحْمُودِيُّ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَاسَرْجَسِيُّ، بِنَيْسَابُورَ، نَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ، نَا صَالِحُ بْنُ قُدَامَةَ، حَدَّثَنِي أَخِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ قُدَامَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، إِنَّ حَتْمًا عَلَى اللّٰهِ أَنْ لا يَشْرَبَهُ عَبْدٌ فِي الدُّنْيَا إِلا سَقَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ، هَلْ تَدْرُونَ مَا طِينَةُ الْخَبَالِ؟)) قَالَ: ((عَرَقُ أَهْلِ النَّارِ۔))

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر نشہ آور چیز حرام ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ پر یہ لازمی ہے کہ جو شخص دنیا میں ایسی شراب پیتا ہے کہ اسے آخرت میں ضرور (طینۃ الخبال) پلائے، تمہیں معلوم ہے کہ (طینۃ الخبال) کیا ہے؟“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جہنمیوں کے جسم کا نچوڑ (پسینہ اور پیپ)۔“

(٢٩١٥)۔ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، نَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، نَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ الدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ......

(٢٩١٣) انظر الحديث السابق　　(٢٩١٤) هذا حديث صحيح

(٢٩١٥) أخرجه مسلم: ٢٠٠٢

عَـنْ جَـابِرٍ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ إِنَّ عَلَى اللّٰهِ عَهْـدًا لِـمَـنْ يَشْـرَبُ الْـمُسْكِرِ أَنْ يُسْقِيَهُ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ)) قَالُوا: وَمَا طِينَةُ الْخَبَالِ؟ قَالَ: ((عَرَقُ أَهْلِ النَّارِ ، أَوْ عُصَارَةُ أَهْلِ النَّارِ۔))

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نشہ آور چیز حرام ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ پر یہ ضروری ہے کہ جو (دنیا میں) نشہ آور اشیاء کا استعمال کرے یہ کہ اسے طینۃ الخبال پلائے، صحابہ نے عرض کیا: طینۃ الخبال سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جہنمیوں کا پسینہ یا جہنمیوں کا نچوڑ۔''

(٢٩١٦)۔ أَخْبَرَنَـا الإِمَـامُ أَبُـو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي ، أَنَا أَبُو سَعْدٍ خَلَفُ بْنُ عَبْدِ الـرَّحْـمَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي نِزَارٍ ، نَا أَبُو الْحُسَيْنِ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ حَفْصَوَيْهِ السَّرْخَسِيُّ ، نَا أَبُـو الْـحَسَـنِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ مَخْلَدٍ ، نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوقٍ الْبَصْرِيُّ ، نَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ ، نَا هَمَّامٌ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ اللَّيْثِيِّ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ:......

قَـالَ ابْـنُ عُـمَرَ ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَـلَيْـهِ وَسَـلَّـمَ قَـالَ: سَـمِعْتُهُ ، يَقُولُ: ((مَنْ شَـرِبَ الْـخَـمْـرَ ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْـلَةً ، فَإِنْ تَابَ ، تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ ، فَإِنْ عَادَ ، لَـمْ تُـقْبَـلْ لَهُ صَلاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ، فَإِنْ تَابَ ، تَـابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ ، فَإِنْ عَادَ ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ، فَإِنْ تَابَ ، تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ ، فَإِنْ عَادَ الرَّابِعَةَ ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ، فَإِنْ تَـابَ ، لَـمْ يَتُـبِ اللّٰهُ عَلَيْهِ ، وَكَانَ حَقًّا عَـلَى اللّٰهِ أَنْ يُسْقِيَهُ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ)) قَالُوا: يَـا أَبَـا عَبْدِ الرَّحْمَنِ! وَمَا طِينَةُ الْخَبَالِ ؟ قَالَ: ((صَدِيدُ أَهْلِ النَّارِ۔))

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے شراب (خمر) پی، اس کی چالیس رات تک نماز قبول نہیں ہوگی۔ اگر اس نے توبہ کی تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ اگر اس نے دوبارہ شراب پی لی تو اس کی نماز (مزید) چالیس راتوں تک قبول نہیں ہوگی۔ اگر اس نے توبہ کرلی تو اللہ اس کی توبہ قول فرمائے گا، اگر اس نے دوبارہ شراب پی لی تو اس کی نماز (مزید) چالیس رات قبول نہیں ہوگی اور اگر اس نے توبہ کرلی تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ اگر اس نے پھر چوتھی مرتبہ شراب پی لی تو اللہ پر حق ہوگا کہ اسے طینۃ الخبال پلائے۔'' لوگوں نے پوچھا: اے ابوعبدالرحمان طینۃ الخبال سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جہنمیوں کی پیپ۔''

(٢٩١٦) صحيح ......أخرجه ابوداود: ٣٦٨٠، والترمذي: ١٨٦٢ ، وابن ماجه: ٣٣٧٧

(3)......بَابُ الْخَلِيطَيْنِ
دو پھلوں کی مشترکہ نبیذ کا بیان

(۲۹۱۷)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ ، أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ ، قَالا: أَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ، أَنَا الرَّبِيعُ ، أَنَا الشَّافِعِيُّ ، أَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ......

عَنْ مَعْبَدِ بْنِ كَعْبٍ ، عَنْ أُمِّهِ ، وَكَانَتْ قَدْ صَلَّتِ الْقِبْلَتَيْنِ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْخَلِيطَيْنِ ، وَقَالَ: ((انْبِذُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى حِدَتِهِ۔))

جناب معبد بن کعب اپنی والدہ محترمہ سے بیان کرتے ہیں اور انہوں نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہوئی ہے (یعنی قدیم الاسلام خاتون ہیں) کہ رسول اللہ ﷺ نے دو پھلوں کی مشترکہ نبیذ سے منع فرماتے ہوئے کہا: ''ہر ایک پھل کی جدا جدا نبیذ بناؤ۔''

(۲۹۱۸)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، نَا مُسْلِمٌ ، نَا هِشَامٌ ، نَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَ التَّمْرِ وَالزَّهْوِ ، وَالتَّمْرِ ، وَالزَّبِيبِ ، وَلْيُنْبَذْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى حِدَةٍ۔

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خشک کھجور اور پکنے کے قریب کھجور یا خشک کھجور اور منقی کو اکٹھا کر کے نبیذ بنانے سے منع فرمایا، چاہیے کہ ہر ایک کی الگ الگ نبیذ تیار کی جائے۔

شرح صحیح مسلم میں جناب ہشام دستوائی کی سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پکنے کے قریب اور تازہ پکی ہوئی کھجور کو ملا کر نبیذ نہ بناؤ۔'' (ایضاً)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: دو پھلوں سے بنائی ہوئی نبیذ کی حرمت میں اہل علم وفضل کے درمیان میں اختلاف پایا جاتا ہے، علماء کرام کی ایک جماعت ایسی نبیذ کی حرمت کی قائل ہے خواہ اس میں نشہ پیدا نہ ہوا ہو، ان حضرات کی دلیل حدیث مبارکہ کے ظاہری الفاظ ہیں۔ اس موقف کے قائل جناب عطاء، طاؤس، امام مالک اور اسحاق رحمہم اللہ ہیں۔ ان بزرگوں کا کہنا ہے جس نے دو پھلوں کی مشترکہ نبیذ، تیزی آنے سے قبل استعمال کی وہ ایک اعتبار سے گناہ گار ہے اور اگر

(۲۹۱۷) صحیح ...... أخرجه الامام الشافعي في المسند: ۱۳۴۳

(۲۹۱۸) أخرجه البخاري: ۵۲۰۲ ، ومسلم: ۱۹۸۸

اس میں تیزی رونما ہو چکی ہو تو پھر استعمال کی صورت میں وہ دو لحاظ سے گناہ گار ہے۔ ایک تو دو قسم کے پھلوں کی مشترکہ نبیذ پینے سے اور دوسرے نشہ آور مشروب پینے کی وجہ سے، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے کہا: گدر اور خشک کھجور کو جب ملا لیا جائے تو وہ خمر (شراب) ہوتی ہے۔

اہل رائے نے ایسی نبیذ پینے کی علی الاطلاق اجازت دی ہے، اکثر اہل علم تیزی اور نشہ آور نہ ہونے کی صورت میں دو پھلوں کی مشترکہ نبیذ پینے کی رخصت کے قائل ہیں جناب لیث بن سعد رحمہ اللہ نے کہا: دو پھلوں کی مشترکہ نبیذ کی ممانعت وکراہت اس وجہ سے ہے کہ ایک دوسری سے مل کر قوی ہو جاتی ہے۔ اور اس میں تیزی آ جاتی ہے۔ ایسی نبیذ مسکر نہ ہونے کی صورت میں پینے کی رخصت کے قائل حضرات کی دلیل۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث مبارکہ ہے انہوں نے کہا: میں ایک مٹھی کھجور اور ایک مٹھی منقی لیتی اور انہیں پانی میں ڈال دیتی پھر انہیں اپنے ہاتھ سے مسلتی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتی اور انہیں پلایا کرتی تھی۔

(ضعیف الاسناد، ابوداود: ۳۷۰۸)

فائدہ: اگر نبیذ دو قسم کے پھلوں سے بنائی جائے، یعنی دونوں پھلوں کو پانی میں ڈالا جائے تو اس میں جلدی نشہ پیدا ہونے کا امکان ہوتا ہے کیونکہ اس میں کیمیائی عمل زیادہ تیزی سے شروع ہو جاتا ہے۔

اس لیے دو چیزوں کی نبیذ سے مطلقاً روک دیا گیا ہے، اگر چہ نشہ پیدا نہ ہونے کی صورت میں اس کا استعمال درست ہے مگر عام لوگ نشے کے معاملے میں زیادہ حساس نہیں ہوتے، ممکن ہے انہیں نشے کا پتا نہ چلے، اس لیے مطلقاً روک دیا گیا ہے۔ (ع،س)

(4)......بَابُ إِبَاحَةِ مَا لَا يُسْكِرُ مِنَ الْأَنْبِذَةِ

نشہ نہ دینے والی نبیذ کی اباحت کا بیان

(٢٩١٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، نَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ ، نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ......

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ ، قَالَ: دَعَا أَبُو أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عُرْسِهِ ، وَكَانَتِ امْرَأَتُهُ يَوْمَئِذٍ خَادِمَهُمْ ، وَهِيَ الْعَرُوسُ ، قَالَ سَهْلٌ: تَدْرُونَ مَا سَقَتْ

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی شادی پر بلایا، ان کی بیوی (ام اسید سلامہ بنت وہب) ہی ضروری کام کاج کر رہی تھیں اور وہی دلہن تھیں۔ سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے کہا

(٢٩١٩) أخرجه البخاري: ٥١٧٦ ، ومسلم: ٢٠٠٦

رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ أَنْقَعَتْ لَهُ تَمَرَاتٍ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا أَكَلَ، سَقَتْهُ إِيَّاهُ۔

تمہیں معلوم ہے انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو اس موقع پر کیا پلایا تھا؟ رات کے وقت انہوں نے کچھ کھجوریں پانی میں بھگودی تھیں (صبح کو) جب آپ ﷺ کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ کو وہی پلایا۔

شرح جناب ابو حازم نے بیان کیا کہ سیدنا ابو اسید رضی اللہ عنہ کی بیوی نے پتھر کے ایک بڑے پیالے میں رات کے وقت کھجوریں بھگودی تھیں اور جب رسول اللہ ﷺ کھانے سے فارغ ہوئے تو انہوں نے کھجوروں کو ہاتھ سے مسل دیا اور آپ ﷺ کے سامنے بطور مشروب پیش کر دیا۔(صحيح بخارى: ٥١٨٢)

(مـاثته) کا معنی ہے کسی چیز کا ہاتھوں سے مسل دینا۔ یہ لفظ باب ضَـرَبَ، يَضْرِبُ اور نَـصَـرَ، يَنْصُر دونوں سے استعمال ہوتا ہے جب کسی پھل وغیرہ کو پانی میں مسل دیا جائے اور وہ پانی میں حل ہو جائے اس وقت یہ لفظ بولتے ہیں اس معنیٰ کی ادائیگی کے لیے لفظ اِنْمَاثَ بھی مستعمل ہے۔

(٢٩٢٠)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى التِّرْمِذِيُّ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ، أَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، أَنَا حُمَيْدٌ، وَثَابِتٌ......

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْقَدَحِ الشَّرَابَ كُلَّهُ: الْمَاءَ، وَالنَّبِيذَ، وَالْعَسَلَ، وَاللَّبَنَ۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اس پیالے میں رسول اللہ ﷺ کو ہر قسم کا مشروب پلایا ہے، پانی بھی، نبیذ بھی، شہد بھی اور دودھ بھی۔

(٢٩٢١)۔ حَدَّثَنَا الْمُطَهَّرُ بْنُ عَلِيٍّ الْفَارِسِيُّ، أَنَا أَبُو ذَرٍّ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الصَّالِحَانِيُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ الْمَعْرُوفُ بِأَبِي الشَّيْخِ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ وَاقِدٍ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، نَا الثَّقَفِيُّ، نَا يُونُسُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أُمِّهِ......

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ أَنْبِذُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سِقَاءٍ لَهُ نَنْبِذُهُ غُدْوَةً، فَيَشْرَبُهُ عِشَاءً، وَنَنْبِذُهُ عِشَاءً، فَيَشْرَبُهُ غُدْوَةً۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے مشکیزے میں نبیذ بنایا کرتی تھی، ہم صبح نبیذ بناتے تو آپ اسے شام کو پی لیتے، شام کے وقت نبیذ بناتے تو صبح کے وقت آپ پی لیتے۔

(٢٩٢٠) أخرجه مسلم: ٢٠٠٨

(٢٩٢١) أخرجه مسلم: ٢٠٠٥

(۲۹۲۲)۔ وَحَدَّثَنَا الْمُطَهَّرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، نَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَخْبَرَنِي الْقَاسِمُ بْنُ الْفَضْلِ……

عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ حَزْنٍ الْقُشَيْرِيِّ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيذِ، فَدَعَتْ جَارِيَةً حَبَشِيَّةً، فَقَالَتْ: سَلْ هٰذِهِ، فَإِنَّهَا كَانَتْ تَنْبِذُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلْتُهَا، فَقَالَتْ: كُنْتُ أَنْبِذُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سِقَاءٍ مِنَ اللَّيْلِ، وَأُوكِئُهُ، فَإِذَا أَصْبَحَ شَرِبَ مِنْهُ۔

جناب ثمامہ بن حزن قشیری کہتے ہیں میں نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبیذ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے ایک حبشی لونڈی کو بلایا اور کہا: اس سے سوال کیجئے کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے لیے نبیذ بنایا کرتی تھی، میں نے اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا: میں ایک مشکیزے میں رسول اللہ ﷺ کے لیے رات کے وقت نبیذ بناتی اور مشکیزے کا منہ بند کر دیتی، جب صبح ہوتی تو آپ اس سے پی لیتے۔

(۲۹۲۳)۔ وَحَدَّثَنَا الْمُطَهَّرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الصَّالِحَانِيُّ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ نَاجِيَةَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوقٍ، نَا عُبَيْدُ بْنُ عُقَيْلٍ، نَا أَبُو عَمْرِو بْنُ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، ……

عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنْبَذُ لَهُ فِي تَوْرٍ مِنْ حِجَارَةٍ، فَيَشْرَبُهُ مِنْ يَوْمِهِ، وَمِنَ الْغَدِ، وَبَعْدَ الْغَدِ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ، ثُمَّ يَأْمُرُ أَنْ يُهْرَاقَ، وَإِمَّا أَنْ يَشْرَبَهُ بَعْضُ الْخَدَمِ۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے لیے پتھر کے ایک برتن میں نبیذ تیار کی جاتی، پھر اس دن، اگلے دن اور اس سے اگلے دن دوپہر تک پیتے رہتے (بچ جانے کی صورت میں) اسے بہا دینے کا حکم صادر فرماتے یا کسی خادم کو پلا دیتے۔

شرح دیکھیں حدیث نمبر (۲۹۲۵) اور اس کی شرح۔

(۲۹۲٤)۔ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْجُلُودِيُّ، نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، نَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أُمِّهِ……

(۲۹۲۲) أخرجه مسلم: ۲۰۵۵

(۲۹۲۳) أخرجه مسلم: ۱۹۹۹ بلفظ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنْبَذُ لَهُ فِي تَوْرٍ مِنْ حِجَارَةٍ۔

(۲۹۲٤) أخرجه مسلم: ۲۰۰۵

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنَّا نَنْبِذُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سِقَاءٍ يُوكَأُ أَعْلاهُ، وَلَهُ عَزْلاءُ نَنْبِذُهُ غُدْوَةً، فَيَشْرَبُهُ عِشَاءً، وَنَنْبِذُهُ عِشَاءً، فَيَشْرَبُهُ غُدْوَةً۔

سیدہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک ایسے مشکیزے میں نبیذ بناتے جس کے اوپر والے دہانے کو دھاگے سے باندھ دیا جاتا اور اس کے نیچے کی طرف سوراخ تھے، ہم صبح کے وقت بھگو دیتے تو آپ اسے عشاء کے وقت نوش فرما لیتے اور ہم رات کو بھگوتے تو آپ صبح کو پی لیا کرتے۔

(٢٩٢٥)۔ حَدَّثَنَا الْمُطَهَّرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الصَّالِحَانِيُّ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مَعْدَانَ، نَا أَبُو بَكْرِ بْنُ زَنْجَوَيْهِ، نَا أَبُو مَعْمَرٍ، نَا عَبْدُ الْوَارِثِ، نَا أَبُو عَمْرِو بْنُ الْعَلاءِ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدٍ الْبَهْرَانِيِّ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْبَذُ لَهُ نَبِيذٌ فَيَشْرَبُهُ الْيَوْمَ، وَاللَّيْلَةَ، وَالْغَدَ، وَلَيْلَتَهُ، وَالْيَوْمَ الثَّالِثَ، فَإِذَا أَمْسَى، سَقَاهُ الْخَدَمَ، أَوْ يُهْرِيقُهُ۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نبیذ بنایا جاتا تو آپ اسے وہ دن، رات، اگلا دن، رات اور اگلے دن تک پیتے رہتے جب (تیسرے دن کی) شام ہو جاتی تو آپ وہ نبیذ خادم کو پلا دیتے یا بہا دیتے۔

شرح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: "كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْتَبَذُ لَهُ أَوَّلَ اللَّيْلِ، فَيَشْرَبُهُ إِذَا أَصْبَحَ يَوْمَهُ ذٰلِكَ، وَاللَّيْلَةَ الَّتِي تَجِيءُ، وَالْغَدَ وَاللَّيْلَةَ الْأُخْرَى، وَالْغَدَ إِلَى الْعَصْرِ، فَإِنْ بَقِيَ شَيْءٌ سَقَاهُ الْخَادِمَ، أَوْ أَمَرَ بِهِ فَصُبَّ۔" ......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شروع رات میں نبیذ تیار کی جاتی۔ جب صبح ہوتی تو آپ اسے تمام دن، اگلی رات، دوسرے دن، اس سے اگلی رات اور تیسرے دن عصر تک نوش فرماتے رہتے، پھر اگر (تیسرے دن) کچھ باقی رہ جاتی تو اسے خادم کو پلا دیتے یا بہا دینے کا حکم دیتے۔ (صحيح مسلم: ٢٠٠٤)

(العَزْلاء) مشکیزے کے اس دھانے کو کہتے ہیں جو اس کی نچلی جانب ہوتا ہے۔

(5)......بَابُ أَحَبِّ الشَّرَابِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پسند مشروب کا بیان

(٢٩٢٦)۔ أَخْبَرَنِي أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ

(٢٩٢٥) أخرجه مسلم: ٢٠٠٤

(٢٩٢٦) صحيح ......أخرجه الترمذي: ١٨٩٥

الْقُهُسْتَانِيُّ، نَا عَمَّارُ بْنُ رَجَاءٍ، نَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى، نَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ أَحَبُّ الشَّرَابِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ الْحُلْوَ الْبَارِدَ.

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو شیریں اور ٹھنڈا مشروب بہت زیادہ پسند تھا۔

(6)......بَابُ الْأَوْعِيَةِ

برتنوں کا بیان

(۲۹۲۷)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الْخِرَقِيُّ، أَنَا أَبُو الْحَسَنِ الطَّيْسَفُونِيُّ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، نَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، نَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُنْبَذَ فِي الدُّبَّاءِ، وَالْمُزَفَّتِ، وَالْمُقَيَّرِ، وَالْحَنْتَمَةِ، وَالنَّقِيرِ وَقَالَ: ((كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کدو سے بنے ہوئے برتن (تونبے) میں، تارکول لگے برتن میں، لکڑی کے برتن میں، اور سبز روغنی گھڑے میں نبیذ بنانے سے منع کیا اور فرمایا: ''ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔''

شرح (اَلدُّبَّاءُ) کدو یا اس سے ملتی جلتی سبزی (مثلاً پیٹھا) جب بیل پر لگی رہے اور پک کر خشک ہو جائے تو اسے برتن کی طرح استعمال کیا جا سکتا ہے، کدو سے بنے ہوئے برتن سے یہی مراد ہے۔

(اَلْمُزَفَّت) وہ چمڑے کا مشکیزہ جس کے اوپر تارکول سے ملتا جلتا روغن '' زفت ''لگا دیا جائے۔

اَلْقِيرُ اور اَلْمُقِيرُ سے مراد لکڑی کے کھوکھلے تنے ہیں جن پر بسا اوقات روغن ''زفت ''مل دیا جاتا۔

(اَلْحَنْتَمَةُ) سے مراد شراب بنانے کا ایک بڑا مٹکا ہے۔ ابو عبید نے کہا: یہ سبز قسم کے مٹکے ہوتے تھے جن میں سرکہ بھر کر مدینہ منورہ فروخت کے لیے لایا جاتا تھا۔

نقیر کھجور کے تنے کو اندر سے کھلا کر کے بنایا جاتا تھا عرب ان برتنوں میں (شراب اور) نبیذ بنایا کرتے تھے۔

ایسے برتنوں سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ سخت خول والے ہوتے ہیں، مسام بند ہوتے ہیں اس وجہ سے ان میں بنائی گئی نبیذ میں بہت جلد ترشی اور شدت آجاتی ہے جس کا عام آدمی کو احساس نہیں ہوتا اور وہ پیتے ہوئے دھوکے میں رہ جاتا ہے، باقی رہے ایسے چمڑے کے مشکیزے جن پر روغن ''زفـــت'' نہ ملا گیا ہو اس کی جلد پتلی اور باریک ہوتی ہے

(۲۹۲۷) أخرجه البخاري: ۵۵۸۶، ومسلم: ۱۹۹۳

بالغرض اگر اس میں بنی ہوئے نبیذ میں ترشی آجائے تو پتہ چل جاتا ہے اور اس کا معاملہ پینے والے پر مخفی نہیں رہتا۔

فائدہ: چونکہ عام لوگ نشے کے معاملہ میں زیادہ حساس نہیں ہوتے۔ اہل عرب بھی ان برتنوں کے مشروبات اور شراب کے عادی تھے تو انہیں معمولی نشے کا احساس بھی نہ ہوتا تھا اس لیے حرمت شراب کی ابتدا میں ان برتنوں کے استعمال سے بھی منع فرمادیا گیا مگر بعدازاں اجازت دے دی گئی تھی۔ (ع،س)

ان برتنوں میں کیا اب نبیذ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف رائے پایا جاتا ہے، ایک قوم کا خیال ہے کہ یہ حرمت اب بھی قائم ہے۔ اس موقف کے قائل سیدنا ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں نیز امام مالک، امام احمد اور امام اسحاق رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

ان کے علاوہ دیگر اہل علم کا خیال ہے کہ یہ حرمت ابتدائے اسلام میں تھی پھر اسے منسوخ کر دیا گیا۔ ان حضرات کی دلیل سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ ہے۔

(۲۹۲۸)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، نَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَنَا مُعَرِّفُ بْنُ وَاصِلٍ، عَنْ مُحَارِبٍ......

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنِ الْأَشْرِبَةِ إِلَّا فِي ظُرُوفِ الْأَدَمِ، فَاشْرَبُوا فِي كُلِّ وِعَاءٍ، غَيْرَ أَنْ لَا تَشْرَبُوا مُسْكِرًا۔))

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تمہیں چمڑے کے برتنوں کے علاوہ دیگر برتنوں میں مشروب (نبیذ) تیار کرنے سے منع کیا تھا، ہر برتن میں مشروب تیار کرلو، البتہ نشہ آور مشروب نہ پیو۔''

(۲۹۲۹)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَّالُ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالَا: أَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنَا الرَّبِيعُ، أَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ......

عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنْبَذُ لَهُ فِي سِقَاءٍ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ، فَتَوْرٌ مِنْ حِجَارَةٍ۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے لیے مشکیزے میں نبیذ بنائی جاتی، اگر مشکیزہ میسر نہ ہوتا تو پتھر کے برتن میں نبیذ تیار کی جاتی۔

(۲۹۲۸) أخرجه مسلم: ۹۷۷

(۲۹۲۹) أخرجه مسلم: ۱۹۹۹

(7)......بَابُ تَحْرِيمِ الشُّرْبِ مِنْ آنِيَةِ الْفِضَّةِ
چاندی کے برتنوں میں پینے کی حرمت کا بیان

(۲۹۳۰)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ......

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((الَّذِي يَشْرَبُ فِي آنِيَةِ الْفِضَّةِ إِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِي بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ۔))

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ داخل کرتا ہے۔''

شرح: (يُجَرْجِرْ) ''وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔'' جَرْجَرة سخت پیاس کے وقت غٹ غٹ پانی پینے کی صورت میں پیٹ میں پیدا ہونے والی آواز کو کہتے ہیں، لفظ جرجرہ کے لغوی معنیٰ آواز کے ہیں۔ اسی سے اونٹ کے بلبلانے کو بھی یجرجر کہتے ہیں۔

(۲۹۳۱)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا أَبُو نُعَيْمٍ، نَا سَيْفُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا، يَقُولُ:......

حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى، أَنَّهُمْ كَانُوا عِنْدَ حُذَيْفَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ، وَلَا الدِّيبَاجَ، وَلَا تَشْرَبُوا فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ، وَالْفِضَّةِ، وَلَا تَأْكُلُوا فِي صِحَافِهَا، فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا، وَهِيَ لَكُمْ فِي الْآخِرَةِ۔))

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ بیان فرما رہے تھے: ''باریک، موٹا (کسی قسم کا بھی) ریشم نہ پہنو اور سونے چاندی کے برتنوں میں نہ پیو اور نہ ان کی پلیٹوں میں کھاؤ، بے شک یہ چیزیں کافروں کے لیے دنیا میں ہیں اور آخرت میں تمہارے لیے ہیں۔''

(۲۹۳۲)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ......

(۲۹۳۰) أخرجه البخاري: ۵۶۳۴، ومسلم: ۲۰۶۵

(۲۹۳۱) أخرجه البخاري: ۵۴۲۶، ۵۶۳۲، ومسلم: ۲۰۶۷

(۲۹۳۲) أخرجه البخاري: ۳۱۰۹، ۵۶۳۸

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، أَنَّ قَدَحَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْكَسَرَ ، فَاتَّخَذَ مَكَانَ الشَّعْبِ سِلْسِلَةً مِنْ فِضَّةٍ ، قَالَ عَاصِمٌ: رَأَيْتُ الْقَدَحَ ، وَشَرِبْتُ مِنْهُ۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا۔ آپ نے اس جگہ چاندی کی ایک تار لگا دی، راوی حدیث جناب عاصم رحمہ اللہ نے کہا: میں نے اس پیالے کی زیارت کی ہے اور اس میں پانی پیا ہے۔

شرح: ایک روایت میں ہے کہ جناب عاصم نے کہا: وہ پیالہ نہایت عمدہ اور چوڑا تھا جو کہ نضار درخت کی لکڑی سے بنا ہوا تھا۔ بعض کے نزدیک نضار سے جھاؤ کا درخت مراد ہے اور جناب عاصم کا مطلب تھا کہ وہ ان کے دور میں پائے جانے والے سرخ رنگ کے پیالوں کی طرح کا تھا۔ بعض کے نزدیک نضار سے النبع کا درخت مراد ہے اور یہ وہی درخت ہے جس کی لکڑی سے اہل عرب کمانیں تیار کیا کرتے تھے۔

(۲۹۳۳)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَوْزَجَانِيُّ ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْخُزَاعِيُّ ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ ، نَا أَبُو عِيسَى ، نَا الْحُسَيْنُ بْنُ الأَسْوَدِ الْبَغْدَادِيُّ ، نَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ......

حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ طَهْمَانَ ، قَالَ: أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَدَحَ خَشَبٍ غَلِيظٍ مُضَبَّبٍ بِحَدِيدٍ ، فَقَالَ: يَا ثَابِتُ ، هَذَا قَدَحُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

جناب عیسیٰ بن طہمان بیان کرتے ہیں کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہمیں موٹی لکڑی کا لوہے کی سلاخ لگا کر درست کیا ہوا پیالہ دکھایا اور کہا: اے ثابت! یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ہے۔

(8)......بَابُ كَرَاهِيَةِ التَّنَفُّسِ فِي الْإِنَاءِ وَالنَّفْخِ فِي الشَّرَابِ

برتن میں سانس لینے اور مشروب میں پھونک مارنے کی کراہت کا بیان

(۲۹۳٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، نَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ ، فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ ، وَإِذَا أَتَى الْخَلَاءَ ، فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ ، وَلَا يَتَمَسَّحْ بِيَمِينِهِ۔))

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی مشروب نوش کرے تو برتن میں سانس نہ لے اور جب کوئی بیت الخلاء جائے تو اپنا دایاں ہاتھ پیشاب کرتے وقت اپنی شرمگاہ پر نہ لگائے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجا کرے۔''

(۲۹۳۳) صحیح ......أخرجه الترمذی فی "الشمائل": ۱/ ۲۹۳

(۲۹۳٤) أخرجه البخاری: ۱۵۳ ، ۵۶۳۰ ، ومسلم: ۲۶۷

(٢٩٣٥)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، نَا السَّيِّدُ أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ دَاوُدَ الْحَسَنِيُّ، أَنَا أَبُو نَصْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ حَمْدَوَيْهِ بْنِ سَهْلٍ الْمَرْوَذِيُّ، نَا مَحْمُودُ بْنُ آدَمَ الْمَرْوَزِيُّ، نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ، عَنْ عِكْرِمَةَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لا تَتَنَفَّسْ فِي الإِنَاءِ، وَلا تَنْفُخْ فِيهِ۔))

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''برتن میں سانس مت لو اور نہ اس میں پھونک مارو۔''

(٢٩٣٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ حَبِيبٍ مَوْلَى سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ......

عَنْ أَبِي الْمُثَنَّى الْجُهَنِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ، فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ: سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنِ النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ؟ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ: نَعَمْ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي لا أَرْوَى مِنْ نَفَسٍ وَاحِدٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((فَأَبِنِ الْقَدَحَ مِنْ فِيكَ، ثُمَّ تَنَفَّسْ)) فَقَالَ: فَإِنِّي أَرَى الْقَذَاةَ فِيهِ، قَالَ: ((فَأَهْرِقْهَا۔))

جناب ابو المثنیٰ جہنی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں خلیفہ مروان بن حکم کے پاس تھا کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔مروان بن حکم رحمہ اللہ نے ان سے دریافت کیا: کیا آپ نے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مشروب میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں! ایک شخص نے آپ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول! میں ایک سانس سے سیراب نہیں ہو پاتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''منہ سے پیالہ ہٹا کر سانس لے۔'' اس نے کہا: اگر مجھے برتن میں تنکا نظر آئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے بہادے۔''

شرح سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ''نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ ثُلْمَةِ الْقَدَحِ، وَأَنْ يُنْفَخَ فِي الشَّرَابِ۔'' ...... رسول اللہ ﷺ نے پیالے کی ٹوٹی ہوئی جگہ سے (پانی وغیرہ) پینے اور پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔ صحیح، ابوداود: ٣٧٢٢)

امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: پیالے کی ٹوٹی ہوئی جگہ سے پینے سے اس لیے منع کردیا گیا کہ اس جگہ سے پیتے وقت مشروب ہونٹوں سے باہر گرنے لگ جاتا ہے اور پینے والے کے ہونٹ صحیح طور پر جم نہیں سکتے۔ وہ جگہ ہونٹوں کو زخمی

(٢٩٣٥) صحيح ......أخرجه ابوداود: ٣٧٢٨، والترمذي: ١٨٨٨، وابن ماجه: ٣٤٢٩

(٢٩٣٦) حسن ......أخرجه الترمذي: ١٨٨٧

بھی کرسکتی ہے اور اس طرح مشروب آدمی کے منہ اور کپڑوں کو آلودہ کرنے کا سبب بن سکتا ہے جو کسی طرح مناسب نہیں (پیالے یا پلیٹ میں ٹوٹی ہوئی جگہ کی بالعموم کما حقہ صفائی نہیں ہو پاتی اور اس طرح وہ جگہ جراثیموں کی موجودگی کا باعث بنتے ہوئے بیماریوں کا سبب ہوسکتی ہے۔)

پانی، چائے، دودھ یا دوسری خوراک میں پھونک مارنا کسی طرح جائز نہیں اور اس کی حکمت یہ ہے کہ پھونک مارنے کے ساتھ تھوک گرنے کا اندیشہ ہوتا ہے اس سے مشروب آلودہ ہو جائے گا۔ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ پینے والے کا منہ بدبودار اور متعفن ہوتا ہے (مثلاً سگریٹ اور حقہ نوش حضرات کا) اور پانی چونکہ ایک لطیف عنصر ہے اس لیے ایسے شخص کی پھونک کے اثرات پانی کی بو کو تبدیل کر دیتے ہیں اور پیالے کا بچا ہوا پانی دوسرے احباب کے استعمال کے قابل نہیں رہتا پھر برتن کے اندر سانس لینے کا یہ انداز جانوروں سے مماثلت رکھتا ہے۔ جب جانور کسی برتن میں منہ لگا کر پانی پیتے ہیں تو پانی پینے کے ساتھ ساتھ ان کا سانس لینے کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے۔ یہ انداز ایک سمجھدار اور باوقار شخص کے شایان شان نہیں، اس سے ناک کی غلاظت گرنے کا امکان بھی رہتا ہے بالخصوص سردی اور نزلہ وزکام کے ایام میں تو شریعت اسلامیہ نے ایک مسلمان شخص کے لیے اس بات کو حسن ادب قرار دیا ہے کہ وہ مشروب پیتے وقت سانس لینے کیلئے برتن کو اپنے منہ سے ہٹالے۔ کسی مشروب میں پھونک مارنے کی دو ہی وجہیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ مشروب سخت گرم ہے۔ ایسی صورت میں پینے والے کو صبر سے کام لینا چاہیے تا آنکہ مشروب ٹھنڈا ہو جائے اور دوسرے یہ کہ مشروب میں تنکا ہے تو ایسی صورت میں اس کو انگلی یا کسی اور چیز سے باہر نکال دینا چاہیے۔ امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اگر انگلی وغیرہ سے نکالنا مشکل ہو تو برتن کو ٹیڑھا کر کے تنکے کو بہا دینا چاہیے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں مذکور ہے۔

(9)......بَابُ التَّنَفُّسِ فِي الشُّرْبِ ثَلَاثًا

پینے کے دوران تین سانس لینے کا بیان

(٢٩٣٧)۔ أَخْبَـرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْجَوْزَجَانِيُّ ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْخُزَاعِيُّ ، نَـا أَبُو سَعِيدٍ الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ ، نَا أَبُو عِيسَى مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى التِّرْمِذِيُّ ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، نَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ، نَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ......

عَـنْ ثُـمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ ، قَالَ: كَانَ أَنَسُ بْنُ مَـالِكٍ ، يَتَنَفَّسُ فِي الإِنَاءِ ثَلَاثًا ، وَزَعَمَ أَنَسٌ أَنَّ الـنَّبِـيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الإِنَاءِ ثَلَاثًا۔

جناب ثمامہ بن عبداللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ برتن میں تین بار سانس لیتے اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برتن میں تین بار سانس لیتے تھے۔

(٢٩٣٧) أخرجه البخاري: ٥٦٣١ ، ومسلم: ٢٠٢٨

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: تین بار سانس لینے کا مطلب یہ ہے کہ تھوڑا سا پانی پی کر برتن منہ سے ہٹا لیا جائے، پھر دوبارہ اور سہ بارہ پانی پیا جائے اور جس حدیث مبارکہ میں برتن میں سانس لینے سے روکا گیا ہے اس سے مراد برتن کو منہ سے ہٹائے بغیر بیچ ہی میں سانس لینا ہے۔

(۲۹۳۸)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو حَامِدٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنَا أَبُو عُمَرَ بَكْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُزَنِيُّ، نَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَفِيدُ الْعَبَّاسِ بْنِ حَمْزَةَ، نَا أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ الْفَضْلِ الْبَجَلِيُّ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، نَا عَبْدُ الْوَارِثِ، نَا أَبُو عِصَامٍ......

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَنَفَّسُ فِي الشَّرَابِ ثَلَاثًا، وَيَقُولُ: إِنَّهُ أَرْوَى، وَأَمْرَأُ، قَالَ أَنَسٌ: فَأَنَا أَتَنَفَّسُ فِي الشَّرَابِ ثَلَاثًا۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب پیتے تو تین سانس لیتے اور فرماتے: ''یہ (انداز) پیاس خوب بجھاتا ہے اور ہضم کو قوت دیتا ہے'' سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں کوئی چیز پیتے وقت تین سانس لیتا ہوں۔

شرح صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ((إِنَّهُ أَرْوَى وَأَبْرَأُ، وَأَمْرَأُ۔)) ...... ''یہ (انداز) پیاس خوب بجھاتا ہے، تندرستی کا باعث ہے اور ہضم کو قوت دیتا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۲۰۲۸)

(۲۹۳۹)۔ وَحَدَّثَنَا الْمُطَهَّرُ بْنُ عَلِيٍّ الْفَارِسِيُّ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ الصَّالِحَانِيُّ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، نَا أَبُو يَعْلَى، نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، نَا عَبْدُ الْوَارِثِ، نَا أَبُو عِصَامٍ......

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَنَفَّسُ فِي الشَّرَابِ ثَلَاثًا، وَيَقُولُ: ((هُوَ أَهْنَأُ، وَأَبْرَأُ، وَأَشْفَى۔)) قَالَ أَنَسٌ: وَأَنَا أَتَنَفَّسُ فِي الشَّرَابِ ثَلَاثًا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کوئی) مشروب پیتے وقت تین بار سانس لیتے اور فرماتے: ''یہ انداز پیاس خوب بجھاتا ہے، تندرستی کا باعث ہے اور ہضم کو قوت دیتا ہے۔'' اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں پیتے وقت تین سانس لیتا ہوں۔

شرح سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَا تَشْرَبُوا وَاحِدًا كَشُرْبِ الْبَعِيرِ، وَلَكِنِ اشْرَبُوا مَثْنَى، وَثُلَاثَ، وَسَمُّوا إِذَا أَنْتُمْ شَرِبْتُمْ، وَاحْمَدُوا إِذَا أَنْتُمْ رَفَعْتُمْ۔)) ......''اونٹ کی طرح ایک ہی سانس میں نہ پیو بلکہ دو یا تین سانس میں پیو، اور پیتے وقت ''بِسْمِ اللّٰهِ'' پڑھو اور جب برتن اٹھاؤ تو ''الحمد اللہ'' کہو۔'' (ضعیف، ترمذی: ۱۸۸۵)

(۲۹۳۸) أخرجه البخاري: ۵۶۳۱، ومسلم: ۲۰۲۸

(۲۹۳۹) صحيح ......أخرجه ابو داود: ۳۷۲۷، والترمذي: ۱۸۸۴

(10)......بَابُ النَّهْيِ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ فَمِ السِّقَاءِ وَعَنْ أَخْتِنَاثِ الْأَسْقِيَةِ

مشکیزے کے منہ سے اور مشکیزوں کے منہ کو اوپر کی طرف موڑ کر ان سے پانی پینے کی ممانعت کا بیان

(٢٩٤٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا مُسَدَّدٌ، نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ فِي السِّقَاءِ۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزے کے منہ سے پانی پینے سے منع فرمایا۔

(٢٩٤١)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ صَاعِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانِ الْمُقْرِي، أَنَا أَبُو طَاهِرٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَحْمِشٍ الزِّيَادِيُّ، أَنَا أَبُو حَامِدٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ بِلَالٍ الْبَزَّازُ، نَا يَحْيَى بْنُ الرَّبِيعِ الْمَكِّيُّ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ......

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ اخْتِنَاثِ الْأَسْقِيَةِ۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزوں کے منہ اوپر کی طرف موڑ کر ان کے مونہوں سے پانی پینے سے منع فرمایا۔

شرح جناب معمر نے امام زہری رحمہ اللہ سے اس حدیث مبارکہ کو بیان کیا تو اس میں یہ وضاحت بھی ہے کہ اختناث کا مطلب ہے کہ مشک کے منہ کو اوپر کی طرف موڑ کر اندر کی جانب سے پانی پینا۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: لفظ اختناث کی تفسیر خود حدیث مبارکہ میں مذکور ہے اور وہ ہے مشک کا منہ الٹ کر اس سے پانی پینا اور لفظ اختناث کے لغوی معنی کسی چیز کو موڑنے، الٹنے اور توڑنے کے ہیں، خواجہ سرا (ہیجڑے) کو عربی زبان میں مخنث اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ اٹھتے بیٹھتے مختلف ادائیں کرتا ہے، اس کے اندر زنانہ پن پایا جاتا ہے اور اس کی حرکات مردانہ وقار اور بانکپن کا توڑ اور الٹ ہوتی ہیں۔ اور مشکیزے کے منہ سے منہ لگا کر پینے کی ممانعت اس صورت میں ہے جب یہ عمل مسلسل کیا جائے۔ اس طرح مشکیزے کی صفائی اور دھلائی کماحقہ نہیں ہو پاتی۔ جس سے اس کے اندر گندگی، کائی اور چپچپاہٹ پیدا ہو جاتا ہے جس سے پانی کا ذائقہ اور بو تبدیل ہو جاتی ہے۔ البتہ اسے معمول بنائے بغیر ضرورت کے وقت ایسا کیا جا سکتا ہے جیسا کہ بعض احادیث میں جواز وارد ہوا ہے۔

(٢٩٤٠) أخرجه البخاري: ٥٦٢٩

(٢٩٤١) أخرجه البخاري: ٥٦٢٥، ومسلم: ٢٠٢٣

بعض کے نزدیک ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح مشکیزے میں موجود سانپ یا کوئی اور کیڑہ مکوڑہ منہ میں جاسکتا ہے، جناب ایوب رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ مجھے خبر دی گئی کہ ایک شخص نے مشکیزے کے منہ سے پانی پیا تو اس میں سے سانپ نکل آیا۔

مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا: ((اخْنِثْ فَمَ الإِدَاوَةِ، ثُمَّ اشْرَبْ مِنْ فِيهَا۔)) ......''اس کا منہ الٹاؤ پھر اس کے منہ سے منہ لگا کر پانی پیو۔'' (منکر، ابوداود: ۳۷۲۱)

امام ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ نے کہا: ممکن ہے لٹکی ہوئی مشک سے براہ راست منہ لگا کر پینے کی ممانعت اس صورت میں ہو جب مشک بہت بڑی ہو کیونکہ اس سے نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔اور ممانعت کا تعلق چھوٹے مشکیزوں سے نہ ہو (کیونکہ جواز بھی تو مروی ہے) اور لٹکے ہوئے مشکیزہ سے براہ راست پینے کا جواز اس صورت میں ہو کہ اسے اتارا نہ جاسکتا ہو یا برتن میسر ہی نہ ہو اور ہتھیلی سے پینا بھی ممکن نہ ہو اور ممانعت کا تعلق معمول بنانے کی صورت میں ہو۔اور بعض کے نزدیک ممانعت اس وجہ سے ہے کہ لٹکے ہوئے مشکیزہ کے منہ سے پانی پینے سے یہ خطرہ رہتا ہے کہ کہیں سارا پانی ایک ساتھ ہی نہ بہہ پڑے۔

جناب عکرمہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مشکیزے کے منہ سے منہ لگا کر پینے کی ممانعت نقل کی ہے۔ جناب عکرمہ سے دریافت کیا گیا اگر کوئی شخص مشکیزے میں معمولی سوراخ کرلے اور اس سے پیے تو کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: کوئی مضائقہ نہیں، اگر اس سوراخ سے پستان کی طرح چوسے۔

(11)......بَابُ الرُّخْصَةِ فِيهِ

اس میں رخصت کا بیان

(۲۹۴۲)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى، نَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ، ......

عَنْ جَدَّتِهِ كَبْشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَرِبَ مِنْ فِي قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِمًا، فَقُمْتُ إِلَى فِيهَا، فَقَطَعْتُهُ۔

سیدہ کبشہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں تشریف لے گئے اور آپ نے ایک لٹکی ہوئی مشک سے کھڑے ہو کر پانی پیا۔ میں کھڑی ہوئی اور میں نے مشکیزے کے منہ کو کاٹ کر (اپنے ہاں) رکھ لیا۔

(۲۹۴۲) صحیح ......أخرجه الترمذي: ۱۸۹۲، وابن ماجه: ۳۴۲۳

(۲۹۴۳)۔ أَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِی شُرَيْحٍ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْبَغَوِیُّ، نَا عَلِیُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْجَزَرِیِّ، عَنِ الْبَرَاءِ ابْنِ بِنْتِ أَنَسٍ......

عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أُمِّهِ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَیَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِی الْبَيْتِ قِرْبَةٌ مُعَلَّقَةٌ، فَشَرِبَ مِنْهَا، وَهُوَ قَائِمٌ، فَقَطَعْتُ فَاهَا، فَإِنَّهُ لَعِنْدِی۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ اپنی والدہ محترمہ سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا: نبی ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ گھر میں ایک مشک لٹکی ہوئی تھی، آپ نے اس سے کھڑے ہو کر پانی نوش فرمایا: میں نے مشکیزے کے گلے کو (برکت کے خیال سے) کاٹ لیا اور وہ میرے پاس ہے۔

شرح: یہ مسئلہ اگلی حدیث میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۹۴۴)۔ حَدَّثَنَا الْمُطَهَّرُ بْنُ عَلِیٍّ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الصَّالِحَانِیُّ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ الْمَعْرُوفُ بِأَبِی الشَّيْخِ، نَا حَسَنُ بْنُ هَارُونَ بْنِ سُلَيْمَانَ، نَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِی شَيْبَةَ، نَا شَرِيكٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، ......

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُمِّ سُلَيْمٍ، فَرَأَى قِرْبَةً مُعَلَّقَةً فِيهَا مَاءٌ، فَشَرِبَ مِنْهَا وَهُوَ قَائِمٌ، فَقَامَتْ إِلَيْهَا أُمُّ سُلَيْمٍ، فَقَطَعَتْهَا بَعْدَ شُرْبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: لا يَشْرَبُ مِنْهَا أَحَدٌ بَعْدَ شُرْبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ، سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے تو آپ نے ایک مشکیزے کو لٹکتا ہوا دیکھا جس میں پانی تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر اس سے پانی پی لیا۔ ام سلیم اس کی طرف اٹھیں اور رسول اللہ ﷺ کے پانی پینے کے بعد اس جگہ کو کاٹ لیا، انہوں نے کہا: تاکہ (جہاں رسول اللہ ﷺ کا منہ مبارک لگا تھا) آپ کے پینے کے بعد وہاں سے کوئی اور نہ پیے۔

فائدہ:...... اس باب کی تمام احادیث میں رسول اللہ ﷺ کے بذات خود، مشکیزے کے منہ سے پانی پینے کا ذکر ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے دونوں طرح کی احادیث کو اس انداز سے جمع کرنے کو ترجیح دی ہے کہ جواز اس وقت ہے جب کوئی عذر ہو، مثلاً مشک لٹکی ہوئی ہو اور کوئی برتن موجود نہ ہو (جس میں مشک میں سے ڈال کر پانی پیا اور

(۲۹۴۳) ضعیف ...... أخرجه الترمذی فی "الشمائل المحمدية": ۱/ ۳۱۳، والامام احمد فی المسند: ۱۲۱۸۸

(۲۹۴۴) صحیح ...... أخرجه ابو الشيخ فی "اخلاق النبی ﷺ": صـ ۲۴۴

جا سکے) ہاتھ سے پینا مشکل ہو، اس وقت (مشک کے منہ سے براہ راست پانی پی لینا مکروہ نہیں) اگر عذر نہ ہو تو منع کی احادیث پر عمل کرتے ہوئے اس سے اجتناب کیا جائے۔ (فتح الباری: ۱۰/۱۱۴) (ع،س)

(12)......بَابُ النَّهْيِ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا

کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کا بیان

(۲۹۴۵)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو حَامِدٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنَا أَبُو عُمَرَ بَكْرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْمُزَنِيُّ، نَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَفِيدُ الْعَبَّاسِ بْنِ حَمْزَةَ، نَا أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ الْفَضْلِ الْبَجَلِيُّ، نَا عَفَّانُ، أَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي عِيسَى الأُسْوَارِيِّ......

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَجَرَ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے ڈانٹا ہے۔

شرح سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص کھڑے ہو کر (کوئی مشروب) پیے، ان سے دریافت کیا گیا: کھڑے ہو کر کھانا کیسا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ تو بہت زیادہ برا ہے۔

(صحيح مسلم: ۲۰۲٤)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت کراہت پر محمول ہے چونکہ کھڑے ہو کر کھانا پینا، ادب، وقار، مروت اور سلیقہ مندی کے خلاف ہے اس لیے منع کیا گیا تاکہ نا ؤ نوش کرنے والا شخص پرسکون ہو کر، اطمینان کے ساتھ اپنا کام کرے اور افراتفری اور بے چینی سے بچے یعنی بیٹھ کر پینا بہتر ہے اور احتیاط اسی میں ہے کہ کھڑے ہو کر پینے سے اجتناب برتا جائے البتہ کھڑے ہو کر پینا حرام نہیں۔

(13)...... بَابُ الرُّخْصَةِ فِيهِ

اس میں رخصت کا بیان

(۲۹٤٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُمَرَ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي الْقَاسِمِ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ مَخْلَدٍ الأَنْصَارِيُّ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، نَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، نَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَاصِمٍ الأَحْوَلِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم بِدَلْوٍ

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے

(۲۹٤٥) أخرجه مسلم: ۲۰۲٥

(۲۹٤٦) أخرجه البخاري: ٥٦١٧، ومسلم: ۲۰۲۷

مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ، فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ۔

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آب زم زم کا ڈول پیش کیا اور آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پیا۔

فائدہ: دراصل آپ ﷺ کا کھڑے ہو کر آب زمزم پینا، اس کے سبب کے بارے میں دو نظریے پائے جاتے ہیں: آپ ﷺ نے ہجوم کی وجہ سے کھڑے ہو کر پانی پیا، وگرنہ اصل ادب یہی ہے کہ بیٹھا جائے اور دوسرا نظریہ یہ ہے کہ زمزم کا پانی ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کھڑے رہے۔ دونوں نظریے ہی قابل توجہ ہیں، جس مسلمان کا جس نظریہ پر زیادہ دل مطمئن ہو، وہ اس پر عمل کرلے، لیکن آب زم زم پینے کے لیے کھڑے ہو کر قبلہ رخ ہونا یا جوتے اتارنا دین میں زیادتی اور بدعت ہے۔ (ع،س)

(۲۹۴۷)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، نَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَنَا شُعْبَةُ......

عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ، سَمِعْتُ النَّزَّالَ بْنَ سَبْرَةَ، قَالَ: شَهِدْتُ عَلِيًّا صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ قَعَدَ فِي حَوَائِجِ النَّاسِ فِي رَحْبَةِ الْكُوفَةِ حَتَّى إِذَا حَضَرَتِ الْعَصْرُ أُتِيَ بِكُوزٍ مِنْ مَاءٍ، فَأَخَذَ مِنْهُ حَفْنَةً، فَمَسَحَ بِوَجْهِهِ وَرَأْسِهِ وَيَدَيْهِ، ثُمَّ قَامَ فَشَرِبَ فَضْلَهُ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ نَاسًا يَكْرَهُونَ يَعْنِي الشُّرْبَ قَائِمًا، وَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ كَمَا صَنَعْتُ، أَوْ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ، وَقَالَ: هَذَا وُضُوءُ مَنْ لَمْ يُحْدِثْ۔

عبدالملک بن میسرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نزّال بن سبرہ سے سنا انہوں نے کہا: میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا۔ جب انہوں نے ظہر کی نماز ادا کی، بعدازاں لوگوں کی ضرورتوں (کو حل کرنے) کے لیے کوفہ کے کھلے میدان میں تشریف فرما ہو گئے۔ یہاں تک کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا تو ان کے پاس ایک برتن میں پانی لایا گیا۔ آپ نے اس میں سے ایک چلو پانی لیا اور اسے اپنے چہرے، سر اور اپنے دونوں ہاتھوں پر مل دیا، بعدازاں آپ نے کھڑے ہو کر باقی ماندہ پانی پیا، پھر آپ نے کہا: کچھ لوگ کھڑے ہو کر پانی پینے کو مکروہ جانتے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ نے (بالکل) اسی طرح کیا جیسا کہ میں نے کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اس شخص کا وضو ہے جو بے وضو نہ ہوا ہو۔''

شرح: ایک روایت میں مذکور ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کو دھویا اور اس میں آپ کے سر اور دونوں پاؤں کا ذکر بھی ہے لیکن اس میں ''یہ اس شخص کا وضو ہے جو بے وضو نہ ہوا ہو'' کے الفاظ مذکور نہیں۔

(۲۹۴۷) أخرجه البخاري: ٥٦١٦ ولم يذكر "وقال: هذا وضوء من لم يحدث۔"

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چلتے چلتے کھالیتے تھے اور کھڑے ہوکر پانی پی لیا کرتے تھے۔ (صحیح، ترمذی: ۱۸۸۱، ابن ماجہ: ۳۳۰۱)

سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم کے بارے میں مروی ہے کہ یہ بزرگ کھڑے کھڑے پی لیا کرتے تھے۔

(۲۹۴۸)۔ أَخبرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَخْبرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْخُزَاعِيُّ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، نَا أَبُو عِيسَى، نَا قُتَيْبَةُ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ......

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ قَائِمًا وَقَاعِدًا۔

جناب عمرو بن شعیب کے پردادا (سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہو کر اور بیٹھے ہوئے پیتے دیکھا ہے۔

شرح: جناب معمر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص چلتے چلتے کھاتا ہے تو اس کا یہ عمل کیسا ہے؟ انہوں نے کہا: جناب حسن بصری رحمہ اللہ اس سلسلے میں مسافر کے لیے رخصت کے قائل تھے۔ کھڑے ہوکر پینے کے جواز کے قائل حضرات میں سیدنا علی، سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما شامل ہیں، سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سواری کی حالت میں کھاپی لیا کرتے تھے۔

فائدہ: چلتے چلتے کھانا اتفاقی معاملہ ہوتا ہے جس کے جواز میں شبہ نہیں جیسے، ٹافی کھانا، چلتے چلتے چنے وغیرہ چبانا ہر عقل مند جانتا ہے کہ روٹی اور سالن اس انداز میں کھانا ممکن نہیں اور نہ یہ اچھا لگتا ہے، جواز انہیں صورتوں اور چیزوں میں سمجھا جائے جن کو عرف میں معیوب نہیں جانا جاتا لیکن آج کل دعوتوں میں کھڑے کھڑے اور چل پھر کر کھانے کا جواز ان روایات سے کشید کرنا محل نظر ہے، کیونکہ اس میں ایک تو غیروں کی بھونڈی نقالی ہے، دوسرے یہ ڈھور ڈنگروں والا طریقہ ہے جو انسانوں کے شایان شان نہیں، تیسرے یہ انسانی وقار کے خلاف ہے، چوتھے اس طریقے میں جو افراتفری ہوتی ہے اس سے کھانے کا بہت ضیاع ہوتا ہے، اس لیے دعوتوں کا یہ طریقہ ناجائز اور متعدد قباحتوں کا حامل ہے، واللہ اعلم۔ (ع،س)

کھڑے ہوکر کھانے اور پینے کے متعلق متعدد احادیث میں سختی وارد ہوئی ہے مثلاً صحیح مسلم میں سیدنا انس، سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مروی ہیں جن سے کھڑے ہوکر پانی پینے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، بلکہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے تو زجر کا لفظ استعمال کیا ہے، یعنی ڈانٹا یا سختی سے منع کیا اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ فرمان نبوی روایت کیا ہے۔ ''کوئی شخص بھول جائے (اور کھڑے ہوکر پانی پی لے) تو اسے چاہیے کہ قے کر دے۔'' حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے منع اور جواز کی احادیث ذکر کرتے ہوئے علماء کے مختلف اقوال اور دلائل ذکر کر کے اس چیز کو ترجیح دی ہے کہ کھڑے ہوکر پینا مکروہ تنزیہی ہے۔ (فتح الباری: ۱۰/۱۰۳، ۱۰۶) واللہ اعلم

(۲۹۴۸) حسن ......أخرجه الترمذي: ۱۸۸۳، والنسائي: ۱۳۶۰

یاد رہے! کھڑے ہو کر کھانا، کھڑے ہو کر پینے سے زیادہ مکروہ ہے، مندرجہ بالا تمام احادیث کو پیش نظر رکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اسلام آرام سے بیٹھ کر پینے اور کھانے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک بھی یہی تھا البتہ اگر ضرورت ہو تو کھڑے ہو کر پینا (یا کھانا) بھی جائز ہے۔

فائدہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ سے کھڑے ہو کر پانی پینے کی روایات معروف ہیں، لیکن ان کے مقابلے میں درج ذیل احادیث پر غور کر کے مسئلہ سمجھنے کی کوشش کریں۔

(۱)......سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا يَشْرَبَنَّ اَحَدٌ مِنْكُمْ قَائِمًا فَمَنْ نَسِيَ فَلْيَسْتَقِئْ۔)) (مسلم: ۲۰۲٦) ......''کوئی بھی کھڑے ہو کر پانی نہ پیے، اگر وہ بھول کر (پی لے) تو قے کر دے۔''

(۲)......سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ کو کھڑے ہو کر پانی پیتے ہوئے دیکھا اور فرمایا: ''قے کر دے۔'' انہوں نے کہا: کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو پسند کرتا ہے کہ تیرے ساتھ بلی پانی پیئے؟'' اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(کھڑا ہونے کی وجہ سے) تیرے ساتھ تو اس نے پیا ہے جو بلی سے بھی برا ہے اور وہ شیطان ہے۔'' (مسند احمد، صحیحہ: ۱۷۵ کے تحت)

(۳)......سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ زَجَرَ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا۔ (مسلم: ۲۰۲٤) ...... نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے ڈانٹا ہے۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے انہی الفاظ کے ساتھ اپنی روایت بیان کی ہے۔ (مسلم: ۲۰۲۵)

(۴)......سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْ يَشْرَبُ وَهُوَ قَائِمٌ مَا فِيْ بَطْنِهِ، لَاسْتَقَاءَ۔)) (مسند احمد، صحیحہ: ۱۷٦) ......''اگر کھڑے ہو کر پانی پینے والے کو پتہ چل جائے کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے تو وہ قے کر دے۔''

(۵)......سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا، قَالَ: فَقُلْنَا لِاَنَسٍ: فَالطَّعَامُ؟ قَالَ: ذٰلِكَ اَشَدُّ وَ اَنْتَنُ، قَالَ ابْنُ بَكْرٍ: اَوْ اَخْبَثُ۔ ...... نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ آدمی کھڑا ہو کر پانی پیئے۔ لوگ کہتے ہیں: ہم نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کھانا کھا سکتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: کھانا کھڑے ہو کر کھانا تو اس سے بھی سخت برا اور بدبودار ہے، ابن بکر کے بقول یہ کام زیادہ خبیث ہے۔

(مسلم: ۲۰۲۴، مسند احمد: ۱۲۳۳۸، واللفظ لاحمد)

بہر حال ان احادیثِ مبارکہ کے مقابلے میں کھڑے ہو کر پانی پینے کے دلائل بھی موجود ہیں۔ اس ظاہری تضاد اور

تناقض کو کیسے ختم کیا جائے؟

اس کا جواب دیتے ہوئے شیخ البانی رحمہ اللہ نے لکھا: جن احادیث میں کھڑے ہوکر پانی پینے سے منع کیا گیا، ان کی نہی کا تقاضا یہ ہے کہ کھڑے ہوکر پانی پینا حرام ہے، الا یہ کہ کوئی عذر ہو۔ علمائے کرام نے ان مختلف احادیث میں جمع و تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، جمہور کا خیال ہے کہ نہی کو کراہت پر محمول کیا جائے اور بیٹھ کر پانی پینے کو مستحبّ سمجھا جائے، یعنی کھڑے ہوکر پانی پینا جائز ہے اور جن احادیث میں قے کرنے کا حکم دیا گیا، ان کو بیٹھ کر پانی پینے کے استحباب پر محمول کیا جائے گا۔ جبکہ امام ابن حزم نے کہا: کھڑے ہوکر پانی پینا حرام ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہی مسلک راجح اور اقرب الی الصواب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جن احادیث میں قے کرنے کا حکم دیا گیا اور منع کرنے کے لیے "زَجَرَ" کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، وہ کراہت کے ساتھ موافقت نہیں کرتیں اور ان سے کراہت کا معنی مقصود نہیں لیا جا سکتا، کیونکہ قے کرنے میں شدید مشقت ہوتی ہے اور شریعت میں مستحبّ کام کی مخالفت کرنے والے کو اس قسم کی وعید نہیں سنائی جاتی اور اسی طرح آپ ﷺ کا یہ فرمانا: ''تیرے ساتھ تو شیطان نے پیا ہے۔'' بھی کھڑے ہوکر پانی پینے سے شدید نفرت دلانے کا تقاضا کرتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کے سخت حدیثی جملے مستحب کو ترک کرنے کی بنا پر نہیں کہے جاتے۔

جن احادیث میں کھڑے ہوکر پانی پینے کا ذکر ہے، ان کو عذر پر محمول کیا جائے، جیسے جگہ کا تنگ ہونا یا مشکیزہ کا لٹکا ہوا ہونا، جبکہ بعض احادیث میں اس قسم کے اشارے بھی موجود ہیں۔ واللہ اعلم۔ پھر میں نے علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بحث پڑھی، وہ بھی میرے مسلک سے ملتی جلتی ہے، آپ خود (المجموع: ۳۲/ ۲۰۹، ۲۱۰) کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

(صحیحه: ۱۷۷)

مختلف احادیث میں تضاد کو دور کرنے کے لیے فقہائے اسلام نے درج ذیل تطبیقات بھی پیش کی ہیں:

(۱) زیادہ احتیاط والا معاملہ یہ ہے کہ نہی اور وعید پر مشتمل احادیث کو مدنظر رکھ کر بیٹھ کر پانی پیا جائے۔

(۲) جب "حظر" اور ''اباحت'' میں تعارض آ جائے تو "حظر" کو عملی طور پر مقدم سمجھا جاتا ہے، لہٰذا بیٹھ کر پانی پینا چاہیے۔

(۳) جب دو متعارض احادیث میں سے ایک کا تعلق "البراءۃ الاصلیۃ" سے ہو اور دوسری اس کے مخالف ہو تو مخالف کو مؤخر سمجھ کر اس پر عمل کیا جاتا ہے، لہٰذا بیٹھ کر پانی پینا چاہیے۔

(۴) بیٹھ کر پانی پینا افضل ہے، لیکن کھڑے ہوکر بھی جائز ہے۔

اگر نبی کریم ﷺ کی بیان کردہ وعیدوں کو مدنظر رکھا جائے تو دلی اطمینان کا تقاضا یہی ہے کہ بیٹھ کر پانی پیا

جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (م،م عَفَی اللّٰهُ عَنهُ وَعَنُ وَالِدَیهِ)

(14)......بَابُ اسْتِعْذَابِ الْمَاء

میٹھا پانی طلب کرنے کا بیان

(٢٩٤٩)۔ حَدَّثَنَا مُطَهَّرُ بْنُ عَلِيٍّ الْفَارِسِيُّ، أَنَا أَبُو ذَرٍّ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الصَّالِحَانِيُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، نَا أَبُو بَكْرٍ الْفِرْيَابِيُّ، نَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْتَعْذَبُ لَهُ الْمَاءُ مِنْ بِئْرِ سُقْيَا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے میٹھا پانی "سقیا" کے کنویں سے لایا جاتا تھا۔

(٢٩٥٠)۔ وَحَدَّثَنَا الْمُطَهَّرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّازِيُّ، نَا أَبُو زُرْعَةَ، نَا عَتِيقُ بْنُ يَعْقُوبَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْذِرِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ يُسْتَعْذَبُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ السُّقْيَا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے میٹھا پانی سُقیا کے کنویں سے لایا جاتا تھا۔

شرح: سُقیا کا کنواں (یا چشمہ) بنی فلاں کے علاقے کے قریب حرہ کے ایک طرف واقع ہے۔ (سنن ابوداؤد میں ہے کہ سُقیا ایک چشمے کا نام تھا جو مدینے سے دو دن کی مسافت پر تھا)۔

(15)......بَابُ الْبُدَاءَةِ بِالْأَيْمَنِ وَشُرْبِ اللَّبَنِ

دائیں طرف سے شروع کرنے اور دودھ پینے کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ﴾ .... "گوبر اور لہو کے درمیان سے خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لیے سہتا پچتا ہے۔" (النحل:٦٦)

(٢٩٥١)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ......

(٢٩٤٩) صحيح ......أخرجه ابو داود: ٣٧٣٥

(٢٩٥٠) انظر الحديث السابق

(٢٩٥١) أخرجه البخاري: ٥٦١٩، ومسلم: ٢٠٢٩

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِلَبَنٍ قَدْ شِيبَ بِمَاءٍ، وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ، وَعَنْ يَسَارِهِ أَبُو بَكْرٍ، فَشَرِبَ، ثُمَّ أَعْطَى الأَعْرَابِيَّ، وَقَالَ: ((الأَيْمَنُ فَالأَيْمَنُ۔))

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پیش کیا گیا جس میں پانی ملایا گیا تھا اور آپ کی دائیں جانب ایک دیہاتی تھا اور بائیں جانب ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے دودھ پیا، پھر اس دیہاتی کو دے دیا اور فرمایا: ''داہنے والا، پھر داہنے والا۔''

(۲۹۵۲)۔ حَدَّثَنَا الْمُطَهَّرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الصَّالِحَانِيُّ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، نَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مَحْمُودُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَاسِطِيُّ، نَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ، نَا مِسْكِينُ بْنُ بُكَيْرٍ، نَا الأَوْزَاعِيُّ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، ......

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ قَائِمًا، وَعَلَى يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ، وَعَنْ شِمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ، فَأَعْطَاهُ الأَعْرَابِيُّ، وَقَالَ: ((الأَيْمَنُ فَالأَيْمَنُ۔))

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیا، آپ کی دائیں جانب ایک دیہاتی تھا اور بائیں ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، آپ نے وہ مشروب اس دیہاتی کو دے دیا اور فرمایا: ''داہنے والا، پھر داہنے والا۔''

(۲۹۵۳)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَنَا حَاجِبُ بْنُ أَحْمَدَ الطُّوسِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُنِيبٍ، نَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ......

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ، وَأَنَا ابْنُ عَشْرٍ، وَمَاتَ، وَأَنَا ابْنُ عِشْرِينَ، وَكُنَّ أُمَّهَاتِي يَحْثُثْنَنِي عَلَى خِدْمَتِهِ، فَدَخَلَ عَلَيْنَا دَارَنَا، فَحَلَبْنَا لَهُ مِنْ شَاةٍ دَاجِنٍ، وَسَقَيْنَاهُ مِنْ مَاءِ بِئْرٍ فِي الدَّارِ، وَأَبُو بَكْرٍ عَنْ شِمَالِهِ، وَأَعْرَابِيٌّ عَنْ يَمِينِهِ، وَعُمَرُ نَاحِيَةً، فَقَالَ عُمَرُ: أَعْطِ أَبَا بَكْرٍ، فَنَاوَلَ الأَعْرَابِيَّ، وَقَالَ: ((الأَيْمَنُ فَالأَيْمَنُ۔))

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو میں دس سال کا تھا اور جب آپ کی وفات ہوئی تو میری عمر بیس سال تھی اور میری مائیں (گھر کی بزرگ خواتین) مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے پر رغبت دلاتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ ہمارے گھر تشریف لائے، ہم نے آپ کے لیے ایک گھریلو بکری کا دودھ دوہا اور گھر کے کنویں سے آپ کو پانی پلایا، آپ کی بائیں جانب ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور دائیں جانب ایک دیہاتی شخص تھا

(۲۹۵۲) صحیح ...... أخرجه ابو الشیخ فی "اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم": صـ ۲۴۲، والامام احمد فی المسند: ۱۲۱۲۱
(۲۹۵۳) أخرجه مسلم: ۲۰۲۹

اور عمر رضی اللہ عنہ ایک گوشے میں تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پکڑائیں لیکن آپ نے بدوی کو پکڑایا اور فرمایا: ''دائیں جانب والے، دائیں جانب والے (مقدم ہیں)۔''

شرح (اَلدَّاجِنُ مِنَ الشَّاءِ) گھریلو بکری جس کو چرنے چگنے کے لیے چراگاہ نہ لے جایا جائے بلکہ اس کے چارے کا انتظام گھر میں ہی ہو۔ لفظ (الأَيْـمَـن فَالْأَيْمَنْ) پر دو اعراب پڑھے جاسکتے ہیں، نون پر ضمہ بھی اور فتحہ بھی، دو اعتبار سے نصب پڑھی جاسکتی ہے لفظ (نَـاوِل) ''پکڑاؤ'' یا (عـلیك) ''لازم پکڑ'' کو عبارت میں محذوف مانا جائے اور اَلْأَيْـمَـنَ یا بِالْأَيْمَنِ کو مفعول بنایا جائے اور رفع پڑھنے کی صورت میں الا یمَنُ کو مبتدا بنایا جائے گا اور اولیٰ کو خبر

فائدہ: ان احادیث سے واضح ہوا کہ جسے مجلس میں کوئی مشروب وغیرہ پیش کیا جائے وہ اوروں کی طرف بڑھائے تو دائیں طرف والے کو دے اور پھر اسی طرح آگے پیش کیا جائے۔ (ع،س)

(٢٩٥٤)۔ أَخْبَـرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، نَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي حَازِمِ بْنِ دِينَارٍ......

عَـنْ سَهْـلِ بْـنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أُتِيَ بِشَرَابٍ، وَعَـنْ يَـمِينِهِ غُلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ الْأَشْيَاخُ، فَـقَـالَ لِـلْـغُـلَامِ: ((أَتَـأْذَنُ لِـي أَنْ أُعْطِـيَ هَـؤُلَاءِ؟)) فَـقَالَ: لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لَا أُوثِـرُ بِـنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا، قَالَ: فَتَلَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَدِهِ۔

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (کوئی) مشروب پیش کیا گیا، آپ کے دائیں جانب ایک نوعمر لڑکا تھا اور عمر رسیدہ لوگ آپ کی بائیں جانب تھے، آپ نے لڑکے سے پوچھا: کیا تو مجھے اجازت دیتا ہے کہ میں یہ مشروب ان لوگوں کو دے دوں؟ اس نے جواب دیا: نہیں: اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! میں آپ سے ملنے والے اپنے حصہ پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔

شرح (فَتَلَّهُ فِيْ يَدِهِ) ''آپ نے پیالہ لڑکے کو پکڑا دیا'' لفظ التلّ کے لغوی معنی لٹانے اور پچھاڑنے کے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَتَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ﴾ ..... ''باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرادیا'' (الصافات: ۱۰۳) یعنی اس کو نیچے لٹالیا اور قبلہ رخ کروٹ کے بل ڈال دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ((أُتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ، فَتَلَّتْ فِي يَدِي۔)) ......''مجھے زمین کے خزانوں کے کنجیاں دی گئیں اور وہ میرے ہاتھ میں تھما دی گئیں۔''

(صحیح بخاری: ١٣٤٤ بلفظ: وانی اعطیت مفاتیح خزائن الارض او مفاتیح الارض)

(٢٩٥٤) أخرجه البخاري: ٢٣٥١، ٢٣٦٦، ٢٦٠٥، ومسلم: ٢٠٣٠

(۲۹۵۵)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْجَوْزَجَانِيُّ ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْخُزَاعِيُّ ، أَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ ، نَا أَبُو عِيسَى التِّرْمِذِيُّ ، نَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ، نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، نَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ عُمَرَ هُوَ ابْنُ أَبِي حَرْمَلَةَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ عَلَى مَيْمُونَةَ ، فَجَائَتْنَا بِإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ ، فَشَرِبَ اللَّبَنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا عَلَى يَمِينِهِ ، وَخَالِدٌ عَلَى شِمَالِهِ ، فَقَالَ لِي: ((الشَّرْبَةُ لَكَ ، فَإِنْ شِئْتَ ، آثَرْتَ بِهَا خَالِدًا)) فَقُلْتُ: مَا كُنْتُ لأُوثِرَ عَلَى سُؤْرِكَ أَحَدًا ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ أَطْعَمَهُ اللّٰهُ طَعَامًا ، فَلْيَقُلْ: اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ ، وَأَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ ، وَمَنْ سَقَاهُ لَبَنًا ، اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَزِدْنَا مِنْهُ)) وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَيْسَ شَيْءٌ يُجْزِي مَكَانَ الطَّعَامِ ، وَالشَّرَابِ غَيْرَ اللَّبَنِ۔))

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ (اپنی خالہ) ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے، وہ ایک برتن میں ہمارے لیے دودھ لے آئیں، آپ نے دودھ نوش فرمایا۔ میں آپ کی دائیں طرف تھا اور حضرت خالد بائیں طرف تھے،آپ نے مجھے فرمایا: ''پینے کی باری تو تمہاری ہے اگر تم چاہو تو خالد کو ترجیح دے سکتے ہو'' میں نے کہا: میں آپ کے جوٹھے پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کو اللہ تعالیٰ کھانا کھلائے تو یوں دعا کیا کرے: ((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَأَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ))...... ''اے اللہ! ہمیں اس میں برکت دے اور اس سے عمدہ عطا فرما'' اور جسے اللہ دودھ پلائے تو یوں کہے ((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَزِدْنَا مِنْهُ))...... '' اے اللہ! ہمیں اس میں برکت دے اور مزید عنایت فرما'' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دودھ کے سوا اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو کھانے اور پینے دونوں سے کفایت کرے۔''

شرح ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں اور سیدنا خالد بن ولید، سیدنا ابن عباس اور سیدنا یزید بن عاصم کی خالہ محترمہ ہیں۔

(۲۹۵۶)۔ حَدَّثَنَا الْمُطَهَّرُ بْنُ عَلِيٍّ الْفَارِسِيُّ ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الصَّالِحَانِيُّ ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ الْمَعْرُوفُ بِأَبِي الشَّيْخِ ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّازِيُّ ، نَا أَبُو زُرْعَةَ ،

(۲۹۵۵) حسن ......أخرجه ابوداود: ۳۷۳۰، والترمذي: ۳۴۵۵، وابن ماجه: ۳۴۲۶

(۲۹۵۶) صحيح ......أخرجه ابو الشيخ فى "اخلاق النبى ﷺ": صـ ۲۴۲

نَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ صَالِحٍ ، نَا أَبُو إِسْحَاقَ الْخَمِيسِيُّ ، عَنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْقِي أَصْحَابَهُ ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! لَوْ شَرِبْتَ ، فَقَالَ: ((سَاقِي الْقَوْمِ آخِرُهُمْ۔))

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہ کو پلاتے تھے، تو وہ عرض کرتے: اے اللہ کے رسول! آپ خود نوش فرمائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دوسروں کو پلانے والا خود سب سے آخر میں ہوتا ہے۔''

شرح سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((سَاقِي الْقَوْمِ آخِرُهُمْ۔)) ......''لوگوں کو پلانے والا آخر میں (پیا) کرتا ہے۔'' (صحيح مسلم: ٦٨١)

فائدہ: یہ چیز آداب میں شامل ہے کہ خود آخر میں پیے اور یہ جذبہ ایثار کا مظہر ہے۔ اسی طرح کوئی چیز تقسیم کرے تو سب سے آخر میں حصہ لے، تاہم ایسا کرنا واجب نہیں۔ (ع،س)

(16)......بَابُ إِيكَاءِ الْأَسْقِيَةِ وَتَخْمِيرِ الْآنِيَةِ

مشکیزوں کے منہ باندھنے اور برتنوں کو ڈھانپنے کا بیان

(٢٩٥٧)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ ، أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ ، أَخْبَرَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ......

عَنْ جَابِرٍ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَغْلِقُوا الأَبْوَابَ ، وَأَوْكُوا الأَسْقِيَةَ ، وَخَمِّرُوا الآنِيَةَ ، وَأَطْفِئُوا السِّرَاجَ ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لا يَفْتَحُ غَلَقًا ، وَلا يَحِلُّ وِكَاءً ، وَلا يَكْشِفُ إِنَاءً ، وَإِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ تُضْرِمُ عَلَى أَهْلِ الْبَيْتِ بَيْتَهُمْ۔))

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دروازے بند کر دیا کرو، مشکیزوں کا منہ باندھ دیا کرو، برتنوں کو ڈھانپ دیا کرو، چراغ بجھا دیا کرو، کیونکہ شیطان بند دروازہ نہیں کھولتا، (منہ بند) مشک کو نہیں کھولتا اور (ڈھانپے ہوئے) برتن کو نہیں کھولتا۔ (چراغ بجھا دیا کرو) اس لیے کہ ننھی شریر چوہیا گھر کو آگ لگا کر (گھر کو یا گھر والوں کو) جلا دیتی ہے۔''

شرح (التخمیر) ''ڈھانپنا۔'' (الایکاء) باندھنا، وکاء اس تسمے کو کہا جاتا ہے جس سے مشکیزے کا منہ باندھا جاتا ہے۔

(٢٩٥٧) أخرجه البخاري: ٣٢٨٠، ومسلم: ٢٠١٢

(٢٩٥٨)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِی عَطَاءٌ......

أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ، أَوْ أَمْسَيْتُمْ، فَكُفُّوا صِبْيَانَكُمْ، فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَنْتَشِرُ حِينَئِذٍ، فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ فَخَلُّوهُمْ، وَأَغْلِقُوا الأَبْوَابَ، وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا، وَأَوْكُوا قِرَبَكُمْ، وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ، وَخَمِّرُوا آنِيَتَكُمْ، وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ، وَلَوْ أَنْ تَعْرُضُوا عَلَيْهِ شَيْئًا، وَأَطْفِئُوا مَصَابِيحَكُمْ۔))

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب رات چھا جائے یا شام ہو جائے تو اپنے بچوں کو گھروں سے باہر نکلنے سے روکو، کیونکہ اس وقت شیطان گھومنے پھرنے لگ جاتے ہیں۔اور جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو اپنے بچوں کو پابند نہ کرو اور دروازے بند رکھو اور انہیں بند کرتے وقت "بِسْمِ اللّٰهِ" پڑھو، کیونکہ شیطان بند دروازے کو نہیں کھولتا اور بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ کر مشکیزے کے منہ پر اسی باندھا کرو اور اپنے برتن کو "بِسْمِ اللّٰهِ" پڑھ کر ڈھانپا کرو اگر چہ ان پر کوئی معمولی چیز ہی کیوں نہ رکھ دو، نیز سوتے وقت چراغوں کو بجھا دیا کرو۔''

شرح (جُنْحُ اللَّيْلِ) رات کا ابتدائی اندھیرا''

(وَلَوْ أَنْ تَعْرُضُوا عَلَيْهِ شَيْئًا) اگر چہ کسی معمولی چیز ہی سے اسے ڈھانپ دو'' مطلب یہ ہے کہ اگر کسی برتن کو ڈھانپنے کیلئے ڈھکنا میسر نہ ہو تو اس پر درخت کی پتلی شاخ وغیرہ رکھ دینی چاہیے۔عام نحوی راء کو مکسور پڑھتے ہیں جبکہ امام اصمعی راء کو مضموم پڑھتے ہیں خصوصاً اس معنیٰ میں یعنی (اعرضه)

(٢٩٥٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا مُسَدَّدٌ، نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ كَثِيرٍ هُوَ ابْنُ شِنْظِيرٍ، عَنْ عَطَاءٍ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، رَفَعَهُ قَالَ: ((خَمِّرُوا الآنِيَةَ، وَأَوْكُوا الأَسْقِيَةَ، وَأَجِيفُوا الأَبْوَابَ، وَاكْفِتُوا صِبْيَانَكُمْ عِنْدَ الْمَسَاءِ،

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً بیان کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شام کے وقت برتنوں کو ڈھانپ دیا کرو، مشکیزوں کا منہ باندھ دیا کرو، دروازوں کو بند کر دیا کرو اور اپنے بچوں

(٢٩٥٨) أخرجه البخاري: ٥٦٢٣، ومسلم: ٢٠١٢

(٢٩٥٩) أخرجه البخاري: ٣٢٨٠، ومسلم: ٢٠١٢

فَإِنَّ لِلْجِنِّ انْتِشَارًا، وَخَطْفَةً، وَاطْفِئُوا الْمَصَابِيحَ عِنْدَ الرُّقَادِ، فَإِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ رُبَّمَا اجْتَرَّتِ الْفَتِيلَةَ، فَأَحْرَقَتْ أَهْلَ الْبَيْتِ۔))

کو (گھروں میں) روک کر رکھا کرو، اس وقت جن (زمین میں) پھیل جاتے ہیں اور (بچوں کو) اچک لیتے ہیں اور سوتے وقت چراغ گل کردیا کرو۔ بسا اوقات چوہیا بتی کو گھسیٹ لے جاتی ہے اوراس طرح گھر والوں کو جلا دیتی ہے۔"

شرح (أَكْفِتُوا) اپنے پاس جمع کرلو اور گھروں میں بند رکھو۔

(٢٩٦٠)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مَنْصُورٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْمُظَفَّرِيُّ السَّرْخَسِيُّ، بِهَا، أَنَا أَبُو سَعِيدٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْفَضْلِ الْفَقِيهُ، أَنَا أَبُو حَفْصٍ عُمَرُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَلِيٍّ الْجَوْهَرِيُّ، نَا سَعِيدُ بْنُ مَسْعُودٍ، نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((إِذَا سَمِعْتُمْ نُبَاحَ الْكِلَابِ، وَنَهِيقَ الْحَمِيرِ مِنَ اللَّيْلِ، فَتَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِنَّهُنَّ يَرَيْنَ مَا لَا تَرَوْنَ، وَأَقِلُّوا الْخُرُوجَ إِذَا هَدَأَتِ الْأَرْجُلُ، فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبُثُّ مِنْ خَلْقِهِ مِنْ لَيْلِهِ مَا يَشَاءُ، وَأَجِيفُوا الْأَبْوَابَ، وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا إِذَا أُجِيفَ، وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَغَطُّوا الْجِرَارَ، وَاكْفَئُوا الْآنِيَةَ، وَأَوْكُوا الْقِرَبَ۔))

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے: "جب تم رات کو کتوں کا بھونکنا اور گدھوں کی آوازیں سنو تو اللہ کی پناہ طلب کرو، بلاشبہ یہ وہ کچھ دیکھتے ہیں جو تم نہیں دیکھتے۔ جب قدموں کی آوازیں آنا بند ہو جائیں تو بہت کم باہر نکلا کرو۔ بلاشبہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی مخلوق میں سے رات کے وقت جس کو چاہتا ہے پھیلا دیتا ہے، دروازوں کو اللہ کا نام لے کر بند کردیا کرو بلاشبہ شیطان اس دروازے کو نہیں کھولتا جسے اللہ کا نام لے کر بند کردیا جائے اور مٹکوں کے منہ ڈھانپ دیا کرو اور برتنوں کو ڈھانپ دیا کرو اور مشکیزوں کے منہ بند کردیا کرو۔"

شرح (اذا هَدَأَتِ الارجُل) "جب چلنا پھرنا تھم جائے" هدأت کا معنی ہے، سکون ہو جانا (واكفوا الانَاء) "برتنوں کو ڈھانپ دیا کرو" امام کسائی نے کہا برتن کو الٹا کردینے پر یہ لفظ بولا جاتا ہے۔

(٢٩٦١)۔ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، نَا إِبْرَاهِيمُ

(٢٩٦٠) صحيح ......أخرجه ابوداود: ٣٧٣١، ٥١٠٣، ٥١٠٤، والترمذي: ١٨١٢

(٢٩٦١) أخرجه مسلم: ٢٠١٤

بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، نا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، نا عَمْرٌو النَّاقِدُ، نا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، نا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ اللَّيْثِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَكَمِ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ......

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((غَطُّوا الإِنَاءَ، وَأَوْكُوا السِّقَاءَ، فَإِنَّ فِي السَّنَةِ لَيْلَةً يَنْزِلُ فِيهَا وَبَاءٌ، لا يَمُرُّ بِإِنَاءٍ لَيْسَ عَلَيْهِ غِطَاءٌ، أَوْ سِقَاءٍ لَيْسَ عَلَيْهِ وِكَاءٌ، إِلَّا نَزَلَ فِيهِ مِنْ ذَلِكَ الْوَبَاءِ۔))

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے: ''برتن ڈھانپ دیا کرو، مشکیزے کا منہ باندھ دیا کرو، بلاشبہ سال میں ایک ایسی رات ہوتی ہے جس میں بیماری اترتی ہے۔ جب وہ کسی ایسے برتن کے پاس سے گزرتی ہے جسے ڈھانپا نہ گیا ہو یا ایسے مشکیزے کے پاس سے گزرتی ہے جس پر تسمہ نہ ہو تو اس بیماری میں سے کچھ نہ کچھ اس میں ضرور پڑ جاتا ہے۔''

شرح جناب لیث نے کہا: عجمی لوگ اس رات سے کانون اول والے مہینے میں ڈرتے ہیں۔

(۲۹۶۲)۔ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، نا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، نا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، نا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، نا أَبُو خَيْثَمَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ......

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لا تُرْسِلُوا فَوَاشِيَكُمْ وَصِبْيَانَكُمْ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ، حَتَّى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يُبْعَثُ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتَّى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ۔))

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''غروب آفتاب کے وقت اپنے چوپاؤں اور بچوں کو آزاد نہ چھوڑو جب تک کہ شام کا اندھیرا نہ چھٹ جائے، اس لیے کہ شیطان سورج غروب ہونے کے وقت سے عشاء کے اندھیرے کے ختم ہونے تک گھومتے پھرتے رہتے ہیں۔''

شرح (الْفَوَاشِي) ہر چلنے پھرنے والا جانور مثلاً بکریاں، بھیڑیں، گائے اور اونٹ وغیرہ۔ اس کا واحد فاشیۃ ہے۔ جب کسی شخص کے پاس ڈھور ڈنگروں کی بہتات اور کثرت ہو جائے تو اہل عرب کہتے ہیں: اَفْشَى الرَّجُلُ۔

(فَحْمَةُ الْعِشَاءِ) ابتدائے رات کی سخت تاریکی، جب کچھ وقت گزر جاتا ہے تو اس تاریکی اور سیاہی میں کچھ کمی آجاتی ہے۔ رات کی تاریکی اور کالے پن کو کوئلے کے ساتھ تشبیہ دی گئی فحم عربی زبان میں کوئلے کو کہتے ہیں۔ حدیث مبارکہ کا مطلب ہے کہ جب سخت اندھیرے کا راج ہوتا ہے اس وقت نقل وحرکت کو موقوف کر دیا کرو تا آنکہ ظلمت شب اعتدال میں آجائے۔ ابن الاعرابی نے کہا: مغرب اور عشاء کے مابین پائے جانے والے اندھیرے کو بزبان عربی (الفَحْمَه)

(۲۹۶۲) أخرجه مسلم: ۲۰۱۳

کہتے ہیں اور عشاء اور صبح کے مابین پائے جانے والے اندھیرے کو الْعَسْعَسَة کہتے ہیں۔

(٢٩٦٣)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، نَا أَبِي، نَا الأَعْمَشُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ، يَذْكُرُ......

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: جَاءَ أَبُو حُمَيْدٍ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ مِنَ النَّقِيعِ بِإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَلا خَمَّرْتَهُ وَلَوْ أَنْ تَعْرُضَ عَلَيْهِ عُودًا۔))

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابو حمید انصاری رضی اللہ عنہ "نقیع" مقام سے دودھ کا بھرا ہوا ایک برتن نبی ﷺ کے پاس لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تجھے اس کو ڈھانپنا چاہیے اگرچہ اس پر چوڑائی کے بل لکڑی رکھ لے۔''

(٢٩٦٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا أَبُو نُعَيْمٍ، نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وَأَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، وَأَبُو حَامِدٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، قَالا: أَنَا أَبُوبَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ مَعْقِلٍ الْمَيْدَانِيُّ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّهُ قَالَ: ((لا تَتْرُكُوا النَّارَ فِي بُيُوتِكُمْ حِينَ تَنَامُونَ۔))

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سوتے وقت اپنے گھروں میں آگ جلتی نہ چھوڑا کرو۔''

(٢٩٦٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاءِ، أَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ......

عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: احْتَرَقَ بَيْتٌ فِي الْمَدِينَةِ عَلَى أَهْلِهِ مِنَ اللَّيْلِ، فَحُدِّثَ بِشَأْنِهِ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ هَذِهِ النَّارَ إِنَّمَا هِيَ عَدُوٌّ لَكُمْ، فَإِذَا نِمْتُمْ فَأَطْفِئُوهَا عَنْكُمْ۔))

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رات کے وقت مدینہ منورہ میں ایک گھر اہل خانہ سمیت آگ کی لپیٹ میں آگیا اس واقعہ کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''آگ تمہاری دشمن ہے اس لیے سونے سے پہلے آگ بجھا دیا کرو۔''

(٢٩٦٣) أخرجه البخاري: ٥٦٠٥، ومسلم: ٢٠١١

(٢٩٦٤) أخرجه البخاري: ٦٢٩٣، ومسلم: ٢٠١٥

(٢٩٦٥) أخرجه البخاري: ٦٢٩٤، ومسلم: ٢٠١٦